بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ" (بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں بہترین مسلمان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسرں کو سکھائے"۔

عام فہم تفسیر القرآن

(1)

ترجمہ: عبدالرحمٰن کیلانیؒ

یہ تفسیر دنیا کے مشہور تفاسیر کا خلاصہ ہے جن میں خاص طور سے تفسیر ابن کثیر، احسن البیان مکہ مکرمہ، ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزادؒ، تفسیر تیسیر القرآن از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، تیسر الرحمن از مولانا محمد لقمان حفظہ اللہ، تفسیر ثنائی از مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ اور دیگر اہم تفاسیر بھی شامل ہیں۔

مرتب: مولانا عبدالسلام عمری

معاونین: مولانا ابوانس شمیم، مولانا حافظ ساجد ندوی، مولانا ذاکراللہ اثری، حافظ بدرانجم

ناشر: ادارہ اشاعت القرآن (رجسٹرڈ نمبر 601)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"(بخاری، حدیث نمبر:۵۰۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں بہترین مسلمان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"۔

عام فہم تفسیر القرآن

ترجمہ: عبدالرحمٰن کیلانیؒ

یہ تفسیر دنیا کے مشہور تفاسیر کا خلاصہ ہے جن میں خاص طور سے تفسیر ابن کثیر، احسن البیان مکہ مکرمہ، ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزادؒ، تفسیر تیسیر القرآن از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، تیسر الرحمن از مولانا محمد لقمان حفظہ اللہ، تفسیر ثنائی از مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور دیگر اہم تفاسیر بھی شامل ہیں۔

مشرف: عبدالعزیز صاحب

مرتبین: مولانا عبدالسلام عمری

اور

مولانا ابوانس شمیم، مولانا حافظ ساجد ندوی، مولانا ذاکر اللہ اثری، حافظ بدرانجم

معاونین: ثناء اللہ صاحب، سلیم خان صاحب، اکمل الدین حسین صاحب، ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب

ناشر: ادارۂ اشاعت القرآن (رجسٹرڈ نمبر 601)

نام کتاب : عام فہم تفسیر القرآن

مرتب : مولانا عبدالسلام عمری

صفحات : 1424

اشاعتِ سوم : ۲۰۱۴ء

قیمت : 550/- روپے

کمپیوز وتزئین : ارشاد سہیل عمری

سہیل گرافکس، سعید آباد، حیدرآباد Cell: 9246161020

ناشر : ادارۂ اشاعت القرآن (حیدرآباد)

ملنے کا پتہ

ادارۂ اشاعت القرآن (رجسٹرڈ نمبر: ۶۰۱)

Quraan Publising Center (Regt No:601)

Maulana Abdus Salam Omri

Fazlur Rahman Residency, H.No. 8-1-398/D/1/17, Door No. 1, IAS Colony,
Tolichowki, Hyderabad -8 INDIA

Ph : 9440724403, 9959964516

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔نہایت رحم کرنے والا' بڑا مہربان ہے۔اور ہمارے نبی اشرف الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کی آل اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر درود وسلام ہو۔اما بعد!

قرآن کی اہمیت: قرآن مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ (القدر:١) بے شک ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا ہے۔

قرآن مجید تقدیر بدلنے کے لئے نازل ہوا ہے۔قرآن قسمت بنانے کے لئے نازل ہوا ہے۔قرآن نے صحابہ کرام کی تقدیریں بدل دیں۔پہلے وہ غریب تھے' محتاج تھے' قرآن نے انھیں اخلاق دیئے' کردار عطا کئے' مال و دولت سے نوازا' تخت و تاج دیئے' عزت وسربلندی عطا کی۔

آج ساری دنیا میں مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہے' اگر مسلمانوں کی قسمت بدلنا ہے ان کی تقدیر بنانا ہے' ان کی حالت سنوارنا ہے' تو قرآن کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ہم تمام کو چاہیئے کہ ہم قرآن کے ساتھ کھڑے ہو جائیں' اسے پڑھیں اسے سمجھیں اور اسے ساری دنیا تک پہونچائیں۔قرآن کی اہمیت کا کیا کہنا جس رات نازل ہوا، وہ رات (لیلۃ القدر) قدر والی رات بن گئی جس مہینے میں نازل ہوا، وہ مہینہ رمضان المبارک کا مہینہ ہو گیا جس شہر میں نازل ہوا، وہ شہر امن والا شہر بنا دیا گیا' جس نبی پر نازل کیا گیا وہ نبی امام الانبیاء ہو گئے اور جس امت پر نازل ہوا وہ افضل امت ہو گئی۔علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں بن کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

قرآن کی فضیلت: اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَیِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ۚ (الانعام:١٥٧) ''یقیناً تمہارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح نشانی (کتاب) اور ہدایت اور رحمت آ گئی۔''

اس قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے: وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ (النحل:٨٩) ''اور ہم نے آپ پر ہر چیز کو بیان کرنے والی کتاب نازل کی ہے جو ہدایت اور رحمت ہے''

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا کے تمام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشۡقٰى (طٰہٰ:١٢٣) چنانچہ جس نے میری ہدایت (قرآن) کی پیروی کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں پڑے گا۔''

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے'' خَیۡرُكُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡآنَ وَ عَلَّمَهُ'' تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔'' (بخاری حدیث نمبر:٩ ٣ ٧ ٤)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب تو قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرے تو اس کی تلاوت اور اسے سننے کے وقت دل سے باقی سب خیال نکال دے اور اپنے کان اسی طرف لگائے اور اس کے حضور اس طرح حاضر ہو جیسے وہ تجھے خطاب کر رہا ہے اور دیکھ کہ یہ کلام کون کر رہا ہے کیونکہ یہ خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے ہی لئے ہے جو اس کے رسول کی زبان پر ادا ہوا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (قٓ:۳۷) ''بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو دل سے متوجہ ہو اور غور سے سنے''۔

اگر دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی چٹھی (خط) تیرے پاس آئے جس میں اس نے تجھے کسی بات کا حکم دیا ہو یا کسی چیز سے منع کیا ہو تو تجھے اس وقت تک قرار نہیں آئے گا اور نہ تیری پریشانی دور ہوگی جب تک تو اسے پڑھ نہ لے' سمجھ نہ لے اور اس پر عمل نہ کر لے' پھر اللہ کے کلام کی کیا عظمت ہونی چاہئے ذرا غور کریں اور سوچیں۔

قرآن کا نزول کس لئے ہوا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول امین پر قرآن مجید نازل فرمایا تا کہ آپ گواہی دینے والے' خوشخبری سنانے والے' ڈرانے والے' اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے اور روشن چراغ بن جائیں' چنانچہ آپ فی الواقع ایسے ہی تھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ''فَاِنَّ خُلُقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ'' یقیناً آپ ﷺ کے اخلاق قرآنی تعلیمات کے عین مطابق تھے''

صحابہ کرامؓ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ صحابہ کرام قرآن حفظ کرتے' اس کو لکھتے' اس کی تلاوت کرتے اور دوسروں کو بتلاتے' قرآن ہی کو حاکم بناتے اور قرآن ہی کی طرف اپنے جھگڑے لے جاتے۔ قرآن کے آداب سے خود ادب سیکھتے اور اپنی اولاد کو ادب سکھلاتے۔ قرآن ہی سے لوگ فوج درفوج دین میں داخل ہوئے اور قرآن ہی سے (وابستہ رہ) کر انھوں نے ملک فتح کئے' قومیں اطاعت قبول کرتی گئیں اور قرآن کو دستور مانتی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو زمین میں اقتدار بخشا اور انھوں نے دشمنوں سے بھی حسن سلوک کیا۔

ایک زمانہ تھا کہ ساری دنیا پر ہمارا دبدبہ چھایا ہوا تھا۔ کبھی آپ نے سوچا کہ لیلائے اقتدار نے ہم سے دامن کیوں چھڑا لیا؟ ہمارے اقبال کا پرچم کیوں جھک گیا؟ فتح مندیاں ہم سے کیوں روٹھ گئیں؟ ہم زلزلوں اور زوال کا شکار کیوں ہو گئے؟ تاریخ کے اوراق پلٹئے' غور کیجئے' معلوم ہوگا کہ ہمارے زوال کا سبب' ہماری خواری اور زبان حالی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم سے منہ موڑ لیا اور اس سے دور ہو گئے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے''اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ''(مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۵۳) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بعض لوگوں کو عزت بخشتا ہے اور بعض کو ذلیل کرتا ہے۔''

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی حافظ قرآن تھے اور اپنے عہد خلافت میں مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے حافظ قرآن یا عالم قرآن ہونے کا معیار مقرر فرما رکھا تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی مجلسِ شوریٰ کے تمام ارکان یا حافظ قرآن تھے یا عالم قرآن۔

آپ کی عہد حکومت کا ایک واقعہ: حضرت نافع بن حارث رضی اللہ عنہ کو آپ نے مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت نافعؓ کو مکہ سے باہر جانا پڑا تو اپنے پیچھے عبدالرحمن ابزی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا "اپنے پیچھے قائم مقام کس کو بنایا ہے؟" نافعؓ نے بتایا "عبدالرحمن ابزیؓ کو"۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "یہ شخص کون ہے؟ حضرت نافعؓ نے بتایا "غلاموں میں سے ہے لیکن قرآن مجید کا سب سے بڑا قاری اور علم الفرائض (وراثت کے مسائل) کا سب سے بڑا عالم ہے۔" حضرت عمر فاروقؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا "رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بعض لوگوں کو عزت بخشتا ہے اور بعض کو ذلیل کرتا ہے۔" (یعنی قرآن کو گلے لگاتے ہیں اللہ ان کو ترقی دیتا ہے کامیاب کرتا ہے اور جو قرآن کو چھوڑ دیتے ہیں ان کو اللہ ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنئے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کی تعلیم حاصل کی اور اس پر عمل کیا' قیامت کے دن اس کے والدین کو نور کا ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی آب وتاب سورج کی چمک جیسی ہوگی اور اس کے والدین کو دو خلعتیں پہنائی جائیں گی جن کی قدر و قیمت کے آگے ساری دنیا ہیچ ہوگی۔ والدین پوچھیں گے: ہمیں یہ خلعتیں کس بنا پر پہنائی گئی ہیں؟ جواب ملے گا "تم دونوں کے بیٹے نے علم قرآن حاصل کیا۔ (اسی وجہ سے تمہیں یہ اعزاز نصیب ہوا ہے)"۔ (صحیح الترغیب والترھیب حدیث نمبر: ۱۴۳۴)

اللہ اللہ! جب والدین کے اعزاز کا یہ عالم ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے عالم قرآن بیٹے کو کیسے کیسے زبردست انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔

قرآن کریم بہت بڑی متاع ہے۔ یہ ہمیں زندگی کا اصل مقصد بتانے آیا ہے۔ اسے پڑھیے' سمجھیے' سیکھیے' سیکھائیے' حفظ کیجیے' اس کی تعلیمات عالیہ پر عمل کیجیے اور ان بیش بہا تعلیمات کی مہک اپنے اہل خانہ' عزیز و اقارب' اپنے ماحول اور معاشرے میں دوردور تک پھیلا دیجیے۔

اس مصحف مقدس میں آپ کو سب کچھ ملے گا۔ اگر آپ حسن کے متوالے ہیں تو رب جمیل سے بڑھ کر کس کا حسن ہے جس پر دل فدا کیا جائے؟ اگر آپ کو بلند مرتبے پر پہنچنے اور عظمت کا تاج پہننے کی تمنا ہے تو یاد رکھئے کے قیامت کے دن حافظ قرآن کے والدین کو ایسا تاج اور لباس فاخرہ پہنایا جائے گا جس کے آگے سورج کی روشنی بھی ماند پڑ جائے گی۔ اگر آپ کو ارباب اقتدار سے دوستی کرنے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کا ارمان ہے تو قرآن کریم کو حرز جان بنا لیجیے۔ یہ مقدس کتاب جنت میں لے جانے کے لئے سب سے بڑی معین و مددگار رہے گی۔

مولانا عبدالسلام عمری

عام فہم تفسیر القرآن

{سورتوں کی ترتیب نزول اور پاروں کی فہرست مع صفحہ نمبر}

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة الفاتحة

سورۂ فاتحہ مکی ہے اس میں ۷ آیتیں اور ا رکوع ہے۔

آیاتها ۷ — ۱ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ۵ — رکوعها ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

منزل ۱ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۙ﴿۲﴾
مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ
نَسۡتَعِيۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۵﴾
صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ ۶
ع غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے(۱) جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔(۲) روز جزاوسزا کا مالک ہے(۳) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں(۴) ہمیں سیدھی راہ پر استقامت عطا فرما(۵) ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا (۶) اور نہ کہ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔(۷)

اس کو فاتحہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قرآن کے شروع میں آئی ہے۔ سورہ فاتحہ کو اُم القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ قرآن کی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

فضیلت سورۂ فاتحہ

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعبؓ نے سورۂ فاتحہ کو نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑھا تو رسول ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایسی فضیلت والی سورہ توراۃ، انجیل، زبور میں بھی نازل نہیں ہوئی اور وہ سبع المثانی (سات آیات والی) اور قرآن عظیم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔

سورۂ فاتحہ کا ایک نام سورۃ الشفاء بھی ہے۔

حضرت ابو سعیدؓ نے جب سانپ کے کاٹے ہوئے شخص پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ اچھا ہو گیا۔(صحیح بخاری حدیث نمبر 5007)

سورۂ فاتحہ کا ایک نام سورۃ الصلاۃ بھی ہے:

سورۃ الصلاۃ: سورۂ فاتحہ کا ایک نام سورۃ الصلاۃ بھی ہے۔ یعنی وہ سورہ جو نماز کے لئے ضروری ہو، سورۂ فاتحہ کے بغیر

کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ امام اور مقتدی سب کو سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

قَالَ رَسولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاصَلاَۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ترجمہ: اُس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:714)

''مَنْ صَلّٰی صَلاَۃً لَمْ یَقْرَاْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَھِیَ خِدَاجٌ فَھِیَ خِدَاجٌ فَھِیَ خِدَاجٌ'' ترجمہ: جس نے بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز پڑھی وہ ناقص ہے تین مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر: 821)

حضرت ابوہریرۃؓ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو اُس وقت کیا کریں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ تم اپنے دل میں سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز کو میرے اور میرے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا۔ بندہ جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے۔ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری تعریف کی' اور جب بندہ کہتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝ تو اللہ اس کا جواب دیتا ہے اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ اور جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۝ تو اللہ اس کا جواب دیتا ہے مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی ہے اور جب بندہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۝ کہتا ہے تو اللہ اس کا جواب دیتا ہے ھٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ یہ عہد و پیمان میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کیلئے وہ کچھ ہے جو اس نے مانگا اور جب بندہ کہتا ہے: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۝ تو اللہ فرماتا ہے: ھٰذا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ یہ میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کیلئے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ آمین (صحیح مسلم، حدیث نمبر:598)

آیت ۴: اس آیت میں (نَعْبُدُ) اور (نَسْتَعِیْنُ) سے پہلے (اِیَّاكَ) کا لفظ لایا گیا ہے جو حصر کا بھی فائدہ دے رہا ہے اور تاکید کا بھی اور اس کا معنی یوں بنتا ہے کہ اے اللہ ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ تیرے سوا نہ کسی کی عبادت کرتے ہیں، نہ کریں گے اور نہ ہی کسی سے مدد مانگتے ہیں اور نہ مانگیں گے۔ گویا شرک کی جملہ اقسام کے استحصال کے لئے اکیلی یہ آیت ہی کافی ہے۔

سورۂ فاتحہ کے آخر میں آمین کہنے کی نبی کریم ﷺ نے بڑی تاکید اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اسلئے امام اور مقتدی ہر ایک کو آمین کہنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ (جہری نمازوں میں) اونچی آواز سے آمین کہا کرتے تھے اور صحابہ بھی حتیٰ کہ مسجد نبوی گونج اُٹھتی تھی۔ اس لئے اونچی آواز میں آمین کہنا سنت رسول ﷺ اور صحابہ کا طریقہ ہے۔ آمین کہنے کے معنی ہیں، قبول کر یعنی اے اللہ: ہم نے جو دعا کی ہے اس دعا کو قبول فرما۔ (صحیح بخاری کا ایک باب، کتاب الصلوۃ۔ باب جھر الامام بالتامین)

سورۂ فاتحہ ایک دعا ہے اور سورۂ بقرہ سے والناس تک پورا قرآن جواب دعا ہے۔ دعا یہ تھی : اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ اے اللہ: ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔قرآن مجید میں صراط مستقیم کا بیان ہے اور اس کی وضاحت بھی ہے عزت،ترقی کامیابی ونجات سب صراط مستقیم میں ہے۔آج مسلمان ذلیل وخوار ہیں ناکام ونامراد ہیں تو اس لئے کہ وہ صراط مستقیم کو بھولے ہوئے ہیں۔اگر وہ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ قرآن کی طرف مائل ہوں اور اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔

صراط مستقیم کو واحد کے صیغے سے بیان فرمایا کیونکہ اللہ کی یا قرآن کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ایک ہی ہے۔ایک سے زیادہ نہیں اسی لئے پیروی صرف ایک راہ کی کرنی ہے کسی اور کی نہیں۔یہی ملت اسلامیہ کی وحدت اور اجتماعیت کی بنیاد ہے۔ جس سے ہٹ کر یہ اُمت مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی ہے۔حالانکہ اسے تاکید کی گئی ہے کہ دوسری راہوں پر مت چلو جیسا کہ سورۃ الانعام آیت ۱۵۳ میں فرمایا: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ‌ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ ترجمہ:''اور یہ کہ یہی میری سیدھی راہ ہے لہٰذا اسی پر چلتے جاؤ اور دوسری راہوں کے پیچھے نہ جاؤ ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے'' اسی بات کو حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح واضح فرمایا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ ''یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے'' اور چند خطوط اس کی دائیں اور بائیں جانب کھینچتے ہوئے فرمایا۔یہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور وہ ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے پھر آپؐ نے سورۂ انعام آیت ۱۵۳ کی تلاوت کی۔

(مسند البزار،حدیث نمبر:1489 صححه البانی فی تخریج شرح الطحاویه لابن ابی العز)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃُ البقرۃ

یہ سورۃ مدنی ہے، اس میں 286 آیتیں اور 40 رکوع ہیں۔

تعارف: یہ سورۃ اُس وقت نازل ہوئی جب اللہ کے رسول محمد عربی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے مدینہ میں جو سورۃ نازل ہوئی وہ سورۂ بقرہ ہے۔ مکہ میں مسلمان منتشر تھے مدینہ میں مسلمان اکٹھے ہوئے تو اللہ تبارک وتعالی نے جماعت اور سماج کے لئے جو احکامات ضروری تھے وہ نازل فرمائے' سورۂ بقرہ پورے قرآن کا اختصار ہے اس میں توحید و رسالت اور آخرت کا بیان ہے اور اس میں نماز' زکوۃ' حج' اور عمرہ کا بیان ہے نکاح' طلاق' تجارت ومعاملات واخلاقیات اور حلال وحرام کا بھی بیان ہے۔ یہ سورہ مسلمانوں کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ ایک لشکر کا سردار آپ ﷺ نے اس شخص کو بنایا تھا جسے سورۂ بقرہ یاد تھی اس لئے جماعت کے سردار اور ذمہ دار کیلئے ضروری ہے کہ وہ کم سے کم سورۂ بقرہ کی تعلیمات سے آگاہ ہو۔ ایک بہتر سماج بنانے کیلئے سورۂ بقرہ کی تعلیم سب کیلئے ضروری ہے بچوں کے لئے بڑوں کیلئے مردوں کے لئے اور عورتوں کیلئے بھی۔

اس سورت میں خطاب یہودیوں سے بھی ہے کہ اے یہودیو! قرآن پر اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اس میں تمہاری بھلائی ہے مگر یہودی ایمان نہیں لائے، چالبازی' مکاری' دھوکہ دہی' وعدہ خلافی' دنیا پرستی اور نافرمانی کا ثبوت دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ تم یہودیوں کے عادات واطوار اور ان کے چال چلن اختیار نہ کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔

فضیلت سورۃ البقرۃ

ابواُمامہ الباہلیؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھو کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گی، دونورانی سورتوں ''بقرہ اور آل عمران کو پڑھتے رہا کرو یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے دو سائبان یا دو بادل یا پرکھولے پرندوں کی دو جھنڈ کی طرح ہوں گی اپنے پڑھنے والوں کی قیامت کے دن سفارش کریں گی، پھر فرمایا:

بقرہ پڑھو اس کا پڑھنا برکت ہے اور اسے ترک کرنا باعثِ حسرت ہے۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1337)

قیامت کے دن جب اس کے پڑھنے والوں کو بلند درجات ملیں گے اور بڑے بڑے انعام ملیں گے، نہ پڑھنے والا کہے گا

ہائے افسوس! میں نے اسے کیوں نہ پڑھا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتا تو میں بھی اجر وثواب حاصل کرتا۔ (تفسیر ستاری)

إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ وَهُوَ عِنْدَ الْعَرْشِ وَإِنَّهُ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا يُقْرَآنِ فِيْ دَارٍ ثَلَاثُ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا الشَّيْطَانُ (صححه البانی فی صحیح الجامع الصغیر و زیادته، حدیث نمبر: 1799)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی جو عرش کے پاس ہے اور اس میں اس نے دو آیتیں اتاریں جن پر سورۂ بقرہ ختم ہوتی ہے۔ انہیں کسی گھر میں تین دن پڑھا جائے تو شیطان اس میں ٹک نہیں سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے وہاں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ (اور اگر گھر میں شیطان یا جن کا اثر ہے تو وہ بھی دور ہو جائے گا) (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1300)

اس سورہ کو سورۂ بقرہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں گائے سے متعلق ایک معجزے کا ذکر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بنی اسرائیل کا قتل کیا گیا اور پتہ نہیں لگا کہ قاتل کون ہے۔ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ لوگ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لیکر اس میت پر ماریں تو مردہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو جائے گا اور یہ بتائے گا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔

آیاتها ۲۸۶ — ۲ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۸۷ — رکوعاتها ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

معانقة

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ (۱) یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں، یہ ہدایت دینے والی ہے متقی لوگوں کو (خدا سے ڈرنے والوں کو) (۲) جو یقین رکھتے ہیں غیب پر اور نماز قائم کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں (۳) اور ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تم پر اتاری گئی ہے (یعنی قرآن پر) اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے اتاری گئی ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں (۴) یہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور یہی لوگ کامیاب ہیں (۵)

سورۂ فاتحہ میں انسان نے دعا کی کہ اے اللہ: مجھے سیدھا راستہ دکھا، کیونکہ سیدھے راستہ میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں پورا قرآن نازل کیا اور کہا کہ یہ قرآن ہے اس میں تمہاری ہدایت ہے جس آدمی کو ہدایت کی تلاش ہے، جس آدمی

کو ہدایت کی ضرورت ہے۔قرآن ان کیلئے ہدایت ہے۔قرآن سائن بورڈ کی طرح ہے جو بتاتا ہے کہ جنت جانے والا راستہ نیک اعمال کا راستہ ہے جیسے نماز پڑھنا' ماں باپ کی خدمت کرنا' امانت داری اختیار کرنا اور وعدے کی پابندی وغیرہ۔

اور قرآن بتاتا ہے کہ جہنم جانے والا راستہ برے اعمال کا راستہ ہے۔ جیسے نماز چھوڑ دینا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' خیانت کرنا' وعدہ خلافی کرنا' جھوٹ بولنا وغیرہ۔ہم تمام مسلمان جنت جانا چاہتے ہیں مگر راستہ چل رہے ہیں برے اعمال کا اور برے اعمال جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ اگر ہم جنت جانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم نیک اعمال کا راستہ اختیار کریں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔یعنی قرآن متقی لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔تقویٰ حقیقت میں صلاحیت کا نام ہے۔قرآن سے ہدایت پانے کے لئے تقویٰ کی صلاحیت ضروری ہے' جس طرح دیکھنے کے لئے آنکھ کی صلاحیت ضروری ہے کوئی بات سننے کے لئے کان کی صلاحیت ضروری ہے اسی طرح قرآن سے ہدایت پانے کے لئے تقوی کی صلاحیت ضروری ہے۔متقی وہ آدمی ہے جس کے اندر حق و باطل میں صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کی صلاحیت ہو، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ترجمان القرآن میں متقین کی خوب وضاحت کی ہے۔

قرآن مجید، متقی انسانوں پر فلاح وسعادت کی راہ کھولنے والا ہے اور قبولیتِ حق کے لحاظ سے انسانوں کی دو قسمیں ہے، پہلی قسم محتاط لوگوں کی اور دوسری قسم غیر محتاط لوگوں کی ہے۔جس حالت کو ہم نے یہاں احتیاط سے تعبیر کیا ہے اسی کو قرآن ''تقویٰ'' سے تعبیر کرتا ہے، ''متقی'' یعنی ایسا آدمی جو اپنے فکر وعمل میں بے پروا نہیں ہوتا، برائی اور نقصان سے بچنا چاہتا ہے اور اچھائی اور فائدے کی جستجو رکھتا ہے۔قرآن کہتا ہے: ایسے ہی لوگ تعلیمِ حق سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور کامیاب ہو سکتے ہیں، عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا تھا کہ تقوی کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آپ کبھی ایسے راستے سے گذرے ہیں جس میں کانٹے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔کہا اس حالت میں آپ نے کیا کیا؟ فرمایا: میں نے کوشش کی کہ کانٹوں سے بچ کر نکل جاؤں، کہا: یہی تقوی کی حقیقت ہے۔قرآن سب کے لئے ہدایت کا راستہ بتاتا ہے۔

مگر ہدایت کے راستہ پر صرف متقی لوگ ہی چلتے ہیں اللہ سے ڈرنے والے ہی اس راستہ کو اختیار کرتے ہیں جیسے اذان کے ذریعہ سے تمام انسانوں کو نماز کی دعوت جاتی ہے مگر سب لوگ نماز پڑھنے نہیں آتے نماز پڑھنے صرف وہ لوگ آتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں آخرت کی فکر کرتے ہیں جہنم کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں۔

متقی' ہدایت پائے ہوئے لوگ ہیں۔ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہے' آخرت ہے' جنت ہے' جہنم ہے متقی لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں، اپنے مال کی زکوۃ دیتے ہیں، اللہ پر اس کے رسول پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں۔ اور جو لوگ نماز نہیں پڑھتے' زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کی فکر نہیں کرتے وہ غلطی پر ہیں، ان کا انجام برا ہوگا۔

ع

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝۷

بلا شبہ کافروں کیلئے یہ بات برابر ہے کہ تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے(۶) اللہ نے انکے دلوں پر انکے کانوں پر مہر لگادی ہے اور انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے(۷)

ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتے اور حق بات قبول نہیں کرتے۔ دماغ سے سوچتے نہیں، آنکھوں سے دلائل دیکھتے نہیں کانوں سے حق بات سنتے نہیں۔

وقف لازم

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝۱۰ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۝۱۱ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۝۱۲ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۝۱۳ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۝۱۴ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۝۱۶

اور بعض لوگ (منافقین) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے دراصل یہ لوگ ایمان نہیں لائے(۸) یہ اللہ کو اور مومنوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود دھوکہ کھا رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں(۹) ایسے لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ بڑھا دیا اس کے عوض ان کیلئے المناک عذاب ہے اور وہ جھوٹ بک رہے ہیں(۱۰) اور جب ان سے کہا جاتا ہے زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کررہے ہیں(۱۱) خبردار! یہی لوگ فسادی ہیں مگر سمجھتے نہیں(۱۲) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں، تو جواب دیتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے کہ بیوقوف لوگ ایمان لائے ہیں۔ خبردار یہی بیوقوف لوگ ہیں مگر نہیں جانتے(۱۳) اور جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کررہے تھے(۱۴) اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اضافہ کردیتا ہے(۱۵) یہ وہی لوگ ہیں جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔ ان کو نہ تجارت سے کوئی فائدہ ہوا اور نہ ہدایت والے بن سکے۔(۱۶)

پہلے متقین کا بیان ہوا پھر کافروں کا بیان ہوا اب منافقین کا بیان ہورہا ہے‘ منافق وہ ہے جو کفر کو چھپائے اور ایمان کو ظاہر کرے جو برائی کو چھپائے اور بھلائی کو ظاہر کرے۔ مکہ میں مخلصین تھے اور مدینہ میں مخلصین کے ساتھ منافقین بھی مسلمانوں میں شامل ہو گئے‘ ایک قسم کے منافق وہ تھے جو قطعاً اسلام کے منکر تھے اور محض فتنہ برپا کرنے کیلئے اسلام میں داخل ہو گئے تھے‘ بعض منافق دنیوی فائدے چاہتے تھے‘ بعض منافق ایسے تھے جو اسلام کو حق سمجھتے تھے مگر جاہلیت کے رسم ورواج طور طریقے کو چھوڑنے اور اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَآ أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ ۙ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ ع ۲

ان کی مثال (منافقوں کی) اس شخص کی مانند ہے جس نے (اندھیری رات میں) آگ جلائی اور جب اس کے آس پاس کی چیزیں روشن ہوگئیں تو اللہ نے ان کی روشنی سلب کر لی اور ان کو اندھیرے میں چھوڑ دیا اب وہ کسی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتے (۱۷) وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اب وہ واپس نہ ہوں گے (۱۸) یا ان منافقوں کی مثال آسمان سے برسنے والی بارش کی طرح ہے جس میں اندھیریاں، گرج اور بجلی کی چمک ہے‘ کڑک اور گرج کی وجہ سے موت سے ڈر کر اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے (۱۹) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی بینائی اچک لے جائے‘ جب بجلی اپنی روشنی ڈالتی ہے تو وہ اُس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو وہ کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کانوں سے سننے کی طاقت آنکھوں سے دیکھنے کی طاقت چھین لیتا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے (۲۰)

منافقین کی دو مثالیں:

منافقین دنیا پرست ہوتے ہیں ان کے نزدیک دنیا کی اہمیت ہوتی ہے‘ جب منافقین اسلام میں داخل ہوئے تو ان کو حق و باطل ہدایت و گمراہی سب معلوم ہوئی تب منافقین نے دیکھا کہ اسلام پر چلنے سے ان کے دنیاوی فائدوں کو نقصان ہوسکتا ہے اور دنیاوی ترقی متاثر ہوسکتی ہے۔ تب انہوں نے جانتے بوجھتے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کیا اور اسلام کے مقابلہ میں کفر کو ترجیح دی۔

اللہ تعالیٰ کا قانون:

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جب لوگ حق کو جانتے بوجھتے ٹھکرا دیتے ہیں تو پھر اللہ ہدایت کی روشنی چھین لیتا ہے اور ان کے دل ودماغ پر مہر مار دیتا ہے اور ان کو بہرا گونگا اور اندھا بنا دیتا ہے ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں ملتی۔

منافقین کی چار نشانیاں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں ہیں جس آدمی میں وہ ہونگی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے' جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب عہد کرے تو بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوج پر اتر آئے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:33)

منافق وہ ہے جو کفر کو چھپائے اور ایمان کو ظاہر کرے جو دشمنی کو چھپائے اور دوستی کو ظاہر کرے۔

منافق کافر کی طرح دنیا پرست ہوتا ہے۔ منافق کلمہ پڑھنے کے باوجود مومن اور مسلمان نہیں ہوتا' کیونکہ اس کا ایمان قرآن اور آخرت پر نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے اندر نہ ایمان آیا نہ ایمانی صفات آئے' کیونکہ ان کو قرآن پر آخرت پر اور نبی پر شک ہے۔ مومن وہ لوگ ہیں جن کو قرآن پر آخرت پر نبی پر ایمان ویقین ہوتا ہے۔

منافقین:

کلمہ پڑھنے کے بعد بھی منافق' مومن نہ بن سکے اور نہ اچھے اعمال اختیار کئے' کیونکہ ایمان یقین کا نام ہے اور منافقین کے اندر شک تھا نبی پر قرآن پر اور آخرت پر اس لئے وہ نیک اور باعمل نہ بن سکے۔

منافقوں کی پہلی مثال:

اس شخص کی طرح ہے کہ اس نے اندھیرے میں چراغ روشن کیا تو اس کا اطراف روشن ہوگیا' جو چیز کالی تھی وہ کالی نظر آنے لگی اور جو چیز سفید تھی سفید نظر آنے لگی۔ اسی طرح منافق کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے تو ان کو حق و باطل کا پتہ چلا اسلام اور کفر کی حقیقت واضح ہوئی تو منافقوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کیا اسلام کے مقابلہ میں کفر کو پسند کیا۔

منافقوں نے دیکھا کہ اسلام حق ہے مگر اس حق کو اختیار کرنے میں ہمارا دنیوی نقصان ہوسکتا ہے' کفار و مشرکین اور یہود سے جو ہماری دوستی ہے اور جو تعلقات ہیں وہ متاثر ہو سکتے ہیں' لہٰذا ہم کو ایسا حق نہیں چاہئے جس سے ہماری دنیا خراب ہو۔

ان منافقوں نے ہدایت کو جان کر اور حق کو پہچان کر ٹھکرا دیا تھا' لہٰذا ان کو پھر ہدایت ملنے والی نہیں ہے۔

ان کی مثال ایسی ہے جیسے چند لوگ رات میں سفر کر رہے ہوں اور راستہ بھٹک گئے ہوں پھر یہ بہرے ہیں کوئی ان کو آواز دے اور راستہ بتانا چاہے تو یہ کسی کی آواز سن نہیں سکتے اور گونگے ہیں یہ کسی سے راستہ معلوم نہیں کر سکتے اور یہ اندھے بھی ہیں راستہ بتانے والے بورڈ اور سنگ میل کو دیکھ بھی نہیں سکتے تو ایسے لوگ کبھی بھی اپنی منزل کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ ان میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ خود

سے صحیح راستہ معلوم کر سکیں اور اگر کوئی ان کو راستہ بتائے تو ان کے بتانے کو قبول کر سکیں۔

منافقوں کی دوسری مثال:

یہ منافق بھی دنیا پرست تھے' اسلام سے متاثر ہو کر کلمہ پڑھے ایمان کا دعویٰ بھی کیے۔ اگر اسلام سے فائدہ ہوتا کوئی جنگ مسلمان جیت جاتے اور کچھ مال غنیمت ملتا تو خوش ہو جاتے اور اگر اسلام سے کچھ نقصان ہوتا تو گھبرا اٹھتے جیسے جنگ احد میں ہوا۔ اسلام کے آسان احکام پر خوشی سے عمل کرتے اور اگر سخت احکام آتے جیسے جہاد جس میں جان و مال کی قربانی مانگی جاتی تو گھبرا جاتے۔

چونکہ منافقین دنیا پرست ہوتے ہیں اس لئے دنیا کا نقصان برداشت نہیں کر سکتے اور منافقوں کو آخرت پر ایمان نہیں ہوتا ہے، اگر منافقوں کو آخرت کے آنے کا یقین ہوتا تو خوشی خوشی ہر حال میں اسلام کے لئے جان و مال قربان کر دیتے مگر منافقوں کو آخرت کے آنے میں شک تھا، تردد تھا اس لئے وہ منافق بنے رہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪
وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ
رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى
عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا
شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ
وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾
وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا
مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا
مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم متقی بن جاؤ (۲۱) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی اور تم اللہ کا شریک نہ بناؤ' اس حال میں کہ تم جانتے ہو (۲۲) (کہ اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں) اور اگر تم اس کتاب میں شک کرتے ہو جسے ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے تو تم ایسی ہی کوئی سورت بنا لاؤ اور اپنے مددگاروں کو بلا لو اللہ کو چھوڑ کر اگر تم سچے ہو (۲۳) پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے (۲۴) اور ان کو خوش خبری سنا دو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے جنت ہے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی ان کو کھانے کیلئے پھل دیئے جائیں گے اور ہم شکل ہوں گے تو کہیں گے "یہ وہی ہے جو اس سے پہلے ہم کو دیئے گئے تھے" اور ان کیلئے اس میں پاکیزہ بیویاں ہونگی اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے (۲۵)

آیت ۲۳: جب امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو اس وقت چار لاکھ امریکی فوج سعودی عرب میں خیمہ زن تھی، چند فوجی افسروں نے سعودی حکومت سے یہ خواہش کی کہ ہم اسلام کے تعلق سے جاننا چاہتے ہیں آپ کچھ علماء کو مقرر کریں ایک فوجی افسر نے علماء سے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے ہم کیسے مانیں ہم کو ثبوت چاہئے تو سعودی عالم نے دلیل اور نشانی کے طور پر سورۃ البقرہ کی یہی مذکورہ آیت پیش کیا:

''اگر تم کو شک ہے' اگر تم کو اعتراض ہے کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں بلکہ ایک انسان کی لکھی ہوئی کتاب ہے تو نبی نے کہا: قرآن میں ۱۱۴ سورتیں ہیں دنیا کے سارے انسان اور سارے جن اور سارے ملائکہ ملکر کوئی ایک سورت بنا کر پیش کرو۔ یہ چیلنج حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں بھی ہوا اس وقت کے تمام عرب اس کا جواب نہ دے سکے اور پندرہویں صدی چل رہی ہے کہ آج تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا تم جواب نہ دے سکو گے۔ وَلَنْ تَفْعَلُوْا اور آئندہ کبھی بھی لاکھوں سال بعد بھی تمام انسان ملکر قرآن کا جواب نہ دے سکیں گے قرآن جیسا کلام پیش نہ کر سکیں گے۔

یہ جواب سن کر وہ فوجی افسر بہت متاثر ہوا اور کہا کہ کوئی بھی انسان ایک کتاب لکھ کر اتنا بڑا چیلنج ہرگز نہیں کر سکتا کہ ایک انسان کی لکھی ہوئی کتاب کا دنیا کے تمام انسان مل کر بھی جواب نہ دے سکیں، آج بھی کل بھی ایک لاکھ سال کے بعد بھی دنیا کے تمام انسان مل کر اس کا جواب نہ دے سکیں، ایسا نہیں ہو سکتا، یقیناً قرآن اللہ کی کتاب ہے، اور اللہ کی کتاب کا کوئی انسان جواب نہیں دے سکتا اور محمد یقیناً اللہ کے رسول ہیں، انہوں نے اس کو اللہ کی طرف سے پیش کیا ہے اور میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اس کے بعد دوسرے فوجی ۲۰۰۰ کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا
بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ
يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَ مَا
يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ
عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ
اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

وقف لازم

اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا اس بات سے کہ وہ کوئی مثال بیان کرے مچھر کی یا اس سے بھی حقیر چیز کی، ایمان والے تو یہی یقین کریں گے کہ وہ مثال یقیناً حق ہے' اور جو لوگ کافر ہیں یہی کہتے رہیں گے کہ اللہ کا اس مثال سے کیا مطلب تھا؟ اس مثال سے اللہ تعالیٰ بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور گمراہ تو صرف فاسقوں اور برے لوگوں کو کرتا ہے (۲۶) یہ لوگ اللہ کے مضبوط عہد و پیماں کو توڑ دیتے ہیں۔ اور جس چیز کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا تھا اسکو تو وہ کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہی (فاسق) لوگ نقصان میں رہیں گے۔ (۲۷)

آیت ۲۶-۲۷: کافروں نے پہلے قرآن پر شک کیا کہ وہ ایک انسانی کتاب ہے خدائی کتاب نہیں مگر اس کے چیلنج کا جواب نہ دے سکے، اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اس میں مکھی اور مچھر کا ذکر ہے اس لئے یہ خدا کی کتاب نہیں ہو سکتی، سمجھانے کے لئے یہ مثال بہت اچھی ہے کہ ایک دودھ پیتا بچہ مکھی کو بھگاتا ہے جب وہ اس پر بیٹھتی ہے مگر بتوں میں اتنا بھی دم نہیں کہ اپنے اوپر سے مکھی کو بھگا سکیں۔ جو بت ایک بچے سے زیادہ کمزور ہوں وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ ع

تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو؟ حالانکہ تم بے جان تھے اللہ نے تم کو زندگی دی پھر وہی تم کو موت دے گا اور وہی تم کو زندہ کریگا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۲۸) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر آسمان کی طرف توجہ کیا اور انکو ٹھیک ٹھیک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (۲۹)

آیت ۲۸-۲۹: اللہ تعالیٰ کا تم کس طرح انکار کرتے ہو؟ حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے لئے روزی روٹی کا انتظام کیا جب تمہارا وجود ہے تو تم کو پیدا کرنے والا بھی ہے جب تم کھاتے پیتے ہو تو تم کو کھلانے والا بھی ہے جب تم پانی پیتے ہو تو پانی برسانے والا بھی ہے جب تم سوتے ہو تو نیند دینے والا بھی ہے جب تم مرتے ہو تو تم کو مارنے والا بھی ہے پھر تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ

اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں' تو اُنھوں نے کہا کہ ایسے خلیفہ کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین پر فساد کرے اور خون بہائے' اور ہم تیری پاکیزگی اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے (۳۰) اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو (۳۱) ان سب فرشتوں نے کہا: اے اللہ تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے۔ بلاشبہ تو خوب

الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٣٣﴾	جاننے والا اور حکمت والا ہے (۳۲) اللہ تعالیٰ نے آدم سے کہا: تم ان چیزوں کے نام بتادو اس نے بتادیا تو فرمایا: کیا میں نے تمہیں پہلے نہ کہا تھا کہ میں زمین اور آسمان کی تمام غیب کی چیزوں کو جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو وہ سب جانتا ہوں۔ (۳۳)

آیت ۳۰۔۳۳: خلیفہ سے مراد اسردار ہے اگر وہ مرا تو دوسرا سردار اس کی جگہ لے۔

للہ تعالیٰ نے جب فرشتوں سے کہا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے کہا کہ وہ تو زمین میں فتنہ وفساد برپا کرے گا اور قتل وخون ریزی کرے گا، تو اللہ نے جواب دیا: میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ فرشتے خلیفہ کو نہیں جانتے تھے اس لئے وہ سمجھے کہ وہ فساد کرے گا خلیفہ کو اللہ جانتا تھا کہ وہ فساد نہیں کرے گا۔ کیونکہ خلیفہ جماعت کا سردار ہوتا ہے اور وہ جماعت کے سامنے اللہ کا حکم پیش کرتا ہے اور ساری جماعت اس کی اطاعت کرتی ہے' لہٰذا خلیفہ اور جماعت اللہ کے قانون پر عمل کرتے ہیں قانون کے مطابق زندگی گزارتے ہیں تو پھر فساد کس طرح ہوگا۔

جیسے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور جماعت کے سردار تھے۔ آپ نے لوگوں کو قرآن وحدیث کے قانون پر چلایا، الحمدللہ اس سے ہر طرف امن وامان قائم ہوگیا' فتنہ وفساد کا دور دور تک نام ونشان نہ رہا' اسی طرح آپ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے اور وہ بھی قرآن اور حدیث کے قانون پر خود بھی عمل کئے اور مسلمانوں کو بھی اس پر چلائے تو ہر طرف عدل وانصاف کا بول بالا ہوا۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر بنائے گئے۔ آپ اور تمام مسلمان قانونِ الٰہی پر عمل کئے جس سے ہر طرف امن وسکون تھا کہیں کوئی بگاڑ اور کہیں کوئی فساد نہ تھا۔ فساد اور بگاڑ اس وقت ہوتا ہے جب ہمارا کوئی خلیفہ نہ ہو' ہمارا کوئی امیر نہ ہو وہ نظام اور وہ طریقہ نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے زندگی کے لئے پیش کیا اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ عرب میں اسلام سے پہلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فتنہ وفساد تھا، قتل وخون ہو رہا تھا، شراب وزنا عام تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بن کر آئے اور اسلامی قوانین کا نفاذ کیا، تو الحمدللہ ہر طرف امن وامان پھیل گیا، برائیاں ختم ہوئیں اور بھلائیاں عام ہوئیں۔

آج ضرورت ہے کہ ہمارا ایک امیر ہو اور وہ ہمیں خدا کے حکم پر چلائے اور ہم اسلام کے قانون پر عمل کرنے والے بن جائیں تو ان شاء اللہ ہر طرف اللہ کی رحمت ہی رحمت نظر آئے گی۔

آج ہم آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی امیر ہے نہ ہماری زندگی کا کوئی عمل قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ ہماری زندگی میں ہمارا نفس ہے، ہماری خواہشات ہیں اور دنیا کے رسم ورواج ہیں۔

اس طرح کی زندگی غلط ہے، اس سے ہمیں توبہ کرنی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ تین مسلمان بھی کسی شہر میں یا کسی گاؤں میں رہتے ہوں تو ایک کو امیر بنالیں۔ (صحیح ابن حبان جلد اول صفحہ 14 اسنادہ صحیح علی شرط مسلم) اور اللہ کے قانون کے مطابق امیر کی ماتحتی میں زندگی گزاریں تو ان شاء اللہ ہر طرف امن وچین ہوگا۔

جماعتی زندگی میں امن ہے۔ آزادانہ زندگی میں فتنہ وفساد ہے

آیت ۳۱-۳۳: علم کی فضیلت واہمیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زور دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۸۲) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ بَابُ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ یعنی بولنے اور عمل کرنے سے پہلے علم ضروری ہے۔ کہ کیا بولنا ہے اور کیا عمل کرنا ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (کتاب العلم صحیح بخاری کے باب کا ایک ٹکڑا ہے)

وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (کتاب العلم صحیح بخاری کے باب کا ایک ٹکڑا) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ بِهٖ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ (کتاب العلم صحیح بخاری کے باب کا ایک ٹکڑا ہے)

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4867)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی علم حاصل کرنے کے لئے نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5549)

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جاؤ اور اپنی بیوی بچوں اور گھر والوں کو علم سکھاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اپنی لونڈی کو علم سکھایا اور ادب سکھایا پھر اسے آزاد کیا اور اس سے شادی کیا تو اسے دو ثواب ملیں گے (ایک آزاد کر کے شادی کرنے کا اور دوسرا علم سکھانے کا) (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2358) صحابہ کے پاس علم کی بڑی اہمیت تھی، وہ خود علم حاصل کرتے اور اپنی بیوی، بچوں اور اپنی نوکرانیوں کو بھی علم سکھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے فرشتے، جن اور انسان بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان میں افضل کون ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک امتحان رکھا اور وہ علم سے متعلق تھا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ فرشتے نہیں بتا سکے کیونکہ ان کو ان چیزوں کا علم نہ تھا۔

جب آدم سے کہا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ تو آدم فوراً ان چیزوں کے نام بتائے۔ اس طرح آدم علم کی وجہ سے کامیاب ہوئے اور تمام مخلوقات میں افضل قرار دیئے گئے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کو جو فضیلت اور جو بلند مرتبہ نصیب ہوا وہ علم کی وجہ سے تھا، علم کی وجہ سے فرشتوں سے افضل، علم کی وجہ سے جنات سے افضل قرار دیئے گئے۔ یہ واقعہ قرآن میں کئی جگہ اور بار بار ذکر کیا گیا ہے اور قرآن 1500 سال سے ہمارے پاس موجود ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مسلمان تمام لوگوں سے علم کے میدان میں آگے ہوتے اور دنیا کے ہر فن

میں سب لوگوں کے استاد ہوتے۔ آج بھی مسلمان اگر علم کی طرف توجہ کریں اور 100% تعلیمی میدان میں کود پڑیں تو ان شاء اللہ 20 تا 25 سال میں مسلمان دنیا کے امام بن سکتے ہیں۔

عیسائی ہندوستان میں 3 فیصد ہیں مگر ہندوستان کے 40% علمی اداروں پر ان کا قبضہ ہے۔ اچھے اسکول اور اچھے کالج وہ لوگ چلا رہے ہیں۔ اور ہم مسلمان آبادی میں 20 فیصد ہیں مگر تعلیم میں 3% فیصد ہیں۔ گویا 17 کروڑ مسلمان جاہل ہیں جس قوم میں اتنی بڑی تعداد جاہلوں کی ہو وہ قوم کس طرح کامیاب ہوسکتی ہے۔ کس طرح دنیا میں عزت حاصل کرسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں 100% فیصد مسلمان علم والے تھے، بچے، بوڑھے، جوان مرد اور عورتیں اور اس وقت کے کافر 95% فیصد جاہل تھے۔ آج ضرورت ہے کہ مسلمان 100% فیصد علم حاصل کریں۔

دینی اور دنیوی دونوں طرح کے علم حاصل کریں۔ کیونکہ ہم کو دین بھی چاہئے اور دنیا بھی۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ٙ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۴

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا (۳۴) اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور خوب کھاؤ جہاں سے تم چاہو اور اُس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔ (۳۵) لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا دیا اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک مقررہ وقت تک تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اُٹھانا ہے۔ (۳۶) اور آدم نے اپنے رب سے دعا کے چند کلمات سیکھ لئے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرلیا بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۳۷) ہم نے کہا: تم سب یہاں سے چلے جاؤ جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف اور کوئی غم نہ ہوگا (۳۸) اور جو انکار کرے ہماری آیتوں کو جھٹلائے وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے (۳۹)

آیت ۳۵۔۳۹: ظلم کا معنیٰ: وَضَعُ الشَّیْءِ فِی غَیْرِ مَحِلِّهٖ

ظلم کا لغوی معنی کسی چیز کو ناجائز طریقے سے اس کے اصل مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ہے اور یہ لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔یعنی ہر ناانصافی کی بات خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہو یا حقوق العباد سے، ظلم ہے، بالفاظ دیگر ہر گناہ پر ظلم کے لفظ کا اور گناہگار پر ظالم کے لفظ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔اس آیت میں ظلم سے مراد اللہ رب العزت کی نافرمانی بھی ہے اور اپنے نفس پر زیادتی بھی جس کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا۔(تیسیر القرآن)

گذشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنایا اور علم کی دولت سے مالا مال کیا۔

اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں اس سے انسان کی فضیلت و برتری واضح ہوتی ہے۔فرشتوں نے جو سجدہ آدمؑ کو کیا تھا وہ سجدہ عبادت کا نہ تھا، بلکہ وہ سجدہ تعظیم و ادب کے لئے تھا۔سجدۂ تعظیم پہلے جائز تھا اب حرام ہے۔اب اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں ہے۔

آیت ۳۶: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام میں ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام، آدم علیہ السلام سے کہنے لگے تم وہی تو ہو جس نے سب لوگوں کو مصیبت میں ڈال دیا اور جنت سے نکلوا دیا تھا۔آدم علیہ السلام نے جواب دیا تم وہی موسیٰ ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنایا اور اپنا چہیتا بنایا اور تم پر تورات نازل کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ سچ ہے: تب آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تورات میں یہ نہیں پڑھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات میری تقدیر میں میری پیدائش سے پہلے لکھ دیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: (یہ بات تو توریت میں موجود ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس طرح آدمؑ موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غالب آئے۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4795)

گزشتہ آیات کا خلاصہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۹: تمہید اور مقدمہ ہے۔جس میں متقی، کافر، منافق اور یہودیوں کا بیان ہے۔یہ تمہیدی حصہ آدم علیہ السلام کی خلافت اور شیطان کی حاسدانہ مخالفت پر ختم ہوتا ہے۔فرشتوں کا آدم علیہ السلام پر اعتراض کرنا اور اپنے اعتراض کا جواب پانے کے بعد مطمئن ہوجانا مثال ہے ان لوگوں کی مخالفت کی جو نبی کریم ﷺ کی دعوت اور پیغام کے بعض پہلو نہ سمجھنے کے سبب شروع شروع میں آپ ﷺ کی رسالت کے بارے میں متردّد یا اس کے مخالف رہے۔

چونکہ یہ لوگ نیک دل اور حق پسند تھے۔حاسد اور ہٹ دھرم نہ تھے۔اس وجہ سے جوں ہی ان پر اصل حقیقت واضح ہوگئی تو وہ آپ کے حامی اور مددگار ہو گئے۔

اس کے برخلاف شیطان کی مخالفت مثال ہے ان لوگوں کی جو غرورِ نسب، غرورِ جاہ یا حسد کی بناء پر نبی کریم ﷺ کی مخالفت کر رہے تھے مثلاً یہود اور سرداران قریش۔

اس طرح کی مخالفت اصل حقیقت کے واضح ہونے سے دور نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت و پیغام جتنا زیادہ واضح ہوتا گیا اتنا ہی زیادہ ان کی دشمنی اور مخالفت بڑھتی گئی۔

آدم علیہ السلام کی خلافت کے خلاف جس قسم کا غم وغصہ اور حسد شیطان کو تھا اسی طرح کا غم وغصہ اور حسد اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کے خلاف یہودیوں اور مشرکوں کو تھا اور آدم علیہ السلام کے واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ شیطان کی دشمنی اور حسد کے باوجود آدم علیہ السلام کی خلافت اور ان کا مرتبہ قائم رہا۔ اس طرح یہودیوں اور مشرکوں کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت قائم رہی ہے اور کامیاب بھی ہوئی۔

اس واقعہ میں فرشتوں کا ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ انسان فرشتوں کی طرح فوراً اللہ کے حکم کو مانیں اس واقعہ میں آدم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ درخت کے قریب نہ جاؤ مگر وہ درخت کے قریب گئے تو آدم علیہ السلام اور حوا نے اپنی غلطی کو مانا اور توبہ واستغفار کیا تو اللہ نے ان کی غلطی کو معاف کر دیا اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ انسان اپنی غلطی کا اقرار کرے اور توبہ واستغفار کرے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے کیلئے تیار ہے۔

اسی طرح اس واقعہ میں شیطان کا ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا: میرے حکم دینے کے باوجود تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا تو شیطان نے اپنی غلطی کا اعتراف نہ کیا اور کہا: میں آدم سے بہتر ہوں، مجھے تیرا حکم منظور نہیں، تب اللہ کا غضب اس پر ہوا اور لعنت وملامت کر کے اسے آسمان سے زمین پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس طرح کا شیطانی کردار پسند نہیں کہ آدمی غلطی کرے اور اپنی غلطی کا اقرار نہ کرے اور توبہ واستغفار نہ کرے۔ غلطی پر غلطی کرتے چلے جائے۔ آج بہت سارے مسلمان اللہ ورسول کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں اور توجہ دلانے کے باوجود فرمانبرداری نہیں کرتے۔ گویا غلطی پر غلطی کر رہے ہیں، یہ شیطانی حرکت ہے اور گناہ ہے۔

گزشتہ آیات میں حضرت آدم علیہ السلام پر انعامات کا بیان تھا۔ اب اگلی آیات میں بنی اسرائیل کو عطا کردہ انعامات کا حوالہ دیتے ہوئے یہودیوں کو قرآن پر اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی جارہی ہے کہ تورات میں تم سے عہد لیا گیا تھا کہ جب محمد ﷺ نبی بن کر آئیں تو تم ان پر ایمان لاؤ گے اور اُن کا ساتھ دو گے۔ دنیا پرستی اور حسد میں مبتلا ہو کر آپ کی نبوت ورسالت کا انکار نہ کرو گے اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ گے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَاِيَّايَ

اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو، جو میں نے تم پر کی ہے اور میرے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیاں کو پورا کرو تو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اور مجھ سے ہی ڈرو (۴۰) اور میری نازل کردہ اس کتاب پر ایمان لاؤ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے' اور تم اس سے انکار کرنے

فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾
اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ
اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾
وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ
اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ
مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ ع ۵
اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا
لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ
مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

میں پہل نہ کرو اور میری آیات کو تھوڑی قیمت کیلئے نہ بیچو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو(۴۱) اور حق کو باطل کیساتھ نہ ملاؤ جانتے بوجھتے حق کو نہ چھپاؤ(۴۲) اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔(۴۳) تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ جب کہ کتابِ الٰہی (توراۃ) پڑھتے رہتے ہو پھر بھی تم سمجھتے نہیں (۴۴) اور صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بلاشبہ یہ کام مشکل ہے مگر اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے مشکل نہیں (۴۵) کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے اور ان کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۴۶) اے بنی اسرائیل! تم میرا وہ انعام یاد کرو جو میں نے تم پر کیا ہے اور میں نے تم کو سارے جہاں کے لوگوں پر فضیلت دی تھی (۴۷) اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے کچھ کام نہ آئے گا' اور نہ کوئی سفارش قبول کی جائے گی' اور نہ سزا کے بدلے فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کو کہیں سے مدد ملے گی (۴۸)

آیت ۴۵ تا ۴۸: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عورت پر گزر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور صبر کرو'' وہ کہنے لگی: ''جاؤ اپنا کام کرو تمہیں مجھ جیسی مصیبت تو پیش نہیں آئی'' وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی۔ اسے لوگوں نے بتایا کہ وہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئی۔ وہاں کوئی دربان موجود نہ تھا۔ وہ اندر جا کر کہنے لگی: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہ تھا'' (میں صبر کرتی ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر تو یہی ہے کہ صدمہ کے آغاز میں کیا جائے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1203)

جو لوگ مرنے کے بعد اپنے پروردگار سے ملنے اور اس کے حضور جواب دہی کا یقین رکھتے ہیں۔ ان کے لئے نماز کی ادائیگی کبھی مشکل نہیں ہوا کرتی بلکہ اگر کوئی نماز چھوٹ جائے یا نماز میں تاخیر ہو جائے تو ان کی طبیعت گراں بار ہو جاتی ہے اور جب تک وہ نماز ادا نہ کر لیں انھیں چین نہیں آتا اور جو لوگ روزِ آخرت پر پورا یقین نہیں رکھتے، ان کے لئے نماز ایک مصیبت ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن)

ایمان: یقین کا نام ہے۔

اللہ پر ایمان کا مطلب ہے،	اللہ پر یقین
رسول پر ایمان کا مطلب ہے،	رسول پر یقین
قرآن پر ایمان کا مطلب ہے،	قرآن پر یقین

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: جن کو آخرت پر یقین ہے کہ آخرت آنے والی ہے اللہ حساب لینے والا ہے اگر ہم نماز نہیں پڑھیں گے تو اللہ ہمیں دوزخ میں ڈالے گا اور دوزخ میں بڑا دردناک عذاب ہے تو آخرت کے عذاب سے ڈرنے والا پانچ وقتوں کی نماز برابر پابندی کے ساتھ ادا کرے گا۔ اور جن کو آخرت پر یقین نہیں آخرت کے عذاب کا ڈر نہیں وہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ اب جو لوگ نماز نہیں پڑھ رہے ہیں اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آخرت پر ایمان نہیں اور آخرت پر ایمان نہیں تو نجات کس طرح پائینگے بے نمازیوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر وہ مرجائیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔

گزشتہ آیات میں یہودیوں کو نصیحت کی جارہی تھی کہ قرآن پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ اب یہودی علماء کو ڈانٹا جارہا ہے کہ تم کیسے لوگ ہو کہ جب تمہارے بعض لوگ مسلمان ہوتے جارہے ہیں تو کہتے ہو کہ اسلام سچا دین ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں۔ اسلام پر قائم رہو اور خود ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ تم توراۃ پڑھتے ہو اور توراۃ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے واضح بیان موجود ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ کل قیامت کے دن تم اللہ کو کیا جواب دو گے جہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ
نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ
اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا
عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذْ
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ

اور جب ہم نے تم کو فرعون کے آدمیوں سے نجات دی، جو تم کو سخت عذاب دیتے تھے، تمہارے بچوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے، اس مصیبت سے چھٹکارا تمہارے رب کی مہربانی سے ہوا (۴۹) اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا چیر کر راستہ بنایا اور دریا پار کرادیا اور فرعون اور اس کے سپاہیوں کو تمہارے سامنے ڈبو دیا (۵۰) اور ہم نے حضرت موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو پوجنا شروع کردیا اور ظالم بن گئے (۵۱) لیکن اس غلطی کے باوجود ہم نے تم کو معاف کردیا تاکہ تم شکر گزار بنو (۵۲) اور ہم نے حضرت موسیٰ کو تمہاری ہدایت کیلئے کتاب اور

تَهْتَدُوْنَ ۝٥٣ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ
فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝٥٤ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ
نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ
الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝٥٥ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٥٦ وَ ظَلَّلْنَا
عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ
وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ
مَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٥٧
وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا
حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ
قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِيْدُ
الْمُحْسِنِيْنَ ۝٥٨ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا
غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝٥٩ ع

قانون فیصل دیئے (۵۳) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا
اے میری قوم تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے آپ پر بڑا
ظلم کیا ہے۔ لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے توبہ کرو
اور اپنے کو آپس میں قتل کرو (جو بچھڑے کی پوجا کیا ہے اسے قتل
کر دو) تمہاری بہتری اللہ کے نزدیک اسی میں ہے پھر اس نے
تمہاری توبہ قبول کی وہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے
(۵۴) اور جب تم نے کہا کہ ہم اس وقت تک آپ پر ایمان
نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔
(اس گستاخی پر) تم پر بجلی گری اور تم دیکھتے رہے (۵۵) پھر ہم
نے تمہارے مر جانے کے بعد تم کو زندہ کر دیا تا کہ تم شکر گزار
بنو (۵۶) اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا۔ اور تم پر من وسلویٰ
اتارا (اور کہہ دیا) کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔
اُنھوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا ہی نقصان
کرلیا (۵۷) اور ہم نے تم سے کہا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ
اور جو کچھ جہاں کہیں سے چاہو کھاؤ اور دروازے میں سجدہ
کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، توبہ استغفار کرتے ہوئے، تو ہم
تمہارے گناہ بخش دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں
گے (۵۸) پھر ان ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی
بدل ڈالی۔ ہم نے بھی ان ظالموں پر ان کے فسق اور نافرمانی کی
وجہ سے آسمانی عذاب نازل کیا (۵۹)

گزشتہ آیات میں یہودیوں کو ڈانٹا گیا تھا اب ان آیات میں تفصیل سے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے۔ فرعون یہودیوں کو بہت تکلیف دیتا اور بہت ظلم کرتا تھا حتیٰ کہ یہودیوں کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی ماں باپ کے سامنے ذبح کر دیتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو زندہ چھوڑ دیتا تھا تا کہ وہ بڑی ہو کر فرعون اور اس کی قوم کی غلامی اور ان کی خدمت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے لئے دریا میں راستہ بنا کر پار کرا دیا۔ توبہ کرنے پر ان کے شرک کو معاف کر دیا۔

آیت۵۶: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہِ طور پر ستر (۷۰) بنی اسرائیل کے سردار گئے تھے تو اُنھوں نے کہا: ہم اللہ پر ایمان اُس وقت تک نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو دیکھ نہیں لیتے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مار ڈالا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت۵۷: مَنّ، میٹھی چیز کا نام تھا' جو دھنئے کے بیج جیسی تھی اور رات میں اُوس کی شکل میں نازل ہوتی تھی' اور سلویٰ بٹیر کی طرح کے پرندے تھے جنھیں یہ لوگ بھون کر کھاتے تھے۔ یہ لوگ لاکھوں کی تعداد میں تھے۔

گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا ذکر تھا اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ یہودیوں نے نعمتوں کا جواب شکر گزاری کے بجائے نافرمانی اور سرکشی سے دیا۔

آیت۵۸: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ شہر کے دروازے میں جھک کر داخل ہونا اور زبان سے حِطَّةٌ کہنا یعنی گناہوں کی بخشش مانگنا لیکن وہ اپنی سرینوں کے بل گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حِطَّةٌ کے بجائے حَبَّةٌ فِیْ شَعْرَةٍ (دانہ بالی کے اندر) کہنے لگے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:3151)

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۶۰ وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۶۱ ع ۷

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (جب موسیٰ نے پتھر پر لاٹھی ماری) تو بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر جماعت نے اپنا اپنا چشمہ معلوم کرلیا۔ (اور ہم نے کہہ دیا) اللہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ پیو اور زمین میں فتنہ فساد نہ پھیلاؤ (۶۰) اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے اسلئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور کی دال اور پیاز دے۔ آپ نے فرمایا: بہتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ چیز کو کیوں طلب کرتے ہو؟ اچھا شہر میں جاؤ اور وہاں چاہت کی یہ سب چیزیں ملیں گی ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مستحق ہوگئے ایسا اسلئے ہوا کہ یہ لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ انکی نافرمانی اور حد سے آگے بڑھ جانیکا نتیجہ ہے۔ (۶۱)

آیت ۶۰: میدانِ تیہ میں لاکھوں لوگوں کے لئے پانی کا بہت بڑا مسئلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا تو پتھر سے ۱۲ چشمے پانی کے جاری ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے ایک ایک کی اولاد کے لئے ایک ایک چشمہ مقرر کیا گیا۔ یہ چٹان اب بھی جزیرہ نما سینا میں موجود ہے جسے سیاح جا کر دیکھتے ہیں اس چٹان میں ۱۲ سوراخ موجود ہیں جن سے پہلے پانی نکلتا تھا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۚ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں جو کوئی بھی اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ملے گا' اور ان کیلئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی رنج و غم ہوگا۔ (۶۲) اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر طور پہاڑ کو کھڑا کیا اور کہا کہ جو ہم نے تم کو دیا ہے اسے مضبوطی سے تھام لو جو کچھ اس میں ہے اس سے نصیحت حاصل کرو تا کہ تم (عذاب سے) بچ سکو (۶۳) (توراۃ کی تعلیمات پر عمل کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں) لیکن تم اس کے بعد بھی پھر گئے پھر اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان اُٹھاتے (۶۴) اور یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ (۶۵) ہم نے اس کو اگلوں اور پچھلوں کیلئے عبرت کا سبب بنا دیا اور پرہیزگاروں کیلئے اس میں نصیحت ہے۔ (۶۶)

گزشتہ آیات میں یہودیوں پر اللہ کے انعامات اور احسانات کا بیان تھا اب ان آیات میں یہودیوں کی سرکشی اور اللہ کی نافرمانی کا بیان ہے۔ یہودیوں نے ناشکری کی اور اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیماں کو توڑ دیا اور ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا اسکی خلاف ورزی کی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر بنا دیا اور جو قوم بھی اسطرح اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتی ہے تو اسکی سزا یہی ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ
اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ
قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ
اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ
عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ
اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا
تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ
لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَ لَا
تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا
الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا
يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ ع ١٠/٨
فِيْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾ ۚ
فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ
الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ
كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ
الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ

اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو قوم نے کہا: ہم سے مذاق کیوں کرتے ہو آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں جیسا کام کروں (٦٧) قوم نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس گائے کے اوصاف بیان کرے آپ نے فرمایا سنو! ایسی گائے ہو نہ بوڑھی اور نہ چھوٹی سی بچی ہو بلکہ دونوں کے بیچ والی ہو اب جو تمہیں حکم دیا گیا ہے بجالاؤ (٦٨) وہ پھر کہنے لگے کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہو آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہو خوش رنگ ہو کہ دیکھنے والوں کو بھلی لگے۔ (٦٩) وہ کہنے لگے ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کیجئے کہ اس کے اوصاف کیا ہیں' کیونکہ اس قسم کی گائیں تو بہت ہیں پتہ نہیں چلتا اگر اللہ نے چاہا تو ہم اس مرتبہ ٹھیک سمجھ لیں گے (٧٠) آپ نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ گائے زمین میں ہل جوتنے والی اور کھیتوں کو پانی پلانے والی نہ ہو' وہ تندرست اور بے داغ ہو تو قوم نے کہا: اب آپ نے پوری بات بتادی ہے۔ بالآخر انھوں نے گائے ذبح کی جبکہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ (ذبح) نہیں کریں گے (٧١) اور جب تم نے کسی ایک آدمی کو قتل کرڈالا تو تم ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کا ظاہر کرنا منظور تھا جو تم چھپانا چاہتے تھے (٧٢) پھر ہم نے کہا کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا مردہ کے جسم پر لگادو تو وہ زندہ ہوگا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے تاکہ تم عقل وسمجھ سے کام لو (٧٣) پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر جیسے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگئے بعض پتھروں سے تو نہریں بہہ نکلتی ہیں' اور

مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ
مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ
يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ
مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِذَا لَقُوا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ
عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا
يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا
يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا
يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ النصف
بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا
كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے اور بعض اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔(۷۴) کیا اب بھی تم اُمید کرتے ہو کہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے؟ اور ان میں ایک گروہ اللہ کا کلام سنتا تھا پھر وہ اس کا مطلب بدل ڈالتا تھا جانتے بوجھتے ہوئے (۷۵) اور جب یہ منافق (یہودی)، مسلمانوں سے ملتے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اور جب آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم ان کو وہ بات بتادیتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کردی (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں ان پر ایمان لاؤ) تو وہ حجت میں تم کو مغلوب کردیں گے۔ تمہارے رب کے پاس کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے؟ (۷۶) کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں اور جسے وہ ظاہر کرتے ہیں (۷۷) اور ان میں ایک گروہ اَن پڑھ لوگوں کا ہے جو توراۃ کا علم نہیں رکھتا سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان لوگوں کے پاس وہم وگمان ہے (۷۸) ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو کتاب (توراۃ) اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) ہے تاکہ اس سے تھوڑے پیسے حاصل کرسکیں۔ بڑی خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور بڑی خرابی ہے ان کو جو اس طرح وصول کرتے ہیں (۷۹)

گزشتہ آیات میں یہودیوں کی سرکشی، نافرمانی اور ناشکری کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہ بتایا جارہا ہے کہ یہودی کس طرح حضرت موسیٰ کی مخالفت کرتے تھے اور کس طرح ان سے بحث ومباحثہ کرتے تھے۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ بے چوں وچرا پیغمبر کی اطاعت کی جائے۔

گائے کے ٹکڑے سے مردہ کا زندہ ہونا:

بنی اسرائیل میں ایک مالدار آدمی تھا اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کے بھائی کا بیٹا اس کا وارث تھا مال کی لالچ میں بھتیجے نے چچا کو قتل کردیا اور دوسروں پر الزام لگایا کہ ان لوگوں نے اس کے چچا کا خون کردیا ہے یہاں تک کہ دو خاندان تلوار لیکر آمنے سامنے آگئے۔

بعض عقلمند لوگوں نے کہا: آپس میں کیوں لڑتے ہو اور تمہارے درمیان اللہ کے رسول موسیٰؑ موجود ہیں، سب لوگ ان کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کی جائے اور اس کا ایک ٹکڑا مردہ پر ماریں تو مردہ زندہ ہو کر بتادے گا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ جب موسیٰ نے قوم کو اللہ کا حکم سنایا تو قوم کہنے لگی: کیا تم ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ قوم نے موسیٰ سے کہا: اللہ سے پوچھو کہ گائے کیسی ہو؟ اسکی عمر کیا ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ کیا کھیت میں ہل چلانے والی ہو؟

ایسی گائے بڑی مشکل سے ملی اور بہت بھاری قیمت چکانی پڑی وہ ایک آدمی کے پاس تھی اس نے یہ شرط لگائی کہ چمڑا بھر کے سونا دو تو گائے دونگا ورنہ نہیں اتنی بھاری قیمت دیکر گائے خریدی اور ذبح کیا اور گوشت کا ٹکڑا لیکر میت پر رکھا تو مردہ زندہ ہو گیا، اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ اس کے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ اتنا بتا کر پھر وہ مر گیا۔ لوگوں نے بھتیجے کو پکڑا اور اسے قتل کر دیا۔ یہ بہت بڑا معجزہ تھا اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آخرت برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور حساب لے گا۔ اگر یہود، اللہ کے رسول موسیٰ سے بحث ومباحثہ نہ کرتے اور فوراً حکم کی تعمیل کرتے تو تکلیف نہ اُٹھاتے کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے اور اس کا ایک ٹکڑا لیکر مردہ پر ڈال دیتے تو مردہ زندہ ہو جاتا اور بتا دیتا کہ کس نے اسے قتل کیا ہے مگر جب اُنھوں نے گائے کے تعلق سے بہت سارے سوالات کئے تو تکالیف سے دو چار ہوئے، ایک تو تلاش کرنے کی تکلیف۔ دوسرا چمڑا بھر کر سونا دینا گویا کہ ایک گائے کی قیمت لاکھوں روپیوں کے برابر ہوگئی۔ مسلمانوں کیلئے اس واقعہ میں نصیحت ہے کہ ہم بے چوں چرا اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کریں تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

گزشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ یہودی اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے تھے اور موسیٰ کے ساتھ بحث ومباحثہ کرتے تھے۔ اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ یہودی اللہ کے کلام میں ردوبدل کرتے تھے جیسے توراۃ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے واضح نشانیاں تھیں مگر ان کو بدل دیئے جیسے خوبصورت چہرے والے کو سانولے۔ سرگیں آنکھیں والے کے بجائے نیلی آنکھ والے درمیانی قد کے بجائے اونچے لمبے تاکہ لوگ نہ پہچانیں اور نہ ایمان لائیں۔

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۹ ۱۱ ۹

لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف چند روز جہنم میں رہیں گے۔ (ایک ہفتہ) ان سے کہو کیا تمہارے پاس اللہ کا کوئی پروانہ ہے؟ اگر ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کریگا (ایک ہفتہ کی سزا کا اللہ نے کوئی وعدہ نہیں کیا ہے) بلکہ تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جسے تم نہیں جانتے (۸۰) یقیناً جس نے بھی بُرے کام کئے اور اسکی نافرمانیوں نے اُس کو گھیر لیا وہ ہمیشہ کیلئے جہنمی ہیں (۸۱) اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۸۲)

یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ نجات کے لئے یہودی ہونا کافی ہے، کیونکہ وہ انبیاء کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ایمان اور نیک کام کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ نجات کے لئے عیسائی ہونا کافی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ان کو بچالیں گے ایمان اور نیک عمل کرنے کی ان کو ضرورت نہیں۔ اسی طرح بعض مسلمان بھی یہ سمجھتے ہیں کہ نجات کے لئے اولیاء کا وسیلہ کافی ہے ایمان اور نیک عمل کی ضرورت نہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کردیا ہے کہ کوئی بھی ہو، نجات کے لئے ایمان اور نیک عمل ضروری ہے اور جو نیک عمل کئے بغیر مرجائے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

عذابِ جہنم سے بچنے کے لئے مال دار کیلئے زکوٰۃ ضروری ہے۔ بچوں کے لئے ماں باپ کی خدمت ضروری ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے لئے نماز ضروری تھی تو ہمارے لئے کیوں نہیں؟ جب رسول اللہ ﷺ کی اولاد کیلئے نماز ضروری تھی تو ہمارے لئے کیوں نہیں؟ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جیسے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیلئے نماز ضروری تھی تو ہمارے لئے کیوں نہیں۔

نیک عمل اللہ کے ڈر سے آتا ہے:

یہودی اس لئے بدعمل بنے کیوں کہ ان کے دل میں اللہ کا ڈر نہ تھا آج بہت سارے مسلمان بے عمل ہیں کیونکہ ان کے دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہے، وہ اولیاء کے وسیلہ کے سہارے جی رہے ہیں ان پر اُمید کر رہے ہیں۔ سیدھا راستہ یہ ہے آدمی اسلام کے احکام کی پابندی کرے، انسان ہونے کی وجہ سے اگر اس سے کچھ غلطیاں ہوجائیں تو اللہ بھی معاف کرنے کو تیار ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی شفاعت کریں گے مگر آدمی کو پابند ہونا چاہئے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ماں باپ کی خدمت وغیرہ اور حرام سے بچنا چاہئے جیسے زنا، شراب، جوا وغیرہ۔ اور جو لوگ نماز کے پابند نہیں وہ مرکر جہنم کے حوالے ہوجائیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ

اور جب ہم نے بنی اسرائیل (یہودیوں) سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اسی طرح رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا نمازیں قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا لیکن چند لوگوں کے سوا تم تمام وعدوں سے پھر گئے اور منہ موڑ لئے (۸۳) اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں خون نہ بہانا (قتل نہ کرنا) اور اپنے لوگوں کو جلا وطن نہ کرنا تم نے اقرار کیا اور تم اس کے گواہ بنے (۸۴) لیکن پھر بھی آپس میں قتل کیا اور آپس کے ایک فرقے کو جلاوطن بھی کیا اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ان کے خلاف دوسرے کی

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع ۱۰

طرف داری کی، ہاں! جب وہ قیدی بن کر تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کے فدیے دیئے لیکن ان کا نکالنا جو تم پر حرام تھا (اس کا کچھ خیال نہ کیا) کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟۔ تم میں سے جو بھی ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو کہ دنیا میں رسوائی ملے اور آخرت میں سخت عذاب کا مستحق ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں (۸۵) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا (ایسے لوگوں کیلئے) نہ تو ان کی سزا میں کوئی کمی کی جائے گی اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی (۸۶)

گزشتہ آیات میں یہودیوں کے بے خوف ہونے اور نڈر ہو کر برائیاں کرنے کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہودیوں کے آپس کی دشمنی، سرکشی اور فتنہ فساد کا ذکر ہے اور ساتھ ہی اس بات کا بیان ہے کہ اُنھوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑا، دین کے بعض احکام کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے تھے جیسے اپنے بھائیوں کو قتل نہ کرنا مگر قتل کرتے تھے، نماز پڑھنا مگر ان کے پاس نماز کی پابندی نہ تھی ایسے لوگوں کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا

اور ہم نے حضرت موسیٰ کو تورات دی اور ان کے بعد وقفہ وقفہ سے رسول بھیجتے رہے کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو نبوت کی کھلی نشانیاں عطا کیں اور ہم نے روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ ان کی مدد کی، اور جب کبھی کوئی بھی رسول تمہارے پاس ایسے کام لے کر آیا جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تو تکبر کر کے بعض رسولوں کو جھوٹا قرار دیتے اور بعض رسولوں کو قتل کر دیتے تھے (۸۷) اور (یہودی بڑے فخر سے) کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی ہے۔ لہٰذا بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔ (۸۸) اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آ گئی جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے اور اس سے قبل وہ کفار کے مقابلہ میں فتح و

جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ ۚ فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى
الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۹﴾ بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ اَنۡ
يَّكۡفُرُوۡا بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بَغۡيًا اَنۡ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ
مِنۡ فَضۡلِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوۡ
بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ
مُّهِيۡنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلَ
اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَآ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ
بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ ؕ
قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ
كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى
بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ
وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۹۲﴾

نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے' پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے اُنھوں نے پہچان لیا پھر اس کا انکار کر دیا۔ لہٰذا ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے (۸۹) کتنی بری بات ہے کہ اُنھوں نے اپنے آپ کو بیچا اس ضد اور حسد کی بنا پر اللہ کی نازل کردہ ہدایت کا انکار کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے اپنے جس بندے کو چاہا اس پر نازل کر دیا لہٰذا اب یہ اللہ کے غضب در غضب کے مستحق ہو گئے اور ایسے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب ہوگا (۹۰) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کتاب اتاری ہے اس پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اُسے نہیں مانتے حالانکہ وہ برحق ہے جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔ جو انکے پاس ہے آپ پوچھیے اگر تم ایمان لانیوالے ہو تو اس سے قبل اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے ہو (۹۱) تمہارے پاس حضرت موسیٰؑ کتنے واضح معجزے لے کر آئے تھے پھر تم نے ان کی غیر موجودگی میں بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ہو ہی ظالم لوگ (۹۲)

گزشتہ آیت میں یہودیوں کی وعدہ خلافی اور نافرمانی کا بیان تھا۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت اور احسان کا ذکر کیا ہے کہ میں نے تمہاری ہدایت کے لئے موسیٰؑ کو کتاب دی اور مسلسل ان کے بعد رسولوں کو بھیجتا رہا مگر تم بعض کا انکار اور بعض کو قتل کرتے رہے۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا تو ان کے خلاف بھی شرارتیں کرتے رہے ان پر بھی ایمان نہیں لائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اُنھوں نے کہا کہ وہ ہمارے خاندان سے نہیں ہیں تو اللہ نے پوچھا تمہارے خاندان کے سینکڑوں نبیوں کا تم نے انکار اور بعض کو تم نے قتل کیوں کیا؟ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ
الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ
وَّاسۡمَعُوۡا ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا ۚ وَ

اور جب ہم نے کوہِ طور کو تمہارے اوپر اُٹھا کر تم سے اقرار لیا کہ جو کتاب ہم تم کو دیئے ہیں اس پر مضبوطی سے عمل کرنا اور غور سے سننا (تمہارے اسلاف) کہنے لگے ہم نے سن لیا اور (دل میں کہا) ہم مانیں گے نہیں۔ ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی

أُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ
بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ
الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ
النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾
وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾

پرستش ان کے دلوں میں رچ بس گئی۔ آپ ان سے کہہ دیجئے
کہ وہ اعمال بہت برے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان دے
رہا ہے اگر تم حقیقت میں ایمان والے ہو (تو بُرے اعمال نہیں
کرنا چاہئے) (۹۳) آپ کہہ دیجئے کہ اگر آخرت کا گھر صرف
تمہارے ہی لئے ہے اللہ کے نزدیک اور کسی کیلئے نہیں تو آؤ اپنی
سچائی کے ثبوت میں موت طلب کرو۔ (اگر جنت کے حقدار ہو
تو) (۹۴) لیکن یہ لوگ موت کی تمنا کبھی نہیں کریں گے۔ وجہ یہ
کہ اُنھوں نے گناہوں کے کام آگے بھیجے (گناہ کے کام کئے
ہیں) اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے (۹۵)

گزشتہ آیات میں یہودیوں سے کہا گیا تھا کہ تم قرآن پر اور محمد ﷺ پر ایمان لاؤ مگر اُنھوں نے ایمان لانے اور رسول اللہ کا ساتھ دینے کے بجائے محمد ﷺ کا انکار کیا اور آپ سے دشمنی کی اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اللہ نے یہودیوں کے سروں پر کوہِ طور کو کھڑا کر کے وعدہ لیا تھا کہ وہ توراۃ کے احکام پر عمل کریں گے تو اُنھوں نے اس کا اقرار کیا مگر انہوں نے وعدہ خلافی کی اور بچھڑے کی عبادت کرنے لگ گئے جو توراۃ کے خلاف اور ایمان کے خلاف بات ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَ مِنَ
الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ
سَنَةٍ ۚ وَ مَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ
يُّعَمَّرَ ۗ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ
كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ
بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى
وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ
اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾

اور آپ ان لوگوں کو زندہ رہنے کیلئے زیادہ حریص پائیں گے حتیٰ
کہ مشرکوں سے بھی ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے ہزار سال
کی زندگی ملے اور اگر اسے اتنی لمبی عمر مل جائے تو (یہ لمبی زندگی)
اسے عذاب سے نہ بچا سکے گی اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ
کررہے ہیں (۹۶) آپ (ان یہودیوں سے) کہہ دیجئے کہ جو
جبرئیل کا دشمن ہے (اُسے معلوم ہونا چاہئے) کہ جبرئیل ہی نے
قرآن کو اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر اتارا ہے جو اپنے سے
پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مومنوں کیلئے
ہدایت اور خوشخبری ہے (۹۷) اور جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں
کا اس کے رسولوں کا جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو بلاشبہ اللہ بھی
(ایسے) کافروں کا دشمن ہے (۹۸)

آیت ۹۷: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی جماعت سے فرمایا: میرا ولی جبرئیل ہے، وہی میرے پاس وحی لاتا ہے اور وہی تمام انبیاء کے پاس اللہ کا پیغام لاتا رہا، سچ کہو اور قسم کھا کر کہو کہ میرا یہ جواب درست ہے۔ یہودیوں نے قسم کھا کر کہا کہ جواب تو درست ہے لیکن چونکہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے وہ سختی اور قتل وخون کی باتیں لے کر آتا ہے اسلئے ہم اسکی نہیں مانیں گے اور آپ کی بات بھی نہیں مانیں گے ہاں اگر آپ کے پاس حضرت میکائیلؑ وحی لے کر آتے جو رحمت بارش اور پیداوار لے کر آتے ہیں جو ہمارے دوست ہیں تو اس صورت میں ہم آپ کی تابعداری اور تصدیق کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ یہود اچھے لوگ نہیں ہیں حتیٰ کہ اُنھوں نے حضرت جبرئیل کو اپنا دشمن کہا اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ یہود ایمان اور ہدایت کی باتوں کی پیروی نہیں کریں گے۔ جیسے توراۃ میں حکم تھا کہ وہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، اس اچھی بات کا اُنھوں نے انکار کر دیا، اس کے مقابلہ میں جادو اور چھو منتر کی چیزیں سیکھنے میں بڑی دلچسپی لینے لگے اور اس سے بیوی اور شوہر میں جدائی ڈالنے لگے۔

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۚ وَ مَا یَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَ مَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ

(اے محمدؐ) ہم نے آپ کی طرف نہایت واضح آیات نازل کی ہیں جن کا فاسقوں کے سوا کوئی انکار نہیں کرسکتا (۹۹) کیا (ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوا کہ) جب بھی ان یہودیوں نے کوئی عہد و پیمان کیا تو انہی کے ایک گروہ نے اسے نظر انداز کر دیا' بلکہ ان میں سے اکثر اس پر ایمان نہیں لاتے (۱۰۰) اور جب بھی ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی ایسا رسول آیا جو ان کے پاس موجود کتاب کی تصدیق بھی کرتا تھا' تو انہی اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو یوں نظر انداز کر دیا جیسے اسے وہ جانتے ہی نہیں۔ (۱۰۱) اور وہ یہود جادو اور منتر کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے دور حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ سلیمان نے ایسا کفر کبھی نہیں کیا بلکہ کفر تو وہ شیطان کرتے تھے' جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے۔ پھر (یہ یہودی اس کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر اتاری گئی تھی یہ فرشتے کسی کو کچھ نہ سکھلاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو تمہارے لئے آزمائش ہیں سو تو کافر نہ بن۔ پھر بھی یہ لوگ ان سے ایسی باتیں سیکھتے جن سے وہ شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی

وَزَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۲

ڈال سکیں حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے' اور باتیں بھی ایسی سیکھتے جو انھیں دکھ ہی دیں فائدہ نہ دیں۔ اور وہ یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ جو ایسی باتوں کو اختیار کرے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بری چیز تھی جسے اُنھوں نے اپنی جانوں کے بدلے خریدا' کاش وہ اس بات کو جانتے ہوتے۔ (۱۰۲) اور اگر یہ لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں جو ثواب ملتا' وہ بہت بہتر تھا کاش وہ جانتے ہوتے۔ (۱۰۳)

تشریح: سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں جادو سیکھنے کا بہت چرچا تھا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے سلیمان علیہ السلام کو ایسے معجزے عطا کئے جو کہ جادوگروں کی طاقت سے باہر تھے۔ آپ کو ہوا پہ قدرت بخشی کہ وہ آپ کے تخت کو جہاں آپ چاہتے لے جاتی اور سرکش جنوں پر آپ کو کنٹرول عطا فرمایا تھا۔ جو آپ کے لئے مشکل سے مشکل کام کیا کرتے تھے۔ آپ پرندوں کی بولی سمجھتے اور وہ آپ کی بولی سمجھتے۔ سلیمان علیہ السلام نے جب جادوگروں کا بہت چرچا دیکھا تو ان کی تمام کتابیں چھین کر اپنی سلطنت کے ایک دفتر میں جمع کر دیں۔ چنانچہ جب سلیمان علیہ السلام فوت ہوئے تو یہودیوں نے الزام لگایا کہ سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی طاقت کی بنیاد ہی جادو کا علم تھا۔ اور دلیل یہ پیش کی کہ ان کے آفس میں ہی جادو کی ساری کتابیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس دعویٰ کا رد کیا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جادو کفر ہے۔

اس کے علاوہ یہود کی ایک طرح سے آزمائش کی کہ بابل شہر (جہاں آج کل کوفہ ہے) میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت کو بھیج دیا جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے مگر یہ واضح کر دیتے کہ ہم آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں' لہٰذا جادو سیکھ کر کفر کا ارتکاب نہ کرو۔ چنانچہ چھو منتر سیکھنے والوں کے ان کے ہاں کثرت ہوئی، ان جادو سیکھنے والوں میں اکثریت ان کی ہوتی جو کہ میاں بیوی میں جدائی ڈالنا چاہتے تھے۔ جادو کے ذریعہ کوئی اچھا کام نہیں ہوتا بلکہ خرابی اور فساد ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔ جادو سے کہیں بھی بھلائی کا کام نہیں ہوتا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جادو کا اثر ہو۔ اللہ چاہے تو اثر ہو گا ورنہ نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

اے ایمان والو تم نبی کو ''رَاعِنَا'' نہ کہا کرو' بلکہ ''اُنْظُرْنَا'' کہو یعنی ہماری طرف دیکھئے اور (نبی کی بات کو) توجہ سے سنا کرو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے (۱۰۴) اور جو لوگ کافر ہیں خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا مشرکین میں سے ان میں سے کوئی

رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ
اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا
رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ
يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ
السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا
مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ
الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ
بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَ الثلثة
اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا
لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

بھی یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو اور اللہ تو جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کیلئے خاص کر لیتا ہے اور وہ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے (۱۰۵) ہم جب بھی کسی آیت کو منسوخ کرتے یا اُسے بھلا دیتے ہیں تو اس جیسی یا اس سے بہتر نازل کرتے ہیں۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱۰۶) کیا آپ جانتے نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی فرماں روائی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ کے سوا تمہاری کوئی خبر گیری کرنے والا اور مددگار نہیں ہے (۱۰۷) کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول ﷺ سے ایسے سوال کرو جیسے اس سے قبل موسیٰ سے کئے جا چکے ہیں؟ (سنو) ایمان کو کفر سے بدلنے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے (۱۰۸) اہل کتاب میں اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر سے تمہیں کافر بنا دیں اس کی وجہ ان کا وہ حسد ہے جو ان کے سینوں میں ہے باوجود حق بات واضح ہونے کے، (اے مسلمانو!) انھیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے (۱۰۹) تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے سب کچھ اللہ کے پاس پا لو گے، بے شک اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے (۱۱۰)

گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ یہود اللہ کی کتاب توراۃ پڑھنے پڑھانے سیکھنے سکھانے کے بجائے جادو اور چھومنتر سیکھنے سکھانے اور اس کے ذریعہ بیوی اور شوہر میں جدائی ڈالنے اور دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کے کام میں پڑ گئے تھے۔ اب ان آیات میں یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ وہ حسد کی وجہ سے رَاعِنَا کی جگہ رَاعِيْنَا کہہ کر پکارتے تھے۔ راعنا کے معنی ہیں ہماری طرف توجہ کیجئے اور راعینا کے معنی ہیں اے ہمارے چرواہے، یہود بڑے بد اخلاق تھے۔ مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم یہودیوں کی طرح نہ بنو آج ہمارے لوگ بھی قرآن سے ہدایت و رہنمائی لینے کے بجائے تعویذ پہننے اور قسم کھانے کا کام کرتے ہیں۔

وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۳ ۱۴ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْيَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

(اہل کتاب) کہتے ہیں کہ جنت میں صرف وہی شخص داخل ہوگا جو یہودی ہو یا عیسائی ہو یہ ان کی جھوٹی تمنائیں ہیں' آپ ان سے کہئے اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو اس کیلئے کوئی دلیل پیش کرو (۱۱۱) (سنو) جو بھی اللہ کا سچا فرمانبردار ہو اور نیک بھی ہو تو اسکا اجر اسکے رب کے پاس ضرور ملے گا اور ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱۱۲) یہودی کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں ہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں حالانکہ یہ سب لوگ توراۃ پڑھتے ہیں' اسطرح ان جیسی بات بے علم (مشرکین) بھی کہتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے اختلاف کا فیصلہ کریگا (۱۱۳) اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکے اور انکی بربادی کی کوشش کرے' انھیں تو چاہیے تھا کہ مسجدوں میں اللہ سے ڈرتے ڈرتے داخل ہوتے' ایسے ہی لوگوں کیلئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے (۱۱۴) مشرق اور مغرب کا مالک اللہ ہی ہے۔ تم جدھر بھی رُخ کرو ادھر ہی اللہ کا رُخ ہے' بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۱۱۵)

آیت ۱۱۲: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا کہ جب کوئی شخص اسلام لائے اور ٹھیک طور پر لائے تو اس کی سابقہ تمام برائیاں دور کردی جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 173)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ

اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے' اللہ پاک ہے (اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے') بلکہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا مالک ہے اور یہ سب چیزیں اسکی فرماں بردار ہیں (۱۱۶) وہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو بس اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہوجا تو وہ کام ہوجاتا ہے (۱۱۷) نادان لوگ یہ کہتے ہیں کہ خود اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ
تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا
وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَ
لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ
مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا
نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ
تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا
تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا
عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

منزل ۱ — ع ۱۴

کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں آتی؟ ایسی ہی بات ان لوگوں نے کہی تھی جو ان سے پہلے تھے' انکی بات کی طرح ان سب کے دل ملتے جلتے ہیں۔ اور یقین کرنے والوں کیلئے واضح نشانیاں بیان کردی ہیں (۱۱۸) ہم نے آپ کو یقینا حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل جہنم کے تعلق سے آپ پوچھے نہیں جائیں گے (۱۱۹) آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور اگر آپ نے علم آنے کے باوجود انکی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپکا نہ تو کوئی ولی ہوگا نہ مددگار ہے (۱۲۰) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اسے یوں پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے' یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کتاب کا انکار کرتا ہے تو ایسے ہی لوگ نقصان اُٹھانیوالے ہیں (۱۲۱) اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور تمام اقوامِ عالم پر تم کو فضیلت بخشی تھی (۱۲۲) اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی دوسرے کے کچھ کام نہ آئیگا اس دن نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ سفارش فائدہ دیگی اور نہ انکی مدد کی جائیگی (۱۲۳)

گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ یہودیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مسلمانوں سے حسد اور بغض تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اے ہمارے چرواہے کہہ کر پکارتے تھے، اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اے یہودیو اور اے نصرانیو! جنت کسی کی خاندانی جاگیر نہیں ہے کہ وہ بغیر ایمان و عمل کے جنت میں داخل ہوجائے۔ جنت میں داخل ہونے کیلئے اللہ کا سچا فرمانبردار ہونا اور نیک انسان ہونا ضروری ہے۔ دنیا میں ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر آئے اور سب نے دنیا کے سامنے سچائی کو پیش کیا بعد میں لوگ گروہ بندیوں فرقوں اور جماعتوں میں بٹ گئے اور دعویٰ کرنے لگے کہ سچائی ان کے پاس ہے جیسے یہودی کہنے لگے اگر کوئی یہودی ہوجائے تو وہ جنتی ہے اس کا اللہ پر ایمان والا ہونا اور باعمل ہونا ضروری نہیں۔

عیسائیوں نے کہا کہ کوئی عیسائی ہوجائے تو وہ جنت کا مستحق ہوگیا۔ ایمان اور نیک عمل کی ضرورت نہیں۔ اب مسلمانوں میں بھی

بہت سارے لوگ شخصیت پرست ہیں، قبر پرست ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شخصیت پرستی اور قبر پرستی میں نجات ہے نجات کے لئے خدا پرست اور باعمل ہونا ضروری نہیں ہے۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلا دیکھئے جو کام میں نے جاہلیت کے زمانہ میں کئے تھے جیسے صدقہ وخیرات یا غلام آزاد کرنا یا صلہ رحمی وغیرہ ان کا مجھے ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا تو اسلام لایا ہی اس شرط پر ہے کہ تیری سابقہ نیکیاں بحال رہیں۔'' میں نے کہا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے جتنے کام جاہلیت میں کئے ہیں۔ ان میں سے کوئی کام نہ چھوڑوں گا۔ اتنے ہی سب کام اسلام کی حالت میں بھی کرتا رہونگا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:176)

اسلام حقیقت میں خدا پرستی اور نیک عمل کرنے کا نام ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو مگر وہ خدا پرست نہیں ہے اور نیک عمل کرنے والا نہیں ہے تو مرنے کے بعد وہ جہنم میں داخل ہوگا کیونکہ جنت میں داخل ہونے کیلئے ایمان اور نیک عمل شرط ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عالمگیر سچائی کیا ہے؟

''عالم گیر سچائی خدا پرستی اور نیک عمل کا قانون ہے یہی قانون خدا کا ٹھہرایا ہوا دین ہے اسی کو میں اسلام کے نام سے پکارتا ہوں جو انسان بھی خدا پرست اور نیک عمل کرنے والا ہوگا وہ نجات پائے گا خواہ وہ کسی گروہ اور جماعت میں شامل ہو۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ آرہے تھے اور آپ اپنی سواری پر سوار تھے اور نفل نماز ادا کررہے تھے، جس جانب سواری کا رُخ ہوتا اُدھر ہی آپ کا رُخ ہوتا، پھر اُنھوں نے یہ آیت تلاوت کی اور کہا کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:1131)

گزشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ یہود ونصاریٰ کہتے تھے جنت صرف ان کیلئے خاص ہے، اللہ نے اس خیال کو غلط کہا اور ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے اور جو لوگ ایسا کہہ رہے ہیں کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

اللہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک ہے ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے بلکہ آسمان وزمین کا بغیر نمونے کا بنانے والا بھی وہی ہے۔ اللہ اگر کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے صرف ''کُن'' کہہ دینا کافی ہے فوراً وہ کام ہوجاتا ہے ایسی ذات کیلئے اولاد کی کیا ضرورت ہے۔ عزیر، عیسیٰ علیہما السلام اور ملائکہ سب اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہودی چاہتے ہیں کہ سب یہودی بن جائیں اسی طرح نصاریٰ چاہتے ہیں کہ سب عیسائی ہوجائیں یہ حقیقت پسندی نہیں بلکہ گروہ پسندی ہے۔''

مذہبی گروہ بندی کا نتیجہ یہ ہے کہ حق پسندی اور حقیقت بینی کی جگہ محض گروہ پرستی کی روح کام کررہی ہے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ایسے انسان کا اعتقاد اور عمل کیسا ہے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری گروہ بندی میں داخل ہے یا نہیں۔ جب لوگوں کی ذہنیت ایسی ہوجائے تو ظاہر ہے کہ دلائل وحقائق کچھ کام نہیں دے سکتے کتنی ہی سچی اور معقول بات کیوں نہ کی جائے ان لوگوں کیلئے

بے کار ہوگی۔ جب تک اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم یہودیت یا نصرانیت کی گروہ بندی میں داخل نہ ہو جاؤ یہودی اور عیسائی تم سے خوش ہونے والے نہیں۔ اگرچہ تمہارے اعتقاد اور عمل کتنے ہی اچھے اور معقول کیوں نہ ہوں۔

وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ
اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ
ذُرِّيَّتِیْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ
اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ
اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى
اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِیَ لِلطَّآئِفِيْنَ
وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَ اِذْ قَالَ
اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ
اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا
ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا
مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵ ۸ ۱۵

اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے کئی امتحانوں میں آزمایا تو آپ ان تمام میں پورے اترے (اللہ نے) فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں' پوچھا کیا میری اولاد کے لئے بھی' (یہی وعدہ ہے) اللہ نے فرمایا: ظالموں کیلئے میرا یہ وعدہ نہیں ہے(۱۲۴) ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے ثواب اور امن و امان کی جگہ بنائی' تم مقام ابراہیم کو مصلٰی بنالو اور ابراہیم و اسمٰعیل کو تاکید کی کہ وہ میرے گھر کا طواف کرنے والوں اعتکاف اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے صاف ستھرا رکھیں(۱۲۵) اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس جگہ کو امن کا شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں میں سے جو کوئی اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائیں انھیں پھلوں کی غذا دے۔ اللہ نے فرمایا جو کفر کرے گا اسے تھوڑا فائدہ دوں گا پھر عذاب جہنم میں دھکیل دونگا اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے(۱۲۶) اور جب ابراہیم و اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے (تو دعا کی) اے ہمارے رب (ہماری یہ خدمت) قبول فرما' بلاشبہ تو ہی سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے(۱۲۷) اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے اپنی ایک مسلم جماعت بنا (فرماں بردار جماعت بنا) ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما' بے شک تو توبہ قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے(۱۲۸) اے ہمارے رب ان میں ایک رسول بھیج جو انھیں میں سے ہو اور وہ ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔ انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنائے بے شک تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے(۱۲۹)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم آخرت کے عذاب سے ڈرو جہاں اعمال کے حساب سے بدلہ ملے گا اگر تم نے محمد ﷺ کا اور قرآن کا انکار کیا تو اس کا انجام جہنم کا عذاب ہے۔ اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی، وہ تو مسلم تھے یعنی اللہ کے فرمانبردار تھے اور محمد ﷺ بھی یہی دعوت دے رہے ہیں کہ اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ۔

آیت ۱۲۴: **کلمات** سے مراد احکام شریعت، مناسک حج، ذبح کبیر، ہجرت، نار نمرود وغیرہ تمام آزمائش ہیں اور ہر آزمائش میں کامیاب و کامران رہے۔ جس کے صلے میں امام الناس کے منصب پر فائز کئے گئے چنانچہ مسلمان ہی نہیں۔ یہودی، عیسائی حتیٰ کہ مشرکین عرب سب ہی میں ان کی شخصیت محترم اور پیشوامانی جاتی ہے۔ (احسن البیان)

آیت ۱۲۵: مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ تعمیر کرتے رہے اس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لئے پکارا آج اسے شیشے کی چھوٹی سی گنبد نما عمارت میں محفوظ کر دیا گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین باتوں میں میری رائے اللہ کے علم کے موافق ہوگئی (جس میں سے ایک یہ تھی) کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اچھا ہوتا اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلیٰ کی جگہ قرار دے دیں۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری چنانچہ طواف کرنے والے اسی جگہ دوگانہ نماز نفل ادا کرتے ہیں۔

معلوم ہوا مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنا اور روشنی کا انتظام کرنا، نہایت فضیلت والا کام ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اولوالعزم رسولوں کو بطور خاص حکم دیا۔ یہاں صفائی سے مراد صرف ظاہری صفائی نہیں بلکہ باطنی صفائی بھی ہے کہ اس گھر میں مشرک لوگ نہ آنے پائیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی پکارنا شروع کر دیں اور اسے گندہ کر دیں۔

مساجد کی صفائی اور اس کے آداب کے لئے درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا (یا صاف کر دینا) ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 398)

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ مرگئی۔ آپ نے اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ اُنھوں نے کہا وہ مرگئی۔ ''آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہ خبر کی۔ چلو اب اس کی قبر بتلاؤ''۔ پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 438)

۳: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک گنوار آیا اور مسجد (نبوی ﷺ) کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے جھڑکا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جھڑکنے سے منع فرمایا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس جگہ پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 214) ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اعرابی پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ یہ مسجدیں اللہ کے ذکر کے مقامات ہیں، بول و براز کے نہیں لہٰذا انھیں صاف ستھرا رکھنا چاہیئے۔

۴۔ جابر بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اس درخت یعنی لہسن کو کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ عطاء کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے پوچھا کہ کچی لہسن مراد ہے یا پکی ہوئی؟ اُنھوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کچی لہسن اور اس کی بدبو مراد ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:807) (تیسیر القرآن)

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

دین ابراہیم سے وہی منہ پھیر سکتا ہے جو بے قوف اور نادان ہے۔ہم نے تو اسے دنیا میں بھی پسند کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیک لوگوں میں سے ہونگے (۱۳۰) جب انکے رب نے ان سے فرمایا کہ مسلمان ہوجاؤ (یعنی ہماری فرمانبرداری کرو) تو انھوں نے فوراً کہا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں (۱۳۱) اور ابراھیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اے میرے بیٹو اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے' لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا (اللہ کا فرمانبردار) (۱۳۲) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ پر موت کا وقت آیا؟ اس وقت انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ اُنھوں نے جواب دیا ہم اسی اللہ کی عبادت کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء واجداد ابراھیم واسمٰعیل اور اسحٰق کا اللہ ہے اور ہم اسی (اللہ) کے فرمانبردار رہینگے (۱۳۳) یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی' جو وہ اعمال کئے وہ ان کیلئے ہیں اور جو کچھ بھی تم کماؤ گے (عمل کرو گے) وہ تمہارے لئے ہے۔اور تم سے یہ سوال نہ کیا جائیگا کہ وہ کیا کرتے تھے (۱۳۴)

اسلام کے معنیٰ اللہ کی فرمانبرداری کرنا اور اللہ کا حکم ماننا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے نہیں آتا اور ہم کو حکم نہیں دیتا بلکہ نبی کو بھیجتا ہے نبی اور رسول کا حکم ماننا گویا اللہ کا حکم ماننا ہے۔

اس دنیا میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری نبی اور رسول کے ذریعہ ہوتی ہے' لہٰذا نبی اور رسول کی اطاعت کرنا یہی اسلام ہے۔کسی بڑے آدمی کی بات ماننا یا کسی عالم کی بات ماننا یا کسی امام کی بات ماننا یہ اسلام نہیں ہے' غیر نبی کی بات ایک اچھی بات ہوسکتی ہے' ایک اچھی رائے ہوسکتی ہے مگر وہ اسلام نہیں ہوسکتی ہے۔اور نبی اور رسول کی بات کے مقابلہ میں کسی عالم یا کسی امام کی

بات ماننا غلط اور گناہ کی بات ہے۔ ہر آدمی کی نجات اسلام میں ہے۔

نبی اور رسول کی اطاعت ہی اسلام ہے۔ نبی کی اطاعت کا نام اسلام ہے۔ قیامت تک کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا ہے اور کہا کہ ساری دنیا کے انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانیں، اور ان کی رسالت کو تسلیم کر لیں۔ آج دنیا میں یہود ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانتے' لٰہذا وہ مسلمان نہیں ہیں اسلئے انکی نجات بھی نہیں ہے۔ اسی طرح عیسائی اس دنیا میں موجود ہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانتے' لٰہذا وہ بھی گمراہ ہیں انکی نجات نہیں ہوگی۔ آج اور بھی لوگ ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اور انکا حکم نہیں مانتے' لٰہذا وہ بھی گمراہ ہیں انکی بھی نجات نہ ہوگی۔ نجات کیلئے ضروری ہے کہ ہر دور کے لوگ اپنے نبی پر ایمان لائیں اور انکا حکم مانیں اور قیامت تک کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تمام لوگوں پر ضروری ہے کہ ان پر ایمان لائیں۔

یہودیوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم جو دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی تو کیا تم اس وصیت کے وقت موجود تھے؟ اگر وہ کہیں کہ موجود تھے تو یہ جھوٹ ہے' اگر کہیں کہ حاضر نہیں تھے تو ان کا دعویٰ غلط ثابت ہو گیا، کیونکہ انھوں نے جو وصیت کی وہ تو اسلام کی وصیت کی تھی نہ کہ یہودیت کی یا عیسائیت یا بت پرستی کی۔

تمام انبیاء کا دین اسلام ہی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ عَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 6281) انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں۔ انکی مائیں مختلف ہیں (اور باپ ایک ہے) اور انکا دین ایک ہی ہے۔

آیت ۱۳۴: یہ بھی یہود سے کہا جا رہا ہے' کہ تمہارے باپ دادا جو بھی پیغمبر اور نیک لوگ گزرے ہیں ان کی طرف نسبت اور تعلق کا کوئی فائدہ نہیں' تمہارے باپ دادا نے جو نیک عمل کئے ہیں، اس کا ثواب انہی کو ملے گا تم کو نہیں اور تم جو عمل کرو گے اسکا بدلہ تم کو ملے گا اور اگر بُرا عمل کرو گے تو سزا پاؤ گے اور تمہارا باپ دادا کی نیکیوں پر بھروسہ کرنا کہ انکے عمل کا فائدہ ہم کو ملے گا غلط ہے۔ اصل چیز ایمان اور نیک عمل ہے۔ اگر تمہارے پاس ایمان اور نیک عمل ہے تو جہنم کے عذاب سے بچو گے ورنہ نہیں۔

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ

یہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ تم کہو بلکہ صحیح راہ پر ملت ابراہیم والے ہیں' اور ابراہیم خالص اللہ کے پرستار تھے' اور مشرک نہ تھے (۱۳۵) اے مسلمانو! تم سب کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم اسمٰعیل اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) اور دوسرے انبیاء کو دیئے گئے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ ہم اللہ کے فرمانبردار

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ
اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ
فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾
صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ
نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ
رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ
وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ
اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ
كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ
اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ
اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ
اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا
كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶ ۱۲ ۱۶

ہیں (۱۳۶) اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر
منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے
عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے
والا ہے (۱۳۷) اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے اچھا
رنگ کس کا ہوگا؟ ہم تو اس کی عبادت کرنے والے ہیں (۱۳۸)
آپ کہہ دیجئے کہ تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو جو
ہمارا اور تمہارا رب ہے، ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور
تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہم تو اسی کیلئے مخلص ہیں (۱۳۹)
کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اُن کی
اولاد، یہودی و نصرانی تھے؟ کہہ دو کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ
تعالیٰ؟ اللہ کے پاس شہادت چھپانے والے سے زیادہ ظالم اور
کون ہے؟ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل نہیں
(۱۴۰) یہ اُمت ہے جو گزر چکی جو انھوں نے کیا ان کیلئے ہے
اور جو تم نے کیا تمہارے لئے، تم ان کے اعمال کے بارے میں
سوال نہ کئے جاؤ گے۔ (۱۴۱)

خلاصہ تشریح: قرآن کا پیغام، الٰہِ واحد کی عبودیت اور نیک عمل کا پیغام ہے۔ اللہ کی طرف سے جو پیغمبر آئے انکا بھی یہی پیغام تھا اور محمد ﷺ جو اسلام پیش کر رہے ہیں وہ بھی یہی پیغام لائے کہ لوگ صرف اللہ کی عبادت کریں اور نیک عمل کریں، مگر مکہ کے لوگ اللہ پرست ہونے کے بجائے بت پرست تھے اور نیک عمل کے بجائے برا عمل کرتے تھے شراب، جوا، زنا، قتل وخون عام بات تھی۔

مدینہ میں یہودی تھے وہ جماعت پرست تھے وہ کہتے تھے کہ جو یہودی ہے وہ جنتی ہے اور کامیاب ہے اس کا موحد ہونا اور نیک عمل والا ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی کہتے تھے کہ جو عیسائی ہے وہ جنتی ہے اس کا اللہ پرست ہونا اور نیک عمل والا ہونا ضروری نہیں۔ قرآن نے کہا یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کیونکہ دنیا دارالعمل ہے۔ نیک عمل کئے بغیر کسی کی نجات ہونے والی نہیں ہے۔ کوئی یہودی ہو یا عیسائی ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عیسائیوں نے ایک زرد رنگ کا پانی مقرر کر رکھا تھا جس سے ہر عیسائی بچے کو بھی اور اس شخص کو بھی غوطہ دیا جاتا تھا، جس کو عیسائی بنانا مقصود ہو۔ اس رسم کا نام انکے یہاں ''بپتسمہ'' ہے۔ اس کے بغیر کسی کو پاک تصور نہیں کرتے۔ اللہ نے انکی تردید فرمائی اور کہا اصل رنگ اللہ کا رنگ ہے۔ اس سے بہتر رنگ نہیں اور اللہ کے رنگ سے مراد دینِ فطرت یعنی دینِ اسلام ہے۔ یعنی دعوتِ توحید۔ (احسن البیان)

آج لوگ دنیا پرست، زر پرست، آباء پرست، شخصیت پرست، قبر پرست ہیں۔ یہ سب غلط چیزیں ہیں۔ اس میں آدمی کی نجات نہیں۔ آدمی کی نجات توحید پرستی میں ہے سب سے زیادہ اللہ کی اہمیت ہو، سب سے زیادہ اللہ پیارا ہو، سب سے زیادہ اللہ کا کلام قرآن پیارا ہو، سب سے زیادہ اللہ کا رسول پیارا ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کو مکہ کے بت پرست اور یہود و نصاریٰ اپنا امام مانتے تھے اپنا رہبر مانتے تھے کیا وہ جنتی تھے تو اللہ نے ان کی مثال دی، دیکھو ابراہیم علیہ السلام یہودی نہ تھے کیا وہ جنتی نہیں؟ ابراہیم علیہ السلام، بت پرست نہ تھے کیا وہ جنتی نہیں ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام مسلمان تھے، یعنی اللہ کے فرمانبردار تھے تمام دنیا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پیغام ہے کہ لوگ خدا پرست ہو جائیں اور نیک عمل کرنے والے بن جائیں۔ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ)

عبادت اللہ کی ہو اور طریقہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو، یہی اسلام کی تعلیم ہے اور یہی اس کی دعوت ہے۔ جو لوگ توحید پرست نہیں ہیں اور نیک عمل نہیں کر رہے ہیں۔ وہ مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کو بچانے والا کوئی نہ ہوگا کیونکہ جنت میں داخل ہونے کیلئے جو شرط ہے وہ ان کے پاس نہیں ہے۔ جنت میں جانے کیلئے توحید پرست ہونا اور نیک عمل کرنے والا ہونا ضروری ہے۔

ف: انتساب یا ان پر اعتماد کو بے فائدہ قرار دیا گیا کیونکہ مَنْ بَطَّأَبِهٖ عَمَلِهٖ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4867) جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اسلاف کی نیکیوں سے تمہیں کوئی فائدہ اور ان کے گناہوں پر تم سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ ان کے عملوں کی بابت تم سے یا تمہارے عملوں کی بابت ان سے نہیں پوچھا جائے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (فاطر: ۱۸) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم: ۳۹)

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

عنقریب نادان لوگ کہیں گے کہ جس قبلہ پر یہ تھے اس سے انھیں کس چیز نے ہٹایا؟ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھاتا ہے (۱۴۲) ہم نے اسی طرح تمہیں بہترین اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں، اور جس قبلہ پر تم پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابع دار کون ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور یہ بات (یعنی قبلہ کا بدلنا) لوگوں کیلئے مشکل معلوم ہوا، مگر جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے وہ اسے مشکل نہیں سمجھتے اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا وہ تو لوگوں کے حق میں بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے (۱۴۳)

آیت ۱۴۳: **وَسَطًا** کے لغوی معنی تو درمیان کے ہیں، یہ بہتر اور افضل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

وسط کے معنی بیچ کے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچانے کے لئے درمیانی وسیلہ ہیں اللہ کا پیغام رسول کے ذریعہ اُن کو پہنچا ہے اور اس پیغام کو انہیں قیامت تک تمام قوموں کو پہنچاتے رہنا ہے اسی پر دنیا میں بھی ان کے مستقبل کا انحصار ہے اور اسی پر آخرت کا بھی۔

اُمتِ وسط کا مفہوم اور مثال: یعنی جس طرح ہم نے قبلۂ اول کو تمہارے لئے مستقل قبلہ بنادیا ہے اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بھی بنادیا۔ امتِ وسط سے مراد ایسا اشرف اور اعلیٰ گروہ ہے جو عدل و انصاف کی روش پر قائم ہو اور افراط و تفریط سے، غلو اور بدعت سے پاک ہو اور دنیا کے قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو اس کی مثال یوں سمجھئے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ کو اتنا بڑھا دیا کہ رب کا درجہ دے دیا اور یہود نے اتنا گھٹایا کہ ان کی پیغمبری سے بھی انکار کر دیا ہے اور ان کی جان کے بھی درپے ہو گئے۔ اور امت وسط کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر اور روح اللہ تھے بے شمار عقائد و احکام میں آپ کو امتِ وسط کا یہی طریقہ نظر آئیگا۔

حدیث میں آتا ہے جب اللہ پیغمبروں سے قیامت والے دن پوچھے گا کہ تم نے میرا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا۔ وہ اثبات میں جواب دیں گے۔ اللہ فرمائے گا تمہارا کوئی گواہ ہے۔ وہ کہیں گے ہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اُمت، چنانچہ یہ اُمت گواہی دے گی۔ اس لئے اس کا ترجمہ عادل بھی کیا گیا ہے۔ (ابن کثیر) وسط کا ایک معنی اعتدال کے بھی ہیں۔ یعنی یہ اُمت معتدل افراط و تفریط سے پاک۔ یہ اسلام کی تعلیمات کے اعتبار سے ہے کہ اس میں اعتدال ہے۔ افراط و تفریط نہیں۔ (احسن البیان)

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا
وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ لَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ مَآ
اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ
بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وقف لازم
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا وقف منزل ۔ ع۱۷ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ
اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾
وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ
حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ

اے محمدؐ! ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا
دیکھ رہے ہیں، لہٰذا آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں جو
آپ کو پسند ہے اپنا رُخ مسجد حرام (یعنی کعبۃ اللہ) کی طرف
پھیر لیجئے اور کہیں بھی تم رہو اپنا رُخ اسی کی طرف پھیر لیا کرو
بیشک جنہیں کتاب (توراۃ) دی گئی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ
ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں
اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے (۱۴۴) اگر آپ ان اہل
کتاب کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں تو آپ کے قبلہ کی
پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ انکے قبلہ کی پیروی
کرینگے۔ اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے
والے ہیں اور اگر آپ اس علم کے بعد جو آپکے پاس آچکا ہے
انکی خواہشات کی پیروی کرینگے تو یقینا آپ کا شمار ظالموں میں
سے ہوگا (۱۴۵) جنکو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اسے (قبلہ یا
محمدکو) ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانتا ہے، ان کی
ایک جماعت حق کو پہچان کر چھپاتی ہے (۱۴۶) آپکے رب کی
طرف سے (کعبۃ اللہ کو قبلہ بنایا جانا) یہ سراسر حق ہے، خبردار
آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا (۱۴۷) ہر شخص ایک
نہ ایک طرف رُخ کرتا ہے تم نیکیوں کی طرف دوڑو۔ جہاں
کہیں تم رہو گے اللہ تمہیں لے آئیگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
قدرت رکھتا ہے (۱۴۸) آپ جہاں سے بھی نکلیں اپنا منہ
(نماز کیلئے) مسجد حرام کی طرف کرلیا کریں یہی حق ہے آپکے
رب کی طرف سے، جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے
خبر نہیں ہے (۱۴۹) اور جس جگہ سے آپ نکلیں اپنا منہ مسجد حرام
کی طرف پھیر لیا کریں اور جہاں کہیں تم رہو اپنا رُخ اسی طرف
کرلو تا کہ لوگوں کیلئے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے مگر ان

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾	میں سے جو ظالم ہیں (اعتراض کرتے رہیں گے) تم ان سے نہ ڈرو مجھ ہی سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور اسلئے بھی کہ تم ہدایت پاؤ (۱۵۰)

جب رسول ﷺ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو شروع میں 16 یا 17 مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے رہے حالانکہ رسول ﷺ کی خواہش تھی کہ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں جو ابراھیم علیہ السلام کا قبلہ تھا اس لئے نبی کریم ﷺ دعا بھی کرتے رہے بار بار آسمان کی طرف نظر بھی اُٹھاتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے قبلہ بدلنے کا حکم نازل کردیا کہ اب سب مسلمان کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں۔

یہ تحویلِ قبلہ کی غرض بیان کی جارہی ہے، مومنین صادقین رسول اللہ ﷺ کے اشارے کے منتظر رہا کرتے تھے، اس لئے ان کے لئے تو اِدھر سے اُدھر پھر جانا کوئی مشکل معاملہ نہ تھا بلکہ ایک مقام پر تو عین نماز کی حالت میں جب کہ وہ رکوع میں تھے یہ حکم پہونچا تو انہوں نے رکوع ہی میں اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیرلیا یہ مسجد قبلتین (یعنی وہ مسجد جس میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف رخ کرکے پڑھی گئی) کہلاتی ہے اور ایسا ہی واقعہ مسجد قبا میں بھی ہوا۔ (فتح القدیر)

مومن کا کام ہے کہ اللہ کے حکم پر عمل کرے کیونکہ ہم اللہ کے غلام ہیں اور غلام کا کام یہ ہے کہ مالک کے حکم کو ہر حال میں مانے۔ مسلمان قوم کا ایک امیر ہونا ضروری ہے نہ کہ دس بیس۔ ایک جماعت ہونا ضروری ہے نہ کہ دو چار یا دس جماعتیں۔ مسلمان اگر ایک عظیم اور طاقتور قوم بننا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ تمام مسلمان مل کر کسی کو اپنا امیر بنالیں کیونکہ صراط مستقیم کا مطلب ہے قوم کا یک جٹ ہونا اور ایک مرکز پر جمع ہونا۔ آج مسلمان کمزور ہیں، کیونکہ ان کا کوئی مرکز نہیں ہے اور نہ وہ کسی ایک امیر کے ماتحت ہیں اور نہ ان کا ایک دستور و قانون ہے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	جس طرح ہم نے تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم واقف نہ تھے (۱۵۱) اسلئے تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھونگا میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو (۱۵۲) اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو (یہ چیزیں طاقت وقوت کا خزانہ ہیں) یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۱۵۳) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوجائیں انھیں مردہ نہ کہو کیونکہ وہ حقیقت میں زندہ

اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ہیں ،لیکن تم سمجھ نہیں سکتے (۱۵۴) اور ہم کسی نہ کسی طریقہ سے تمہاری آزمائش ضرور کریں گے دشمن کے (حملے کے) ڈر سے، بھوک اور پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو (کامیابی) کی خوشخبری سنا دیجئے (۱۵۵) کہ جب انھیں کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے (۱۵۶) ایسے لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (۱۵۷)

گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ وہ لوگ بیوقوف ہیں جو کعبۃ اللہ کو قبلہ بنائے جانے پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اہل کتاب خصوصاً یہودی کسی شک وشبہ کی وجہ سے کعبۃ اللہ کو قبلہ ماننے سے انکار نہیں کررہے ہیں اور کوئی دلیل اور ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے کعبۃ اللہ کا انکار نہیں کررہے ہیں بلکہ حسد و بغض کی وجہ سے کعبۃ اللہ کو قبلہ نہیں مان رہے ہیں۔

توراۃ وانجیل میں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد آخری نبی ہوں گے اور ان کا قبلہ کعبۃ اللہ ہی ہوگا اور تمام انبیاء کا اصلی قبلہ شروع سے کعبۃ اللہ ہی تھا۔ بیت المقدس کو سلیمانؑ نے قبلہ بنایا اور ان کے زمانہ سے بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے پھر سے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنادیا۔ دنیا کے تمام موحدوں پر لازم ہے کہ عبادت کے وقت کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرکے عبادت کریں۔ اللہ کے فرمانبردار بندے وہ ہیں جو اللہ کا حکم مانتے ہیں اور جو اللہ کے حکم پر اعتراض کریں وہ اللہ کے فرمانبردار نہیں ہیں۔ علماء یہود حق کو چھپائے ہوئے تھے۔ رسول ﷺ کے تعلق سے تفصیل اور وضاحت کے ساتھ یہ بات بتائی گئی تھی کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہوں گے اور ان کا قبلہ کعبۃ اللہ ہی ہوگا۔ اور وہ اس بات کو اتنی اچھی طرح جانتے تھے جیسے کوئی باپ اپنے بچوں کو جانتا اور پہچانتا ہو۔

آیت ۱۵۳۔۱۵۷: تحویل قبلہ کے حکم کے بعد یہ اُمت ایک بالکل ممتاز اُمت کی حیثیت سے سامنے آگئی۔ یہودی دین کی امامت سے ہٹائے گئے اور اب دین کی امامت مسلمانوں کے حوالے کی گئی۔ قیامت تک کے لئے مسلمان ہی دین کے امام ہیں اور سارے لوگوں تک حق پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔

مدینہ میں 16 یا 17 مہینے تک مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے تھے اس لئے یہودی یہ سمجھتے رہے کہ یہ ہمارے آدمی ہیں کیونکہ ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے ہیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ، اللہ کے حکم سے کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے لگے تو یہود جانی دشمن ہوگئے اور اہل مکہ یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور بیت

المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس لئے ان سے ہم کو کیا واسطہ، اس خیال سے دشمنی میں کمی آگئی تھی، مگر جب کفار نے یہ سنا کہ مسلمانوں کا قبلہ کعبۃ اللہ ہوگیا ہے اور مسلمان کعبۃ اللہ کے وارث ہونے کا دعویٰ کرنے لگے ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ ایک نہ ایک دن مسلمان کعبۃ اللہ پر قبضہ کرلیں گے اور بتوں کو کعبہ سے نکال دیں گے مسلمانوں کو طاقتور ہونے سے پہلے ان کو مٹا دینا چاہئے ان کو ختم کردینا چاہئے۔

تبدیلِ قبلہ کا حکم آنے کے دو ماہ بعد جنگ بدر پیش آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کی بھرپور مدد کی۔ مسلمان اللہ کی مدد سے اس جنگ میں کامیاب ہوگئے۔ جنگ بدر سے دو ماہ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آئندہ پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کردیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو آئندہ سخت حالات پیش آنے والے ہیں۔

مثلاً دشمن مسلمانوں پر حملہ کریں گے، دشمن مسلمانوں کا معاشی بائیکاٹ کریں گے، تو بھوک و پیاس کے مسائل، بے روزگاری کے مسائل پیدا ہوں گے۔ جنگ کا موقع آئے تو جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے ایسے پریشان کن حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے حالات میں صبر سے مصائب کا مقابلہ کریں اور کثرت سے نماز پڑھیں۔ فرض، سنت، نفل اور تہجد کی نماز کی تمام مسلمان پابندی کریں۔ صبر کے ذریعہ مشکلات پر قابو پائیں، کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ مشکلات اور مصائب اور آزمائش طاقت کے اندر ہوگی۔ طاقت سے بڑھ کر اللہ مصیبت نہ دے گا اور نماز کے ذریعہ ہمیں خدا کی قربت اور اس کی نصرت اور اس کی مدد مل جائے گی اس کے ذریعہ سے ہم دشمن پر فتح پالیں گے۔

آیت ۱۵۳: صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی معیت کا معنی یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ کی طرف سے مدد اور توفیق نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور یہ بات ہر انسان کو اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر بھی معلوم ہوسکتی ہے اور ہوتی رہتی ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا: قیامت کے دن صابروں کو بے حساب اجر اور بدلہ اللہ دے گا۔

حدیث میں آتا ہے وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ کسی کو صبر سے زیادہ بہتر خیر اور بھلائی نہیں ملی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1376)

آج مسلمانوں پر چاروں طرف سے دشمن کے حملے ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی جان مال اور عزت محفوظ نہیں ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صبر اور کثرتِ نماز سے مشکلات کا مقابلہ کرتے تو یہ خطرات دور ہوسکتے تھے، مگر مسلمان صبر اور نماز کو چھوڑ کر رونے دھونے اور شکوہ وشکایت میں لگ گئے۔ یہ غلط طریقہ ہے اس سے مسلمانوں کے مسائل حل نہیں ہوتے۔

صبر اور نماز کے ساتھ ساتھ سارے مسلمان متحد ہوکر قوم کی ترقی اور کامیابی کے لئے جان و مال کی بازی لگائیں تو قوم ترقی کرسکتی ہے قوم کامیاب ہوسکتی ہے اس کے بجائے رونے دھونے یا شکایت کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے مشکلات و مصائب دور نہیں ہوتے۔

شہداء کی زندگی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ: ۱۵۴) شہداء اس دنیا میں نہیں عالم برزخ (یعنی قبر کی دنیا) میں زندہ ہیں اور اس کی کیفیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے، البتہ حدیث میں اس کی صراحت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالبوں میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چگتی پھرتی ہیں پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں جاکر بسیرا کرتی ہیں اللہ انہیں جھانک کر دیکھتا ہے اور پوچھتا ہے کیا چاہتی ہو ؟ارواح جواب دیتی ہیں۔ اے ہمارے رب ہم اور کیا چاہیں؟ جب کہ ہم تو جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہداء سے تین دفعہ یہی پوچھتا ہے تو ارواح سمجھ جاتی ہیں کہ بلا مانگے چارہ نہیں، عرض کرتی ہیں: ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ ہم پھر تیری راہ میں مارے جائیں (چونکہ شہادت کا اجر وثواب دیکھ چکی ہیں اس لئے پھر شہادت کی تمنا کا اظہار کرتی ہیں) پھر جب باری تعالیٰ دیکھتا ہے کہ شہداء کو اور کسی شئے کی ضرورت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:3500)

شہید کی تعریف: شہید وہ ہے جو اللہ کے راستے میں کافروں سے جنگ کرتے ہوئے قتل ہو جائے۔ اللہ انہیں لوگوں کے بارے میں کہہ رہا ہے نہ کہ اولیاء اور بزرگوں کے بارے میں اس لئے جو لوگ اس آیت کو دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اولیاء کرام اور بزرگان دین قبروں میں زندہ ہیں، غلط ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝۱۵۸ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝۱۵۹

صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، اسلئے بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنیوالے پر انکا طواف کر لینے میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو شخص برضا ورغبت نیکی کا کام کرے تو بیشک اللہ بڑا قدرداں اور خوب جاننے والا ہے (۱۵۸) جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہماری اتاری ہوئی ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اسکے کہ ہم انھیں اپنی کتاب میں لوگوں کیلئے واضح کر چکے ہیں، ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنیوالے بھی لعنت کرتے ہیں (۱۵۹)

گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ جب مسلمان چاروں طرف سے خطرات میں پھنس جائیں تو ان کو صبر اور کثرت سے نماز پڑھنا چاہئے۔ ان شاء اللہ ساری مشکلات اللہ کی مہربانی سے دور ہو جائیں گی۔ اب ان کے بعد آنے والی آیات میں یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ اللہ کا پیغام قرآن کی شکل میں جو ہمارے پاس ہے ساری دنیا کے سامنے قرآن کے پیغام کو واضح کریں تمام دنیا اس بات سے آگاہ ہو کہ قرآن کا پیغام کیا ہے۔

قرآن کے پیغام کو چھپانا یعنی لوگوں کے سامنے واضح نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے اتنا بڑا گناہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور جن لوگوں پر اللہ کی لعنت ہوگی وہ سیدھے جہنم میں داخل ہوں گے۔لہٰذا قرآن کے پیغام کی تبلیغ واشاعت ضروری ہے۔ یہود و نصاریٰ توراۃ وانجیل کے پیغام کو چھپائے اس لئے ان پر اللہ کی لعنت ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے جو باتیں قرآن میں نازل فرمائی ہیں، انھیں چھپانا اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ کے علاوہ دیگر لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔

حدیث میں ہے: ''مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ'' (صحیح ترمذی، حدیث نمبر:2573) ''جس سے کوئی بات پوچھی گئی اور اس کو اس بات کا علم تھا اور اس نے اس بات کو چھپا دیا تو قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں دی جائے گی''۔

آج ہم مسلمان قرآن کی تبلیغ واشاعت کے معاملہ میں بہت غفلت برت رہے ہیں۔خود مسلمان نہیں جانتے کہ قرآن کا پیغام کیا ہے تو غیر مسلموں کو کیا پتہ کہ قرآن میں کیا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کی تبلیغ واشاعت میں بڑی محنت کی اس کا فائدہ ان کو بھی ہوا اور انسانیت کو بھی، دنیا کے بہت بڑے حصے پر توحید کا زبردست انقلاب آ گیا۔

مصر میں صرف 12 ہزار مسلمان داخل ہوئے اور قرآن کی تبلیغ واشاعت میں بھرپور حصہ لیا تو الحمدللہ چند سال میں سارا مصر مسلمان ہوگیا کہ کروڑوں بت پرست بتوں کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

مگر ہندوستان میں 20 کروڑ مسلمان ہیں اگر یہ سب مل کر قرآن کی تبلیغ کرتے اور توحید کے پیغام کو عام کرتے تو اب تک ہندوستان سے شرک کا خاتمہ ہو چکا ہوتا اور سب لوگ اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے۔ہم مسلمانوں نے قرآن کی تبلیغ کی طرف توجہ نہ کی اس لئے ہندوستان میں شرک باقی رہ گیا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾

البتہ جن لوگوں نے توبہ اور اصلاح کر لی اور چھپائی ہوئی بات کی وضاحت کر دی تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنیوالا اور نہایت رحم کرنیوالا ہوں (١٦٠) جو لوگ کفر کرتے رہے اور اسی حالت میں مر گئے تو ایسے لوگوں پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے (١٦١) وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے انکی یہ سزا کم نہ کی جائیگی اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائیگی (١٦٢)

گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ جو لوگ اللہ کی آیات کا اللہ کے پیغام کا انکار کرتے ہیں ان کیلئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔اب ان کے بعد آنے والی آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اللہ ایک ہے اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے۔توحید دلائل سے ثابت ہے،شرک دلائل سے ثابت نہیں۔

ع ۱۹ ۱۱

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾	تم سب کا معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ نہایت مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۶۳) بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں رات اور دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو لوگوں کے لئے مفید اشیاء لئے سمندروں میں چلتی ہیں۔ اللہ کے آسمان سے بارش نازل کرنے میں، جس سے وہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اور اس میں ہر طرح کی جاندار مخلوق کو پھیلا دیتا ہے نیز ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو ارض و سماء کے درمیان تابع فرمان ہیں اہل عقل کیلئے بے شمار نشانیاں ہیں (۱۶۴)

آیت ۱۶۴: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غور وفکر کرنے والوں کے لئے آٹھ ایسے اُمور کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور اس کی لامحدود قدرت وتصرف پر واضح دلائل ہیں۔ مثلاً اتنے عظیم الشان آسمان کا بغیر ستون کے پیدا کرنا' اور زمین کو اس طرح بنانا کہ اس پر بسنے والی تمام مخلوق کی ضروریات کی کفیل ہے۔ دن رات کا یکے بعد دیگرے آنا جانا اور ان کی اوقات کا گھٹنا بڑھنا، جہازوں کا بڑے بڑے مہیب اور تلاطم خیز سمندروں میں رواں ہونا، آسمان سے بارش برسانا جس سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، ہر جاندار میں توالد وتناسل کا سلسلہ قائم کرنا اور انھیں تمام روئے زمین پر پھیلا دینا، ہواؤں کے رُخ میں تبدیلی پیدا کرنا اور بلندیوں پر بادلوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا۔ یہ سب کام ایسے ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی بھی ہستی سرانجام نہیں دے سکتی۔ پھر اور کون سے کام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کو دوسرے دیوی دیوتاؤں کی ضرورت پیش آسکتی ہے؟ پھر مندرجہ بالا اُمور بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ غور وفکر کرنے والوں کیلئے اس کائنات میں ان کے علاوہ اور بھی ایسی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ (تیسیر القرآن)

ان آیات میں توحید کی دعوت دی گئی ہے اور یہ دعوت مشرکین کے لئے بڑی تعجب کی چیز تھی، اُنھوں نے کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ (ص:۵) کیا اس نے اتنے معبودوں (۳۶۰) کی جگہ صرف ایک ہی معبود بنا دیا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے توحید کو ثابت کرنے کے لئے (۷) دلائل دیئے ہیں جو کسی اور آیت میں نہیں ہیں۔

(۱) آسمان وزمین کو اللہ نے پیدا کیا زمین اور آسمان سے انسانوں کو بے حساب فائدے ہیں اور ان کو کس نے پیدا کیا ظاہر ہے اللہ نے پیدا کیا کسی ولی نے یا کسی بت نے پیدا نہیں کیا۔

(۲) رات اور دن کو اللہ نے پیدا کیا اگر ہمیشہ رات ہوتی تو اندھیرے میں زندگی گزارنا بہت مشکل تھا رات اور دن سے ہم کو بے حد فائدہ ہے۔ان کو کس نے پیدا کیا؟ ظاہر ہے اللہ نے پیدا کیا۔کسی ولی یا کسی بت نے پیدا نہیں کیا۔

(۳) سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا جن کے ذریعہ انسان اور اس کا بے حساب ساز و سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے، کشتیوں اور جہازوں کو پانی میں تیرنے والا کس نے بنایا ظاہر ہے اللہ نے بنایا کسی ولی اور بت نے یہ کام نہیں کیا ہے۔

(۴) بارش برسانا جو زمین کی شادابی اور روئیدگی کیلئے نہایت ضروری ہے۔ بارش سے انسانوں کو بے شمار فائدہ ہے بارش کون برساتا ہے ظاہر ہے صرف اللہ بارش برساتا ہے کوئی ولی اور کوئی بت یہ کام نہیں کرتا۔

(۵) بہت سارے جانوروں کو اللہ نے پیدا فرمایا ان سے ہم کھیتی باڑی کے کام لیتے ہیں، سامان اُٹھانے کے کام لیتے ہیں، جنگ میں کام آتے ہیں اور غذا کے طور پر کھانے کے کام میں آتے ہیں اور ان کے چمڑوں اور ہڈیوں سے بے شمار فائدے ہیں۔ان جانوروں کو کس نے پیدا کیا؟ ظاہر ہے اللہ نے پیدا کیا، کسی ولی نے یا کسی بت نے پیدا نہیں کیا۔

(۶) ہوا جو انسانی زندگی کی اہم ضرورت ہے ایک منٹ بھی ہوا کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے، ہوا کو کس نے پیدا کیا؟ ظاہر ہے اللہ نے پیدا کیا۔کسی ولی نے یا کسی بت نے پیدا نہیں کیا۔

(۷) بادل، یہ پانی کے ٹینکر ہیں جن سے انسان کو پانی ملتا ہے اور پانی کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، بادلوں کو کس نے پیدا کیا؟ ظاہر ہے اللہ نے پیدا فرمایا کسی ولی نے یا کسی بت نے پیدا نہیں کیا۔

اللہ نے ہم کو پیدا کیا اور ہماری زندگی اور ضروریات کے سارے انتظامات صرف اللہ کر رہا ہے۔تو ضروری ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کریں کس لئے کریں نہ اُنھوں نے ہم کو پیدا کیا ہے اور نہ وہ ہماری ضروریات کا انتظام کر رہے ہیں۔لہٰذا کسی ولی یا کسی بت کی عبادت کرنا غلط ہے، گناہ ہے' شرک ہے' سجدہ کرنا، رکوع کرنا، طواف کرنا، نذر و نیاز کرنا، جانور ذبح کرنا، یہ سب عبادت ہے اور یہ سب کام اللہ کیلئے کرنا چاہئے اگر یہ کام کسی ولی کیلئے یا کسی بت کے لئے کئے جائیں تو شرک ہے۔اولیاء اللہ کا ادب کرو احترام کرو، مگر عبادت صرف اللہ کی کرو عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ جو مومن و مسلمان ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ کو چاہتے ہیں اور مشرک لوگ اللہ سے بڑھ کر دوسروں کو چاہتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ	اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور انھیں یوں محبوب رکھتے ہیں، جیسے اللہ کو رکھنا چاہئے اور اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ کاش ظالموں کو آج یہ بات سمجھ میں آجائے جو انھیں (آخرت میں) عذاب دیکھ کر سمجھ میں آئے گی کہ ہر قسم کی طاقت کا مالک صرف

جَمِیْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ
تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا
وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾
وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ
اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَا هُمْ
ع ۲۰
بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

اللہ ہی ہے اور اللہ بہت سخت عذاب دینے والا ہے (۱۶۵) جب پیشوا لوگ جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی تھی عذاب کو دیکھیں گے تو اپنے پیروکاروں سے (یعنی ان کے ماننے والوں سے) بیزار ہو جائیں گے اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے (۱۶۶) اور جو اتباع کرتے رہے وہ بولیں گے، کاش ہمیں پھر ایک موقع ملے تو ہم بھی ان سے ایسے بیزار ہو جائیں گے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال اس طرح دکھائیگا انکو حسرت دلانے کیلئے کہ ہرگز جہنم سے نہ نکلیں گے۔ (۱۶۷)

گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ صرف اللہ کی عبادت کرنا ہی صحیح ہے کیونکہ اللہ نے ہم کو پیدا کیا اور وہی ہماری ضروریات کا انتظام کر رہا ہے وہی ہماری مدد کر رہا ہے اور اسی نے ہم کو توحید پر پیدا کیا پس شیطانوں نے ان کو ان کے دین سے گمراہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں اس نے ان پر حرام کر دیں۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5109)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا
طَیِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ
وَالْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ
اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ
اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا
یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ
الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً
وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اے لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں وہی کھاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ لگ جاؤ، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۱۶۸) بلاشبہ وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کے تعلق سے ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں علم نہیں (۱۶۹) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم اسی طریقے کی پیروی کریں گے جو ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہے، اگرچہ ان کے باپ دادا نا سمجھ اور گمراہ ہوں (۱۷۰) کفار کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جو اپنے چرواہے کی صرف پکار اور آواز ہی کو سنتے ہیں (سمجھتے نہیں) وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں انھیں عقل نہیں ہے۔ (۱۷۱)

آیت ۱۶۸: ۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک مال قبول کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ

(اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، اور فرمایا: اے ایمان والو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔ پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر کے آیا ہو، اس کے سر پراگندہ اور خاک آلود ہوں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! جبکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور جس غذا سے اس کا جسم بنا ہے وہ بھی حرام ہے تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1686)

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جو مال حرام سے پروان چڑھا ہے، جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو بھی گوشت حرام سے پروان چڑھا اس کے لئے جہنم ہی لائق تر ہے۔ (تیسیر القرآن)، (صحیح ترمذی، حدیث نمبر: ۵۵۸۔ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۱۷۲۳)

آیت ۱۷۰: آج بھی اہل بدعت کو سمجھایا جائے کہ ان بدعات کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ رسمیں تو ہمارے آباء واجداد سے چلی آرہی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آباء واجداد بے دین اور ہدایت سے محروم رہ سکتے ہیں۔ جیسے بہت سے ماں باپ پتھر کی پوجا کرتے ہیں، بعض سورج کی بعض عیسیٰ کی اور بعض قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں باپ دادا کا طریقہ کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

آیت ۱۷۱: ان کافروں کی مثال جو باپ دادا کی تقلید بے سوچے سمجھے کرتے ہیں ان جانوروں کی طرح ہے جنکو چرواہا پکارتا ہے وہ جانور آواز تو سنتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ انھیں کیوں بلایا جارہا ہے ذبح کرنے بلا رہا ہے یا چارا کھلانے بلا رہا ہے۔ اسی طرح یہ مقلدین بھی بہرے ہیں کہ حق کی آواز نہیں سنتے، گونگے ہیں کیونکہ حق ان کی زبان سے نہیں نکلتا، اور اندھے ہیں کیونکہ حق دیکھ نہیں سکتے۔ اور بے عقل ہیں انکے پاس رائی کے دانے کے برابر بھی عقل نہیں کیونکہ اللہ اور بندے میں جو فرق ہے، محسوس نہیں کرتے۔ وہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں پھر اولیاء کو بھی سجدہ کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرنا اور اولیاء کی عبادت کرنا دونوں صحیح ہے۔ وہ توحید اور شرک میں، سنت و بدعت میں، حق و باطل میں فرق محسوس نہیں کرتے کیونکہ انکے پاس عقل نہیں ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھیں ہیں انھیں کھاؤ پیو اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو (۱۷۲) تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر ان چیزوں کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے (۱۷۳) بیشک جو لوگ ان

الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ
وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا
يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ
اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ
اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي
الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿١٧٦﴾ ع ٢١ ٩ ٥

باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کی ہیں اور اس کام کے عوض تھوڑا سا دنیوی فائدہ اُٹھا لیتے ہیں یہ لوگ دراصل اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کیلئے دکھ دینے والا عذاب ہوگا (۱۷۴) یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب خرید لیا، یہ لوگ جہنم کی آگ پر کتنا زیادہ صبر کرینگے؟ (۱۷۵) ان عذابوں کا باعث یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب اتاری اور اس کتاب میں اختلاف کرنے والے وہ اپنی ضد میں حد پار کر گئے ہیں۔ (۱۷۶)

آیت ۱۷۳: اس آیت میں چار حرام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ چیزیں حرام ہیں انھیں مت کھاؤ۔ لیکن آدمی کئی دن سے بھوکا ہو، مرجانے کے قریب ہو اور اسے کھانے کے لئے کوئی چیز نہ مل رہی ہو تو ان حالات میں جان بچانے کے لئے تھوڑی سی حرام چیز کھا سکتا ہے پہلے نمبر پر مردار چیز تھوڑی کھا سکتا ہے۔ دوسرے نمبر پر تھوڑا سا خون استعمال کر سکتا ہے تیسرے نمبر پر سور کا گوشت تھوڑا سا کھا سکتا ہے اگر کسی بھوکے انسان کو کھانے کے لئے کوئی چیز نہ مل رہی ہو۔ حتیٰ کہ مردار چیز بھی نہ ملے، کسی جانور کا خون بھی نہ ملے، اور سور کا گوشت بھی نہ ملے۔ تو آخری درجہ میں غیر اللہ کے نام پر پکا ہوا کھانا یا غیر اللہ کے نام کا گوشت تھوڑا سا کھا سکتا ہے۔ غیر اللہ کے نام کا کھانا مردار سے بدتر ہے، جانور کے خون سے بدتر اور سور کے گوشت سے بدتر ہے، لہٰذا غیر اللہ کے نام کے کھانے سے بچو کیونکہ وہ سب سے زیادہ حرام ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى
الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِي
الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ
الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي

نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا رُخ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر روز قیامت پر فرشتوں پر آسمانی کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور جو اپنی ضرورت کے باوجود مال کو قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں خرچ کرے نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، تنگ دستی دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے

الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِى الۡقَتۡلٰى ‌ؕ اَلۡحُرُّ بِالۡحُـرِّ وَالۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ وَالۡاُنۡثٰى بِالۡاُنۡثٰى‌ ؕ فَمَنۡ عُفِىَ لَهٗ مِنۡ اَخِيۡهِ شَىۡءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاَدَآءٌ اِلَيۡهِ بِاِحۡسَانٍ‌ ؕ ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَرَحۡمَةٌ ‌ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى بَعۡدَ ذٰ لِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَ لِيۡمٌ﴿۱۷۸﴾

لوگ ہیں اور یہی متقی اور پرہیزگار ہیں (۱۷۷) اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے غلام غلام کے بدلے عورت عورت کے بدلے۔ ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے تمہارے رب کی طرف سے یہ آسانی اور رحمت ہے، اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا۔ (۱۷۸)

اللہ کی بندگی صرف مشرق ومغرب کی طرف رخ کرنے میں نہیں ہے یعنی دین داری صرف رسم ورواج کا نام نہیں ہے بلکہ نیک اعمال اور اخلاق حسنہ ضروری ہے محض چند رسم ورواج ادا کرنے والے دیندار نہیں ہوسکتے۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں: نزولِ قرآن کے وقت دنیا کی عالمگیر مذہبی گمراہی یہ تھی کہ لوگ سمجھتے تھے دین سے مقصود محض شریعت کے ظاہری رسم ورواج ہیں اور انہی کے کرنے نہ کرنے پر انسان کی نجات اور سعادت موقوف ہے لیکن قرآن کہتا ہے اصل دین اللہ واحد کی عبودیت اور نیک عملی ہے، شریعت کے ظاہری رسوم واعمال اس لئے ہیں کہ یہ مقصود حاصل ہو پس جہاں تک دین کا تعلق ہے ساری طلب مقاصد کی ہونی چاہئے نہ کہ وسائل کی۔ (ترجمان القرآن)

آیت ۱۷۷: گزشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ یہود ونصاریٰ نے دعویٰ کیا تھا کہ ان کا قبلہ یعنی بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے عبادت کرنے والے ہی ہدایت پر ہیں۔ اب جو مسلمان بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں وہ غلط ہے اس میں نیکی نہیں ہے اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا کہ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو تو اب کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا نیکی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے صرف مشرق ومغرب کی طرف رُخ کرنا نیکی نہیں ہے۔ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر اس کی کتابوں پر اس کے نبیوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اس کے ساتھ غریبوں یتیموں کی مدد کرے، غلاموں کو آزاد کرے، مسافروں کی مدد کرے، نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے، عہد وپیمان کو پورا کرے اور صبر اختیار کرے یہ سب کام نیکی کے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان اور ابوحسیل رضی اللہ عنہما دونوں جنگ بدر میں شمولیت کے لئے جارہے تھے کہ راستہ میں قریش مکہ کے ہتھے چڑھ گئے اور اُنھوں نے ان سے عہد لے کر چھوڑا کہ وہ غزوۂ بدر میں حصہ نہیں لیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں صحابی قریش سے چھٹکارا حاصل کر کے میدان بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اس وقت

مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک آدمی کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا تم اپنا عہد پورا کرو اللہ ہماری مدد کرے گا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:3342)

آیت ۱۷۸: یعنی قصاص میں برابری فرض ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام پر اور عورت کے بدلے عورت پر حد جاری کرو۔ اور اس حد سے آگے نہ بڑھو جیسا کہ بعض لوگوں نے حدوں سے تجاوز کر کے اللہ کے احکام بدل ڈالے۔ عہد جاہلیت میں بنی قریظہ اور بنی نضیر کی جنگ ہوئی تھی۔ اس میں ثانی الذکر کو غلبہ حاصل ہوا تھا۔ پھر جب کوئی بنونضیر، بنوقریظہ کو قتل کر ڈالتا تو بنونظیر اس کے قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ مقتول کے عوض مقتول کے وارثوں کو سو وسق کھجوریں دے دیا کرتا تھا۔ لیکن جب بنوقریظہ کسی بنونضیر کو قتل کر ڈالتا تو بنوقریظہ اس کے قصاص میں قتل کر دیا جاتا تھا۔ اور اگر اس سے فدیہ لیا جاتا تو دوگنا لیا جاتا تھا۔ اللہ نے قصاص میں برابری کا حکم دیا کہ شرارت پسندوں کی، ردوبدل کر دینے والوں کی اور کفر و بغاوت کی وجہ سے اللہ کے احکام کی مخالفت کرنے والوں کی پیروی نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

قاتل کو معاف کرنے کے دو طریقے ہیں:

اللہ کے لئے مقتول کے وارث اسے معاف کر دیں تو وہ چھوڑ دیا جائے گا اور مقتول کے وارث دیت مالی معاوضہ لیکر قاتل کو چھوڑ سکتے ہیں قاتل کو چاہئے کہ اچھے طریقے سے خوشی سے دیت ادا کرے یعنی مقررہ پیسے ادا کرے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ۭ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ۭ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ؑ

ع ۶ ۲۲

اے عقلمندو! قصاص میں (خون کے بدلے میں) تمہارے لئے زندگی ہے اس کی وجہ سے تم (قتل ناحق سے) رکو گے (۱۷۹) تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جائے تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کیلئے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے پرہیزگاروں پر یہ حق اور واجب ہے (۱۸۰) اب جو شخص اسے سننے کے بعد بدل دے اس کا گناہ بدلنے والے پر ہی ہوگا واقعی اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے (۱۸۱) اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے انجانے میں یا جانتے بوجھتے طرفداری کا خطرہ ہو اور وہ وارثوں میں صلح کرا دے تو اس پر گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۸۲)

آیت ۱۷۹: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قصاص میں زندگی ہے جب لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اگر ہم کسی کو قتل کریں گے تو جواب میں ہم قتل کر دیئے جائیں گے تو لوگوں کے اندر ڈر اور خوف پیدا ہو گا اور وہ کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہیں کریں گے اس طرح معاشرے میں سب کی جان محفوظ رہے گی سب امن و چین کی زندگی گزاریں گے اس کا مشاہدہ آج بھی سعودی عرب میں کیا جا سکتا ہے جہاں یہ قانون ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ (۱۸۳) گنتی کے چند دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی کو پورا کرے اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے۔ لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزہ رکھنا ہے اگر تم سمجھو تو (۱۸۴) رمضان وہ (مبارک) مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے والے واضح دلائل ہیں لہٰذا تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پالے تو اس پر لازم ہے کہ پورا مہینہ روزہ رکھے۔ ہاں! اگر کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی چاہتا ہے سختی نہیں کرتا کہ تم مہینہ بھر کی گنتی پوری کر لو اور جو اللہ نے تمہیں ہدایت دی ہے اس پر اسکی بڑائی بیان کرو تا کہ تم شکر گزار بنو۔ (۱۸۵)

سورۂ بقرہ شروع سے ۱۷۶ آیات تک عقائد اور دین کے اُصول اور یہودیوں کی بد اخلاقی، نافرمانی و ناشکری کا بیان تھا۔

آیت نمبر ۱۷۷ سے دین کے مسائل اور احکام کا بیان ہو رہا ہے۔

گزشتہ آیات میں قصاص کا بیان تھا۔ اب ان آیات میں روزہ کا بیان ہے۔ روزہ اسلام کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے صوم کے معنی رُکنے کے ہیں، کھانے پینے سے رُکنا، اللہ کی نافرمانی سے رُکنا، جھوٹ سے رُکنا، لڑائی جھگڑے سے رُکنا وغیرہ۔

روزوں کا مقصد اور اس کے احکام:

روزے رکھنے کا مقصد اور فائدہ یہ ہے کہ آدمی متقی بن جائے۔ متقی کا مطلب ہے اللہ سے ڈرنے والا گناہ سے بچنے والا، اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا اور نافرمانی سے بچنے والا۔ متقی کا مطلب ہے بُرے کام کو چھوڑنے والا، غلط کاموں کو ترک کرنے والا، غلط عادات واطوار کو چھوڑنے والا۔ ہم نے روزے کے مقصد کو صحیح نہیں سمجھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک روزہ دار کھانا چھوڑ دیتا ہے مگر برائی نہیں چھوڑتا ایک روزہ دار پانی چھوڑ دیتا ہے مگر بُری عادت نہیں چھوڑتا ایک روزہ دار بیوی سے ملنا چھوڑ دیتا ہے مگر براعمل نہیں چھوڑتا۔ روزہ دار کو چاہیئے کہ کھانا پانی کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ بُرائی کو بھی چھوڑ دے۔ یہی روزوں کا اصل مقصد ہے۔ اگر ہم نے بُرائی کو نہ چھوڑا اور بُرائی سے بچنے کا جذبہ ہمارے اندر پیدا نہیں ہوا تو سمجھنا چاہئے کہ رمضان کے مہینہ میں بھوکے پیاسے رہے مگر ہم نے اصل روزہ نہیں رکھا۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِه فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پانی چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1770)

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1771)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ ڈھال ہے لہٰذا جب کوئی روزہ رکھے تو فحش اور گندی باتیں نہ کرے بیہودہ پن نہ دکھائے اور اگر روزہ دار سے گالی گلوچ کرے یا جھگڑا کرے تو روزہ دار کہہ دے کہ بھائی میں روزے سے ہوں تمہاری باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1771)

رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد مسلمان مرد اور عورت پر روزے فرض ہیں، مگر جو لوگ زیادہ عمر والے بوڑھے ہوں یا دائمی مریض ہوں تو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ مسافر و بیمار روزہ چھوڑ سکتا ہے مگر بعد میں قضاء روزے رکھے۔ صبح صادق سے لیکر سورج ڈوبنے تک کھانا پانی اور بیوی سے ہم بستری کرنے سے روزے دار رُک جائے۔

قرآن ماہِ رمضان کے لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر اتارا گیا اور وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے 23 سال میں مکمل نازل کیا گیا۔ (ابن کثیر)

قرآن رمضان میں یا لیلۃ القدر میں یا لیلۃ مبارکہ میں نازل ہوا صحیح ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر رمضان میں ہی اترا ہے لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ ایک ہی رات ہے۔ نبی کریم ﷺ اس مبارک مہینہ میں جبرئیل سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی آپ نے اس رمضان میں جبرئیلؑ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور کیا یعنی رسول ﷺ نے

جبرئیلؑ کو قرآن سنایا۔ رسول ﷺ نے رمضان کی تین راتوں 23، 25، 27 میں صحابہ کو با جماعت قیام اللیل بھی کروایا جس کو اب تراویح بھی کہا جاتا ہے۔ (صحیح سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 1166) یہ تراویح 8 رکعات مع وتر 11 گیارہ رکعات تھیں جس کی صراحت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے۔ (احسن البیان)

نبی ﷺ کا بیس رکعات تراویح پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1216)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز عشاء اور فجر کے درمیان گیارہ رکعتیں ادا فرماتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور پھر ساری نماز کو ایک رکعت سے وتر بناتے یعنی وتر ایک رکعت پڑھتے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1216) صحیح حدیث ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تراویح اور وتر ملا کر گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ لہٰذا 20 رکعات تراویح کی روایت ضعیف ہے۔

حضرت ابوسلمہؒ بن عبدالرحمانؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں رسول اللہ کی رات کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں رات کی نماز یعنی تراویح یا غیر رمضان میں رات کی نماز (یعنی تہجد) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے طول اور حسن کا کیا کہنا پھر چار رکعتیں پڑھتے جن کا طول و حسن کا کیا کہنا پھر تین رکعت وتر ادا فرماتے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1079)

یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اور صحیح حدیث ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ رسول اللہ تراویح اور وتر ملا کر صرف گیارہ رکعت پڑھتے تھے لہٰذا 20 رکعات تراویح سنت رسول نہیں ہے۔ سنت رسول 8 رکعات ہیں۔

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا

جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو کہئے کہ میں قریب ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں دعا قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں اس میں انکی بھلائی ہے (۱۸۶) روزں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم انکے لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے لہٰذا اللہ نے تم پر مہربانی کی اور تمہارا قصور معاف کر دیا، اب تم اپنی بیویوں

كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى
يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ
الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى
الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي
الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا
فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ
ع ۲۳ ۶ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ
مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ
تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ
اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

سے مباشرت کر سکتے ہو اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے مقرر کر رکھا ہے اسے طلب کرو اور تم کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔ تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کیلئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ (نقصان سے) بچیں (۱۸۷) اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھانا اور نہ ہی ایسے مقدمات، اس غرض سے حکام تک لے چلو کہ تم دوسروں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو (۱۸۸) لوگ آپ سے چاند کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کی عبادت کے وقتوں اور حج کے موسم کیلئے ہے (احرام کی حالت میں) گھروں کے پیچھے سے تمہارا آنا کچھ نیکی نہیں بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے، لہٰذا تم گھروں میں ان کے دروازوں سے ہی آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (۱۸۹)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ روزوں کے احکام بیان فرمایا تھا اور اس کی وضاحت کیا تھا کہ رمضان کی راتوں میں کھانا پینا جائز ہے۔ بعد کی آیات میں اس بات کی وضاحت کی جارہی ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے کھانا حرام ہے، حرام مال دن میں رات میں کبھی بھی نہیں کھا سکتے، چونکہ رمضان کا تعلق چاند دیکھنے سے ہے۔ اس لئے چاند کے تعلق سے کہا گیا کہ اس سے روزوں کے اوقات اسی طرح عیدین اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ
لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ
مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا (۱۹۰) اور انھیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انھیں نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمہیں نکالا ہے اور سنو فتنہ، قتل سے زیادہ سخت

الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے نہ لڑیں، اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو کافروں کا بدلہ یہی ہے (۱۹۱) پھر اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنیوالا ہے (۱۹۲) اور ان سے جنگ کرو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہ آجائے اگر یہ رُک جائیں تو تم بھی رُک جاؤ کیونکہ ظالموں کے سوا دوسروں پر زیادتی جائز نہیں (۱۹۳)

آیت ۱۹۳: غور فرمایئے کہ اگر مسلمان پہلے ہی جنگجو تھے تو ان آیات اور احکامات کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہی لوگ اسلام کا ابتدائی اور قیمتی سرمایہ تھے۔ اصل بات یہی تھی کہ اسلام کے یہ ابتدائی جانثار، صلح اور امن پسند تھے۔ پھر جب ظلم وفساد کے خاتمہ کے لئے ان پر جنگ فرض کی گئی تو اُنھوں نے اسے ناگوار سمجھنے کے باوجود اللہ کا حکم سمجھ کر سرانجام دیا۔ البتہ نوجوان اور جرأت مند طبقہ مکی دور میں بھی لڑائی کی اجازت مانگتا رہا مگر انھیں صبر ہی کی تلقین کی جاتی رہی۔

اس اعتراض کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جنگجو وہی لوگ کہلائے جاسکتے ہیں جو جارحانہ اقدامات کریں۔ اس معیار پر غور کرنے کے لئے دور نبوی ﷺ کی جنگوں کے اسباب پر سرسری نظر ڈالنی ہوگی۔

۱۔ غزوۂ بدر، اُحد اور خندق خالصتاً مدافعانہ جنگیں تھیں جو طوعاً وکرہاً مسلمانوں کو لڑنا پڑیں۔

۲۔ غزوۂ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ اور یہ سب یہودیوں کی بدعہدیوں اور فتنہ انگیزیوں کی بناء پر لڑی گئیں۔ اگر یہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہتے تو کبھی یہ جنگیں برپا نہ ہوتیں۔

۳۔ غزوۂ مکہ کا سبب قریش کی طرف سے معاہدۂ حدیبیہ کی عہد شکنی تھی۔

۴۔ سریہ مؤتہ اور غزوۂ تبوک، سفیر کے قتل اور سرحد کی حفاظت کے لئے پیش آئیں اور وہ کون سی حکومت ہے جو اپنے سفیر کے قتل پر خاموش رہ سکتی ہے یا اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے لشکر روانہ نہیں کرتی۔

۵۔ غزوۂ حنین، اوطاس اور طائف میں دشمن نے خود مسلمانوں کو جنگ کے لئے للکارا تھا۔

غور فرمایئے! ان میں سے کون سی جنگ کو جارحانہ یا ظالمانہ جنگ کا نام دیا جاسکتا ہے؟۔ (تیسیر القرآن)

جہاد: جہاد کے معنی بھرپور محنت، کوشش اور جدوجہد کے ہیں۔ مکہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کا حکم دیا یعنی قرآن کی تعلیمات کو اور اس کے پیغام کو پھیلانے میں بھرپور کوشش کی جائے چنانچہ رسول اللہ ﷺ صبح وشام رات ودن قرآن کی تبلیغ واشاعت میں لگ گئے گھروں میں، محلوں میں اور بازاروں میں قرآن کے پیغام کو سناتے تھے۔

کفار ومشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر اور مسلمانوں پر مکہ میں بڑا ظلم وستم کیا۔ مجبور ہو کر رسول ﷺ اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ میں مسلمان پر امن طور پر زندگی گزار رہے تھے کہ کفار و مشرکین اور یہودیوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا۔ مسلمانوں کی جان و مال کو، عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہو گیا اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر روک لگانے اور اسلام کو مٹا دینے کے منصوبے بنائے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنے مذہب اور جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے جہاد کیا۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ ملع

ماہ حرام میں جنگ کا بدلہ ماہ حرام میں ہی ہوگا اور تمام حرمتوں میں بدلے کی صورت یہی ہوگی، لہٰذا اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اس نے تم پر کی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی (نیک) لوگوں کے ساتھ ہے (۱۹۴) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو (بخیلی کر کے) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرنے کی عادت ڈالو، بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (۱۹۵)

آیت ۱۹۵: اگر اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت میں مال خرچ نہ کرو گے تو ہماری نسل اسلام سے ناواقف ہو کر شرک و بدعات کا شکار ہو جائے گی۔ لہٰذا ہم کو تبلیغ و اشاعت میں مال خرچ کرنا چاہئے۔ اسی طرح قوم کی ترقی اور کامیابی کے لئے قوم کی تعلیمی حالت سدھارنا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں مال خرچ کرنا چاہئے۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۫ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا

اور اللہ کی رضا کیلئے حج اور عمرہ پورا کرو اور اگر کہیں گھر جاؤ تو جو قربانی تمہیں میسر آ سکے وہی کر دو اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے، مگر جو شخص مریض ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (تو سر منڈوا سکتا ہے بشرطیکہ) روزوں سے یا صدقہ سے قربانی سے اس کا فدیہ ادا کر دے پھر جب تمہیں امن نصیب ہو جائے تو جو شخص حج کا زمانہ آنے تک عمرہ کا فائدہ اُٹھانا چاہے تو وہ قربانی کرے جو اُسے میسر آئے اور اگر قربانی میسر نہ آئے تو تین روزے حج کے

رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ
لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ
فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ ۙ
وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ
التَّقْوٰى ؗ وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

ع ۲۴ / ۸ — وقف النبی

دنوں میں رکھے اور سات گھر واپس پہنچ کر یہ کل دس روزے ہوجائیں گے۔ یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو مسجد الحرام (مکہ) کے باشندے نہ ہوں اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب دینے والا ہے۔(۱۹۶) حج کے مہینے مقرر ہیں جو شخص ان میں حج کا عزم کرے تو وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا رہے اور جو بھی نیکی تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ کا ڈر ہے اور اے عقلمندو (میری نافرمانی) کرنے سے ڈرتے رہو(۱۹۷)

آیت۱۹۶: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران:۹۷) جو لوگ کعبۃ اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر حج کرنا فرض ہے۔ قَالَ اَلْحَجُّ مَرَّةً وَاحِدَةً فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوَّعٌ۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر:1514) حج صرف ایک بار فرض ہے جو ایک سے زیادہ مرتبہ ادا کرے تو یہ نفلی عبادت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1424) جس نے حج کیا اور اس کے دوران شہوانی حرکات اور برائی سے بچا رہا تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوا جیسے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت تھا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَه جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1650) رسول ﷺ نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔ (حج مبرور کا مطلب ہے وہ حج جو رضائے الٰہی کیلئے ہو اور سنتِ رسول کے مطابق ہو)۔

رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ کرے اسے جلدی کرنا چاہئے، کیونکہ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے، ممکن ہے اونٹنی کھو جائے (پیسے ہاتھ سے نکل جائیں) راستہ پُرخطر ہوجائے اور سفر خرچ باقی نہ رہے اور ممکن ہے کوئی ضرورت ایسی پیش آئے جو سفر خرچ کو ناممکن بنادے۔ (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر:2874)

جو آدمی مکہ جانے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔ مکہ جانے کے لئے آج ایک لاکھ روپئے کی ضرورت ہے آج بہت سارے لوگ ہیں جن کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ وہ حج کر سکتے ہیں جیسے صاحب جائیداد لوگ ہیں جو 25 لاکھ سے 50 لاکھ کی جائیداد بیچ کر سارے پیسے کاروبار میں لگاتے ہیں مگر حج کے جانے کی فکر نہیں کرتے۔

بعض مالدار ہیں، ان کی ماہانہ آمدنی ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ہے وہ ہر ماہ سارے پیسے خرچ کرتے ہیں یا جائیداد بناتے

ہیں مگر حج کرنے کا خیال دل میں نہیں لاتے اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے سارے بچوں کی شادیاں کردو پھر حج کرو۔ بعض لوگ حج کا تعلق بڑھاپے سے جوڑتے ہیں یہ سب غلط خیالات ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جب بھی آپ مکہ کو جانے کی طاقت رکھتے ہوں تو آپ پر حج فرض ہوجاتا ہے اور اسے جلد سے جلد ادا کرنا چاہئے۔ فریضۂ حج ادا کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ حج کرنے سے چھوٹے اور بڑے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج کا بدلہ جنت ہے۔

عمرہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1650)

اس حدیث میں عمرہ کی فضیلت یہ بتلائی گئی ہے کہ گناہوں کا کفارہ ہے لیکن یہ بھی صغیرہ گناہوں کا ہی کفارہ ہے، عمرہ کا مطلب ہے احرام باندھ کر خانہ کعبہ کا طواف' صفا مروہ کی سعی' اور حلق یا تقصیر' (سر مونڈھنا یا بال کتروانا)۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَقْضِيْ حَجَّةً مَعِيَ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1730) رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا (فرمایا راوی کو شک ہے) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے)۔

حج اور عمرہ میں فرق یہ ہے کہ حج 8 اور 13 ذی الحجہ کے درمیان ہوتا ہے لیکن عمرہ ایام حج کے علاوہ سال بھر میں کسی بھی دن کیا جاسکتا ہے۔ البتہ عمرہ کے لئے بھی اسی طرح احرام باندھا جاتا ہے اور اسی طرح صفا و مروہ کی سعی کی جاتی ہے اور اسی طرح طواف کیا جاتا ہے جس طرح حج کے لئے کیا جاتا ہے حج میں قربانی اور وقوف عرفہ ہے مگر عمرہ میں نہیں ہے۔ حج ایک اجتماعی عبادت ہے اور عمرہ انفرادی عبادت ہے۔ رسول ﷺ نے ۷ ہجری میں عمرہ کیا تھا۔

آیت ۱۹۷: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اہل یمن حج کے لئے آتے تو سفر کا توشہ ساتھ نہیں لاتے اور کہا کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں یعنی بھروسہ کرتے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1426)

توکل کا یہ تصور اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ جب تم حج کیلئے نکلو تو راستے کے انتظامات کر کے نکلو پھر اللہ پر بھروسہ کرو اپنے حصے کا کام کرو پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ	اگر تم حج کے دوران اپنے رب کا فضل (رزق وغیرہ) تلاش کرو تو کوئی حرج نہیں پھر جب عرفات سے واپس آؤ تو مشعر الحرام (مزدلفہ) پہنچ کر اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمہیں بتایا ہے ورنہ اس سے پہلے تو تم راہ بھولے ہوئے تھے (۱۹۸) پھر وہاں سے واپس لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ سے

النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾	بخشش مانگتے رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والااور بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۹۹) پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکوتو اللہ تعالیٰ کو ایسے یاد کرو جیسے تم اپنے باپ داداؤں کو یاد کیا کرتے تھے، یا اس سے بھی بڑھ کرلوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں سب کچھ دنیا میں ہی دے دے ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (۲۰۰)

آیت ۱۹۸: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت کے بازار تھے۔لوگوں نے دورانِ حج کاروبار کرنے کو گناہ سمجھا تو صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ دوران حج تجارت کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:1909، 1956)

آیت ۲۰۰: حج سے فارغ ہوکر ذکر اللہ کی کثرت کا حکم یعنی حج سے فارغ ہوکر خوب اللہ کا ذکر کرو جیسے جاہلیت میں باپ دادا کا ذکر کیا کرتے تھے یا جیسے اولاد ماں باپ کو یاد کرتی رہتی ہے اسی طرح اللہ کو یاد کرتے رہو پھر کثرتِ ذکر کے بعد دعائیں مانگنے کی ترغیب دی گئی کیونکہ حج قبولیت کا عمل ہے اور اسکے پاس والی گھڑیاں قبولیت کی ہیں پھر ان کی برائی بیان کی جو دنیا ہی مانگتے ہیں اور آخرت بالکل چھوڑ دیتے ہیں ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ بھی حصہ نہیں۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں: بعض دیہاتی موقف میں ٹھہر کر دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ: اس سال خوب بارش فرما، خوب خیر و برکت عطا فرما، ارزانی کر اور گرانی دور فرما، اور آخرت سے بالکل قطع نظر کرلیا کرتے تھے تو اللہ نے ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت اتاری ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ	اور کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی (ہماری دنیا اور آخرت اچھی کر) اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے (۲۰۱) ایسے لوگوں کا اپنی اپنی کمائی کے مطابق (دنیا و آخرت میں) حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ فوراً حساب چکانے والا ہے (۲۰۲) ان گنتی کے دنوں میں اللہ کو خوب یاد کرو، پھر اگر کوئی شخص جلدی کر کے دو دنوں میں واپس ہوگیا تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں۔اور اگر ایک دن کی تاخیر

النصف

عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا
اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ مِنَ النَّاسِ
مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ
الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ
لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ
اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ
اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ
جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

کرے تو بھی کوئی بات نہیں بشرطیکہ اللہ سے ڈرنے والا ہو اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور جان لو کہ (آخرت میں) تم اسی کے دربار میں جمع کئے جاؤ گے۔(۲۰۳) اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنی نیک نیتی پر اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے حالانکہ وہ کج بحث قسم کا جھگڑالو ہوتا ہے (۲۰۴) اور جب وہ (ایسی باتیں کرنے کے بعد بولتا ہے تو عملاً اس کی تگ و دو یہ ہوتی ہے کہ زمین میں فساد مچائے اور کھیتی اور نسل انسانی کو تباہ کر دے حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا (۲۰۵) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو تکبر اور تعصب اُسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔ ایسے آدمی کیلئے بس جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے (۲۰۶)

گزشتہ آیات میں روزہ، صدقہ اور حج کا ذکر تھا جن سے انسان کے ایمان اور اخلاق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اب ان آیات میں دو آدمیوں کا ذکر ہے ایک منافق اور دوسرا مومن۔

آیت ۲۰۵-۲۰۶: منافق وہ ہے جو بھلائی کو ظاہر کرے اور برائی کو چھپائے جو اسلام کو ظاہر کرے اور کفر کو چھپائے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪
وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ
الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ
مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى
اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع ۲۵ ۱۴ ۹

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کیلئے اپنی جان تک بیچ ڈالتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بڑا مہربان ہے (۲۰۷) اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۲۰۸) پھر اگر تم روشن دلائل آ جانے کے بعد بھی پھسل گئے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے (۲۰۹) یہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے بادلوں کے سایہ میں انکے پاس آئیں اور قصہ ہی صاف کر دیا جائے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔(۲۱۰)

آیت ۲۰۷: ایک شخص منافق تھا جس کا ذکر اوپر گذرا، اب مومن کا ذکر ہے۔ سچا مومن وہ ہے جو اللہ کے لئے سب کچھ قربان کر دے۔ اسلام کے لئے اگر مال کی ضرورت پیش آئے تو مال قربان کر دے اور اگر جان کی ضرورت پیش آئے تو جان بھی قربان کر دے۔ یہ آیت حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے نازل ہوئی ہے۔ جب یہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو کفار و مشرکین نے روکا، صہیب رومی رضی اللہ عنہ سواری سے اترے اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر فرمایا: اے کفار! تم جانتے ہو کہ میں بہترین تیر چلانے والا ہوں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا اور جب تک میرے پاس یہ تیر ہیں تم مجھے چھو نہیں سکتے اور اگر تیر ختم ہو جائیں تو میرے پاس تلوار بھی ہے اور جب تک یہ تلوار نہ ٹوٹے تم میرے قریب نہیں آ سکتے، تو کافروں نے کہا کہ تم جب یہاں آئے تو غریب تھے اب بہت مال کما چکے ہو، ہم چاہتے ہیں کہ مال و دولت ہمارے حوالے کر دو۔ صہیبؓ نے کہا: تم کو مال کی ضرورت ہے، اگر میں تمہیں مال دے دوں تو تم مجھے مدینہ جانے دو گے؟ تو کفار نے کہا کہ ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے سارا مال ان کے حوالے کیا اور مدینہ چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صہیبؓ کی تجارت کامیاب رہی۔ صہیبؓ کا سودا کامیاب رہا۔ یعنی اللہ کیلئے سب کچھ قربان کر کے مدینہ آئے۔ (فتح القدیر)

آیت ۲۰۸۔۲۰۹: اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اس طرح نہ کرو جو باتیں تم کو پسند ہوں یا تمہاری خواہشات کے مطابق یا تمہارے لئے فائدہ مند ہوں، انھیں قبول کر و اور جو اپنی مصلحت اور پسند کے خلاف ہو وہ چھوڑ دو، تو یہ ایمان اور اسلام نہیں ہے۔

اسلام کا مطلب ہے اللہ اور رسول کے حکم کے آگے مکمل طور سے جھک جائیں جو اللہ اور رسول حکم دیں اسے تسلیم کریں چاہے فائدہ ہو یا نقصان۔ جو اللہ اور رسول فیصلہ کریں اسے قبول کریں چاہے ہم کو پسند آئے یا نہ آئے۔ کچھ لوگ دین کو عبادات یعنی مساجد تک محدود کرنا اور سیاست و ایوان حکومت سے دیس نکالا دینا چاہتے ہیں۔ اسی طرح عوام کو بھی سمجھایا جا رہا ہے جو رسوم و رواج کو پسند کرتے ہیں اسے چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے جیسے مرگ اور شادی بیاہ مسرفانہ اور ہندوانہ رسوم و رواج 'اور یہ کہا جا رہا ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو۔ (احسن البیان)

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: ایمان کی برکتیں اور سعادتیں حاصل کرنے کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ اسلام کے دائرے میں آ جاؤ بلکہ چاہئے کہ پوری طرح آ جاؤ یعنی اعتقاد و عمل کے ہر گوشے میں ایمان کی روح تمہارے اندر پیدا ہو جائے اور تم سراپا پیکر ایمان ہو جاؤ۔ (ترجمان القرآن)

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زُيِّنَ	آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے! کہ ہم نے کتنی ہی کھلی نشانیاں انہیں دی تھیں، پھر جو قوم اللہ کی نعمت کو پا لینے کے بعد اسے بدل دے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سخت سزا دینے

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ
مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ
اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۠ وَ
اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ
النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ
اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ
اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ
مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى
يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى
نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

والا ہے۔(۲۱۱) کافروں کے لئے دنیا کی زندگی بڑی خوشنما بنادی گئی ہے، اور وہ ایمان والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، حالانکہ قیامت کے دن یہی متقی لوگ ان سے بالاتر ہوں گے (رہی یہ دنیاوی زندگی تو یہاں) اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے (۲۱۲) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے، (پھر انھوں نے آپس میں اختلاف کیا) تو اللہ نے انبیاء کو بھیجا جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے ان پر اللہ نے حق کو واضح کرنے والی کتاب نازل کیا، تا کہ لوگوں کے درمیان ہر اختلافی معاملے کا فیصلہ ہو جائے اور واضح دلائل آجانے کے بعد جن لوگوں نے اختلاف کیا (اس کا سبب) ان میں ضد اور اَنا کا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا پھر جو ایمان لے آئے انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان اختلافی اُمور میں حق کا راستہ دکھا دیا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے (۲۱۳) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یوں ہی آسانی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے، جبکہ تمہیں ابھی وہ مصائب پیش ہی نہیں آئے جو تم سے پہلے اہل ایمان کو پیش آئے۔ ان پر اسقدر سختیاں اور مصیبتیں آئیں جنھوں نے انکو ہلا کے رکھ دیا حتیٰ کہ رسول اور انکے ساتھ اہل ایمان بھی سب پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئیگی؟ (اللہ نے فرمایا) سن لو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے (۲۱۴)

صراط مستقیم سے مراد اتحاد ہے:

آیت ۲۱۳: صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ، جب کوئی قوم سیدھا راستہ پر چلتی ہے تو وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتی ہے۔ اس آیت میں صراط مستقیم سے مراد اتحاد ہے۔ جب مسلمان متحد ہو جائیں تو کامیاب ہوں گے۔ آج مسلمانوں کے زوال کا بہت بڑا سبب ان کا اختلاف ہے۔ اگر مسلمان اختلاف کو چھوڑ دیں تو متحد ہو سکتے ہیں، اتحاد میں عزت اور کامیابی ہے، ترقی اور بھلائی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ اختلاف کو مٹانے کیلئے ہی اللہ نے قرآن کو نازل کیا اور رسول کو بھیجا۔ اگر مسلمان

اللہ کی کتاب قرآن کی طرف توجہ کریں اور رسول کے فرمان صحیح حدیث کی طرف توجہ کریں تو سارا اختلاف ختم ہوسکتا ہے۔

مثلاً محرم کا مہینہ برکت والا ہے یا منحوس ہے۔ جب ہم قرآن وحدیث کی طرف دیکھتے ہیں قرآن وحدیث میں لکھا ہے کہ محرم کا مہینہ خیر و برکت والا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں شادی بیاہ کرنا اچھا ہے۔ مگر بہت سے مسلمان، محرم کو منحوس مہینہ کہتے ہیں اور اس وجہ سے اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔ جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ کون کہتا ہے کہ محرم منحوس مہینہ ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہماری خالہ نے کہا کہ محرم منحوس ہے ہمارے ماموں نے کہا کہ محرم منحوس ہے۔

ہم مسلمان ہیں، ہمارے پاس قرآن وحدیث ہے۔ جب بھی کوئی اختلاف پیدا ہو تو قرآن وحدیث کی طرف رجوع کریں تو ہمارا اختلاف دور ہوسکتا ہے۔ اختلاف مٹانے کے لئے ہی قرآن وحدیث ہے۔ ہم ضد اور ہٹ دھرمی کا راستہ چھوڑ دیں کہ ہم ہمارے باپ داداؤں کی ہی پیروی کریں گے۔ ہم مرشدوں کے طریقہ پر ہی چلیں گے بلکہ یہ کہو کہ ہم قرآن وحدیث کے راستہ پر ہی چلیں گے یہی سیدھا راستہ ہے اور اسی میں اتحاد ہے۔

آیت ۲۱۴: مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مومن ہونے کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ تم نے ایمان کا اقرار کرلیا اور جنتی ہوگئے بلکہ ضروری ہے کہ ان تمام آزمائشوں میں ثابت قدم رہو جو تم سے پہلے حق پرستوں کو پیش آچکی ہیں اور تمہیں بھی پیش آئیں گی۔ (ترجمان القرآن)

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ
خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ
خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا
شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا
شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ع يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ع ۲۶ ۱۰
قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہئے کہ جو بھی مال تم خرچ کرو اس کے حق دار ماں باپ، رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر ہیں، اور جو بھی بھلائی کا کام تم کرو یقیناً اللہ تعالیٰ اُسے خوب جانتا ہے (۲۱۵) تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور یہ بات عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اس حقیقت کو اللہ بہتر جانتا ہے تم نہیں جانتے (۲۱۶) (اے محمدؐ) آپ سے حرمت والے مہینہ میں لڑائی سے متعلق پوچھتے ہیں، آپ ان سے کہئے کہ حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنا (فی الواقع) بہت بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (میں مسلمانوں کو عبادت) سے روکنا اور وہاں کے

اللّٰہِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

باشندوں کو وہاں سے نکال دینا اس سے بھی بڑے گناہ ہیں، اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑا گناہ ہے (اور یہ سب کام تم کرتے ہو) اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کے بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں (مرتد کر دیں) اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے (اس حالت میں) مر جائے کہ وہ کافر ہی ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسمیں ہمیشہ رہینگے (۲۱۷) اور جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم کرنیوالا ہے (۲۱۸)

آیت ۲۱۵: اس آیت میں خیرات کرنے کا حکم ہے اور اس بات کی وضاحت بھی کہ خیرات کا مطلب صرف غیروں ہی کو دینا نہیں ہے بلکہ اپنوں کو بھی دینا ہے اور اگر رشتہ دار غریب اور محتاج ہوں تو ان کی مدد کرنا افضل ہے۔

آیت ۲۱۶: جنگ کرنا اچھی بات نہیں مگر جب باطل طاقتور ہو جائے اور انسانوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگے اور حق کی تبلیغ و اشاعت کیلئے رکاوٹ بن جائے تو ایسی حالت میں باطل کو کمزور کرنے کے لئے جنگ کرنا ضروری ہے۔ اور وہ بڑے ثواب کا کام ہے اور اسی کو جہاد کہتے ہیں۔ قرآن نے جنگ کا قدم نہیں اٹھایا کیونکہ وہ امن کا داعی ہے، لیکن جب اس پر حملہ ہوا تو اس نے کبھی پیٹھ نہیں دکھائی۔

آیت ۲۱۷: حرمت والے مہینہ میں حملہ کی ابتدا نہیں کرنی چاہئے۔ اگر کفار و مشرکین حملہ کریں تو جواب میں حملہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین و اعتقاد کے معاملہ میں کسی طرح کی زبردستی اور کسی طرح کا ظلم و ستم جائز نہیں۔ دین کی راہ دل کے اعتقاد و یقین کی راہ ہے اور دل کو دین کی طرف مائل کرنے کے لئے دلیل و ثبوت اور محبت و حکمت درکار ہے۔ (ترجمان القرآن)

قریش مکہ کا فتنہ یہ تھا کہ وہ ظلم و زبردستی سے دین کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمانوں پر ظلم و ستم کریں گے تو وہ اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف مائل ہوں گے۔ مگر یہ صحیح طریقہ نہ تھا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا، یہ ایک پروپیگنڈہ ہے اور دشمنوں کی سازش ہے۔ اسلام محبت اور حکمت سے پھیلا، اسلام مسلمانوں کے اخلاق سے پھیلا، اسلام دلیل سے پھیلا جبکہ شرک اور کفر کے پاس کوئی دلیل نہ تھی، اسلام دلیل کے زور پر پھیلا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ۲۱۹ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۲۰	وہ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں کاموں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدہ بھی ہے۔ ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ وہ آپ سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے کہ جو کچھ بھی ضروریات سے زائد ہو (اسے خرچ کیجئے) اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تا کہ تم غور وفکر کرو (۲۱۹) دنیا اور آخرت کے بارے میں اور وہ یتیموں کے تعلق سے بھی آپ سے پوچھتے ہیں ان سے کہئے کہ انکی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر انھیں اپنے ساتھ رکھ لو تو وہ تمہارے ہی بھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اصلاح کرنیوالے اور بگاڑ کرنیوالے کو خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر سختی کر سکتا تھا، بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے (۲۲۰)

گزشتہ آیات میں جہاد کا بیان تھا اور جہاد اس لئے تھا تا کہ ان کے ذریعہ دین حق کی مدد کی جائے اور کفر و باطل کو کمزور کیا جائے۔ اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ مسلمان قوم کی اپنی اندرونی حالت بھی مضبوط ہو جائے یعنی قوم با کردار اور با اخلاق ہو۔ مثلاً جوا اور شراب سے مسلمان قوم پرہیز کرے کوئی مسلمان شراب نہ پئے اور کوئی مسلمان جوا نہ کھیلے۔

انصار کی ایک جماعت جس میں عمر فاروقؓ بھی تھے، رسول اللہ کے پاس آئی، شراب اور جوئے کے تعلق سے پوچھا کہ ان سے عقل اور مال کو نقصان پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا۔

جن دنوں شراب کی حرمت کی آیت نازل ہونے والی تھی تو حضرت عمر فاروقؓ نے کہا خدایا تو اس کو واضح کر دے اس پر سورۃ بقرہ کی آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۔ (البقرۃ:۲۱۹)

عمر فاروقؓ کو بلایا گیا اور انھیں یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی لیکن عمر فاروقؓ نے پھر یہی دعا کی کہ خدایا ہمارے لئے اور واضح بیان فرما دے۔ اس پر سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء:۴۳) اے ایمان والو! جب تم نشے میں ہو تو نماز کے قریب بھی مت جاؤ یہاں تک کہ جو کچھ تم کہتے ہوا سے سمجھنے لگو۔

عمر فاروقؓ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت کی بھی تلاوت کی گئی۔ عمر فاروقؓ نے پھر یہ دعا کی کہ یا اللہ! ہم پر اس بات کو اور واضح کردے تب سورۂ مائدہ کی آیت ۹۰۔۹۱ نازل ہوئی: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴿٩١﴾ (المائدۃ:۹۰۔۹۱) اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور آستانے اور پانسے کے تیر یہ سب شیطان کے گندے کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم ان سے باز آؤ گے (یعنی ان بری چیزوں کو چھوڑ دو گے) پھر حضرت عمر فاروقؓ کو بلا کر یہ آیات سنائی گئی تو وہ بول اُٹھے انتھینا انتھینا ہم ان چیزوں سے رُک گئے ہم ان چیزوں سے باز آ گئے۔ (صحیح نسائی، حدیث نمبر: 5540 تفسیر ابن کثیر)

شراب اور جوئے کے تعلق سے پہلا حکم آیا جس میں صرف یہ کہا گیا کہ اس میں نقصان زیادہ ہے تا کہ ذہن اس کی حرمت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اس کے بعد شراب جوئے اور اس نوعیت کی تمام چیزوں کو قطعی حرام کر دیا گیا۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شراب اور جوا فرنگی تہذیب میں جائز ہی نہیں بلکہ عین ان کی تہذیب کا حصہ ہے۔ اسی طرح پہلے عرب میں بھی وہاں کی تہذیب کا یہ حصہ تھا۔ شراب اور جوا عام بات تھی۔ عزت کی بات تھی، اسی طرح شراب ہندی تہذیب، مصری تہذیب اور رومی تہذیب کا حصہ تھی۔ اسلام نے آ کر شراب اور جوئے کو حرام قرار دیا اور تمام مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ شراب کو اُم الخبائث کہا گیا ہے۔ یعنی شراب ہر بُرائی کی جڑ ہے۔ شراب پینے کے بعد بڑی سے بڑی بُرائی آدمی کر سکتا ہے۔

نسائی شریف میں ایک روایت حضرت عثمان غنیؓ سے ہے اُنھوں نے کہا کہ شراب سے بچو کیونکہ وہ اُم الخبائث یعنی تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔

پہلے زمانہ میں ایک عبادت گذار شخص تھا۔ ایک بدکار عورت نے اسے بلایا کہ تجھے ایک گواہی دینا ہے میرے پاس آ جب وہ شخص اس کے گھر میں داخل ہوا تو دروازہ بند کر دیا گیا اور اس سے عورت نے کہا: گواہی کیلئے نہیں زنا کرنے کیلئے بلایا گیا ہے اس نے کہا میں زنا نہیں کروں گا تو اس عورت نے کہا اس غلام کو قتل کر دے اس نے کہا میں قتل بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اس عورت نے کہا کہ کم سے کم شراب پی ورنہ میں تجھے نہیں چھوڑوں گی۔ اس عبادت گزار شخص نے مجبوراً شراب پی لی۔ خوب شراب پینے کے بعد اس نے بدکار عورت کے ساتھ زنا کیا پھر اس غلام کو قتل بھی کر دیا۔ (صحیح نسائی، حدیث نمبر: 5666) اس طرح شراب پینے کے بعد آدمی زنا اور قتل بھی کرنے تیار ہو جاتا ہے، اس لئے شراب کو بُرائیوں کی جڑ کہا گیا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ شراب کے قریب نہ جائیں۔

آیت ۲۱۹: يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ

یہاں جس انفاق کا ذکر ہے اس کا تعلق ہنگامی حالات میں دین کی اشاعت وتبلیغ کے لئے اور اسلام کے دفاع کے لئے اپنے پاس ضروریات سے جو زائد چیز ہے اسے خرچ کر دینا مراد ہے۔

اللہ نے جن کو مال دیا ہے وہ مال انسان کا نہیں بلکہ مال اللہ کا ہے، انسان اس کا امین اور خزانچی ہے۔ جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتا اللہ اس سے چھین لیتا ہے اور جو نکالتا ہے اللہ اسکے مال کی حفاظت کرتا ہے اور بڑھاتا ہے۔

ضرورت سے زائد سارا مال خرچ کر دینا نفلی صدقات کی آخری حد ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سارے کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور بعد میں خود محتاج ہو جائے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو جائے۔ اور ابتدا ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1337) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے تو ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں گھورنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد زادِراہ ہے وہ اسے دیدے جس کے پاس زادِراہ نہیں ہے غرض یہ کہ آپ نے مال کی ایک ایک قسم کا ایسے ہی جدا جدا ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ اپنے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:3258)

صدقہ کی کم از کم حد فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ ہے۔ جو کفر اور اسلام کی سرحد پر واقع ہے۔ بالفاظ دیگر زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا کافر ہے مسلمان نہیں۔ جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں سے جہاد کیا تھا۔ اور ان دونوں حدوں کے درمیان وسیع میدان ہے اور اہل خیر حضرات جتنی نیکیاں چاہیں کما سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے یا کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ (النساء:۱۰) اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اچھی نیت سے۔ (الانعام:۱۵۲)

تو جس صحابی کے گھر میں یتیم تھا اس نے اس کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا۔ اس کا کھانا الگ رکھا جاتا حتیٰ کہ کھانے پینے کی کوئی چیز بچ جاتی تو اسے بھی استعمال نہ کیا جاتا اور وہ خراب ہو جاتی اس ڈر سے کہ ہم اس وعید کے مستحق نہ ہو جائیں اور کافی تکلیف پیش آ رہی تھی تو صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ اصل بات یتیم کے ساتھ بھلائی ہو اگر یتیم کے ساتھ اور اس کے مال کے ساتھ بھلائی کی نیت ہو تو اس کا مال اس کا کھانا تمہارے کھانے سے مل جانے میں کوئی بُرائی نہیں ہے۔ وہ بھی تمہارا بھائی ہے اور اللہ اچھے اور بُرے انسان کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ
مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ
لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ
مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ
اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى
الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٢١﴾ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ ع ٢٧ ٥ ١١
الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي
الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا
تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿٢٢٢﴾
نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى
شِئْتُمْ ۫ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٢٣﴾
وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ
تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ
اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٤﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ
قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٢٥﴾ لِلَّذِيْنَ
يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ
اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں ،ایک مومن لونڈی آزاد مشرکہ سے بہتر ہے ،اگرچہ وہ تمھیں خوبصورت لگے اور مشرک مردوں سے اپنی عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں ۔ایک مومن غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے خواہ تمھیں وہ (مشرک) اچھا لگے ۔یہ مشرک لوگ تو تمھیں جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے، وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرمارہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۲۲۱) آپ سے لوگ حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں ،کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے ،،حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں تو ان کے قریب نہ جاؤ ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے اجازت دی ہے ۔اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے (۲۲۲) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں ،اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیجئے (۲۲۳) اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا (اس طرح) نشانہ نہ بناؤ کہ بھلائی اور پرہیز گاری اور لوگوں کے درمیان کی اصلاح کو چھوڑ بیٹھو اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے (۲۲۴) اور اللہ تعالیٰ تمہاری لغو (بلا ارادہ یا عادۃ) قسموں پر گرفت نہیں کرے گا لیکن جو تم سچے دل سے قسم کھاتے ہو اس پر ضرور گرفت کرے گا ،اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا بردبار ہے (۲۲۵) جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسم کھالیں ان کے لئے چار ماہ مہلت ہے ،اس دوران اگر

رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾

ع ۲۸ ۱۲

وہ رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۲۲۶) اور اگر طلاق ہی کی ٹھان لیں تو بیشک اللہ (تمہارے ارادوں کو) سننے والا اور جاننے والا ہے (۲۲۷) اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، اور انھیں یہ جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے رحم میں (یعنی پیٹ میں) پیدا کیا اسے چھپائیں، اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، ان کے خاوند اس مدت میں انھیں لوٹا لینے کے پورے حق دار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔ اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں۔ اچھائی کے ساتھ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے (۲۲۸)

گزشتہ آیات میں بعض سماجی اور معاشرتی بیماریوں کی طرف توجہ دلائی گئی تھی جن سے اُمت کمزور ہوسکتی ہے جیسے شراب اور جوا اس سے صحت کا نقصان، اخلاق کا نقصان، مال کا نقصان اور ان سب کے ساتھ شراب اور جوئے سے آپس میں لڑائی جھگڑے اور آپس کی دشمنی جنم لیتی ہے لہٰذا شراب اور جوئے کو حرام کر دیا گیا۔ دوسری بات یہ بتائی گئی تھی کہ قوم کو مضبوط کرنے کیلئے خاندان کو مضبوط کرنا چاہئے تو اللہ تعالیٰ نے دین کو اہمیت دی کہ جب عورت اور مرد کا رشتہ طے کرو تو دین کو اہمیت دو مثلاً ایک مومن اور مسلمان مرد ایک مشرکہ عورت سے ہرگز نکاح نہ کرے اگر چہ کہ وہ مشرکہ عورت خوبصورت ہو اور مالدار بھی ہو اسکے مقابلہ میں ایک غریب اور بدصورت ہی صحیح ایک مسلمان لڑکی سے شادی کرو کیونکہ مشرکہ عورت جہنم کی طرف آپکو دعوت دیگی اور مسلمان عورت جنت کی طرف دعوت دیگی۔ اب ان آیات میں خلع اور طلاق کی بات بتائی جارہی ہے۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر یا تو سیدھی طرح اپنے پاس رکھ لینا ہے یا بھلے طریقہ سے چھوڑ دینا ہے اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ واپس لے لو جو کچھ انھیں دے چکے ہو، الّا یہ کہ دونوں میاں بیوی ڈرتے ہوں کہ وہ حدود اللہ کی پابندی نہ کرسکیں گے۔ ہاں اگر وہ اس بات سے ڈرتے ہوں کہ اللہ کی حدود کی پابندی نہ کرسکیں گے تو پھر

فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٢٩﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا
تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ
اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٠﴾ وَ
اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ
نَفْسَهٗ ۭ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَ
اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ
عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾ۧ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ ع ٢٩ ١٤
اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ
اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ۭ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٢﴾

عورت اگر کچھ دیکر رہائی پالے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں خبردار ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں (۲۲۹) پھر اگر مرد تیسری طلاق بھی دے تو اس کے بعد وہ عورت اس کیلئے حلال نہ رہے گی حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرے، ہاں اگر دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے تو پھر پہلا خاوند (شوہر) اور یہ عورت دونوں اگر یہ گمان غالب رکھتے ہوں کہ وہ حدود اللہ کی پابندی کر سکیں گے تو وہ آپس میں رجوع کر سکتے ہیں اور ان پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ یہ ہیں اللہ کی حدود جنھیں اللہ تعالیٰ اہل علم کیلئے کھول کر بیان کرتا ہے (۲۳۰) جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انھیں اچھی طرح بساؤ، یا بھلائی کے ساتھ الگ کر دو اور انھیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم و زیادتی کے لئے نہ روکو، جو شخص ایسا کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تم اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ بناؤ اور اللہ کا احسان جو تم پر ہے اسے یاد کرو اور جو کچھ کتاب وحکمت اس نے نازل فرمائی ہے جس سے تمہیں نصیحت کر رہا ہے اسے بھی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے (۲۳۱) اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انھیں انکے خاوندوں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں، یہ نصیحت انہیں کی جاتی ہے جنھیں تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین ہو، اس میں تمہاری بہترین صفائی اور پاکیزگی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (۲۳۲)

طلاق اسلام میں رجعی ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ طلاق اسلام میں رجعی ہے۔ رجعی کا مطلب ہے کہ ایک آدمی طلاق دینے کے بعد اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے، اپنی بیوی سے مل سکتا ہے کیونکہ ایک آدمی جب بیوی کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تو بڑے آرام سے اس کی زندگی گزرتی ہے اس کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اسے بیوی سے جدائی اور تکلیف کا تجربہ نہیں ہے۔

طلاق دینے کے بعد جب وہ بیوی سے جدا ہوتا ہے تو اسے تکلیف محسوس ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی بیوی سے مل جائے۔ اللہ کو یہ بات پہلے سے معلوم تھی کہ انسان جلد بازی میں غصہ میں طلاق دیدے گا پھر جب بیوی کی جدائی سے تکلیف ہوگی تو بیوی سے ملنا چاہے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے طلاق کو رجعی رکھا۔ اگر کوئی غصہ میں یا جلد بازی میں ایک وقت میں تین طلاق دیدے تو وہ صرف ایک طلاق ہوگی اور شوہر بیوی سے مل سکتا ہے بیوی اس پر حرام نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک دم تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں تو وہ بات غلط ہے، کیونکہ وہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ پہلے ماہ میں ایک طلاق رجعی ہوگی اور شوہر کو بیوی کی جدائی کی تکلیف محسوس ہوگی اور فوراً بیوی سے مل جائے گا۔ اگر کوئی سخت دل انسان ایک ماہ بیوی کی جدائی برداشت کرے تو دوسرے ماہ کی جدائی برداشت نہ کرے گا اور وہ بیوی سے مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم تھی اس لئے اس نے دوسری طلاق بھی رجعی رکھا یعنی شوہر چاہے تو بیوی سے مل سکتا ہے۔ پورے دو ماہ گزرنے کے بعد جب شوہر تیسری طلاق دیتا ہے تب شوہر بیوی سے نہیں مل سکتا رجوع نہیں ہوسکتا بیوی حرام ہوگئی۔

طلاق رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے دوسال میں بھی ایسا تھا کہ کوئی ایک ساتھ تین طلاق دیتا تو اسے ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ اس معاملہ میں جلد بازی سے کام لینے لگے جس میں انھیں مہلت ملی تھی تو کاش ہم اسے ان پر نافذ کردیتے چنانچہ اُنھوں نے اس کو ان پر نافذ کردیا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2689)

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص حالات کے پیش نظر یہ قدم اُٹھایا تھا۔ تاریخ سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ ایک دور ایسا آیا کہ عراق اور شام سے گرفتار ہوکر آنے والی عورتوں کی تعداد میں جب اضافہ ہونے لگا۔ یہ عورتیں اپنے حسن و جمال میں ممتاز تھیں۔ عرب باشندے ان پر کچھ ایسے فریفتہ ہورہے تھے کہ اپنی بیویوں کو تین طلاقیں بیک وقت دینے لگ گئے تاکہ اپنی پسندیدہ عورتوں کو مطمئن کرسکیں۔ باہر کی عورتیں ہی نہیں بلکہ عربی عورتیں بھی ایسی ہوتیں جن کی شادی کے لئے یہ شرط ہوتی تھی کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے دو تاکہ وہ تمہارے لئے حلال نہ رہے۔ اور عیش وعشرت بلاشرکت غیرے ہمارے حصہ میں آسکے۔ ان عورتوں کو بالعموم مسائل کی باریکیوں کا علم نہ ہوتا۔ وہ مطمئن ہوکر شادی کرلیتیں۔ وہ اس سے بے خبر ہوتیں کہ مرد طلاق سے رجوع بھی کرسکتا

ہے۔ جب مرد رجوع کر لیتا تو یہ چیز نزاع کا باعث بن جایا کرتی تھی۔ پھر باہم ایسی بدمزگیاں پیدا ہوتیں کہ زندگی کا سکون واطمینان سب غائب ہو جاتا۔ عرب نژاد اپنی پچھلی خاندانی بیویوں کو ترک بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ چند ماہ بعد نسبی حفاظت کی غرض سے خاندانی عرب بیویوں سے رجوع کر کے انھیں واپس لانے لگتے۔

حضرت عمرؓ کو ان حالات میں خرابیوں پر قابو پالینے کی تدبیر یہ نظر آئی کہ بیک وقت دی جانے والی تین طلاق کو تین مرتبہ کی طلاق کا درجہ دیا جائے تاکہ عرب اپنی خاندانی بیوی کو طلاق دینے سے باز آ جائیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ قدم درحقیقت مخصوص حالات اور انتظامی مصلحت کے پیش نظر اُٹھایا تھا۔ خلیفۂ وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عارضی طور پر خصوصی حالات کو دیکھتے ہوئے کسی خاص حکم کو معطل کر دے۔ خلافت راشدہ میں اس کی دوسری مثالیں بھی مل سکتی ہیں۔ خود عمرؓ نے قحط کے زمانے میں چوری کی سزا کو کچھ دنوں کے لئے معطل کر دیا تھا۔ عمرؓ نے اپنے فیصلہ کو مستقل قانون نہیں بنایا تھا۔ جس پر ہمیشہ عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت ایک آرڈی نَنس کی تھی۔ پھر اپنے اس اقدام پر انھیں ندامت بھی ہوئی۔ (اغاثۃ اللہفان عن مصائد الشیطان ج ۱/ صفحہ ۳۵۱)

عورت کو پاکی کی حالت میں ایک طلاق دیں یہ طلاق رجعی ہوگی یعنی مرد چاہے تو اپنی بیوی سے مل سکتا ہے اگر ملنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر دوسری پاکی میں دوسری طلاق دے یہ طلاق بھی رجعی ہے، اگر مرد اپنی بیوی سے ملنا چاہے تو مل سکتا ہے اگر ملنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر تیسری پاکی میں تیسری طلاق دے اس کے بعد مرد اب بیوی سے نہیں مل سکتا وہ اس پر حرام ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک ماہ میں ایک طلاق ہوگی۔ دوسرے ماہ میں دوسری طلاق ہوگی پھر تیسرے ماہ میں تیسری طلاق ہوگی۔ اگر کوئی ایک ہی وقت میں ایک دن میں ایک محفل میں تین طلاق دے تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی بقیہ دو طلاقیں بے کار ہو جائیں گی۔ جیسے فرض کرو آج پہلی تاریخ ہے اگر کوئی آدمی پہلی تاریخ میں عشاء کی نماز تین بار پڑھے اور سمجھے کہ میں نے پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کی نمازیں پڑھ لی ہیں تو ہم کہیں گے پہلی تاریخ کی عشاء کی نماز صحیح ہوگی اور دوسری اور تیسری تاریخ کی غلط ہو جائیں گی۔ کیونکہ ایک دن میں ایک ہی عشاء کی نماز ہے۔ ایک دن میں تین عشاء کی نمازیں نہیں ہیں۔ اسی طرح ایک ماہ میں ایک ہی طلاق ہے ایک ماہ میں تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔

یعنی وہ طلاق جس میں خاوند کو (عدت کے اندر) رجوع کا حق حاصل ہے وہ دو مرتبہ ہے پہلی مرتبہ طلاق کے بعد بھی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع کر سکتا ہے۔ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں یہ حق طلاق ورجوع غیر محدود تھا۔ جس سے عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ آدمی بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا۔ اس طرح اسے نہ بساتا تھا، نہ آزاد کرتا تھا۔ اللہ نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا۔ اور پہلی یا دوسری مرتبہ سوچنے اور غور کرنے کی سہولت سے محروم بھی نہیں کیا۔ ورنہ اگر پہلی مرتبہ کی طلاق میں ہی ہمیشہ کے لئے جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس سے پیدا ہونے والے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے "طَلَّقَتَانِ" دو طلاقیں دو نہیں فرمایا بلکہ (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) طلاق دو مرتبہ فرمایا ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ بیک وقت دو بار طلاقیں دینا اور انھیں بیک

وقت نافذ کر دینا حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے۔حکمتِ الٰہی اسی بات کی مقتضی کہ ایک مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) مرد کو سوچنے اور سمجھنے اور جلد بازی یا غصے میں کئے گئے فیصلے کے ازالے کا موقع دیا جائے۔ یہ حکمت ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک طلاق رجعی قرار دینے میں ہی باقی رہتی ہے، جیسا کہ محدثین اور سلف کا مذہب ہے۔ نہ کہ تینوں کو بیک وقت نافذ کر کے سوچنے اور غلطی کا ازالہ کرنے کی سہولت سے محروم کر دینے کی صورت میں جیسا کہ بعض لوگوں کا نقطۂ نظر ہے۔

تیسری طلاق کے بعد خاوند اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح البتہ یہ عورت کسی اور جگہ نکاح کر لے اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق دیدے، یا فوت ہو جائے تو اس کے بعد زوج اول سے اس کا نکاح جائز ہو گا لیکن اس کے لئے ہمارے ملک میں جو حلالہ کا طریقہ رائج ہے یہ لعنتی فعل ہے۔ نبیؐ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر:1811) حلالہ کی غرض سے کیا گیا نکاح، نکاح نہیں ہے، زنا کاری ہے۔ اس نکاح سے عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو گی۔

آج کل کے بعض علماء اس آیت سے اپنے حلالہ مروجہ کا جسے حدیث میں باعث لعنت قرار دیا گیا ہے۔ اثبات کرتے ہیں جو غلط ہے۔ **فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا**

(**اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ**) میں بتلایا گیا تھا کہ دو طلاق تک رجوع کرنے کا اختیار ہے اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ رجوع عدت کے اندر اندر ہو سکتا ہے۔ عدت گزرنے کے بعد نہیں۔ اس لئے یہ تکرار نہیں جس طرح کہ بظاہر معلوم ہوتی ہے۔

آیت ۲۲۹: اس آیت میں خلع کا بیان ہے۔ یعنی عورت شوہر سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے تو اس صورت میں شوہر عورت سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے۔ شوہر اگر علیحدگی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گی۔ اور اگر وہ اسے نہ مانے تو عدالت نکاح فسخ کر دے گی۔ گویا خلع بذریعہ طلاق بھی ہو سکتا ہے اور بذریعہ فسخ بھی۔ دونوں صورتوں میں عدت ایک حیض ہے۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر:1932) عورت کو یہ حق دینے کے ساتھ اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ عورت بغیر کسی معقول عذر کے شوہر سے علیحدگی یعنی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔ اگر ایسا کرے گی تو نبی ﷺ نے ایسی عورتوں کے لئے یہ سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گی۔ (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر:1672)

خلع:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ اَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ مَا اَعْتُبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ ، وَلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس ؓ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثابت بن قیس ؓ کے اخلاق کی کسی خرابی کے سبب سے مجھے ان پر غصہ نہیں ہے اور نہ دین (میں کسی کمی) کی وجہ سے لیکن میں اسلام کی حالت میں ناشکری کو پسند نہیں کرتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اسکا باغ اسے واپس کر دو گی؟ کہا کہ

ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم اپنا باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4867)
بخاری کی ایک روایت میں ہے وَلٰكِنِّيْ لَا أُطِيْقُهُ (لیکن میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی) اس گزارش کا ماحصل یہ ہے کہ میں اپنے شوہر سے جدائی چاہتی ہوں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میرے شوہر کے دین واخلاق میں کسی قسم کا کوئی نقص ہے۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ مجھے طبعی طور پر وہ پسند نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ وہ میرے شوہر ہوتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ حسن معاشرت کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے اور میں خدا کی نگاہ میں گنہگار ٹھہروں۔
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ شکل وصورت کے لحاظ سے بہت اچھے نہ تھے۔ لیکن بیوی بہت حسین وجمیل تھی۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی انھیں پسند نہیں کرتی تھی۔ اس لئے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ میں اپنے شوہر سے جدا ہونا چاہتی ہوں۔ آپ نے اس درخواست پر ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیں اور اپنا باغ واپس لے لیں۔ جس طرح مرد کو شریعت نے طلاق کا اختیار دیا ہے اسی طرح عورت کو خلع کا حق حاصل ہے۔ اگر مرد کے ساتھ اس کا نباہ ناممکن ہو رہا ہے تو عورت شوہر کو کچھ دے کر یا مہر لوٹا کر اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتی ہے۔

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾ وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾

جو باپ چاہتا ہو کہ اس کا بچہ پوری مدت دودھ پئے تو مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں اور ماں اور بچے کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری اس (باپ) پر ہے وہ یہ خرچ بھلے طریقہ سے ادا کرے مگر کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے، نہ تو والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ باپ کو بچے کی وجہ سے۔ (اگر باپ مرجائے تو) یہی ذمہ داری وارث پر ہے اور اگر وہ باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو کسی سے دودھ پلوانا چاہو تو بھی کوئی حرج نہیں جب کہ تم دایہ کو دستور کے مطابق اس کا معاوضہ دے دو جو تم نے طے کیا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے (۲۳۳) اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں (مرجائیں) اور ان کی بیوی زندہ ہوں تو ایسی بیوائیں چار ماہ دس دن انتظار کریں، پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو تم پر اس بات کا کچھ گناہ نہیں اپنے حق میں جو کچھ وہ بھلے طریقے سے کریں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (۲۳۴)

آیت ۲۳۳: اس آیت میں مسئلہ رضاعت کا بیان ہے۔ اس میں پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ جو مدت رضاعت پوری کرنی چاہے تو وہ دو سال پورے دودھ پلائے۔ ان الفاظ سے اس سے کم مدت تک دودھ پلانے کی بھی گنجائش نکلتی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مدت رضاعت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ جیسا کہ ترمذی میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے لَا یُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا مَافَتَقَ الْاَمْعَاءِ فِی الثَّدْیِ وَکَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ (صحیح سنن ترمذی، حدیث نمبر: 1152)

وہی رضاعت (دودھ پلانا) حرمت ثابت کرتی ہے جو چھاتی سے نکل کر آنتوں کو پھاڑے اور یہ دودھ چھڑانے (کی مدت) سے پہلے ہو۔ رضاعت سے وہ رشتہ قائم ہو جائے گا جس کے بعد رضاعی بہن بھائیوں میں آپس میں اسی طرح نکاح حرام ہوگا۔ جس طرح نسبی بہن بھائیوں میں حرام ہوتا ہے۔ (حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ) (صحیح بخاری کتاب النکاح کا ایک باب ہے) رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جائیں گے جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ (احسن البیان)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ۬ وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
ع ۱۴ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۲۳۵ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۲۳۶ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا

ایسی بیواؤں کو اگر تم اشارتاً پیغام نکاح دے دو یا یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھو دونوں صورتوں میں تم پر کوئی گناہ نہیں، اللہ جانتا ہے کہ تم انھیں (دل میں) یاد رکھتے ہو لیکن ان سے کوئی معاہدہ پوشیدہ طور پر نہ کرنا ہاں جو بات کرنا ہو معروف طریقے سے کرو، مگر ان سے عقد نکاح کا ارادہ مت کرو جب تک ان کی عدت گزر نہ جائے، اور جان لو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ لہٰذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بردبار ہے (۲۳۵) تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم ایسی عورتوں کو طلاق دے دو جنھیں تم نے نہیں چھوا ہے اور نہ ہی مہر مقرر کیا ہو البتہ انھیں کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو وسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق انھیں بھلے طریقے سے رخصت کرے یہ نیک آدمیوں پر حق ہے (۲۳۶) اور اگر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو مگر ان کا مہر مقرر ہو چکا ہو تو طے شدہ مہر میں کا آدھا ادا کرنا ہوگا، اِلّا یہ کہ وہ عورتیں از خود معاف کر دیں یا انکا ولی معاف کر دے اور اگر تم درگزر کرو (اور پورے کا پورا مہر دیدو) تو یہ بات تقویٰ سے قریب ہے اور باہمی معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو اور جو کچھ بھی تم

اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَی
الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ۚ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ
قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ
تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ
وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ
مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ
خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْۤ
اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ
حَكِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا
عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ
ع ۳۱ ۷ ۱۵ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

کرتے ہو اللہ یقیناً اسے دیکھ رہا ہے (۲۳۷) اپنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص کر کے درمیانی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو (۲۳۸) اگر تم حالتِ خوف میں ہو پیدل ہو یا سوار (جیسے ممکن ہو نماز ادا کرو) مگر جب امن میسر ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جسے تم پہلے نہ جانتے تھے (۲۳۹) تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور ان کی بیویاں موجود ہوں تو وہ اپنی بیویوں (بیواؤں) کے حق میں وصیت کر جائیں کہ سال بھر انھیں نان و نفقہ (کھانے کا خرچ) دیا جائے اور گھر سے نکالا نہ جائے۔ لیکن تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اگر ان کے ذہن میں اپنے لئے کوئی اچھی تجویز ہو اور وہ از خود گھر سے چلی جائیں، تو اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ (۲۴۰) مطلقہ عورتوں کو بھی بھلے طریقے سے کچھ دے کر رخصت کرو، یہ متقیوں کے لئے ضروری ہے۔ (۲۴۱) اللہ تعالیٰ اسی انداز سے اپنے احکام صاف طریقہ سے بیان کرتا ہے اُمید ہے کہ تم عقل سے کام لو گے۔ (۲۴۲)

بیوی کیلئے وصیت کا یہ ابتدائی حکم ہے' بعد میں بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن مقرر کر دی گئی ہے دیکھئے (البقرۃ: ۲۳۴) اور آیت میراث (النساء: ۱۲) کی رو سے شوہر کی میراث میں بیوی کا حق مقرر کر دیا گیا چنانچہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ
اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ
اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَ قَاتِلُوْا فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾
مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

کیا آپ نے ان کے حال پر بھی غور کیا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے، حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اللہ نے انھیں کہا مر جاؤ (چنانچہ وہ مر گئے) پھر اللہ نے انھیں زندہ کر دیا بیشک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت اللہ کا شکر ادا نہیں کرتی۔ (۲۴۳) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان لو کہ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (۲۴۴) کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے (اللہ کی راہ

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ
وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ
مِنْۢ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا
لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا
نُقَاتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ
دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ
تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ
بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ
الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ
يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ
عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ
وَ اللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ
يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ
بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ ع ۳۲ ۱۶
اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ
فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْۤ اِلَّا

میں مدد کرے) تو اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر دے، اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے۔ اور تمہیں اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے (۲۴۵) کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کے معاملہ پر بھی غور کیا جب اُنھوں نے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ نبی نے کہا کہیں ایسی بات نہ ہو کہ تم پر جہاد فرض کر دیا جائے اور تم لڑنے سے انکار کر دو وہ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں جب کہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال کر بال بچوں سے جدا کر دیا گیا ہے، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے چند کے سوا سب کے سب (اپنے عہد سے) پھر گئے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے (۲۴۶) ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے وہ کہنے لگے بھلا ہم پر حکومت کا حق دار وہ کیسے بن گیا؟ اس سے زیادہ ہم خود حکومت کے حق دار ہیں، اور اس کے پاس کچھ مال و دولت بھی نہیں نبی نے کہا اللہ نے تم پر اسے منتخب کیا ہے کیونکہ وہ علم میں اور جسمانی طاقت میں تم سے زیادہ ہے اور اللہ جسے چاہے حکومت دے اور اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ (۲۴۷) نیز ان کے نبی نے ان سے کہا ''طالوت کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون قلب اور وہ باقی اشیاء ہیں جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑی تھی اس صندوق کو فرشتے اٹھالائیں گے، اگر تم مومن ہو تو اس میں تمہارے لئے کافی نشانی ہے (۲۴۸) پھر جب طالوت اپنے لشکر لیکر چل پڑا تو اس نے کہا کہ اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرے گا جس نے اس نہر سے پانی پیا وہ میرا ساتھی نہیں میرا ساتھی وہ ہے جو اسے نہ پیئے سوائے چلو بھر پانی کے (اس پر کوئی حرج نہیں) پھر ان میں

مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

سے چند کے سوائے سب نے خوب جی بھر کر پانی پیا، پھر جب طالوت اور اس کے لشکر اس سے آگے گئے تو وہ کہنے لگے آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں، البتہ ان میں سے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں کہنے لگے کہ کئی بار چھوٹی سی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب رہی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(۲۴۹) اور جب ان کا جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوا تو کہنے لگے اے ہمارے رب ہم کو صبر عطا کر، اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما (۲۵۰) پھر اس تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے انھیں شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے بادشاہی اور حکمت عطا فرمائی اور جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمایا اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ نہ ہٹاتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے (۲۵۱) یہ اللہ کی آیات ہیں جنھیں ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں اور بلاشبہ آپ رسولوں میں سے ہیں (۲۵۲)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے خاندان کو بہتر اور مضبوط بنانے کے تعلق سے کہا تھا کیونکہ خاندان کی درستگی پر سماج اور قوم کی درستگی اور کامیابی ہے۔ اب ان آیات میں جہاد کا حکم دے رہا ہے تاکہ قوم کی تہذیب اور قوم کے عقیدے کی حفاظت کی جائے اور جب تک ایک جماعت حق کی تائید نہ کرے تو حق کی حفاظت نہ ہو سکے گی۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اُمت مسلمہ کی مثال دی کہ وہ لوگ تھوڑے تھے مگر حق کی حمایت کیلئے کھڑے ہو گئے اور حق کو سر بلند کرنے کیلئے کفار سے جہاد کئے اور اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوئے۔ اگر حق پرست لوگ جہاد نہ کرتے تو کامیاب بھی نہ ہوتے۔ حضرت موسیٰ کے بعد کچھ عرصہ تو بنی اسرائیل راہِ راست پر رہے مگر بعد میں ان میں کئی خرابیاں پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔ اس زوال کے زمانہ میں بنی اسرائیل میں انبیاء ہی ان کے حکمراں ہوا کرتے تھے جو کہ عدالتی فیصلے وغیرہ بھی کرتے۔ بنی اسرائیل نے غالباً دوسرے بڑے بڑے بادشاہوں سے متاثر ہو کر اپنے نبی سموئیل سے مطالبہ کر دیا کہ ہمارے لئے بادشاہ مقرر کریں جسکی قیادت میں ہم جہاد کرینگے۔

ابتداہی میں جالوت جو کہ طاقتور پہلوان تھا۔ لشکر کا سربراہ اور لوہے میں ڈوبا ہوا تھا باہر نکل کر دعوت مبارزت دینے لگا۔ کسی کو مقابلہ

کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ داؤد علیہ السلام نے نشانہ باندھ کر پتھر مارا جو کہ اس کے سر کو چیرتے ہوئے گدی تک چلا گیا۔ داؤد علیہ السلام بھی جو ابھی پیغمبر تھے نہ بادشاہ، اس لشکر طالوت میں ایک سپاہی کے طور پر شامل تھے۔ ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جالوت کا خاتمہ کیا اور ان تھوڑے سے اہل ایمان کے ذریعہ سے ایک بڑی قوم کو شکست فاش دلوائی۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہت بھی عطا فرمائی اور نبوت بھی۔ حکمت سے بعض نے نبوت، بعض نے صنعت، آہن گری اور بعض نے ان اُمور کی سمجھ مراد لی ہے۔ اس موقع پر جنگ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادے سے فیصلہ کن ثابت ہوئی۔

آیت ۲۴۴: جہاد کے لئے مالی قربانی کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا کہ اسکی واپسی اللہ کے ذمہ واجب ہے اور بندوں کے دیئے ہوئے مال کو خوب بڑھا کر ایک لازوال خزانے کی صورت میں واپس دینا چاہتا ہے۔

آیت ۲۵۱: یہ جہاد کی ضرورت اور اس کا فلسفہ بیان ہوا ہے یہ مذہب کے جوگیانہ اور راہبانہ تصور کی نفی ہے جو جنگ و جہاد کو تقویٰ اور دینداری کے خلاف قرار دیتا ہے نیک لوگ حق پرست لوگ جو جہاد کرتے ہیں یا جنگ کرتے ہیں اس کا مقصد حق اور انصاف کے قائم کرنے کے لئے ہے اور شر وفساد کو مٹانا ہے جیسے داوٗد علیہ السلام نے جالوت سے جنگ کئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفار ومشرکین سے جنگ کئے۔

آیت ۲۵۲: اس آیت میں اللہ نے زمین کا انتظام برقرار رکھنے کے لئے اپنا ضابطہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کسی قوم کو ایک خاص حد تک زمین میں غلبہ وطاقت حاصل کرنے کی قوت وتوفیق عطا فرماتا ہے۔ پھر جب وہ قوم فساد فی الارض میں مبتلا ہو کر اس حد سے آگے بڑھنے لگتی ہے تو کسی دوسری قوم کے ذریعہ اس کا زور توڑ دیتا ہے اور اللہ اگر ایسا نہ کرتا اور ایک ہی قوم یا پارٹی کا اقتدار زمین میں ہمیشہ قائم رکھتا تو اس کا ظلم وتشدد انتہا کو پہنچ جاتا اور اللہ کی زمین میں فساد عظیم برپا ہو جاتا۔ اس لحاظ سے اللہ کا یہ ضابطہ تمام اقوام پر اس کی بہت مہربانی ہے۔ (تیسیر القرآن)

قانونِ دفع:

یعنی ایسا قانون جو ظالموں کی کمر توڑ دے، جو ظالموں کو ختم کر دے اللہ تعالیٰ ظلم کو برداشت نہیں کرتا کیونکہ وہ انسانوں پر رحم کرنے والا ہے اس لئے مظلوموں اور کمزوروں کی مدد کے لئے بعض حق پرستوں کو پیدا کر دیتا ہے جو ظالم کے خلاف کھڑے ہوتے ہیں اور مقابلہ کر کے اسے ختم کر دیتے ہیں یا اللہ تعالیٰ خود کوئی عذاب نازل کر کے ظالموں کو ختم کر دیتا ہے جیسے قوم عاد پر ہواؤں کا عذاب آیا۔ ہوا کے ذریعہ ان کو ہلاک کیا۔ قومِ فرعون کو دریا میں غرق کر دیا۔

جالوت جیسے ظالم وقاتل کو داوٗد علیہ السلام کے ذریعہ ختم کیا اور مکہ کے ابو جہل اور ابولہب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مٹا دیا اور اللہ تعالیٰ فتنہ وفساد کو پسند نہیں کرتا۔ آج کے زمانے میں امریکہ اور اسرائیل مسلمانوں پر بہت ظلم وستم کر رہے ہیں ان کے مقابلہ میں اللہ کسی طاقت کو ضرور کھڑا کرے گا اور کمزور مسلمانوں کی ضرور مدد کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

الجزء ٣ وقف لازم

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۖ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ (ع ٣٣ ٥) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے بات کی اور بعض وہ ہیں جن کے درجات بلند کئے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات دیئے اور روح القدس (جبرئیلؑ) کے ذریعہ ان کی مدد کی۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان رسولوں کے بعد لوگ آپس میں نہ جھگڑتے، کیونکہ ان کے پاس واضح احکام آچکے تھے، لیکن وہ اختلافات میں پڑ گئے، ان میں سے بعض لوگ ایمان لائے اور بعض نے کفر کا راستہ اختیار کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لڑائی جھگڑے نہ کرتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۲۵۳) اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو روزی دی ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ ہی سفارش، اور جو لوگ ان باتوں کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔ (۲۵۴)

تشریح: گذشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں طالوت کو درجہ اور فضیلت عطا فرمایا، اب ان آیات میں بتایا جارہا ہے کہ اسی طرح رسولوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ بنایا، یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بات کرتے تھے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ دیا تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کردیتے تھے، اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیا بنایا اور سارے جہاں کا رسول بنایا اور آپ کی نبوت اور رسالت کو قیامت تک جاری رکھا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نبی کو کسی دوسرے نبی پر فضیلت مت دو۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 6405)

آیت ۲۵۳: اور ایک حدیث میں فرمایا: تم مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ تو اس سے ایک دوسرے پر فضیلت کا انکار لازم نہیں آتا بلکہ یہ امت کو انبیاء علیہم السلام کی بابت ادب واحترام سکھایا گیا ہے۔ اس لئے تم میری فضیلت بھی اس طرح بیان نہ کرنا کہ اس سے دوسرے انبیاء کی شان کے خلاف ہو۔ (احسن البیان، فتح القدیر)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا
تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ
يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ
مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــٔـــوْدُهٗ
حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۲۵۵ لَآ
اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ
مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا
انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۵۶ اَللّٰهُ
وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَوْلِيٰۗــــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ
النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵۷ ع ۳۴ ۲

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور سب کا تھامنے والا ہے، اس پر نہ اونگھ غالب آتی ہے اور نہ نیند۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے دربار میں سفارش کر سکے؟ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو لوگوں کے پیچھے ہے وہ اسے بھی جانتا ہے، اور لوگ اس کے علم میں سے کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر اتنا ہی جتنا وہ خود چاہے، اس کی کرسی آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں، وہ بلند و برتر اور عظمت والا ہے (۲۵۵) دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں بالکل واضح ہو چکی ہے۔ اب جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے (۲۵۶) اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ انہیں (کفر و شرک) کے اندھیروں سے نکال کر (اسلام کی) روشنی کی طرف لے آتا ہے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کے دوست طاغوت ہیں، جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (۲۵۷)

تشریح: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے، اب یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ اگرچہ انبیاء مختلف تھے جیسے موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر ان کا دین ایک تھا، یعنی اسلام۔ ان کی دعوت ایک تھی، دعوت توحید مگر بعد کے لوگوں نے دین کے نام پر جنگ و جدال کیا اور ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے، یہ غلط طریقہ ہے۔

آیت الکرسی کی فضیلت:

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اسے جنت میں جانے سے کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے مگر موت۔ (سنن نسائی الکبری حدیث نمبر 9928 علامہ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے)

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیۃ الکرسی قرآن کی عظیم ترین آیت ہے۔ (صحیح مسند احمد حدیث نمبر 13309)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃِ رمضان، (صدقۂ فطر) کی نگرانی پر مقرر کیا، میرے پاس ایک آنے والا آیا اور غلے میں سے مٹھی بھر کر لینے لگا تو میں نے اس کو پکڑا اور کہا: میں تم کو اللہ کے رسول کے پاس لے جاؤں گا، اس طرح تین دن ہوتا رہا۔ پھر پورا قصہ بیان کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے ابوہریرہ! جب تم سونے کیلئے اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو، صبح ہونے تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر ایک نگہبان فرشتہ مقرر رہے گا، جو تمہاری حفاظت کرے گا اور شیطان صبح ہونے تک قریب نہ پھٹکے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گو وہ بڑا جھوٹا ہے مگر یہ بات اس نے سچی کہی، وہ شیطان تھا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4634)

آیت الکرسی آیت ۲۵۵:

یہ آیت، آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہے اور اس میں اللہ کی ایسی مکمل معرفت بیان کی گئی ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی لئے اس کو قرآن کی سب سے افضل آیت قرار دیا گیا ہے۔

ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ابوالمنذر! جانتے ہو، تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے عظمت والی آیت کونسی ہے؟ میں نے کہا "اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: ابوالمنذر! جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے کہا کہ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ابوالمنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر: 1343)

آیت الکرسی میں دس جملے ہیں

پہلا جملہ دعویٰ ہے، باقی نو جملے دلیل ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کے لئے عبادت، سجدہ، رکوع، نذر و نیاز کیوں نہیں ہے۔ اللہ نے پہلی دلیل یہ دی کہ اللہ اَلْحَیُّ ہے ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انبیاء و اولیاء مرتے ہیں، مرنے والے کو سجدہ نہیں۔ دوسری دلیل دیا کہ اللہ اَلْقَیُّوْمُ ہے۔ قائم بالذات ہے اور دوسری تمام اشیاء کو قائم رکھنے والی ہستی ہے۔ اَلْقَیُّوْمُ کہہ کر اللہ نے عیسائیوں کو جواب دیا ہے کہ اے عیسائیو! تم عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہو۔ حالانکہ وہ کھانا کھاتے تھے۔ وَكَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ دونوں ماں بیٹا کھانا کھاتے تھے۔ جو کھانا کھاتا ہو وہ معبود نہیں ہوسکتا۔ اللہ وہ ہے جو کھانا

نہیں کھاتا بلکہ کھلاتا ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ٹھیک ہے اللہ زندہ ہے وہ مرے گا نہیں۔تو کیا وہ اپنے بندوں کی پکار کو ہر وقت سنتا ہے۔ اللہ نے جواب دیا: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اللہ کو نہ اونگھ ہے اور نہ نیند آتی ہے۔اونگھ نیند کا ابتدائی درجہ ہے اور نیند ایک اضطراری کیفیت ہے جو ہر جاندار کو اس وقت لاحق ہوتی ہے جب وہ کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ایسی حالت میں نیند غالب آکر اسے بے ہوش بنا دیتی ہے اور اس میں موت کے کچھ آثار بھی پائے جاتے ہیں۔اسی لئے احادیث میں نیند کو موت کی بہن قرار دیا ہے۔اور بعض احادیث میں اسے موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔اگر اللہ کو اونگھ یا نیند آجائے تو ساری کائنات درہم برہم ہو جائے اور انبیاء واولیاء کو نیند آتی ہے اور جسے نیند آئے وہ عبادت کے لائق نہیں۔سجدہ اور نذر و نیاز کے لائق نہیں۔لہٰذا وہ الٰہ نہیں ہو سکتے۔چوتھی دلیل پیش کیا کہ آسمان و زمین کا مالک اللہ ہے۔ساری کائنات اس کی مخلوق و مملوک اور غلام ہے اس لئے مالک کو سجدہ ہوگا بندہ اور غلام کو نہیں۔اولیاء اور انبیاء بندے ہیں۔غلام ہیں اس لئے ان کو سجدہ نہیں ہوگا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا کوئی ساجھی دار مقرب بندہ ہے جو گناہ گاروں کو بخشوا دیں گے؟ اللہ نے فرمایا: پانچویں دلیل دے کر، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ یہود و نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ ہم اولیاء اللہ کے مقرب ہیں اس لئے صرف سفارش ہی نہیں بلکہ دباؤ ڈال کر اپنے ماننے والے کو اللہ کی گرفت سے بچا سکتے ہیں اور بگڑی بنا سکتے ہیں۔ آج یہی عقیدہ جاہل مسلمانوں کا ہے کہ ولی بخشوا دیں گے۔اللہ نے فرمایا: کون ہے جو سفارش کر سکے گا اللہ کی اجازت کے بغیر۔

اللہ کے حکم سے انبیاء واولیاء سفارش کریں گے۔موحدین کے حق میں۔بدعتی و مشرکوں کے حق میں سفارش نہ ہوگی۔ایک فرقہ ہے جو میت کے ساتھ ایک ورق پر لکھ کر قبر میں ڈالتا ہے۔بڑا نمازی تھا، حاجی تھا۔اللہ نے فرمایا چھٹی دلیل دے کر کہ اللہ اس کے اگلے اور پچھلے سب کو جانتا ہے کہ مرنے والا کیا تھا۔اور کیسا تھا۔

ساتویں دلیل دیا کہ اللہ کی کرسی ساری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے۔پھر اللہ کی گرفت سے بچ کر کہاں جا سکتا ہے۔آٹھویں دلیل دیا کہ کائنات کے انتظام وانصرام سے تھکتا نہیں۔انسان تھکتا ہے جو تھک جاتا ہے اس کو سجدہ نہیں۔

نویں دلیل دیا کہ وہ عَلِيٌّ اور عَظِيْمٌ ہے۔اگر انسان اللہ کے ان دو صفاتی نام کی حقیقت کو جان لے تو شرک کی غلاظت میں کبھی نہ ڈوبے گا۔عَلِيٌّ یعنی بلند و برتر (اس سے اونچا کوئی نہیں) عَظِيْمٌ یعنی عظمت والا (اس سے بڑا کوئی نہیں) جو سب سے بڑا ہے اور سب کے اوپر ہے اس کو سجدہ ہوگا اور وہی عبادت کے لائق ہے۔

شفاعت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا تو اللہ مجھے اسی حال میں چھوڑ دیگا جتنی دیر چاہے پھر مجھ سے کہے گا کہ اپنا سر اٹھاؤ، اور کہو سنا جائیگا، اور شفاعت کرو، قبول کی جائیگی، (صحیح بخاری حدیث نمبر:3092)

شفاعت اہل توحید کیلئے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون خوش بخت ہوگا جس کو آپ کی شفاعت نصیب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پورے خلوص قلب کے ساتھ کہا ہوگا۔(صحیح بخاری حدیث نمبر:97)

آیۃ الکرسی کی وضاحت: آیۃ الکرسی میں خدا کی پہچان بتائی گئی ہے۔ اللہ وہ ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اللہ کے سوا یہ بات کسی میں نہیں پائی جاتی، اس لئے دوسرے لوگ الٰہ نہیں ہیں، لہٰذا ان کی عبادت کرنا غلط ہے، جیسے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوکر دو ہزار سال ہوئے، اس سے پہلے وہ زندہ نہیں تھے، رام پانچ ہزار سال پہلے پیدا ہوئے اس سے پہلے وہ زندہ نہیں تھے، اسی طرح اولیاء اللہ چند سو سال پہلے پیدا ہوئے اس سے پہلے وہ زندہ نہیں تھے اور اب وہ مر چکے ہیں، لہٰذا ان کی قبروں پر سجدہ کرنا ان کا طواف کرنا ان سے مدد مانگنا غلط ہے، اسی طرح اللہ کی خوبی یہ ہے کہ وہ تھکتا نہیں حالانکہ وہ ساری کائنات چلا رہا ہے، اسی طرح اللہ کی خوبی یہ ہے کہ وہ سوتا نہیں ہے اگرچہ وہ ہمیشہ سے ہے، انبیاء اور اولیاء سب کو موت ہے فنا ہے، انبیاء اور اولیاء تھکتے تھے اور سوتے بھی تھے، لہٰذا یہ سب انسان ہیں الٰہ نہیں ہیں۔

آیۃ الکرسی میں اسم اعظم ہے، اسم اعظم کا مطلب ہے کہ اگر ضرورت مند اور پریشان حال آدمی آیۃ الکرسی پڑھ کر دعا کرے تو ضرور اس کی دعا قبول کی جائے گی، اس کی پریشانی ضرور دور ہوگی، یہ بات حدیث میں آئی ہے۔ اسی طرح سورہ آل عمران آیت نمبر ۲ میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے، اسی طرح سورہ طٰہٰ (آیت نمبر:۱۱۱) وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر:3846)

آیت نمبر ۲۵۶: اس کے شان نزول میں یہ بات آتی ہے کہ انصار کے کچھ نوجوان یہودی یا عیسائی ہو گئے تھے، پھر جب یہ انصار مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اپنی نوجوان اولاد کو جو یہودی یا عیسائی ہو گئے تھے زبردستی مسلمان بنانا چاہا، جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے مسلمانو! کسی کو بھی زبردستی اسلام میں داخل نہ کرو، حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی۔ (احسن البیان)

سوچنے اور غور کرنے کی بات: دشمنان اسلام نے مشہور کر رکھا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، یہ بات بالکل غلط ہے۔ اسلام دلائل کے زور پر، حقائق کے زور پر پھیلا ہے۔ مسلمانوں کے اخلاق و کردار کے ذریعہ پھیلا۔ قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ کسی کو بھی زبردستی مسلمان نہ بناؤ اگر اسلام میں زبردستی مسلمان بنانا ہوتا تو آج ہندوستان میں ایک بھی ہندو باقی نہ رہتا۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک حکومت کی مگر کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان نہیں بنائے۔

غیر مسلم جزیہ ادا کر کے یعنی ٹیکس دیکر اپنے مذہب اپنے عقیدے پر عمل کرتے رہے۔

جہاد اسلام میں فتنہ و فساد مٹانے کیلئے ہے، لوگوں کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کیلئے نہیں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ

وقف لازم

کیا آپؐ نے اس شخص کے معاملہ پر غور نہیں کیا جو ابراہیم سے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے حکومت دی تھی، جب ابراہیم نے کہا کہ ''میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے'' تو کہنے لگا میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور

وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ
بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ
الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ
عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ
اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ
اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ
قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ
بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ
وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۫
وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ
كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا
تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ
اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ
تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ
قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ
اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا
ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ
اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

مار بھی سکتا ہوں، پھر ابراہیم نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال کر دکھا، اب وہ کافر ہکا بکا رہ گیا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۲۵۸) یا اس شخص کے حال پر جو ایک بستی کے قریب سے گذرا اور وہ بستی اپنی چھتوں کے ساتھ گر پڑی تھی، کہنے لگا: اس کی موت کے بعد دوبارہ اللہ اسے کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے سو سال کے لئے مردہ کر دیا، پھر اسے اٹھایا، اللہ نے کہا کہ تم کتنی مدت اس حال میں رہے، اس نے کہا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، اس حال میں رہا ہوں، اللہ نے کہا: بلکہ تم سو سال اس حال میں رہے ہو، اچھا اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو یہ ابھی تک باسی نہیں ہوئیں، اور اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھو اور یہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ تجھے لوگوں کیلئے ایک معجزہ بنا دیں اور اب گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھو، ہم کیسے انہیں جوڑتے اٹھاتے اور اس پر گوشت چڑھا دیتے ہیں، جب اس پر یہ سب باتیں واضح ہوگئیں، تو کہنے لگا: اب مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (۲۵۹) اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھلا تو مردوں کو کیسے زندہ کریگا؟ تو اللہ نے پوچھا: کیا تجھے یقین نہیں؟ ابرہیم نے جواب دیا: کیوں نہیں، لیکن میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں، فرمایا چار پرندے لو اور ان کے ٹکڑے کر ڈالو پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں پکارو وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔ (۲۶۰)

ہدایت کا قانون: دنیا میں مختلف قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، ان میں کچھ حق پسند ہیں اور کچھ دنیا پرست، آباء پرست، نفس پرست ہیں، جو لوگ حق پسند ہیں، دلیل اور ثبوت کے ساتھ کوئی بات ثابت ہو جائے تو وہ اسے فوراً قبول کرتے ہیں، جیسے پیاسے آدمی کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو فوراً وہ پانی کو قبول کرلے گا کیونکہ وہ پانی کی تلاش میں تھا۔

اسی طرح حق پرست آدمی، حق کی تلاش میں تھا۔ جوں ہی حق اس کے سامنے آیا تو اس نے فوراً اس کو قبول کیا اور جو آدمی حق کا منکر ہو، حق کو ناپسند کرتا ہو وہ ضرور حق کا انکار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا، جیسے نمرود بادشاہ، نمرود نے ربوبیت کا دعویٰ کیا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: رب تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تم بھی رب ہو تو سورج کو مغرب سے نکال کر بتاؤ، بھرے دربار میں نمرود لاجواب ہو گیا۔ اس کا لاجواب ہونا اس بات کی دلیل تھی کہ وہ رب نہیں ہے، وہ ایک انسان ہے مگر نمرود حق پسند نہ تھا، حق اس کے سامنے واضح ہو گیا تھا مگر وہ پھر بھی نہ مانا، اپنی ربوبیت کا اعلان کرتا رہا اور جس شخص نے حق کو واضح کیا تھا اس کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دیا۔

دوسری اور تیسری مثال حق پرستوں کی ہے: جو لوگ کسی بات کو سمجھنے میں اطمینان چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر حق واضح کیا تو انہوں نے فوراً حق کو قبول کرلیا اور مطمئن ہو گئے۔ جیسے عزیر علیہ السلام نے ایک گاؤں کو دیکھا کہ وہ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکا ہے، انہوں نے سوچا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اس شہر کی رونق اور چہل پہل واپس لائے گا اور کس طرح پھر سے آباد کرے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دی اور سو سال بعد دوبارہ زندہ کیا اور کہا کہ تم کتنے سال تک مرے پڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ نے فرمایا تم 100 سال تک مرے پڑے تھے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم اپنے گدھے کی طرف دیکھو جو مر کر سڑ گل کر صرف ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھا، اور کہا کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھو وہ تروتازہ تھا وہ خراب نہیں ہوا تھا، پھر اللہ نے کہا کہ تم گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھو وہ ڈھانچہ کھڑا ہو گیا پھر اس پر گوشت چڑھا، پھر چمڑا اور بال اگ آئے اور گدھا زندہ ہو گیا۔ عزیرؑ نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا تو کہا: اے اللہ! میں اقرار کرتا ہوں کہ تو ہر کام کرنے کی قدرت و طاقت رکھتا ہے تو اس تباہ شدہ گاؤں کو پھر سے ایک بارونق شہر بنا سکتا ہے۔

آیت ۲۵۹: اس واقعہ میں درج ذیل معجزات وقوع پذیر ہوئے۔

(۱) عزیر علیہ السلام اور ان کا گدھا مرنے کے بعد زندہ ہوئے۔ گویا اللہ نے عزیر علیہ السلام کے خیال کا تین طریقے سے جواب دیا۔ جس سے آپ کو عین الیقین حاصل ہو گیا۔

(۲) اس سو سال کی مدت کا نہ آپ کی ذات پر کچھ اثر ہوا۔ نہ آپ کے سامان خورد و نوش پر۔ چنانچہ جب آپ واپس اپنے گھر پہنچے تو آپ کے بیٹے اور پوتے بوڑھے ہو چکے تھے اور آپ خود ان کی نسبت جوان تھے۔ اس طرح آپ کی ذات بھی تمام لوگوں کے لئے ایک معجزہ بن گئی۔ غالباً اسی وجہ سے یہودیوں کا ایک فرقہ انھیں ابن اللہ کہنے لگا تھا۔

(۳) لیکن گدھے پر سو سال کا عرصہ گزرنے کے جملہ اثرات موجود تھے۔ یہ تضاد زمانی بھی ایک بہت بڑا حیران کن معاملہ اور معجزہ تھا۔

(۴) آپ کی آنکھوں کے سامنے گدھے کی ہڈیوں کا جڑنا، اس کا ڈھانچہ مکمل ہونا، اس پر گوشت پوست چڑھنا پھر اس کا زندہ ہونا اللہ کی قدرتِ کاملہ پر بہت بڑی دلیل ہے۔ (تیسیر القرآن)

تیسری مثال ابراہیم علیہ السلام کی ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: اے میرے رب! مجھے بتا کہ تو کس طرح مردے کو زندہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: چار مختلف پرندے لو پھر ان کے ٹکڑے کر دو، پھر ان ٹکڑوں کو مختلف پہاڑوں پر رکھو پھر ان کو پکارو وہ پرندے بن کر آپ کی طرف اڑ کر آئیں گے، جب ایسا ہی ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! تو بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

آج دنیا میں ہر ایک کے سامنے حق آ رہا ہے، حق پرست لوگ حق کو قبول کر رہے ہیں اور جو حق بات کو پسند نہیں کرتے وہ حق کا انکار کر رہے ہیں۔ جس طرح اللہ نے نیم کے درخت کو کڑواپن دیا ہے اس لئے کہ نیم کڑوا ہے، اللہ نے آم کے درخت کو مٹھاس دی ہے کیونکہ آم میٹھا ہوتا ہے، لیموں کو اللہ نے کھٹاس دی ہے اس لئے کہ وہ کھٹا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ حق پرستوں کو ہدایت دے رہا ہے اور نفس پرست، دنیا پرست اور باطل پرست لوگوں کو گمراہی دے رہا ہے۔

آیت نمبر ۲۶۰: اس آیت کی تشریح مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی ہے، دعوت حق سے مردہ قوموں کا زندہ ہو جانا اور متوحش و گمراہ افراد کا ایک تربیت یافتہ جماعت کی حالت میں بدل جانا اور اس بارے میں وہ موعظت جو ابراہیم علیہ السلام پر واضح کی گئی تھی۔

ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ایک ایسے عہد میں ہوا تھا جب کہ ان کے ملک اور ان کے ملک سے باہر کوئی گروہ بھی ایسا نہ تھا جس میں قبولیت حق کی طاقت دکھائی دیتی ہو، یہ حالت دیکھ کر انہوں نے کہا ”خدایا تو کیوں کر اس موت کو زندگی سے بدل دے گا، اس پر اللہ نے دعوت حق کی انقلاب انگیز حقیقت پرندوں کی مثال سے واضح کر دی، اگر تم ایک پرندے کو کچھ دنوں تک اپنے پاس رکھ کر اسے ایسی تربیت یافتہ بنا سکتے ہو کہ تمہاری آواز سنتا اور تمہارے بلانے پر اڑتا ہوا آ جا سکتا ہے، تو کیا گمراہ اور متوحش انسان دعوت حق کی تعلیم و تربیت سے اس درجہ اثر پذیر نہیں ہو سکتے کہ تمہاری صدائیں سنیں اور ان کا جواب دیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس داعیٔ حق نے انسان کی متوحش اور گمراہ روحوں کی جو تربیت کی تھی اس نے تاریخ عالم میں سب سے زیادہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ قوموں کی قومیں اور نسلوں کی نسلیں دعوت ابراہیمی پر قدم اٹھاتی رہیں، اور باوجود یہ کہ تین ہزار برس سے زیادہ مدت گذر چکی ہے لیکن آج بھی ہر سال انسانوں کے بے شمار غول اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے اور معبد ابراہیمی میں جمع ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردہ قوم کو زندہ کرنے کا یہ طریقہ بتایا کہ جس طرح پرندوں کو دانہ ڈال کر ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے پرندے اپنے سے مانوس ہو جاتے ہیں اور ہماری ایک آواز پر وہ اڑ کر ہمارے پاس آ جاتے ہیں، اسی طرح کافر قوم کے ساتھ حسن

سلوک کرنے، ان کی خدمت کرنے، ان کی تعلیم وتربیت کرنے اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنے سے وہ ہماری طرف مائل ہوسکتے ہیں۔ رسول اللہ کے اخلاق سے بہت سارے لوگ متاثر ہوگئے، صحابۂ کرام کے حسن سلوک سے بہت سارے لوگ مسلمان ہوگئے، علماء کی تعلیم وتربیت سے بہت سارے لوگ توحید پرست ہوگئے۔ آج عیسائی علماء اپنے حسن سلوک اور حسن خدمت سے لاکھوں انسانوں کو اپنی طرف مائل کررہے ہیں، عیسائی لوگ افریقہ کے جنگلوں میں جہاں انسان درندوں کی زندگی گذارتے تھے وہاں یہ لوگ پہلی مرتبہ تبلیغ کے لئے گئے تو وحشی لوگ ان کو پھاڑ کر کھا گئے، پھر دھیرے دھیرے یہ لوگ ان کو کھانے کی چیزیں دیتے رہے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ جنگلی لوگ ان کے قریب ہوگئے۔ عیسائی لوگوں نے وہاں اسکول کالج اور اسپتال قائم کئے اور وہاں کے لوگوں کو ایک سلیقہ مند انسان بنادیا اور اپنے حسنِ سلوک اور حسنِ اخلاق سے لاکھوں لوگوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ
كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝٢٦١ اَلَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا
يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٢٦٢ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ
خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ
حَلِيْمٌ ۝٢٦٣ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا
صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ
مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ
فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا
يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا

جولوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال
ایسی ہے جیسے ایک دانہ زمین میں ڈالا جائے جس سے سات
بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں، اور اللہ جس کیلئے
چاہے اس کا اجر اس سے بھی زیادہ دیتا ہے اور اللہ بڑا عطا
کرنے والا اور علم والا ہے۔ (۲۶۱) جو اللہ کی راہ میں اپنا مال
خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے
ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں، ان کا اجر وثواب انکے رب کے پاس
ہے نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ (۲۶۲)
اچھی بات کہنا اور کسی کو معاف کردینا اس صدقہ سے بہتر ہے
جس کے بعد تکلیف دی جائے اور اللہ بڑا بے نیاز اور بڑا
بردبار ہے۔ (۲۶۳) اے ایمان والو! اپنے خیرات کو احسان
جتلا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو، جس طرح وہ شخص جو اپنا مال
لوگوں کے دکھاوے کیلئے خرچ کرے، نہ اللہ پر ایمان رکھے
اور نہ قیامت پر، اسکی مثال یوں ہے جیسے ایک صاف اور چکنا
پتھر ہو جس پر مٹی کی تہہ جمی ہو پھر اس پر زوردار بارش ہوئی تو
مٹی بہہ گئی اور پتھر باقی رہ گیا، ان ریاکاروں نے جو کچھ کمایا
تھا اسمیں سے انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آیا اللہ تعالیٰ کافروں کو

يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ
لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ
مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ
الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَآ
اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ ع
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠
وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ
بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا
اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ
الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ
مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾
يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ
الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ
اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

ہدایت نہیں دیتا (۲۶۴) ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ
تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے
ساتھ خرچ کرتے ہیں، اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو
اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دگنا لاوے اور
اگر اس پر بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ
تمہارے کام دیکھ رہا ہے (۲۶۵) کیا تم میں سے کوئی شخص یہ
پسند کرتا ہے کہ اس کیلئے کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو جس کے
نیچے نہریں بہتی ہوں، جس میں ہر طرح کے میوے پیدا ہوتے
ہوں اور اس کو بڑھاپا آجائے اور اسکی اولاد چھوٹی اور کمزور
ہو (ان حالات میں) وہ باغ ایک بگولے کی زد میں آجائے
جس میں آگ ہو، جو اسے جلا دے، اللہ اسی طرح تمہارے
لئے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو (۲۶۶)
اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا اور جو کچھ ہم نے تمہارے
لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے اچھی چیزیں اللہ کی راہ
میں خرچ کرو اور کوئی ردی چیز (یعنی خراب) خرچ کرنے کا
قصد نہ کرو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی شخص تمہیں دے تو ہرگز
قبول نہ کرو گے، ہاں اگر آنکھیں بند کرلو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ
بے نیاز اور خوبیوں والا ہے (۲۶۷) شیطان تم کو مفلسی سے
ڈراتا ہے اور تم کو فحش کام کرنے کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ تم
کو اپنے فضل ومغفرت کی امید دلاتا ہے اور اللہ بڑی وسعت
والا اور جاننے والا ہے (۲۶۸) وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا
کرتا ہے اور جسے حکمت مل گئی تو گویا اسے بہت بڑی دولت
ہاتھ آگئی ہے اور ان باتوں سے صرف عقلمند لوگ ہی نصیحت
حاصل کرتے ہیں۔ (۲۶۹)

آیت ۲۶۹: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ لوگوں میں دو گروپ ہیں ایک اللہ کے دوست یعنی مومن اور دوسرے شیطان کے دوست یعنی کافر، اللہ مومنوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے، اور شیطان، کافروں کو گمراہی کا راستہ دکھاتا ہے۔

یہ آیتیں عثمان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں، جنگ تبوک کے موقع پر عثمان غنیؓ نے ایک ہزار اونٹ مع ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے تھے اور یہ موقع تنگ دستی کا تھا تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر کہا کہ آج کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی، یعنی اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف کر دے گا۔

اسی طرح عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگ تبوک کے موقع پر چار ہزار درہم پیش کئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس کل ۸ ہزار درہم تھے، چار ہزار اپنے اہل و عیال کیلئے رکھ لیا اور چار ہزار میں نے اللہ کی راہ میں قرض دیا، جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمہارے ان پیسوں میں برکت دے جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کئے اور جو تم نے اپنے لئے رکھ لئے۔ (صفوۃ التفاسیر)

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اے لوگو! اللہ پاک ہے اور اللہ تعالیٰ صرف پاک مال قبول کرتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1686)

آیت ۲۶۲: مزید ارشاد ہے جس نے اپنے پاک مال سے ایک کھجور برابر صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور اس کی یوں نشو و نما فرماتا ہے، جیسے تم اپنے بچھڑے کی نشو و نما کرتے ہو، حتیٰ کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1321)

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا' نہ (رحمت کی نظر سے) انہیں دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ راوی بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ نامراد ہوئے اور گھاٹے میں رہے، یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا' احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعہ بیچنے والا۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 54)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کے نیک کام کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے، ایک نیکی دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک بڑھتی ہے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 1945)

آیت ۲۶۳: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کو صدقہ دینا ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس مال نہ ہو؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہاتھ سے محنت کرے خود بھی فائدہ اُٹھائے اور خیرات بھی کرے''۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟'' فرمایا: ''اچھی بات پر عمل کرے اور بری بات سے پرہیز کرے۔ اس کے لئے یہ بھی صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر: 1353)

(۲) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرنے سے ہی ہو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1328)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ "کون سا صدقہ افضل ہے؟" فرمایا: تنگ دست جو اپنی محنت میں سے صدقہ کرے اور ان سے ابتدا کرے جو تیرے زیر کفالت ہیں"۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر: 1428)

(۴) ایک دفعہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے یہی سوال کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "جو صدقہ تندرستی کی حالت میں کرے۔ جب کہ تو حرص رکھتا ہو اور فقر سے ڈرتا ہو، اور دولت کی طمع رکھتا ہو۔ لہٰذا صدقہ کرنے میں جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جان لبوں پر آجائے تو کہنے لگو کہ اتنا فلاں کو دے دو، اتنا فلاں کو دے دو، حالانکہ اس وقت مال اس کا نہیں بلکہ اس کے وارثوں کا ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1713) (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1330)

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایک مال دار شخص کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت میں نیک اعمال کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ (اسے آزمانے کیلئے) شیطان کو بھیج دیتا ہے اور وہ (اس کی وجہ سے) برے اعمال کرنا شروع کر دیتا ہے، یہاں تک کہ (اس کے سارے) نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

(۵) لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلَقٍ - نبی ﷺ نے فرمایا: تم کسی بھی نیکی کو حقیر مت سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4760) اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ - اچھی بات کرنا بھی نیکی ہے۔ (باب طیب الکلام صحیح بخاری کے باب کا ٹکڑا ہے) براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم گروہ انصار کے حق میں نازل ہوئی۔ ہم کھجوروں والے تھے، ہم میں ہر کوئی اپنی قلت و کثرت کے مطابق کھجوریں لاتا، کوئی ایک خوشہ، کوئی دو خوشے اور انہیں مسجد میں لٹکا دیتا، اہل صفہ کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا، ان میں جب کوئی آتا تو لاٹھی سے خوشہ کو مارتا، تمر اور خشک کھجوریں گر پڑتیں، جنہیں وہ کھا لیتا۔

جنہیں نیکی کی خواہش نہ ہوتی تو وہ ایسے خوشے لاتے جن میں ناقص اور ردی کھجوریں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ، اس کے بعد ہر کوئی اچھی کھجوریں لانے لگا۔ (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر 1475) :

آیت ۲۶۵: رِبْوَةٌ، رِبوا سے مشتق ہے۔ جس کا معنی بڑھنا، پھلنا، پھولنا ہے اور ربوۃ سے مراد ایسی زمین ہے جس کی سطح عام زمین سے قدرے بلند ہو اور قدرے نرم ہو۔ ایسی زمین عموماً سرسبز اور شاداب ہوتی ہے۔ پنجابی زبان میں اسے میراز مین کہتے ہیں۔ "وابل" زوردار بارش، مراد انتہائی خلوص نیت سے اللہ کی رضا کیلئے اور اپنے دل کی پوری پوری خوشی سے مال خرچ کرنا ہے۔ اور پھوار سے مراد ایسی خیرات ہے جن میں یہ دونوں باتیں موجود تو ہوں مگر اتنے اعلیٰ درجہ کی نہ ہوں۔ دونوں صورتوں میں اجر و ثواب تو ضرور ملے گا مگر پہلی صورت میں جو اجر و ثواب ملے گا وہ پچھلی صورت سے بہر حال کئی گنا زیادہ ہوگا۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۲۶۹: يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ سے کہتے سنا کہ حسد

(رشک) دو چیزوں پر جائز ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہے جسے وہ راہ حق میں خوب خرچ کرتا ہے اور دوسرا آدمی جسے اللہ نے علم وحکمت دیا ہے جس کے مطابق وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے اور انہیں اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:71 وصحیح مسلم حدیث نمبر:1352)

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ
نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ
اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ
وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ
لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا
ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَاۗءِ
الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ
الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ
بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا
تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢٧٣﴾ ع ٣٧ ٥
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ
سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ وقف منزل

جو کچھ بھی، (اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ یا کوئی نذر مانو تو اللہ اسے خوب جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (٢٧٠)، اگر تم اپنے صدقات کو ظاہر کرو تو بھی اچھا ہے لیکن اگر چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، (اس طرح کا صدقہ) تمہاری بہت سی برائیوں کو دور کردے گا اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ ان سے پوری طرح باخبر ہے۔ (٢٧١) لوگوں کو راہ راست پر لانا (اے محمد) آپ کی ذمہ داری نہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہارے اپنے ہی لئے ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہو، اور جو بھی مال و دولت تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی (٢٧٢) یہ صدقات ایسے محتاجوں کیلئے ہیں جو اللہ کی راہ میں ایسے گھر گئے ہیں کہ (وہ اپنی روزی کیلئے) زمین میں چل پھر بھی نہیں سکتے، ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ناواقف لوگ انہیں خوشحال سمجھتے ہیں، آپ انکے چہروں سے ان کی کیفیت پہچان سکتے، وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے، ان پر تم جو مال بھی خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ یقینا اسے جاننے والا ہے (٢٧٣) جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں دن رات، کھلے اور چھپے انہیں اپنے رب سے اس کا اجر ضرور مل جائے گا ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے (٢٧٤)

آیت ۲۷۰: اور تمہارے گناہ بھی معاف ہوں گے اور اللہ اس سے باخبر بھی ہے۔
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نذر ماننے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ نذر اللہ کی تقدیر کو کچھ بھی نہیں بدل سکتی ہے البتہ اس طرح بخیل سے کچھ مال نکال لیا جاتا ہے۔(صحیح بخاری حدیث نمبر:6118)
آیت ۲۷۱: ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اور کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ آدمی ہوگا جس نے صدقہ چھپا کر دیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ نے نہ جانا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔(صحیح بخاری حدیث نمبر:6308و صحیح مسلم حدیث نمبر:1712)

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۷۵ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝۲۷۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲۷۷ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۷۸ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا

وقف لازم

(ان لوگوں کے برعکس) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے کسی شخص کو لپیٹ کر اسے مخبوط الحواس بنادیا ہو، اس کی وجہ ان کا یہ قول (نظریہ) ہے کہ تجارت بھی تو آخر سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام، اب جس شخص کو اس کے رب سے یہ نصیحت پہنچے اور وہ سود سے رک گیا تو جو پہلے سود وہ کھا چکا سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے مگر جو پھر بھی سود کھائے تو یہی لوگ اہل جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۲۷۵) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کی پرورش کرتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا (۲۷۶) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے نماز قائم کرتے رہے اور زکوۃ ادا کرتے رہے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۲۷۷) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم سچے مومن ہو جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو (۲۷۸) اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ اور اگر سود سے توبہ کر لو تو تم اپنے اصل مال کے حق دار ہو، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے (۲۷۹) اور

تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ
اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ
اِلَى اللّٰهِ ۟ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع

اگر مقروض آدمی تنگ دست ہے تو اسے آسودہ حالی تک مہلت دو، اور اگر اصل مال صدقہ کرو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے، اگر تم سمجھ سکو (۲۸۰) اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے پھر وہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ ملے گا اور کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا (۲۸۱)

تشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاک کمائی میں سے خرچ کرنے کا حکم دیا تھا، اب ان آیات میں سود کا ذکر کررہا ہے کہ سود کی کمائی حرام ہے اور حرام چیز اللہ قبول نہیں کرتا، سود خور کی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور کوئی بھی نیک عمل قبول نہیں ہوتا، لہٰذا سود سے بچو۔

یہ ایسی سخت وعید ہے جو اور کسی معصیت کے ارتکاب پر نہیں دی گئی، اس لئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑا دے۔ (ابن کثیر)

آیت ۲۷۵: اب ایک مسلمان کا کام تو یہی ہونا چاہئے کہ جب اللہ نے سود کو حرام کر دیا تو اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ خواہ اسے سود اور تجارت کا فرق اور ان کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، تاہم جو لوگ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے۔ اللہ نے انھیں انتہائی بدھو اور مخبوط الحواس قرار دیا ہے جنھیں کسی جن نے آسیب زدہ بنا دیا ہو اور وہ اپنی خود غرضی اور زر پرستی کی ہوس میں خبطی ہو گئے ہوں کہ انھیں تجارت اور سود کا فرق نظر ہی نہیں آرہا، چونکہ وہ اس زندگی میں باؤلے ہو رہے ہیں۔ لہٰذا وہ قیامت کے دن بھی اسی حالت میں اپنی قبروں سے اُٹھیں گے۔ اب ہم ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے سود اور تجارت کا فرق بتلاتے ہیں۔

(۱) سود ایک طے شدہ شرح کے مطابق یقینی منافع ہوتا ہے۔ جبکہ تجارت میں منافع کے ساتھ نقصان کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے۔ خواہ کوئی شخص اپنے ذاتی سرمایہ سے تجارت کرے یا مضاربت یا شرکت کی شکل ہو۔

(۲) مضاربت کی شکل میں فریقین کو ایک دوسرے سے ہمدردی، مروت اور مل جل کر کاروبار چلانے کی فضاء پیدا ہوتی ہے، کیونکہ ان کا مفاد مشترک ہوتا ہے اور اس کا قومی پیداوار پر خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ جب کہ تجارتی سود کی صورت میں سود خور کو محض اپنے مفاد سے غرض ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ایسے نازک وقت میں سرمایہ کی واپسی کا تقاضا کرتا اور مزید فراہمی سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ جبکہ کاروبار کو سرمایہ کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح سود خوار تو اپنا سرمایہ بمعہ سود کے ساتھ نکال لیتا ہے مگر

مقروض کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور قومی معیشت بھی سخت متاثر ہوتی ہے۔

(۳) مضاربت اور سود میں تیسرا فرق یہ ہے کہ مضاربت سے اخلاق حسنہ پرورش پاتے ہیں، جس سے معاشرہ میں اُخوت اور خیر و برکت پیدا ہوتی ہے اور طبقاتی تقسیم مٹتی ہے۔ جبکہ سود سے اخلاق رذیلہ مثلاً خود غرضی، مفاد پرستی، بخل اور سنگدلی پیدا ہوتی ہیں۔ سود کی حرمت کی علت یہی اخلاق رذیلہ اور ہوس زر پرستی ہے۔ سودی نظام معیشت سے صرف سنگ دل پیدا ہوتے ہیں، ایک ہی شائی لاک (ایک سنگ دل یہودی کا مثالی کردار جس نے بروقت ادائیگی نہ ہونے کی بنا پر اپنے مقروض کی ران سے بے دریغ گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا تھا) پیدا نہیں کیا، بلکہ ہر دور میں ہزاروں شائی لاک (سنگ دل) پیدا ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۲۷۶: اگرچہ بظاہر سود لینے سے مال بڑھتا اور صدقہ دینے سے گھٹتا نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ سود کے مال میں برکت نہیں ہوتی اور مال حرام بود بجائے حرام رفت، والی بات بن جاتی ہے اور صدقات دینے سے اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے جس کا اسے خود بھی وہم و گمان نہیں ہوتا اور یہ ایسی حقیقت ہے جو بارہا کئی لوگوں کے تجربہ میں آچکی ہے، تاہم اسے عقلی دلائل سے ثابت کیا جا سکتا ہے اور دوسری صورت کو علم معیشت کی رو سے ثابت بھی کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے جس معاشرہ میں صدقات کا نظام رائج ہوتا ہے اس میں غریب طبقہ (جو عموماً ہر معاشرہ میں زیادہ ہوتا ہے) کی قوت خرید بڑھتی ہے اور دولت کی گردش کی رفتار بہت تیز ہو جاتی ہے جس سے خوشحالی پیدا ہوتی ہے اور قومی معیشت ترقی کرتی ہے۔

اور جس معاشرہ میں سود رائج ہوتا ہے وہاں غریب طبقہ کی قوت خرید کم ہوتی ہے اور امیر طبقہ کی طرف دولت کو سود کھینچ کھینچ کر لے جا رہا ہوتا ہے۔ اس کی تعداد قلیل ہونے کی وجہ سے دولت کی گردش کی رفتار نہایت سست ہو جاتی ہے جس سے معاشی بحران پیدا ہوتے رہتے ہیں، امیر اور غریب میں طبقاتی تقسیم بڑھ جاتی ہے اور بعض دفعہ غریب طبقہ تنگ آ کر امیروں کو لوٹنا اور مارنا شروع کر دیتا ہے۔ آقا و مزدور میں امیر اور غریب میں ہر وقت کشیدگی کی فضا قائم رہتی ہے جس سے کئی قسم کے مہلک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ

اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت کیلئے ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور لکھنے والا فریقین کے درمیان عدل و انصاف سے لکھے، اور جسے اللہ نے لکھنے کی قابلیت بخشی ہو اسے لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ لکھنا چاہئے اور تحریر وہ

الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ
شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ
ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ
رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ
وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ
تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا
اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪
وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا
فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ
اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى
سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ
فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي
اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع ۳۹/۲/۷

شخص کروائے جس کے ذمہ قرض ہے وہ اللہ سے ڈرتا رہے، اور لکھوانے میں کسی چیز کی کمی نہ کرے، (کوئی بات چھوٹ نہ جائے) ہاں اگر قرض لینے والا نادان یا ضعیف ہو یا لکھوانے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو پھر اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوائے اور اس معاملہ پر دو آدمیوں کو گواہ بنالو، اور اگر دو مرد نہ ملیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو اور گواہ ایسے ہوں جن کی گواہی تمہارے پاس مقبول ہو کہ ان میں سے اگر ایک بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے۔ گواہوں کو جب گواہ بننے یا گواہی دینے کیلئے بلایا جائے تو انہیں انکار نہ کرنا چاہئے اور قرض کو جس کی مدت مقرر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو لکھنے میں کاہلی نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت انصاف والی ہے اور گواہی کو بھی درست رکھنے والی اور شک وشبہ سے بھی زیادہ بچانے والی ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ معاملہ نقد تجارت کی شکل میں ہو جو آپس میں تم لین دین کر رہے ہو تو تم پر اس کے نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں، خرید وفروخت کے وقت گواہ مقرر کرلیا کرو، اور یاد رکھو کہ نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو اور اگر تم یہ کرو تو یہ تمہاری کھلی نافرمانی ہے۔ اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (۲۸۲) اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ ملے تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو، ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے اور اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے، اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپالے وہ گناہ گار دل والا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے۔ (۲۸۳)

تشریح: گذشتہ آیات میں سود کا ذکر تھا کہ سود خور، لوگوں کا خون چوستا ہے اور مجبور لوگوں کو لوٹتا ہے، اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ غریب اور مجبور لوگوں کو قرض حسنہ دو یعنی جس میں سود نہ ہو بلکہ ضرورت مندوں کو پیسوں کے ذریعہ سے مدد کی گئی ہو اور جتنا قرض دیئے ہو اتنا ہی واپس لیں، اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت رکھی ہے۔

آیت ۱۸۲: بعض آثار میں ہے کہ یہ قرآن کریم کی آخری آیت ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، اس کے چند دن بعد ہی آپ ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (ابن کثیر)

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس تک لے گئے، پھر ہم آگے چلے تو ایک خون کی نہر دیکھی جس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور دوسرا آدمی اس کے کنارے کھڑا تھا، جب یہ نہر والا آدمی نہر سے باہر آنا چاہتا تھا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا تھا جس سے وہ نہر کے بیچ میں گر جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس عجیب ماجرا کے متعلق اپنے دونوں ساتھیوں (فرشتوں) سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ خون کی نہر میں قید کیا ہوا یہ آدمی سود خور ہے اور اپنے منحوس فعل کی سزا پا رہا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1943)

ابو سعید الخدریؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بلالؓ برنی (ایک اعلیٰ قسم کی کھجور) لیکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو تو بلالؓ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس خراب کھجور تھی، میں نے اس (خراب) کھجور کے دو صاع دیکر ایک صاع لیا تا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں (کھانے کیلئے) پیش کروں، نبی کریم ﷺ سنتے ہی ارشاد فرمائے کہ "خبردار" یہ تو بالکل سود ہے۔ ایسا مت کرو اور اگر تم کو دوبارہ کھجور خریدنی ہو تو (پہلے) اپنی کھجور بیچو اور عمدہ کھجور (قیمت ادا کر کے) خریدو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:2145)

قرض کے ذریعہ لین دین کو لکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تا کہ کوئی اس کا انکار نہ کر سکے یا بھول نہ جائے، اس آیت کریمہ سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) قرض کے ذریعہ لین دین جائز ہے۔

(۲) قرضوں کے تمام لین دین میں مدت کی تحدید ضروری ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرضوں کو لکھ لینے کا حکم دیا ہے۔

(۴) لکھنے والا عدل وانصاف کے ساتھ لکھے اور قرابت یا عداوت سے متاثر نہ ہو۔

(۵) یہ ضروری ہے کہ لکھنے والا انصاف کے تقاضوں کو جانتا ہو اور خود بھی صفت عدل کے ساتھ متصف ہو۔

(۶) کاتب کی تحریر، قرضدار کا اعتراف ہوتا ہے اور اگر وہ صغرسنی، کم عقلی، جنون، گونگا پن، یا عدم قدرت کی وجہ سے اپنے اوپر لوگوں کے حقوق کی تعبیر اچھی طرح نہیں کر سکتا ہے تو اس کے ولی کی تعبیر اس کی تعبیر کے قائم مقام ہوگی۔

(۷) قرضدار جب لوگوں کے حقوق کا تب کو لکھائے تو اللہ سے ڈرے اور ان کے حقوق اور شروط و قیود میں کمی و زیادتی نہ کرے۔

(۸) خرید و فروخت میں گواہ مقرر کرنا ضروری ہے۔

(۹) گواہ کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضروری ہیں۔

(۱۰) گواہی یقینی بات پر ہو شک پر نہیں۔

(۱۱) جب گواہ کی ضرورت پڑے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہئے۔

(۱۲) کاتب و شاہد کو کسی کے نقصان کا سبب نہیں بننا چاہئے اسی طرح احباب معاملہ کو کاتب و شاہد کے نقصان کا سبب نہ بننا چاہئے۔(تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اگر سفر میں قرض کا معاملہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے اور وہاں لکھنے والا یا کاغذ پنسل وغیرہ نہ ملے تو اس کی متبادل صورت بتلائی جارہی ہے کہ قرض لینے والا کوئی چیز دائن (قرض دینے والے کے پاس) رہن گروی رکھ دے، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی۔(صحیح البخاری،حدیث نمبر:2326)

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ گواہی کا چھپانا کبیرہ گناہ ہے،اس لئے اس پر سخت وعید ہے قرآن میں اور احادیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔صحیح گواہی دینے کی فضیلت بھی بڑی ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا''وہ سب سے بہتر گواہ ہے جو گواہی طلب کرنے سے پہلے ہی خود گواہی کیلئے پیش ہو جائے۔اَلَآ اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَآءِ يَأْتِيْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسْأَلَهَا۔(صحیح مسلم،حدیث نمبر:3244)

ایک دوسری روایت میں بدترین گواہ کی نشان دہی بھی فرمادی گئی ہے،کیا میں تمہیں وہ گواہ نہ بتلاؤں جو بدترین گواہ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو گواہی طلب کرنے سے پہلے ہی گواہی دیتے ہیں،مطلب جھوٹی گواہی دے کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔(صحیح بخاری)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے،اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو،اللہ تم سے اس کا حساب لے گا،پھر جسے چاہے گا بخش دیگا اور جسے چاہے سزا دیگا اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے(۲۸۴) رسول اللہ ﷺ اس چیز پر ایمان لے آئے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل ہوئی اور مومنین بھی ہر ایک ایمان لے آیا،اللہ اور اس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر،(وہ کہتے ہیں کہ) ہم اسکے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے،اور انہوں نے کہا(اے اللہ) ہم نے تیرا حکم سنا اور اطاعت کی،اے ہمارے رب ہم تیری بخشش

رَبَّنَا وَاِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَاعۡفُ عَنَّا ٝ وَاغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰىنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۴۰/۸

چاہتے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے (۲۸۵)، اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو اچھا کرے گا اسے اس کا اجر وثواب ملے گا اور جو برا کام کریگا تو اس کی سزا اس کو بھگتنی پڑے گی۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا غلطی ہو گئی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اے ہمارے رب! ہم پر اتنا بھاری بوجھ نہ ڈال جتنا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ ہم پر نہ ڈال، ہم سے درگذر فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے لٰہذا ہمیں کافر قوم پر غلبہ وکامیابی عطا فرما۔ (۲۸۶)

دوسری حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات جو تین چیزیں ملیں، ان میں سے ایک سورہ بقرہ کی یہ آخری دو آیات بھی ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ وارد ہے کہ اس سورت کی آخری آیات نبی کریم ﷺ کو ایک خزانے سے عطا کی گئیں، جو عرش الٰہی کے نیچے ہے اور یہ آیات آپ کے سوا کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کا یہ جملہ خود ہی مسلمانوں کو سکھلا کر نہ صرف ان کے سابقہ خلجان کو ختم کر دیا بلکہ مزید تسلی وتشفی کا سامان بھی مہیا فر دیا۔ ان کا خلجان یہ تھا کہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات جو ہمارے اپنے اختیار میں نہیں ہوتے ان پر مواخذہ نہ ہو اور اس آیت کی رو سے ظاہری اعمال جو بھول چوک سے صادر ہوں ان سے معافی کی درخواست سکھلائی گئی اور جب دعا قبول کرنے والا ہی یہ دعا سکھلا رہا ہو تو اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت سے خطا ونسیان کو معاف کر دیا گیا ہے۔ یہاں بوجھ سے مراد سخت قسم کی شرعی احکام ہیں۔ جیسے بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کی توبہ صرف قتل سے قابل قبول ہونا، یہود میں صرف قصاص تھا، دیت یا معافی کی صورت نہ تھی۔ ان پر زکوٰۃ چوتھا حصہ تھی اور کپڑے پر اگر پیشاب لگ جاتا تو اسے کاٹ دینا پڑتا تھا نیز غنیمت کے اموال ان پر حرام تھے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ نے ایسے سخت احکام میں تخفیف فرما دی۔ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی جب کافروں سے شدید محاذ آرائی تھی اور بہت سے نازک موقعوں پر رسول اللہ ﷺ نے ایسی دعائیں فرمائیں ان کا ذکر کثرت سے صحیح احادیث میں مذکور ہے۔ (تیسیر القرآن)

تشریح: ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت سے خطا ونسیان یعنی بھول چوک اور مجبوری معاف کر دی گئی ہے۔ (صحیح ابن ماجہ حدیث نمبر:1662)

آیت ۲۸۵۔۲۸۶: ان دونوں آیات کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لیتا ہے تو یہ اس کو کافی ہو جاتی ہیں''۔ (بخاری، حدیث نمبر 4624)

یعنی اس عمل کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ آل عمران

یہ سورہ مدنی ہے اس میں ۲۰۰ آیتیں اور ۲۰ رکوع ہیں۔

تعارف: سورۂ بقرہ میں یہودیوں کو رسول اللہ اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی تھی اب سورۃ آل عمران میں عیسائیوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لائیں۔

ایاتھا ۲۰۰ — ۳ سُوۡرَةُ اٰلِ عِمۡرٰنَ مَدَنِيَّةٌ ۸۹ — رکوعاتھا ۲۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الۡحَیُّ
الۡقَيُّوۡمُ ؕ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ
وَالۡاِنۡجِيۡلَ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ
ذُوانۡتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ شَىۡءٌ
فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ؕ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِىۡ
يُصَوِّرُكُمۡ فِى الۡاَرۡحَامِ كَيۡفَ يَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۶﴾ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ
عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ
الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ فِىۡ
قُلُوۡبِهِمۡ زَيۡغٌ فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ (۱) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ ہے، ہر چیز کو قائم کرنے والا ہے (۲) اسی نے آپ پر کتاب اتاری جو حق لیکر آئی ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل اتاری (۳) اس سے پہلے کے لوگوں کی ہدایت کیلئے اور (ان کے بعد) فرقان (قرآن مجید) نازل کیا، بلاشبہ اب جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کریں انہیں سخت سزا ملے گی اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے (۴) بے شک اللہ وہ ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی، خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں (۵) وہی جیسے چاہتا ہے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زبردست حکمت والا ہے (۶) وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیات محکم ہیں اور یہی (محکمات) کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات ہیں، اب جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ پھیلانے کی خاطر متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ
تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ
يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا
يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ
قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ
لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸ رَبَّنَآ
اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹

انہیں حسب منشا معنی پہناتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مفہوم اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا اور جو علم میں پختہ ہیں، کہتے ہیں ہم ان (متشابہات) پر ایمان لاتے ہیں۔ ساری آیات ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور کسی چیز سے سبق عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں (۷) (وہ دعا مانگتے ہیں) اے ہمارے رب! ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ بنا اور اپنے ہاں سے رحمت عطا فرما، بلا شبہ تو ہی سب کچھ عطا کرنے والا ہے (۸) اے ہمارے رب! بلاشبہ تو سب لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے، جس میں کوئی شک نہیں بے شک اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا (۹)

الٓمٓ - یہ حروف مقطعات ہیں، ان کا مفہوم متعین کرنا مشکل ہے صرف ان پر ایمان لانا ضروری ہے یہ سورت مدنی ہے یہ تمام آیتیں مختلف اوقات میں ہجرت کے بعد اتری ہیں اور اس کا ابتدائی حصہ یعنی ۸۳ آیات تک عیسائیوں کا وفد نجران کے بارے میں نازل ہوا ہے جو ۹ ہجری میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، عیسائیوں نے آ کر نبی ﷺ سے اپنے عیسائی عقائد اور اسلام کے بارے میں مذاکرہ ومباحثہ کیا، جس کا رد کرتے ہوئے انہیں دعوت مباہلہ بھی دی گئی۔

اس سورہ کی فضیلت میں کئی حدیثیں وارد ہوئی ہیں:

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور صاحب قرآن کو لایا جائے گا جو اس پر دنیا میں عمل کرتے تھے، سورۃ البقرہ اور سورہ آل عمران ان کے آگے ہوں گی، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کی مثال بیان کی کہ گویا وہ دو بادل ہونگے، یا گھنے سائے یا صف باندھے چڑیوں کی دو جماعت، جو ان کے پڑھنے والوں کی طرف سے دفاع کر رہی ہوں گی۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1338)

آیت ۳: اس سے پہلے انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوئیں یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے، یعنی جو باتیں ان میں درج تھیں ان کی صداقت اور ان میں بیان کردہ پیشن گوئیوں کا اعتراف کرتی ہے، جس کے معنی صاف ہیں، کہ یہ قرآن کریم بھی اسی ذات کا نازل کردہ ہے جس نے پہلے بہت سے کتابیں نازل فرمائیں، اگر یہ کسی اور کی طرف سے یا انسانی کاوشوں کا نتیجہ ہوتا تو ان میں باہم مطابقت کی بجائے مخالفت ہوتی۔ اور اپنے اپنے وقت میں تورات اور انجیل بھی یقیناً لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ تھیں، اس لئے کہ ان کے اتارنے کا مقصد بھی یہی تھا، تاہم اس کے بعد (وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ) دوبارہ کہہ کر وضاحت فرمادی کہ اب تورات وانجیل کا دور ختم ہوگیا اب قرآن نازل ہو چکا ہے وہ فرقان ہے اور اب صرف وہی حق وباطل کی پہچان ہے، اس کو سچا مانے بغیر اللہ کے نزدیک کوئی مسلمان اور مومن نہیں ہوسکتا۔

محکمات اور متشابہات کی تعریف:

محکم اسے کہتے ہیں جس کا معنی واضح اور جس کی دلالت ظاہر ہو، متشابہ اسے کہتے ہیں جس کا معنی واضح نہ ہو یا جس کی دلالت ظاہر نہ ہو، محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں اوامر ونواہی، احکام ومسائل اور قصص وحکایات ہیں، جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا، اس کے برعکس آیات متشابہات ہیں مثلاً اللہ کی ہستی، قضا وقدر کے مسائل، جنت ودوزخ، ملائکہ وغیرہ جن کی حقیقت سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہو، ان میں ایسی تاویل کی گنجائش ہو یا کم از کم ایسا ابہام ہو جس سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ممکن ہو، اس لئے کہا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ آیات متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے فتنہ برپا کرتے ہیں، جیسے عیسائی ہیں، یہی حال اہل بدعت کا ہے، شرک و بدعت کی اشاعت کیلئے متشابہات کو تختۂ مشق بناتے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہی لوگوں کا ذکر کیا ہے، سو ان سے بچو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:4183 (احسن البیان)

گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ مومن بندوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا کارساز اور مددگار بنایا اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم کو ایمان پر ثابت قدم رکھ۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ کفار ومشرکین اللہ کو چھوڑ کر اپنے مال اور اپنی اولاد کو اپنا مددگار اور کارساز بنا بیٹھے۔ کفار ومشرکین نے دیکھ لیا کہ اللہ کے عذاب سے نہ مال ودولت نے بچایا اور نہ ان کی اولاد نے جیسے جنگ بدر میں ہوا۔ جنگ بدر میں کفار کے پاس مال بھی تھا اور نوجوان اولاد بھی، جنگ بدر میں کفار ومشرکین کو شکست ہوئی اور وہ ذلیل وخوار ہوئے، مسلمانوں کے پاس مال بھی کم تھا اور تعداد بھی کم تھی، کفار ایک ہزار تھے اور مسلمان ۳۱۳ تھے، مسلمان اللہ کی مدد سے کامیاب ہوئے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾

بلاشبہ جو لوگ کافر ہیں اللہ کے مقابلہ میں نہ انکے مال کچھ کام آ سکیں گے اور نہ اولاد، اور یہی لوگ جہنم کا ایندھن ہیں (۱۰) ان لوگوں کا معاملہ بھی ایسا ہے جیسے آل فرعون کا تھا، اور ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں کے بدلے انہیں پکڑ لیا اور اللہ سزا دینے میں بڑا سخت ہے (۱۱) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے! کہ عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے (۱۲) بلاشبہ تمہارے ان دو گروہوں میں عبرت ہے جو (بدر میں) ایک

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ
تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ
يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ
بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً
لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ
الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ
الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ
بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ
اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ
وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

دوسرے کے مقابلہ پر اترے، ان میں ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر گروہ سرسری نگاہوں سے مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہا تھا، مگر اللہ اپنی نصرت سے اس کی تائید کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے۔ اس واقعہ میں بھی آنکھ والوں کیلئے بڑی عبرت ہے (۱۳) مرغوب چیزوں سے محبت لوگوں کیلئے مزین کردی گئی ہے، جیسے عورتوں سے، بیٹوں سے سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانوں سے، نشان زدہ (عمدہ قسم) کے گھوڑوں، مویشیوں، (جانوروں) اور کھیتی سے، یہ سب کچھ دنیوی زندگی کا سامان ہے اور بہتر ٹھکانا، اللہ ہی کے پاس ہے (۱۴) آپ ؐ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں ایسی چیزوں کی خبر نہ دیدوں جو دنیوی سامان سے بہتر ہیں؟ جو تقویٰ اختیار کریں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ایسے باغات ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہاں انہیں پاکیزہ بیویاں میسر ہوں گی اور اللہ کی رضامندی بھی اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے (۱۵) جو لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں، لہٰذا ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے (۱۶) یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، سچ بولنے والے، فرمانبردار (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کرنے والے ہیں (۱۷)

آیت ۱۵۔۱۶۔۱۷: اللہ فرماتا ہے جو لوگ متقی ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ان کو اللہ کی رضامندی میسر ہوگی۔ ایسے انعامات پانے والے کی پانچ صفات کا ذکر کیا۔ پہلی صفت صبر ہے۔ دوسری صفت صادق ہونا تیسری صفت شریعت کے اوامر ونواہی کے آگے سرتسلیم خم کرنا، چوتھی صفت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ پانچویں صفت استغفار کرنا ہے۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۱۶: صفت کیا ہے؟ صفت کا مطلب پہچان' علامت اور خوبی کمال ہے جو آدمی متقی ہے اس کے اندر یہ خوبیاں یہ علامتیں ہونا چاہئے اگر یہ خوبیاں نہ ہوتو وہ متقی نہیں ہے جیسے عطر خوشبودار ہوتا ہے اگر اس میں بدبو ہوتو وہ عطر نہیں ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع ۱۰/۱۱

اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، فرشتوں اور اہل علم نے بھی شہادت دی ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ حکومت کررہا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ زبردست حکمت والا ہے (۱۸) اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہے، اور اہل کتاب نے علم (وحی) آجانے کے بعد جو اختلاف کیا اس کی وجہ محض ان کی باہمی ضد اور سرکشی تھی اور جو شخص اللہ کی آیات سے انکار کرتا ہے تو اللہ کو حساب چکانے میں کچھ دیر نہیں لگتی (۱۹) پھر اگر یہ'' آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجئے'' میں نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیا ہے اور میرے پیروکاروں نے بھی اور ان اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سے پوچھئے'' کیا تم اللہ کے فرمانبردار بنتے ہو،،؟ اگر وہ فرمانبردار بنیں تو انہوں نے ہدایت پالی اور اگر منہ پھیرلیں، تو آپ پر صرف پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے (۲۰)

گذشتہ آیات میں مومنوں کے اللہ پر ایمان لانے کا بیان تھا اب ان آیات میں ایمان کے دلائل اور ثبوت پیش کئے جارہے ہیں، توحید کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ خود گواہی دے رہا ہے کہ سچا معبود صرف وہی ایک ہے۔ اور دین اسلام دین حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس پسندیدہ دین اسلام ہی ہے۔ اور پھر اہل کتاب کی گمراہی اور ان کے اختلافات کو بیان کیا ہے، بلکہ اختلاف کی اصل وجہ مفادات کا تحفظ اور چودھراہٹ کا بچاؤ ہے، چنانچہ آج مسلمانوں میں بھی بہت سے اختلافات انہی وجوہ سے پیدا ہو چکے ہیں جو کہ ہمیشہ ہی سے دینی اختلافات کی بنیاد ہیں، اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے۔ آمین

اسلام کیا ہے؟

اسلام کے معنی اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دور میں نبی اور رسول بھیجتا رہا ہے کسی زمانے میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا، اس زمانے میں نوح علیہ السلام کی اطاعت وفرمانبرداری اسلام ہے۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا،

اس زمانے میں حضرت ابراہیم کی اطاعت وفرمانبرداری اسلام ہے۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، اس زمانہ میں ان کی فرمانبرداری اسلام ہے۔آج کے زمانے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا، آج انکی اطاعت وفرمانبرداری کرنا اسلام ہے۔آج جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی گمراہ ہے جو حکم رسول کو چھوڑ کر باپ دادا کی بات پر عمل کرتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی گمراہ جو فرمان رسول کو چھوڑ کر کسی امام کی بات پر عمل کرتا ہے حالانکہ رسول کی اطاعت ضروری ہے ان کی اطاعت کے مقابلے میں دوسروں کی اطاعت ضروری نہیں۔

آیت نمبر ۲۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معرکۂ بدر سے لوٹے تو آپ نے یہود کو بنو قینقاع کے بازار میں اکٹھا کیا اور کہا کہ اے یہود! اسلام قبول کرلو، قبل اس کے کہ تمہاری بھی اللہ کی جانب سے ایسی پٹائی ہو جیسی قریش کی ہوچکی ہے، وہ کہنے لگے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! قریش کے لوگوں کی پٹائی کر کے کسی دھوکے میں نہ رہو، وہ تو جاہل اور اجڈ ہیں۔اللہ کا یہ فرمان حرف بہ حرف پورا ہوا، بنو قینقاع اور بنو نضیر کو خیبر کی جانب جلاوطن کر دیا گیا اور جب بنو قریظہ کی باری آئی تو انہیں قتل کیا گیا اور جنگی قیدی بنایا گیا۔(تیسیر القرآن)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ

بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے اور ان کو بھی جو لوگوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا کرتے تھے ایسے لوگوں کو ایذا دینے والوں کو عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے (۲۱) یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوگا (۲۲) کیا آپ نے غور نہیں کیا جنہیں کتاب (تورات) کے علم سے جو کچھ ملا ہے انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے، کہ وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان کا ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے اور فیصلہ سے اعتراض کرتا ہے (۲۳) کیونکہ وہ کہتے ہیں چند دن کے علاوہ ہمیں آگ ہرگز نہ چھوئے گی، اور اپنے دین میں ان کی خودساختہ باتوں نے انہیں دھوکہ میں مبتلا کر رکھا ہے (۲۴) پھر انکا کیا ہوگا جب ہم انہیں اس دن جمع کریں گے؟ جس میں کوئی شک نہیں اور جس نے جو عمل کیا ہوگا اسے پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا (۲۵) آپ

اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ
وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ
وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ؗ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ
الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ؗ وَتَرْزُقُ مَنْ
تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ
یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ
تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ
وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ
صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا
عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ
سُوْٓءٍ ۛۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ
وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ
اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

کہئے: اے کائنات کے مالک! جسے تو چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے، سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے (۲۶) تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، نیز بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے، اور جسے تو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے (۲۷) مومنوں کو اور اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو ہرگز دوست نہ بنانا چاہئے اور جو ایسا کرے گا تو اسے اللہ سے کوئی واسطہ نہیں الا یہ کہ تمہیں ان کافروں سے کسی قسم کا اندیشہ ہو، اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (۲۸) آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اسے خوب جانتا ہے، نیز جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۹) وہ دن آنے والا ہے، جب ہر شخص اپنے اچھے اعمال کو اپنے سامنے موجود دیکھ لے گا اور اپنے برے اعمال کو بھی وہ تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوتا۔ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر ترس کھانے والا ہے (۳۰) کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا رحیم ہے (۳۱) کہہ دیجئے! اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ یہ دعوت قبول نہ کریں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا (۳۲)

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان کئے تھے اور کہا تھا کہ دین اسلام ہی سچا دین ہے۔ اب ان آیات میں

اس بات کا بیان ہے کہ اب اللہ کی تائید اور مدد اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہے کیونکہ اسلام حق ہے اور مسلمان حق پر ہیں۔

آیت ۲۶: اس آیت میں اگر چہ خطاب عام ہے۔ جس میں اہل کتاب، مشرکین، عرب اور مسلمان سب شامل ہیں۔ تاہم ربط موضوع کے لحاظ سے بالخصوص یہ خطاب یہود اور کفار سے ہے۔ جو غزوۂ خندق کے موقع پر یوں کہہ رہے تھے کہ ان مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اپنے بچاؤ کی خاطر خندق کھود رہے ہیں۔ نہ کچھ کھانے کو پاس موجود ہے اور نہ ہی کوئی اسلحہ جنگ ہے۔ لیکن قیصر و کسریٰ کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہود اور کفار کی اس پھبتی کا جواب اس جامع قسم کی دعا میں دیا گیا ہے کہ عزت و ذلت اور اقتدار وغیرہ سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ آج جو حاکم ہیں کل محکوم بن جائیں اور جو شہنشاہ ہیں وہ گدا بن جائیں جو کمزور ہیں وہ طاقتور بن جائیں۔ بھلا جو ہستی مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکال سکتی ہے وہ مقتدر سے محتاج اور محتاج سے مقتدر کیوں نہیں بنا سکتی؟ (تیسیر القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں مگر اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتے وہ سب کافر ہیں۔ رسول کی اتباع یہ ہے کہ جیسے تم رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھو ویسے ہی تم بھی کرنے لگ جاؤ۔ جس بات کو وہ پسند کریں اسے تم بھی پسند کرو۔ اور جس بات سے نفرت کریں اس سے تم بھی نفرت کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے اسوہ ہیں۔ (تیسیر القرآن)

بعض سلف صالحین نے اس آیت کو آیۃ المحبۃ قرار دیا ہے۔ یعنی رسول کی محبت اللہ کی محبت ہے۔ اس آیت سے اہل القرآن فرقہ کا رد ہوتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کافی ہے۔ جبکہ قرآن کی تفسیر حدیث ہے۔ حدیث کے بغیر قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں غار حرا ہی سے ساتھ ساتھ چلے۔ پہلی آیت اقرا باسم ربك الذی خلق ○ (العلق: ۱) نازل ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام کو آپ نے جواب دیا ما أنا بقاری اقراء (پڑھیے)۔ ما انا بقاری (میں پڑھنا نہیں جانتا) حدیث ہے۔ جو حدیث رسول پر عمل نہیں کرتا یا نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

اللہ تعالیٰ نے آدم کو، نوح کو، آل ابراہیم کو، اور آل عمران کو تمام اہل عالم میں سے (رسالت کیلئے) منتخب کیا تھا (۳۳) جو ایک دوسرے کی اولاد تھے، اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (۳۴) جب زوجہ عمران نے دعا کی ”اے اللہ! میں نے منت مانی ہے کہ جو کچھ میرے بطن (پیٹ) میں ہے اسے میں تیرے لئے وقف کروں گی،، سو میری منت قبول فرمالے، بلاشبہ تو سننے والا جاننے والا ہے (۳۵) پھر جب بچی پیدا ہوئی تو کہنے لگی: ”میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے“

وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُھَابِكَ وَذُرِّيَّتَهَا
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۳۶ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ
حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا
زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ
وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ
ھٰذَا ۭ قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۷ ھُنَالِكَ
دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ ھَبْ لِيْ مِنْ
لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝۳۸
فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي
الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى
مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ
نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۳۹ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ
لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ
قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝۴۰ قَالَ
رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ
النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ
كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝۴۱ۧ وَاِذْ ع ۱۱ ۱۲
قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ
وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۲

حالانکہ جو اس نے جنا اسے اللہ خوب جانتا تھا اور اگر لڑکا ہوتا تو
اس لڑکی جیسا نہ ہوتا اب میں اس کا نام مریم رکھتی ہوں۔ اور
اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی
ہوں (۳۶) چنانچہ اس کے رب نے اس کی منت کو بخوشی قبول
فرمالیا اور نہایت اچھی طرح اسکی پرورش کی اور زکریا کو اس کا
سرپرست بنادیا، جب بھی زکریا مریم کے کمرہ میں داخل
ہوتے تو اس کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز دیکھتے اور پوچھتے
اے مریم! یہ تجھے کہاں سے ملا؟ وہ کہہ دیتیں ''اللہ کے پاس
سے'' بلاشبہ وہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے (۳۷)
اس وقت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، اے میرے
رب! مجھے تیری جانب سے پاکیزہ سیرت اولاد عطا فرما، بلاشبہ
تو ہی دعا سننے والا ہے (۳۸) پھر انہیں فرشتوں نے پکارا
، جب زکریا محراب میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے اور کہا کہ
''اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلمہ
(عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا وہ سردار ہوگا، اپنے نفس کو ر
وکنے والا اور صالح نبی ہوگا (۳۹) زکریا کہنے لگے: میرے
رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میں خود بوڑھا ہو چکا
اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اللہ نے کہا ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا
ہے کرتا ہے (۴۰) زکریا نے کہا: میرے رب! میرے لئے
کوئی نشانی مقرر فرما، اللہ نے کہا: نشانی یہ ہے آپ تین دن
لوگوں سے اشارہ کے سوا بات نہ کر سکیں گے، اور اپنے رب کو
بہت یاد کیجئے، اور صبح وشام اس کی تسبیح کیا کیجئے (۴۱) اور (وہ
وقت بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے مریم سے کہا ''اے مریم
اللہ نے تجھے برگزیدہ بنایا اور پاکیزگی عطا کی، اور تجھے پورے

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ
الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ
اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ
اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ
لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ
يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ
فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَتْ
رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ
بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ
اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ
رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ
الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ
اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ
الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ
وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾

جہان کی عورتوں میں سے منتخب کرلیا ہے (۴۲) اے مریم!
اپنے رب کی فرمانبردار رہنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ
رکوع اور سجود کیا کرو (۴۳) یہ غیب کی خبریں ہیں جو (اے محمد)
ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، آپ اس وقت ان کے
پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان
میں سے کون مریم کا سرپرست بنے؟ اور نہ آپ اس وقت ان
کے پاس موجود تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے (۴۴)
جب فرشتوں نے مریم سے کہا: بلاشبہ اے مریم! اللہ تجھے اپنے
کلمہ کی بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا وہ دنیا
اور آخرت میں معزز ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے
ہوگا (۴۵) وہ لوگوں سے گہوارہ میں کلام کرے گا اور بڑی عمر
کو پہنچ کر بھی، اور بڑا نیک سیرت ہوگا (۴۶) مریم کہنے لگی:
میرے رب! میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی
آدمی نے چھوا تک نہیں" اللہ نے جواب دیا: ایسا ہی ہوگا اللہ
جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے تو
اسے کہتا ہے "ہوجا" تو ہوجاتا ہے (۴۷) اور اللہ تعالیٰ اسے
کتاب وحکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دے گا (۴۸) اور
اسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔ میں تمہارے
رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لایا ہوں، میں
تمہارے سامنے مٹی سے ایک پرندے کی شکل بناتا ہوں، پھر
اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے واقعی پرندہ بن
جاتا ہے نیز میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو
ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے
ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو سب تمہیں بتلا دیتا

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۵۰ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۵۱

ہوں، اگر تم ایمان لانے والے ہو تو تمہارے لئے ان باتوں میں نشانی ہے (۴۹) اور تورات جو میرے زمانہ میں ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں نیز بعض باتیں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں انہیں تمہارے لئے حلال کردوں میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لیکر آیا ہوں، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۵۰) اللہ میرا اور تمہارا رب ہے، لہٰذا اسکی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے (۵۱)

آیت ۳۳۔۴۱: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ جو لوگ اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی اتباع اور پیروی کریں جو لوگ اپنی زندگی میں رسول اللہ کا طریقہ چھوڑے ہوئے ہیں ان کو اللہ سے کوئی محبت اور کوئی تعلق نہیں ہے، اب ان آیات میں انبیاء کا ذکر ہو رہا ہے۔

سب سے پہلے آدم پھر نوح علیہما السلام کا پھر آل ابراہیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمارے رسول کا ذکر کیا ہے، کیونکہ آپ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اسماعیل علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آل عمران کا ذکر کیا ہے اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ عمران، مریم علیہا السلام کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہیں، پھر مریم ویحیٰی کی پیدائش اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا ہے، اور یہ سب واقعات ایک معجزہ ہیں۔

مریم علیہا السلام: مریم علیہا السلام، عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں، بائیبل کے انگریزی ترجمے میں انہیں Mary کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جبکہ اردو میں قرآن حکیم کے زیر اثر مریم ہی استعمال کیا گیا ہے، ان کی ولادت اور ابتدائی حالات، بالخصوص عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مفصل ذکر سورہ مریم میں آیا ہے جو انہی کے نام سے منسوب ہے۔

مریم علیہا السلام کے والد عمران کی کوئی اولاد نہ تھی، ان کی بیوی حنّہ بانجھ تھیں، ایک روز حنّہ نے ایک پرندہ کو دیکھا جو اپنے بچے کی چونچ بھر رہا تھا دل پر چوٹ لگی اور بچے کی آرزو سے بے تاب ہو گئیں، بے ساختہ بارگاہ ایزدی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ امید سے ہو گئیں، اس حالتِ امید میں انہوں نے یہ نذر مانی کہ وہ ہونے والے بچے کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیں گی لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو ام مریم نے بچی کے پیدا ہونے پر تاسف کا اظہار کیا کیونکہ اس زمانے میں یہود بیت المقدس کی خدمت کیلئے اپنی اولاد نرینہ ہی وقف کیا کرتے تھے، حنہ نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا، جس کے معنی عابدہ اور خادمہ کے ہیں، حنّہ نے اپنی نذر کی نیت کو نہ بدلا، البتہ "مریم چونکہ کاہنوں کے فرائض انجام نہ دے سکتی تھی، اس لئے اسے زہد و عبادت کیلئے وقف کر دیا اور اس بچی کیلئے اور اس کی آئندہ اولاد کیلئے بارگاہ ایزدی میں یہ دعا کی کہ رب کریم

ان کو شیطان مردود کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ام مریم کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی اس دعا کو بھی شرف قبولیت بخشا، چنانچہ رب کریم نے اس لڑکی کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمالیا اور اسے بڑی اچھی صفات سے آراستہ کر کے پروان چڑھادیا اور زکریا علیہ السلام کو اسکا سر پرست بنادیا۔ مریم کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور وہ یتیم ہوگئی تھیں، ان کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہوا، ان کی والدہ نے انہیں ہیکل کی نذر کیا تھا، تا کہ وہ اپنی پوری زندگی زہد و طاعت میں بسر کریں۔

اور چونکہ وہ لڑکی تھیں اس لئے یہ انتہائی نازک مسئلہ تھا کہ ہیکل کے مختلف کاہنوں میں سے کون ان کا سر پرست قرار پائے۔ جبکہ ہر کاہن انہیں اپنی کفالت میں لینے کا متمنی تھا۔ مریم کی کفالت کے مسئلہ پر خاصی بحث ہوئی اور بالآخر یہ طے پایا کہ فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعہ ہو۔ زکریا علیہ السلام نے کہا کہ میں مریم کی کفالت کا زیادہ مستحق ہوں کہ اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ چنانچہ فیصلہ قرعہ اندازی پر ہوا اور یہ شرط قرار پائی کہ ہر شخص بہتے ہوئے پانی پر اپنا قلم ڈالے، جس کا قلم رک جائے اور بہاؤ میں نہ بہے وہی کفیل ہوگا، یوں مریم اپنے خالو زکریا علیہ السلام کی کفالت میں آ گئیں۔

جب مریم علیہا السلام سن بلوغت کو پہنچ گئیں اور بیت المقدس کی عبادت گاہ (ہیکل) میں ایک حجرے میں یہود کے یہاں جسے محراب کہا جاتا ہے، شب و روز عبادت میں مشغول رہنے لگیں اور جب کبھی زکریا علیہ السلام خبر گیری کیلئے ان کے پاس جاتے تو ان کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتے، پوچھتے: مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتیں: اللہ کے پاس سے آیا ہے، اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

قرآن عزیز نے حضرت مریم کو عفیفہ، پاکباز اور اپنے زمانے کی سیدۃ نساء العالمین بیان کیا ہے، ان کی زہد و عبادت کا ذکر کرتے ہوئے ان کے علو مرتبت کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ فرشتے ان کے پاس آتے تھے۔ قرآن مجید نے ان لمحات کا بھی ذکر کیا ہے جب کنواری مریم کو فرشتے نے بیٹے کی خوش خبری سنائی تو وہ حیرت کا پیکر بن کر رہ گئیں اور بولیں۔ پروردگار! میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا، مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا، فرمایا ایسا ہی ہوگا جو اللہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہوجا، تو وہ ہو جاتا ہے۔

مسیح علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا ذکر مفصل طور پر سورۂ مریم میں ہوا ہے، اور (اے محمد) اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو، جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر مشرقی جانب گوشہ نشین ہوگئی تھی۔ اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ کر بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنے خاص فرشتے کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوا، مریم علیہا السلام یکا یک بول اُٹھی کہ اگر تو کوئی خداترس آدمی ہے تو میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا: میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں (یعنی تیرے رب نے مجھے بھیجا ہے تا کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں)۔

مریم علیہا السلام نے کہا: میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے؟ اور میں بدکار عورت بھی نہیں

ہوں۔ فرشتے نے کہا: تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے بہت آسان ہے، اور ہم یہ اس لئے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کیلئے ایک نشانی بنائیں۔ یہ اپنی طرف سے ایک رحمت اور ایک طے شدہ بات ہے۔ مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور اس حمل کو لئے ہوئے وہ ایک دور مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا، وہ کہنے لگی: کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میرا نام و نشان نہ رہتا، فرشتے نے درخت کے نیچے سے پکار کر کہا: غم نہ کر، تیرے رب نے تیرے لئے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے، اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی، بس تو کھا پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمن کیلئے روزے کی نذر مانی ہے، اس لئے آج میں کسی سے نہ بولوں گی، پھر وہ اپنے بچے کو لئے ہوئے اپنی قوم میں آئی، لوگ کہنے لگے: اے مریم! تو نے بڑا پاپ کیا ہے، اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار عورت تھی۔ مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا، لوگوں نے کہا: ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارہ میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے؟ بچہ بول اُٹھا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور مجھے بابرکت کیا ہے۔ جہاں بھی رہوں اور زندگی بھر کیلئے نماز اور زکوۃ کی پابندی کا حکم دیا، اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو شقی نہیں بنایا، سلام ہے مجھ پر کہ جب میں پیدا ہوا اور جب کہ میں مروں اور جب کہ میں زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں۔ یہ ہے عیسیٰ ابن مریم اور یہ ہے اس کے بارے میں سچی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ (سورۂ مریم: ۲۰۔ ۳۴)

یہاں مناسب ہوگا کہ مریم علیہا السلام سے متعلق یہودی اور نصرانی تصور کا بھی مختصر جائزہ لے لیا جائے۔ سورۂ نساء میں یہود کے گھناؤنے کردار کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید نے بتایا کہ انہوں نے دیگر سنگین جرم کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ اس جرم کا بھی ارتکاب کیا کہ مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا۔

جیسا کہ سورۂ مریم میں مذکور ہوا ہے۔ یہود کو ابتدا میں مریم علیہا السلام پر شبہ گزرا لیکن عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا ثبوت جب ان کے گہوارہ میں معجزانہ کلام سے انہیں مل گیا تو ایک محیر العقول عظیم شخصیت کے بارے میں یہودیوں کو کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا۔ چنانچہ انہوں نے تو عفیفہ مریم پر تیس برس کے عرصے میں تہمت لگائی اور نہ ہی عیسیٰ کو کبھی ناجائز ولادت کا طعن دیا، جب عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تیس برس ہوگئی اور انہوں نے نبوت کے کام کی ابتدا کر دی اور اخلاقی بنیادوں پر مبنی تعلیم پیش کی تو یہود جو مسیح منتظر سے عسکری توقعات وابستہ کئے ہوئے تھے ان کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام پر زبانِ طعن دراز کی بلکہ ان کی پاکباز والدہ پر بہتان عظیم کے مرتکب ہوئے، اس وقت سے یہودی ادب میں مریم علیہا السلام سے عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ (بن باپ) ولادت سے انکار کیا جاتا ہے۔ جہاں تک نصرانیوں کا تعلق ہے وہ مریم علیہا السلام کا غلو کی حد تک احترام کرتے تھے۔ ان کے آرٹ، موسیقی اور ادب میں مریم علیہا السلام کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ عیسائیوں کے ہاں مریم علیہا السلام کی شخصیت تدریجاً ارتقا پذیر ہوئی ہے جس کا اندازہ ان القاب سے لگایا جا سکتا ہے جو وقتاً فوقتاً انہیں دیئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً کنواری ماں،

Virgin Mother، حوا ثانی Second Eve، مادر خداوند Mother of God، عذرا Ever Virgi وغیرہ۔ اس بارے میں ایک خاص بات یہ قابل ذکر ہے کہ خود اناجیل میں مریم علیہا السلام کے بارے میں یہ ادب و احترام مفقود نظر آتا ہے۔ قرآن مجید یہود کی روش اور نصاریٰ کے موقف کی واضح تردید کرتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ دونوں کے مقامات لغزش کی نشان دہی بھی کرتا ہے اور مریم علیہا السلام کو ایک صالحہ، عابدہ، زاہدہ، عفیفہ، سیدۃ نساء العالمین، فرشتوں سے مکالمہ کرنے والی اور رب کریم سے مناجات کرنے والی روحانی شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا جو ایک بوڑھے باپ اور ایک بانجھ ماں سے پیدا ہوئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا جو بغیر باپ کے مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں، اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ عیسائی جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بیٹے ہیں انکی یہ بات غلط ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے معجزات کا ذکر ہے کہ وہ مٹی کا پرندہ بناتے اور اس میں پھونکتے تو اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا اور پیدائشی اندھے اور کوڑھی کے مریض کو اللہ کے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کر دیتے تھے، لہٰذا عیسیٰ انسان ہیں کیونکہ وہ ایک انسان کی اولاد ہیں وہ مریم کے بیٹے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے، عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو آدم علیہ السلام ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے لیکن سب لوگ آدم علیہ السلام کو انسان کہتے ہیں تو اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے وہ بھی انسان ہیں، وہ انسان کی اولاد ہیں کیونکہ وہ مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔

اب وہ اصل بات آ رہی ہے جو درحقیقت سورہ آل عمران کا بنیادی اور مرکزی موضوع ہے۔ اس سورت میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور مقصود ان پر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حقیقت حال کا اظہار ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے فرشتوں نے جو اوصاف ان کی والدہ کو بتلائے وہ یہ تھے (۱) وہ لڑکا اللہ کے کلمہ "کن" سے بن باپ پیدا ہوگا (۲) اس کا پورا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ مسیح آپ کا لقب ہے۔ اس کی دو توجیہات بیان کی گئیں۔ ایک یہ کہ ہیکل سلیمان میں یہ دستور تھا کہ جس شخص کو وہ بزرگ اور پاکباز سمجھتے تھے تو اسے کاہن زیتون کے تیل سے مسح کر دیتے اور اس کے جسم پر مل دیتے تھے اس لحاظ سے بھی آپ مسیح ہوئے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ نے عمر بھر سفر و سیاحت میں گزار کر رسالت کا فریضہ سرانجام دیا اس لئے بھی مسیح ہوئے۔ آپ کو ماں کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور یہ آپ کے بن باپ کے پیدا ہونے پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور قرآن کریم میں اس طرح کسی مرد یا عورت کا نسب بیان نہیں ہوا جبکہ بیسیوں مقامات پر ابن مریم کا ذکر آیا۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں جگہ وجیہ یا بارعب شخصیت ہوگی۔ وجیہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے رعب اور

وقار کی وجہ سے کوئی شخص اسے طعنہ نہ دے سکے۔ یہود آپ کو پیٹھ پیچھے ولد الحرام کہتے، سامنے کہنے کی جسارت نہیں کرتے تھے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی اللہ کے مقرب بندوں سے ہوگا اور آخرت میں بھی۔ اور پانچویں صفت یہ ہوگی کہ شیر خوارگی کے ایام میں پختہ کلام کرنا اور چھٹی صفت اس کا صالح ہونا ہے۔ یہ تھیں وہ صفات جن کا ذکر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر ہی فرشتوں نے مریم علیہا السلام سے کر دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گہوارہ میں تین بچوں کے سوا کسی بچہ نے بات نہیں کی۔ ایک عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، دوسرا وہ بچہ جسے جریج راہب سے منسوب کیا گیا اس بچے نے بول کر جریج کی براءت کی اور اصلی باپ کا نام بتایا۔ تیسرا وہ بچہ جس نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا تھا۔ یا اللہ! مجھے اس ظالم سوار کی طرح نہ کرنا۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء۔ تیسیر القرآن)

ان تینوں بچوں کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ ان کے علاوہ اصحاب الاخدود کے قصے میں ایک اور شیر خوار بچہ کے بولنے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 5327۔ احسن البیان)

جس وقت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے، اس وقت ہر طرف دنیا میں ظلم و جہالت کا دور دورہ تھا، خود اہل کتاب یعنی یہودی بہت سی خرابیوں کا مرکز بن چکے تھے، صدیوں کے ذہنی و علمی جمود نے ان کو علمی اعتبار سے مکمل لکیر کا فقیر بنا دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت یہود کے مندرجہ ذیل گروہ تھے۔

(۱) صدوقی: ان کا کہنا تھا کہ انسان کے نیک و بد اعمال کا ثمرہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے نہ کہ آخرت میں۔

(۲) فریسی: یہ لوگ لذات دنیوی سے کنارہ کشی کو ذریعۂ نجات قرار دیتے تھے، مگر پھر ترک دنیا میں بھی بدعملی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

(۳) کاہن: ان لوگوں نے مذہبی عبادات کی ادائیگی میں خلوص اور للّٰہیت کو ختم کر کے اس کی جگہ دنیاداری کو رواج دے رکھا تھا۔

(۴) احبار یا فقیہ، یہ مذہب کے اجارہ دار بن گئے تھے، جس چیز کو چاہتے حلال ٹھہرا دیتے اور جسے چاہتے حرام کر دیتے، اس کے علاوہ دینی و علمی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہیکل سلیمانی کو تجارتی منڈی بنا دیا تھا، اور یوں خود مذہب بھی ایک تجارت بن کر رہ گیا تھا۔ غریبوں اور پست حال لوگوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ان تمام برائیوں کے خلاف آواز بلند کی اور قوم میں مذہب اور دین کا جذبہ بیدار کیا، گو انہوں نے بہت مختصر عرصہ تک تبلیغ فرمائی (اور ان کا زمانۂ نبوت فقط ڈھائی تین سال کا ہے) لیکن اس مختصر سے عرصہ میں ان کے بہت سے مخلص پیدا ہو گئے اور ان کی آواز گھر گھر، قریہ قریہ جا پہنچی، ان کی اس دعوت سے وہاں کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کو اپنی (سیادت) کے متزلزل ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا اور اس طرح وہ عیسیٰ علیہ السلام کی جان کے درپے ہو گئے، ان کو دنیا سے اٹھا لیا گیا۔ مگر ان کی چندروزہ تحریک کے اثرات ہمیشہ تاریخ پر ثبت رہیں گے۔

عیسیٰ، بنی اسرائیل کے سلسلۂ انبیاء کے آخری نبی تھے، ان کی والدہ مریم علیہا السلام ان کے نانا عمران اور ان کی نانی

(حنہ بنت فاقوذ) کا قرآن مجید میں اچھے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مریم علیہا السلام اپنے باپ عمران کی اکلوتی بیٹی تھیں، عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت عام مروجہ طریقے سے ہٹ کر ہوئی۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق ماں باپ دونوں کے بغیر ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے وجود میں آئے۔ پیدائش کے بعد سے لیکر نبوت تک عیسیٰ علیہ السلام کہاں رہے یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ اسرائیلی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مریم علیہا السلام بادشاہ وقت ہیرودس (Heradiac) کے خوف سے مصر کے کسی مقام پر چلی گئی تھیں اور تقریباً عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے ابتدائی بارہ سال وہیں گزاریں۔ قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی بچپن کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ایک جگہ قرار عطا فرمایا تھا جو ٹھنڈے پانی، عمدہ آب و ہوا والی رہائش کے قابل کسی قدر اونچی جگہ تھی، بعض مفسر اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت یعنی بیت المقدس کے نزدیک نخلہ، بعض مفسر دمشق کے قریب کا کوئی علاقہ، اور بعض مصر اور بعض روم مراد لیتے تھے۔ یہاں عیسیٰ علیہ السلام نے کم وبیش بارہ سال بسر کئے، بعدازاں جب بیت المقدس کا بادشاہ مر گیا تو زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کو بلا بھیجا، اب مریم علیہا السلام اپنے بچے سمیت بیت المقدس میں واپس تشریف لے آئیں، واپس آکر عیسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے قریب مقام ناصرہ میں رہائش اختیار کی، جس کی بنا پر ان کے پیروکاروں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تیس سال کی ہوئی تو ان پر نزول وحی کا آغاز ہوا، اس کے بعد آپ نے پورے زور وشور سے دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا، انہوں نے اپنے مواعظ میں ان مذہبی لوگوں کو خاص طور پر ہدف تنقید بنایا جنہوں نے مذہب کے نام پر کاروبار قائم کر رکھے تھے، انہوں نے اعلان نبوت کے چند دن بعد ایک پہاڑی سے وعظ کیا جو ''پہاڑی کا وعظ'' کہلاتا ہے۔ اس وعظ میں ان تمام تعلیمات کا خلاصہ موجود ہے، پھر جوں جوں عوام ان سے متاثر ہوتی گئی، خواص یعنی مذہبی لوگ کاہن اور فریس اتنے ہی ان کے مخالف ہوتے گئے۔

چند دنوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف مخالفت کا طوفان شدت اختیار کر گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ جس شہر یا قصبوں کا رخ کرتے وہاں سے انہیں نکال دیا جاتا، اس لئے ان کا زیادہ تر وقت جنگلوں بیابانوں میں گذرا، انہی دنوں انہوں نے اپنی طرف سے قاصد یا نمائندے مقرر کئے اور انہیں اپنی طرف سے مختلف شہروں، قصبوں میں تبلیغ کیلئے روانہ کیا، انجیل کے مطابق ان کی تعداد بارہ تھی جو بعد میں بارہ حواری کے نام سے مشہور ہوگئے، عیسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ لوگ روز بروز ان کے مخالف ہوتے جارہے ہیں، تو انہوں نے اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہوگا کا نعرہ لگایا، جس پر حواریوں نے کہا کہ ہم الٰہِ واحد کے راستے میں آپ کے مددگار ہیں، یہ حواری عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہتے ان کے ارشادات سنتے اور انہیں دوسروں تک پہنچاتے، ان میں زیادہ تر نچلے طبقے کے لوگ تھے، مگر دینی اعتبار سے ان کا بڑا درجہ ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان کے دشمنوں نے کاروائیاں تیز کردیں، دشمنوں نے رومی گورنر پیلاطس Ponlam Pilate کو عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ابھارا اور اس کے سپاہیوں کے ساتھ مل کر عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی سازش تیار کرلی اور بقول انجیل عیسیٰ

علیہ السلام کے ایک شاگرد یہود اسکریوتی کو تیس دینار پر جاسوسی کیلئے تیار کرلیا، عیسیٰ علیہ السلام مذہبی تہوار کے موقع پر بیت المقدس آئے ہوئے تھے یہاں انہوں نے فسح (تہوار) کا آخری کھانا کھایا اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اپنے گیارہ حواریوں سمیت شہر کے بارہ گتسمنی Gethseman نامی ایک جگہ رات گذارنے کے لئے تشریف لے گئے، پھر اپنے حواریوں سے الگ ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ مسلم مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دشمن عیسیٰ علیہ السلام کے ایک شاگرد یہوداسکریوتی کی رہنمائی میں مذکورہ جگہ کے پاس پہنچے اور اس کا محاصرہ کرلیا تو عین اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا اور خود گرفتار کروانے والے پر عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وشباہت طاری کردی، چنانچہ حکومت کے اہل کاروں اور حتیٰ کہ خود حواریوں نے بھی اس کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا اور اسی کو پھانسی پر چڑھادیا، چونکہ بوجوہ انہیں اس کام میں عجلت تھی، اس بنا پر زیادہ تحقیق وتفتیش نہ کی گئی، تاہم اتنا یقینی ہے کہ وہ یہوداسکریوتی عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی کے بعد کسی جگہ بھی نہیں دیکھا گیا۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق چونکہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تو قتل ہوئے اور نہ طبعی موت مرے، بلکہ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں، اس بنا پر آخری زمانہ میں ان کو دوبارہ نازل کیا جائے گا۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث منقول ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ضرور وہ وقت آنے والا ہے جب عیسیٰ بن مریم عادل حاکم بن کر اتریں گے، وہ صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جنگ موقوف کردیں گے اور مال کی اس درجہ کثرت ہوگی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2070)

مسلم میں ایک دوسرے حدیث میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے جس میں وہ بیان فرماتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ دجال ظاہر ہوگا، اس کو ہلاک کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ عیسی علیہ السلام کو نازل فرمائیں گے، وہ دمشق کے مشرقی سفید منارے پر نازل ہوں گے ان کے بدن پر دو چادریں ہوں گی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۲۲۸)

نزول مسیح کے عقیدہ کو ان عقائد میں شمار کیا جاتا ہے جن پر ہر مسلمان کا ایمان لانا ضروری ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام ان برگزیدہ انبیائے کرام میں سے ہیں، جن کو ایک مستقل صحیفۂ آسمانی ملا، عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا ہوئی، جو علم وحکمتِ خداوندی کا مخزن تھی، مگر نصاریٰ نے اپنی عادات کے مطابق اس میں بہت سی تحریفات کرکے اسکی شکل کو بگاڑ دیا۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَكَرُوْا

پھر جب عیسیٰ کو ان کے کفر وانکار کا پتہ چل گیا تو کہنے لگا کوئی ہے جو اللہ کے دین کیلئے میری مدد کرے؟ حواری کہنے لگے، ہم اللہ کے انصار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور گواہ رہیئے کہ ہم مسلمان ہیں (۵۲) اے ہمارے رب! ہم نے مان لیا جو تونے نازل کیا ہے اور ہم نے رسول کی پیروی کی، لہٰذا ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے (۵۳) اور وہ خفیہ تدبیر کرنے

ع ٥ ۱۴ وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝٥٤ اِذْ قَالَ
اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ
وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا
كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝٥٥ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫
وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٥٦ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٧ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ
الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝٥٨ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى
عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ
قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٥٩ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝٦٠ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ
بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ
وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۫ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ
اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝٦١ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ
الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٦٢ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
ع ٦ ۱۴ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝٦٣

لگے، اللہ نے تدبیر انہی پر لوٹا دی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے (۵۴) اور جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہاری (دنیا کی) زندگی کو پورا کر کے تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا، اور ان کافروں سے تجھے پاک کردوں گا اور جو لوگ تیری اتباع کرینگے انہیں کافروں پر یوم قیامت تک غالب رکھوں گا، بالآخر تمہیں میرے پاس آنا ہے۔ میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردوں گا، جن میں تم اختلاف کرر ہے ہو (۵۵) جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت سزا دوں گا اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا (۵۶) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے انہیں ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا (۵۷) جو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں یہ آیات اور حکمت سے بھرپور تذکرے ہیں (۵۸) بلاشبہ اللہ کے ہاں عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے جسے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے حکم دیا کہ ہوجا تو وہ ہوگیا (۵۹) تمہارے رب کی طرف سے حق (آچکا) ہے لہٰذا (اے محمد) شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا (۶۰) پھر اگر کوئی علم وحی آجانے کے بعد اس بارے میں آپ سے جھگڑا کرے تو، آپ اسے کہئے: آؤ ہم اور تم اپنے اپنے بچوں کو اور بیویوں کو بلالیں، اور خود بھی حاضر ہوکر اللہ سے گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو (۶۱) یہ بالکل سچے واقعات ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی بالادست اور حکمت والا ہے (۶۲) پھر اگر نصاریٰ مقابلہ میں نہ آئیں تو اللہ ایسے فسادیوں کو خوب جانتا ہے۔ (۶۳)

گذشتہ آیات میں عیسائیوں کے اس عقیدے کو غلط قرار دیا گیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بیٹے ہیں۔ اب ان آیات میں یہود ونصاریٰ کو توحید کی طرف دعوت دی جارہی ہے کہ اے اہل کتاب اس ایک کلمہ کو قبول کرو کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں

گے، اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہیں بنائیں گے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اس بات کی دعوت دی جا رہی ہے کہ سب ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کریں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے، وہ مسلمان تھے، یہودی اور نصرانی نہیں تھے۔ آج ابراہیم علیہ السلام کے سچے پیرو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ہیں۔

گذشتہ آیات میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات کا ذکر تھا، اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ یہودیوں کی اکثریت نے اپنی آنکھوں سے ان معجزات کو دیکھ کر بھی عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے بلکہ الٹا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے آئے تو اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اب وہ آسمان میں زندہ ہیں قیامت کے قریب دنیا میں آئیں گے۔

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ
بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ
فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ
هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ
يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا
مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ
اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا
النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ
اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

آپ ان سے کہیے: ''اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مسلم ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، نہ کوئی کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب بنائے اگر وہ منہ موڑیں تو ان سے کہیے: گواہ رہو کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں (۶۴) اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو کہ وہ یہودی تھے یا نصاریٰ، حالانکہ تورات اور انجیل تو نازل ہی ان کے بعد ہوئی تھیں! کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے؟ (۶۵) تم وہ لوگ ہو جو ان باتوں میں جھگڑا کرتے ہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں مگر ایسی باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں کچھ علم ہی نہیں، انہیں اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے (۶۶) ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے ہٹ کر اللہ ہی کا حکم ماننے والے تھے اور مشرک نہیں تھے (۶۷) بلاشبہ ابراہیم سے قریب تر وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی (پھر ان کے بعد) یہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے ہیں، اور اللہ ایمان لانے والوں کا حامی و مددگار ہے (۶۸) اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو گمراہ کر دیں حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی (۶۹) اے اہل کتاب! تم اللہ

تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۝٧٠
يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝٧١ع وَقَالَتْ ع ۸ ۱۵
طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ
عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا
اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝٧٢ۚۖ وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا
لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى
اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ
يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ۝٧٣ۙ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝٧٤ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ
وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ
اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝٧٥
بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ۝٧٦ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ
وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى
الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ

تعالیٰ کی ان آیات کا کیوں انکار کرتے ہو جن کی تم خود گواہی دیتے ہو (۷۰) اے اہل کتاب! تم حق و باطل کی آمیزش کیوں کرتے ہو اور جانتے بوجھتے سچی بات چھپاتے جاتے ہو (۷۱) اہل کتاب کے کچھ لوگوں نے کہا (آپس میں سازش تیار کی) کہ جو ان مسلمانوں پر نازل ہوا ہے صبح میں تم اس پر ایمان لاؤ اور شام کو اس کا انکار کر دو، شاید (اس ترکیب) سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں (۷۲) وہ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی پیروی نہ کرو، آپ کہیے: ہدایت صرف اللہ ہی کی ہدایت ہے کہ وہ کسی دوسرے کو وہی دے جو تمہیں دیا ہے یا جن سے وہ تمہارے رب کے حضور تم پر حجت قائم کر سکیں؟ نیز ان سے کہیے کہ فضل و شرف تو اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے عطا کرے کیونکہ وہ بڑا وسیع النظر اور سب کچھ جاننے والا ہے (۷۳) وہ جسے چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کرے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے (۷۴) اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان پر اعتماد کرتے ہوئے ایک خزانہ بھر مال دے دیں تو وہ آپ کو واپس کر دیں گے اور کچھ ایسے ہیں کہ اگر آپ انہیں ایک دینار بھی دے بیٹھیں تو ادا نہ کریں گے۔ مگر یہ کہ تم ہر وقت ان کے سر پر سوار رہو، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھ (غیر یہود) کے بارے میں ہم پر مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ جان بوجھ کر اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر رہے ہیں (۷۵) بلکہ جو اللہ کے کئے ہوئے عہد کو پورا کرے اور اس سے ڈرتا رہے، تو اللہ ایسے ہی متقیوں کو پسند کرتا ہے (۷۶) لیکن جو لوگ اللہ کے عہد کو اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ ڈالیں تو ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، قیامت کے دن اللہ ایسے لوگوں سے نہ کلام

اَلِيۡمٌ۝ وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ
بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ
مِنَ الۡكِتٰبِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ
وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ
الۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ۝ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ
يُّؤۡتِيَهُ اللّٰهُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ
يَقُوۡلَ لِلنَّاسِ كُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّىۡ مِنۡ دُوۡنِ
اللّٰهِ وَلٰكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنۡتُمۡ
تُعَلِّمُوۡنَ الۡكِتٰبَ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ۝ۙ
وَلَا يَاۡمُرَكُمۡ اَنۡ تَتَّخِذُوا الۡمَلٰٓـئِكَةَ
وَالنَّبِيّٖنَ اَرۡبَابًا ؕ اَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡكُفۡرِ بَعۡدَ اِذۡ
اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ۝ ع

کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور انہیں المناک عذاب ہوگا (۷۷) اور ان اہل کتاب میں سے کچھ لوگ تورات کو پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو ایسے موڑ دیتے ہیں کہ تم اسے تورات کا حصہ سمجھو، حالانکہ وہ تورات (کی عبارت) نہیں ہوتی اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے، حالانکہ وہ عبارت اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹی باتیں اللہ سے منسوب کرتے ہیں (۷۸) کسی شخص کا یہ حق نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ جو کتاب تم لوگ ان کو سکھلاتے ہو اور خود بھی پڑھتے ہو (اس کی تعلیم کا یہی تقاضا ہے) (۷۹) وہ نبی تمہیں یہ نہ کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، بھلا تمہارے مسلمان ہوجانے کے بعد وہ تمہیں کفر کا حکم دے سکتا ہے؟ (۸۰)

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی برائی اور بداخلاقی کو بیان کیا تھا، اب ان آیات میں یہودیوں کی مالی اور دینی خیانت کا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے اللہ کے دین میں خیانت کی کہ اللہ کے کلام میں اپنی باتوں کو داخل کر کے اس کو اللہ کے کلام کی حیثیت سے پیش کیا، وہ لوگوں کے مال واسباب کو ناجائز طریقے سے کھاجاتے تھے۔

آیت نمبر ۷۷: عبداللہ ابن ابی اوفی ﷛ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا مال رکھا اور ایک مسلمان کو پھانسنے کیلئے جھوٹی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اس مال کی اتنی قیمت ملتی تھی، حالانکہ یہ بات غلط تھی، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 4186)

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيۡتُكُمۡ
مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ
مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ
قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اگر میں تمہیں اب کتاب وحکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہے تمہیں لازماً ایمان لانا ہوگا اور اس کی نصرت کرنا ہوگی۔ اللہ نے پوچھا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور میرے اس عہد کی

قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ
مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ
يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾
قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ
عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ
مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ
الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَھُوَ فِي
الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ
قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ
الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ
اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ
الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ
ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا

ذمہ داری قبول کرتے ہو؟" نبیوں نے کہا: "ہم اقرار کرتے
ہیں" فرمایا: گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں" (۸۱)
پھر اس کے بعد جو بھی اس عہد سے پھر جائے تو ایسے لوگ فاسق
ہیں (۸۲) کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے
ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب چاروناچار
اسی کے تابع وفرمان (مسلم) ہیں، اور سب کو اسی طرف پلٹنا ہے
(۸۳) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ہم تو اس چیز پر ایمان لاتے
ہیں جو ہم پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق،
یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی جو موسیٰ
عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں، ہم
ان میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے تابع فرمانبردار ہیں
(۸۴) اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو اس سے ہرگز
قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا (۸۵)
ایسے لوگوں کو اللہ کیونکر ہدایت دے سکتا ہے جنہوں نے ایمان
لانے کے بعد کفر اختیار کیا؟ حالانکہ وہ گواہی دے چکے ہیں کہ یہ
رسول حق پر ہے اور ان کے پاس واضح دلائل آ چکے ہیں، اور اللہ
تعالیٰ ایسے ناانصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۸۶) ایسے لوگوں
کا بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی اور سب
لوگوں کی (۸۷) وہ عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے، ان سے یہ
عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی (۸۸)
مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی وہ اس
سے بچ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا
ہے (۸۹) مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا
پھر اس کفر میں بڑھتے ہی گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی
اور حقیقتاً ایسے لوگ گمراہ ہیں (۹۰) بلاشبہ جو لوگ کافر ہوئے پھر کفر

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾	ہی کی حالت میں مر گئے، اگر وہ زمین بھر بھی سونا دیکر خود چھوٹ جانا چاہیں گے تو ان سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔یہی لوگ ہیں جنہیں المناک عذاب ہوگا اور ان کا کوئی حمایتی بھی نہ ہوگا۔(۹۱)

ع ۱۱/۱۷

آیت۸۱۔۹۱: گذشتہ آیات میں یہودیوں کی خیانت کا ذکر تھا کہ وہ اللہ کے دین میں اپنی باتیں داخل کئے اور محمد ﷺ کے تعلق سے جو بشارتیں توراۃ میں تھیں اس کو بدل دیا اور اس کو غلط سمجھایا۔

اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انبیاء سے اس بات کا وعدہ لیا تھا کہ اگر وہ محمد ﷺ کی نبوت کو پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کا ساتھ دیں اگر یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کے سچے پیرو ہوتے تو محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کا ساتھ دیتے۔محمد ﷺ پر ایمان لانے کی بجائے ان کا انکار کرتے ہیں اور ان کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تمام نبیوں پر ایمان لایا جائے اگر کوئی کسی ایک نبی کا بھی انکار کرے گا تو وہ کافر ہوجائے گا۔یہود ونصاریٰ اس لئے گمراہ ہیں کیوں کہ وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لائے،مسلمان اس لئے ہدایت پر ہیں کیونکہ مسلمان تمام نبیوں پر ایمان لائے ہیں۔

آیت۹۱: آخرت میں صرف نیک اعمال کام آئیں گے وہاں نہ مال ودولت کام آئے گی نہ قرابت دار اور نہ سفارشی۔اگر کافر کے پاس سونے کے ڈھیروں کے ڈھیر حتیٰ کہ زمین بھر سونا ہو تو اس کی آرزو یہی ہوگی کہ سب کچھ دے کر عذاب جہنم سے اپنی جان چھڑالے۔مگر وہاں ممکن نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ سب سے کم عذاب والے دوزخی سے فرمائے گا: اگر تیرے پاس دنیا ومافیھا ہو تو کیا تو اسے اپنے فدیہ میں دیدے گا؟ وہ کہے گا: ہاں، اللہ فرمائے گا: جب تو انسانی شکل میں تھا تو میں نے تجھ سے اس سے آسان تر بات طلب کی تھی کہ توحید پر قائم رہنا اور کہا تھا کہ پھر میں تجھے جہنم میں داخل نہ کروں گا۔مگر تو شرک پر اڑا رہا۔(صحیح مسلم،حدیث نمبر5018)

زکریا علیہ السلام:

زکریا علیہ السلام کا پورا نام زکریا ابویحییٰ تھا جو مریم علیہا السلام کے خالو اور عیسیٰ علیہ السلام کے معاصر تھے، آپ اولاد سلیمان بن داؤد میں سے تھے، وہ ہیکل کے کاہنوں یا خادموں میں شامل تھے، ہیکل سلیمانی کا کاہن یا خادم ہونا بنی اسرائیل میں ایک معزز عہدہ تصور ہوتا تھا، قرآن مجید میں زکریا علیہ السلام کا قصہ دو جگہوں پر زیادہ تفصیل سے آیا ہے، سورۂ آل عمران کی آیات ۳۴ تا ۴۴ میں مریم علیہا السلام کی کفالت کے ضمن میں ہے۔ارشاد ربانی کے مطابق مریم علیہا السلام کی والدہ اپنی نذر کو پورا کرنے کیلئے اللہ کے گھر میں حاضر ہوتی ہیں اور اپنی بچی کو خدمت کیلئے وقف کرنا چاہتی ہیں۔ہیکل کے کاہنوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ مریم علیہا السلام کی کفالت اپنے ذمہ لے۔

زکریا علیہ السلام چونکہ ان کے خالو تھے اس لئے انہوں نے اس استحقاق کا دعویٰ کیا مگر فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوا، اور

زکریا علیہ السلام کی کفالت اور نگرانی میں ان کی تربیت شروع ہوئی، زکریا علیہ السلام جب بھی ان کے عبادت والے حجرہ میں داخل ہوتے، بے موسمی پھل پاتے اور تعجب سے پوچھتے تو وہ فرماتیں کہ یہ سب اللہ کے ہاں سے آتے ہیں، تب زکریا علیہ السلام کو اپنے بے اولاد ہونے کا احساس ہوا اور بڑھاپے کے باوجود اولاد کی خواہش پیدا ہوئی اور وہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، جس کی قبولیت کی بشارت اور علامات سے انہیں آگاہ کر دیا گیا۔

دوسری جگہ سورۂ مریم کے شروع میں ذکر آیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے، زکریا علیہ السلام کی اولاد کیلئے دعا کا خاص ذکر فرمایا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور ان کے سعادت مند ہونے کی بعض علامات بھی بیان فرمادیں۔ ان کی بیوی جو ضعیف اور بانجھ تھیں، حاملہ ہونے کی علامات اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہ کریں گی۔

زکریا علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ بعثت مسیح سے جو احکامِ تورات منسوخ ہوئے، ان میں سے ایک بھتیجی سے نکاح بھی تھا، بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ ہیردوس اپنی ایک بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا تھا، یحییٰ علیہ السلام چونکہ شریعت عیسوی پر، بجائے شریعت موسوی کے ایمان رکھتے تھے، اسلئے مانع آئے۔ اس اعلانِ حق پر بادشاہ کے حکم سے انہیں عبادت خانہ میں ذبح کر دیا گیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی زکریا علیہ السلام اپنی روزی کمانے کیلئے بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

یحییٰ علیہ السلام:

زکریا علیہ السلام کے فرزند یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش بابل پر سکندر اعظم کے جملہ تین سو تیس سال کے بعد اور حضرت عیسیٰ کی ولادت سے صرف چھ ماہ قبل ہوئی۔ ابن کثیر نے وضاحت سے لکھا ہے کہ سب سے پہلے یحییٰ علیہ السلام نے نبوت مسیح کی تصدیق کی۔ بائبل میں یحییٰ علیہ السلام کا نام ''یوحنا'' (Theaptist John) لکھا ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ آل عمران آیت: ۹۳، سورۂ انعام آیت: ۵۹، سورۂ مریم آیات: ۲-۲۱ اور سورۂ انبیاء آیت ۹ میں ان کا ذکر آیا ہے، سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی پیدائش کی بشارت دی اور ان کا نام یحییٰ تجویز کیا۔ اسرائیلی کتب میں ان کا نام ''یوحنا معمدان'' لکھا ہے۔ زیادہ وقت بیت المقدس میں عبادت میں گزارتے اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتے۔ اس وقت کے بادشاہ ہیردوس کی بیوی، ملکہ اپنے سابق شوہر کی بیٹی سے اپنے بادشاہ شوہر کی شادی کی خواہش مند تھی۔ بادشاہ اور تمام بنی اسرائیل متفق ہو گئے اور یحییٰ علیہ السلام کو بغرض نکاح بلایا گیا مگر واقعات معلوم کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ اس قسم کے نکاح کو شریعت عیسوی ناجائز قرار دیتی ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ بادشاہ اور اس کے حواری یحییٰ علیہ السلام کی حق گوئی کے سبب ناراض ہو گئے اور بادشاہ کے حکم سے انہیں رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ انہیں ہر قسم کی اذیتیں دی گئیں تاکہ وہ اس نکاح کو جائز قرار دے دیں۔ ایک روایت کے مطابق ملکہ کی بیٹی نے بادشاہ کو یہ شرط پیش کی کہ اگر یحییٰ کا سر قلم کر کے اس کے پاس لایا جائے تو وہ اس سے شادی کرے گی ورنہ نہیں، چنانچہ یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا۔

یحییٰ اور زکریا علیہما السلام کی شہادت عیسیٰ علیہ السلام کی رفعت سے ایک سال قبل ہوئی۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾
كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا
مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ
تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ
فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ وقف جبریل علیہ السلام
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾
اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ
مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ
بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ
اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ
اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا
فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

تم اس وقت تک نیکی نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیز اللہ کی راہ
میں خرچ نہ کرو، جو تمہیں محبوب ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے
اللہ اسے خوب جانتا ہے (۹۲) بنی اسرائیل کے لئے کھانے
پینے کی سب چیزیں حلال تھیں، سوائے ان کے جنہیں تورات
کے نزول سے پہلے اسرائیل یعنی (یعقوب علیہ السلام) نے
خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، آپ ان سے کہئے؟ کہ اگر تم اپنے
دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لاؤ اور اس میں سے وہ عبارت
پڑھو (۹۳) پھر اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹی
باتیں منسوب کریں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں (۹۴) آپ
کہہ دیجئے اللہ نے سچ فرمایا ہے، لہٰذا تمہیں ابراہیم کے طریقہ
کی اتباع کرنی چاہئے، جو اللہ ہی کے ہو گئے تھے اور مشرک
نہیں تھے۔(۹۵) بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کیلئے تعمیر
ہوا وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور تمام جہاں کیلئے
ہدایت ہے (۹۶) اس میں کھلی نشانیاں مثلاً مقام ابراہیم ہے،
جو شخص اس گھر میں داخل ہوا وہ مامون و محفوظ ہو گیا، اور لوگوں
پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو
اس کا حج کرے اور جو نہ مانے تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے
بے نیاز ہے (۹۷) آپ ان اہل کتاب سے کہئے! کہ تم اللہ
کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ
سب کچھ دیکھ رہا ہے (۹۸) کہئے: اے اہل کتاب! تم اسے
اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو؟ جو ایمان لاتا ہے اس کے لئے
گمراہی کجی چاہتے ہو، حالانکہ تم خود اس کے ہدایت یافتہ
ہونے پر گواہ ہو اور جو حرکتیں تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر
نہیں ہے (۹۹) اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک
فریق کی بات مان لو گے تو یہ تمہارے ایمان لانے کے بعد

اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۝۱۰۰ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝۱۰۱ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝۱۰۲ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝۱۰۳

تمہیں کافر بنا کے چھوڑیں گے (۱۰۰) اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو؟ جبکہ تمہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور اللہ کا رسول تمہارے درمیان ہے اور جو شخص اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لے گا وہ ضرور صراط مستقیم کی ہدایت پائے گا (۱۰۱) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو (۱۰۲) اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ بازی نہ کرو اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو اس نے تم پر کی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا، اللہ تعالیٰ اسی انداز سے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاسکو۔ (۱۰۳)

ربط آیات وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ نے فرمایا تھا کہ آخرت میں کافروں کیلئے صرف عذاب ہی ہے، جہنم ان کا ٹھکانہ ہے اگر ایک کافر عذاب جہنم سے بچنے کے لئے زمین بھر سونا دینے کیلئے تیار ہو جائے تو یہ بات قبول نہیں کی جائے گی۔ اب ان آیات میں یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ مومن آخرت میں جنت کے مستحق ہوں گے، لیکن جنت میں داخل ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اپنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔

مثال کے طور پر جیسے آدمی کو مال پسند ہے، جائیداد پسند ہے دین کی سربلندی کیلئے قوم کی ضرورت کے وقت ان چیزوں کو اللہ کی رضا کیلئے خرچ کریں تو جنت کے مستحق ہو سکتے ہیں، ہمارا حال یہ ہے کہ دین کے لئے، قوم کیلئے، معمولی اور کم قیمت کی چیزیں بھی خرچ کرنے کیلئے تیار نہیں تو جنت میں کیسے داخل ہونگے۔

آیت نمبر ۹۲: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ۔ البر کے معنی نیکی یا بھلائی کے ہیں، یہاں اَلْبِرَّ سے مراد عمل صالح یا جنت ہے۔ (فتح القدیر)

حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ جو مدینہ میں ایک مالدار آدمی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیرحاء باغ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، میں اسے اللہ کی رضا کیلئے صدقہ کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو بہت نفع بخش مال ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

مشورے سے انہوں نے اسے اپنے اقارب چچیرے بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:4189)

اسی طرح اور بھی متعدد صحابہ کرام ﷺ نے اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کیں۔ (احسن البیان)

حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے یہ آیت سنی تو اپنے اموال پر غور کیا، میری سب سے قیمتی شے ایک رومی لونڈی تھی، میں نے اسے اللہ کے لئے آزاد کر دیا۔

آیت ۹۶۔۹۸: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن مکہ فتح ہوا اس سے دوسرے دن آپ نے خطبہ دیا۔ یہ وہ شہر ہے کہ جس دن سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اسی دن سے اس کو حرمت دی اور اللہ کی یہ حرمت قیامت تک قائم رہے گی۔ اور وہاں مجھ سے پہلے کسی کو لڑنا درست نہیں ہوا اور میرے لئے بھی ایک گھڑی کے لئے درست ہوا پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لئے قائم ہو گئی۔ نہ وہاں سے کانٹے کاٹے جائیں، نہ شکار کو ہانکا جائے۔ نہ گری پڑی چیز کو اُٹھایا جائے اِلّا یہ کہ اُٹھانے والا مالک کو پہچانتا ہو اور وہ اسے پہنچادے اور نہ وہاں سے سبزی کاٹی جائیگی۔ عباس ﷺ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دیجئے کہ وہ لوہاروں کے لئے اور گھروں میں کام آنے کی چیز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اذخر کی اجازت ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1703) اس حدیث سے مکہ کی حرمت اور تعظیم سے متعلق درج ذیل اُمور کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) حرم مکہ میں فوج کشی اور جدال وقتال ممنوع ہے اور مکہ کی یہ حرمت تا قیامت بحال رہے گی۔ اسی طرح آپس میں جدال وقتال بھی ممنوع ہے۔

(۲) حرم مکہ کے شکاری جانور بھی محفوظ ہیں ان کا شکار نہ کیا جائے۔

(۳) حرم مکہ کے درخت اور پودے بھی محفوظ ہیں۔

(۴) حرم مکہ میں گری پڑی چیز اُٹھانا ممنوع ہے۔ اِلّا یہ کہ اُٹھانے والا چیز کے مالک کو جانتا ہو اور وہ چیز مالک کو پہنچانے کا ذمہ دار بنتا ہو وہ اٹھا سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن)

یہ آیتیں یہود کے اس اعتراض پر نازل ہوئیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دین ابراہیمی کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہیں، جب کہ اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ دین ابراہیمی میں حرام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہود کا دعویٰ غلط ہے، ابراہیم کے دین میں یہ چیزیں حرام نہ تھیں۔ (احسن البیان)

(اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ ...) یہودیوں کے دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے کہا: بیت المقدس لوگوں کا قبلہ ہے اور خانہ کعبہ سے افضل ہے، اسلئے کہ وہ ارض مقدس میں واقع ہے۔ بہت سے انبیاء کرام ہجرت کر کے یہاں آتے رہے ہیں، پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے چھوڑ کر کعبہ کو قبلہ کیسے بنالیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور کہا کہ دنیا میں اللہ کا پہلا گھر خانہ کعبہ ہے اور جب تک دنیا رہے گی وہ گھر متبرک اور انسان کی ہدایت کا ذریعہ رہے گا۔ لوگ دنیا کے چپے چپے سے کھنچ کر یہاں زیارت کیلئے آتے

رہیں گے اور جب تک دنیا رہے گی اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہیں گے اور اللہ کو یاد کرتے رہیں گے۔

صحیحین میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر کون سی مسجد پہلے بنائی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام! میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: مسجد اقصیٰ، میں نے پوچھا: دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا چالیس سال کا۔ (صحیح بخاری ،حدیث نمبر :3172) :

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کو بنایا اس کے چالیس سال کے بعد یعقوب بن اسحاق علیہما السلام نے مسجد اقصیٰ کو بنایا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت نمبر ۹۷: حج اسلام کا ایک فریضہ ہے اور اس کا پانچواں رکن ہے۔ استطاعت کے باوجود جو حج نہ کرے اللہ کو اس کی پرواہ نہیں کہ یہودی ہو کر مرتا ہے یا نصرانی ہو کر۔ (دعوۃ القرآن)

آیات نمبر ۱۰۰۔ ۱۰۲ ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تھا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہو اور اونٹ کا گوشت کھاتے ہو اور اونٹ کا دودھ پیتے ہو جبکہ یہ دونوں چیزیں دین ابراہیمی میں حرام تھیں، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے، ابراہیم علیہ السلام کے دین میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں۔ تورات لاؤ اور بتاؤ کہ تورات میں یہ بات کہاں لکھی ہوئی ہے، اب ان آیات میں یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ مسلمان یہودیوں کی چالبازیوں اور مکاریوں سے ہوشیار رہیں، کیونکہ وہ مسلمانوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تنبیہ کی ہے کہ انہیں یہودیوں کے مکر و فریب اور ان کی سازشوں سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہئے، حافظ ابن کثیر اور امام شوکانی رحمہما اللہ نے اس آیت کا پس منظر بیان کرنے کے لئے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ جسے ابن جریر، ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحم اللہ علیہم وغیر ہم نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کی ہے کہ شاس بن قیس یہودی مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن تھا، ایک دن انصار مدینہ کی ایک مجلس کے پاس سے اس کا گذر ہوا تو مسلمانوں کی باہمی محبت والفت کو دیکھ کر اس کی نفرت و عداوت جاگ اٹھی، اس نے ایک نوجوان یہودی کو انصار کی مجلس میں بھیجا تا کہ انہیں "جنگ بعاث" کی یاد دلا کر اوس وخزرج کے مسلمانوں کے درمیان پھر سے جنگ کی آگ بھڑکائے اور ایسا ہی ہوا، ان کی قبائلی حمیت جاگ اٹھی! آپس میں بدزبانی پر اتر آئے اور جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے، رسول اللہ کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہیں اللہ کی یاد دلائی اور جاہلیت کی عصبیت اور اس کی خطرناکیوں کا خوف دلایا تو جھگڑا ٹل گیا۔ لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے، دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور آپس میں گلے ملنے لگے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اس آیت کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی درست ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم یہودیوں کی بات ماننے لگو تو یہ تمہیں اسلام سے مرتد کر کے ہی دم لیں گے اور دوسرے یہ کہ تمہیں آپس میں لڑا بھڑا کر کافر بنا دیں گے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا کفر ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے دوران آپ نے مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے

فرمایا: سن لو! تمہاری جانیں، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی، اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرمت ہے۔ سن لو! میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6551 (تیسیر القرآن)

آیت نمبر ۱۰۳ سورۃ آل عمران:

کیا مسلمان ایک نہیں ہو سکتے؟

مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ضرور ہو سکتا ہے، اگر مسلمان ایک نہیں ہو سکتے اور مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ناممکن ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مسلمانوں کو ایک ہونے اور آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا حکم کیوں دیا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ:۔ مسلمانو! تم سب مل کر اللہ کی رسی یعنی قرآن کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں اختلاف اور پھوٹ نہ ڈالو، یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی پھر تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔

اختلاف و انتشار سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے:

اگر اختلاف و انتشار اچھی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اختلاف سے کیوں روکتا؟

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آل عمران: ۱۰۵)

ترجمہ: اے مومنو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور روشن دلائل آ جانے کے بعد آپس میں اختلاف کرنے لگے ایسے لوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

یعنی مسلمان صرف فرداً فرداً ہی نہیں بلکہ اجتماعی حیثیت سے بھی قرآن کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور امت کے اندر اسی کتاب کو مرکزی حیثیت حاصل ہو اور وہ اس کے ساتھ گہری وابستگی اختیار کریں۔

تفرقے اس صورت میں برپا ہوتے ہیں جبکہ کتاب الٰہی کے ساتھ تعلق کمزور پڑ جاتا ہے۔ اور اظہار عقیدت کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ کتاب الٰہی کو توجہات کا مرکز قرار دینے کے بجائے شخصیتوں کے اقوال اور ان کی کتابوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور پھر عقیدت مندی کے جو حلقے وجود میں آتے ہیں وہ اپنے اپنے امام، اپنے اپنے صوفی، اپنے اپنے بزرگ، اپنے اپنے قائد اور اپنے اپنے علامہ کی رسی کو اتنا مضبوط پکڑ لیتے ہیں کہ اللہ کی رسی ''قرآن'' ان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ شدید اختلافات اور فرقہ بندیاں امت کے اندر ابھرنے لگتی ہیں اور ملت کا اتحاد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

افسوس کہ اس تنبیہ کے باوجود مسلمانوں میں فرقہ بندیاں ہوئیں۔ یہ فرقہ بندیاں اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہیں جبکہ مسلمان بلالحاظِ فرقہ و مسلک کتاب اللہ کو وہی حیثیت دیں جس کی وہ مستحق ہے اور اس کے ساتھ گہری وابستگی اختیار کریں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا
تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ
فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا
اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
ع ۸/۲ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ
يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا

اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہونا چاہئے جو نیکی کی طرف بلاتے
رہیں اور اچھے کاموں کا حکم دیتے رہیں اور برے کاموں سے
روکتے رہیں، اور ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں (۱۰۴)
اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور
روشن دلائل آ جانے کے بعد آپس میں اختلاف کرنے لگے۔
یہی لوگ ہیں جن کو بہت بڑا عذاب ہوگا (۱۰۵) اس دن جب
کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ سیاہ ہو رہے ہوں گے، جن
کے چہرے کالے ہوں گے (انہیں کہا جائے گا) کیا تم ہی وہ
لوگ ہو جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ سو جو تم کفر
کرتے رہے اس کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو (۱۰۶) رہے
وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو یہ اللہ کے سایۂ
رحمت میں ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے (۱۰۷) یہ ہیں
اللہ کی آیات جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں اور اللہ
تعالیٰ جہاں والوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا (۱۰۸) اور جو
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور سارے
معاملات اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے (۱۰۹) مسلمانو!
تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے
پیدا کیا گیا ہے تم لوگوں کو بھلے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے
کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل
کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا، ان میں
سے کچھ لوگ مومن ہیں۔ مگر ان کی اکثریت فاسق ہے (۱۱۰)
یہ لوگ معمولی تکلیف پہنچانے کے سوا تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں

يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

سکتے، اگر یہ تم سے جنگ کریں تو دُم دبا کر بھاگ نکلیں پھر انہیں کہیں مدد نہ مل سکے گی (۱۱۱) جہاں بھی یہ لوگ پائے جائیں ذلت ان کا مقدر کردی گئی ہے مگر یہ کہ اللہ کی یا دوسرے لوگوں کی ذمہ داری میں پناہ لے لیں، یہ لوگ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں اور محتاجی ان پر مسلط کردی گئی ہے ، یہ اسلئے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کردیتے تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ نافرمان تھے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جاتے تھے۔ (۱۱۲)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کیا تھا کہ یہودی تم میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کریں گے لہٰذا ہوشیار رہو۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ مسلمان اگر پھوٹ سے اختلاف وانتشار سے بچنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اللہ کی رسی یعنی قرآن مجید کی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل کریں اور ایک ٹیم ایک جماعت صرف اس کام کے لئے وقف ہو کہ وہ مسلمان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے اور ان کے اندر اگر تھوڑا سا بھی اختلاف پیدا ہوجائے تو اسے فوراُ ہٹانے کی کوشش کرے، اور اس بات کا بھی ذکر ہے کہ یہودی جو ذلت ورسوائی کا شکار ہوئے اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، انبیاء کو قتل کیا اور اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتے رہے مسلمانوں کو اس طرح کی حرکت نہیں کرنا چاہیۓ۔

آیت نمبر ۱۰۴: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ایک بہت بڑی ذمہ داری دی ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ازبس ضروری ہے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے۔ اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اس کے بعد اللہ نے صراحت کردی کہ امت مسلمہ کی دینی اور دنیاوی فلاح وبہبود کی یہی بنیادی شرط ہے۔

آیت نمبر ۱۰۵: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح مختلف گروہوں میں بٹ جانے سے منع فرمایا ہے۔ جنہوں نے حق سے روگردانی کرکے خواہش نفس کی اتباع کی، اور ایک دوسرے سے حسد کیا، یہاں تک کہ انبیاء کرام کو بھی انہوں نے آپس میں بانٹ لیا، دین میں بدعت کو راہ دی اور اس طرح حق بات کے واضح دلائل آجانے کے باوجود ان کے آپس میں حسد وعداوت اور بغض وعناد پیدا ہوگیا اور ان کے دل مختلف ہوگئے۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرنے لگا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باطل پر ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ اگر انصاف کے ساتھ غور کریں تو دیکھیں گے کہ اس زمانے کے اکثر علماء میں بھی یہ صفت پیدا ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے اور ہمارے حال پر رحم کرے۔ علماء سلف میں یہ صفت نہیں پائی جاتی تھی۔ صحابہ کرام قرآن وسنت

کی روشنی میں فتاوے دیتے تھے اور اگر کبھی ان کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو ان کے دلوں میں فرق نہیں آتا تھا۔ مسلمانوں میں دلوں کا اختلاف تقلید جامد اور فقہی مذاہب کی اندھی عصبیت کے بعد پیدا ہوا۔ قرآن وسنت سے جتنا دور ہوتے گئے اتنا ہی یہ مرض جڑ پکڑتا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے کو کافر اور گمراہ کہنے لگے اور بعض کم علم عالموں نے اختلاف کو صحیح قرار دینے کیلئے (اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ) جیسی ضعیف اور کمزور حدیث کا سہارا لینا چاہا، حالانکہ صحیح حدیث یہ ہے اَلْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفِرْقَةُ عَذَابٌ۔ جماعت رحمت ہے اور فرقہ عذاب ہے۔ (الجامع الصغیر)، اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ اس حدیث کی کوئی صحیح سند نہیں ہے، اسے طبرانی اور بیہقی نے (المدخل) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سندِ ضعیف کے ساتھ مرفوعاً روایت کی ہے۔ اس حدیث کی سند تو کمزور ہے ہی، اس کے علاوہ بہت سی قرآنی آیات اور صحیح احادیث کی مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ) (ہود ۱۱۸۔۱۱۹) کہ لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ سوائے اس آدمی کے جس پر اللہ رحم کرے۔ اس آیت میں اختلاف اور رحمت میں تباین بتا گیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے (لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ) یعنی آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہوجائیں گے۔ (صحیح سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 966)

آیت ۱۱۱۔ ۱۱۲: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اہل کتاب پر نصرت وفتح تمہارا نصیب ہے، یہ ملحد اور کافر اہل کتاب یعنی یہودی گالی دے سکتے ہیں، سازش کر سکتے ہیں لیکن جب تم سے ان کی جنگ ہوگی تو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور ایسا ہی ہوا، خیبر کے دن اللہ نے یہودیوں کو رسوا کیا اور مدینہ میں بھی رسوا ہوئے اور شام کے نصرانیوں کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کمر توڑ دی، ان کا ملک ان کے ہاتھ سے نکل گیا، اللہ کے حکم سے اب شام میں مسلمانوں ہی کی حکومت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ ہے اور رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے قریب وہاں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے اور شریعت محمدی کا نفاذ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ذلت ورسوائی کو یہود کی قسمت بنادی ہے، وہ جہاں اور جس زمانے میں بھی ہوں گے، ذلیل ورسوا ہی رہیں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہیں دنیا کے کسی گوشے میں اور کسی زمانے میں بھی احترام وعزت نصیب نہیں ہوئی۔ انہیں عارضی چین وسکون صرف دو میں سے ایک ہی صورت میں ملے گا یا تو جزیہ دے کر بطور ذمی زندگی گذاریں گے یا کسی بڑی غیر اسلامی طاقتور حکومت کی پشت پناہی حاصل ہوجائے گی۔ جیسا کہ آج فلسطین میں یہودیوں کی ایک حکومت، امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس اور دیگر کافر حکومتوں کی رحم وکرم اور ان کی مدد سے قائم ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ

یہ اہل کتاب سارے ایک جیسے نہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو حق پر قائم رہنے والے ہیں۔ وہ دن رات اللہ کی آیات پڑھتے اور سجدہ ریز ہوتے ہیں (۱۱۳) وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَمَا
يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ
اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا
يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ
فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا
بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا
عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا
تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا
يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ
قَالُوْٓا اٰمَنَّا ڔ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ
مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١١٩﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ
تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ
اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿١٢٠﴾ ع ۱۲ ۱۱

بُرے کاموں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرتے ہیں اور یہی صالح لوگ ہیں (۱۱۴) جو بھی بھلائی کا کام وہ کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے (۱۱۵) بلاشبہ جو لوگ کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد، اللہ کے ہاں کچھ بھی کام نہ آ سکیں گے۔ یہی لوگ اہل جہنم ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (۱۱۶) یہ کافر لوگ جو اس دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں (صدقہ، خیرات) اس کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں کہرا ہو اور وہ ایسے لوگوں کی کھیتی پر جا پہنچے، جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اس کھیتی کو تباہ کر ڈالے اور ایسے لوگوں پر اللہ ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں (۱۱۷) اے ایمان والو! اپنے سوا کسی (غیر مسلم) کو اپنا رازدار نہ بنانا، وہ تمہاری خرابی کیلئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ وہ چاہتے ہیں تم مصیبت اٹھاؤ۔ ان کی دشمنی ان کی زبانوں پر بے اختیار آ جاتی ہے اور جو وہ اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں وہ اس سے زیادہ ہے۔ ہم نے تمہیں واضح ہدایات دی ہیں اگر تم سوچو گے (تو محتاط رہو گے) (۱۱۸) سنو! تم ان (یہود) سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ سے اپنی انگلیاں کاٹنے لگتے ہیں۔ آپ ان سے کہئے کہ ''اپنے غصہ میں جل مرو'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز خوب جانتا ہے (۱۱۹) اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو بری لگتی ہے اور کوئی مصیبت پیش آئے تو اس پر خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرو تو ان کی مکاری تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ (۱۲۰)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اہل کتاب کی نافرمانی، سرکشی اور بداخلاقی کا ذکر تھا۔ اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اہل کتاب میں چند لوگ اچھے بھی ہیں۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما جو بعد میں مسلمان ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے تعلق سے فرمایا کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اور ان کے مال اور اولاد قیامت کے دن کچھ کام نہیں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھو کیونکہ اس سے قوم اور ملت کو بہت بڑا نقصان ہوگا۔

تشریح آیات ۱۱۷: قیامت والے دن کافروں کے نہ مال کچھ کام آئیں گے نہ اولاد حتی کہ رفاہی اور بظاہر بھلائی کے کاموں پر جو وہ خرچ کرتے ہیں وہ بھی بیکار جائیں گے۔ اور ان کی مثال اس سخت پالے کی سی ہے جو ہری بھری کھیتی کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے، ظالم اس کھیتی کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوتے اور اس سے نفع کی امید رکھے ہوتے ہیں کہ اچانک ان کی امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جب تک ایمان نہیں ہوگا، رفاہی کاموں پر رقم خرچ کرنے والوں کی چاہے دنیا میں کتنی ہی شہرت ہو جائے آخرت میں انہیں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ وہاں تو ان کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہے۔

آیت ۱۱۸۔ ۱۲۰: اس سے پہلے بھی آیت ۲۸ میں کافروں سے دوستی کی ممانعت گزر چکی ہے یہاں اس کی اہمیت کے پیش نظر پھر دہرایا جارہا ہے (بطانۃ) ولی دوست اور رازدار کو کہا جاتا ہے۔ کافر اور مشرک، مسلمانوں کے بارے میں جو جذبات اور عزائم رکھتے ہیں، ان میں سے جن کا وہ اظہار کرتے اور جنہیں اپنے سینوں میں مخفی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کی نشاندہی فرمادی ہے یہ اور اس قسم کی دیگر آیات کے پیش نظر ہی علماء وفقہا نے تحریر کیا ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو بڑے اور اہم عہدوں پر فائز کرنا جائز نہیں ہے۔

مروی ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک ذمی (غیر مسلم) کو کاتب (سکریٹری) رکھ لیا، عمرؓ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ "تم انہیں اپنے قریب نہ کرو جب کہ اللہ نے انہیں دور کر دیا ہے انکو عزت نہ بخشو جبکہ اللہ نے انہیں ذلیل کر دیا ہے اور انہیں امین اور رازدار مت بناؤ جبکہ اللہ نے انہیں خائن قرار دیا ہے" عمر رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں اس زمانہ میں اہل کتاب کو سکریٹری اور امین بنانے کی وجہ سے احوال بدل گئے ہیں اور اسی وجہ سے کم عقل لوگ سردار اور امراء بن گئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

بدقسمتی سے آج کے اسلامی ممالک میں قرآن کریم کے اس نہایت اہم حکم کو اہمیت نہیں دی جارہی ہے اور اس کے برعکس غیر مسلم بڑے بڑے اہم عہدوں اور کلیدی مناصب پر فائز ہیں جن کے نقصانات واضح ہیں۔ اگر اسلامی ممالک اپنی داخلی اور خارجی دونوں پالیسیوں میں اس حکم کی رعایت کریں تو یقیناً بہت سے مفاسد اور نقصانات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ (احسن البیان)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستی گانٹھنے کی ممانعت کے لئے جو وجوہات بیان فرمائی ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں۔

(۱) وہ تمہارے درمیان، خرابی، بگاڑ اور فساد پیدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور ان کی ہر ممکن کوشش یہ

ہوتی ہے کہ تم میں تفرقہ وانتشار اور بغض وعداوت پیدا ہوجائے۔

(۲) وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی ارضی وسماوی آفت اور مصیبت میں پھنس جاؤ۔

(۳) ان کے منہ سے کچھ بے اختیار ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جو ان کے دلوں میں پکنے والے مواد کا پتہ دے جاتی ہیں۔

(۴) تم ان سے محبت رکھتے ہو جبکہ وہ تم سے دشمنی رکھتے ہیں، حالانکہ تم ان کی کتاب تورات پر ایمان لاتے ہو اور وہ تمہاری کتاب قرآن کے منکر ہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ تم ان سے دشمنی رکھتے اور وہ تم سے دوستی رکھتے لیکن یہاں اُلٹی گنگا بہائی جارہی ہے۔

(۵) اگر تمہیں کوئی بھلائی حاصل ہو تو اس وقت وہ جل بھن جاتے ہیں اور اگر تمہیں تکلیف پہنچے تو اندر پھولے نہیں سماتے۔

(۶) اگر وہ تم سے کوئی خیر خواہی کی بات بھی کریں تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر تمہیں ان سے دوستی نہ رکھنا چاہئے اور راز بتانا تو بڑی دور کی بات ہے۔ (تیسیر القرآن)

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ
مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ
هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ
وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ
بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ
تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا
يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ

اور (یاد کیجئے) جب آپ صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے اور مسلمانوں کو جنگ (احد) کیلئے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے (۱۲۱) جب تم میں سے دو گروہ بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو تو اللہ پر توکل کرنا چاہئے (۱۲۲) اور اس سے پہلے اللہ نے جنگ بدر میں اس وقت تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید کہ تم شکر گذار بن جاؤ (۱۲۳) جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ ”کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے؟“ (۱۲۴) کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور دشمن تم پر فوراً چڑھ آئے تو تمہارا رب خاص نشان رکھنے والے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا (۱۲۵) مدد کی خبر اللہ نے تمہیں اس لئے دی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بڑا زبردست اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا
خَآئِبِيْنَ ۝١٢٧ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ
يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝١٢٨ وَ
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ
لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٢٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٣٠ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِيْنَ ۝١٣١ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ ۝١٣٢

حکمت والا ہے (۱۲۶) تا کہ اللہ کافروں کا ایک بازو کاٹ دے یا انہیں ایسا ذلیل کرے کہ وہ ناکام ہوکر پسپا ہوجائیں (۱۲۷) اے نبی! آپ کا اس بات میں کچھ اختیار نہیں۔ اللہ چاہے تو انہیں معاف کردے، چاہے تو سزا دے، وہ بہرحال ظالم تو ہیں ہی (۱۲۸) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے وہ جسے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دے دیتا ہے، اور وہ بخش دینے لا اور نہایت رحم کرنے والا ہے (۱۲۹) اے ایمان والو! دگنا چوگنا کرکے سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم (آخرت میں) نجات پاسکو (۱۳۰) اور اس آگ سے بچ جاؤ جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے (۱۳۱) اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۱۳۲)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں حق و باطل کے تعلق سے بحث ومناظرہ کا بیان تھا اب ان آیات میں حق و باطل کے درمیان جنگ کا ذکر ہے۔ اس میں جنگ بدر کا ذکر مختصر ہے جس میں مسلمانوں کو غلبہ اور کامیابی ملی تھی اور جنگ احد کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے اس جنگ میں مسلمان کامیابی کے قریب پہنچ گئے تھے اور کفار ومشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ پہاڑ کے راستے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس (۵۰) تیر اندازوں کو رکھا تھا اور کہا تھا کہ اس جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا، جب پہاڑ کے راستے پر مقرر مسلمانوں نے دیکھا کہ کفار میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں تو مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے چالیس (۴۰) سے زائد مسلمان پہاڑ پر سے اتر گئے صرف سات یا آٹھ باقی رہ گئے، کفار نے جب اس راستے کو خالی دیکھا تو ادھر سے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا جس سے مسلمانوں کی کامیابی ناکامی میں بدل گئی۔

گذشتہ آیات میں اللہ نے حکم دیا تھا کہ مسلمان کافروں منافقوں کو اپنا رازدار نہ بنائیں ان پر اعتماد نہ کریں ان سے گہری دوستی نہ رکھیں کیونکہ دشمنوں کی دوستی سے مسلمانوں میں بزدلی اور اختلاف پیدا ہوسکتا ہے۔ جیسے بنو حارثہ اور بنو سلمہ جنگ احد میں منافقین کے ساتھ میدان جنگ چھوڑ کر جانا چاہتے تھے کیونکہ ان کی دوستی منافقین کے ساتھ تھی اور خاص کر عبداللہ بن سلول جو منافقوں کا سردار تھا اس سے ان کی گہری دوستی تھی۔

آیات کی تشریح: جنگ بدر اور احد کے تجربوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صبر اور تقویٰ کے بغیر کبھی فتح وکامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

صبر سے مقصود یہ ہے کہ مشکلات و مصائب کا ہمت اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ احتیاط و پرہیزگاری کی روح پیدا ہو۔ جنگ بدر کے موقع پر یہ دونوں قوتیں تم میں موجود تھیں اس لئے تمہاری مٹھی بھر تعداد نے دشمن کی بہت بڑی تعداد کو شکست دے دی، لیکن احد کے میدان میں تم نے کمزوری دکھائی، صبر اور تقویٰ کی آزمائش میں پورے نہ اترے، نتیجہ یہ نکلا کہ نقصان اٹھایا اور دشمن کو شکست نہ دے سکے۔

اس سلسلے میں متعدد اصولی مہمات واضح کی گئی ہیں۔(۱) جنگ احد کے موقع پر کثرت رائے سے یہ بات قرار پا گئی تھی کہ شہر سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ مسلمان نکلے لیکن منافقوں نے لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ دو قبیلے بددل ہو گئے۔اس طرح ابتدا ہی سے صبر اور تقویٰ کی روح کمزور پڑ گئی تھی۔اس کا نتیجہ وہی ہونا تھا جو بالآخر پیش آیا۔

آیت نمبر ۱۲۸۔۱۲۹: (۲) ضمناً اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ ظلم و کفر کرنے والوں کی بدعملیاں کتنی ہی سخت کیوں نہ ہوں لیکن ہادی و مصلح کو ان کی ہدایت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور نہ رحمت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔معاف کرنا یا نہ کرنا اللہ کا کام ہے، اسی پر چھوڑ دینا چاہئے۔ جنگ احد میں خود پیغمبر اسلام پر دشمنوں نے پے در پے حملے کئے اور انہیں ہلاک کر ڈالنا چاہا، تاہم اللہ نے پسند نہیں کیا کہ دشمنوں کی ہدایت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی جذبہ ان کے قلب مطہر میں پیدا ہو۔(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۳ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳۴ ع ۱۴ ۵
وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَ ھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۵ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ

اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑ کر چلو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔اور متقی لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے (۱۳۳) جو خوشحالی اور تنگدستی (ہر حال میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ ایسے ہی نیک لوگوں سے محبت رکھتا ہے (۱۳۴) ایسے لوگوں سے جب کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں کون ہے اللہ کے سوا جو گناہ معاف کر سکے؟ اور وہ عمداً اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے (۱۳۵) ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے ہاں یہ ہے کہ وہ انہیں معاف کر دے اور ایسے باغات میں داخل کرے جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ (اچھے) عمل کرنے والوں کا کیسا اچھا بدلہ

أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ
سُنَنٌ لا فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ
وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ وَ لَا تَهِنُوْا
وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ
الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا
بَيْنَ النَّاسِ ج وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ لا وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ
تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَ لَقَدْ
كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ص
فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع وَمَا ع ۱۴ ۱۴ ۵
مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ ط اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى
اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ
يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ط وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ
الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط وَ مَنْ يُّرِدْ

ہے(۱۳۶) تم سے پہلے بہت سے واقعات اللہ کے قانون
کے مطابق گذر چکے ہیں۔لہٰذا زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ
جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا تھا(۱۳۷) یہ واقعات لوگوں
کیلئے کھلی تنبیہ اور ڈرنے والوں کیلئے ہدایت اور نصیحت
ہیں(۱۳۸) اور مسلمانو نہ تم سستی دکھانا اور نہ ہی غمزدہ ہونا
اور اگر فی الواقع تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے(۱۳۹)
اگر تمہیں زخم لگے ہیں تو ایسے ہی زخم کافروں کو بھی لگے ہیں اور
یہ دن ہم لوگوں میں پھراتے رہتے ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ
ان لوگوں کو جاننا چاہتا ہے جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں
اور پھر تم ہی میں سے کچھ لوگوں کو گواہ بھی بنانا چاہتا ہے۔
اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا(۱۴۰) اور اس لئے بھی کہ وہ
اس آزمائش کے ذریعہ مومنوں کو پاک صاف کر کے چھانٹ
لے اور کافروں کو ملیا میٹ کر دے(۱۴۱) کیا تم نے سمجھ رکھا
ہے کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے جب کہ ابھی تک اللہ
نے یہ جانا نہیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور
صبر کرنے والے کون؟(۱۴۲) اس سے پہلے تو تم موت
(شہادت) کی آرزو کیا کرتے تھے کہ وہ تمہیں نصیب ہو۔سو
اب تم نے اسکو (جنگ احد میں آنکھوں سے) خود دیکھ لیا ہے
(۱۴۳) اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں۔ان سے پہلے (بھی)
بہت سے رسول گزر چکے ہیں اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید
ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟(اسلام
چھوڑ دو گے؟) اور اگر کوئی اُلٹے پاؤں پھر بھی جائے تو اللہ کا
کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا، اور شکر گزاروں کو اللہ تعالیٰ جلد ہی اچھا
بدلہ عطا کرے گا(۱۴۴) کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے
بغیر کبھی نہیں مر سکتا۔موت کا وقت لکھا ہوا ہے، اور جو شخص دنیا

ثَوَابَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ۚ وَمَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَۃِ نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ؕ وَسَنَجۡزِی الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۱۴۵﴾ وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَہٗ رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ ۚ فَمَا وَہَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ مَا ضَعُفُوۡا وَ مَا اسۡتَکَانُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ مَا کَانَ قَوۡلَہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ اِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىہُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا وَ حُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۵

میں ہی بدلہ کی نیت سے کام کرے گا تو اسے ہم دنیا میں ہی بدلہ دے دیتے ہیں اور جو آخرت کا بدلہ چاہتا ہو اسے ہم آخرت میں بدلہ دیں گے اور شکرگزاروں کو عنقریب ہم اچھی جزا دیں گے(۱۴۵) کتنے ہی نبی گزر چکے ہیں جن کے ساتھ بہت سے اللہ والوں نے جہاد کیا۔ان کو اللہ کی راہ میں جو مصائب درپیش ہوئے ان میں نہ انہوں نے ہمت ہاری، نہ کمزوری دکھائی اور نہ ہی سرنگوں ہوئے، ایسے ہی ثابت قدم رہنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے(۱۴۶) ان کی دعا بس یہی تھی کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمارے کام میں اگر زیادتی ہوگئی ہو تو اسے معاف فرما، ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر(۱۴۷) تو اللہ نے انہیں دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا بدلہ تو بہت ہی خوب ہے اور اللہ ایسے ہی نیک عمل کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے۔(۱۴۸)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اللہ نے صبر اور تقویٰ پر اُبھارا تھا اور کہا تھا کہ جنگ بدر میں صبر اور تقویٰ کی وجہ سے کامیابی ملی تھی، اب ان آیات میں جنگ احد کا ذکر ہورہا ہے کہ اس جنگ میں مسلمان کامیابی کے قریب پہنچ گئے تھے۔صبر اور تقویٰ کی کمی نیز رسول اور امیر کی نافرمانی کی وجہ سے کامیابی ناکامی میں بدل گئی۔اور اس بات کی بھی وضاحت کی گئی کہ نبی ایک انسان ہیں اس لئے وہ قتل بھی ہوسکتے ہیں وہ مر بھی سکتے ہیں، نبی کے قتل ہونے یا مرنے سے مسلمان مایوس اور بزدل نہ ہوں وہ اللہ کی راہ میں جہاد جاری رکھیں اور دین اسلام کو سربلند کرتے رہیں۔

وَالۡکَاظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ

آپ ﷺ فرماتے ہیں پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقتاً پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔(مسند احمد بسند صحیح، حدیث نمبر: 3444) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا: حضور کوئی نہیں۔آپ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال چاہتے ہو، اس لئے کہ تمہارا مال تو درحقیقت وہ ہے جو تم اللہ کی راہ میں اپنی زندگی میں خرچ کرو اور جو چھوڑ کر جاؤ وہ

تمہارا مال نہیں بلکہ تمہارے وارثوں کا مال ہے۔تمہارا اللہ کی راہ میں کم خرچ کرنا اور جمع زیادہ کرنا، یہ دلیل ہے اس امر کی کہ تم اپنے مال سے اپنے وارثوں کے مال کو زیادہ عزیز رکھتے ہو۔ پھر فرمایا: تم پہلوان کسے جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا: حضور! اسے جسے کوئی گرا نہ سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ حقیقتاً زوردار پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے جذبات پر قابو رکھے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 4724)

آیت نمبر ۱۳۰: اے پیروان دعوت حق: جو ٹھوکریں تمہیں جنگ احد میں لگی ہیں اگر چاہتے ہو کہ اس سے عبرت پکڑو تو چاہیئے کہ ان آسودگیوں سے پاک وصاف ہو جاؤ جو تمہارے دلوں میں کمزوری کا روگ پیدا کرنے والی ہیں۔ از اں جملہ مال ودولت کی حرص ہے۔ جب تک یہ روگ دلوں میں موجود ہے جاں فروشی کی سچی روح پیدا نہیں ہوسکتی۔

پیغمبر اسلام (ﷺ) نے ایک خاص گھاٹی پر جو نقشۂ جنگ میں بڑی اہمیت رکھتی تھی ایک جماعت متعین کردی تھی اور حکم دیا تھا کہ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔ لیکن جب مسلمانوں کے فتح مندانہ مقابلے نے دشمنوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے تو یہ جماعت (بجز سات، آٹھ آدمیوں کے) مال غنیمت لوٹنے کی طمع میں بے قابو ہوگئی اور مورچہ چھوڑ کر لوٹ مار شروع کردی، دشمنوں نے جب یہ حال دیکھا تو فوراً پلٹ پڑے اور بے خبری میں حملہ کردیا۔ یہی حادثہ ہے جس نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔

چوں کہ مورچہ چھوڑنے والوں کی لغزش کا اصلی سبب مال ودولت کی حرص اور مال ودولت کی طمع کا ایک بڑا سبب سود کا لین دین تھا۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ یہاں اس کا ذکر کیا گیا۔ سود در سود کی وجہ سے بڑی بڑی رقمیں قرض داروں کے سر پر چڑھ گئی تھیں۔ قدرتی طور پر ان کا چھوڑنا لوگوں پر شاق گذرتا تھا۔ پس حکم الٰہی ہوا کہ تمہارے دلوں کے تزکیہ کے لئے اس بات میں سب سے بڑی آزمائش ہے۔

سود در سود کی وجہ سے کتنی ہی رقم قرض داروں پر کیوں نہ چڑھ گئی ہو، اسے فوراً چھوڑ دو۔

اس کے علاوہ جنگ احد کی ناکامی کا اصلی سبب یہی تھا کہ نظم واطاعت (یعنی ڈسپلن) کی روح پوری طرح پیدا نہیں ہوئی تھی، اس لئے ضروری تھا کہ اب کسی ایسی بات پر زور دیا جائے جس کی فوری تعمیل میں اطاعت وفرمانبرداری کی پوری پوری آزمائش ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ یہ آزمائش سود لینے کی ممانعت سے زیادہ اور کسی میں نہیں ہوسکتی۔ سود کی حرمت سے قرض خواہوں کو ایک ایسی بات چھوڑ دینی پڑتی تھی جسے صدیوں سے اپنا جائز حق سمجھتے آئے تھے اور ان کی مال ودولت کی افزائش کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔

آیت نمبر ۱۳۱: چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فرمایا: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''

ضمناً متقی انسانوں کے اوصاف کا ذکر:

(۱) خوش حالی یا تنگ دستی ہر حال میں خدا کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

(۲) غصہ میں بے قابو نہیں ہوجاتے۔

(۴) لوگوں کے قصور بخش دیتے ہیں۔

(۵) اگر گناہ میں پڑ جائیں تو فوراً متنبہ ہوتے اور اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ (ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد)

آیت ۱۳۵: آیت کے الفاظ سے صاف واضح ہے کہ پرہیز گار لوگ دیدہ ودانستہ نہ کوئی بُرا کام کرتے ہیں اور نہ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں بلکہ سہواً بہ تقاضائے بشریت ان سے ایسے کام سرزد ہوجاتے ہیں، جب انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوجاتا ہے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ یقیناً معاف بھی کر دیتا ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اگر اس بُرے کام یا غلطی کا اثر صرف اپنی ذات تک محدود ہو تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ وہ یقیناً معاف فرمادے گا۔ لیکن اگر اس کا اثر دوسروں کے حقوق پر پڑتا ہے تو اس کی تلافی کرنا یا اس شخص سے قصور معاف کروانا ضروری ہے اور یہ استغفار کی ایک اہم شرط ہے۔ (تیسیر القرآن)

حضرت جاریہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت نبوی ہوکر عرض کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کوئی نفع کی بات کہیے، او رمختصر ہو، تاکہ میں یاد بھی رکھ سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ نہ کر۔ اس نے پھر پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی جواب دیا، کئی مرتبہ یہی کہا سنا۔ (مسند احمد بسند صحیح، حدیث نمبر: 20357)

ایک روایت میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا تو آپ بیٹھ گئے اور پھر لیٹ گئے۔ ان سے پوچھا گیا یہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جسے غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے۔ (مسند احمد بسند صحیح، حدیث نمبر: 20386)

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ عروہ بن محمد کو غصہ چڑھا، آپ وضو کرنے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے میں نے اپنے اساتذوں سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ کو بجھانے والی چیز پانی ہے۔ پس تم غصہ کے وقت وضو کرلو۔ نبی کریم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے یا اپنا قرض اسے معاف کردے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ (مسند احمد بسند صحیح، حدیث نمبر: 17302، تفسیر ابن کثیر)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تمھیں اُلٹے پاؤں (یعنی اسلام سے) پھیردیں گے اور تم نقصان اُٹھالو گے (۱۴۹) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے اچھا مددگار ہے (۱۵۰) عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ان کو شریک بنایا جن کے لئے اللہ نے کوئی

سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَىْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ

دلیل نہیں اُتاری تھی، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ان ظالموں کا ٹھکانہ بہت برا ہے (۱۵۱) بلاشبہ اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا جب کہ تم (میدان اُحد میں) کافروں کو اللہ کے حکم سے خوب قتل کر رہے تھے تا آنکہ تم نے بزدلی دکھائی (نبی کے) حکم میں جھگڑنے لگے، اور اپنی پسندیدہ چیز (مال غنیمت) نظر آ جانے کے بعد تم نے (اس کی) نافرمانی کی تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور کچھ آخرت چاہتے تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہیں آزمائے، اور بے شک اللہ نے تمہارا قصور معاف کر دیا کیونکہ وہ مومنوں کیلئے بڑے فضل والا ہے (۱۵۲) جب تم جنگ احد میں بھاگے جا رہے تھے اور نہ کسی کی طرف مڑ کر دیکھتے تھے۔ حالانکہ اللہ کا رسول تمہارے پیچھے سے تمہیں بلا رہا تھا، پھر اللہ نے تمہیں غم پر غم دیئے تاکہ تم ایسی بات پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ ایسی مصیبت پر جو تم پر نازل ہو۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے (۱۵۳) پھر اس غم کے بعد اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر امن وچین بخشنے والی اونگھ طاری کر دی۔ اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں صرف اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی، وہ اللہ کے متعلق ناحق اور جاہلیت کے سے گمان کرنے لگے تھے، وہ پوچھتے تھے کہ ”آیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کوئی عمل دخل ہے؟“ آپ کہہ دیں: بلاشبہ جملہ اختیارات اللہ کے پاس ہیں، وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں ہمارا کچھ دخل ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے“۔ کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں رہتے تب بھی جن کیلئے مرنا مقدر ہو چکا

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا
مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا
ع ١٦ اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي
الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا
مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ
يُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَ
لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ
لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى
اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

تھا وہ یقیناً مقتل کی طرف نکل آتے، اور تا کہ اللہ آزما لے جو تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے تمہیں اس سے صاف کردے اور اللہ دلوں کے خیالات تک کو خوب جانتا ہے (۱۵۴) جس دن دونوں لشکروں کی ٹکر ہوئی تو تم میں سے جو لوگ پسپا ہوئے ان کی بعض غلطیوں کی بنا پر شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ بلاشبہ اللہ نے انہیں معاف کردیا کیونکہ اللہ بہت درگذر کرنے والا اور بردبار ہے (۱۵۵) اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہوجانا کہ جب ان کے بھائی بندزمین میں سفر یا جہاد پر نکلتے ہیں تو کہتے ہیں ''کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے'' اللہ تعالیٰ ان کی اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دیتا ہے۔ اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے۔ اور جو کام تم کر رہے ہو اللہ انہیں دیکھ رہا ہے (۱۵۶) اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا خود مرجاؤ، بہرحال اللہ کی بخشش اور رحمت ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں (۱۵۷) اور اگر تم مرجاؤ یا مارے جاؤ بہرحال تم سب اللہ کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔ (۱۵۸)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں جنگ احد کا بیان تھا اب ان آیات میں مسلمانوں کی ناکامی کے اسباب کا ذکر ہے۔

تشریح آیات: یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ احد کے موقع پر بھی اللہ کا وعدہ سچا تھا کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرے گا اور کافروں پر انہیں غلبہ دے گا، چنانچہ اس نے تمہیں تمہارے دشمنوں پر غلبہ دیا تھا اور اگر تم اطاعت وفرمانبرداری پر قائم رہتے اور رسول کی اتباع کرتے تو اللہ کی نصرت آخر تک تمہارے ساتھ باقی رہتی، لیکن جب تم نے نافرمانی کی اور اپنے مرکز کو چھوڑ دیا تو بطور عتاب اللہ کی نصرت تم سے چھن گئی اور پانسہ پلٹ گیا۔ (اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گذر چکی ہے) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

ان تمام غم وآلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مخلص مسلمانوں پر جنہیں یقین تھا کہ اللہ اپنے رسول کی ضرور مدد کرے گا اور ان کی

امیدوں کو ضرور پوری کرے گا، بطور امن وسکون ایک اونگھ طاری کردی۔ اور امام بخاری نے ابوطلحہ ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ میدان احد میں لوگ صفوں میں کھڑے تھے، اور ہم پر اونگھ کا غلبہ تھا، میری تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی تھی اور میں دوبارہ اسے پکڑ لیتا تھا۔ ترمذی کے الفاظ ہیں: ابوطلحہ ﷺ نے کہا کہ میں نے میدان احد میں سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ہر آدمی اونگھ کی وجہ سے جھکا پڑا ہے۔

فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اونگھ کے کئی فوائد تھے۔ ایک اہم فائدہ یہ ہوا کہ دشمنان اسلام مسلمانوں کو یکسر ختم کردینے کے درپے تھے اس لئے نیند کی حالت میں محفوظ و مامون رہنا اس بات کی سب سے بڑی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ اس حال میں بھی ان کا حامی و ناصر تھا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے وعدے پر ان کا یقین بڑھ گیا اور دشمن کا خوف ان کے دل سے نکل گیا۔ لیکن منافقین پر یہ اونگھ طاری نہیں ہوئی، انہیں صرف اپنی فکر لاحق تھی، انہیں نہ تو اپنے دین کی فکر تھی نہ اپنے رسول کی، اور نہ صحابۂ کرام کی، خوف وقلق اور جزع وفزع کی وجہ سے انہیں کہاں نیند آسکتی تھی! انہوں نے اللہ کے بارے میں بدگمانی شروع کردی، اور اس سوءظن میں مبتلا ہوگئے کہ اب تو اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوگیا، اور منافقین سے شک و بدظنی کے علاوہ اور کسی بات کی امید نہیں کی جاسکتی۔ منافقین نے اپنے سوءظن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں کی تو بات چلتی نہیں، اگر ہماری بات مانی جاتی تو آج یہ حال نہ ہوتا، یہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی طرف اشارہ ہے، جنگ کیلئے مدینہ سے نکلنے سے پہلے اس نے یہی مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر ہی رہ کر دفاع کیا جائے، اس لئے جب اسے خبر ملی کہ خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہوگئے تو اس نے مسلمانوں میں بدظنی پھیلانے کیلئے کہا کہ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ یعنی ہماری بات تو چلتی نہیں، اگر محمد نے میری بات مانی ہوتی تو اتنے لوگ قتل نہ ہوتے، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا کہ اگر تم سب اس بات پر اتفاق کرلیتے کہ تم اور وہ تمام لوگ جو قتل ہوگئے اپنے گھروں سے نہ نکلو گے تو لوح محفوظ میں جنہیں قتل ہوجانا لکھا تھا وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر قتل گاہوں تک ضرور پہنچ جاتے، قضا وقدر کی تنفیذ کیلئے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ڈال دیتا کہ وہ گھروں سے نکل کر وہاں پہنچ جائیں۔

اور یہ جو کچھ ہوا اس میں بہت سی حکمتیں تھیں جنہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ایک حکمت یہ تھی کہ مخلص مسلمانوں کا اخلاص اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہو، کیونکہ ایسے حالات سے گذرنے کے بعد مومن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور منافق کے جسم اور زبان سے بے قراری، قلق واضطراب اور اسلام کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار ہونے لگتا ہے۔

اور ایک حکمت یہ بھی تھی کہ امتحان وآزمائش کے مراحل سے گذر کر مومن شیطانی وسوسوں، غفلت اور ان تمام آلائشوں سے نجات پاسکے جو ایمان واسلام اور تقویٰ کے خلاف ہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا
غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا
عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ
لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ
مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ
بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ
رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ
دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ
بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ
وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾
اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ
قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ

النصف

اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان کے حق میں نرم مزاج واقع ہوئے ہیں، اگر آپ تندمزاج اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔ لہٰذا ان سے درگذر کیجئے، ان کیلئے بخشش مانگئے اور کاموں میں ان سے مشورہ کیجئے۔ پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بلاشبہ وہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے (۱۵۹) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے اس کے بعد جو تمہاری مدد کر سکے؟ لہٰذا مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (۱۶۰) نبی کی شان یہ نہیں کہ خیانت کرے۔ اور جو خیانت کریگا وہ قیامت کے دن خیانت کردہ چیز کے ساتھ حاضر ہو جائیگا۔ پھر ہر شخص کو اس کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا (۱۶۱) بھلا جو اللہ کی رضا کے پیچھے چل رہا ہو وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب میں گرفتار ہو اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (۱۶۲) اللہ کے ہاں ان لوگوں کے مختلف درجات ہیں اور جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں اللہ انہیں خوب دیکھ رہا ہے (۱۶۳) بلاشبہ اللہ نے مومنوں پر بہت احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کو سنوارتا اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ (۱۶۴) بھلا جب تم پر مصیبت آئی تو تم چلا اٹھے کہ یہ "کہاں سے آگئی؟" حالانکہ اس سے دوگنا صدمہ تم کافروں کو پہنچا چکے ہو۔ کہہ دیجئے کہ یہ مصیبت تمہاری اپنی ہی لائی ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۶۵) اور جس دن دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی اور تمہیں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ
وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ
ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ
هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ
يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ
اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا
لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ
قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

جو مصیبت پہنچی وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ اللہ مومنوں کو دیکھ لے (۱۶۶) اور منافقوں کو بھی اور جب ان سے کہا گیا کہ: ''آ ؤ جہاد کرو اللہ کی راہ میں یا (شہر مدینہ) کا دفاع ہی کرو'' تو کہنے لگے: اگر ہم لڑنا جانتے ہوتے تو ضرور تمہاری اتباع کرتے۔ اس روز وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں حالانکہ جو وہ چھپاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ (۱۶۷) یہ وہ لوگ ہیں جو خود پیچھے بیٹھے رہے اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے لگے ''اگر ہمارا کہا مانتے تو مارے نہ جاتے'' کہہ دیجئے! اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو ٹال کر دکھلا دو (۱۶۸)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں جنگ احد کا تذکرہ تھا اب ان آیات میں مسلمانوں کو اور رسول اللہ ﷺ کو جو رنج و غم پہنچا اس کا بیان ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی نرمی اور آپ ﷺ کے اخلاق کا بیان ہے۔

تشریح آیات ۱۶۱: مسلمانوں کی جماعت سے خطاب ہے کہ جب پیغمبر اسلام کا طریق کار یہ ہے کہ ہر معاملہ میں تم سے مشورہ کرتے ہیں تو تمہارا فرض یہ ہونا چاہئے کہ ان کے تمام احکام وعزائم کی بے چون و چرا اطاعت کرو وہ اللہ کے نبی ہیں اور ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ اللہ کا نبی خلق اللہ کی امامت و پیشوائی کے فرائض میں کسی طرح کی خیانت کرے۔

اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ دنیا میں سچے انسان کی زندگی جھوٹے انسان سے اپنی ہر بات میں اس درجہ مختلف ہوتی ہے کہ ممکن نہیں کسی طرح کا دھوکا ہو سکے۔ ایک بدکار آدمی بناوٹی اپنے آپ کو کتنا ہی نیک ظاہر کرے لیکن بناوٹ پھر بھی بناوٹ ہے، کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور کر بیٹھے گا کہ اصلیت آشکارا ہو جائے گی۔ تلاوتِ آیات، تزکیۂ قلوب اور تعلیم کتاب وحکمت جس وجود گرامی کے اعمال میں ہوں، کیوں کر ممکن ہے کہ ادائے فرضِ امامت میں کسی طرح کی خیانت کا اس سے ارتکاب ہو۔

آیت نمبر ۱۶۵: جنگ احد کا معاملہ منافقوں کے لئے جو مخلص مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے زندگی بسر کر رہے تھے ایک فیصلہ کن آزمائش تھی۔ اس موقع پر ان کا نفاق پوری طرح کھل گیا۔ جنگ کے ابتدائی مشورے سے لے کر جنگ کے بعد تک کوئی موقع ایسا نہیں آیا کہ فتنہ پردازی سے باز رہے ہوں۔ جب کثرت رائے سے یہ بات قرار پائی کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے تو لوگوں کو بہکانے لگے کہ باہر نکل کر لڑنا موت کے منہ میں جانا ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ اچھا شہر کی مدافعت کرو تو لگے طرح طرح کے حیلے

بہانے کرنے اور کہتے تھے ''ہمیں امید نہیں کہ لڑائی کی نوبت آئے اگر امید ہوتی تو ضرور تیاری کرتے'' پھر جب لوگوں کی کمزوری ونافرمانی سے فتح ہوتے ہوتے ناکامی ہوگئی تو انہیں فتنہ وشرارت کا نیا موقع ہاتھ آ گیا۔ کبھی کہتے: یہ سب کچھ اسی لئے ہوا کہ ہماری بات نہ مانی گئی۔ کبھی کہتے: روز روز کی لڑائیوں سے کیا فائدہ؟ نجات اسی میں ہے کہ دشمنوں کو راضی کرلیا جائے۔ مقصود یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی اور ہراس پیدا کردیں۔ اوران کی کوئی بات بھی ٹھیک طور پر بن نہ سکے۔

احد کے میدان سے جاتے جاتے دشمن کہہ گئے تھے کہ آئندہ سال پھر آئیں گے اور آخری فیصلہ کرکے جائیں گے دوسرے سال جب وہ وقت آیا تو مسلمان تیار ہوکر باہر نکلے، لیکن دشمنوں کا کوئی پتہ نہ تھا انہیں مکہ سے نکلنے کی جراءت ہی نہ ہوئی۔ مسلمان چند دن انتظار کرکے خوش دل اور کامیاب واپس آ گئے لیکن اس موقع پر بھی منافقوں نے دشمنوں سے مل کر ہر طرح کی شرارتیں کیں۔ دشمن چاہتے تھے کہ ڈر جانے کی ذلت ان کے حصے میں نہ آئے بلکہ مسلمانوں کے حصے میں آئے اور یہ جبھی ہوسکتا تھا کہ مسلمان جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ چنانچہ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کے لئے آدمی بھیجے گئے اور بہت سی جھوٹی افواہیں مشہور کردی گئیں۔ منافق انہیں پھیلانے اور مسلمانوں کو سرگرمی سے باز رکھنا چاہتے۔ یہاں ان تمام باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور منافقوں کو آخری مہلت دی گئی ہے کہ اپنی منافقانہ روش سے باز آ جائیں، ورنہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ ان کے چہروں پر سے نفاق کا پردہ اٹھادے گا۔

ان آیات میں منافقوں کی جونفسیاتی حالت دکھائی گئی ہے وہ کوئی مخصوص صورت حال نہیں ہے۔ اگر غور کرو گے تو معلوم ہوجائے گا کہ جماعت کے کمزور اور مذبذب افراد ہمیشہ ایسی ہی صورت حال پیدا کردیا کرتے ہیں۔ رہ کر دشمنوں کا حملہ روکو'' تو کہنے لگے اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ لڑائی ضرور ہوگی تو ہم ضرور ساتھ دیتے یقین کرو جس وقت انہوں نے یہ بات کہی تو وہ کفر سے زیادہ نزدیک تھے بمقابلہ ایمان کے، یہ لوگ زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو فی الحقیقت ان کے دلوں میں نہیں ہے اور جو کچھ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں خدا اس سے بے خبر نہیں۔

آیت ۱۶۸: لیکن اپنے بھائیوں کے حق میں کہتے ہیں کہ اگر ہماری بات پر چلے ہوتے تو کبھی نہ مارے جاتے (اے پیغمبر! تم کہدو: اچھا تم واقعی (اپنے اس خیال میں) سچے ہو تو جب موت تمہارے سامنے آ کھڑی ہو تو اسے نکال باہر کرنا اور ہمیشہ زندہ رہنا۔ (ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد)

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں جو اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے ہیں (۱۶۹) جو اللہ کا ان پر فضل ہو رہا ہے اس سے وہ بہت خوش ہیں اور ان لوگوں سے بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے پیچھے ہیں اور ابھی تک (شہید ہوکر) ان سے ملے نہیں، انہیں کچھ

وقف لازم

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ
ع ١٧/٨ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا
مع لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٢﴾
اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ
فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ
وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿١٧٤﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ
يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٥﴾ وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ
يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ
بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿١٧٧﴾ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِىْ
لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا
اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ
لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ
عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ

خوف ہوگا اور نہ غم زدہ ہونگے۔ (۱۷۰) اللہ تعالیٰ کا ان پر جو
فضل اور انعام ہو رہا ہے اس سے وہ خوش ہوتے ہیں اور یقیناً
اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۱۷۱) جنہوں نے صدمہ
پہنچنے کے بعد بھی اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہا ان میں جو
لوگ نیک کردار اور متقی ہیں، ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے (۱۷۲)
ان (مومنوں) کو لوگوں نے کہا بلا شبہ: ''لوگوں نے تمہارے
مقابلہ کو ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے لہٰذا ان سے ڈرو'' تو ان کا
ایمان اور بھی زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ''ہمیں تو اللہ ہی کافی ہے
اور بہت اچھا کارساز ہے''۔ (۱۷۳) یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس
کی نعمت حاصل کر کے واپس آئے، انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی،
وہ اللہ کی رضا کے پیچھے لگے رہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا
ہے (۱۷۴) یہ شیطان ہی تو ہے جو تمہیں اپنے دوستوں (لشکر کفار)
سے ڈراتا ہے۔ لہٰذا اگر تم مومن ہو تو اس سے نہ ڈرو بلکہ صرف
مجھ سے ڈرو (۱۷۵) (اے نبی!) جو لوگ کفر میں دوڑ دھوپ
کر رہے ہیں ان کی سرگرمیاں تمہیں غمزدہ نہ کریں، یہ اللہ کا
کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ یہ چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کا آخرت
میں کچھ حصہ نہ رہے اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے (۱۷۶)
جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو خریدا ہے یہ اللہ (کے
دین) کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے اور ان کیلئے المناک عذاب ہوگا
(۱۷۷) کافر لوگ ہرگز یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے
رہے ہیں، یہ ان کے حق میں بہتر ہے، بلاشبہ ہم انہیں صرف اس
لئے ڈھیل دیتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ گناہ کریں اور انہیں
رسوا کن عذاب ہوگا (۱۷۸) اللہ تعالیٰ مومنوں کو اسی حال پر نہ
چھوڑے گا جس حال پر اس وقت تم ہو حتی کہ وہ طیب کو خبیث
سے جدا نہ کر دے۔ اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع
کر دے بلکہ (اس کیلئے) وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا
ہے منتخب کر لیتا ہے، لہٰذا اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اگر

يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع ۱۸

تم ایمان لے آئے اور اللہ سے ڈرتے رہے تو تمہیں بہت بڑا اجر ملے گا (۱۷۹) جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) عطا کیا ہے، وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بخل ان کے حق میں اچھا ہے، بلکہ یہ ان کیلئے بہت برا ہے جو بخل وہ کرتے ہیں، یوم قیامت ان کے گلے کا طوق بنے گا اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ (۱۸۰)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں جنگ احد کا بیان تھا ان آیات میں شہیدوں کا بیان ہے کہ وہ جنت میں کتنے آرام سے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

تشریح آیات: (۱۶۹) شھداء کی یہ زندگی حقیقی ہے لیکن اس کا شعور اہل دنیا کو نہیں۔ (جیسا کہ قرآن نے وضاحت کردی ہے) پھر اس زندگی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں قبروں میں ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہاں اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت کے پھلوں کی خوشبوئیں انہیں آتی ہیں جن سے ان کے مشام جان معطر رہتے ہیں لیکن حدیث سے ایک تیسری شکل معلوم ہوتی ہے اس لئے وہی صحیح ہے، وہ یہ کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے جوف یا سینوں میں داخل کردی جاتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتی پھرتی اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔ (فتح القدیر، صحیح مسلم، حدیث نمبر: 3500)

آیت ۱۷۰: یعنی وہ اہل اسلام جو ان کے پیچھے دنیا میں زندہ ہیں یا مصروف جہاد ہیں ان کی بابت وہ خواہش کرتے ہیں کہ کاش وہ بھی شہادت سے ہمکنار ہوکر یہاں ہم جیسی پرلطف زندگی حاصل کریں۔ شہداء احد نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو دنیا میں زندہ ہیں، انہیں ہمارے حالات اور پرمسرت زندگی سے کوئی مطلع کرنے والا ہے تاکہ وہ جنگ و جہاد سے اعراض نہ کریں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں تمہاری یہ بات ان تک پہنچا دیتا ہوں'' اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

علاوہ ازیں متعدد احادیث سے شہادت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں فرمایا: مَامِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ لَهَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يَسُرُّهَا اَنَّهَا تَرْجِعُ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا اَنَّ لَهَا الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا اِلَّا الشَّهِيْدُ فَاِنَّهٗ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ فَيُقْتَلَ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ (مسند احمد بسند صحیح، حدیث نمبر: 11825 و صحیح مسلم، حدیث نمبر: 3488)

کوئی مرنے والی جان، جس کو اللہ کے ہاں اچھا مقام ہے دنیا میں لوٹنا پسند نہیں کرتی۔ البتہ شہید دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرتا ہے تاکہ وہ دوبارہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے۔ ''یہ آرزو وہ اس لئے کرتا ہے کہ شہادت کی فضیلت کا وہ مشاہدہ کرلیتا ہے''۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ اللہ نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور اس سے کہا کہ مجھ سے اپنی کسی آرزو کا اظہار کر، تاکہ میں اسے پورا کردوں، تیرے باپ نے جواب دیا کہ میری تو صرف یہی آرزو ہے کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے

تا کہ دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو ممکن نہیں ہے اس لئے کہ میرا فیصلہ ہے کہ یہاں آنے کے بعد کوئی دنیا میں واپس نہیں جا سکتا۔ (مسند احمد: 14352۔ الصحیحہ 3290)

آیت ۱۷۳: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اُنھوں نے (**حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ**) کہا تھا اور جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ قریش کے کافروں نے آپ سے مقابلہ کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کر لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی کلمہ کہا اور یہ خبر سن کر صحابہ کا ایمان بڑھ گیا اور اُنھوں نے بھی یہی کلمہ کہا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4197۔ تیسیر القرآن)

آیت نمبر ۱۷۸: اس میں اللہ کے قانون کا بیان ہے (امہال کے معنی مہلت دینا) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت کے مطابق کافروں کو مہلت عطا فرماتا ہے، وقتی طور پر انہیں دنیا کی فراغت و خوشحالی سے اور مال و اولاد سے نوازتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان پر اللہ کا فضل ہو رہا ہے لیکن اگر اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے والے نیکی اور اطاعت الٰہی کا راستہ اختیار نہیں کرتے تو یہ دنیوی نعمتیں، فضل الٰہی نہیں، مہلت الٰہی ہے۔ جس سے ان کے کفر و فسق میں اضافہ ہوتا ہے، بالآخر وہ جہنم کے دائمی عذاب کے مستحق قرار پاجاتے ہیں۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔ مثلاً سورۃ المومنون آیت ۵۵۔۵۶ پر۔ ملاحظہ کیجئے: (احسن البیان)

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا
وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا
عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ
وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ
لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ
قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ
وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ
وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا تھا کہ ''اللہ تو محتاج ہے اور ہم غنی ہیں'' جو انہوں نے کہا اسے ہم لکھ رکھیں گے اور جو وہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں (وہ بھی لکھ رہے ہیں) ہم قیامت کے دن کہیں گے کہ اب جہنم کا دہکتا ہوا عذاب چکھو (۱۸۱) یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اور اللہ یقیناً اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا (۱۸۲) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ بلاشبہ ''اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک (یہ معجزہ صادر نہ ہو) کہ وہ ہمارے پاس قربانی لائے جسے آگ کھا جائے کہو'' مجھ سے پہلے تمہارے پاس کئی رسول آئے جو واضح نشانیاں لائے تھے اور وہ نشانی بھی جو تم اب کہہ رہے ہو۔ پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں قتل کیوں کیا تھا؟ (۱۸۳) پھر اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں (تو آپ صبر کیجئے) آپ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں جو روشن دلائل صحیفے اور روشنی عطا کرنے

الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ
الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا
مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ
اَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا
اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ
مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ
لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ
ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ
فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا
بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ
الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَ لِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع ۱۹ ۹ ۱۰

والی کتاب لے کر آئے تھے (۱۸۴) ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔ پھر جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور یہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے (۱۸۵) مسلمانو! تمہیں اپنے اموال اور اپنی جانوں میں آزمائش پیش آ کے رہے گی۔ نیز تمہیں ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور مشرکین سے بھی بہت سی تکلیف دہ باتیں سننا ہوں گی۔ اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بلاشبہ یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے (۱۸۶) اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا تھا جو کتاب دیئے گئے کہ وہ لوگوں کے سامنے کتاب کو وضاحت سے بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں پھر انہوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور اسے تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ ڈالا۔ کتنی بری ہے وہ قیمت جو وہ وصول کر رہے ہیں (۱۸۷) جو لوگ اپنے کرتوتوں پر خوش ہوتے ہیں، اور چاہتے یہ ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے، ان کے متعلق یہ گمان نہ کیجئے کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے، اور ان کیلئے تو المناک عذاب ہے (۱۸۸) آسمانوں اور زمین کا مالک اللہ ہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۸۹)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں منافقین کا بیان تھا کہ انہوں نے اسلام میں داخل ہو کر اسلام کو اور مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچایا۔ اب ان آیات میں یہودیوں کی بداخلاقی اور بے ایمانی کا بیان ہے۔

جیسے انہوں نے اللہ کو بخیل اور فقیر کہا اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ دیا۔ انبیاء کو قتل کیا اور امانت میں خیانت کیا مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ ایسا نہ کرو۔ تمہارے اندر یہ عادتیں نہ ہوں۔

تشریح: ظاہری طور پر آدمی ایک کلمہ کہہ کر مومن بن جاتا ہے مگر اللہ کی نظر میں وہ اس وقت مومن بنتا ہے جب کہ وہ اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے دے۔ جان و مال کی قربانی کے بغیر کسی کا ایمان اللہ کے یہاں معتبر نہیں۔ آدمی اپنے مال کو اس لئے بچاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح وہ اپنے دنیوی مستقبل کا تحفظ کر رہا ہے۔ مگر آدمی کا حقیقی مستقبل وہ ہے جو آخرت میں سامنے آنے والا ہے اور آخرت کی دنیا میں ایسا بچایا ہوا مال آدمی کے حق میں صرف وبال ثابت ہوگا۔ جو مال دنیا میں زینت اور فخر کا ذریعہ دکھائی دے رہا ہے وہ آخرت میں خدا کے حکم سے سانپ کی صورت اختیار کر لے گا جو اس کو ڈستا رہے گا۔

جو لوگ قربانی والے دین کو نہیں اپناتے وہ اپنے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے مختلف باتیں کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ مال اللہ نے ہماری ضرورت کے لئے پیدا کیا ہے پھر کیوں نہ ہم اس کو اپنی ضرورتوں میں خرچ کریں اور اس سے اپنے دنیوی آرام کا سامان کریں۔ کبھی ان کی بے حسی ان کو یہاں تک لے جاتی ہے کہ وہ خود داعی حق کو مشتبہ کرنے کے لئے طرح طرح کے شوشے نکالتے ہیں تاکہ یہ ثابت کر سکیں کہ وہ شخص سچا داعی نہیں جس کا ظہور یہ تقاضا کر رہا ہے کہ اپنی زندگی اور اپنے مال کو قربان کر کے اس کا ساتھ دیا جائے۔ اس قسم کے لوگ جو باتیں کہتے ہیں وہ بظاہر دلیل کے روپ میں ہوتی ہے مگر حقیقتاً وہ ایمانی تقاضوں سے فرار کے لئے ہیں اس لئے خواہ کیسی ہی دلیل پیش کی جائے وہ اس کو رد کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ الفاظ تلاش کر لیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس بات کو بھول گئے ہیں کہ ان کا آخری انجام موت ہے، اور موت کا مرحلہ سامنے آتے ہی صورت حال بالکل بدل جائے گی۔ موت تمام جھوٹے سہاروں کو باطل کر دے گی۔ اس کے بعد آدمی اپنے آپ کو ٹھیک اس مقام پر کھڑا ہوا پائے گا جہاں وہ حقیقتاً تھا نہ کہ اس مقام پر جہاں وہ اپنے آپ کو ظاہر کر رہا تھا۔ موجودہ دنیا میں کسی کا ترقی کرنا یا موجودہ دنیا میں کسی کا نام ہو جانا، دونوں حقیقت کے اعتبار سے ایک ہی سطح کی چیزیں ہیں۔ نہ یہاں کی نعمتیں کسی کے برسر حق ہونے کا ثبوت ہیں اور نہ کسی کا یہاں مشکلات و مصائب میں مبتلا ہونا اس کے برسر باطل ہونے کا ثبوت۔ کیوں کہ دونوں ہی امتحان کے نقشے ہیں نہ کہ انجام کی علامتیں۔ (تذکیر القرآن)

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَ مَا

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے باری باری آنے جانے میں اہل عقل کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ (۱۹۰) جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں سوچ بچار کرتے (اور پکار اٹھتے) ہیں۔ ''اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا تو پاک ہے پس ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے'' (۱۹۱) اے ہمارے رب! جسے تو نے جہنم میں ڈالا تو گویا اسے بڑی رسوائی میں ڈال دیا اور (وہاں)

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا
مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ
فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا
سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا
مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾
فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ
عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ
مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا
لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا
يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾
مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَ بِئْسَ
الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الثلثة
لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ
اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ

ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا (۱۹۲) اے ہمارے رب! ہم
نے ایک پکارنے والے کو سنا، جو ایمان کی طرف دعوت دیتا
ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، تو ہم ایمان لے آئے، اے
ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف کردے اور ہماری برائیاں
ہم سے دور فرمادے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت
دے (۱۹۳) اے ہمارے رب! تو نے اپنے رسولوں کے
ذریعہ ہم سے جو وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عطا کر اور یوم قیامت
ہمیں رسوا نہ کرنا، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا (۱۹۴) سو
ان کے رب نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: میں کسی
عمل کرنے والے کے عمل کو، مرد ہو یا عورت، ضائع نہیں
کروں گا تم ایک دوسرے کا حصہ ہو، لہٰذا جن لوگوں نے
ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں
دکھ اٹھائے، جنہوں نے جہاد کیا اور شہید ہوگئے۔ میں ضرور
ان کی برائیاں ان سے دور کردوں گا اور انہیں داخل کروں گا
ایسے باغات میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اللہ کے ہاں ان
کا یہی بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے (۱۹۵) (اے
نبی) آپ کو دھوکہ نہیں ہونا چاہئے ملک میں کافروں کے ادھر
ادھر چلنے پھرنے سے (۱۹۶) یہ چند روزہ زندگی کا لطف ہے
پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جو بہت برا ٹھکانا ہے (۱۹۷) لیکن
جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے ایسے باغات
ہیں جن میں نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ
اللہ کے ہاں کی مہمانی ہوگی اور جو کچھ اللہ کے ہاں موجود ہے
، نیک لوگوں کیلئے بہت بہتر ہے (۱۹۸) اہل کتاب میں سے
کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو
تمہاری طرف اتارا گیا اور اس پر بھی جو ان کی طرف اتارا گیا

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾	تھا وہ اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں اور تھوڑی سی قیمت کے عوض اللہ کی آیات کو نہیں بیچتے، ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے ہاں موجود ہے۔ بلاشبہ اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا (۱۹۹) اے ایمان والو! صبر کرو، پامردی دکھلاؤ اور ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرسکو۔ (۲۰۰)

ع ۲۰ ۱۱

ربط آیات: توحید کے ذکر سے یہ سورہ شروع ہوئی اور ختم بھی توحید کے ذکر سے ہو رہی ہے۔ اور بیچ میں توحید کے دلائل ہیں کہ اللہ ایک ہے، اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ وہی ہمارا رب ہے، وہی خالق ہے، وہی مالک ہے۔ مرنے کے بعد ہم کو اسی کے پاس جانا ہے اور وہ ہمارا حساب لے گا جو لوگ اللہ کے شکر گذار اور عبادت گذار ہوں گے ان کے لئے جنت ہے اور جو لوگ نافرمان اور کافر ہوں گے ان کے لئے جہنم ہے اور جو لوگ عیسیٰ کو اپنا معبود حاجت روا اور نجات دہندہ کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں

آیت نمبر ۱۹۰: یہاں سے آخری سورہ تک کی آیات خاتمہ کلام کے طور پر ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نصف شب گذر جانے پر بیدار ہوتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر یہ آیات تلاوت فرماتے گویا ذکر و فکر کے لئے رات کا آخری حصہ بہترین وقت ہے کیونکہ اس وقت انسان کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ آسمان و زمین کی خلقت اور رات اور دن کا یہ نظام اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ کائنات بے خدا نہیں ہے اور نہ اس کے بنانے اور چلانے والے بہت خدا ہیں بلکہ یہ ایک الٰہِ برتر کی تخلیق، ایک صاحب حکمت کا تیار کردہ منصوبہ، ایک عادل ہستی کا عادلانہ نظام اور رحمن و رحیم کی رحمت و رافت کا مظہر ہے۔ لہٰذا انسان اور اس کائنات کا وجود ہرگز بے مقصد نہیں ہوسکتا اللہ پاک ہے۔

آیت نمبر ۱۹۱: اللہ کو یاد کرنے کیلئے کسی خاص وقت کی قید نہیں ہے بلکہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں مطلوب ہے۔ خواہ آدمی کھڑا ہو یا بیٹھا ہو مشغول ہو یا آرام کر رہا ہو۔ جس طرح سانس انسان کی زندگی کیلئے ضروری ہے اسی طرح اللہ کی یاد روحانی زندگی کیلئے ضروری ہے اور عقلمندوں کا وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی یاد سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتے۔ یہ اہل دانش کی دوسری خصوصیت ہے کہ ان کا دل ذکر و فکر سے خالی نہیں ہوتا اور اسلام میں یہ دونوں باتیں ہی مطلوب ہیں یعنی ذکر الٰہی کے ساتھ فکر آخرت بھی ہونی چاہئے۔

آیت نمبر ۱۹۸: موقع کی مناسبت سے اس آیت میں کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اگر وہ تقویٰ کی روش پر قائم رہے تو آخرت میں نہایت شاندار طریقہ پر ان کی ضیافت کا سامان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے وفادار بندوں کیلئے بہترین چیزیں تیار کر رکھی ہیں۔

آیت نمبر ۲۰۰: یہ تتمہ کلام ہے اور اس میں حالات کی رعایت سے وہ ''ہدایات دی گئی ہیں جو مخالف اسلام طاقتوں سے

نبرد آزما ہونے کیلئے ضروری تھیں۔یعنی اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرنے کیلئے ہر طرح تیار رہو۔لفظ ''رَابِطُوْا'' میں جہاد کیلئے مادی تیاری کرنا،قوت فراہم کرنا،حفاظت کا سامان کرنا،پاسبانی کرنا اورلڑنے مرنے کیلئے کمربستہ رہنا سب شامل ہے۔حدیث میں رباط،جہاد کیلئے تیار رہنے اور پاسبانی کرنے کو بہترین خدمت قرار دیا گیا ہے۔

رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْھَا اللہ کی راہ میں ایک دن کی پاسبانی (رباط) دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔(احسن البیان صحیح بخاری،حدیث نمبر:2678)

(صَابِرُوْا) کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر صبر کرواور دوسرے یہ کہ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو۔یعنی جو اسلام کی راہ میں مشکلات آنے پر خود بھی ثابت قدم رہیں اور دوسروں کو بھی ایسی ہی تلقین کرتے اوران کی ڈھارس بندھاتے رہیں۔

اسی طرح (رَابِطُوْا)میں جہاد کے لئے تیار رہنا،کسی چوکی پر پہرہ دینا،مورچے پر رہنااوراپنی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کرنا سب کچھ شامل ہےاوررسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ''اللہ کی راہ میں ایک دن مورچے پر رہنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہےاورتم میں سے کسی کوایک کوڑا رکھنے کے برابر جنگ میں جگہ مل جائے تو وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہےاورشام کو جوآدمی اللہ کی راہ میں (جہاد)میں چلے یا صبح کوتو وہ دنیاومافیہا سے بہتر ہے''۔(بخاری کتاب الجہاد باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:''ایک دن رات پہرہ دینا ایک ماہ کے روزے اور قیام سے بہتر ہے۔اگر وہ پہرہ دیتے ہوئے شہید ہوگیا تواس کا عمل برابر جاری رہے گا اوراس کواس پر اجر دیا جائے گا۔اوروہ فتنوں سے امن میں رہے گا''۔(صحیح مسلم،حدیث نمبر:3537)

بعض فقہاء رباط کو جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ جہاد غیر مسلموں سے کیا جاتا ہےاور رباط خود مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔

مدنی دور کے ابتدائی سالوں میں مدینہ کے اردگرد بسنے والے مشرک قبائل آپس میں گٹھ جوڑ کرکے مدینہ پر حملہ کرنے کی سازشیں کرتے رہتے تھے۔آپ ﷺ ان کے حالات سے ہر لحظہ باخبر رہتے اور جب محسوس کرتے کہ مدینہ کی طرف کوئی بُری نظروں سے دیکھ رہا ہے توفوراً خود وہاں پہنچ جاتے یا سریہ بھیج دیتے تھے۔صلح حدیبیہ سے پہلے اکثر واقعات پیش آتے رہے اور بسااوقات یوں ہوا کہ دشمن اسلامی دستوں کی آمد کی خبر پا کرتتر بتر ہوجاتا تھا۔(تیسیر القرآن)

سورۂ بقرہ کے آغاز میں فرمایا تھا''یہ ہدایت ہے متقیوں کیلئے''اور یہاں آل عمران کے خاتمہ پر فرمایا کہ''اللہ کا تقویٰ اختیارکروتا کہ تم کامیاب ہو''اس سے واضح ہوا کہ ان دوسورتوں کے اندر جواحکام وقوانین بیان کئے گئے ہیں اور جو ہدایات دی گئی ہیں ان کی نگرانی اوران پرعمل وہ لوگ کریں گے جواللہ سے ڈرتے ہیں اورجن کے دلوں میں تقویٰ ہے۔(دعوۃ القرآن)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ النِّسَاء

سورۃ النساء مدنی ہے، اس میں ۱۷۶ آیتیں اور ۲۴ رکوع ہیں۔

تعارف: اس سورت کا نام ''سورۃ النساء'' اسلئے ہے کہ عورتوں کے مسائل اس میں دیگر سورتوں کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔

شان نزول: (وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰۤى اَمۡوَالَهُمۡ) ایک شخص کے پاس حسب دستور اپنے چھوٹے یتیم بھتیجے کا کچھ مال امانت تھا۔ بعد بلوغ جب اس نے طلب کیا تو چچا نے انکار کر دیا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل)

قولہ تعالی: (وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے عروہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا، اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بھانجے! اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم لڑکی جو اپنے ولی کی زیر کفالت ہو وہ اس کی جائیداد میں حصہ دار بھی ہو۔ پھر اس ولی کو اس کا مال اور جمال پسند آ جائے تو اس نے اس سے نکاح کا ارادہ کیا مگر مہر دینے کی بابت اس کی نیت بدلی ہوئی تھی یعنی یہ چاہے کہ اس کو اتنا مہر نہ دے جتنا اس کو دوسرے مرد سے ملتا ہے تو اس آیت میں اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ ایسی لڑکیوں کے ساتھ مہر کے معاملہ میں انصاف کئے بغیر نکاح نہ کیا جائے اور ولی اگر اس سے نکاح کرنا چاہے تو اسے بھی وہ پورا حق مہر ادا کرے جو زیادہ سے زیادہ اسے مل سکتا ہے۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ ان لڑکیوں کے علاوہ جو عورتیں تم کو پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں فتویٰ طلب کیا تو یہ آیت نازل ہوئی ''اور لوگ آپ سے عورتوں کی بابت فتویٰ پوچھتے ہیں'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دوسری آیت میں یہ جو فرمایا جن کے نکاح کرنے سے تم باز رہتے ہو یا لالچ کی بنا پر تم خود ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اس سے مراد یہی ہے کہ اگر کسی کو اپنی زیر پرورش یتیم لڑکی جس کا مال اور جمال کم ہے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت ہے تو مال اور جمال والی یتیم لڑکی سے بھی نکاح نہ کرو جس کے ساتھ تمہیں نکاح کی رغبت ہے۔ مگر اس صورت میں کہ انصاف کے ساتھ اسے پورا حق مہر ادا کرو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1682 تفسیر سورۃ النساء)

سورۃ النساء کی فضیلت

حاکم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورۃ النساء میں پانچ ایسی آیتیں ہیں جن کے بدلے میں میں دنیا و مافیہا کو قبول نہیں کروں گا۔عبدالرزاق نے ان سے روایت کی ہے کہ سورۃ النساء میں پانچ ایسی آیتیں ہیں جو میرے نزدیک پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

دونوں روایتوں میں مندرجہ ذیل آیتوں کا ذکر ہے۔

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (الآیۃ:۴۰) بیشک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

(۲) اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ (الآیۃ: ۳۱) تم سب بڑے گناہوں سے بچو جس سے تم کو روکا گیا ہے۔

(۳) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (الآیۃ:۴۸)

بیشک اللہ تعالیٰ نہیں معاف کرتا ہے جو اس کے ساتھ شرک کرے۔

(۴) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (الآیۃ:۶۴) اور اگر انہوں نے جب کہ اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔

(۵) وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الآیۃ:۱۱۰)

اور جو برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے توبہ و استغفار کرے تو وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا۔(حاکم 334/2 امام ذھبی نے صحیح قرار دیا ہے)

ایاتها ۱۷۶ ۴ سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ ۹۲ رکوعاتها ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لوگو! اپنے اس رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے (دنیا میں) بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور قریبی رشتوں میں بھی اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تم پر نظر رکھے ہوئے ہے۔(۱) اور یتیموں کو ان کے مال واپس کر دو اور ان کی کسی اچھی چیز کے بدلے انہیں گھٹیا چیز نہ دینا، نہ ہی

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا
تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ
مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ
خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ وَ اٰتُوا
النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ
عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝۴
وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ
اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ
وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَ ابْتَلُوا
الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ
مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ
لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ
وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ
فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ
اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى
بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ
مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷ وَ اِذَا

ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھانے کی کوشش کرنا یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ (۲) اور اگر تمہیں خطرہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں ان سے انصاف نہ کر سکو گے تو پھر دوسری عورتوں میں جو تمہیں پسند آئیں دو دو، تین تین، چار چار تک نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک کافی ہے۔ یا وہ کنیزیں ہیں جو تمہاری قبضہ میں ہوں، بے انصافی سے بچنے کیلئے یہی ٹھیک ہے۔ (۳) نیز عورتوں کو ان کے حق مہر بخوشی ادا کر دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے اس میں سے کچھ تمہیں چھوڑ دیں تو تم اسے مزے سے کھا سکتے ہو۔ (۴) اور نادانوں کو ان کے مال واپس نہ کرو۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان کے مال سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ بھی اور جب ان سے بات کرو تو اچھی (اوران کے فائدہ کی) بات کرو (۵) اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو حتی کہ وہ نکاح کے قابل عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان میں اہلیت معلوم کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو ضرورت سے زیادہ اور موزوں وقت سے بیشتر، اس ارادہ سے ان کا مال نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اس کا مطالبہ کریں گے۔ اور جو کفیل کھاتا پیتا ہو اسے چاہئے کہ یتیم کے مال سے کچھ نہ لے اور جو محتاج ہو وہ اپنی خدمت کا حق انصاف کے مطابق کھا سکتا ہے۔ پھر جب تم یتیموں کا مال انہیں واپس کرو تو ان پر گواہ بنا لیا کرو، اور (یہ بھی یاد رکھنا کہ) حساب لینے کیلئے اللہ کافی ہے (۶) مردوں کیلئے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اسی طرح عورتوں کیلئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ یہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، ہر ایک

حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ ع ۱۲

کا طے شدہ حصہ ہے (۷) اور تقسیم ترکہ کے موقع پر اگر قرابت والے (غیر وارث) یتیم اور مسکین موجود ہوں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ نہ کچھ دے دو اور ان سے اچھے طریقہ سے بات کرو (۸) لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے چھوٹی چھوٹی اولاد چھوڑ جائیں تو انہیں ان کے متعلق کتنا خوف ہوتا ہے لہٰذا انہیں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور جو بات کریں صاف اور سیدھی کریں (۹) جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ (۱۰)

تشریح آیات: آیت نمبر (۱) اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتداء میں تمام بنی نوع انسان کو چاہے وہ مومن ہوں یا کافر، یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور دنیا میں رحم کے ذریعہ جو رشتہ داریاں قائم ہیں، ان کا خیال رکھیں اور ان اسباب کو بیان کیا ہے جو دونوں کے وجوب ولزوم کا تقاضا کرتے ہیں اللہ سے اس لئے ڈرتے رہنا ہے کہ وہی انسان کا رب ہے اسی نے اسے پیدا کیا ہے وہی اسے روزی دیتا ہے، اور اس پر اس کے بے شمار احسانات ہیں۔ اسی نے انسان کو آدم سے پیدا کیا، اور آدم ہی کی بائیں پسلی سے اس کی بیوی حوا کو پیدا کیا تا کہ انسان کی بیوی اس کے مناسب حال ہو۔ اس کی قربت سے اسے سکون وراحت ملے، اور اللہ کی نعمت اس پر تمام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم ہی سے تمہاری بیویوں کو پیدا کیا تا کہ ان سے تم سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا جذبہ پیدا ہو۔ (الروم: ۲۱)

اللہ سے اس لئے بھی ڈرتے رہنا ہے کہ آدمی اللہ کا نام لے کر ہی اپنی کوئی حاجت کسی کے سامنے رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دینے والے کے دل میں اللہ کی کبریائی اور عظمت کا جو تصور ہے، اس کے پیش نظر اس کی مانگ ضرور پوری کرے گا۔ اللہ کی اس عظمت و کبریائی کا تقاضا ہے کہ آدمی اس کی عبادت کرے اور اس سے ڈرتا رہے۔

صلہ رحمی کی اہمیت کو آدمی کے دل میں بٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ''رحم'' کے حق کو جوڑ دیا تا کہ معلوم ہو کہ جس طرح اللہ کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے اور جو شخص رشتہ میں جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی اس کے حق کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کی اہمیت بتانے کے لئے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد بغیر کسی

تاخیر کے والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا۔ ملاحظہ ہو: (سورۃ الاسرا: ۲۳) (سورۃ النساء: ۳۶) عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم عرش سے معلق ہے، وہ کہتا ہے کہ جو مجھے جوڑے اللہ اسے جوڑے اور جو مجھے کاٹے اللہ اسے اپنی رحمت سے کاٹ دے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4635)

آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ تمہارے احوال واعمال سے واقف ہے اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے اس لئے آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح گذارے کہ اس کے دل و دماغ میں یہ بات ثبت ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اور میرے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔

آیت نمبر ۲: اوپر کی آیت میں تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کا اللہ نے جو حکم دیا ہے، اسی کی اب تفصیل بیان کی جارہی ہے۔ یتیموں کے حقوق کی حفاظت کو دیگر احکام پر مقدم کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کی اہمیت کا احساس دلایا ہے۔ لفظی طور پر یتیم ہر اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا باپ وفات پا چکا ہو، لیکن شرعی اصطلاح میں یہ لفظ اس بچے کے لئے خاص ہو گیا ہے جس کے سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے اس کا باپ مر گیا ہو۔

ابوداؤد نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلوغت کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: 2873 علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

آیت میں ''یتیموں'' سے مراد وہ نوجوان ہیں جو ابھی ابھی سنِ بلوغت کو پہنچے ہوں، اور ان پر ہوشمندی کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اولیاء واوصیاء کو حکم دیا ہے کہ ان کا مال انہیں دینے میں ٹال مٹول نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں کو ایک اور برے کام سے منع کیا، جس کا ارتکاب زمانۂ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے، کہ اپنے مال کے ساتھ یتیموں کا مال ملالیا کرتے تھے، تاکہ اخراجات میں وسعت پیدا ہو جائے۔ اللہ نے کہا کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے لیکن اگر نیت یتیموں کے ساتھ بھلائی کی ہو تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ اللہ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے۔ دیکھئے آیت نمبر (۲۲۰)

آیت نمبر ۳: یہاں ''یتامیٰ'' سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے یتیم بچیوں کے اولیاء! اگر تمہیں ڈر ہو کہ ان یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کر کے ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہ کرسکو گے، یا تو مہر کم کر دو گے یا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرو گے تو ان کے علاوہ دوسری غیر رشتہ دار لڑکیوں سے شادی کرلو، دنیا میں لڑکیوں کی کمی نہیں ہے اور پھر ایک نہیں چار بیویاں بیک وقت رکھ سکتے ہو۔

امام بخاریؒ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی، جس کے پاس کھجور کا ایک باغ تھا، اس باغ کی لالچ میں اسے نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے شادی کرلی، نہ اس کے پاس جاتا تھا اور نہ اسے چھوڑتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4207)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے۔ کہ آیت میں مراد ایسی یتیم بچی ہے جو اپنے ولی کے پاس پلتی ہے، اور اس کے مال میں شریک ہوتی ہے، اور خوبصورت بھی، اس کا ولی اس سے شادی کر لینا چاہتا ہے لیکن مہر مثل نہیں دیتا ایسے آدمی کو حکم دیا گیا ہے

کہ مناسب مہر دے کر رشتۂ نکاح میں لے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:4208)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی پسند کی دوسری عورتوں سے شادی کرلیں' اور انہیں چار بیویوں تک سے شادی کرنے کا اختیار دیا ہے اور چار سے زیادہ بیویاں رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اسی پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لئے چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہیں اسی پر امت کا اجماع ہے۔

علماء امت نے چار سے زیادہ کی حرمت پر غیلان ثقفی کے واقعہ سے استدلال کیا ہے جن کے پاس دس بیویاں تھیں، جب اسلام لائے تو اللہ کے رسول نے ان سے کہا کہ چار کے علاوہ باقی کو طلاق دے دو، اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی اور ابن شیبہ نے روایت کی ہے اور علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ امت کا اجماع اسی پر ہے کہ چار سے زیادہ بیویاں رکھنا امت کے کسی فرد کے لئے جائز نہیں یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی۔ البتہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کی روشنی میں چار بیویاں رکھنے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

قرآن کریم نے تو اس کی حلت کی صراحت کردی، بلکہ امر کا صیغہ استعمال کیا ہے جو بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے لیکن صیغہ امر کے بعد اللہ تعالیٰ نے "مَا طَابَ" کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہاں "امر" وجوب کے لئے نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا حلال ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا۔ اور آج تک ہر دور میں مسلمان اس کے قائل رہے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں البتہ قرآن نے کہا کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ ان کے درمیان تم عدل وانصاف سے کام نہ لے سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو، یہ ایسی شرط ہے جس کا تعلق آدمی کے دل سے ہے۔ اگر شادی کرنے والا جانتا ہے کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو بہتر یہی ہے کہ ایک بیوی رکھے، اس کا تعلق تشریع اور قانون سازی سے نہیں ہے۔

تعددِ ازدواج: تعدد ازدواج کے بعض منکرین نے قرآن کی آیت (وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ) سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ نے خود نفی کردی ہے کہ کوئی آدمی عدل وانصاف نہیں کرسکتا ہے لیکن انہوں نے اسی آیت کا اس کے بعد کا حصہ قصداً چھوڑ دیا، اللہ نے کہا: (فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ) کہ تم پورے طور پر انصاف نہیں کر سکتے، لیکن کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ۔ معلوم ہوا کہ اگر کسی ایک طرف پوری طرح جھکاؤ نہ ہو تو جائز ہوگا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی طرف سے بے انصافی سے ڈرے تو ایک ہی بیوی رکھے۔ اس کے بعد اللہ نے کہا کہ ایک پر اکتفا کرنا، یا لونڈیوں سے کام چلا لینا، اس اعتبار سے زیادہ مناسب ہے کہ تم سے بے انصافی کا ارتکاب نہ ہوگا۔

بعض دوسرے مفسرین نے (اَلَّا تَعُوْلُوْا) کا معنی یہ کیا ہے کہ "تاکہ تمہاری اولاد زیادہ نہ ہو، اور پھر ان کے اخراجات مہیا

کرنے کیلئے یتیموں کے مال پر دست درازی کرتے پھرو" زید بن اسلم، سفیان بن عینہ اور امام شافعی سے یہی تفسیر منقول ہے عائشہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما نے اس کو ترجیح دیا ہے۔

بہر حال پہلی اور دوسری دونوں ہی تفسیروں کے مطابق آیت سے اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بارے میں ڈرتا ہے کہ وہ انصاف نہ کر سکے گا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا بہتر ہے لیکن اس آیت سے یہ بات ہرگز سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک سے زیادہ بیوی صرف ناگزیر حالت میں ہی رکھنا چاہئے، اور بغیر ناگزیر حالت کے ایسا کرنا نامناسب اور خطرناک ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ یہ ایسی تفسیر ہے جس کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے کسی قول وفعل سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ صرف ناگزیر ضرورت کے پیش نظر ہی دوسری بیوی رکھنی جائز ہے۔

قرآن کریم، احادیث نبویہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی حیات طیبہ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کیلئے ایک سے زیادہ بیوی رکھنا جائز ہے اور اس میں کسی طرح کی کوئی دینی یا اخلاقی قباحت نہیں پائی جاتی ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

مہر ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ مہر عورت کا حق ہے:

فرمایا عورتوں کو ان کے مہر دے دو۔ نحلہ سے مراد مہر یا فریضہ یا مقرر کردہ فریضہ یا واجب مراد ہے۔ یعنی عورتوں کے مہر جو واجب یا فرض ہیں خوشی خوشی ادا کر دو۔ جیسے ہدیہ خوشی خوشی دیا جاتا ہے۔ پھر اگر عورت خوشی سے سارا یا بعض مہر معاف کر دے تو وہ شوہر کیلئے حلال وطیب ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ جھوٹ موٹ مہر باندھا جائے اور مہر ادا نہ کیا جائے۔

ابوصالح: لوگ اپنی بچیوں کا مہر خود لے لیا کرتے تھے وہ محروم رہ جاتی تھیں اس پر یہ آیت اتری۔ (ابن ابی حاتم، ابن جریر)

ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ نے پوچھا کہ عورتوں کا مہر کیا ہے فرمایا: جس پر اس کے گھر والے راضی ہو جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیات کی تشریح۔ آیت نمبر ۶:

یتیموں کے مال کے بارے میں ضروری ہدایات:

یتیموں کے مالک کے بارے میں ضروری ہدایات دینے کے بعد یہ فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یتیم کا مال تمہارے پاس رہا، تم نے اس کی کس طرح حفاظت کی اور جب ان کے سپرد کیا تو اس میں کوئی کمی بیشی یا کسی قسم کی تبدیلی کی یا نہیں؟ عام لوگوں کو تو تمہاری امانت داری یا خیانت کا شائد پتہ نہ چلے لیکن اللہ سے تو کوئی چیز مخفی نہیں، وہ یقینا جب تم اس کی بارگاہ میں جاؤ گے تو تم سے حساب لے گا۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ یہ بہت ذمہ داری کا کام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "ابوذر! میں تمہیں ضعیف دیکھتا ہوں اور تمہارے لئے وہی چیز پسند کرتا ہوں، جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا کسی یتیم کے مال کا والی اور سرپرست نہ بننا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:3405)

وراثت کا بیان:

آیت نمبر ۷۔ ۸: یہ اس قانون وراثت کی تمہید ہے جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔ یتیموں کے بعد دوسرا کمزور طبقہ عورتوں کا ہے جس کو وراثت سے محروم کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کا وراثت میں کوئی حصہ نہ ہوتا تھا اور نہ بچوں کو وراثت میں شریک کیا جاتا بلکہ صرف مرد وارث قرار پاتے۔ اب اس رکوع میں ورثہ کے تفصیلی حصوں کا بیان ہو رہا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ دونوں آیتیں اور اس سورہ کے خاتمہ والی آیات علم وراثت میں اصول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وراثت کے تمام مسائل ان تین آیات سے مستنبط ہیں اور وراثت سے متعلقہ احادیث بھی ان آیات ہی کی تفسیر ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک حدیث میں ہے کہ جب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ جابر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مال کے بارے میں دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور ان کے چچا نے ان کا سارا ورثہ سنبھال لیا۔ سعد رضی اللہ عنہ کی دو لڑکیاں تھیں ان کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ کا سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ جب اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں موجود ہوں تو لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملے گا۔ اس کو دو حصے دینے کی وجہ یہ ہے کہ مرد پر بنسبت عورت کے معاشی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اس بنا پر اس کو عورت سے دوگنا حصہ دینا عین قرین انصاف ہے۔ (قرطبی) یہی حکم دو لڑکیوں کا بھی ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو لڑکیاں ہی تھیں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو تہائی حصہ کا حکم دیا۔ (ابوداؤد و ترمذی) پھر اس سورت کی آخری آیت میں دو بہنوں کو تہائی حصہ دیا گیا تو بیٹوں کو بدرجہ اولیٰ دیا جانا چاہئے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دو لڑکیوں کا دو تہائی حصہ قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ (ابن کثیر) اس سے بھی معلوم ہوا کہ جب ایک بیٹی کا حصہ نصف ہے تو دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہونا چاہئے اس حکم سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

(۱) حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ) (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2862) لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ ہوگی (دیکھئے سورہ مریم آیت نمبر ۶)

(۲) عمداً قتل کرنے والا اپنے مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا یہ حکم سنت سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

(۳) لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3946) کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا، لہٰذا کافر اولاد مسلمان باپ اور کافر باپ مسلمان اولاد کی وراثت سے محروم ہوگا۔ (قرطبی)

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیداً حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں اور وہ دو سے زائد ہوں تو ان کا ترکہ سے دو تہائی حصہ ہے۔ اور اگر ایک ہی ہو تو اس کا نصف حصہ ہے اگر میت کی

النِّصْفُ ؕ وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ
یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ
فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ
وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ
لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِیْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱﴾ وَ
لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ
لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا
تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ
وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ
وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا
تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ
وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ
اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ
فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی
الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰی بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ۙ غَیْرَ
مُضَآرٍّ ۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۲﴾ؕ
تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ
فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ
وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا
فِیْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۴﴾ؑ ع ۲ ۱۳

اولاد بھی ہو اور والدین بھی تو والدین میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف والدین ہوں تو ماں کا تہائی حصہ ہے اور اگر اس کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے یہ تقسیم میت کی وصیت اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی تم نہیں سمجھ سکتے کہ فائدے کے لحاظ سے تمہارے والدین اور تمہاری اولاد میں سے کون تمہارے قریب تر ہے یہ اللہ کی طرف سے مقررہ حصے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے (۱۱) اور تمہاری بیویوں کی اگر اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ سے تمہارا نصف حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو پھر چوتھا حصہ ہے۔ اور تقسیم ترکہ ان کی وصیت کی تعمیل اور ان کا قرضہ ادا کرنے کے بعد ہوگی اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کا چوتھا حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو پھر آٹھواں حصہ ہے اور تقسیم تمہاری وصیت کی تعمیل اور تمہارے قرضہ کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔ اور اگر میت کلالہ ہو خواہ مرد ہو یا عورت اور اس کا ایک بھائی اور ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا ہے۔ اور اگر بہن زیادہ ہوں تو سب تہائی حصہ میں شریک ہوں گے اور یہ تقسیم وصیت کی تعمیل اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد ہوگی، اس میں کسی کو نقصان نہ پہنچے، یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بردبار ہے (۱۲) یہ اللہ کی حدود ہیں جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا، جن میں نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے (۱۳) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا (۱۴)

میت کا مسئلہ:

(۱) یعنی میت کی اولاد ہونے کی صورت میں ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ ذوی الفروض میں سے دوسرا اور کوئی موجود نہ ہو۔مثلاً میت کی ایک بیٹی اور ماں باپ ہیں تو ترکہ کے چھ حصے برابر کر لئے جائیں۔نصف حصہ 1/2 لڑکی کو ایک حصہ ماں کو اور باقی دو حصے باپ کو دیئے جائیں۔(ابن کثیر)

(۲) **میت کی دوسری حالت:** اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ زندہ ہوں تو ماں کو ایک تہائی 1/3 حصہ ملے گا اور بقیہ دو تہائی حصہ 2/3 باپ کو مل جائے گا اور اگر ماں باپ کے ساتھ میت کے مرد ہونے کی صورت میں بیوی اور عورت ہونے کی صورت میں اس کا شوہر بھی زندہ ہو تو شوہر کا حصہ۔جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ پہلے نکالنے کے بعد باقی بچے ہوئے رقم میں سے ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی حصہ ملے گا۔

(۳) **میت کی تیسری حالت کا بیان**۔ یہ ماں باپ کی تیسری حالت کا بیان ہے۔یعنی اگر میت کے کوئی اولاد نہ ہو اور ماں باپ کے علاوہ صرف بھائی ہوں (خواہ ماں باپ دونوں سے یا صرف ماں سے یا صرف باپ سے) تو باپ کی موجودگی میں انہیں کوئی حصہ تو نہیں ملے گا البتہ وہ ماں کا حصہ تہائی سے چھٹا کر دیں گے اور اگر ماں کے ساتھ سوائے باپ کے کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو بقیہ سارا حصہ 5/6 باپ کو مل جائے گا اور یہ یاد رہے کہ "اخوۃ" جمع کا لفظ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک دو کو بھی شامل ہے لہٰذا اگر صرف ایک بھائی ہو تو وہ ماں کا تہائی حصہ سے چھٹا حصہ نہیں کرسکتا۔(ابن کثیرؒ)۔

میراث وصیت قرض کے بعد ہے:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم قرآن میں وصیت کا حکم پہلے پڑھتے ہو اور قرض کا بعد میں لیکن یاد رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض پہلے ادا کرایا ہے پھر وصیت جاری کی ہے۔(ترمذی، حدیث نمبر:2094 علامہ البانیؒ نے حسن قرار دیا ہے)

اس حدیث کی رُو سے سلف وخلف کا اس پر اجماع ہے کہ اگرچہ قرآن میں قرض کا ذکر وصیت کے بعد ہے لیکن ادائے قرض وصیت پر مقدم ہے۔لہٰذا پہلے قرض ادا کیا جائے پھر وصیت کا نفاذ ہونا چاہئے اور قرآن میں جس وصیت کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا ہے علماء نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔میراث کا یہ قانون اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ تم اپنے نفع ونقصان کو نہیں سمجھتے اگر تم اپنے اجتہاد سے ورثہ تقسیم کرتے تو حصوں کا ضبط میں لانا مشکل تھا۔(قرطبی) شاہ صاحب لکھتے ہیں یعنی ان حصوں میں عقل کا دخل نہیں اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں وہ سب سے دانا تر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مردو! تمہاری عورتیں جو چھوڑ کر مریں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں آدھوں آدھ تمہارا ہے اور اگر ان کے بال بچے ہوں تو تمہیں چوتھائی ملے گا وصیت اور قرض کے بعد ترتیب اس طرح ہے۔

(۱) پہلے قرض ادا کیا جائے گا پھر وصیت پوری کی جائے پھر ورثہ تقسیم ہو۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علماء امت کا اجماع ہے۔

پوتے بھی اس مسئلہ میں حکم میں بیٹوں کے ہیں بلکہ ان کی اولاد در اولاد کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی موجودگی میں خاوند کو چوتھائی ملے گا۔

بیوی کی دوسری حالت: یہ دوسری حالت ہے پھر بیوی ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔ سب چوتھائی یا آٹھویں حصہ میں شریک ہوں گی اس پر علماء کا اجماع ہے۔ (قرطبی، ابن کثیر)

کلالہ کی تعریف: کوئی مرد یا عورت مر جائے اور اس کا باپ اور اولاد نہ ہو تو اس کے ورثہ کو کلالہ کہا جا سکتا ہے۔ کلالہ کی یہی تشریح ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ (شوکانی)

بھائی بہن تین ۳ طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) عینی یعنی ایک ماں باپ سے (۲) علاتی صرف باپ کی طرف سے (۳) اخیافی یعنی صرف ماں کی طرف سے۔ یہاں بالاتفاق اخیافی بھائی بہن مراد ہیں (ابن کثیر) اور ان میں سے ہر ایک کو برابر حصہ ملے گا یعنی مرد کو عورت پر فضیلت نہیں ہوگی۔ جیسا آیت میں "شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ" (کہ ایک تہائی میں سب شریک ہوں گے) سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ ایسا فیصلہ محض اجتہاد سے نہیں ہو سکتا۔ (ابن کثیر)

فائدہ: اخیافی بھائی چار احکام میں دوسرے وارثوں سے مختلف ہیں۔ (۱) یہ صرف ماں کی جہت سے ورثہ لیتے ہیں (۲) ان کے مرد عورت کو مساوی حصہ دیا جاتا ہے (۳) ان کو صرف میت کے کلالہ ہونے کی صورت میں حصہ ملتا ہے (۴) خواہ کتنے ہوں ان کا حصہ ثلث سے زیادہ نہیں ہوتا مثلاً ایک میت کا شوہر، ماں، دو اخیافی اور دو عینی بھائی بھی موجود ہوں تو اہل علم کے نزدیک شوہر کو نصف، ماں کو سدس ملے گا اور بقیہ تہائی حصہ میں اخیافی بھائیوں کے ساتھ عینی بھائی بھی شریک ہوں گے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اسی قسم کے ایک مقدمہ میں یہی فیصلہ فرمایا تھا اور صحابہ میں سے عثمان، ابن مسعود، ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں۔

غَيْرَ مُضَآرٍّ۔ اس کا تعلق وصیت اور قرض دونوں سے ہے۔ وصیت میں نقصان پہنچانا ایک تو یہ ہے کہ تہائی مال سے زیادہ وصیت کرے ایسی صورت میں تہائی سے زائد وصیت کا نفاذ نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی وارث کو مزید رعایت سے زائد مال دلوایا جائے اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور یہ کہ تمام ورثہ خوشی خوشی اسے قبول کر لیں۔ اور قرض میں نقصان پہنچانا یہ ہے کہ محض وارثوں کا حق تلف کرنے کیلئے مرنے والا اپنے ذمہ کسی ایسے قرض کا اقرار کرے جو حقیقت میں اس کے ذمہ نہ ہو۔

وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی	تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہو ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو اور اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں گھروں میں بند رکھو حتی کہ انہیں موت آ جائے یا ان کیلئے

يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ
سَبِيْلًا ۝١٥ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ
فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝١٦ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى
اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ
عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝١٧ وَ
لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ
حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ
تُبْتُ الْئٰنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ
كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٨
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا
النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا
بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ
يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝١٩ وَ اِنْ
اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ
وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ
شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٢٠ وَ
كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى
بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝٢١

کوئی اور راہ پیدا کر دے (۱۵) اور تم میں سے جو مرد اور عورت
بدکاری کریں انہیں ایذا دو۔ پھر اگر توبہ کریں اور اپنی اصلاح
کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ یقینا اللہ توبہ قبول کرنے
والا ہے اور رحم کرنے والا ہے (۱۶) اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں
کی توبہ قبول کرتا ہے جو لاعلمی سے کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں پھر
جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کی توبہ قبول
کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۱۷)
توبہ ان لوگوں کیلئے نہیں ہے جو برے کام کرتے رہتے ہیں حتی
کہ ان میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو کہنے لگتا ہے کہ ''میں
اب توبہ کرتا ہوں'' اور نہ ہی ان لوگوں کے لئے جو کفر کی حالت
میں ہی مرجاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے ہم نے المناک
عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۸) اے ایمان والو! تمہارے لئے
یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو، اور نہ ہی
انہیں اس لئے روکے رکھو کہ جو مال (حق مہر وغیرہ) تم انہیں
دے چکے ہو، اس کا کچھ حصہ اڑالو۔ مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا
ارتکاب کریں، اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر
کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہو تو ہوسکتا ہے کوئی چیز تمہیں ناگوار ہو
مگر اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھ دی ہو (۱۹) اور اگر تم
ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو اور تم نے اسے خواہ
خزانہ بھر مال دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم
اس پر بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اس سے مال
لینا چاہتے ہو؟ (۲۰) اور تم لے بھی کیسے سکتے ہو جبکہ تم ایک
دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے
چکی ہیں (۲۱)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں مردوں اور عورتوں کے نکاح اور میراث کا بیان تھا، ان آیات میں ان کے سزا کا بیان ہے جب وہ حرام کام کا ارتکاب کریں پھر اس کے بعد عورتوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسے ان کے مہر کو ادا نہ کرنا اور ان کے ساتھ انسانیت جیسا سلوک نہ کرنا۔

تشریح آیت نمبر ۱۵۔۱۶: وراثت کے احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے متعلق بعض دوسرے احکام بیان کئے ہیں۔ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ ابتدائے اسلام میں ایسی شادی شدہ عورتوں کے بارے میں جس سے زنا کا ارتکاب ہو جاتا اور چار مرد گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا، تو اس کے لئے یہ حکم تھا کہ اسے گھر میں بند کر دیا جاتا اور گھر کے باہر نکلنے نہیں دیا جاتا یہاں تک کہ اس کی موت آ جاتی۔ اور علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ زانی مردوں کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا تھا اس کے بعد غیر شادی شدہ کو کوڑے لگانے اور شادی شدہ کو رجم کئے جانے کے حکم کے ذریعہ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

جیسا کہ امام احمد، مسلم اور اصحاب سنن نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب آپ کو سکون ہو گیا تو فرمایا: مجھ سے یہ حکم لے لو، زانیہ عورتوں کیلئے اللہ نے راستہ نکال دیا ہے، اگر زنا کا مرتکب مرد یا عورت شادی شدہ ہے تو رجم کرنا ہے اور کوڑے لگانا ہے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے اور ایک سال کیلئے شہر بدر کرنا ہے۔ عملاً نبی کریم ﷺ نے ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ، غامدیہ عورت اور یہودیوں کو صرف رجم کیا تھا، انہیں کوڑے نہیں لگائے تھے، اس لئے اب رجم کے ساتھ کوڑے کی سزا نہیں دی جائیگی۔

آیت ۱۶۔ ابتدائے اسلام میں اگر زنا کے مرتکب (مرد اور عورت) غیر شادی شدہ ہوتے، تو ان کے بارے میں یہ حکم تھا کہ انہیں برا بھلا کہا جاتا، عار دلایا جاتا اور کچھ زدوکوب بھی کیا جاتا، تاکہ اپنے کئے پر نادم ہوں، اور جب توبہ کر لیتے اور اپنی اصلاح کر لیتے، تو خاموشی اختیار کر لی جاتی اور زدوکوب بند کر دیا جاتا، اس لئے کہ گناہ سے تائب اس آدمی کی مانند ہو جاتا ہے، جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ جب سورۂ نور کی آیت: ۲ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲) زانی اور زانیہ کو سو سو کوڑے مارو، نازل ہوا تو یہ حکم بھی گذشتہ حکم کی طرح منسوخ ہو گیا اور جمہور کے نزدیک ان کے حق میں کوڑے لگانے کا حکم باقی رہ گیا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۱۸: توبہ کس کی قبول ہوتی ہے؟ غرغرہ سے پہلے پہلے جس نے توبہ کی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے غلطی سے یا جان بوجھ کر گناہ کیا وہ جاہل ہی ہے۔ جب تک گناہ سے باز نہ آ جائے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ بندے کی توبہ کو غرغرے سے پہلے قبول فرمالیتا ہے۔ (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر: 3430)

قبولیت کا آخری وقت

ان حادیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ سے سچے دل سے معافی مانگ لی اور اللہ کے سامنے آ کر ندامت کا قطرہ گرا دیا جبکہ اسے زندگی کی امید بھی باقی تھی تو اللہ ضرور اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ لیکن جب زندگی سے ناامید ہو گیا، مرنے کا یقین ہو گیا اور ملک

الموت کو آنکھوں سے دیکھ لیا، رک رک کر سانس آنے لگی اور جان کھنچ کر حلق میں آ گئی، غرغرہ لاحق ہو گیا اور سانس اکھڑ گئی تو اب توبہ نا قابل قبول ہے۔ اب تو اتنی دیر ہو گئی کہ نجات کا وقت نکل گیا اللہ فرماتا ہے: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (المومن: ۸۴) جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے، ہمارا ایک ہی معبود پر ایمان ہے اور ہم نے تمام جھوٹے معبود چھوڑ دیئے۔

کس کی توبہ غیر معتبر ہے؟

پھر فرمایا مشرکوں اور کافروں کی توبہ غیر معتبر ہے جبکہ وہ کفر و شرک پر مر گئے ہوں۔ اب انہیں ندامت سے کیا فائدہ۔ اب اگر یہ لوگ عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے زمین بھر کر بھی سونا دیں تو وہ بھی رد کر دیا جائے گا۔ ابن عباس وغیرہ۔ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ اپنے بندے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے یا اسے بخش دیتا ہے جب تک حجاب حائل نہ ہو۔ پوچھا گیا حجاب کا حائل ہونا کیا ہے؟ فرمایا: شرک پر روح نکل جائے، اسی وجہ سے فرمایا کہ ہم نے ان کے لئے سخت المناک اور قائم رہنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (الفضل الکبیر)

آیت ۱۹: عرب جاہلیت میں عورتوں کے ساتھ جو ناانصافیاں کی جاتی تھیں ان میں ایک ناانصافی یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مر جاتا تو جس طرح اس کا مال و متاع اس کے وارثوں کے قبضے میں چلا جاتا اسی طرح اس کی بیویوں پر بھی وہ قابض و متصرف ہو جاتے۔ نیز مختلف طریقوں سے عورتوں کو مجبور کیا جاتا کہ اپنا مہر چھوڑ دیں یا جو کچھ مال و متاع ان کے قبضے میں ہے مردوں کے قبضے میں چلا آئے۔ یہاں اس طرح کی تمام ناانصافیوں سے روک دیا گیا۔ عورتوں کے ساتھ تمہاری معاشرت نیکی و انصاف پر مبنی ہونی چاہئے۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ محض ہواءِ نفس کے ساتھ اپنی باگ دے دو۔ اور اگر کسی وجہ سے بیوی پسند نہ آئے تو فوراً اسے چھوڑ کر دوسری کر لو اس طرح کی بے ضبط اور بے قابو طبیعتیں کبھی معاشرتی سعادت حاصل نہیں کر سکتیں اگر کسی وجہ سے بیوی تمہیں پسند نہیں تو صبر و برداشت سے کام لو بہت ممکن ہے کہ ایک بات تمہیں اچھی نہ لگے اور اسی میں تمہارے لئے بہتری و سعادت ہو۔ (ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد)

حسن معاشرت کا بیان:

پھر حسن معاشرت کا بیان ہے کہ بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت رکھو، اچھا برتاؤ کرو، نرمی و محبت سے پیش آؤ، حسب وسعت اپنی حالت بھی اچھی رکھو جیسے تم اپنی بیویوں کو بنی سنوری دیکھنا چاہتے ہو۔ فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي الخ (البقرہ: ۲۲۸) یعنی تمہارے حقوق کی طرح عورتوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو، میں بھی اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ بڑی محبت و پیار سے، کمال خوش اخلاقی سے اور ہنس مکھ پیش آیا کرتے تھے۔ انہیں خوش رکھتے تھے ان سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے ان کے دلوں پر میل

نہیں آنے دیتے تھے اور ان کو کھلانے پلانے میں تنگی نہیں کیا کرتے تھے اور نہایت فراخی سے انہیں خرچ دیا کرتے تھے اور ان سے ایسی مزے مزے کی باتیں کیا کرتے تھے کہ وہ مسکرادیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائے، اس دوڑ میں صدیقہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں۔ پھر ایک مدت کے بعد دوڑ ہوئی تو آپ آگے نکل گئے، فرمایا: یہ اس کا بدلہ ہے۔ اس سے آپ کی غرض انہیں خوش رکھنا اور ان کا دل بہلانا تھا۔ آپ جس ام المومنین کے پاس رات گزارتے وہیں تمام ازواج مطہرات جمع ہوجاتیں اور سب آپس میں بیٹھ کر باتیں کرتیں۔

غرض کمال شفقت ومحبت کے ساتھ آپ اپنی بیویوں کے ساتھ زندگی گذارتے تھے۔ آپ ہر کام میں مسلمانوں کیلئے بہترین نمونہ ہیں۔ اس لئے مسلمان بھی حسن معاشرت کی پوری پوری کوشش کریں۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے: تمہاری بہتری نبی کی اتباع میں ہے۔ پھر حکم ہے کہ دل نہ چاہنے کے باوجود بھی عورتوں سے حسن معاشرت رکھنا ایک بہت بڑی بھلائی کا پیش خیمہ ہے۔ شاید نیک بچے پیدا ہوجائیں اور اللہ ان کے ذریعہ خیر کثیر عطا فرمادے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: مسلمان مرد مسلمان عورت کو نہ چھوڑے اگر وہ اس کی کسی عادت سے ناراض بھی ہے تو دوسری عادتوں سے خوش بھی ہوگا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1469)

آیت ۲۰: اگر کوئی اپنی بیوی چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لے اگر چہ اس نے اس مہر میں خزانہ کیوں نہ دیا ہو۔ معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ مہر باندھنا بھی روا ہے بشرطیکہ ادا کر دیا جائے۔

آیت ۲۱: یعنی اب مہر واپس لینا روا نہیں کیونکہ تم اس سے فائدہ اٹھا چکے ہو۔ اور جنسی تعلقات بھی ہو چکے ہیں۔ لعان والی حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ تم میں کوئی نہ کوئی ضرور جھوٹا ہے۔ اب بھی اگر کوئی توبہ کرنا چاہے تو کرلے۔ مرد بولا میں نے جو مہر میں اسے مال دیا ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس کے عوض تو یہ تجھے حلال ہوئی تھی اگر اس پر جھوٹا الزام ہے تو پھر تو اور بھی دور کی بات ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4899) پھر فرمایا کہ نکاح جو ایک انتہائی مضبوط عہد ہے اس میں تم باندھے جاچکے ہو۔ پھر فرمایا عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْٓ

ع ۸ / ۱۴

اور جن عورتوں کو تمہارے باپ نکاح میں لا چکے ہوں ان سے نکاح نہ کرو مگر پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا۔ یہ بڑی بے حیائی اور بیزارگی کی بات ہے اور برا راستہ ہے (۲۲) تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک

اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ﴿۲۳﴾

بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پارہی ہوں بشرطیکہ تم اپنی بیویوں سے صحبت کر چکے ہو۔ اور اگر ابھی تک صحبت نہیں کی، تو (ان کو چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح میں) تم پر گناہ نہیں، اور تمہاری ان بیٹوں کی بیویاں بھی حرام ہیں) جو تمہاری صلب سے ہوں، نیز دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرنا مگر جو پہلے گزر چکا (سو گزر چکا) بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا رحیم ہے۔ (۲۳)

جاہلیت کے دستور کے مطابق بیٹے کے لئے اپنے باپ کی منکوحہ (سوتیلی ماں) سے شادی کر لینا جائز تھا۔ چنانچہ قیس بن اسلم ﷺ نے اپنے والد کی وفات پر جب اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا چاہا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اسے سخت حرام قرار دیا۔ (ابن کثیرؒ) حدیث سے ثابت ہے کہ ایسا نکاح کرنے والا واجب القتل ہے۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: 3865 البانیؒ نے صحیح کہا ہے) قرآن نے چودہ (۱۴) رشتے ناطے حرام قرار دیئے۔ سات نسبی رشتوں کی حرمت کا بیان تھا ماں کے حکم میں نانی اور دادی بھی شامل ہیں اور بیٹی کے حکم میں پوتی اور نواسی بھی آجاتی ہیں اور بہن سگی ہو یا علاتی یا اخیافی بہرحال حرام ہے۔ پھوپھی میں دادا کی بہن بھی داخل ہے۔ خالہ کا لفظ ماں، نانی، دادی، سب کی بہنوں کو شامل ہے اور بھتیجی اور بھانجی کے حکم میں پوتی اور نواسی بھی آجاتی ہے۔ (قرطبیؒ)

یعنی نسبی ماں اور بہن کی طرح رضاعی ماں اور بہن بھی حرام ہے۔ ایک حدیث میں ہے ہر وہ رشتہ جو نسب سے حرام ہے، رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ربیبہ: یعنی بیوی کی دوسری خاوند سے جو لڑکی ہو وہ بھی حرام ہے بشرطیکہ اپنی بیوی (اس لڑکی کی ماں) سے جماع کر لیا ہو اگر قبل از جماع طلاق دیدی ہو تو عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ (قرطبیؒ)

یعنی صرف صلبی بیٹوں کی بیویاں نہ کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویاں۔ (الاحزاب:۲۷)

دو بہنوں کو اکٹھا نکاح میں لانے کی طرح نبی کریم ﷺ نے ایک عورت اور اس عورت کی پھوپھی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز حدیث کی رو سے عورت اور اس کی خالہ کو بیک وقت نکاح میں رکھنا بھی ممنوع ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5109) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے علاوہ سنت بھی ایک مستقل ماخذ شریعت ہے۔ (قرطبیؒ)

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ یعنی پہلے جو ایسے رشتے ہو چکے ان کا کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کو برقرار رکھا جائے گا۔

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

نیز تمام شوہر والی عورتیں بھی حرام ہیں مگر وہ لونڈیاں جو تمہارے قبضہ میں آ جائیں تمہارے لئے یہی اللہ کا قانون ہے' ان کے ماسوا عورتیں اپنے مال کے ذریعہ حاصل کرنا تمہارے لئے جائز قرار دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ اس سے تمہارا مقصد نکاح ہو' محض شہوت رانی نہ ہو پھر ان میں سے جن سے تم لطف اٹھاؤ (انہیں انکے مقررہ) حق مہر ادا کرو وہاں اگر مہر مقرر ہو جانے کے بعد زوجین میں باہمی رضامندی سے کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں' اللہ یقیناً سب کچھ جاننے والا حکیم ہے (۲۴) اور جو شخص کسی آزاد عورت کو نکاح میں لانے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ کسی مومنہ کنیز سے نکاح کر لے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کا حال خوب جانتا ہے' وہ سب ایک ہی جنس سے ہیں لہٰذا ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر سکتے ہو اور دستور کے مطابق ان کے مہر دو تاکہ وہ نکاح میں آ جائیں نہ کہ شہوت رانی اور خفیہ آشنائیاں کرتی پھریں' نکاح میں آنے کے بعد بھی بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی سزا سے نصف ہے۔ یہ تم میں سے اس کے لئے ہے جو گناہ سے ڈرتا ہو اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا بہت رحم والا ہے (۲۵)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کی تھی کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور اس بات سے منع کیا تھا کہ عورتوں کو ستائیں یا پریشان کریں یا انکا مہر ادا نہ کریں اب ان آیات میں ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

تشریح ۲۴: قرآن کریم میں احصان چار معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ (۱) شادی شدہ عورتیں (۲) آزاد عورتیں (۳) پاکدامن عورتیں (۴) اور مسلمان عورتیں یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ اس کی شان نزول میں آتا ہے کہ جب بعض جنگوں میں کافروں کی عورتیں بھی مسلمان کی قید میں آ گئیں تو مسلمانوں نے ان سے ہم بستری کرنے میں کراہت محسوس کی کیونکہ وہ شادی شدہ تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ جنگ میں حاصل ہونے والی کافر عورتیں جب

مسلمانوں کی لونڈیاں بن جائیں تو شادی شدہ ہونے کے باوجود ان سے مباشرت کرنا جائز ہے۔ البتہ استبرائے رحم ضروری ہے۔ یعنی ایک حیض آنے کے بعد یا حاملہ ہیں تو وضع حمل کے بعد ان سے جنسی تعلقات قائم کئے جا سکتے ہیں۔

لونڈی کا مسئلہ: نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈیوں کا سلسلہ عام تھا قرآن نے حتی الامکان اس دروازے کو مسدود کرنا چاہا، نیز ان کے بارے میں ایسی حکمت عملی اختیار کی گئی کہ جس سے غلاموں اور لونڈیوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل ہوں اور ان کی حوصلہ شکنی بھی نہ ہو۔

اس کے دو ذریعے تھے:

(۱) ایک تو بعض خاندان صدیوں سے ایسے چلے آ رہے تھے کہ ان کے مرد اور عورت فروخت کر دیئے جاتے تھے۔ یہی خریدے ہوئے مرد و عورت غلام اور لونڈی کہلاتے تھے' مالک کو ان سے ہر طرح کے استمتاع (فائدہ اٹھانے) کا حق حاصل تھا۔

(۲) دوسرا ذریعہ جنگ میں قیدیوں والا تھا۔ قیدی کافروں کی عورتوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرایا جاتا تھا اور وہ ان کی لونڈیاں بن کر ان کے پاس رہتی تھیں۔ اس دور میں قیدیوں کے لئے کوئی بین الاقوامی قانون تو تھا نہیں اس لئے یہ اس دور کے اعتبار سے قیدیوں کے لئے بہترین حل تھا۔ کیونکہ اگر انہیں معاشرے میں یوں ہی آزاد چھوڑ دیا جاتا تو معاشرے میں ان کے ذریعہ سے فساد پیدا ہوتا۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: (کتاب الرق فی الاسلام)

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ جن عورتوں سے شادی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، ان کے علاوہ کسی بھی عورت سے ایک مسلمان عقد زواج کے شرعی شروط کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیک وقت ایک سے چار تک شادیاں کر سکتا ہے، اور لونڈی تو جتنی چاہے رکھ سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس بیوی کا مہر مقرر ہو اور ایجاب وقبول کے ذریعہ شادی انجام پائے اور اعلانیہ یا چھپے طور پر زنا کرنا مقصود نہ ہو۔

آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ شادی میں مہر دینا اللہ نے واجب قرار دیا ہے۔ بغیر مہر کے شادی شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کر لی، تو اسے پورا مہر دینا ہوگا۔ اور اگر ہمبستری نہیں کی ہے، تو آدھا مہر دینا ہوگا، اور اگر پہلے سے مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا، اور ہمبستری بھی نہیں کی اور طلاق ہو گئی تو اسے کچھ مال دیا جائے گا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۔ جب شوہر مہر کی پوری رقم بیوی کو ادا کر دے، اس کے بعد اگر کوئی رقم شوہر کو واپس کر دے، یا مؤخر کر دے، یا اسے ہدیہ کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں' اس لئے کہ مہر کی رقم اس کی ملکیت میں آ جانے کے بعد جسے چاہے وہ دے سکتی ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۲۵ کی تشریح: یعنی اگر کسی کو مومنہ پاک دامن آزاد عورت سے نکاح کی قدرت نہ ہو تو مومنہ لونڈی سے نکاح کر لے۔ لونڈیوں سے نکاح اس وقت جائز ہے جب آزاد عورت کے خرچ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ نیز جس کی لونڈی ہے اس کی اجازت کے

بعد۔اور اگر اپنی لونڈی ہے تو آزاد کرنے کے بعد۔

مہر خوشی خوشی ادا کئے جائیں، پھر فرمایا: عورتوں کو خوشی سے مہر ادا کردو، یعنی دل کی خوشی سے یعنی لونڈیوں کے مہر میں اس خیال سے کہ یہ لونڈیاں ہیں اور ناقابل قدر ہیں ذرا سی بھی کمی نہ کرو۔اس میں **محصنه** کا لفظ ارشاد ہوا ہے کہ وہ رنڈیاں نہ ہوں جو ہر شخص کے ساتھ بے حیائی پر تیار رہتی ہیں۔پھر فرمایا کہ ان کے چھپے ہوئے دوست بھی نہ ہوں۔یعنی چھپ کر دوستی گانٹھنے والیاں نہ ہوں، پھر فرمایا: اگر شادی کے بعد زنا کریں تو انھیں آزاد کی سزا سے آدھی سزا دی جائے۔(الفضل الکبیر)

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں واضح کردے اور ان لوگوں کے طریقوں پر تمہیں چلائے جو تم سے پہلے ہیں اور تمہاری توبہ قبول کرے اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے (۲۶) اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے مگر جو اپنی خواہشات کے تابع ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے بھٹک کر دور چلے جاؤ (۲۷) اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کرے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے (۲۸)

آیت ۲۸: اس کمزوری کی وجہ سے اس کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ زیادہ ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ممکن آسانیاں اسے فراہم کی ہیں۔انہیں میں سے لونڈیوں سے شادی کی اجازت ہے۔بعض نے اس ضعف کا تعلق عورتوں سے بتلایا ہے یعنی عورت کے بارے میں کمزور ہے۔اس لئے عورتیں بھی باوجود نقصان عقل کے کسی کو آسانی سے اپنے دام میں پھنسا لیتی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَ لَا تَتَمَنَّوْا

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے آپس میں لین دین ہو، اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر نہایت مہربان ہے (۲۹) اور جو شخص از راہ ظلم و زیادتی ایسے کام کرے گا ہم جلد ہی اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔اور اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں (۳۰) تم اگر بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیوں کو نظر انداز کردیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے (۳۱) اور اللہ نے جو تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی

مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع ۶

ہے اس کی ہوس نہ کرو۔ مردوں کے لئے ان کی کمائی کے مطابق ان کا حصہ (ثواب) ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی کے مطابق ان کا حصہ ہے' ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (۳۲) جو کچھ ترکہ والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑیں ہم نے اس کے وارث مقرر کر دیئے ہیں' اور جن لوگوں سے تم نے عقد (موالات) باندھ رکھا ہے انہیں ان کا حصہ ادا کرو' یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے (۳۳)

باطل میں دھوکہ، فریب، جعل سازی، ملاوٹ کے علاوہ وہ تمام کاروبار بھی شامل ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے جیسے جوا، اور سود وغیرہ اسی طرح ممنوع اور حرام چیزوں کا کاروبار کرنا بھی باطل میں شامل ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ باطل طریقوں سے دوسروں کا مال ہضم کر کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ یعنی قتل ناحق، جو حقوق العباد میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ خودکشی نہ کرو۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے کسی کو ایک پھوڑا نکلا۔ جب اسے تکلیف زیادہ ہوئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور پھوڑے کو چیر دیا۔ پھر اس سے خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ تب اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حسن نے اپنا ہاتھ مسجد کی طرف بڑھایا اور کہا: اللہ کی قسم! مجھ سے یہ حدیث جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مسجد میں۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 164۔ تیسیر القرآن)

یعنی اگر تم کبائر سے بچتے رہو گے تو صغیرہ گناہ تمہارے نیک اعمال کی وجہ سے ہم معاف کر دیں گے۔ بعض روایات میں کبائر کا شمار بھی آیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، قمار بازی، شراب خوری، پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا وغیرہ مگر ان کی کوئی تحدید نہیں۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنَ السَّبْعِ اِلَى السَّبْعِيْنَ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ (رازیؒ)

سات سے ستر تک بلکہ سات سو تک ہیں۔

ربط آیات: اب اگلی آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ گھر کا بڑا، گھر کا سردار شوہر ہے۔ بیوی کی بھلائی خاندان کی بھلائی اسی میں ہے کہ عورت مرد کے تابع بن کر رہے۔ جس طرح ملک کا ایک بڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح گھر کا بھی ایک بڑا ہونا ہے۔ جو آدمی ملک

کے سردار کی مخالفت کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا۔ کیونکہ ملک کا سردار طاقتور ہوتا ہے اور مخالف آدمی کمزور اسی طرح گھر کا بڑا شوہر ہے اور وہ طاقتور بھی ہے اس لئے بیوی کو ناحق اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔

اللہ ورسول نے مرد اور عورت کو حقوق دیئے ہیں جس طرح مرد کے حقوق بیوی پر ہیں اسی طرح عورت کے حقوق مرد پر بھی ہیں۔ بہترین شوہر کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآءِ هِمْ

(ترمذی، حدیث نمبر: 1162 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اسی طرح بہترین بیوی کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی بیوی بہتر ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا:

(الف) شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے۔

(ب) جب وہ اسے حکم دے تو اسکی بات مانے۔

(ج) اس کے مال اور اپنی عزت وآبرو کے معاملہ میں ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ (نسائی، حدیث نمبر: 3179)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

مرد عورتوں کی معاش کے ذمہ دار اور منتظم ہیں اسلئے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور اسلئے بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں، لہٰذا نیک عورتیں وہ ہیں جو فرمانبردار اور ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو) کی حفاظت کرنے والی ہوں اور جن سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ (نہ سمجھیں) تو خواب گاہوں میں ان سے الگ رہو (پھر نہ سمجھیں تو) انہیں مارو پھر اگر وہ مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر زیادتی کے بہانے تلاش نہ کرو۔ یقینا اللہ بلند رتبہ اور بڑی شان والا ہے (۳۴) اور اگر تمہیں زوجین کے باہمی تعلقات بگڑ جانے کا خدشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، اگر وہ صلح چاہتے ہوں تو اللہ ان میں موافقت پیدا کردیگا۔ اللہ تعالیٰ یقینا سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔ (۳۵)

آیت نمبر ۳۴ کی تشریح: فرمایا رسول اکرم ﷺ نے اَلدُّنیَا مَتَاعٌ وَخَیرُ مَتَاعِ الدُّنیَا اَلمَرأَةُ الصَّالِحَةُ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:2668) پوری دنیا فائدہ اُٹھانے کی جگہ ہے اور دنیا کی سب سے قیمتی چیز نیک بیوی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: اَلاَ اِنَّ لَکُمْ عَلٰی نِسَاءِ کُمْ حَقًّا ، وَلِنِسآءِ کُمْ عَلَیْکُمْ حَقًّا (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر:1501) سنو! تمہارے لئے تمہاری بیویوں پر حقوق ہیں اور تمہاری عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔ اللہ نے فرمایا: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۱۹) اور عورتوں سے معروف طریقے کے ساتھ نباہ کرو۔

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا اور عورتوں کے لئے اچھی وصیت قبول کرو۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2671) اور سورۃ الروم میں اللہ نے فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اسنے تمہارے لئے بیویاں پیدا کردیں۔ تاکہ تم انکی طرف (مائل ہوکر) سکون حاصل کرو۔ اس نے تمہارے درمیان محبت وشفقت پیدا کردی۔ (تیسیر القرآن)

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک انصاری صحابی ایک عورت کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرا شوہر فلاں بن فلاں انصاری ہے، اس نے مجھے مارا ہے، اور میرا چہرہ زخمی کردیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے یہ حق نہیں پہنچتا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں نے تو کچھ اور ارادہ کیا تھا، اور اللہ نے کچھ اور چاہا، اسے ابن جریر نے روایت کی ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کا حاکم، نگران اور امیر بنایا ہے۔ اس لئے مرد عورت سے عقل وفہم میں زیادہ ہوتا ہے، اس کی نگاہ دوررس ہوتی ہے، ملک وقوم کی قیادت، جہاد، اذان، خطبہ، گواہی، نکاح میں ولی بننا، طلاق، رجعت، تعدد ازواج، وراثت میں دوگنا حصہ لینا اور عصبہ ہونا یہ اور اسی طرح کی اور بھی صفات ہیں جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نکاح کے وقت مہر ادا کرتا ہے۔ اور شادی کے بعد ازدواجی زندگی کے سارے اخراجات برداشت کرتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہے اور عورت اس کے زیر سایہ سکون واطمینان کی زندگی بسر کرتی ہے۔ مرد کے اندر ان تمام صلاحیتوں اور خوبیوں کا پایا جانا، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں قیادت شوہر کے ہاتھ میں رہے اپنی بیوی کی تربیت اور اصلاح کی کوشش کرتا رہے، اور اگر کبھی ضرورت پڑجائے تو اصلاح کی خاطر ہلکی پٹائی بھی کردے۔ لیکن اگر بیوی اچھی ہے، نیک اور صالحہ ہے تو اسلام شوہر سے تقاضا کرتا ہے کہ اس کا خیال رکھے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ نے صالحہ بیویوں کی یہاں تعریف کی، اور کہا کہ صالحہ بیویاں اللہ کی اور اپنے شوہر کی فرمانبردار ہوتی ہیں، اور شوہر کی عدم موجودگی میں اللہ کی مدد سے شوہر کی عزت اور مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ (اس لئے ایسی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ہونا چاہئے)۔

اس کے بعد اللہ نے یہ بتایا کہ اگر بیوی نافرمانی کرے اور شوہر کے ساتھ بدسلوکی کرے، تو شوہر اسے اپنے حقوق یاد دلائے، اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈرائے اور اسے بتائے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر میں کسی کو کسی انسان کا سجدہ

کرنے کا حکم دیتا تو بیوی سے کہتا کہ شوہر کو سجدہ کرے''۔ (صحیح ابن ماجہ، حدیث نمبر:1853) اور پٹائی اور طلاق کی طرف بھی اشارہ کر دیا، اگر اچھی ہو گی تو یہی نصیحت کافی ہو گی۔ ایک بستر پر سونے کے باوجود اس سے بات نہ کرنا اور ہمبستری بند کر دینا، اور صبر کرے، یہاں تک کہ وہ نافرمانی سے باز آ جائے، اور یہ برتاؤ ایک ماہ سے زیادہ کے لئے نہ ہو، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کا ایک خفیہ راز عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا تھا۔ یہ برتاؤ ''ایلا'' کی طرح چار ماہ کے لئے نہیں ہوگا اگر یہ تدبیر کارگر نہ ہو تو اس کی پٹائی کرے، لیکن یہ پٹائی ایسی نہ ہو جس سے جسم کا کوئی حصہ ٹوٹ جائے یا کوئی عضو بدشکل ہو جائے۔

ان طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ ایک کے بعد ایک اپنانے کے بعد اگر عورت سیدھے راستہ پر آ جائے تو شوہر اسے اذیت پہنچانے کے لئے بہانے نہ تلاش کرے اور اپنی طاقت کے زعم میں خواہ مخواہ اس کی پٹائی نہ کرتا پھرے، یا اس سے قطع تعلق نہ کرے، اور اس کے ذہن میں یہ بات رہے کہ اللہ اس سے بڑا ہے اور زیادہ طاقت والا ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۟ۙ ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین سے اچھا سلوک کرو نیز قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں' اپنے ہم نشین اور مسافر، ان سب سے اچھا سلوک کرو، نیز ان لونڈی غلاموں سے بھی جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔ اللہ یقیناً مغرور اور خود پسند بننے والوں کو پسند نہیں کرتا (۳۶) جو لوگ بخل کرتے ہیں اور دوسرے کو بھی بخل کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے اسے ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ ایسے کافروں کیلئے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے (۳۷) اور ان کیلئے بھی جو اپنے مال خرچ تو کرتے ہیں مگر لوگوں کو دکھانے کیلئے وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کے دن پر اور (ان صفات کے رکھنے والے) جس شخص کا شیطان ساتھی بن گیا تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔ (۳۸) اور ان کا کیا بگڑتا تھا اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے اور جو اللہ نے انہیں مال و دولت دیا تھا اس میں سے خرچ کرتے اور اللہ انہیں خوب جاننے والا ہے (۳۹) اللہ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر کسی نے کوئی نیکی کی ہو تو اللہ اسے دو چند کر دیگا اور اپنے ہاں سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ (۴۰)

آیت ۳۶: اس آیت میں عبادت کا حکم ہے اور شرک کی مذمت ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے۔ وہی روزی رساں ہے، وہی انعام و اکرام سے نوازنے والا ہے اور وہی ہر حال میں انسان پر اپنا فضل و کرم کرنے والا ہے۔ لوگوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اسی کی توحید کا اقرار کریں، اسی کی عبادت کریں اور اس کی مخلوقات میں سے اس کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کریں۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ بولے اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا، اللہ کا یہ حق ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر فرمایا، جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ جب بندے اس کی توحید پر قائم ہوں اور شرک سے بیزار ہوں تو ان کا حق یہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2644)

ماں باپ سے حسن سلوک کا بیان

پھر اللہ نے ماں باپ کے ساتھ احسان و سلوک کا بیان فرمایا کیونکہ اللہ نے ماں باپ کو اولاد کے وجود کا سبب بنایا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بھی بیان ہے۔ مثلاً فرمایا اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان: ۱۴) میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی (۲) وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (بنی اسرائیل: ۲۳) اللہ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے سلوک کرو۔

عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان

پھر ماں باپ سے سلوک کے ساتھ ساتھ عزیزوں کے ساتھ بھی سلوک کا حکم فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ مسکین پر صدقہ کرنے کا اکہرا ثواب ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے کہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر: 1844 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے)

یتیموں سے حسن سلوک

پھر یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ہے کیونکہ ان کی خیر خبر لینے والا اور ان پر خرچ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا اس لئے فرمایا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے سر پر دست شفقت پھیرو۔

مسکینوں سے حسن سلوک

مسکینوں سے وہ حاجت مند مراد ہے جن کی کوئی خیر و خبر لینے والا اور ان کے ساتھ سلوک کرنے والا نہ ہو۔ اللہ نے ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ان کی امداد کا حکم فرمایا۔ فقیر و مسکین کی پوری تفصیل ان شاء اللہ سورۂ توبہ میں آئے گی۔

رشتہ دار پڑوسی کی تفسیر

رشتہ دار پڑوسی سے وہ ہمسایہ مراد ہے جو عزیز بھی ہو۔ اور اجنبی پڑوسی غیر رشتہ دار پڑوسی ہے نیز اجنبی پڑوسی رفیق سفر کو بھی کہا جاتا ہے۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں رسول اللہ کا فرمان موجود ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل برابر پڑوس کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتی کہ میں نے سوچا کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:5555)

اللہ کے نزدیک وہ ساتھی بہترین ساتھی ہیں جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہوں اور وہ پڑوسی بہترین ہیں جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہوں۔ (ترمذی، حدیث نمبر:1944 علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رحمت عالم ﷺ سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے گھر سے قریب ہو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:2099)

اللہ کو مغرور سے نفرت: اللہ مغرور اور شیخی خور کو پسند نہیں فرماتا۔ یعنی جو اپنے کو بڑا اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ اللہ کے نزدیک وہ حقیر و ذلیل اور لوگوں کی نگاہ میں برا ہے۔ (الفضل الکبیر)

آیت ۳۷ : بخل (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا) یا خرچ تو کرنا لیکن ریاکاری یعنی نمود و نمائش کے لئے کرنا یہ دونوں باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں۔ اور ان کی مذمت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ یہاں قرآن کریم میں ان دونوں باتوں کو کافروں کا شیوہ اور ان لوگوں کا راستہ بتایا گیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور شیطان ان کا ساتھی ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٤٣﴾

بھلا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائینگے پھر ان پر (اے نبی!) آپ کو گواہ بنا دینگے (۴۱) اس دن جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی ہوگی یہ تمنا کرینگے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے (۴۲) اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب تک نہ جاؤ، حتی کہ تمہیں یہ معلوم ہو سکے کہ تم نماز میں کہہ کیا رہے ہو اور نہ ہی جنبی نہائے بغیر نماز کے قریب جائے، اِلّا یہ کہ وہ راہ طے کر رہا ہو۔ اور اگر بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے اپنی بیویوں کو چھوا ہو، پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ (اور نماز ادا کر لو) یقیناً اللہ تعالیٰ نرمی سے کام لینے والا اور بخشنے والا ہے (۴۳)

آیت ۴۱: ہر امت میں اس کا پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں گواہی دے گا کہ یا اللہ! ہم نے تو تیرا پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا تھا، اب انہوں نے نہیں مانا تو ہمارا کیا قصور؟ پھر ان سب پر نبی کریم ﷺ گواہی دیں گے کہ یا اللہ! یہ سچے ہیں۔

آپ ﷺ یہ گواہی اس قرآن کی وجہ سے دیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس میں گزشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کی سرگزشت بھی حسب ضرورت بیان کی گئی ہے۔ یہ ایک سخت مقام ہوگا، اس کا تصور ہی لرزہ براندام کر دینے والا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن سننے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ وہ سناتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس، اب کافی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر: 4662)

يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴿۴۲﴾

اس آیت میں میدان آخرت میں کافروں کی بدحالی کا ذکر ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن تمنا کریں گے کہ کاش ہم زمین کا پیوند بن گئے ہوتے، کاش زمین پھٹ جاتی اور ہم اس میں دھنس کر مٹی بن جاتے، اور اس وقت کی پوچھ گچھ اور عذاب وحساب سے نجات پا جاتے۔

میدان حشر میں جب کفار دیکھیں گے کہ تمام جانور ایک دوسرے کے مظالم کا بدلہ لینے دینے کے بعد مٹی بنا دیئے جائیں گے تو ان کو حسرت ہوگی اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے! جیسا کہ سورہ نباء میں فرمایا: وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ (النبا: ۴۰)

آخر میں فرمایا: وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا یعنی یہ کفار اپنے عقائد واعمال سے متعلق کچھ بھی پوشیدہ نہ رکھ سکیں گے ان کے اپنے ہاتھ پیر اقرار کریں گے، انبیاء گواہی دیں گے، اور اعمال ناموں میں بھی سب کچھ موجود ہوگا۔

آیت ۴۳: اس آیت کا شان نزول۔ ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک دفعہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کرام کی دعوت کر رکھی تھی جس میں مے نوشی کا بھی انتظام تھا، جب یہ سب حضرات کھا پی چکے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، علی رضی اللہ عنہ کو امام بنایا گیا، ان سے نماز میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کی تلاوت میں بوجہ نشہ کے سخت غلطی ہوگئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں تنبیہ کر دی گئی کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے۔ (ترمذی، حدیث نمبر: 3026 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

شراب کی حرمت کے تدریجی احکام:

شریعت اسلامیہ کو حق تعالیٰ نے ایک خاص امتیاز یہ دیا ہے کہ اس کے احکام کو سہل اور آسان کر دیا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے کہ شراب نوشی عرب کی پرانی عادت تھی اور پوری قوم اس عادت میں مبتلا تھی، بجز مخصوص حضرات کے جن کی طبیعت ہی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سلیم بنا دیا تھا کہ وہ اس خبیث چیز کے پاس کبھی نہیں گئے، جیسے آنحضرت ﷺ کہ نبوت سے پہلے آپ نے

کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ عادت کسی چیز کی بھی ہو اس کا چھوڑنا انسان پر بڑا مشکل ہوتا ہے۔ خصوصاً شراب اور نشہ کی عادت تو انسان کی طبیعت پر ایسا قبضہ کر لیتی ہے کہ اس سے نکلنا آدمی اپنے لئے موت سمجھنے لگتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شراب نوشی اور نشہ کرنا حرام تھا، اور اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو اس سے بچانا مقصود تھا، مگر یکا یک اس کو حرام کر دیا جاتا تو لوگوں پر اس حکم کی تعمیل سخت مشکل ہو جاتی۔ اس لئے ابتداً اس پر جزوی پابندی عائد کی گئی اور اس کے خراب اثرات پر تنبیہ کر کے ذہنوں کو اس کے چھوڑنے پر آمادہ کیا گیا چنانچہ ابتدائی اس آیت میں صرف یہ حکم ہوا کہ نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔

جس کا حاصل یہ تھا کہ نماز کے وقت نماز کا ارادہ کرنا تو فرض ہے اوقات نماز میں شراب استعمال نہ کی جائے، جس سے مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ ایسی خراب چیز ہے جو انسان کے لئے نماز سے مانع ہے بہت سے حضرات نے تو اسی وقت اس کے چھوڑنے کا اہتمام کر لیا اور دوسرے حضرات بھی اس کی خرابی اور برائی کو سوچنے لگے، آخر کار سورہ مائدہ کی آیت میں شراب کے ناپاک اور حرام ہونے کا قطعی حکم آ گیا اور ہر حال میں شراب پینا حرام ہو گیا۔

مسئلہ:۔ جس طرح نشہ کی حالت میں نماز حرام ہے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب نیند کا غلبہ ایسا ہو کہ آدمی اپنی زبان پر قابو نہ رکھے تو اس حالت میں بھی نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: ''اگر تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ آنے لگے تو اسے کچھ دیر کیلئے سو جانا چاہیے تا کہ نیند کا اثر چلا جائے ورنہ نیند کی حالت میں وہ سمجھ نہیں سکے گا اور بجائے دعاء و استغفار کے اپنے آپ کو گالی دینے لگ جائے گا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 205۔ معارف القرآن)

آیت ۴۳: حالات ناپاکی، مثلاً بیوی سے مباشرت کی ہو یا احتلام ہو حیض و نفاس کی حالت وغیرہ۔

اگر کوئی ایسا مریض ہو جس کے لئے پانی نقصان دہ ہو یا حالت سفر یا کسی اور وجہ سے پانی میسر نہ ہو تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔ ایسی حالت میں تیمم وضو اور غسل دونوں کا قائم مقام ہو گا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی مہم پر بھیجا۔ اس دوران میں جنبی (ناپاک) ہو گیا، مجھے پانی نہ ملا تو میں نے مٹی میں اس طرح لوٹ لگائی جس طرح چوپایہ لوٹ لگاتا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارا اس طرح کرنا کافی تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک بار مٹی پر مارا پھر انہیں اپنے منہ کے قریب کیا اور ان پر پھونک ماری (زائد مٹی اڑا دی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کی پشت پر اور دائیں ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت پر مسح کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کا مسح کیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 326۔ تیسیر القرآن)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۞۴۴ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ	کیا آپ نے ان لوگوں پر غور کیا ہے؟ جنہیں کتاب کا کچھ علم دیا گیا ہے۔ جس سے وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ حق سے بہک جاؤ (۴۴) اور اللہ تمہارے

كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۫ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾
مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ
غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي
الدِّيْنِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا
وَاسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ
لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ بطور حامی و ناصر تمہارے لئے کافی ہے۔ (۴۵) یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب کے کلمات کو ان کے موقع ومحل سے پھیر دیتے ہیں اور اپنی زبانوں کو مروڑ کر اور دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں: سمعنا اور عصینا اور اسمع غیر مسمع اور راعنا اسکے بجائے اگر وہ سمعنا واطعنا اور اسمع اور انظرنا کہتے تو یہ ان کے لئے بہتر اور بہت درست بات تھی مگر اللہ نے تو انکے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی' ان میں سے سوائے چند لوگوں کے ایمان نہیں لاتے (۴۶)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ آخرت میں کافروں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور وہ چاہیں گے کہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں زمین میں دفن ہو جائیں کسی طرح عذاب سے بچ جائیں۔ اب ان آیات میں یہودیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے بھی دردناک عذاب ہوگا کیونکہ یہ لوگ جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں دین اسلام سچا دین ہے۔ نماز کے ذکر کے بعد سلسلۂ بیان اہل کتاب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور پیروان دعوت حق پر یہ حقیقت واضح کی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ نے تمہاری فلاح وسعادت کے لئے احکام شریعت نازل کر دیئے ہیں اسی طرح تم سے پہلے یہود و نصاریٰ کے لئے بھی نازل کر دیئے تھے لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ وہ راہ ہدایت سے منحرف ہو گئے' پس چاہئے کہ ان کی حالت سے عبرت پکڑو اور اخلاص وصداقت کے ساتھ احکام الٰہی پر کاربند ہو۔ (ترجمان القرآن ابوالکلام آزادؒ)

آیت ۴۶-۴۵: میں اللہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ مسلمانوں کے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور وہ مسلمانوں کا دوست اور مددگار ہے۔ اس لئے ان کے دشمن سے آگاہ کر رہا ہے۔ یہود، اللہ کے کلام (تورات) کو لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے بدل دیتے تھے، اور نبی کریم ﷺ سے کفر وعناد میں کہتے کہ ہم نے تیری بات سنی اور تیری نافرمانی کی، اور یہ بھی کہتے کہ اللہ کرے کہ تو ہماری بات نہ سنے اور جب وہ ''راعنا'' کہتے جس کا ظاہری معنی ہے ''ہمارا خیال کیجئے'' تو اپنی زبان مروڑتے تاکہ اس کا معنی بدل کر ''چرواہا یا احمق'' ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی یہودیوں کے خبث باطن کو بیان کرتے ہوئے نصیحت کی کہ اگر وہ کہتے کہ ہم نے تیری بات سنی اور تیری اطاعت کی، اور کہتے کہ تم میری بات سنو اور ہمارا خیال کرو، تو ان کیلئے بہتر تھا۔ لیکن اللہ نے ان کی کفر کی وجہ سے ان پر لعنت بھیج دی تھی۔ اس لئے وہ صرف نام کیلئے ایمان لاتے تھے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ
وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا
لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ
مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ
يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ
تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ
يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ
كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖٓ
اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع

اے اہل کتاب! جو ہم نے (قرآن) نازل کیا ہے اس پر ایمان لے آؤ یہ کتاب تصدیق کرتی ہے اس کی جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے ایمان لاؤ کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ کر تمہاری پشتوں کی طرف پھیر دیں، یا تم پر ایسی پھٹکار ڈال دیں جیسی سبت والوں پر ڈالی تھی اور اللہ کا حکم نافذ ہو کے رہتا ہے (۴۷) بلاشبہ اللہ شرک کو کبھی معاف نہ کریگا اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا اس نے بہتان باندھا اور بہت بڑا گناہ کیا (۴۸) کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنی پاکیزگی نفس کی شیخی بگھارتے ہیں؟ حالانکہ پاک اللہ ہی کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا (۴۹) دیکھئے! یہ لوگ کس طرح خود ساختہ جھوٹ اللہ پر لگاتے ہیں اور یہی گناہ ان کے گناہ گار ہونے پر کافی ہے (۵۰)

آیت ۴۷: چہرہ جسم کا اشرف حصہ اور اللہ کی نعمت کا خصوصی مظہر ہے۔ اس نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے خالق اور محسن کا قدرشناس اور شکر گزار ہو لیکن جو لوگ کفر کی روش اختیار کرتے ہیں وہ اللہ کی اس عظیم نعمت کی ناقدری کرتے ہیں۔ وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی حق کو دیکھنے کے لئے اندھے ہو جاتے ہیں اور منہ میں زبان رکھتے ہوئے بھی حق بولنے کے لئے گونگے ہو جاتے ہیں اور اپنی بینائی، گویائی اور سماعت کا غلط اور اُلٹا استعمال کرتے ہیں اس لئے وہ بجا طور پر اس بات کے مستحق ہوئے کہ ان کے چہرے مسخ کر کے پیچھے پھیر دیئے جائیں۔ چنانچہ قیامت کے دن انھیں اس دردناک سزا سے دوچار ہونا ہوگا۔ انسان اگر ہوش سے کام لے تو یہ سخت وعید اس کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے۔ کعب احبار ﷫ (مشہور یہودی عالم) اسی آیت کو سن کر ایمان لائے تھے۔

آیت ۴۸: شرک یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے' خواہ وہ سورج ہو، یا تارے، ناگ ہو یا آگ، بت ہو یا انسان، فرشتے ہوں یا جن، ولی ہو یا پیغمبر، مادی چیزیں ہوں یا روحانی اور دیوی ہوں یا دیوتا۔

اللہ کی ذات میں شرک کی ایک مثال تو وہ ہے جو نصرانیت میں پائی جاتی ہے وہ ایک کی جگہ تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس اور دوسری مثال ہندوستان کے ایک بہت بڑے مذہبی گروہ کے عقیدے کی ہے جو خالق اور مخلوق میں فرق نہیں کرتا بلکہ ایک ہی وجود کا قائل ہے۔ یعنی اس کے نزدیک سب کچھ اللہ ہے اور انسان بھی اللہ ہی کا جزء ہے اس نظریہ کو وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔

اللہ کی صفات میں شرک کی مثال یہ عقیدہ ہے کہ خدائی انتظامات میں اور اس کے اقتدار (Sovereigntly) میں دوسرے بھی دخیل اور شریک ہیں۔ مثلاً کوئی بارش کا دیوتا ہے اور کوئی ہوا کا یا کوئی بیماری کی دیوی ہے اور کوئی دولت کی۔ اسی طرح اولیاء اور بزرگوں کے بارے میں یہ تصور کہ وہ غوث اور مشکل کشا ہیں اور انسان کی حاجت روائی کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی اس صفت میں کہ وہی رب اور حاجت روا ہے دوسروں کو شریک ٹھہرانا ہے اللہ تعالیٰ کی ایک مہتم بالشان صفت یہ ہے کہ وہی پرستش کے لائق ہے اور اسی کا یہ حق ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں۔ اس میں شرک یہ ہے کہ آدمی غیر اللہ کو بھی عبادت کے لائق سمجھنے لگے۔ یا کسی دیوی، دیوتا، بت اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے لگے یا اولیاء وانبیاء کی پرستش شروع کردے۔ یہ سب شرک کی صورتیں ہیں ان کے علاوہ یہ بھی کھلا شرک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مکمل طور پر اطاعت کا مستحق سمجھا جائے یا کسی کے لئے شرعی قوانین میں ترمیم کا حق تسلیم کیا جائے یا جمہور کے اس دعوے کو صحیح قرار دیا جائے کہ اللہ کے احکام وقوانین سے قطع نظر انہیں ہر طرح کی قانون سازی کا اختیار ہے۔

شرک چونکہ اس فطرت کے خلاف ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور یہ سراسر سرکشی اور بغاوت ہے۔ اس لئے اس کو سب سے بڑا جرم اور نا قابل معافی گناہ قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ شرک کے حکم میں کفر اور الحاد بھی شامل ہے کیونکہ اس کے معنی اللہ سے سرکشی اور بغاوت ہی کے ہیں اور اللہ کا انکار کر کے آدمی اپنے کو نیز دوسرے انسانوں کو اللہ کے مقام پر بٹھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح وہ لازماً شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ شرک مذہبی روپ میں آتا ہے اور الحاد لادینیت کے روپ میں۔ آیت کے پس منظر میں چونکہ یہود ہیں جو اللہ کے قائل ہوتے ہوئے شرک کا ارتکاب کرتے تھے اس لئے یہاں واضح کیا گیا کہ شرک ایک نا قابل معافی گناہ ہے۔

یعنی شرک سے کمتر درجہ کے جو گناہ ہوں گے ان کے معافی کا امکان ہے لیکن شرک پر اگر آدمی قائم رہا اور اس نے توبہ نہیں کی اور اسی حال میں اس کی موت واقع ہوگئی تو اس کے گناہ کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ ہرگز معاف نہیں کیا جائیگا جیسا کہ قرآنی آیات سے پتہ چلتا ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (المائدۃ: ۷۲) جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ نے اس پر جنت حرام فرمادی ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ یقین مانو شرک بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ (لقمان: ۱۳)

یعنی شرک اور بت پرستی کو معمولی گناہ خیال نہ کرو، واقعتا یہ زبردست گناہ ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب گناہوں سے بڑا گناہ تمہیں بتادیتا ہوں اور وہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے پھر وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ پڑھ کر سنائی پھر اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ پڑھی۔ (دعوۃ القرآن)

آیت ۴۹: یہودیوں کی سب سے بڑی گمراہی مذہبی گروہ بندی کا گھمنڈ ہے وہ ایمان وعمل کی روح سے محروم ہو چکے ہیں، لیکن پھر بھی اپنے اہل کتاب اور بنی اسرائیل ہونے پر نازاں ہیں وہ کہتے ہیں "ہم خدا کی چہیتی قوم ہیں اور آخرت کی نجات ہمارے لئے لکھ دی گئی ہے جب کبھی کوئی جماعت دین کے سچے علم وعمل سے محروم ہو جاتی ہے تو ایسے ہی غرور باطل میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى
مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا
يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ
النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ
اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ
مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ
مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ
كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا
غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾

کیا آپ نے ان لوگوں پر غور کیا جنہیں کتاب کا کچھ علم دیا گیا ہے؟ وہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان ایمان والوں سے تو یہی لوگ زیادہ ہدایت یافتہ ہیں (۵۱) یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کر دے' آپ اس کا کوئی مددگار نہ پائیں گے (۵۲) یا ان کا حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ اگر ایسی صورت ہو تو وہ لوگوں کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیں (۵۳) یا وہ دوسرے لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں کچھ دے رکھا ہے۔ پس ہم نے تو آل ابراھیم کو کتاب و حکمت بھی دی تھی اور بہت بڑی سلطنت بھی دے رکھی تھی (۵۴) پھر ان میں سے کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور کوئی اس سے رکا رہا' ایسے باز رہنے والوں کو بھڑکتی ہوئی جہنم ہی کافی ہے (۵۵) جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا' ہم یقیناً انہیں واصل جہنم کریں گے جب بھی ان کے جسموں کی کھال گل جائے گی تو ہم دوسری کھال بدل دیں گے تا کہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں' اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے (۵۶) اور جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے ہم عنقریب انہیں ایسے باغات میں داخل کریں گے جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کے لئے پاک صاف بیویاں ہوں گی اور انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے (۵۷)

تشریح آیت ۵۱: جب ایک جماعت میں اتباع حق کی جگہ جتھا بندی اور گروہ بندی کی روح پیدا ہو جاتی ہے تو پھر حق و باطل کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔ وہ چاہتی ہے جس طرح بھی بنے اپنی بات بنالی جائے اور مخالف گروہ کو زک دے دی جائے اگر ایسا کرنے میں اسے خود اصولوں اور عقیدوں کے خلاف بھی جانا پڑے تو بلا تامل چلی جاتی ہے۔

یہی حال مدینہ کے یہودیوں کا تھا وہ ہمیشہ بت پرستی کے مخالف رہے اور بت پرستوں کی تحقیر و تذلیل کرتے رہے لیکن اب

مسلمانوں کی ضد میں آ کر بت پرستوں کی تعریف کرتے اور کہتے ''ان مسلمانوں سے تو مشرکوں ہی کا طور طریقہ زیادہ قرین صواب ہے''۔ (ترجمان القرآن ابوالکلام آزادؒ)

جبت سے مراد: بت، کاہن، جادوگر، جادو، اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔

طاغوت سے مراد: کاہن، شیطان، ہر گمراہ کن شئے، بت، سرداران یہود اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اہل کفر سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اللہ کی لعنت آخرت میں رسوائی کا سبب ہے:

آیت (۵۲) لعنت نام ہے اللہ کی رحمت سے دوری کا، اور انتہائی رسوائی اور ذلت کا جس پر اللہ کی لعنت ہو، وہ اللہ کا قرب حاصل نہیں کرسکتا، ان کے بارے میں اتنی سخت وعید آئی ہے کہ فرمایا: مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيلًا ''جن پر اللہ کی لعنت ہے وہ جہاں کہیں بھی ملیں ان کی گردن اڑائی جائے'' یہ تو ان کی دنیاوی رسوائی ہے۔ اور آخرت کی رسوائی تو اس سے بھی سخت ہوگی۔

اللہ کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں؟

وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا، اب غور طلب یہ بات ہے کہ اللہ کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں؟

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود دینے والے، سود کھانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر لعنت کی ہے، اور وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2995)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ (صحیح الجامع، حدیث نمبر: 5891) یعنی ''جو آدمی لوط علیہ السلام کی قوم کے جیسا عمل کرے وہ لعنتی ہے'' (یعنی مرد سے بدفعلی کرنے والا) پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سارق (چور کو) لعنت بھیجتا ہے، جو انڈے اور اس جیسی حقیر چیز کی چوری تک سے گریز نہیں کرتا جس کے جرم میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6285)

لعنت کے احکام: لعنت جس قدر بری چیز ہے اسی قدر اس کے کرنے پر پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں، کسی مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے اور کافر پر بھی صرف اس صورت میں کی جاسکتی ہے جبکہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس کے متعلق یہ ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن وہ نہیں جو طعنہ باز اور لعنت باز ہو اور نہ ہی بدگو ہو۔ (ترمذی، حدیث نمبر: 1977 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرماتے سنا کہ جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے جس پر آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں (یعنی زمین اس لعنت کو قبول نہیں کرتی) پھر وہ دائیں بائیں گھومتی ہے جب کہیں اس کو راستہ نہیں ملتا تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس کے پاس پہنچتی ہے اگر وہ واقعی لعنت کا مستحق ہے تو اس پر پڑتی ہے، ورنہ پھر اپنے کہنے والے پر پڑ جاتی ہے۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: 4249 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

آیت ۵۶: جہنم میں اہل کتاب کے منکرین ہی نہیں جائیں گے، بلکہ دیگر تمام کفار کا ٹھکانہ بھی جہنم ہی ہے۔ یہ جہنم کے عذاب کی سختی، تسلسل اور دوام کا بیان ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول بعض آثار میں بتلایا گیا ہے کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں مرتبہ عمل میں آئے گی' اور مسند احمد کی روایت کی رو سے جہنمی جہنم میں اتنے فربہ ہوجائیں گے کہ ان کے کانوں کی لو سے پیچھے گردن تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت جتنا ہوگا، ان کی کھال کی موٹائی ستر بالشت اور داڑھی احد پہاڑ جتنی ہوگی۔ (احسن البیان)

سعادت مندوں کا بیان: اس آیت میں سعادت مندوں اور خوش نصیبوں کا بیان ہے کہ ان کا انجام جنت کی بہاریں ہیں۔ جہاں طرح طرح کی نہریں چپے چپے پر جاری ہیں۔ جہاں چاہیں ان نہروں کو لے جائیں۔ اپنے خوبصورت محلوں میں، باغوں میں اور راستوں میں جہاں پہ چاہیں گے نہریں بہنے لگیں گی۔ پھر یہ تمام دل خوش کن نعمتیں ہمیشگی والی ہوں گی۔ نہ انہیں زوال وفنا ہے نہ ان میں کمی ہونے کا اندیشہ ہے۔ نہ واپس لی جائیں نہ ان کا پانی سڑے نہ یہ خراب ہوں اور نہ بگڑیں۔ جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ وہاں انہیں خوبصورت و پاکیزہ بیویاں ملیں گی۔ جو بول و براز سے، حیض ونفاس، تھوک، بلغم، رینٹ، منی، بدخلقی، بیہودہ عادتوں اور گناہوں سے پاک ومبرا ہوں گی اور جھریوں سے بھی محفوظ ہوں گی۔ پھر فرمایا: ہم انہیں بہت گہرے، بہت گھنے، پاکیزہ اور دل خوش کن سایوں میں داخل کریں گے۔ سہیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے کو ایک سوار سو سال تک بھی طے نہ کرسکے گا وہ خلد والا درخت ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3012 و صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5054) (تفسیر ابن کثیر)

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰٓى أَهْلِهَا ۙ وَ إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

(مسلمانو!) بلاشبہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جو امانتوں کے حقدار ہیں انہیں امانتیں ادا کردو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ یقینا اچھی نصیحت کرتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (۵۸) اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر کسی معاملہ

وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ
شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ
وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝٥٩ ع ٥ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ
اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا
اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ
وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا
بَعِيْدًا ۝٦٠ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ
يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝٦١ فَكَيْفَ اِذَآ
اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ
جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۤ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ
اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝٦٢ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ
اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ۝٦٣

پر تمہارے درمیان جھگڑا ہو جائے تو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو یہی بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔ (۵۹) اے نبی! کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جو دعویٰ کرتے ہیں جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا وہ اس پر ایمان لائے ہیں اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتارا گیا' مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کے فیصلے تسلیم نہ کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کرکے بہت دور تک لے جائے (۶۰) اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کے پاس آنے سے گریز کرتے ہیں (۶۱) پھر ان کا کیا حال ہوگا جب ان کے کرتوتوں کی بدولت ان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے؟ وہ آپ کے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ واللہ! ہمارا ارادہ تو بھلائی اور باہمی موافقت کے سوا کچھ نہ تھا (۶۲) ایسے لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے' سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور نصیحت کیجئے اور ایسی بلیغ بات کہئے جو ان کے دلوں میں اتر جائے (۶۳)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ آخرت میں یہودیوں کیلئے دردناک عذاب ہے کیونکہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے نافرمان تھے' مومنوں سے حسد اور بغض رکھتے تھے۔ ان آیات میں مسلمانوں کو نصیحت کی جارہی ہے کہ وہ یہودیوں کے چال وچلن ہرگز اختیار نہ کریں۔ مسلمانوں کی کامیابی اس بات میں ہے کہ مسلمان اللہ اور رسول کی اطاعت کریں اور رسول کے احکام پر عمل کریں۔ امانت میں خیانت نہ کریں اور عدل وانصاف کو اختیار کریں۔

تشریح آیات: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ امانتوں کی سختی سے حفاظت کریں اور ان کی ادائیگی میں ذرا بھی

کوتاہی نہ کریں۔ ابوداؤد، ترمذی وغیرہم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "امانت والے کی امانت ادا کرو اور جو خیانت کرے، اس کے ساتھ خیانت نہ کرو"۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: 3534) علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کلمہ "امانت" تمام قسم کی امانتوں کو شامل ہے۔ چاہے وہ اللہ کے حقوق ہوں، جیسے نماز، زکوۃ اور روزہ وغیرہ اور چاہے بندوں کے آپس کے حقوق ہوں۔ جو انہیں دنیا میں ادا نہیں کرے گا، تو مسلم واحمد کی ایک صحیح حدیث کے مطابق انہیں قیامت میں ادا کرے گا، یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے لیا جائیگا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4679)

بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی، جسکے پاس خانۂ کعبہ کی چابی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب خانۂ کعبہ کے پاس پہنچے تو انہیں بلا کر چابی لے لی اور کعبہ کا دروازہ کھلوا کر داخل ہوئے اور جب نکلے تو یہی آیت پڑھی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر چابی اس کے حوالے کر دی۔

حافظ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت آپ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ کعبہ کے اندر تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کی تعریف فرمائی اور کہا کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے، جس کے برتنے کی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلقین کر رہا ہے۔ چاہے وہ حکام ہوں یا رعایا، اس لئے کہ پرامن اور شریفانہ زندگی کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلم سوسائٹی میں انصاف کا چلن اور عدل کا دور دورہ ہو۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اولو الامر -معروف میں امیر کی اطاعت کا حکم:

آیت ۵۹: اپنے میں سے اختیار والے، سے مراد بعض کے نزدیک امراء وحکام اور بعض کے نزدیک علماء وفقہاء ہیں۔ مفہوم کے اعتبار سے دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اصل اطاعت تو اللہ ہی کی ہے کیونکہ (اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ) (الاعراف: ۵۴) "خبردار مخلوق بھی اسی کی ہے، حکم بھی اسی کا ہے"۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف: ۴۰) "حکم صرف اللہ ہی کا ہے" لیکن چونکہ رسول خالص منشاء الٰہی کا مظہر اور اس کی مرضیات کا نمائندہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رسول کے حکم کو بھی مستقل طور پر واجب الاطاعت قرار دیا اور فرمایا کہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ (مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ) (النساء: ۸۰) "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی" جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث بھی اسی طرح دین کا ماخذ ہے، جس طرح قرآن کریم۔ تاہم امراء وحکام کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ یا تو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا نفاذ کرتے ہیں یا امت کے اجتماعی مصالح کا انتظام اور نگہداشت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امراء وحکام کی اطاعت اگرچہ ضروری ہے، لیکن وہ علی الاطلاق نہیں بلکہ مشروط ہے اللہ ورسول کی اطاعت کے ساتھ۔ اسی لئے (اَطِيْعُوا اللّٰهَ) کے بعد (اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ) تو کہا، کیونکہ یہ دونوں اطاعتیں مستقل اور واجب ہیں، لیکن اَطِيْعُوْا اُوْلِي الْاَمْرِ (اولی الامر کی اطاعت کرو) نہیں کہا کیونکہ اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں ہے اور حدیث میں بھی کہا گیا (لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ) علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے (صحیح

مشکوۃ، حدیث نمبر: 6963) اور مسلم کے الفاظ ہیں لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ (کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة حدیث نمبر 3424) اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، حدیث نمبر: 6716) معصیت میں اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے"۔ یہی حال علماء وفقہاء کا بھی ہے۔ (اگر اولوالامر میں ان کو بھی شامل کیا جائے) یعنی ان کی اطاعت اس لئے کرنی ہوگی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام وفرمودات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ارشاد و ہدایت اور رہنمائی کا کام کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ علماء وفقہاء بھی دینی امور ومعاملات میں حکام کی طرح یقیناً مرجع عوام ہیں لیکن ان کی اطاعت بھی صرف اس وقت تک کی جائے گی جب تک کہ عوام کو صرف اللہ اور اس کے رسول کی بات بتلائیں لیکن اگر وہ اس سے انحراف کریں تو عوام کیلئے ان کی اطاعت بھی ضروری نہیں بلکہ انحراف کی صورت میں جانتے بوجھتے ان کی اطاعت کرنا سخت معصیت اور گناہ ہے۔ اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد، قرآن، الرسول سے مراد حدیث رسول ہے۔ تنازعات کو ختم کرنے کیلئے ایک بہترین اصول بتلادیا گیا ہے۔ اس اصول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی تیسری شخصیت کی اطاعت واجب نہیں جس طرح کے تقلید شخصی اور تقلید معین کے قائلین نے ایک تیسری اطاعت کو بھی واجب قرار دے رکھا ہے اور اسی تیسری اطاعت نے جو قرآن کی اس آیت صریح کی مخالف ہے، مسلمانوں کو امت متحدہ کی بجائے امت منتشرہ بنا رکھا ہے اور ان کے اتحاد کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔ (احسن البیان)

قرآن وحدیث چھوڑ کر غیروں سے جھگڑے طے کرانے والے مسلمان نہیں:

آیت ۶۰: جولوگ الہامی کتابوں پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں اور اپنے جھگڑے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس لے جانا چاہتے ہیں حق تعالیٰ اس آیت میں ان کے ایمان کی نفی فرماتا ہے۔ جیسا کہ آیت کے سبب نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک انصاری اور یہودی کے بارے میں اتری۔ دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ یہودی بولا کہ میرے اور تیرے درمیان محمد فیصلہ فرمادیں گے اور انصاری بولا کہ کعب بن اشرف سے فیصلہ کراؤ۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ آیت منافقوں کی ایک جماعت کے بارے میں اتری جو اسلام ظاہر کر کے اپنے فیصلے جاہل حکام کے پاس لے جانا چاہتے تھے اور آیت اپنے عموم پر ہے اور ہر شخص کی مذمت کرتی ہے جو کتاب وسنت سے ہٹ کر اپنے فیصلے دوسروں کے پاس لے جائے طاغوت سے یہاں یہی مراد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

تشریح ۶۱-۶۲: نافق زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے، لیکن عمل کا حال یہ تھا کہ اپنے جھگڑے قضیے چکانے کیلئے مخالفین اسلام کے سامنے لے جاتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں پر مخالفین اسلام کے فیصلوں کو ترجیح دیتے تھے۔ پھر جب کبھی ایسا ہوتا کہ ان کی یہ دورنگی پکڑی جاتی تو پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھاتے اور کہتے "ہم تو آپ ہی کے حکم پر چلنے والے ہیں" محض اس خیال سے کہ کسی نہ کسی طرح معاملہ سلجھ جائے اور مخالفین اسلام کی بھی دل جوئی ہو جائے۔

یہاں ان لوگوں کی اسی منافقانہ روش کا ذکر کیا گیا ہے اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو شخص اللہ کے رسول کے حکم اور فیصلے پر

یقین نہیں رکھتا وہ کبھی سچا مومن نہیں ہوسکتا۔یقین کیلئے صرف یہی کافی نہیں کہ حکم مان لیا جائے بلکہ "لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ،" ایسی حالت پیدا ہوجائے کہ حکم رسول کے خلاف دل میں کوئی تنگی اور خلش بھی محسوس نہ ہو۔(ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزادؒ)

آیت نمبر ۶۳ میں اس کا جواب آیا کہ ان کے دلوں میں جو کفر ونفاق ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف اور باخبر ہے۔ان کی تاویلیں غلط اور قسمیں جھوٹی ہیں، اس لئے آپ ان کے عذر کو قبول نہ فرمائیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان منافقین کو بھی آپ خیر خواہانہ نصیحت فرمائیں جو ان کے دلوں پر اثر انداز ہو۔یعنی آخرت کا خوف دلا کر ان کو مخلصانہ اسلام کی طرف دعوت دیں یا دنیوی سزا کا ذکر کردیں کہ اگر تم نفاق سے باز نہ آئے تو کسی وقت نفاق کھل جائے گا، تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا جو بشیر منافق کا ہوا۔(معارف القرآن)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ

اور (بتلایئے) کہ ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے صرف اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تو اس وقت آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کیلئے بخشش طلب کرتا، تو یقینا اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پاتے (۶۴) تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے، جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو حکم تسلیم نہ کریں۔ پھر آپ جو فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ پر پوری طرح سر تسلیم خم نہ کریں (۶۵) اور اگر ہم ان پر واجب کردیتے کہ وہ اپنے آپ کو قتل کردیں یا اپنے گھروں سے نکل جائیں، تو ماسوا چند آدمیوں کے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ کرتا اور اگر وہ وہی کچھ کرلیتے جو انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ بات ان کے حق میں بہتر اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب بن جاتی (۶۶) اس صورت میں ہم نے انہیں اپنے ہاں سے بڑا اجر بھی دیتے (۶۷) اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت دے رکھتے (۶۸) اور جو شخص اللہ اور

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَ
الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ
رَفِيۡقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى
بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا ﴿۷۰﴾ ع

رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ ان لوگوں کیساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے' یعنی انبیاء ، صدیقین ، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ اور رفیق ہونے کے لحاظ سے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں (۶۹) ایسا فضل اللہ ہی کی طرف سے ہوگا اور اللہ کا علیم ہونا کافی ہے (۷۰)

آیت ۶۴: رسول تو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اسے دل وجان سے حکم وسردار بنایا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے۔

آیت ۶۵: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: زبیر (میرے باپ) اور ایک انصاری حرہ میں واقع پانی کی نالی پہ جھگڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اپنے درختوں کو پانی پلالو پھر اسے اپنے ہمسائے کے باغ میں جانے دو۔ یہ سن کر انصاری کہنے لگا: کیوں نہیں! آخر زبیر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا جو ہوا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: زبیر! اپنے کھیت کو پانی پلاؤ اور جب تک پانی منڈیروں تک نہ پہنچ جائے اس کیلئے پانی نہ چھوڑو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:4219) یعنی جب انصاری نے آپ کو غصہ دلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاف والا حکم جاری فرمایا جبکہ آپ کے پہلے حکم میں دونوں کی رعایت ملحوظ تھی۔

منکرین حدیث کیلئے یہ ایک قابل غور مقام ہے۔ اس کے علاوہ مقلدین کیلئے بھی لمحہ فکر یہ ہے جو قولِ امام کے مقابلے میں صحیح حدیث سے گھٹن محسوس کرتے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۶۶: اس آیت کا تعلق بھی منافقین سے ہے اور اس میں ان کو اخلاص اور ترک نفاق کی ترغیب دی گئی ہے۔ (رازی) چاہئے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں جان سے بھی دریغ نہ کیا جائے' (مگر یہ ایسے ہیں کہ) اگر کہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی جانیں ہلاک کر ڈالنے یا اپنے گھر چھوڑ دینے کا حکم دے دیتا تو یہ اس کو کب بجالانے والے تھے۔ جو حکم ہم نے انہیں دیئے ہیں وہ نہایت آسان اور ان کی خیر خواہی کیلئے ہیں۔ نصیحت مانیں اور ان احکام پر چلیں، نفاق جاتا رہے گا۔ ایمان کامل نصیب ہوگا۔ اس امر کو غنیمت سمجھیں۔ (از موضح)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے تمام احکام چونکہ وعدہ وعید، ترغیب وترہیب اور ثواب وعتاب سے متعلق ہیں اس لئے ان کو لفظ ''وعظ'' سے تعبیر فرمایا۔ (رازیؒ)

آیت ۶۹-۷۰: ''صدیق'' یہ صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو جملہ امور دین کی تصدیق کرنے والا ہو اور کبھی کسی معاملہ میں خلجان اور شک اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ یا وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں سبقت کرنے کی وجہ دوسروں کیلئے اسوہ بنے۔ اس اعتبار سے اس امت کے صدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے نمونہ بنے۔ علی رضی اللہ عنہ بھی اول مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں مگر چھوٹے بچے ہونے کی وجہ سے دوسروں کیلئے نمونہ نہیں بن سکے۔ چونکہ نبی

کے بعد صدیق کا درجہ ہے اس لئے علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں۔
شھداء - یہ شہید کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان دی اور امت محمدیہ کو بھی شہداء ہونے کا شرف حاصل ہے اور صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو عقیدۂ و عمل کے اعتبار سے ہر قسم کے فساد سے محفوظ ہیں۔ (رازی) مجموعۂ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل ہو جائے ۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ جنت میں آپ کا ساتھ نصیب ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرتِ سجود (کثرتِ نوافل) سے میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 754)

ترمذی کی ایک حدیث میں ہے: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ کہ امانتدار اور سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی، حدیث نمبر: 1209 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے) یعنی اطاعت و اخلاص پر رفاقت کا یہ درجہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی حالت خوب معلوم ہے۔
(رازی) (اشرف الحواشی)

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ﴿۷۱﴾ وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا ﴿۷۲﴾ وَ لَىِٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَیَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۷۴﴾ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا

اے ایمان والو! اپنے دفاع کا سامان ہر وقت اپنے پاس رکھو، پھر خواہ الگ الگ دستوں میں یا سب اکٹھے مل کر کوچ کرو (۷۱) تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو پیچھے رہ جاتا ہے، پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتا ہے: مجھ پر تو اللہ نے بہت احسان کیا ہے کہ میں ان میں موجود نہ تھا (۷۲) اور اگر تم پر اللہ کا فضل ہو جائے تو یوں بات کرتا ہے جیسے تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی کا رشتہ تھا ہی نہیں، اور کہتا ہے: کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو کتنی بڑی کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا (۷۳) لہٰذا جن لوگوں نے آخرت کے عوض دنیا کی زندگی کو بیچ دیا ہے، انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑتا ہے پھر خواہ وہ شہید ہو جائے یا غالب آجائے تو جلد ہی (دونوں صورتوں میں) ہم اسے بہت بڑا اجر عطا کریں گے (۷۴) مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے؟ جبکہ کئی کمزور مرد، عورتیں اور بچے ایسے ہیں جو یہ فریاد کرتے ہیں کہ اے

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ ع

ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارے لئے کوئی حامی مقرر کردے اور اپنی جناب سے ہی کوئی مددگار بھی پیدا فرمادے (۷۵) جولوگ ایمان لائے وہ تو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں' وہ طاغوت کی راہ میں۔سوان شیطان کے دوستوں سے خوب جنگ کرو یقینا شیطان کی چال کمزور ہوتی ہے۔(۷۶)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔اب ان آیات میں اس بات کا حکم دیا جارہا ہے کہ مسلمان مل کر ظلم' بے انصافی اور بے ایمانی کا مقابلہ کریں۔

اللہ قرآن میں فرماتا ہے: اورتم کو کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے کیونکہ بہت سے کمزور اور بےبس مرد اور عورتیں اور بچے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو اس بستی سے نکال لے، جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں۔

آج دنیا میں بہت ظلم ہورہا ہے۔ظلم اور بے انصافی کو مٹانے کیلئے اگر مسلمان، ظالم کا ہاتھ نہیں پکڑے گا تو پھر کون؟ منافقین اللہ ورسول کی اطاعت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب باطل سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔نماز پڑھنے کیلئے منافقین تیار تھے۔مگر باطل سے، ظلم و بے انصافی سے لڑائی کیلئے تیار نہ تھے۔لہٰذا ظلم و بے انصافی کے خلاف آواز بلند کرنا، اطاعت ہے اور اس کا اجروثواب بھی بہت زیادہ ہے۔

تشریح آیات ۷۱-۷۶: جنگ احد میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی فتح کا اعلان کررکھا تھا۔اردگرد کے قبائل کے مسلمانوں کے خلاف حوصلے بڑھ گئے تھے۔مدینہ کی حدود سے باہر مسلمانوں کا جان و مال محفوظ نہ تھا تو انہیں ہدایت دی گئی کہ محتاط و چاق و چوبند رہیں۔سامان دفاع ساتھ رکھیں اور اکادکا نہ نکلیں۔(تیسیر القرآن)

یہاں ان منافقوں کی ان نافرمانیوں کا ذکر شروع ہوجاتا ہے جو جنگ کے معاملے سے تعلق رکھتی ہے۔ہر جماعت میں کچھ لوگ ایمان ویقین سے محروم اور عزم وہمت سے تہی دست ہوتے ہیں۔وہ جب دیکھتے ہیں کہ عزم وہمت کا کوئی قدم اٹھایا جارہا ہے تو اپنی کمزوری سے خود بھی باز رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی باز رکھیں۔پھر جب جماعت قدم اٹھادیتی ہے تو الگ تھلگ رہ کر غیروں کی طرح تماشا دیکھتے ہیں اگر کوئی حادثہ پیش آگیا تو خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: ''اچھا ہوا ہم ان لوگوں کیساتھ شریک نہ ہوئے'' اگر کامیابی ہوئی تو حسد سے جل مرتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں: ''کاش! ہم نے بھی ساتھ دیا ہوتا تو آج کامیابی میں ہمارا حصہ ہوتا'' گویا ان کی شخصیت جماعت کی ہستی سے بالکل الگ ہے نہ تو اس کا نقصان ان کا نقصان ہے، نہ اس کی کامیابی ان کی کامیابی۔

اسلام کے ابتدائی عہد میں بھی ایسے لوگ موجود تھے۔قرآن ان کے اعمال بیان کرتا اور انہیں مومن کی جگہ منافق قرار دیتا ہے۔
(ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزادؒ)

دشمن سے چوکنا رہنے اور جہاد کی تیاری کا حکم دینے کے بعد اب مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جارہی ہے کہ جو لوگ دنیا دے کر آخرت خریدنا چاہتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، تو چاہے شہید ہو جائیں یا غلبہ حاصل کر کے گھر لوٹیں، دونوں ہی حال میں اللہ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

ظالموں کی بستی سے مراد (نزول کے اعتبار سے) مکہ ہے۔ ہجرت کے بعد وہاں باقی رہ جانے والے مسلمان خاص طور پر بوڑھے، مرد، عورتیں اور بچے، کافروں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر اللہ کی بارگاہ میں مدد کی دعا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا: تم ان (کمزوروں) کو کفار سے نجات دلانے کیلئے جہاد کیوں نہیں کرتے؟ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے کہا کہ جس علاقے میں مسلمان اس طرح ظلم وستم کا شکار اور کفار کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہوں تو دوسرے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کافروں کے ظلم وستم سے بچانے کیلئے جہاد کریں یہ جہاد کی دوسری قسم ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی دین کی نشر واشاعت اور کلمۃ اللہ کے غلبے کیلئے لڑنا جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں اور مابعد کی آیت میں ہے۔ (احسن البیان) دنیا میں لڑنے کی ضرورت تو ہر ایک کو پیش آتی ہے چاہے کوئی مسلمان ہو یا کافر مگر مقصد میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ شیطانی قوتیں طاغوت کیلئے ظلم و فسادات کیلئے لڑتی ہیں۔ جبکہ اللہ کے سپاہی ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا

کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنہیں کہا گیا تھا کہ (ابھی جنگ سے) ہاتھ روکے رکھو اور (ابھی صرف) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرنا چاہئے' یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی؟ ہمیں مزید کچھ عرصہ کیلئے کیوں مہلت نہ دی؟ آپ ان سے کہئے: دنیا کا آرام تو چند روزہ ہے اور ایک متقی کیلئے آخرت ہی بہتر ہے۔ اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا (۷۷) جہاں کہیں بھی تم ہو، موت تمہیں آ ہی لے گی' خواہ تم مضبوط قلعوں میں محفوظ ہو جاؤ اور اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچے تو کہتے

هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ﴿۷۸﴾ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ؗ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۷۹﴾

ہیں کہ ''یہ اللہ کی طرف سے پہنچا ہے'' اور اگر کوئی مصیبت پڑ جائے تو کہتے ہیں کہ ''یہ تمہاری وجہ سے پہنچی ہے'' آپ (ان سے) کہئے: ''سب کچھ ہی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے''۔ آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے (۷۸) اگر تمہیں کوئی فائدہ پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور کوئی مصیبت پہنچے تو وہ تمہارے اپنے اعمال کی بدولت ہے، اور ہم نے آپ کو سب لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ (۷۹)

جہاد کا حکم مسلمانوں کی خواہش کے مطابق آیا: آغاز اسلام میں جب مسلمان مکہ میں تھے ان پر نماز فرض تھی۔ مال میں زکوۃ دینے کا حکم تھا خواہ مال حد نصاب کو پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ اور فقراء کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کا مشرکوں سے درگذر کرنے کا، انہیں معاف کردینے کا اور ایک وقت صبر کرنے کا حکم تھا۔ مسلمان دل ہی دل میں کڑھتے تھے اور جنگ کے حکم کے آرزومند تھے تاکہ دشمنوں سے بدلہ لیکر کچھ تو دل کی بھڑاس نکالیں۔ اس موقع ومحل کے لحاظ سے اس وقت جنگ بہت سے اسباب کی وجہ سے مناسب نہ تھی۔ مثلاً مسلمانوں کی انتہائی کم تعداد جبکہ دشمن چاروں طرف کثرت سے پھیلے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اپنے وطن میں جو حرمت والی جگہ ہے مقیم تھے۔ اس جگہ جنگ کی ابتدا کرنے کا حکم بھی نہ تھا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اسی وجہ سے مدینہ میں آکر ہی مسلمانوں کو جہاد کا حکم ملا۔ بعض کمزور دل والے گھبرا اٹھے اور مقابلہ سے سخت مرعوب ہوگئے اور کہنے لگے کہ جہاد کی فرضیت کیوں دوسری مدت پر موقوف نہیں کردی گئی، کیونکہ اس سے جانیں الگ جاتی ہیں، بچے الگ یتیم ہوتے ہیں اور عورتیں الگ بیوہ ہوتی ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ (محمد:۲۰) ''بعض ایمان والوں نے کہا: کیوں کوئی سورت نہیں اترتی۔ پھر جب محکم سورت اتاری گئی اور اس میں جنگ کا بیان کیا گیا تو آپ بیمار دل والوں کو دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ''کسی پر موت کی غشی طاری ہو''۔ راوی ابن عباس، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما اور ان کے رفقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آکر کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! جب ہم مشرک تھے تو معزز تھے، لیکن افسوس ایمان لاکر ذلیل ہوگئے۔ فرمایا: مجھے درگذر کرنے کا حکم ہے۔ تم مشرکوں سے جنگ نہیں کرسکتے۔ پھر آپ کو اللہ نے مدینہ پہنچادیا اور جنگ کا حکم دیا تو بعض ہچکچائے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (نسائی، حدیث نمبر:3086) علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب: فرمایا: متقی کیلئے آخرت بہتر ہے۔ متقی کی آخرت اس کی دنیا سے بہتر ہے۔ تمہیں تمہارے

عملوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اس میں مسلمانوں کو دنیا سے بے رغبتی کا اور آخرت کا شوق دلایا ہے اور انہیں جہاد کی ترغیب دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ۷۸: جب موت سے تمہیں کسی حال میں چھٹکارا نہیں تو پھر اللہ کی راہ میں جہاد سے کیوں ہچکچاتے ہو یا مقصد جہاد کی ترغیب ہے۔ (کبیر) اوپر بیان فرمایا کہ منافقین جہاد سے جی چراتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں۔ اب یہاں ان کی ایک دوسری مذموم خصلت کا ذکر فرمایا جو پہلی سے بھی بری ہے۔ نحوست کو آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ (کبیر) یہاں "الحسنہ" سے مراد نصرت، غلبہ اور خوشحالی وغیرہ ہے اور اس کے مقابلے میں "السیئۃ" سے مراد بلا، مصیبت، قتل و ہزیمت وغیرہ یہ ان کے کلام کا جواب ہے کہ برائی اور بھلائی دونوں اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم سے ہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ بلا اور مصیبت کو کسی کی نحوست قرار دینا قطعی غلط ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں: یہ منافقوں کا ذکر ہے کہ اگر تدبیر جنگ درست آئی اور فتح اور غنیمت ملی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی یعنی اتفاقاً بن گئی۔ نبی ﷺ کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے تھے اور اگر بگڑ گئی تو الزام رکھتے تھے۔

آیت ۷۹: فرمایا جو کچھ برائی پیش آتی ہے وہ خود تمہاری بدعملی کا نتیجہ ہے۔ اس کا الزام دوسرے کے سر نہ ڈالو۔ پیغمبر اسلام تو اللہ کے رسول ہیں اور رسول کا کام یہی ہے کہ پیغام پہنچا دے۔ ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے اگر تم ان کے احکام کی اطاعت نہ کرو اور اس کا برا نتیجہ پیش آئے تو اس کی ذمہ داری تم پر ہے نہ کہ پیغمبر اسلام پر۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى

جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اگر کوئی منہ موڑتا ہے تو ہم نے آپ کو ان پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا (۸۰) وہ آپ سے کہتے ہیں کہ اطاعت کریں گے لیکن جب آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ رات کو جمع ہو کر آپ کی باتوں کے برعکس مشورے کرتے ہیں۔ اللہ ان کے باہمی مشورے لکھتا جاتا ہے۔ لہٰذا ان کی پرواہ نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کرنا ہی کافی ہے (۸۱) کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے (۸۲) اور جب کوئی امن کی یا خطرے کی خبر ان تک پہنچتی ہے تو اسے فوراً نشر کر دیتے

الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

ہیں۔اور اگر وہ اسے رسول یا اپنے کسی ذمہ دار حاکم تک پہنچاتے تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آ جاتی جو اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں' اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو تم ماسوائے چند لوگوں کے شیطان کے پیچھے لگ جاتے (۸۳)

آیت ۸۰: یہ اور اس طرح کی دوسری آیات صراحت کرتی ہیں کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔اس لئے کہ رسول جو حکم دیتا ہے اللہ ہی کی طرف سے دیتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت بحیثیت رسول نہ صرف آپ کی زندگی بلکہ آپ کی وفات کے بعد اسی طرح مطلوب ہے۔ ہمارے لئے آپ کے احکام معلوم کرنے کا ذریعہ سنت ثابتہ اور احادیث صحیحہ ہیں' اس کی پیروی آپ ﷺ کی اطاعت کے ہم معنی ہے اور ان سے انکار کی نافرمانی کے مترادف ہے۔ پیغمبر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو زبردستی راہ ہدایت پر چلائے بلکہ اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچائے۔(دعوت القرآن)

آیت ۸۱: قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کیلئے اس میں غور و تدبر کی تاکید کی جا رہی ہے اور اس کی صداقت جانچنے کیلئے ایک معیار بھی بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہوتا (جیسا کہ کفار کا خیال ہے) تو اسکے مضامین اور بیان کردہ واقعات میں تعارض و تناقض ہوتا، کیونکہ ایک تو یہ کوئی چھوٹی سی کتاب نہیں ہے۔ایک ضخیم اور مفصل کتاب ہے، جس کا ہر حصہ اعجاز و بلاغت میں ممتاز ہے۔ حالانکہ انسان کی بنائی ہوئی بڑی تصنیف میں زبان کا معیار اور اس کی فصاحت و بلاغت قائم نہیں رہتی۔ دوسرے اس میں پچھلی قوموں کے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جنہیں اللہ علام الغیوب کے سوا کوئی اور بیان نہیں کر سکتا۔تیسرے ان حکایات وقصص میں نہ باہمی تعارض و تضاد ہے اور نہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا کوئی جز ئیہ قرآن کی اصل سے ٹکراتا ہے۔ حالانکہ ایک انسان گذشتہ واقعات بیان کرے تو تسلسل کی کڑیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور ان کی تفصیلات میں تعارض و تضاد واقع ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے ان تمام انسانی کوتاہیوں سے مبرا ہونے کے صاف معنی یہ ہے کہ یقیناً یہ کلام الٰہی ہے جو اس نے فرشتے کے ذریعے سے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔(احسن البیان)

آیت ۸۲: منافقین کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ لوگ قرآن کریم کو غور سے سنتے ،اس کے معانی و مضامین میں تدبر کرتے تو انہیں معرفت تامہ حاصل ہو جاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے اور اس نفاق سے نجات مل جاتی جس نے ان کے دلوں کو فاسد اور ان کے افکار کو متعفن بنا رکھا ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع ۸

آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے! آپ پر صرف آپ کی اپنی ہی ذمہ داری ہے' اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلایئے' ممکن ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو روک دے اور اللہ خود ان سے لڑائی اور انہیں سزا دینے میں بہت سخت ہے (۸۴) جو شخص بھلائی کی سفارش کرے گا تو اس سے اسے حصہ ملے گا اور جو بری سفارش کریگا اس سے بھی وہ حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے (۸۵) جب کوئی شخص تمہیں سلام کہے تو تم اس سے بہتر اسکے سلام کا جواب دو یا (کم از کم) وہی کلمہ کہہ دو' یقینا اللہ ہر چیز کا حساب رکھنے والا ہے (۸۶) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یقینا تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کریگا' جس (کے آنے) میں کوئی شبہ نہیں' اور اللہ سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے۔ (۸۷)

آیت ۸۴: اوپر کی آیات میں جہاد کی ترغیب دی اور اس کے بعد منافقین کی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔ اب اس آیت میں فرمایا کہ آپ ﷺ ان منافقین کے ساتھ ہونے یا نہ ہونے کی پرواہ نہ کریں۔ آپ ﷺ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ خود بھی جہاد کیلئے نکلیں اور دوسرے مومنوں کو بھی ترغیب دیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''عَسٰی'' کا لفظ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ پس آیت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ (اشرف الحواشی)

آیت ۸۵: ربط مضمون کے لحاظ سے مفہوم یہ ہے کہ جو جہاد کی ترغیب دے گا تاہم اس کا حکم بھی عام ہے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ صحابہ سے فرماتے تم سفارش کرو' تمہیں ثواب ملے گا اور اللہ جو چاہتا ہے اپنے نبی کی زبان سے جاری کرا دیتا ہے یا فیصلہ کرا دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1342) (تیسیر القرآن)

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک ایماندار نہ بنو اور ایماندار نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا تمہیں وہ کام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے بجالاؤ تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام پھیلاؤ۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:81) (تفسیر ابن کثیر)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ
بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ
اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ
تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا
كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ
لَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ
صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا
قَوْمَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ
فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ
وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ
كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ
لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَ يُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْۤا
اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع ۱۲ ۹

یہ کیا بات ہے؟ کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے ہو؟ حالانکہ اللہ نے انہیں ان کے اعمال کی بدولت اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے گمراہ کیا ہے اسے راہ راست پر لے آؤ ؟ حالانکہ جسے اللہ گمراہ کردے آپ اس کیلئے کوئی راہ نہیں پا سکتے (۸۸) وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ویسے ہی کافر بن جاؤ جیسے وہ خود کافر بنے ہیں تاکہ سب برابر ہو جائیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ تاآنکہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آ جائیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو جہاں انہیں پاؤ انہیں پکڑو اور قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو بھی اپنا دوست یا مددگار نہ بناؤ (۸۹) البتہ اس حکم سے وہ (منافق) مستثنٰی ہیں جو ایسی قوم سے جا ملیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہو یا ایسے (منافق بھی مستثنٰی ہیں) جو تمہارے پاس دل برداشتہ آتے ہیں وہ نہ تمہارے خلاف لڑنا چاہتے ہیں اور نہ ہی اپنی قوم سے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تمہارے خلاف لڑائی لڑتے، اب اگر وہ کنارہ کش رہتے ہیں اور لڑائی پر آمادہ نہیں اور تمہیں صلح کی پیشکش کرتے ہیں تو پھر اللہ نے ان پر تمہاری دست درازی کی گنجائش نہیں رکھی (۹۰) پھر آپ کو ایک اور قسم کے منافق بھی ملیں گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی، مگر جب بھی انہیں فتنہ کا موقع ملتا ہے تو اس میں کود پڑتے ہیں، ایسے منافق اگر تم سے کنارہ کش نہ رہیں، نہ ہی صلح کی پیشکش کریں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں، تو ایسے لوگوں کو جہاں بھی پاؤ، انہیں قید کرو اور قتل کر دو ایسے لوگوں کیلئے ہم نے تمہیں کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ (۹۱)

تشریح آیات ۸۸۔۹۱: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کی جانب نکلے تو کچھ (منافقین) آپ کو چھوڑ کر مدینہ واپس آ گئے۔ واپس ہونے والوں کے بارے میں صحابہ کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک کہتا کہ ہم ان سے (بھی) لڑائی کریں گے اور دوسرا کہتا کہ لڑائی نہ کریں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی یہ واجب القتل ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3744) مسلسل ہٹ دھرمی اور حق کی مخالفت کے پاداش میں ان کے دلوں پر مہر ہے۔ منافقین کا ایک گروہ وہ بھی تھا جو کہ مدینہ کے اردگرد پھیلے ہوئے قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ مسلمانوں سے خیر خواہی اور محبت کا اظہار بھی کرتے۔ ان کیلئے یہ معیار مقرر کیا گیا کہ اگر وہ ہجرت کر کے مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائیں تو انہیں اپنا دینی بھائی سمجھو اور اگر وہ قدرت رکھنے کے باوجود یہ قربانی نہ دیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہ کرو اور اگر ایسے لوگ کافروں کے ساتھ تمہارے خلاف صف بستہ ہو جائیں تو انہیں قتل کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرو۔ اس حکم سے وہ منافق مستثنیٰ ہیں جو کہ کسی معاہدۂ امن میں آ چکے ہوں جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں نے کفار سے معاہدہ کیا تھا اور اس کے علاوہ وہ منافق جو کسی جانب سے بھی لڑائی میں حصہ نہیں لینا چاہتے نہ اپنی قوم کے خلاف تمہارے ساتھ یا تمہارے خلاف اپنی قوم کے ساتھ۔

ایسے منافقوں سے لڑائی خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی اگر تم ان سے لڑو حالانکہ وہ لڑائی سے کنارہ کش تھے تو وہ بھی باقاعدہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف لڑیں گے اور تمہارے دشمن کی قوت میں اضافہ کر دیں گے۔ ایسے منافق بدترین قسم کے منافق ہیں جو ڈھنڈورا تو اپنی امن پسندی کا پیٹیں اور جب داؤ لگ جائے تو اسلام دشمنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ ان کی امن پسندی کی تین صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں سے صلح کر لیں۔ دوسرے یہ کہ لشکر کفار میں شامل نہ ہوں۔ تیسرے یہ کہ اگر انہیں مجبوراً شامل ہونا پڑے تو پھر بھی اپنے ہاتھ روکے رکھیں، یعنی عملاً لڑائی میں شامل نہ ہوں۔ اگر تینوں باتیں نہ پائی جاتی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی نیت میں فتور ہے اور وہ امن پسندی کی آڑ میں دھوکہ سے مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ایسے منافقوں کا علاج یہ ہے کہ جب بھی موقع ملے سب سے پہلے انہیں قتل کر کے ختم کر دو۔ (تیسیر القرآن)

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ

مومن کو زیبا نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے، اور جو غلطی سے کسی مومن کو قتل کرے تو ایک مومن غلام آزاد کرے اور اس کے وارثوں کو خون بہا بھی ادا کرے۔ مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں اور اگر وہ مقتول مومن تھا مگر تمہاری دشمن قوم سے تھا تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔ اور اگر ایسی قوم سے ہو جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے تو پھر وارثوں کو دیت بھی دینا ہوگی، اور مسلمان غلام بھی آزاد کرنا ہوگا، پھر اگر

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؕ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

قاتل کو یہ مقدور نہ ہو یا مل ہی نہ رہا ہو تو متواتر دو ماہ کے روزے رکھے' اللہ سے توبہ کا یہی طریقہ ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے (۹۲) اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۹۳)

آیت ۹۲: کفار کے ساتھ جنگ کی اجازت نازل ہوئی تو یہ عین ممکن تھا کہ کسی شخص کو کافر حربی سمجھ کر مسلمان قتل کر دیں اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسلمان تھا۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے قتل کے احکام بیان کر دیئے (کبیر) آیت میں اِلَّا بمعنی 'لکن' ہے اور مستثنیٰ منقطع ہے۔ کسی حال میں مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر غلطی سے مارا جائے تو اس پر کفارہ ہے۔ جس کا بعد میں مذکورہ آیت کے سبب نزول میں مختلف روایات مذکور ہیں۔ مروی ہے عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے، ابوجہل اور حارث بن زید مدینہ آ کر اسے واپس لے گئے اور مکہ پہنچ کر اسے کوڑوں سے پیٹا اور اس کی مشکیں کس دیں۔ عیاش نے حارث سے کہا کہ ابوجہل تو ماں کی طرف سے میرا بھائی ہے تم کون مارنے والے ہو اور قسم کھائی کہ اگر مجھے تنہا مل گیا تو تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ بعد میں حارث بھی مسلمان ہو گیا جس کا عیاش کو علم نہیں تھا وہ بھی غالباً ہجرت کر کے مدینہ آ رہا تھا کہ عیاش نے اسے قتل کر ڈالا اور پھر جب معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہو چکا تھا تو اس پر پشیمان ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی جب اس طرح کوئی مسلمان غلطی سے مارا جائے تو اس کے دو حکم ہیں ایک کفارہ (کبیر، شوکانی) اور دوسرے دیت (خون بہا) کفارہ تو یہ ہے کہ مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کرے۔ کفارہ تو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا۔ ہاں دیت اگر وارث معاف کر دیں تو ساقط ہو سکتی ہے مگر یہ اس وقت ہے جب مقتول کے وارث بھی مسلمان ہوں یا کافر ہوں لیکن ان سے معاہدہ ہو یا ذمی ہو، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؗ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو (جہاد پر نکلو) تو اگر کوئی شخص تمہیں سلام کہے تو اسے یہ نہ کہا کرو کہ تم مومن نہیں بلکہ اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ اگر تم متاع حیات چاہتے ہو تو اللہ کے ہاں بہت سے اموال غنیمت ہیں۔ اس سے قبل تمہاری اپنی بھی یہی صورتحال تھی پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، لہٰذا تحقیق کر لیا کرو' جو تم کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے باخبر ہے۔ (۹۴)

خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع

جولوگ بغیر کسی معذوری کے بیٹھ رہیں اور جہاد میں شامل نہ ہوں اور جولوگ اپنی جانوں اور اپنے اموال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا بیٹھ رہنے والوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ درجہ رکھا ہے اگرچہ ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے' تاہم بمقابلہ بیٹھ رہنے والوں کے جہاد کرنے والوں کا اللہ کے ہاں بہت زیادہ اجر ہے(۹۵) ان کیلئے اللہ کے ہاں بڑے درجے بھی ہیں اور مغفرت اور رحمت بھی اور اللہ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانیوالا ہے(۹۶)

آیت ۹۴: اس آیت کے سبب نزول کے بیان میں امام مسلم و بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ(بنوسلیم کا) ایک آدمی اپنی بکریاں چرا رہا تھا، کچھ صحابہ کا اس کے پاس سے گذر ہوا تو اس نے سلام کیا،(لیکن صحابہ نے کہا یہ شخص اپنی جان اور بکریاں بچانے کیلئے ہمیں سلام کررہا ہے چنانچہ) اسے قتل کردیا اور اس کی بکریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آئے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر:5350)

آیت ۹۵: گذشتہ آیتوں میں مومنوں کو جہاد کی ترغیب دلائی گئی تھی، اب انکے درجات کا بیان ہو رہا ہے اور یہاں وہ مجاہدین مراد ہیں، جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی اور وہ لوگ جو کسی مجبوری کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکے تھے۔

بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں لکھوایا، عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے، انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! اللہ کی قسم اگر میں جہاد کرسکتا تو ضرور کرتا، فوراً(غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ) نازل ہوئی۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:2620)

اس پر مزید روشنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے پڑتی ہے۔ جسے احمد' بخاری اور ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے واپس ہوتے ہوئے راستہ میں فرمایا کہ مدینہ میں کچھ ایسے لوگ رہ گئے ہیں جو تمہارے ساتھ پورے سفر میں رہے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! اگرچہ وہ مدینہ میں رہ گئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہاں، جنہیں کسی عذر نے روک لیا۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:2581)

اس آیت میں مجاہدین کیلئے جو اجر عظیم ہے اس کی تفصیل ہے۔ بخاری و مسلم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جنت میں سو(۱۰۰) درجے ہیں جنہیں اللہ نے مجاہدین کیلئے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین کا فاصلہ ہے''۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي
الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً
فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ
الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى
اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا
غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ
فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ
يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى
اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے رہے، جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں: تم کس حال میں مبتلا تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ''ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے'' فرشتے انہیں جواب میں کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے (۹۷) مگر جو مرد عورتیں اور بچے فی الواقع کمزور اور بے بس ہیں اور وہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر اور راہ نہیں پاتے (۹۸) امید ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو معاف فرمادے' کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اللہ ان سے درگزر کرے' اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے (۹۹) جو کوئی اللہ کی راہ میں گھر کو چھوڑے گا' وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں بھی پائے گا اور کشادگی بھی' اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا' پھر اسے موت نے آ پکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (۱۰۰)

تشریح ۹۷: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مکہ اور اس کے قرب و جوار میں مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن انہوں نے اپنے آبائی علاقے اور خاندان چھوڑ کر ہجرت کرنے سے گریز کیا جبکہ مسلمانوں کی قوت کو ایک جگہ مجتمع کرنے کیلئے ہجرت کا نہایت تاکیدی حکم مسلمانوں کو دیا جا چکا تھا۔ اس لئے جن لوگوں نے ہجرت کے حکم پر عمل نہیں کیا، ان کو یہاں ظالم قرار دیا گیا ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم بتلایا گیا ہے' جس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حالات و ظروف کے اعتبار سے اسلام کے بعض احکام کفر یا اسلام کے مترادف بن جاتے ہیں۔ جیسے اس موقع پر ہجرت کو اسلام اور اس سے گریز کو کفر کے مترادف قرار دیا۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ ایسے دارالکفر سے ہجرت کرنا فرض ہے جہاں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا مشکل اور وہاں رہنا کفر اور اہل کفر کی حوصلہ افزائی کا باعث ہو۔ یہاں ارض (جگہ) سے مراد شانِ نزول کے اعتبار سے مکہ اور اس کا قرب و جوار ہے اور آگے ارض اللہ سے مراد مدینہ ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے، یعنی پہلی جگہ سے مراد ارض کفار ہوگی جہاں اسلام پر عمل مشکل ہو' اور ارض اللہ سے مراد وہ جگہ ہوگی جہاں انسان اللہ کے دین پر عمل کرنے کی غرض سے ہجرت کر کے جائے۔

آیت ۹۸: یہ ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو ہجرت سے مستثنیٰ کرنے کا حکم ہے جو اس کے وسائل سے محروم اور راستے سے بھی

بے خبر تھے۔ بچے اگرچہ شرعی احکام کے مکلف نہیں ہوتے لیکن یہاں ان کا ذکر ہجرت کی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے کیا گیا ہے کہ بچے تک بھی ہجرت کریں یا پھر یہاں بچوں سے مراد بالغ بچے ہوں گے۔ (احسن البیان)

آیت ۱۰۰: انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب تم کوئی سفر کرتے ہو یا کوئی وادی طے کرتے ہو تو وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: باوجود اس کے کہ وہ مدینہ میں ہوتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کسی عذر نے روک لیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2627)

جب پورے عرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا تو پھر ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تاہم اگر پھر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مسلمانوں کو کسی خطہ میں رہتے ہوئے دینی شعائر بجا لانا ممکن نہ ہوں یا وہاں رہنا کفر اور اہل کفر کیلئے تقویت کا باعث ہو تو انہیں ہجرت کرنا لازمی ہو جائے گا۔ (تیسیر القرآن)

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے لئے نماز مختصر کر لینے میں کوئی حرج نہیں (خصوصاً) جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں تشویش میں ڈال دیں گے کیونکہ کافر تو بلاشبہ تمہارے کھلے دشمن ہیں (۱۰۱) اور جب آپ مسلمانوں میں ہوں اور آپ (جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہوں تو ایک گروہ آپ کے ساتھ نماز کیلئے کھڑا ہو اور اپنے ہتھیار پاس رکھیں جب یہ گروہ سجدہ کر چکے تو پیچھے ہٹ جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز ادا نہیں کی آگے آئے اور آپ کے ساتھ نماز ادا کرے انہیں بھی چاہئے کہ وہ اپنا دفاع کا سامان اور ہتھیار اپنے ساتھ رکھیں کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تا کہ وہ تم پر یکبارگی پل پڑیں ہاں کوئی حرج نہیں اگر بارش کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے ہتھیار پہننے میں تکلیف محسوس کرو تو انہیں اتار سکتے ہو۔ پھر بھی اپنے بچاؤ کا پورا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے یقینا رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۰۲) پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۲

حال میں اللہ کا ذکر کرو اور جب اطمینان حاصل ہو جائے تو پھر پوری نماز ادا کرو بلاشبہ مومنوں پر نماز اسکے مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے (۱۰۳) اور (مخالف) قوم کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ' اگر تمہیں دکھ پہنچا ہے تو تمہارے ہی جیسا انہیں بھی دکھ پہنچا ہے اور تم اللہ سے بھی (اجر وثواب) کی امید رکھتے ہو، جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے (۱۰۴)

چونکہ ہجرت بغیر سفر کے ناممکن تھی، اسی لئے ہجرت کے احکام کے ساتھ سفر میں نماز کا حکم بیان کرنا مناسب ہوا کہ مسلمان جب سفر میں ہوں تو چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھیں اور آیت میں (فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ) یعنی ''تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ہے'' سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ سفر میں قصر کرنا سنت ہے، واجب نہیں۔ مسلم، احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے یعلی بن امیہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کیا امن ہو جانے کے بعد بھی نماز قصر پڑھی جائے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اللہ کا صدقہ ہے، مسلمان اسے قبول کریں'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا کہ سفر میں آپ نے بغیر حالتِ خوف کے قصر کیا۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ (اِنْ خِفْتُمْ) ''اگر خوف ہو تو قصر کرو'' کی قید اس زمانے میں مسلمانوں کا حال بیان کرنے کیلئے ہے ورنہ قصر ہر سفر میں جائز ہے۔ اور بخاری اور دوسرے محدثین نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کیلئے روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ لوٹ کر آ گئے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1081)

آیت ۱۰۲: اس میں اور اس کے بعد والی آیت میں حالتِ خوف میں نماز کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ نسائی اور امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مکہ جاتے ہوئے مقام عسفان میں تھے کہ مشرکین نے آپس میں کہا: یہ لوگ ابھی کچھ ہی دیر بعد ایک اور نماز پڑھیں گے جو انہیں بہت ہی محبوب ہے تو ہم ان پر حملہ کر دیں گے، یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے حالتِ خوف کی نماز پڑھی۔ (احمد:4/59 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خوف کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی، اس لئے کہ اللہ نے صلوۃ خوف کیلئے آپ کا ہونا شرط قرار دیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آپ کے بعد صحابۂ کرام نے حالت خوف میں نماز پڑھی اور آپ کی سنت پر عمل کیا۔

احادیث میں اس نماز کی ایک صورت یہ آئی ہے کہ مسلمانوں کی فوج دو جماعتوں میں بٹ جائے گی، ایک جماعت دشمنوں کے سامنے کھڑے ہوگی اور دوسری جماعت فوج کے قائد کے ساتھ ایک رکعت پڑھے گی۔ اس کے بعد امام اپنی جگہ پر کھڑا رہے گا اور نماز

پڑھنے والی جماعت دوسری رکعت پڑھ کر سلام کے بعد دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑی ہو جائے گی اور دوسری جماعت امام کے پیچھے آ جائے گی، امام انہیں اپنی دوسری رکعت پڑھائے گا اور سلام پھیر دے گا، جماعت اپنی دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے گی، دونوں حالتوں میں مسلمانوں کے ہتھیار ان کے پاس رہیں گے تاکہ دشمن انہیں خالی ہاتھ سمجھ کر حملہ نہ کر دے۔ امام شوکانی کہتے ہیں کہ احادیث میں صلوٰۃ خوف کی متعدد صورتیں آئی ہیں اور تمام ہی صورتیں صحیح ہیں۔ کسی بھی صورت پر عمل کرنا جائز ہے۔ جن لوگوں نے کسی ایک صورت کو اختیار کیا ہے اور باقی دوسری صورتوں کو چھوڑ دیا ہے، انہوں نے غلطی کی ہے۔

آیت ۱۰۳۔ ۱۰۴: اس آیت میں مومنوں کو ہر حال میں اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خاص طور سے جب وہ حالت جنگ میں ہوں۔ اسلئے کہ روحانی قوت بہر حال غالب ہو کر رہتی ہے' اسلئے مجاہدین اسلام صرف نماز میں ہی ذکر الٰہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ ہر حال میں اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھیں۔ اسکے بعد اللہ نے کہا کہ جب امن ہو جائے تو مسلمان پوری نمازیں پڑھیں۔

آیت ۱۰۴: یعنی اپنے دشمن کا پیچھا کرنے میں کمزوری یا سستی نہ دکھلاؤ، اس لئے کہ اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ یہ تکلیف تمہارے ساتھ خاص نہیں ہے اور مومنوں کو جنگ میں زیادہ صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ اللہ کی قربت اور اس کی جنت کی امید رکھتے ہیں، جس کی کافر امید نہیں رکھتے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝۱۰۵ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۶ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝۱۰۷ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝۱۰۸

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب نازل کی تاکہ اللہ کی عطا کردہ بصیرت کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور آپ کو بددیانت لوگوں کی حمایت میں جھگڑا نہ کرنا چاہئے (۱۰۵) اور اللہ سے بخشش طلب کیجئے! اللہ تعالیٰ یقینا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (۱۰۶) اور نہ ہی آپ کو ان لوگوں کی حمایت میں جھگڑنا چاہئے جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے مجرموں کو پسند نہیں کرتا۔ (۱۰۷) وہ لوگوں سے تو (اپنی حرکات) چھپا سکتے ہیں' لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتے اور جب وہ رات کو باہم مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے تو اس وقت وہ انکے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں ان سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (۱۰۸)

آیت ۱۰۵: اس آیت سے سلسلۂ بیان پھر اسی طرف لوٹ گیا ہے جہاں سے جنگ کا ذکر چھڑ گیا تھا، یعنی رسول کی اطاعت، منافقوں کی نافرمانی، مقدمات وقضایا کا انفصال اور عدل وامانت کا قیام۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے ایک مسلمان نے (جو دل میں منافق تھا اور جس کا نام طعمہ یا بشیر تھا۔ چوری کر کے چوری کا مال ایک یہودی کے ہاں گروی رکھ دیا تھا۔ یہودی اپنے آپ کو بے قصور بتلاتا تھا۔ طعمہ کے گھرانے کے لوگ طعمہ کی حمایت کرتے تھے اور کہتے تھے "یہودی کافر اور خبیث ہے اس کی بات نہیں ماننی چاہئے" ان لوگوں کی حمایت کا باعث یہ تھا کہ طعمہ نے راتوں رات سازش کر کے ان سب کو اپنی حمایت پر ابھارا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئیں اور آنحضرت ﷺ نے یہودی کو بری کر دیا۔ (ترمذی ،حدیث نمبر: 3036 علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے)

بہرحال ان آیات سے معلوم ہوا کہ مسلمان قاضی کو چاہئے ہر حال میں حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اس خیال سے کہ ایک فریق مسلمان اور دوسرا غیر مسلم ہے۔ مسلمان کی طرفداری نہیں کرنی چاہئے۔

هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ يَّكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ۝۱۰۹ وَ مَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝۱۱۰ وَ مَنۡ يَّكۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۝۱۱۱ وَ مَنۡ يَّكۡسِبۡ خَطِيۡٓـئَةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ يَرۡمِ بِهٖ بَرِيۡٓـئًا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ۝۱۱۲ ع ۱۶ وَ لَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَ رَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّضِلُّوۡكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا يَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ۝۱۱۳ النصف

دیکھو! تم لوگ دنیا کی زندگی میں تو ان کی حمایت میں جھگڑ رہے ہو مگر قیامت کے دن ان کی حمایت میں اللہ سے کون جھگڑے گا؟ ان کا کون وکیل ہوگا؟ (۱۰۹) اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔ (۱۱۰) اور جو شخص کوئی گناہ کا کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے حکمت والا ہے (۱۱۱) اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ خود کرے پھر اسے کسی بے گناہ کے ذمہ تھوپ دے، اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بار اپنے اوپر لاد لیا۔ (۱۱۲) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت آپ کے شامل حال نہ ہوتی تو ایک گروہ نے ارادہ کرلیا تھا کہ آپ کو بہکا دیں، حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو بہکا رہے ہیں اور وہ آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے، کیونکہ اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھلا دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔ (۱۱۳)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں ہجرت کرنے کا اجر وثواب بیان کیا گیا تھا اب ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے روکا گیا ہے۔ ایمان و ہدایت رسول اللہ ﷺ کا حکم ماننے میں ہے اور جو کوئی ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر اور راستے کی پیروی کرے گا تو وہ دین اسلام سے خارج ہوگا وہ کافر اور مشرک ہوگا۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ
بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ
النَّاسِ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾
وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ
الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ
مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ع ۱۴
وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ
يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ
يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وقف لازم
وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا
مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ
فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ
فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَ
لِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا
مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ

ان کے اکثر مشوروں میں خیر نہیں ہوتا، مگر یہ کہ کوئی شخص خفیہ طور پر لوگوں کو صدقہ کرنے یا بھلے کام کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو شخص ایسے کام اللہ کی رضا جوئی کیلئے کرتا ہے تو ہم اسے بہت بڑا اجر عطا کریں گے (۱۱۴) مگر جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر اور راہ اختیار کرے، تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کا اس نے رخ کیا ہے پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے (۱۱۵) بلاشبہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے تو وہ کبھی معاف نہیں کرے گا اور اسکے علاوہ دوسرے گناہ جسے چاہے معاف کردے اور جس نے کسی کو اللہ کا شریک بنایا وہ گمراہی میں دور تک چلا گیا (۱۱۶) یہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں حقیقت میں وہ سرکش شیطان کو پکار رہے ہوتے ہیں (۱۱۷) جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لیکر رہوں گا (۱۱۸) اور میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا، انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان پھاڑ ڈالیں، اور انہیں یہ بھی حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کردہ صورت میں تبدیلی کر ڈالیں، اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنالیا اس نے صریح نقصان اٹھایا (۱۱۹) شیطان ان سے وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا ہے اور جو وعدے بھی کرتا ہے، وہ فریب کے

جَهَنَّمُ ۫ وَ لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

سوا کچھ نہیں ہوتے (۱۲۰) ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس سے نجات کی وہ کوئی صورت نہ پائینگے (۱۲۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو انہیں ہم ایسے باغات میں داخل کرینگے جن میں نہریں جاری ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ بجا ہے اور قول میں اللہ سے بڑھ کر اور کون سچا ہوسکتا ہے۔(۱۲۲)

آیت ۱۱۶: شرک سب سے زیادہ گہری اور سنگین گمراہی ہے۔ مذکورہ (النسآء:۴۸) میں گذر چکی ہے اور تفسیر بھی بیان ہوچکی ہے۔

آیت ۱۱۷: اناث سے بت مراد ہیں۔ مشرک فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں اور ان کی عبادت کو اس کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ پھر ان کے بت بنا کر انہیں زیور پہنا کر کہتے کہ یہ دیویاں اللہ کی بیٹیوں کے مشابہ ہیں، جن کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ سورہ نجم میں فرمایا: **اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى** الخ (النجم:۱۹۔۲۰) بھلا تم نے لات، عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں سوچا بھی (۲) **وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ** الخ (الزخرف:۱۹) انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے بندے ہیں لڑکیاں بنادیا۔ (۳) **وَجَعَلُوا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ** الخ (الصافات:۱۵۸) انہوں نے اللہ کے اور جنوں کے درمیان رشتہ قرار دیا۔

تیرے بندوں میں سے ایک گروہ کو اپنی راہ پر ڈال لوں گا وہ اپنے مال میں میرا حصہ مقرر کر رکھیں گے جیسے بتوں اور قبروں کے نام کی نذر و نیاز نکالی جاتی ہے۔ (موضح)

آیت ۱۲۰: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان کے دل میں ایمان ہونا چاہئے، نماز پڑھنے اور دوسرے نیک اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے یا ابھی جلدی کیا ہے مرتے وقت توبہ کرلیں گے اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔ یا جن بزرگوں اور پیروں کا تم دم بھرتے ہو ان کا اللہ تعالیٰ پر بڑا زور ہے تم ان کا دامن تھام لینا وہ تمہیں سیدھے جنت میں لے جائیں گے وغیرہ۔ اس قسم کے تمام خیالات وظنون شیطانی آرزوں میں داخل ہیں۔ (کذا فی القرطبی و ابن کثیر و وحیدی)

شیطانی وعدے تو سراسر دھوکہ اور فریب ہیں لیکن انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ یہ سچوں کی بات کو کم مانتا ہے اور جھوٹوں کے پیچھے زیادہ چلتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ شیطانی چیزوں کا چلن عام ہے اور ربانی کاموں کو اختیار کرنے والے ہر دور میں ہر جگہ کم ہی رہے ہیں اور کم ہی ہیں۔ (**وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ**) (سبا:۱۳) ''میرے شکر گذار بندے کم ہی ہیں''۔ (احسن البیان)

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا

(نجات کا دارومدار) نہ تمہاری تمناؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو بھی برے کام کرے گا اس کی سزا پائے گا، اور اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی و ناصر نہ پائے گا۔ (۱۲۳) اور جو

يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾
وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ
وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا
مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ
خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸ ۱۵
وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ
فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ
يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ
لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ
وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ
تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ
خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَ اِنِ
امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا
صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ
الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ
تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ
حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا

کوئی اچھے کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت' اور وہ ایمان لانے والا ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ (۱۲۴) اور اس شخص سے کس کا دین بہتر ہو سکتا ہے؟ جس نے اللہ کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا ہو اور وہ نیکوکار بھی ہو اور یکسو ہو جانے والے ابراہیم کے طریقہ کی اتباع کر رہا ہو اور جسے اللہ نے اپنا مخلص دوست بنالیا تھا (۱۲۵) جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۱۲۶) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں: کہہ دیجئے! کہ ان کے بارے میں اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اور اس بارے میں وہ احکام بھی جو یتیم عورتوں سے متعلق اس کتاب میں پہلے سے تمہیں سنائے جا چکے ہیں کہ ان کے مقررہ حقوق تو تم دیتے نہیں (میراث وغیرہ) اور ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور ان بچوں کے بارے میں بھی جو ناتواں ہیں' نیز اللہ تمہیں یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ اور جو بھلائی کا کام تم کرو گے، اللہ یقیناً اسے خوب جانتا ہے (۱۲۷) اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے بدسلوکی یا بے رخی کا خوف ہو تو اگر میاں بیوی آپس میں (کچھ کمی بیشی کر کے) سمجھوتہ کر لیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں اور صلح بہرحال بہتر ہے اور لالچ تو ہر نفس کو لگا ہوا ہے، لیکن اگر تم احسان کرو اور اللہ سے ڈرتے ہو تو جو کچھ تم کرو گے' اللہ یقیناً اس سے خوب واقف ہے۔ (۱۲۸) اگر تم اپنی بیویوں کے درمیان کما حقہ، عدل کرنا چاہو بھی تو ایسا ہرگز نہ کر سکو گے' لہٰذا یوں نہ کرنا کہ ایک بیوی کی طرف تو پوری طرح مائل ہو جاؤ اور

كَالْمُعَلَّقَةِ ۗ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿١٣٠﴾

باقی کو لٹکتا چھوڑ دو اور اگر تم اپنا رویہ درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحیم ہے (۱۲۹) اور اگر دونوں میاں بیوی الگ ہو جائیں تو اللہ اپنی مہربانی سے ہر ایک کو بے نیاز کردے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور حکمت والا ہے۔ (۱۳۰)

صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جب بھی کوئی تکلیف، مصیبت، بیماری، غم پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (تیسیر الرحمن لبیان القرآن) (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5210)

ایسی دوستی جس میں کوئی خامی نہ تھی

جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو آپ کی وفات سے پہلے یہ فرماتے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1827)

یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو انسانیت کا امام بنایا۔ یہودی، عیسائی مسلمان سب انہیں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ بنی نوع انسان کی امامت کا منصب ابراہیم علیہ السلام کو ایسے ہی نہیں مل گیا بلکہ آپ کی پوری زندگی سن شعور سے لیکر مرتے دم تک قربانیوں ہی سے بھرپور تھی۔ دنیا میں انسان جن چیزوں سے محبت کرتا ہے ان میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھی جسے خلیل اللہ نے حق کی خاطر قربان نہ کیا ہو۔ والدین، وطن اور گھر بار چھوڑنا، بادشاہ کو دین کی برملا دعوت اور اس کے نتیجے میں آگ میں کودنے کیلئے تیار ہو جانا، بیوی ہاجرہ اور شیر خوار بیٹے کو اللہ کے حکم کے مطابق بے آب و گیاہ علاقہ میں چھوڑنا۔ بوڑھی عمر میں نوجوان بیٹے اسمٰعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے پر عملی طور پر آمادہ ہونا۔ اپنے وقت کی ہر طاغوتی طاقت سے ٹکر لینا۔ چاہے وہ بادشاہ ہو یا تقلید آباء ہو۔

آیت ۱۲۶: اشارہ ہے اس بات کی طرف کے اللہ کا اقتدار بھی ہمہ گیر ہے اور علم بھی ہمہ گیر۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۱۲۷: سورہ کے آغاز میں عدل کی شرط کے ساتھ تعدد ازواج کی جو اجازت دی گئی ہے۔ اس کے سلسلہ میں بعض سوالات پیدا ہو گئے تھے جن کا جواب یہاں دیا گیا ہے۔ یہ جواب آگے آیت نمبر ۱۲۸ میں درج ہے اور اس جواب سے سوال کی نوعیت خود واضح ہو جاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ
لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي
الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ
يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ
ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع ۱۹ / ۸ / ۱۲
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ
شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ
اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ
اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

جو کچھ ارض وسماوات میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ تم سے پہلے اہل کتاب کو ہم نے تاکیدی حکم دیا تھا اور تمہارے لئے بھی یہ حکم ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم کفر کرو گے تو (سمجھ لو کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے اور وہ بڑا بے نیاز اور حمد کے لائق ہے (۱۳۱) ہاں! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور ہر کام میں اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے (۱۳۲) اے لوگو! اگر اللہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر تمہاری جگہ دوسرے کو لا سکتا ہے اور اللہ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے (۱۳۳) جو شخص دنیا کے ثواب (یعنی بدلہ) کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ کے ہاں تو دنیا کا بدلہ بھی ہے اور آخرت کا بھی اور اللہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (۱۳۴) اے ایمان والو! اللہ کی خاطر انصاف پر قائم رہتے ہوئے گواہی دیا کرو، خواہ وہ گواہی تمہارے اپنے یا تمہارے والدین یا قریبی عزیزوں کے خلاف ہی ہو، اگر کوئی فریق امیر ہے یا فقیر ہے بہر صورت اللہ ہی ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہش نفس کے پیچھے عدل کو چھوڑ و نہیں اور اگر گول مول بات کرو یا سچائی سے کتراؤ (تو جان لو کہ) جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (۱۳۵)

آیت ۱۳۴: جیسے کوئی شخص جہاد، صرف مال غنیمت کے حصول کیلئے کرے تو کتنی نادانی کی بات ہے۔ جب اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں کا ثواب عطا فرمانے پر قادر ہے تو پھر اس سے ایک ہی چیز کیوں طلب کی جائے؟ انسان دونوں ہی کا طلبگار کیوں نہ بنے۔ (احسن البیان)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ آخرت کی کامیابی کیلئے نیک عمل کرنا ضروری ہے۔ اب ان آیات میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ حق کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے سچی گواہی دو۔ اگرچہ معاملہ تمہارے خلاف ہو۔ یا والدین کے خلاف ہو یا رشتہ داروں کے خلاف

ہو چہ جائیکہ وہ مالدار ہوں یا غریب، اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان دونوں کا خیر خواہ ہے۔

تشریح آیات ۱۳۵: اپنے نفس کے خلاف یعنی اعتراف جرم کرنا حوصلہ کا کام ہے۔ اپنے خلاف گواہی، اپنے والدین کے خلاف گواہی دینے اور اقرباء کے خلاف گواہی دینے سے بسا اوقات فریق مخالف پہ خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اس کا دل نرمی کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ مجرم یا ملزم اگر مالدار ہے تو رعایت مت کرو اور کسی فقیر کی غربت کی وجہ سے خوف نہ کھاؤ بلکہ اللہ کا حکم نافذ کرو۔ ان کا اللہ وارث ہے اور تم دونوں سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝١٣٦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝١٣٧ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَۨا ۝١٣٨ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝١٣٩

اے ایمان والو! (خلوص دل سے) اللہ، اس کے رسول اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے۔ نیز اس کتاب پر بھی جو اس سے پہلے اس نے نازل کی تھی' اور جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے تو وہ گمراہی میں بہت دور تک چلا گیا (۱۳۶) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے' اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ہی انہیں سیدھی راہ دکھلائے گا (۱۳۷) منافقوں کو آپ بشارت دیجئے کہ ان کیلئے المناک عذاب ہے (۱۳۸) جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں' تو کیا یہ لوگ کافروں کے ہاں عزت چاہتے ہیں حالانکہ عزت تو اللہ ہی کیلئے ہے۔ (۱۳۹)

آیت ۱۳۷-۱۳۸: اس کے بعد منافقوں کی حالت بیان کی ہے کہ اگرچہ انہوں نے بظاہر ایمان کی راہ اختیار کر لی تھی، فی الحقیقت وہ ایمان سے محروم تھے۔ چنانچہ بار بار آئے اور بار بار الٹے پاؤں پھر گئے۔ سو ایسا ایمان، ایمان نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے نہ تو اللہ کی مغفرت ہوگی نہ ایسوں پر سعادت و کامیابی کی راہ کھلے گی۔ (ترجمان القرآن ابوالکلام آزادؒ)

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا
مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ
اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ
وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَاۨ ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ
يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ
قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ
نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ
مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ ع ۱۷
اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ
قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ
اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ
اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ
عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي
الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ
نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ

اور اللہ اپنی کتاب میں تمہارے لئے یہ حکم پہلے نازل کر چکا ہے کہ جب تم سنو کہ آیات الٰہی کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو۔ حتیٰ کہ یہ لوگ کسی دوسری بات میں لگ جائیں، ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو جاؤ گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔ (۱۴۰) وہ لوگ آپ کے بارے میں ہر وقت منتظر رہتے ہیں اگر اللہ کی مہربانی سے تمہیں فتح نصیب ہو تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کا پلہ بھاری رہے تو انہیں کہتے ہیں، کیا ہم تم پر قابو پانے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچا نہیں لیا؟ پس اللہ ہی یوم قیامت تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ نے کافروں کیلئے مسلمانوں پر (غلبہ کی) ہرگز صورت نہیں رکھی (۱۴۱) یہ منافق اللہ سے دھوکہ بازی کرتے ہیں جبکہ اللہ ہی انہیں دھوکہ میں ڈال رہا ہے اور جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں دوسروں کو دکھلانے کیلئے نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ کو کم یاد کرتے ہیں (۱۴۲) یہ کفر اور ایمان کے درمیان لٹک رہے ہیں' نہ ادھر کے ہیں اور نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے آپ اس کیلئے کوئی راستہ نہ پائیں گے (۱۴۳) اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ' کیا تم اپنے آپ پر اللہ کی صریح حجت قائم کرنا چاہتے ہو؟ (۱۴۴) یہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے 'اور آپ ان کا کوئی مددگار نہ پائیں گے (۱۴۵) ہاں ان میں سے جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور اللہ (کے

اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

دین) کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ کیلئے اپنے دین کو خالص کر لیا تو ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ عنقریب مومنوں کو بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا (۱۴۶) اگر تم لوگ اللہ کا شکر یہ ادا کرو اور خلوص نیت سے ایمان لے آ ؤ تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دے؟ (جبکہ) اللہ بڑا قدر دان اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۱۴۷)

آیت ۱۴۰: آج کل بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے اور ان کی نظروں میں عزت کا مقام حاصل کرنے کیلئے قرآن وحدیث کے صریح احکام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس سے پہلے سورہ انعام میں یہ حکم نازل ہو چکا تھا۔ (دیکھئے آیت ۶۸)

لیکن اس کے باوجود منافقین کی یہ روش تھی کہ مسلمانوں کی مجلسوں کو چھوڑ کر یہودیوں اور مشرکوں کی مجلس میں شریک ہوتے اور وہاں آیات الٰہی کا مذاق اڑایا جاتا۔ آیت میں اس روش کی طرف اشارہ ہے۔ ویسے آیت عام ہے اور ہر ایسی مجلس میں شرکت حرام ہے جہاں قرآن وسنت کا مذاق اڑایا جاتا ہو۔ چاہے وہ مجلس کفار ومشرکین کی ہو یا اہل بدعت کی۔

جو شخص کسی مجلس میں اپنے دین کا عیب سنے پھر اس میں بیٹھے اگر چہ نہ کہے وہ منافق ہے۔ (موضح)

آیت ۱۴۲: اس آیت میں بھی منافقین کے بعض اعمال قبیحہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، اپنی زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے ہیں، لیکن دل میں کفر چھپائے ہوتے ہیں اور اپنی کم عقلی اور نادانی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں ہماری جان و مال محفوظ ہے اسی طرح آخرت میں بھی عذاب سے بچ جائیں گے، ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب نماز کیلئے آتے ہیں تو بوجھل جسم کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جیسے کسی نے انہیں اس کام پر مجبور کیا ہو، اس لئے کہ ان کی نیت نماز کی نہیں ہوتی اور نہ اس پر ان کا ایمان ہوتا ہے اور نہ ہی نماز کے ارکان واعمال پر وہ غور وخوض کرتے ہیں ان کا مقصد لوگوں کو دکھلانا ہوتا ہے تا کہ انہیں مسلمان سمجھا جائے۔ وہ اپنی نمازوں میں بہت کم اللہ کو یاد کرتے ہیں، نہ وہ خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں اور نہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ زبان سے کیا پڑھ رہے ہیں۔

حافظ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ یہ بات بری ہے کہ آدمی نماز میں سست کھڑا ہو، بلکہ اسے

خوش وخرم اور شاداب چہرے کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیۓ۔ اس لئے کہ بندہ نماز میں اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے اور جب اسے پکارتا ہے تو اس کی پکار سنتا ہے۔ حاکم کہتے ہیں، یہ آیت دلیل ہے کہ نماز میں سستی کرنا منافق کی نشانی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''منافقین پر سب سے بھاری نماز، عشاء اور فجر کی ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:617)

امام مالک نے موطا میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' وہ منافقین کی نماز ہے کہ آدمی بیٹھا رہے اور جب آفتاب زرد ہو جائے اور شیطان کی دو سینگوں کے درمیان پہنچ جائے، تو اٹھے اور چار ٹھونگیں مارلے اور ان میں اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر:413) (موطا کتاب القرآن، باب النهي عن الصلوة بعد الصبح والعصر)

آپ ﷺ نے فرمایا تھا: اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:33)

جس میں چار خصلتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ خصلتیں یہ ہیں):

عملی منافقت کی مثال

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۳) جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے۔ (۴) اور جب جھگڑے تو حق وصواب سے گریز اور کذب وباطل کا راستہ اختیار کرے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ
اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾
اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ
بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ
يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا
مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ
يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ
اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع

اللہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص دوسرے کے متعلق اعلانیہ بری بات کرے۔ مگر یہ کہ اس پر ظلم ہوا ہو۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۱۴۸) اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا خفیہ کرو یا کسی کا قصور معاف کرو تو اللہ (خود بھی) بڑا معاف کرنے والا ہے اور ہر بات پر قادر ہے (۱۴۹) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم فلاں رسول پر تو ایمان لاتے ہیں اور فلاں کا انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان (ایک تیسری) راہ اختیار کریں (۱۵۰) ایسے ہی لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۵۱) اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں کسی میں تفریق نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو اللہ انکے اجر عطا فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے (۱۵۲)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں منافقین کی برائی بیان کی گئی تھی کہ وہ اخلاق و کردار کے اعتبار سے اچھے لوگ نہیں ہیں اب ان آیات میں مظلوم آدمی کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ ظالم کی کھل کر برائی بیان کر سکتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے میرا پڑوسی بہت تکلیف دیتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم اپنا سامان گھر سے نکال کر باہر راستہ میں رکھ دو اس نے ایسا ہی کیا چنانچہ جو بھی گذرتا اس سے پوچھتا تو وہ پڑوسی کے ظلم و ستم کو بیان کرتا سن کر تمام راستہ سے گزرنے والے ظالم پر لعنت و ملامت کرتے، ظالم پڑوسی نے یہ حالت دیکھ کر معافی مانگی اور آئندہ ظلم نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس سے اپنا سامان اندر رکھنے کی درخواست کی۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر:1553 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہودیوں کی برائیاں بیان کی ہیں جیسے یہودیوں کا یہ مطالبہ کہ ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں اور یہودیوں کا یہ جرم کہ انھوں نے بچھڑے کی عبادت کی، عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی اور مریم علیہا السلام پر زنا کا الزام لگایا۔

زبان سے بری باتیں نکالنا اللہ کو ناپسند ہے

تشریح آیات: اس آیت نے اخلاق کی اصطلاح میں غیبت و بدگوئی اور قانون کی زبان میں ہتک عزت کو بالکل ناجائز قرار دیا ہے اور فرد و جماعت اور شخص دونوں کے ہاتھوں میں فلاح و صلاح کی ایک بڑی اصل دے دی ہے اس وقت منافق، یہودی اور بت پرست سب کے سب ہر ممکن طریقے سے اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانے اور اس کی پیروی قبول کرنے والوں کو ستانے اور پریشان کرنے پر تلے ہوئے تھے کوئی بد سے بدتر تدبیر ایسی نہ تھی جو وہ اس نئی تحریک کے خلاف استعمال نہ کر رہے ہوں، اس پر مسلمانوں کے اندر نفرت اور غصے کے جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اس قسم کے جذبات کا طوفان اُٹھتے دیکھ کر فرمایا کہ بدگوئی پر زبان کھولنا کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ تم مظلوم ہو اور اگر مظلوم ظالم کے خلاف بدگوئی پر زبان کھولے تو اسے حق پہنچتا ہے لیکن پھر بھی افضل یہی ہے کہ خفیہ ہو یا اعلانیہ، ہر حال میں بھلائی کئے جاؤ اور برائیوں سے درگذر کرو، یہ آیات دنیا سے ظلم کے مٹانے کا ایک قانون ہے مگر عام دنیا کے قوانین کی طرح نہیں جن کی حیثیت صرف آمرانہ ہوتی ہے، بلکہ ترغیب کے انداز کا ایک قانون ہے۔ جس میں ایک طرف تو اس کی اجازت دے دی گئی ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کرے تو مظلوم اس کے ظلم کی شکایت یا کسی عدالت میں چارہ جوئی کر سکتا ہے جو عین عدل و انصاف کا تقاضا اور انسداد جرائم کا ایک ذریعہ ہے لیکن اس کے ساتھ ایک قید بھی (النحل: ١٢٦) میں مذکور ہے اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہے لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے، یعنی اگر کوئی شخص تم پر ظلم کرے تو تم بھی اس سے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہو مگر شرط یہ ہے کہ جتنا ظلم اس نے کیا ہے بدلے میں اس سے زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے۔ حاصل یہ ہے کہ ظلم کے جواب میں ظلم کی اجازت نہیں۔ بلکہ ظلم کا بدلہ انصاف ہی سے لیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے مگر صبر کرنا اور معاف کر دینا بہتر ہے۔

آیت ١٤٩: اس کے برعکس اے مسلمانو! اگر تم کسی زیادتی کا جواب بھلائی سے دو یا ظلم کو بددعا کی بجائے دعا یا اعلانیہ یا خفیہ اس کی بھلائی کی تدبیر سوچو اس کا قصور معاف بھی کر دو تو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے۔ کیوں کہ تمہارا پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھنے کے باوجود ظالموں حتیٰ کہ مشرکوں اور کافروں کو رزق بھی دیئے جاتا ہے اور انھیں مہلت بھی دیئے جاتا ہے اور ضمناً اِن آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کسی کی بُرائی بیان کرنا یعنی غیبت گناہِ کبیرہ ہے اسی طرح کسی کے عیب پر پردہ ڈالنا یا پردہ پوشی بہت بڑی نیکی ہے۔ اب معافی اور پردہ پوشی کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیے:

١۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے''۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4689)

٢۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میری اُمت کو معاف کر دیا جائے گا بجز (گناہ) ظاہر کرنے والوں کے اور وہ گناہ یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی (بُرا) کام کرے۔ پھر جب صبح ہو تو اگرچہ اللہ نے اس عمل پر پردہ ڈال دیا تھا، وہ کہے ''اے فلاں! میں نے آج رات یہ اور یہ کام کیا تھا۔ اللہ نے تو اس کے عیب پر پردہ ڈالا تھا مگر اس نے اپنے عیب سے اللہ کے پردہ کو کھول دیا''۔ (صحیح

بخاری، حدیث نمبر:5608۔صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5306)

۳۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:2262)

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) تم میں سے کوئی شخص اپنے پروردگار سے اتنا قریب ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا بازو رکھ دے گا۔ پھر فرمائے گا، ''تم نے فلاں فلاں کام کئے تھے'' وہ کہے گا ''ہاں'' پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے ''تم نے فلاں فلاں کام بھی کیا تھا؟'' وہ کہے گا ''ہاں'' گویا وہ ہر جرم کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں نے دنیا میں ان پر پردہ ڈال دیا تھا اور آج تجھے معاف کرتا ہوں''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:5609)

۵۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اور سب سے بعد دوزخ سے نکلے گا۔ وہ شخص قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اس کے صرف ہلکے گناہ پیش کرو۔ چنانچہ اس کے ہلکے گناہ پیش کر کے اسے کہا جائے گا۔ کہ تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا۔ وہ کہے گا ہاں اور انکار نہ کرسکے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں وہ پیش نہ کردیئے جائیں۔ اس کے لئے حکم ہوگا کہ تیری ہر برائی کے عوض تجھے ایک نیکی دی جاتی ہے۔ یہ سن کر وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے تو کچھ اور بھی کام کئے تھے جنھیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر:277)(تیسیر القرآن)

امت محمدیہ کا تمام نبیوں پر ایمان ہے:

آیت ۱۵۲: اس آیت سے مراد امت محمدی ہے جو تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتی ہے لہٰذا ان کیلئے بشارت ہے۔(قرطبی)

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ

اہل کتاب آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ آسمان سے ان پر کوئی کتاب اتار لائیں ایسے لوگوں نے تو حضرت موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بات کا مطالبہ کیا تھا۔ کہنے لگے ''ہمیں اللہ کو (ہمارے سامنے) ظاہر دکھلا دو'' ان کی اسی سرکشی کی وجہ سے ان کو بجلی نے آلیا' پھر انھوں نے واضح دلائل آجانے کے بعد بچھڑے کو (اپنا معبود) بنالیا۔ پھر ہم نے یہ قصور بھی معاف کردیا اور ہم نے موسیٰ کو صریح غلبہ عطا کیا (۱۵۳) ہم نے (ان یہود سے) اقرار لینے کیلئے ان کے سروں پر طور پہاڑ کو

سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ
اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ
مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ
الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ
بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا
عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا
صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ
عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾
بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

بلند کیا اور کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا' نیز یہ بھی حکم دیا کہ سبت کے بارے میں زیادتی نہ کرنا اور ان باتوں پر ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔ (۱۵۴) پھر چونکہ ان لوگوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور اللہ کی آیات کا انکار کیا اور انبیاء کو ناحق قتل کیا اور کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی تھی لہٰذا ماسوائے چند آدمیوں کے یہ ایمان نہیں لائیں گے (۱۵۵) نیز اس لئے کہ انھوں نے حق کا انکار کیا اور مریم پر بہت بڑا بہتان لگا دیا (۱۵۶) نیز یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا ہے۔ حالانکہ انھوں نے اسے نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ یہ معاملہ ان کیلئے مشتبہ ہو گیا' اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس معاملہ میں اختلاف کیا وہ خود بھی شک میں مبتلا ہیں۔ انھیں حقیقت کا کچھ علم نہیں محض ظن کے پیچھے ہیں اور یقیناً وہ انھیں قتل نہیں کئے تھے (۱۵۷) بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زورآور اور حکمت والا ہے (۱۵۸)

یہودیوں کی ضد اور ہٹ دھرمی:

آیت ۱۵۳: اس آیت میں یہودیوں کی دوسری جہالت کا بیان ہے اور اس سے مقصد ان کے تعصب اور جبلی ضد و عناد کو بیان کرنا ہے (تفسیر کبیر) رسول ﷺ کی رسالت پر ایمان تو لانا نہیں چاہتے تھے مگر از راہ شرارت نت نئے شبہات وارد کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ یہود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے تختیاں ملی تھیں۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اسی طرح کی کتاب لا کر دکھائیں تا کہ ہم آپ کی تصدیق کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن جریر) قرآن نے اس شبہ کے جواب میں پہلے تو ان پر الزامات عائد کئے پھر اِنَّآ اَوْحَيْنَآ (الآیة) سے اس شبہ کا تحقیقی جواب دیا ہے (تفسیر کبیر) اور یہ سلسلۂ بیان آیت ۱۵۷ تک چلا گیا ہے اس کے بعد يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا سے نصاریٰ سے خطاب ہے (فتح الرحمن) فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کتاب لائے تو تم نے اس سے بھی بڑا مطالبہ پیش کر دیا یعنی ہم اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ (دیکھئے البقرۃ:۵۵) یعنی انھوں نے تعصب

اور عناد سے کام لیا لیکن آخر کار موسیٰ علیہ السلام کو سلطنت و اقتدار حاصل ہوگیا اور یہ لوگ انکے حکم کی خلاف ورزی نہ کر سکے۔ اس پر بر سبیل تنبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی ہے کہ آخر کار یہ معاندین مغلوب ہوں گے اسکے بعد انکی دوسری جہالتوں کا بیان ہے (اشرف الحواشی)

آیت ۱۵۶: یہ پہاڑ یہودیوں کے سروں پر اس طرح اٹھایا گیا تھا کہ وہ ابھی سروں پر گرنے والا ہے دیکھئے (الاعراف: ۱۷۱)

اللہ کے اس حکم کو بھی انھوں نے نافرمانی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ دیکھیں (الاعراف: ۱۶۲) جس کا انھوں نے لحاظ نہیں کیا ہے۔ تفصیل دیکھیں۔ (الاعراف: ۱۶۶۔ ۱۶۳)

ہفتہ کے دن یہودیوں کو مچھلی کا شکار کرنا منع تھا۔ (تیسیر القرآن) یہاں بنی اسرائیل کے ان جرائم کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ جس قوم کی تاریخ اس قسم کے جرائم سے بھری پڑی ہو اور جن کا قومی مزاج ہی باغیانہ بن چکا ہو وہ اگر آج تم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ قرآن کو آسمان سے اترتا دکھا دو تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ان کو نہ کوئی بات سمجھنا ہے اور نہ ایمان لانا بلکہ محض بات ٹالنے کی غرض سے شرائط اور مطالبات پیش کر رہے ہیں۔ یہود فخر کے ساتھ کہتے کہ ہمارا عقیدہ اتنا پختہ ہے کہ تمہاری بات کا کوئی اثر ہمارے دلوں پر نہ ہوگا حالانکہ حق آ جانے کے بعد غلط عقائد پر جمے رہنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ (دعوۃ القرآن)

آیات ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸: اس کی تشریح پارہ ۳ آل عمران میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۱ (عام فہم تفسیر القرآن)

ان کے جرائم و معاصی کی وجہ سے ان پر کئی حلال چیزیں حرام ہو گئیں۔

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۲

اور تمام اہل کتاب (ابن مریم) کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے (۱۵۹) یہودیوں کے اس ظلم کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں حرام کر دیں۔ جو پہلے ان کیلئے حلال تھیں (۱۶۰) اور اس لئے کہ وہ سود کھاتے حالانکہ انھیں اس سے منع کیا گیا تھا نیز وہ لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھا جاتے اور ایسے کافروں کیلئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۶۱) لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ اور ایماندار ہیں وہ اس وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی تھی وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم بڑا اجر عطا کرینگے۔ (۱۶۲)

آیات ۱۶۰۔۱۶۱: یعنی ان کے ان جرائم و معاصی کی وجہ سے بطور سزا بہت سی حلال چیزیں ہم نے ان پر حرام کردیں تھیں۔ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ (الانعام:۱۴۷) ہم نے یہودیوں پر ناخن والا جانور حرام کردیا اور ان پر گائے بکری کی چربیاں بھی حرام کردیں۔

پھر فرمایا یہ سودخور تھے حالانکہ سود سے انھیں روک دیا گیا تھا یعنی اللہ نے انھیں سود سے منع فرمادیا تھا پھر بھی انھوں نے سود لیا۔ طرح طرح کے حیلے تلاش کر سودخوری جاری رکھی اور باطل سے لوگوں کا مال اڑاتے رہے اس جرم پر ہم نے بعض حلال چیزیں بھی ان پر حرام کردیں۔ (تفصیل سورۃ الانعام ۱۴۶ میں ہے) (احسن البیان)

آیت ۱۶۱: آیت میں جن حضرات کیلئے اجر کامل کا وعدہ ہے وہ ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے ہے اور جہاں تک نفس نجات کا تعلق ہے وہ عقائد ضروریہ کی تصحیح پر موقوف ہے۔ بشرطیکہ خاتمہ بالایمان کی سعادت نصیب ہو۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّ
النَّبِيِّـنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ
وَإِسْمَٰعِيلَ وَ إِسْحَٰقَ وَ يَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَ
عِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَ يُونُسَ وَ هَٰرُونَ وَ سُلَيْمَٰنَ ۚ
وَ ءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿۱۶۳﴾ وَ رُسُلًا قَدْ
قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ
نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَ كَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ
تَكْلِيمًا ﴿۱۶۴﴾ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ لِئَلَّا
يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۶۵﴾

(اے محمد) ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد والے انبیاء کی طرف کی تھی، نیز ہم نے ابراهیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی تھی (۱۶۳) کچھ رسول تو ایسے ہیں جن کا حال اس سے پہلے ہم آپ کو بتلا چکے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کا حال آپ سے بیان نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے بول کر کلام کیا (۱۶۴) یہ سب رسول (لوگوں کو) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ ان رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کیلئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے (۱۶۵)

تشریح آیت ۱۶۳: مخالفوں کے اعتراض کا جواب دیا جارہا ہے جو یہ کہتے تھے کہ قرآن ایک دم پورا کیوں نازل نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سالوں میں تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ سے خطاب کرکے کہہ رہا ہے کہ وحی کوئی نئی چیز نہیں ہے وحی الٰہی کو عرب کے بت پرست بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام پر وحی نازل کی تھی یہود بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی تھی، عیسائی بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی تھی اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں پر مختلف انداز سے وحی

نازل کی ہے۔لہٰذا وحی کی کسی قسم پر اعتراض کر کے رد کر دینا یا اس پر ایمان نہ لانا یہ انسان کی غلطی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حارث بن ہشام نے رسول اللہ سے پوچھا یارسول اللہ! آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی تو ایسے آتی ہے جیسے گھنٹی کا جھنکار ہو اور کبھی فرشتہ آ کے کہتا ہے اور کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں مجھ سے بات کرتا ہے تو میں اس کی کہی ہوئی بات یاد کر لیتا ہوں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا سخت سردی کے موسم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی پھر جب یہ سلسلہ رک جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلتا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:2)

قیامت کے دن کسی کا عذر قابل قبول نہ ہوگا؟

آیت ۱۶۵: اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو برابر بھیجا کہ مومنوں کو خوش خبری سنائیں اور کافروں کو ڈرائیں تاکہ لوگوں کو قیامت کے دن اس عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی اور غیر کی مرضی معلوم نہ تھی۔ معلوم ہوتی تو ضرور اس پر چلتے، سو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو معجزے دے کر بھیجا اور پیغمبروں نے راہ حق بتلائی تو اب دین حق کے قبول نہ کرنے میں کسی کو کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ وحی الٰہی ایسی قطعی حجت ہے کہ اس کے روبرو کوئی حجت نہیں چل سکتی بلکہ سب حجتیں قطع ہو جاتی ہیں۔ اور یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے چند یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تم کو میرے رسول اللہ ہونے کا خوب علم ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو اس کا علم نہیں ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا) (معارف القرآن)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا

بلکہ اللہ تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے جو کچھ آپ کی طرف اتارا ہے اپنے علم کی بنا پر اتارا ہے اور فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں اگرچہ اللہ کی گواہی بہت کافی ہے (۱۶۶) جن لوگوں نے اس نازل کردہ وحی کا انکار کیا اور اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) روکا یقینا وہ گمراہی میں بہت دور تک نکل گئے (۱۶۷) بلاشبہ جو لوگ کافر ہوئے اور ظلم کرتے رہے اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا اور نہ ہی انھیں جہنم کی راہ کے سوا کوئی دوسری راہ دکھائے گا (۱۶۸) جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات اللہ کے لئے بالکل آسان ہے (۱۶۹) لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول دین حق لے کر آ چکا ہے لہٰذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم ایمان لے آؤ اور اگر

تَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾

کفر کرو گے تو (یاد رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۱۷۰)

دین حق سے دور رہنے والوں کے لئے کوئی راستہ نہیں:

آیت ۱۶۷: ان لوگوں سے مراد یہودی ہیں جو نبی ﷺ پر خود بھی ایمان نہیں لاتے تھے اور لوگوں کو یہ کہہ کر روکا کرتے تھے کہ اس شخص کی کوئی صفت ہماری کتاب میں مذکور نہیں یا یہ کہ نبوت کا دائرہ تو ہارون اور داؤد علیہما السلام تک محدود ہے، یا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت منسوخ نہیں ہوسکتی، انکی اس قسم کی کوششوں کو قرآن نے "دور کی گمراہی" فرمایا ہے۔

آیت ۱۷۰: یعنی تمہارے کفر سے اللہ کا کیا بگڑے گا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (ابراہیم:۸) ترجمہ: اگر تم روئے زمین پر بسنے والے سب کے سب کفر کا راستہ اختیار کرلیں تو وہ اللہ کا کیا بگاڑیں گے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ تو بے پرواہ تعریف کیا گیا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر تمام انسان اور جن اس ایک آدمی کے دل کی طرح ہوجائیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے تو اس سے میری بادشاہت میں اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمہارے اول و آخر اور انس و جن اس ایک کے دل کی طرح ہوجائیں جو تم میں سب سے بڑا نافرمان ہو تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب ایک میدان میں جمع ہوجاؤ اور مجھ سے سوال کرو اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانے میں اتنی ہی کمی ہوگی جتنی سمندر میں ڈوب کر موتی نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4674۔ احسن البیان)

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی نسبت وہی بات کہو جو حق ہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ تھے جسے اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے سو تم اللہ اور رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ (اللہ) تین ہیں اس بات سے باز آجاؤ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی نسبت وہی بات کہو جو حق ہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ تھے، جسے اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے، سو تم اللہ اور رسولوں پر ایمان

وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾

وقف لازم ۔ ع ۲۴

لاؤ اور نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں اس بات سے باز آ جاؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ اکیلا ہی الٰہ ہے' وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ اکیلا ہی کائنات کا نظام چلانے کیلئے کافی ہے (۱۷۱) مسیح اس بات میں عار نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو کر رہے اور نہ ہی مقرب فرشتے عار سمجھتے ہیں اور جو شخص اسکی بندگی میں عار سمجھے اور تکبر کرے تو اللہ ان سب کو عنقریب اپنے ہاں اکٹھا کریگا (۱۷۲) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انھیں انکے پورے اجر دیگا اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دیگا مگر جن لوگوں نے اللہ کی بندگی کو عار سمجھا اور اکڑے رہے تو انھیں وہ المناک عذاب دے گا اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کسی کو بھی حمایتی و مددگار نہ پائیں گے (۱۷۳) لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح اور صاف نور (قرآن کریم) نازل کیا ہے۔ (۱۷۴)

دین میں غلو

تشریح آیت ۱۷۱: غلو کے معنی بڑھنے، زیادہ ہونے اور حد سے آگے بڑھنے کے ہیں۔ جب یہ لفظ دین کے ساتھ آتا ہے تو دین میں جس چیز کا جو درجہ ہے اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا جو شخص ایک عالم اور امام ہے اسے امام معصوم بنا دینا اور جو شخص نبی اور رسول ہے اسے الٰہ بنا دینا یا اسے الٰہ کا شریک بنا دینا۔

بڑے لوگوں کی تعظیم مطلوب ہے، مگر غلو کر کے ان کی عبادت کرنا غلط ہے یہودیوں نے دین میں غلو کیا کہ اُنھوں نے عزیر علیہ السلام کو الٰہ کا بیٹا قرار دیا۔ عیسائیوں نے دین میں غلو کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں ان کو اللہ اور اللہ کا بیٹا قرار دیا۔

مسلمانوں نے بھی دین میں غلو کیا کہ اولیاء کرام جو اللہ کے نیک بندے ہیں ان کو اللہ کی طرح حاجت روا اور مشکل کشا بنا دیا۔

آدمی کا فائدہ حقیقت کو پانے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جبکہ غلو حقیقت کی ضد ہے غلو حقیقت نہیں ہے لہٰذا اس کو اختیار کرنے

والے اور اس پر عمل کرنے والے نقصان اٹھانے والے ہیں۔

غلو نے جانور کو الٰہ بنادیا جیسے گائے اور سانپ کی انسان پوجا کرتا ہے۔غلو نے پتھر کو الٰہ بنادیا کہ ہندوستان میں لاکھوں بت پوجے جاتے ہیں۔غلو نے بہت سے دریاؤں کو الٰہ بنادیا جیسے کہ لوگ گنگا اور جمنا کی پوجا کرتے ہیں۔

نبیؐ کو جو چاہیں خدا کر کے دکھائیں اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

آیت کریمہ میں اللہ اہل کتاب کو غلو سے اور کسی نبی کے مقام کو حد سے بڑھانے سے روک رہا ہے۔یہ بات عیسائیوں میں بہت ہے کیونکہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے آگے بڑھ گئے اور انھیں ان کے مقام سے ہٹا کر تخت الوہیت پر جا بٹھایا انھیں نبوت کا مقام نہیں بھایا اور نبوت کے بجائے الوہیت کا مقام پسند آیا۔یہ بد بخت اللہ کی طرح ان کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اہل کتاب نے اپنے علماء کو رب بنادیا اور حد سے آگے بڑھادیا اور انھیں بھی نبیوں کی طرح معصوم قرار دیدیا ان کی ہر بات کی پیروی کی جاتی ہے خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز، گمراہی ہو یا ہدایت، صحیح ہو یا غلط اس وجہ سے اللہ نے فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ (التوبۃ:٣١) انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔رحمت عالمؐ نے فرمایا: لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ ، فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ، فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ مجھے حد سے زیادہ نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ کو حد سے بڑھادیا میں تو صرف ایک بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی سمجھو۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:1389)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا محمد! یا سیدنا وابن سیدنا وخیرنا وابن خیرنا (اے محمد! اے ہمارے سردار، اے ہمارے سردار کے بیٹے اور اے محمد سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے بیٹے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اپنی باتوں کا تم خود خیال رکھو، شیطان تمہیں ورغلانے نہ پائے، میں محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں کہ تم مجھے میرے مرتبہ سے جس پر اللہ نے مجھے قائم فرمایا ہے، اونچا چڑھادو۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: 12551 شیخ شعیب الارناؤط اور علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

انتہائی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ عیسائیوں کی یہ بدترین عادت اور یہ گھناؤنا کفر وشرک مسلمانوں میں بھی گھس آیا ہے جس طرح انھوں نے مسیح کو معبود بنالیا اسی طرح انھوں نے احمد کو احد بنالیا، اللہ کی پناہ اللہ کی پناہ اس صریح کفر وشرک سے، اللہ پر اس قدر عظیم بہتان کہ وہ مدینہ میں احمد بن کر آیا۔اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر توہین و بے ادبی کہ وہ اللہ کا عکس ہیں، کیا یہ شرکیہ کلمے مسلمان کی شان کے لائق ہیں؟ کیا یہ اللہ کی توہین نہیں ہے؟ اور اللہ کے رسول کی شان میں انتہائی گستاخی نہیں؟ کیا اس قسم کے دعوے شرک نہیں؟ کیا عیسائیوں کی اور ان کی بات ایک نہیں؟ جو وہ کہتے ہیں وہی یہ کہتے ہیں پھر یہ طرہ کہ ہمیں رسول سے والہانہ محبت ہے

کمال شیفتگی ہے، کیا محبت کی یہی علامت ہے؟ اللہ کے واسطے تم اپنے ضمیر سے پوچھو کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین شان رسالت میں گستاخی اور مقام رسالت میں بے ادبی نہیں؟ اللہ سمجھ عطا فرمائے اور فکر سلیم سے نوازے۔ (آمین)

شرک سے بچو اور اللہ پر الزام نہ لگاؤ:

فرمایا اللہ پر الزام نہ لگاؤ یعنی تمہیں اللہ پر افترا کرتے ہوئے شرم نہیں آتی یہ کہتے ہوئے ڈوب نہیں مرتے کہ اللہ کے بیوی بچے ہیں، حالانکہ اللہ بیوی بچوں سے پاک ہے اپنی سرداری میں یکتا، کبریائی میں ایک اور عظمت میں واحد ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب ہے۔ وہی سچا معبود ہے اور وہی جہان والوں کا رب ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول، اس کے غلام اور اس کے مخلوق ہیں۔ ان سے کہا "کُنْ" "ہوجا" فوراً ہو گئے آپ اللہ کے رسول اور مریم کی طرف ڈالے گئے ایک کلمہ ہیں یعنی اللہ نے جبرئیل کو مریم کی طرف وہ کلمہ دے کر بھیجا انھوں نے اپنے عزت وجلال والے رب کے حکم سے وہ روح مریم صدیقہ کے گریبان میں پھونک دی روح ان میں اتر گئی اور وہ حاملہ ہو گئیں۔

سب عزت وجلال والے اللہ کی مخلوق ہیں چونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی وجہ سے آپ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا گیا فرمایا: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ (المائدۃ:۷۵) مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی پیغمبر گذر گئے ان کے والدہ سچی ہیں، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ (۲) اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران:۵۹) اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے کہ انھیں مٹی سے پیدا کر کے کہا ہو جا پھر وہ ہو گئے۔ (۳) وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (الانبیآء:۹۱) جس نے عصمت کی حفاظت کی، ہم نے اس میں وہی روح پھونک دی ہم نے انھیں اور ان کے بیٹے کو جہان والوں کے لئے نشان بنا دیا۔ پھر فرمایا اللہ کی اور اس کے رسول کی تصدیق کرو کہ اللہ واحد ہے اس کی اولاد نہیں، اس کی بیوی نہیں اور یقین کرو کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور تین کے قائل نہ بنو کہ عیسیٰ اور مریم الوہیت میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں حق تعالیٰ شرک سے بلند وبرتر ہے یہ آیت سورۂ مائدہ ۷۲ والی اس آیت کے ہم معنی ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ انھوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تینوں میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہے اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور سورت کی آخری آیت وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى کے بھی ہم معنی ہے اول سورت میں فرمایا تھا وہ کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔

عیسائیوں کے شرکیہ عقائد:

جہالت کی وجہ سے عیسائیوں کے پاس کوئی ضابطہ نہیں اور نہ ان کے کفر وشرک کی کوئی حد ہے وہ اپنے گمراہ کن اقوال میں بھٹکے ہوئے ہیں، کسی کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ اللہ ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک ہیں اور کوئی انھیں اللہ کا بیٹا تصور کرتا ہے، ان میں بہت فرقے ہیں جن کی رائے مختلف ہیں اور اقوال متصادم ہیں اگر دس عیسائی ایک جگہ جمع ہوں تو ان کی گیارہ رائیں ہوں گی یعنی رائیں تعداد سے بھی زیادہ ہوں گی۔

عیسائیوں کے فرقے: عیسائیوں کا ایک مشہور عالم (سعید بن بطریق مقیم اسکندریہ) لکھتا ہے تقریباً ۴۰۰ھ میں امانت کبریٰ (جو خیانت کبریٰ ہے) کے سلسلے میں جوان کے پاس تھی ایک بڑا جلسہ بلایا گیا جس میں بڑے بڑے علماء جمع ہوئے۔ یہ جلسہ قسطنطین کے زمانہ میں منعقد ہوا تھا جس نے شہر قسطنطین آباد کیا تھا۔ اس جلسہ میں دو ہزار سے زیادہ بڑے بڑے پادری تھے ان کے اختلافات حد وشمار سے باہر تھے اور یہ بے شمار گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ پچاس کا ایک گروہ ہے تو بیس کا دوسرا گروہ، سو کا الگ خیال ہے، تو ستر کا الگ ہے اور کوئی اس سے کم وبیش ہے تو اس کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ ہی ہے آخر بادشاہ نے تین سو اٹھارہ افراد کی ایک جماعت چن لی جن کی رائے ایک تھی اس جماعت کی بادشاہ نے تائید کی بادشاہ حکمت پسند اور دوررس تھا۔ اس نے دیگر تمام اقوال مٹا دیئے اور ان ہی تین سو اٹھارہ کا غلبہ رہا۔ انھیں کے لئے گرجے بنائے گئے۔ کتابیں لکھی گئیں اور قوانین وضع کئے گئے۔ آخر ان میں وہ امانت رکھی گئی جو چھوٹے بچوں کو سکھائی جاتی ہے تاکہ عقیدے کم عمری ہی سے ان کے ذہن میں بیٹھ جائیں اور ان پر اعتماد کریں اس جماعت کے پیروکار ملکانیہ کہلاتے۔ پھر دوسرے اجلاس میں فرقہ یعقوبیہ اور تیسرے اجلاس میں نسطوریہ پیدا ہوا۔ یہ تینوں فرقے مسیح کے بارے میں اقانیم ثلاثہ کے قائل ہیں لیکن اس کی کیفیت میں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں لاہوت ناسوت متحد ہیں بعض کہتے ہیں نہیں اور بعض کہتے ہیں لاہوت ناسوت میں اترا ہوا ہے یہ تین اقوال ہوئے ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے لیکن ہم تینوں کو کافر کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا باز آ جاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اللہ صرف ایک ہے جو اولاد سے پاک وبرتر ہے۔ اس کا ساری کائنات پر حکم چلتا ہے سب اس کے مملوک ومخلوق ہیں اور ہر چیز اس کی غلام ہے ہر شخص اس کی تدبیر وتصرف کے دائرے میں بند ہے اور وہ ہر چیز پر مسلط ووکیل ہے پھر بھلا مخلوق میں سے کیسے اس کے بیوی بچے ہو سکتے ہیں۔ (۱) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ (الانعام: ۱۰۲) فرمایا اللہ ہی نے زمین آسمان ایجاد کیا پھر بھلا کس طرح اس کی اولاد ہو سکتی ہے۔ (۲) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (مریم: ۸۸-۹۵) کہتے ہیں رحمن کے اولاد ہیں۔ اللہ کی قسم! تم نے بڑا زبردست بہتان باندھا اس سے آسمان پھٹ جانے والے ہیں اور زمین وپہاڑ چور چور ہو جانے والے ہیں کہ انھوں نے رحمن کی اولاد کا دعویٰ کیا۔ رحمان کی یہ شان نہیں کہ اس کے اولاد ہو آسمان وزمین میں جو بھی ہے وہ رحمن کے سامنے یقیناً غلام بن کے آئے گا اللہ نے ان میں سے ایک ایک کو گن رکھا ہے اور سب قیامت کے دن اس کے پاس تنہا تنہا آنے والے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ۱۷۲: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کیلئے عیسائیوں کے باطل عقیدہ کے برعکس عظیم شہادت ہے کہ انھیں اللہ کا بندہ ہونے سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ اللہ کیلئے عبودیت تو وہ عزت وشرف ہے جس پر انھیں ناز ہے۔ یہی شہادت اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں کیلئے بھی دی ہے کہ انھیں بھی اللہ کیلئے بندے بننا پسند ہے۔

آیت ۱۷۳: اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ کی عبادت سے منہ موڑے گا اور کبر وغرور سے کام لے گا تو انھیں قیامت کے دن حسب وعدہ جمع کرے گا اور ان کے بارے میں اپنا عادلانہ فیصلہ صادر فرمائیگا۔

آیت ۱۷۴: گذشتہ آیت میں اللہ کی عبادت سے منہ موڑنے والے کو ایک قسم کی دھمکی دی گئی ہے۔ تو اس آیت میں

ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا اور آیت کے آخر میں اللہ کی عبادت سے منہ موڑنے والوں کے انجام کی صراحت کر دی گئی ہے کہ اللہ انھیں سخت عذاب دے گا اور اس دن اللہ کے مقابلہ میں ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

تکبر اور بڑائی صرف اللہ کو سزاوار ہے۔ مخلوق میں کوئی بھی اللہ کے سامنے اکڑے گا، تو یقیناً دوزخ میں جائے گا۔ عہد آدم میں سب سے پہلے ابلیس نے تکبر کیا تو راندۂ بارگاہِ الٰہی قرار پایا۔ جس شخص میں کبر و نخوت ہو لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ اللہ اسے دنیا میں بھی ذلیل کرتا ہے اور آخرت میں بھی ذلیل کر کے اس کی اکڑ توڑ دے گا اور جہنم میں داخل کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار کے سامنے جنت اور دوزخ کا جھگڑا ہوا۔ جنت نے کہا ''پروردگار! میرا تو یہ حال ہے کہ مجھ میں وہی لوگ آ رہے ہیں جو دنیا میں ناتواں اور حقیر تھے'' اور دوزخ کہنے لگی ''کہ مجھ میں وہ لوگ آ رہے ہیں جو متکبر تھے''۔ اللہ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4472)

اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ بہشتی کون ہیں اور دوزخی کون؟ جنتی ہر وہ کمزور اور منکسر المزاج ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اسے سچا کر دے۔ اور دوزخی ہر موٹا اجڈ اور متکبر آدمی ہوتا ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4537) (تیسیر القرآن)

آیت ۱۷۴: کافروں کے تمام گروہوں کے عقائد کی تردید کرنے کے بعد اللہ نے تمام بنی نوع انسان کو رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا کہ انکی نبوت کی صداقت پر حجت تمام ہو چکی اور حق کو واضح کرنیوالا (قرآن کریم) آ چکا ہے۔ اب جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئینگے اور اپنے تمام امور میں اس پر بھروسہ کریں گے تو ان کے حال پر رحم کرے گا انھیں جنت میں داخل کرے گا۔ اور ان کے درجات بلند کرے گا اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مومنوں کی دنیا و آخرت میں یہ امتیازی شان ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں عقیدہ و عمل میں راہ راست پر گامزن ہوتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ انھیں راہ راست پر ڈالے گا جو جنت کی طرف جا رہی ہوگی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝۱۷۵ یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا

اب جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس (قرآن) کو مضبوطی سے تھامے رہے انھیں اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل میں شامل کر لیگا اور اپنی طرف آنیکی سیدھی راہ انھیں دکھا دیگا (۱۷۵) لوگ آپ سے کلالہ کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں' آپ کہئے کہ اللہ یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص لاولد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہی ہو تو اسے ترکہ کا نصف ملے

نِصۡفُ مَا تَرَكَ ۚ وَ هُوَ يَرِثُهَآ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنۡ كَانَتَا اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَ اِنۡ كَانُوۡۤا اِخۡوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۷۶﴾	گا۔ اور کلالہ عورت ہو تو اسکا بھائی اسکا وارث ہوگا' اور اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا' اور اگر کئی بہن بھائی یعنی مرد اور عورتیں ملے جلے ہوں تو مرد کو دو عورت کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تمہارے لئے یہ وضاحت اسلئے کرتا ہے کہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔(۱۷۶)

ع ۲۴

آیت ۱۷۶: کلالہ کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ اس مرنے والے کو کہا جاتا ہے جس کا باپ ہو نہ بیٹا، یہاں پھر اس کی میراث کا ذکر ہو رہا ہے۔ بعض لوگوں نے کلالہ اس شخص کو قرار دیا ہے جس کا صرف بیٹا نہ ہو یعنی باپ موجود ہو، لیکن یہ صحیح نہیں۔ کلالہ کی پہلی تعریف ہی صحیح ہے کیونکہ باپ کی موجودگی میں بہن سرے سے وارث ہی نہیں ہوتی۔ باپ اس کے حق میں حاجب بن جاتا ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر اس کی بہن ہو تو وہ اس کے نصف مال کی وارث ہوگی۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کلالہ وہ ہے کہ بیٹے کے ساتھ جس کا باپ بھی نہ ہو۔ یوں بیٹے کی نفی تو نفی ثابت ہے اور باپ کی نفی اشارۃ النص سے ثابت ہو جاتی ہے۔

ملحوظہ: بیٹے سے مراد بیٹا اور پوتا دونوں ہیں۔ اسی طرح بہن سے مراد سگی بہن یا علاتی (باپ شریک) بہن ہے (ایسر التفاسیر) احادیث سے ثابت ہے کہ کلالہ کی بہن کے ساتھ بیٹی کی موجودگی میں بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف اور بیٹی اور پوتی کی موجودگی میں بیٹی کو نصف، پوتی کو سدس (چھٹا حصہ) اور بہن کو باقی یعنی ثلث دیا گیا (فتح القدیر و ابن کثیر) اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کی اولاد موجود ہو تو بہن کو بحیثیت ذوی الفروض کچھ نہیں ملے گا۔ اب اگر وہ اولاد بیٹا ہو تو کسی اور حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا اور اگر بیٹی ہو تو بہن اس کے ساتھ عصبہ ہو جائے گی اور مابقیہ تو لے گی۔ یہ مابقیہ ایک بیٹی کی موجودگی میں نصف اور ایک سے زائد کی موجودگی میں ثلث ہوگا۔

اسی طرح باپ بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ باپ، بھائی سے قریب ہے۔ باپ کی موجودگی میں بھائی وارث ہی نہیں ہوتا اگر اس کلالہ عورت کا خاوند یا کوئی ماں یا بھائی ہوگا تو ان کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال کا وارث بھائی قرار پائے گا۔ (ابن کثیر)

یہی حکم دو سے زائد بہنوں کی صورت میں بھی ہوگا۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ کلالہ شخص کی دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو انہیں کل مال کا دو تہائی (۲/۳) حصہ ملے گا۔ کلالہ کے وارث مخلوط (مرد اور عورت دونوں) ہوں تو پھر ''ایک مرد، دو عورت کے برابر'' کے اصول پر ورثے کی تقسیم ہوگی۔ (احسن البیان)

الحمد للہ سورۂ نساء ختم ہوئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡمَآئِدَۃ

سورۃ المائدۃ مدنی ہے،اس میں ۱۲۰ آیتیں اور ۱۶ رکوع ہیں۔

تعارف: اس سورہ کے پندرھویں رکوع میں مائدہ کالفظ آیا ہے، مائدہ کے معنی دسترخوان ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے حواری حضرات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کیا آپ کا رب ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل کردے، آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہوجائے اور ہمارا یقین بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہوجائیں۔عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کی اس درخواست پر فرمایا کہ اس طرح کا سوال نہ کرو کیونکہ معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان میں تھوڑی بھی کمزوری عذاب کا سبب بن سکتی ہے۔عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس مطالبے سے روکا اور انہیں اللہ سے ڈرایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اس مطالبے سے رک گئے۔

سورۂ مائدہ کی سب سے پہلی آیت عہد و پیمان سے متعلق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! عہد و پیمان پورا کرو۔آدمی کا عہد و پیمان اللہ سے بھی ہے یعنی اللہ کی عبادت کریں گے اللہ کی اطاعت کریں گے اور اللہ کے دین کی تبلیغ کریں گے۔

یہودیوں نے اللہ سے جو عہد و پیمان باندھا تھا اسے توڑ دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں ان پر لعنت کردی اور سور اور بندر بنادیا اور ان کے دلوں کو سخت کردیا دلوں کو سخت کردینا یہ سب سے بڑی سزا ہے کہ پھر ہدایت سے آدمی محروم ہوجاتا ہے۔

ہم مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ تم یہودیوں کی طرح نہ ہوجاؤ، عہد و پیمان کو پورا کرو یعنی کوئی مسلمان اللہ کی عبادت میں کوتاہی نہ کرے، اللہ کی اطاعت سے منہ نہ موڑے۔اور اللہ کی کتاب قرآن مجید کو اللہ کے تمام بندوں تک پہنچائیں۔اگر ہم یہ کام کریں تو اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے گا، ہماری مدد کو آئے گا اور ہم اللہ کی مہربانی سے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو ورنہ بہت جلد اللہ تم پر کوئی عذاب بھیج دیگا اور تم عذاب ہٹا لینے کیلئے دعائیں کرو گے لیکن وہ دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔(ترمذی، حدیث نمبر: 2169 علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ (آل عمران:۱۱۰) اے مسلمانو! تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کیلئے پیدا کئے گئے ہو کہ تم اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔ اس آیت میں امت مسلمہ کو خیر امت بہترین امت کہا گیا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ نیکی کا حکم کرتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، یہودیوں پر عذاب اس لئے آیا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے اس لئے لعنت کی کہ وہ برائی کو دیکھتے تھے مگر برائی سے روکتے نہ تھے تمام مسلمانوں کو دعوت وتبلیغ میں حصہ لینا چاہئے جس سے جو ہو سکے کوئی علم سے کوئی مال سے اور کوئی وقت لگائے اور اس طرح سب مل جل کر اللہ کے دین کو اللہ کے تمام بندوں تک پہنچائیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (صحیح بخاری، حدیث نمبر:3202) اگر کسی کو قرآن کی بابت ایک آیت بھی یاد ہے اگر کسی کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بھی یاد ہے تو وہ دوسروں تک پہنچائے۔

آج مسلمان جو ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اور ساری دنیا میں جوتائے جا رہے ہیں اور اللہ ہماری مدد نہیں کر رہا ہے تو اس کا بہت بڑا سبب یہ ہے کہ ہم اللہ کے دین کی مدد نہیں کر رہے ہیں اس لئے اللہ ہماری مدد نہیں کر رہا ہے۔

مائدہ کی فضیلت

یہ سورت رسول اللہ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ سفر میں عضبا نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ وحی نازل ہوتے وقت غیر معمولی وزن پڑتا ہے اس لئے اونٹنی عاجز آ گئی اور آپ نیچے اتر گئے۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران مضامین کے اعتبار سے متحد ہیں کیونکہ ان میں زیادہ تر احکام اصول اور عقائد سے متعلق ہیں جیسے توحید رسالت اور آخرت اور سورۂ نساء اور مائدہ مضامین کے اعتبار سے متحد ہیں کہ ان میں زیادہ تر فروعی احکام ہیں اور اصولی بیان ضمنی ہے۔

مرکزی مضمون:

یہ اس مجموعہ کی جس کا سلسلہ سورہ بقرہ سے شروع ہوا تھا آخری سورہ ہے جس میں شریعت کی تکمیل کے اعلان کے ساتھ اس کے احکام وقوانین کی پابندی اور شرعی قوانین کو نافذ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ تکمیل شریعت کا مرحلہ تھا اس لئے انفرادی واجتماعی زندگی سے متعلق شرعی احکام بیان کرنے کیساتھ اہل ایمان کو عہد الٰہی پر قائم رہنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں امت مسلمہ کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی روش اختیار نہ کرے جنھوں نے نقض عہد کیا او جو شریعت کے نظام کو تہ وبالا کئے، اس کی پابندیوں سے نکل بھاگے اور دین میں بدعات (نئی نئی باتیں) پیدا کرنے کے مرتکب ہوئے چونکہ قرآن کا اسلوب ہدایت وتربیت کا ہے اسلئے ان تمام امور ومسائل پر ملے جلے انداز میں گفتگو کی گئی ہے تاکہ شرعی پابندیوں کو قبول کرنے کیلئے نفسیاتی موقع پیدا ہو جائے، اسی طرح موقع کی مناسبت سے یہود (مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ) اور نصاریٰ (ضَآلِّيْنَ) کو آخری حد تک جھنجوڑا گیا ہے تاکہ ان پر حجت پوری قائم ہو جائے اور انکے مقابلہ میں اہل ایمان (اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) کی راہ روشن ہو۔

آیاتھا ١٢٠ ٥ سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٢ رکوعاتھا ١٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ اُحِلَّتْ
لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ
مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ
مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا
شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ
وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ
يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا
حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ
تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا
تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو، تمہارے لئے مویشی قسم کے چرنے والے جانور حلال کئے گئے ہیں۔ سوائے انکے جو تمہیں بتلائے جا چکے ہیں۔ البتہ حالت احرام میں ان کا شکار حلال نہیں، بلاشبہ اللہ وہی حکم دیتا ہے جو وہ چاہتا ہے (١) اے ایمان والو! اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینہ کی، نہ قربانی اور نہ پٹے والے جانوروں کی اور نہ ان لوگوں کو (تنگ کرو) جو اپنے رب کی رضا اور اسکے فضل کی تلاش میں بیت اللہ کے حج کے قصد سے جا رہے ہوں، اور اب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو اور دیکھو اگر کسی قوم نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا ہو تو اسکی دشمنی تمہیں ناروا زیادتی پر مشتعل نہ کر دے۔ نیز نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ (٢)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک مکمل دین عطا فرمایا اور اپنی نعمت مکمل کر دی اور دین اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا۔ اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو یعنی اسلام کے اصولوں پر عمل کرو اور یہود و نصاریٰ کو اس بات کی دعوت دی جا رہی ہے کہ تم بھی دین اسلام کی روشنی سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے باطل اور غلط عقیدوں کو چھوڑ دو۔

امام راغبؒ نے فرمایا کہ معاہدات کی جتنی بھی قسمیں ہیں، سب اس لفظ کے حکم میں داخل ہیں، اور پھر فرمایا کہ اس کی تین ابتدائی قسمیں ہیں۔ ایک وہ معاہدہ جو انسان کا اللہ کے ساتھ ہے۔ مثلاً ایمان، طاعت کا عہد یا حلال و حرام کی پابندی کا عہد۔ دوسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لینا یا حلف کر کے کوئی چیز اپنے ذمہ لازم

کرلے۔ تیسرے وہ معاہدہ جو ایک شخص کا دوسرے شخص کے ساتھ ہے۔ اور اس قسم میں وہ تمام معاہدات شامل ہیں، جو دو شخصوں یا دو جماعتوں یا دو حکومتوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

تشریح آیات ۱۔۲: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مومنوں کو خطاب کرکے پانچ احکام بیان کئے ہیں۔ (۱) عقود وعہود کا پاس ولحاظ (۲) جانوروں کے گوشت کی حلت (۳) کچھ جانوروں کی حرمت، جن کا بیان آگے آئے گا (۴) محرم کے لئے اور حدود حرم میں شکار کی حرمت (۵) غیر محرم کے لئے اور غیر حرم میں شکار کی اجازت۔

لفظ عقود عام ہے، اس سے مراد وہ تمام احکام ہیں جو اللہ نے بندوں پر فرض کئے ہیں اور وہ تمام عہد و پیمان جو انسانوں کے درمیان دنیوی معاملات کے بارے میں طے پائے ہیں۔

پیش آمدہ سفر، جنگ یا کسی معاملہ میں ان کی قسمت میں کیا لکھا ہوا ہے۔ یہ قریش کے سب سے بڑے بت ہبل کے پاس رکھے رہتے تھے۔ ان میں سے کسی پر ''امرنی ربی'' (مجھے میرے رب نے حکم دیا) لکھا ہوتا تھا۔ کسی پر (نہانی ربی) میرے رب نے مجھے منع کیا اور کسی پر کوئی تحریر نہ ہوتی تھی۔ عرب لوگ کسی پیش آمدہ معاملہ میں وہ تیر گھماتے اور جو تیر نکل آتا اس کے مطابق عمل کرتے۔

شطرنج بھی اسی میں داخل ہیں اور نجومیوں کا حساب لگا کر قسمت بتانا بھی اس کے تحت آجاتا ہے۔ (قرطبیؒ)

یعنی اب تمہاری طاقت اس قدر مستحکم ہوگئی ہے کہ تمہارے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ اس چیز سے قطعی مایوس ہو گئے ہیں کہ تمہارے دین کو نیچا دکھا سکیں۔ آج سے مراد حجۃ الوداع (۱۰ ھ) میں عرفہ کا دن ہے جس میں آیت نازل ہوئی (قرطبیؒ) دین کو مکمل کردینے سے مراد یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان فرائض سنن، حدود اور احکام بیان کردیئے گئے اور کفر وشرک کا خاتمہ کرکے اس نعمت کو مکمل کردیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ۸۱ دن زندہ رہے۔ بعد میں وفات پاگئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آیت ربا (سود کی حرمت) اور آیت کلالہ نازل ہوئی ہیں پس دین کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہیکہ دین کا بڑا حصہ مکمل کردیا گیا ہے۔ (ابن کثیرؒ۔ قرطبیؒ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ان تمام عقود وعہود کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ مومن اللہ کا نافرمان نہ ہو۔ اور نہ اجتماعی زندگی میں خائن، بدعہد یا دھوکہ دینے والا بنے۔

بہیمہ سے مراد چوپائے ہیں اور انعام ''نعم'' کی جمع ہے، ''نعم'' اونٹ، گائے اور بکری کو کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری کا یہی قول ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان جانوروں کا گوشت کھانا حلال کردیا گیا ہے۔

خطرناک اور شکار کرنے والے جانور مثلاً شیر اور چیتا اور ناخن والے جانور انعام میں داخل نہیں ہوتے ہیں۔ جن دیگر جانوروں کی حلت قرآن وسنت کے صریح نصوص سے ثابت ہے ان کا کھانا حلال ہے۔ مثلاً ہرنی اور جنگلی گدھا وغیرہ سورۃ الانعام آیت (۱۴۵)

میں فرمایا: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً آپ کہہ دیجئے کہ جو کتاب مجھے بذریعہ وحی دی گئی ہے، اس میں کسی کھانے والے کے لئے کوئی چیز حرام نہیں پاتا ہوں سوائے اس کے کہ کوئی مردار جانور ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَمِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ (صحیح مسلم ،حدیث نمبر:3574) ہر دانت والا درندہ اور ہر جنگل والی چڑیا حرام ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ جانوروں کا کھانا حلال ہے۔بعض صحابہ کرام ؓ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے مذبوحہ جانور کے پیٹ کے بچے کا بھی کھانا حلال قرار دیا ہے۔

یعنی اس حلت سے وہ جانور مستثنٰی ہیں جن کے کھانے کی حرمت قرآن یا سنت میں بیان کردی گئی ہے۔جیسے سورہ مائدہ کی آیت (۳) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (الاية) میں جو کچھ بیان ہوا ہے یا نبی کریم ﷺ کا وہ قول جو ابھی گذرا ہے کہ ہر ناخن والے جانور اور ہر پنجہ والی چڑیا کا کھانا حرام ہے۔آیت کے اس حصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت ''کتاب اللہ'' میں داخل ہے اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن جانوروں اور چڑیوں کا کھانا حرام قرار دیا ہے، وہ سب باتفاق علماء حرام میں داخل ہیں۔

اس کی ایک دلیل وہ مزدور والی حدیث بھی ہے جس کے باپ نے آکر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا یہ لڑکا فلاں کے یہاں مزدوری کرتا تھا اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اس بارے میں فیصلہ کردیجئے تو آپ نے فرمایا لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ کہ میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔حالانکہ قرآن کریم میں منصوص نہیں ہے اس کے بعد اللہ نے فرمایا غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ یعنی حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے۔اس کے بعد فرمایا اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے کیونکہ وہ مالک کُل ہے۔اس لئے اس نے زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں رائج احکام کے خلاف حکم دیا ہے۔(تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت نمبر ۲: شَعَآئِرِ اللّٰهِ : دوسری آیت میں اہل ایمان کو تاکید کی گئی ہے کہ شعائر اللہ کو بے حرمت نہ کرو۔شعار اور شعائر اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مشہور و قابل عالم دین لکھتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو کسی ملک یا عقیدے یا طرز و فکر و عمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو وہ اس کا شعار کہلائے گی۔کیونکہ وہ اس کے لئے علامت و نشانی کا کام دیتی ہے۔جیسے کہ سرکاری جھنڈے، فوج اور پولیس وغیرہ کی وردی، سکے، نوٹ اور اسٹامپ وغیرہ حکومتوں کے شعائر ہیں۔اسی طرح سے دوسرے مذاہب کے شعائر جیسے گرجا اور قربان گاہ اور صلیب مسیحیت کے شعائر اور چوٹی اور زُنار اور مندر برہمنیت کے شعائر ہیں اور پھر عمامہ، کڑا اور کرپان وغیرہ سکھ مذہب کے شعائر ہیں جب کہ ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کے شعار ہیں۔یہ سب مسلک اپنے اپنے ماننے والوں سے ان شعائر کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر میں کسی شعائر کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اس نظام کے خلاف دشمنی رکھتا ہے اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اسی نظام سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔شعائر اللہ سے مراد وہ تمام علامات یا نشانیاں ہیں جو شرک و کفر اور دہریت کے بالمقابل خالص خدا پرستی کے مسلک کی نمائندگی کرتی ہے۔ایسی علامات جہاں جس ملک اور جس نظام میں بھی پائی جائیں، مسلمان ان کے احترام پر مامور ہیں، بشرطیکہ ان کا

نفسیاتی پس منظر خالص خدا پرستانہ ہو، کسی مشرکانہ یا کافرانہ تخیل کی آلودگی سے انھیں ناپاک نہ کر دیا گیا ہو کوئی شخص خواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، اگر اپنے عقیدہ وعمل میں الٰہ واحد کی بندگی وعبادت کا کوئی جز رکھتا ہے تو اس جز کی حد تک مسلمان اس سے موافقت کریں گے۔ اور ان شعائر کا بھی پورا پورا احترام کریں گے جو اس کے مذہب میں خالص خدا پرستی کی علامت ہوں۔ اس چیز میں ہمارے اور اس کے درمیان نزاع نہیں بلکہ موافقت ہے۔ نزاع اگر ہے تو اس میں نہیں کہ وہ خدا کی بندگی کیوں کرتا ہے بلکہ اس امر میں ہے کہ وہ خدا کی بندگی کے ساتھ دوسری بندگیوں کی آمیزش کیوں کرتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ شعائر اللہ کے احترام کا یہ حکم اس آیت کے ذریعے اس زمانہ میں دیا گیا تھا جبکہ مسلمانوں اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ برپا تھی۔ مکہ میں مشرکین قابض تھے۔ عرب کے ہر حصے سے مشرک قبائل کے لوگ حج وزیارت کے لئے کعبہ کی طرف جاتے تھے اور بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ اس وقت یہ حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرکین ہی سہی تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہی سہی! مگر اب یہ خدا کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انھیں نہ چھیڑو، حج کے مہینوں میں ان پر حملہ نہ کرو، خدا کے دربار میں نذر کرنے کے لئے جو جانور یہ لئے جا رہے ہوں، ان پر ہاتھ نہ ڈالو کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ باقی ہے وہ بجائے خود احترام کا مستحق ہے نہ کہ بے احترامی کا۔

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَ الۡمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيۡحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ‌ ؕ ذٰلِكُمۡ فِسۡقٌ‌ ؕ اَلۡيَوۡمَ يَـئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡـنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ‌ ؕ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِىۡ مَخۡمَصَةٍ غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ‌ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ ﴿۳﴾

تم پر (یہ چیزیں) حرام کی گئی ہیں۔ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام سے مشہور کر دی جائے' نیز وہ جانور جو گلا گھٹ کر یا جو چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا سینگ کی ضرب سے مر گیا ہو' اور جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو' الا یہ کہ تم اسے ذبح کر لو۔ نیز آستانے کا ذبح اور فال کے تیروں سے قسمت معلوم کرنا بھی حرام ہے' یہ سب گناہ کے کام ہیں آج کافر تمہارے دین سے بالکل مایوس ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان سے مت ڈرو، صرف مجھ ہی سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے بحیثیت دین، اسلام کو پسند کیا ہے پھر اگر کوئی شخص بھوک کے مارے مجبور ہو جائے بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ یقیناً بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (۳)

آیت ۳: مثلاً کسی ایسے آلہ سے قتل کر دیا جائے جو تیز نہ ہو اور نہ اسے شرعی طریقہ ہی پر ذبح کیا گیا ہو۔ زمانۂ جاہلیت میں جانور کو لاٹھی سے مارتے جب وہ مرجاتے تو اس کا گوشت کھا لیتے۔ اس کو قرآن "اَلْمَوْقُوْذَةُ" فرما کر حرام قرار دیا ہے۔ (ابن کثیر)۔ جو جانور مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی ایک صورت کا شکار ہو مگر ابھی اس میں جان باقی ہو اور تم اسے شرعی قاعدے سے ذبح کر دو وہ حرام نہیں ہے (قرطبی)

ذکاہ (ذبح)

شرعی یہ ہے کہ بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر کسی تیز دھار والی چیز سے حلق کی رگوں کو غلصہ کے نیچے سے کاٹ کر خون بہا دیا جائے۔ حدیث میں ہے اَلذَّكَاةُ فِي الْحَلْقِ (قول ابن عباس بخاری تحت باب النحر والذبح) کہ ذبح وہ ہے جو حلق میں ہو پھر بحالت اضطراری جس چیز سے بھی جسم کے کسی حصہ سے خون بہا دیا جائے اس ذبیحہ کا کھانا بھی جائز ہے۔ (قرطبیؒ)

نصب:

(تھانوں یا آستانوں) سے مراد وہ پتھر ہیں جن کی مشرکین مکہ تعظیم و پرستش کرتے تھے اور ان پر اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان پتھروں کی تعظیم کے لئے جو جانور ذبح کیا جائے وہ حرام ہوگا۔ (کبیر قرطبی)

بعض مفسرینؒ نے "اَلْاَزْلَامُ" (پانسوں سے) مراد تقسیم کے تیر لئے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں جانور کا گوشت بانٹنے میں استعمال ہوتے تھے اور وہ جوئے کی ایک صورت تھی جسے ہمارے زمانہ میں "لاٹری" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن اکثر مفسر نے ان سے مراد وہ تیر لئے ہیں جن سے مشرکین مکہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ پیش آمدہ سفر، جنگ یا کسی معاملہ میں ان کی قسمت میں کیا لکھا ہوا ہے۔ یہ قریش کے سب سے بڑے بت ہبل کے پاس رکھے رہتے تھے۔ ان میں سے کسی پر "اَمَرَنِيْ رَبِّيْ" (مجھے میرے رب نے حکم دیا) لکھا ہوتا تھا۔ کسی پر (نَهَانِيْ رَبِّيْ) میرے رب نے مجھے منع کیا اور کسی پر کوئی تحریر نہ ہوتی تھی۔ عرب لوگ کسی پیش آمدہ معاملہ میں وہ تیر گھماتے اور جو تیر نکل آتا اس کے مطابق عمل کرتے۔

شطرنج بھی اسی میں داخل ہیں اور نجومیوں کا حساب لگا کر قسمت بتانا بھی اس کے تحت آجاتا ہے۔ (قرطبیؒ)

یعنی اب تمہاری طاقت اس قدر مستحکم ہوگئی ہے کہ تمہارے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ اس چیز سے قطعی مایوس ہو گئے ہیں کہ تمہارے دین کو نیچا دکھا سکیں۔ آج سے مراد حجۃ الوداع ۱۰ھ میں عرفہ کا دن ہے جس میں آیت نازل ہوئی (قرطبیؒ) دین کو مکمل کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان فرائض سنن، حدود اور احکام بیان کر دیئے گئے اور کفر و شرک کا خاتمہ کر کے اس نعمت کو مکمل کر دیا گیا۔

نبی ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ۸۱ دن زندہ رہے۔ بعد میں وفات پا گئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آیت ربا (سود کی حرمت) اور آیت کلالہ نازل ہوئی ہیں پس دین کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہیکہ دین کا بڑا حصہ مکمل کر دیا گیا ہے۔ (ابن کثیر۔ قرطبیؒ)

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ع ٥

آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کچھ حلال ہے؟ آپ کہیئے کہ تمام پاکیزہ چیزیں اوران شکاری جانوروں کا شکار بھی جنہیں تم نے سدھایا ہو جیسے اللہ نے تمہیں سکھلایا ہے لہٰذا جو شکار وہ تمہارے لئے روک رکھیں وہ کھالو اوران پر اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ کو حساب چکانے میں دیر نہیں لگتی (۴) آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کی جاتی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے نیز مومن عفیفہ عورتیں بھی اور ان لوگوں کی عفیفہ عورتیں بھی جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی بشرطیکہ اس سے تمہاری غرض مہر ادا کر کے انھیں نکاح میں لانا ہو، محض شہوت رانی اور خفیہ آشنائی نہ ہو۔اور جس نے ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا اس کا وہ عمل برباد ہو گیا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا (۵)

آیت نمبر ۴: چوں کہ لوگ پچھلی پابندیوں اور سختیوں کے عادی رہ چکے تھے اس لئے بار بار پوچھتے تھے کہ ہمارے لئے کیا کیا چیزیں حلال ہیں۔اس آیت میں فرمایا! تم پر تمام اچھی چیزیں حلال ہیں، صرف انھیں ان چیزوں سے روک دیا گیا ہے جو اچھی نہیں ہیں۔سدھایا ہوا شکاری کتا یا پرندہ شکار پکڑ لے اور خود نہ کھائے اور تمہارے پاس لے آئے تو اس میں بھی کوئی روک نہیں۔البتہ شکاری جانور چھوڑتے ہوئے اللہ کا نام لیا کرو جس طرح ذبح کے وقت لیا کرتے ہیں۔

آیت ۵: اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے یعنی ان کا ذبح کیا ہوا جانور بھی تمہارے لئے حلال ہے ضمناً اس حکم کی بھی تصریح کر دی کہ ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی بھی کوئی ممانعت نہیں۔(ترجمان القرآن)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ

اے ایمان والو! جب نماز ادا کرنے کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھولو، اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو، اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر طہارت حاصل کر و ہاں اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے

اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنۡهُ‌ؕ مَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّ لٰـكِنۡ يُّرِيۡدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ وَ لِيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝٦

عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر تمہیں پانی نہ مل رہا ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرلو پھر اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرلو۔ اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تا کہ اس کے شکر گزار بنو (٦)

آیت ٦: ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں ہوا۔'' (صحیح ترمذی، حدیث نمبر: 25) چہرے کو دھونے میں منہ کی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی شامل ہے اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح داڑھی کا خلال بھی کیا جائے۔ مسح پورے سر کا کیا جائے۔ گردن کا مسح سنت سے ثابت نہیں اسی کے ساتھ کانوں کا مسح کیا جائے۔ اگر سر پر عمامہ وغیرہ پہنا ہوا ہو تو اس کے اوپر ہی سے مسح کیا جا سکتا ہے۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے تین دن تین رات مسافر کے لئے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لئے موزوں کے مسح کی مدت مقرر کی ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 414)

''اَرۡجُلَكُمۡ'' میں ل پر فتح ہے گویا اس کا عطف ''وُجُوۡهَكُمۡ'' پر ہے۔ یعنی پاؤں ایڑیوں تک دھوئے جائیں۔ سنت سے بھی یہی ثابت ہے۔ نیز وضو میں کسی بھی عضو کو تین دفعہ سے زیادہ دھونا منع ہے۔ علماء نے ناپاکی کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ حدث اصغر، جو کہ ہوا خارج ہونے یا بیت الخلاء سے فراغت کے بعد لاحق ہوتا ہے۔ وضو کے ذریعے اس سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ ''حدثِ اکبر'' کو حالت جنابت بھی کہتے ہیں۔ احتلام، صحبت، حیض، نفاس سے لاحق ہوتا ہے۔ غسل سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ناخن بھر جگہ خشک چھوڑ دی آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو چنانچہ وہ شخص واپس ہوا۔ پھر (وضو کر کے) نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 359) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے کوئی پاخانہ کو آئے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھے بلکہ شمال کی طرف یا جنوب کی طرف منہ کرو''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 141) فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا پانی دستیاب نہ ہو یا مرض کی ایسی حالت ہو کہ پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو تیمم کیا جائے۔ طریقہ حدیث سے واضح ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلیاں ایک مرتبہ زمین پر ماریں پھر ان میں پھونک ماری (اور فالتو مٹی اڑا دی) پھر ان سے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت تک کا اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کی پشت تک کا مسح کیا پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو منہ پر پھیرا (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 334) یہ نعمت اسلام کی نعمت ہے جس نے تمہیں جینے کا سلیقہ سکھلا دیا جانی دشمنوں کو پیار و محبت کے لازوال رشتے میں پرو دیا۔ (تیسیر القرآن)

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ
وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ وَ اتَّقُوا
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ
شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ
عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ
اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ
عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ ع

اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا اور اس پختہ عہد کو بھی (یاد رکھو) جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (ہم نے سن لیا اور اطاعت قبول کی) کہا اور اللہ سے ڈرتے رہو (کیونکہ) اللہ دلوں کی باتیں بھی خوب جانتا ہے (۷) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر مشتعل نہ کر دے کہ تم عدل کو چھوڑ دو، عدل کیا کرو، یہی بات تقویٰ کے قریب تر ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو 'جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے خوب باخبر ہے (۸) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے (۹) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ایسے ہی لوگ اہل جہنم ہیں (۱۰) اے ایمان والو! اللہ کا وہ احسان بھی یاد کرو جو اس نے تم پر کیا جب (مخالف) قوم نے دست درازی کا ارادہ کیا تھا تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم پر اٹھنے سے روک دیا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (۱۱)

مسلمانوں کیلئے اسلام اور محمد ﷺ انمول نعمتیں ہیں:

حق تعالیٰ مومنوں کو اپنی نعمت عظمیٰ یاد دلا رہا ہے کہ اس نے یہ عظیم دین تمہارے لئے مقرر فرمایا اور رحمۃ للعالمین کو عزت والا رسول بنا کر تمہاری طرف مبعوث فرمایا اور وہ عہد و پیمان یاد دلا رہا ہے جو اس نے تم سے رسول کی بیعت و پیروی کر کے آپ کی امداد و اعانت کرنے پر آپ کے دین کو ماننے اور اپنانے اور آپ کی طرف سے اس کی تبلیغ کرنے پر لیا۔ اسلام لاتے وقت اور رسول سے بیعت کرتے وقت مسلمان کہتا تھا کہ ہم اقرار کرتے کہ آپ کی باتیں سنیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ صحابہ کرام کا قول ہے کہ ہم نے رسول کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم آپ کی بات سن کر ان پر عمل کریں گے۔ خواہ ہمیں اچھی معلوم ہوں یا بری خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح ہی کیوں نہ دی جائے۔ اور خلیفہ سے خلافت میں جھگڑا نہ کریں گے۔ فرمایا: وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ (الحدید:۸) تمہیں کیا ہو گیا کیوں اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو تمہارے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تم ایمان

والے ہو وہ تم سے عہد و پیمان بھی لے چکا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عہد یہودیوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم سے محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا اور ان کے مقدس دین کی اطاعت کا عہد و پیمان لیا جا چکا ہے۔ پھر کیوں ان پر ایمان نہیں لاتے؟ پھر فرمایا ہر وقت اللہ کا خوف دل میں رکھو اور خوب یاد رکھو، جو خیالات تمہارے دلوں میں کھٹکتے ہیں، حق تعالیٰ ان سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور تمہارا کوئی راز اس پر مخفی نہیں۔

شہادت انصاف سے دی جائے:

آیت ۸: اے ایمان والو! لوگوں کے لئے اور شہرت کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے لئے حق پر قائم رہو اور ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے گواہ بنو۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے والد نے مجھے کوئی چیز ہبہ کی ان سے میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی، جب تک تم اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنالو۔ آخر کار میرے والد آپ کی گواہی کے لئے آپ کے پاس گئے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے ہر بچہ کو اس جیسا ہبہ کیا ہے۔ بولے نہیں۔ فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری کرو اور فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ آخر کار والد محترم نے گھر آ کر وہ موہوبہ چیز مجھ سے واپس لے لیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2456)

اگر تم کو کسی قوم سے بغض وعداوت ہو تو وہ تمہیں ان میں انصاف کرنے سے نہ روکنے پائے اور انصاف کو مدنظر رکھو خواہ دوست یا دشمن، اپنا ہو یا پرایا اور ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اسی وجہ سے فرمایا کہ تمہارا عدل و انصاف تقویٰ سے قریب ہے اور ترک عدل تقویٰ سے بعید ہے۔ پھر فرمایا اللہ سے ڈرو (تاکید کے لئے پھر مکرر یہی الفاظ دہرائے) یاد رکھو اللہ تمہارے ایک ایک عمل کی خبر رکھتا ہے اور ان کی تمہیں جزا یا سزا ضرور دے گا۔

جنت کی بشارت:

آیت ۹: اسی وجہ سے فرمایا۔ حق تعالیٰ نے ایمان والوں اور اچھے عمل والوں سے انکے گناہوں کی معافی کا اور اجر عظیم کا یعنی جنت النعیم کا جو اس کی رحمت و شفقت کی وجہ سے اس کے بندوں کو ملے گی۔ وعدہ فرمالیا ہے۔ جنت عملوں سے نہیں مل سکتی بلکہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی عنایت و مہربانی سے ملے گی۔ اور رب کی مہربانی نیک عملوں کے سبب نصیب ہوگی کہ نیک عملوں کو اسنے اپنی رحمت کا سبب بنادیا ہے لہٰذا سب کچھ اسی کی طرف سے ہے اور اسی کا ہے۔

کافروں کو جہنم کی وعید:

آیت ۱۰: کافروں کو اور میری آیتیں جھٹلانے والوں کو جہنم ہی نصیب ہوگی۔ یہی اللہ کا عدل و حکم ہے اور یہی حکمت ہے جسمیں جور و ظلم کا شائبہ تک نہیں، اللہ ہی حکم کرنے والا اور منصف، حکمت والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ۱۱: اس کی شان نزول میں مفسرین نے متعدد واقعات بیان کئے ہیں۔ مثلاً اس اعرابی کا واقعہ کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپسی پر ایک درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے، تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس اعرابی نے تلوار پکڑ کر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سونت لی اور کہنے لگا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل فرمایا: ''اللہ (یعنی اللہ بچائے گا) یہ کہنا تھا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2697) بعض کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف، جب کہ آپ وہاں تشریف فرماں تھے، دھوکہ اور فریب سے نقصان پہنچانے کی سازش تیار کی تھی۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک مسلمان کے ہاتھوں غلط فہمی سے جو دو عامری شخص قتل ہو گئے تھے، ان کے دیت کی ادائیگی میں یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر سے حسب معاہدہ جو تعاون لینا تھا، اس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سمیت وہاں تشریف لے گئے اور ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے یہ سازش تیار کی کہ اوپر سے چکی کا پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرادیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا۔ ممکن ہے کہ اس سارے ہی واقعات کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہو کیونکہ ایک آیت کے نزول کے کئی اسباب ووجوہ ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے بھی پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ سردار مقرر کئے اور فرمایا ''میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز کو قائم رکھا' زکوۃ ادا کرتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاکر ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ کے (بندوں) کو قرض حسنہ دیتے رہے تو میں یقینا تمہاری برائیاں تم سے زائل کردوں گا اور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن میں نہریں جاری ہیں۔ پھر اس کے بعد بھی اگر تم میں کسی نے کفر کیا تو وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا (۱۲) پھر چونکہ انھوں نے اپنے عہد کو توڑ ڈالا لہذا ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کردیئے (اب یہ حال ہے کہ) کتاب اللہ کے کلمات کو ان کے موقع ومحل سے بدل ڈالتے ہیں اور جو ہدایات انھیں دی گئی تھیں ان کا اکثر حصہ بھول چکے ہیں۔ اور ماسوائے چند آدمیوں کے آپ کو آئے دن ان کی خیانتوں کا پتہ چلتا رہتا ہے' لہذا انھیں معاف کیجئے اور ان سے درگذر کیجئے' بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (۱۳)

ربط آیات: جب اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہ عہد اور میثاق پورا کرنے کی تاکید کی جو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے لیا اور

انھیں قیام حق اور شہادت عدل کا حکم دیا اور انھیں وہ انعامات یاد کرائے جوان پر ظاہراً اور باطناً ہوئے اور بالخصوص یہ بات کہ انھیں حق وصواب کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی تو اب اس مقام پر اس عہد کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا اور جس میں وہ ناکام رہے۔ یہ گویا بالواسطہ مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ تم بھی کہیں بنی اسرائیل کی طرح عہد و میثاق کو پامال کرنا شروع نہ کردینا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب موسیٰ علیہ السلام جبابرہ سے قتال کیلئے تیار ہوئے تو انھوں نے اپنی قوم کے بارہ قبیلوں پر بارہ نقیب مقرر فرمادیئے تاکہ وہ انھیں جنگ کیلئے تیار بھی کریں۔ ان کی قیادت ورہنمائی بھی کریں اور دیگر معاملات کا انتظام کریں۔ (احسن البیان)

آیت ۱۳: اس آیت کریمہ میں بھی یہود کے خبث باطن کو بیان کیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ تورات پر عمل کریں گے اور کنعانیوں سے جنگ کر کے انھیں بیت المقدس سے نکال باہر کریں گے، لیکن انھوں نے اپنے اس عہد کا پاس نہیں رکھا اس لئے اللہ نے ان پر لعنت بھیج دی اور ان کے دل سخت بنادیئے جس کے نتیجہ میں انھوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کی اور عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کی نبوت پر دلالت کرنے والی آیتوں کو بدل ڈالا اور اللہ کی طرف سے جاری شدہ بہت سے احکام وشرائع کو پس پشت ڈال دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان میں خیانت کرنے والی ایک جماعت کو ہمیشہ پائیں گے۔ سوائے ان چند افراد کے جنھوں نے اسلام کو قبول کرلیا جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ اس لئے فی الحال آپ انھیں معاف کردیجئے اور درگذر فرمایئے، اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

اسی طرح ہم نے، ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جنھوں نے کہا تھا: ہم نصاریٰ ہیں، انھیں بھی جو ہدایات دی گئی تھیں انکا اکثر حصہ انھوں نے بھلا دیا، جسکے نتیجہ میں ہم نے انکے درمیان یوم قیامت تک دشمنی اور کینہ کا بیج بودیا اور عنقریب اللہ انھیں وہ سب کچھ بتلادے گا جو وہ کرتے ہیں (۱۴)

آیت ۱۴: نصاریٰ کا حال بھی یہود سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ اللہ نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے اور اس کی شریعت پر عمل کریں گے لیکن انھوں نے بہت سے احکام الٰہی کو قصداً فراموش کردیا جس کے نتیجہ میں اللہ نے دنیا میں انھیں یہ سزادی کہ آپس میں عداوت اور بغض وحسد کرنے لگے، مختلف جماعتوں میں بٹ گئے اور انکی آپس کی عداوت انتہا کو پہنچ گئی اور ان کا یہی حال قیامت تک رہے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کے شر وفساد اور ان کے برے اعمال کی خبر کردے گا اور ان کی روحوں کی خباثت اور اعمالیوں کے مطابق انھیں بدلہ دیگا۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے جو تمہاری ان بہت سی باتوں کی وضاحت کردیتا ہے جو تم کتاب

وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾

سے چھپا جاتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھوڑ بھی دیتا ہے، اب تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور ایسی واضح کتاب آچکی ہے (١٥) جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے جو اس کی رضا کی اتباع کرتے ہیں اور انھیں اپنے اذن سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے (١٦) یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جنھوں نے کہا کہ ''مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے'' آپ ان سے پوچھئے کہ کسی کی کیا مجال ہے کہ اللہ کو اس کے ارادے سے روکے؟ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور اس کی والدہ کو اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لے اور جو کچھ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان ہے سب اللہ ہی کی ملکیت ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (١٧)

آیات ١٥-١٦: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حال پر رحم کھاتے ہوئے انھیں دین اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ بہت سی باتیں جو تم لوگ چھپاتے تھے مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ کی بعثت تورات میں رجم والی آیت اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، تو اب ہمارے رسول بذریعہ وحی وہی باتیں بیان کر رہے ہیں۔ اور بہت سی باتوں کو بیان نہیں کرتے تاکہ تمہاری حد سے زیادہ فضیحت نہ ہو جائے۔ دیکھو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آگئی ہے، جس کے ذریعہ اللہ اپنی رضا کے طلب گاروں کو آخرت کے عذاب سے سلامتی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور کفر کی تاریکی سے نکال کر نور ایمان کی توفیق دیتا ہے اور دین حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے (تیسیر الرحمن لبیان القرآن) روشنی کا لفظ تو بطور واحد استعمال فرمایا اور اندھیروں کا لفظ بطور جمع۔ کیوں کہ گمراہیوں اور ضلالتوں کی اقسام بے شمار ہیں۔ جبکہ ہدایت کی راہ صرف ایک ہی ہو سکتی ہے۔ قرآن اللہ کے اذن سے اسی ہدایت کی راہ دکھلاتا ہے اور مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔

آیت ١٧: یہاں کافر سے مراد نصاریٰ ہیں جنھوں نے اب یعنی باپ اور رب یعنی رب کائنات کے معنی و مفہوم متعین کرنے میں غلطی کھائی اور پھر اس غلطی میں دور تک چلے گئے۔ ویسے والد بھی ظاہری طور پر اولاد کے رزق، تعلیم اور نشوونما کا ذمہ دار ہوتا ہے ابتدا میں مجازی طور پر رب کے لئے اب باپ اور اس کے نیک بندوں کے لئے بیٹا کا لفظ استعمال کیا گیا بعد میں اس کا حقیقی معنی و مفہوم

مراد لے لئے گئے۔ اب انجیل کا کوئی نسخہ اصل زبان میں دستیاب ہی نہیں جس سے وہ اپنی غلطی کی اصلاح کر سکیں اس سے قرآن پاک کے اصل متن کو ترجمہ کے ساتھ رکھنے کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن مجید کی حفاظت کی ہے بلکہ یہ حفاظت مؤثر رکھنے کے لئے خود عربی زبان کی حفاظت بھی فرمائی ہے۔ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی عربی کے وہی لہجے مروج ہیں۔ یہ قرآن کے معجزوں میں سے ایک بڑا معجزہ ہے۔ چنانچہ عیسائی ایسی گمراہی میں دور تک چلے گئے۔ کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے جسم میں حلول کر گیا ہے۔ کسی نے انھیں ابن اللہ قرار دیا اور کسی نے کہا کہ اللہ ایک نہیں بلکہ تین ہیں اور تینوں ہی ازلی و ابدی ہیں۔ اللہ، عیسیٰ اور روح القدس پھر یہ تینوں مل کر بھی ایک اللہ ہی بنا ہے۔ (تیسیر القرآن)

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۫ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع ۸

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں، آپ ان سے پوچھئے کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم ایسے ہی انسان ہو جیسے دوسری خلقت وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے (۱۸) اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول اس وقت آیا اور احکام بیان کر دیا ہے جب رسولوں کی آمد ختم ہو چکی تھی تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا آیا ہی نہ تھا۔ اب تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۹)

آیت ۱۸: (۱) یہودیوں نے عزیر کو اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہما السلام کو ابن اللہ کہا اور اپنے آپ کو بھی ابناء اللہ (اللہ کے بیٹے) اور اس کا محبوب قرار دے لیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں ایک لفظ محذوف ہے یعنی أَتْبَاعُ اَبْنَآءِ اللّٰهِ ہم اللہ کے بیٹوں (عزیر و مسیح) کے پیروکار ہیں' دونوں مفہوموں میں سے کوئی بھی مفہوم مراد لیا جائے اس سے ان کے تفاخر اور اللہ کے بارے میں بے اعتمادی کا اظہار ہوتا ہے، جس کی اللہ کے یہاں کوئی حیثیت نہیں۔

(۲) اس میں ان کے مذکورہ تفاخر کا بے بنیاد ہونا واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر تم واقعی اللہ کے محبوب اور چہیتے ہوتے یا محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم جو چاہو کرو، اللہ تعالیٰ تم سے باز پرس ہی نہیں کرے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے گناہوں کی پاداش میں سزا

کیوں دیتا رہا ہے؟ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی بارگاہ میں فیصلہ، دعوؤں کی بنیاد پر نہیں قیامت والے دن ہوگا بلکہ وہ تو ایمان و تقویٰ اور عمل دیکھتا ہے اور دنیا میں بھی اسی کی روشنی میں فیصلہ فرماتا ہے اور قیامت والے دن بھی اسی اصول پر فیصلہ ہوگا۔

(۳) تاہم یہ عذاب یا مغفرت کا فیصلہ اسی سنت اللہ کے مطابق ہوگا۔ جس کی اس نے وضاحت فرما دی ہے کہ اہل ایمان کے لئے مغفرت اور اہل کفر وفسق کے لئے عذاب تمام انسانوں کا فیصلہ اسی کے مطابق ہوگا۔ اے اہل کتاب! تم بھی اسی کی پیدا کردہ مخلوق یعنی انسان ہو۔ تمہاری بابت فیصلہ دیگر انسانی مخلوق سے مختلف کیوں کر ہوگا؟ (احسن البیان)

آیت ۱۹: اے اہل کتاب ہم نے تمہارے پاس خاتم النبیین سید المرسلین اور محبوب رب العالمین کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے جن پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے آپ سب سے پچھلے نبی ہیں اسی وجہ سے فرمایا کہ رسولوں کے وقفہ کے بعد طویل مدت کے بعد آپ کو بھیجا گیا۔ حضرت مسیح کے اور آپ کے درمیان بعض چھ سو سال کا وقفہ بتاتے ہیں اور بعض پانچ سو ساٹھ سال کا (صحیح بخاری حدیث نمبر 3654) ان دو قولوں میں تعارض نہیں کیونکہ یہ شمسی اور قمری مہینوں کا فرق ہے۔ قرآن پاک میں وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا اصحاب کہف اپنے غار میں ۳۰۰ سال ٹھہرے اور نو سال اور بڑھالو یعنی تین سو سال شمسی اور تین سو نو سال قمری ہوئے کیونکہ ہر سو سال شمسی پر تین سال قمری بڑھ جاتے ہیں (فلکی حساب کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ۶۲۴ء میں ہجرت کی۔ ہجرت کے وقت آپ کی عمر ۵۲ سال کی تھی اور آپ کی ولادت ۵۷۱ء میں ہوئی) عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد نبوت و رسالت کا شرف خاتم النبیین کو ملا جن پر رسالت ختم ہوگئی۔ ابو ہریرہ والی مرفوع حدیث کہ بہ نسبت دیگر نبیوں کے حساب سے ابن مریم سے زیادہ قریب ہوں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری ، حدیث نمبر: 3186) اس حدیث سے ان کی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ ابن مریم کے بعد ایک نبی خالد بن سنان مبعوث ہوئے جیسا کہ قضاعی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ غرضیکہ حق تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کو ایک طویل عرصہ کے وقفے کے بعد بھیجا جبکہ روشن راہیں مٹ چکی تھیں دین بدل ڈالا گیا تھا۔ بت پرستی، آتش پرستی اور صلیب پرستی کی کثرت ہوگئی تھی اور رسالت کی سخت حاجت اور عام ضرورت تھی کیونکہ دنیا میں ہمہ گیر تاریکی چھا گئی تھی اور ضلالت و جہالت کی گھٹائیں منڈلا رہی تھیں۔ بجز چند قدسی صفات گنتی کے انسانوں کے جو قدیمی انبیاء کے دین پر جمے ہوئے تھے، اللہ کی تمام مخلوق گمراہ ہو چکی تھی۔ ایسی حالت میں آپ کا رحمۃ للعالمین بن کر دنیا میں تشریف لانا رب کی کتنی بڑی نعمت تھی۔ سچ پوچھو تو اس نعمت کا مقابلہ کوئی اور نعمت کر ہی نہیں سکتی۔ تمام دنیا کا دین بگڑ چکا تھا آخر کار حق تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا، مخلوق کو ہدایت عطا فرمائی انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالا اور انہیں ایک روشن راہ پر اور درخشاں شریعت پر لا چھوڑا اور پھر فرمایا کہ تم (تحریف کرنے والو) یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی برائی سے ڈرانے والا اور بھلائی کی رغبت دلانے والا نہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ بشیر و نذیر بن کر تمہارے پاس تشریف لے آئے ہیں اور اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ نافرمانوں کے عذاب پر بھی اور فرماں برداروں کے ثواب پر بھی۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا جبکہ اس نے تم میں کئی نبی پیدا کئے اور کئی بادشاہ بنائے اور تمہیں وہ کچھ دیا جو اقوام عالم میں سے کسی کو نہ دیا تھا (۲۰) اے میری قوم! اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے مقدر کر رکھی ہے اور پیچھے نہ ہٹو ورنہ نقصان اٹھا کر لوٹو گے (۲۱) وہ کہنے لگے: موسیٰ! وہاں تو بڑے زورآور لوگ رہتے ہیں جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں گے ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم داخل ہونے کو تیار ہیں (۲۲) اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے تھے ان میں سے دو آدمیوں نے جن کو اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا کہا ان کے مقابلہ کیلئے دروازے میں داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس میں داخل ہو گئے تم ہی غالب رہو گے اور اگر تم ایمان لاتے ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو (۲۳) وہ کہنے لگے" موسیٰ، جب تک وہ (جبار لوگ) وہاں موجود ہیں ہم تو کبھی بھی داخل نہ ہوں گے لہٰذا تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور ان سے جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھتے ہیں (۲۴)

آیت ۲۰: بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے کثرت سے انبیاء بھیجے اور کئی نبی بادشاہ بھی تھے جیسے سلیمان علیہ السلام کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بھی بادشاہی کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ بادشاہت کو علی الاطلاق برا سمجھنا غلط ہے۔ اگر بادشاہ اللہ سے ڈرنے والا اور انصاف کرنے والا ہو تو اس میں کچھ خرابی نہیں۔ اہل مغرب نے جمہوریت کو جس طرح سے مسلمانوں کے ذہنوں پر مسلط کر دیا ہے وہ ایک طاغوت کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں مولانا عبدالرحمن کیلانی مرحوم کی کتاب "خلافت و جمہوریت"۔ مزید نعمتیں من و سلویٰ، بادلوں کا سایہ، فرعون سے نجات وغیرہ حضرت یوسف کے ذریعہ مصر کی بادشاہت وغیرہ۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۲۱: یا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تمہارے دادا یعقوب علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ اسے آپ کی اولاد میں سے اہل ایمان کی وراثت بناؤں گا۔ (ابن کثیر)

بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام جبل لبنان پر چڑھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو! جہاں تک تمہاری نظر پہنچے گی وہ ارض مقدس ہے اور تیری ذریت کی میراث ہے۔ (کبیر)

موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے یہ خطاب اس موقع پر ہے جب وہ مصر سے نکلنے کے بعد جزیرۂ نمائے سینا میں خیمہ زن تھے اوران پر من وسلویٰ اتر رہا تھا۔ (ابن کثیر) تاریخی اثری تحقیقات کے مطابق خروج کا ۱۴۴۰ ق م ہے اور فلسطین پر فوج کشی کا زمانہ ۱۴۰۰ ق م ہے گو اس مدت کے دوران موسیٰ علیہ السلام نے خطاب کیا اور صحیفۂ استثناء کے بیان کے مطابق دریائے اردن کے اس پار دراب کے میدان میں یہ تقریر ارشاد فرمائی۔

آیت ۲۲: یعنی ان کو آپ معجزانہ طور پر اس سرزمین سے نکال دیں تو ہم جانے کیلئے تیار ہیں۔ قوت ایمانی کے کمزور ہونے کی وجہ سے اپنی مرعوبیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ اطلاع فارس کے مقام پر پیش کی گئی، لیکن جس انداز سے بعض تفسیری روایات میں ان لوگوں (جبارین) کا نقشہ پیش کیا گیا ہے وہ تمام تر اسرائیلی روایات ہیں جن کو ایک معمولی عقل کا انسان بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ خصوصاً عوج بن عنق کا افسانہ جس کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ سب من گھڑت افسانے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ حدیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ تھا اس کے بعد سے لوگ برابر گھٹتے رہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 3079) پھر عوج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس ہاتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

آیت ۲۳: اللہ تعالیٰ نے ان دو آدمیوں کا ذکر بطور نکرہ فرمایا ہے اور کسی حدیث میں ان کے بارے میں صراحت نہیں آئی تاہم تورات کی ایک روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے مفسرین نے ان کا نام یوشع بن نون اور کالب بن یافنا بتایا ہے اور یہ دونوں ان بارہ نقیبوں میں سے تھے جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ (ابن کثیر، قرطبی)

آیت ۲۴: بنی اسرائیل نے بدترین بزدلی، سوء ادبی اور غرور سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑے۔ اس کے برعکس جب جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے قلت تعداد و قلت وسائل کے باوجود جہاد میں حصہ لینے کے لئے بھرپور عزائم کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ یارسول اللہ! ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر 3658)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۸

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب بلاشبہ میرا اختیار تو صرف اپنے آپ پر اور اپنے بھائی پر ہے لہٰذا ہمارے اور نافرمان لوگوں کے درمیان تفریق کر دے (۲۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اب وہ زمین ان پر چالیس برس کیلئے حرام کر دی جاتی ہے اتنی مدت یہ لوگ زمین میں مارے مارے پھریں گے لہٰذا ایسے نافرمان لوگوں کی حالت پر غم نہ کرنا۔ (۲۶)

آیت ۲۵: ہم کو ان سے علیحدہ کردے ایسا نہ ہو کہ تیرا عذاب نازل ہو اور ان کے ساتھ ہم بھی اس کی لپیٹ میں آ جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ۲۶: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد یہ لوگ چالیس سال تک بیابان (دشت فاران بیابان شور اور دشت صین) میں پڑے بھٹکتے رہے۔ جب چالیس سال گذر گئے تو (اولاً) ہارون علیہ السلام (اور ان کے کچھ عرصہ بعد) موسیٰ علیہ السلام (کوہ عباریم پر) وفات پا گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی اور ہر اس شخص کا انتقال ہو گیا جس کی عمر چالیس سے زیادہ تھا۔ جب چالیس سال گزر گئے تو یوشع علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ باقی ماندہ لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے اور انھوں نے (مشرق کی جانب سے دریائے اردن پار کر کے اریحا فتح کیا۔ یہ فلسطین کا پہلا شہر تھا پھر تھوڑی مدت میں) بیت المقدس فتح کر لیا۔ (ابن جریر)

شاہ صاحب لکھتے ہیں اہل کتاب کو قصہ سنایا اس پر کہ اگر تم پیغمبر کی رفاقت نہ کرو گے تو یہ نعمت اوروں کو نصیب ہوگی۔ آگے اس پر قصہ سنایا ہابیل قابیل کا کہ حسد مت کرو حسد والا مردود ہے (موضح)۔ (اشرف الحواشی)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

نیز آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ سنایئے' جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ دوسرے نے کہا: میں ضرور تمہیں مار ڈالوں گا، پہلے نے جواب دیا: اللہ تو صرف متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے (۲۷) اگر تو مجھے مار ڈالنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو بھی میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو صرف اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں (۲۸) میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ سب کچھ سمیٹ لے اور اہل جہنم میں سے ہو جائے اور ظالم لوگوں کی یہی سزا ہے (۲۹)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ جب اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں سے کہا کہ ظالم کافر لوگوں سے جہاد کرو تو انھوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا خدا دونوں جا کر جہاد کرو۔ اس طرح یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اسطرح آدم علیہ السلام کا ایک بیٹا قابیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کہ اسنے اپنے بھائی ہابیل جو بے گناہ تھا اس کو قتل کر دیا جو کہ حرام ہے۔ یہودیوں کے اندر بھی فخر اور سرکشی تھی جس طرح کی سرکشی قابیل میں تھی۔

آیت ۲۷: آدم کے ان دو بیٹوں کے نام ہابیل اور قابیل تھے۔ یہ نذر یا قربانی کس لئے پیش کی گئی؟ اس کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں۔ البتہ مشہور ہے کہ ابتدا میں آدم وحواء علیہما السلام کے ملاپ سے بیک وقت لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتی۔ دوسرے حمل سے پھر لڑکا لڑکی ہوتی۔ ایک حمل کے بہن بھائی کا نکاح دوسرے حمل کے بہن بھائی سے کر دیا جاتا۔ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن بدصورت تھی جب کہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن خوبصورت تھی۔ اس وقت کے اصول کے مطابق ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن کے ساتھ اور قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن کے ساتھ ہونا تھا۔ لیکن قابیل چاہتا تھا کہ وہ ہابیل کی بہن کی بجائے اپنی ہی بہن کے ساتھ جو خوبصورت تھی، نکاح کرے۔ آدم علیہ السلام نے اسے سمجھایا، لیکن وہ نہ سمجھا، بالآخر آدم علیہ السلام نے دونوں کو بارگاہ الٰہی میں قربانیاں پیش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جس کی قربانی قبول ہوجائیگی قابیل کی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی۔ یعنی آسمان سے آگ آئی اور اسے کھا گئی جو اس کے قبول ہونے کی دلیل تھی۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ویسے ہی دونوں بھائیوں نے اپنے طور پر اللہ کی بارگاہ میں نذر پیش کی، ہابیل نے ایک عمدہ دنبہ کی قربانی اور قابیل نے گھٹیا قسم کا اناج اللہ کی راہ میں نکالا۔ ہابیل کی قربانی مقبول ہونے پر قابیل حسد کا شکار ہوگیا۔

آیت ۲۹: میرے گناہ کا مطلب، قتل کا وہ گناہ ہے جو مجھے اس وقت ہوتا جب میں تجھے قتل کرتا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آتا ہے، مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟ آپ نے فرمایا، اس لئے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا حریص تھا (صحیح بخاری حدیث نمبر 30)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾

بالآخر دوسرے نے اپنے آپ کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا۔ چنانچہ اسے مار ڈالا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا (۳۰) پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا تاکہ اس قاتل کو دکھلائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپا سکتا ہے۔ (کوے کو دیکھ کر) وہ کہنے لگا ''افسوس! میں تو اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں (کہ اپنے بھائی کی لاش کو نہ چھپا سکا) بعد ازاں وہ اپنے کئے پر بہت نادم ہوا۔ (۳۱)

آیت ۳۰۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 3088)

جو قتل بھی ظلماً ہوتا ہے (قاتل کے ساتھ) اس کے خون ناحق کا بوجھ آدم کے اس پہلے بیٹے قابیل پر بھی ہوتا ہے کیونکہ یہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا کام کیا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قابیل کو ہابیل کے قتل ناحق کی

سزا دنیا میں ہی فوری طور پر دے دی گئی تھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مَا مِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ يُّعَجِّلَ اللهُ عُقُوْبَتَ فِي الدُّنْيَا ، مَعَ مَايَدَّخِرُلَهُ فِي الْآخِرَةِ ، مِنَ الْبَغْيِ ، وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ (صحیح ابن ماجہ، 4211 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

''یعنی ظلم وزیادتی اور قطع رحمی یہ دونوں گناہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مرتکبین کو دنیا میں ہی جلد سزا دے دے، تاہم آخرت کی سزا اس کے علاوہ اس کے لئے ذخیرہ ہوگی جو انھیں وہاں بھگتنی ہوگی'' اور قابیل میں دونوں گناہ جمع ہو گئے تھے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (ابن کثیر) (احسن البیان)

آیت ۳۱: جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو کچھ عرصہ بعد لاش سے بدبو اور سڑاند اٹھنے لگی پہلے ہی وہ اپنے نیک سیرت بھائی کو قتل کر کے پشیمان ہو رہا تھا اب اور بھی پریشان ہوا کہ اب اس لاش کا کیا کرے۔ یہ دنیا میں پہلا قتل تھا اور غالباً اس سے پہلے کوئی فوت بھی نہ ہوا تھا۔ ورنہ قابیل کے لئے لاش کو ٹھکانے لگانا بڑا مسئلہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دو کوّے بھیجے ایک کوّا نے دوسرے کو چونچ مار مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر چونچ سے گڑھا کھود کر مردہ کو اس میں ڈالا اور پھر برابر کر دیا اس سے قابیل کو دفن کرنے کا طریقہ معلوم ہوا۔

وقف النبی ﷺ

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲ اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُـقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۳۳ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۴ ع ۵

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کیلئے (تورات میں) لکھ دیا تھا کہ ''جس شخص نے کسی دوسرے کو جان کے بدلہ کے علاوہ یا زمین میں فساد کرنے کی غرض سے قتل کیا تو اس نے گویا سب لوگوں کو مار ڈالا اور جس نے کسی کو (قتل ناحق سے) بچا لیا تو وہ گویا سب لوگوں کی حیات کا موجب ہوا'' اور ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آتے رہے۔ پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں (۳۲) جو لوگ اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرتے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہوسکتی ہے کہ انھیں اذیت سے قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے یا انکے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔ ان کیلئے یہ ذلت دنیا میں ہے اور آخرت میں انھیں بہت بڑا عذاب ہوگا (۳۳) مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ (ان کیلئے یہ سزائیں نہیں ہیں) اور جان لو کہ اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (۳۴)

آیت ۳۲: شریعت نے صرف تین صورتوں میں قتل کو جائز قرار دیا ہے۔(۱) قتل کے بدلے قتل یعنی قصاص (۲) شادی شدہ مرد یا عورت اگر زنا کرے تو حد قائم کرنے کی صورت میں انھیں رجم کر کے مار ڈالنا اور (۳) ارتداد کے جرم میں قتل کرنا۔ ان تینوں صورتوں کے علاوہ جو بھی قتل ہوگا وہ قتل ناحق اور فساد فی الارض کے ضمن میں ہی آئے گا۔ ایسے ہی قتل کے متعلق یہ لکھا تھا کہ جس نے ایک آدمی کو بھی ناحق قتل کیا اس نے گویا سب لوگوں کو قتل کیا۔ کیوں کہ ایسا آدمی پوری انسانیت کا اور امن عامہ کا دشمن ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اسے یہ جرم کرتے دیکھ کر اس پر دلیر ہو جاتے ہیں لہٰذا اس جرم کی سزا کا اظہار ان الفاظ سے کیا گیا اور بنی اسرائیل چوں کہ اس جرم کا ارتکاب کرتے رہتے تھے اس لئے بطور خاص ان الفاظ سے تنبیہ کی گئی ہے اور اس جرم کے برعکس اگر کوئی شخص کسی کو مظلومانہ موت سے نجات دلا کر بچا لیتا ہے تو وہ بھی اتنی ہی بڑی نیکی ہے کیونکہ ایسا شخص انسانیت کا ہمدرد اور امن عامہ میں معاون بنتا ہے۔ اب اسی ضمن میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''مظلوم کی مدد تو ٹھیک ہے مگر ظالم کی کیسے مدد کریں؟'' فرمایا ''ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو''۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2264)

۲۔ جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''لوگوں کو چپ کراؤ'' (میں نے چپ کرا دیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا''۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 118) دوسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا قاتل مسلمان نہیں رہتا بلکہ کافر رہتا ہے۔ (تیسیر القرآن)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٣٦ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٣٧ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے حضور (باریابی کیلئے) ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو سکو (۳۵) جو لوگ کافر ہیں اگر زمین میں موجود سارا مال و دولت ان کی ملکیت ہو بلکہ اتنا ہی اور بھی ہو اور وہ چاہیں کہ یہ سب کچھ دے دلا کر یوم قیامت کے عذاب سے چھوٹ جائیں تو بھی ان سے یہ فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور انھیں المناک عذاب ہوگا (۳۶) وہ چاہیں گے کہ کسی طرح جہنم سے نکل جائیں مگر اس سے نکل نہ سکیں گے کیونکہ انھیں ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب ہوگا (۳۷) اور چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے کئے کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ غالب بھی ہے اور حکمت

اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾

والا بھی (٣٨) پھر جو شخص ایسا ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ اسکی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ وہ یقینا بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (٣٩) کیا آپ کو علم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کی ہے' وہ جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے (٤٠) اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے غمزدہ نہ ہوں جو کفر میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنی زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے' اور کچھ یہودی ایسے ہیں جو جھوٹ بنانے کیلئے کان لگاتے ہیں اور ان کیلئے لگاتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آتے وہ (کتاب اللہ کے) کلمات کا موقع و محل متعین ہونے کے بعد اسے بدل ڈالتے ہیں (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ اگر (یہ نبی تمہیں) ایسا ایسا حکم دے تو مان لینا اور اگر نہ دے تو نہ ماننا' اور جسے اللہ ہی فتنہ میں مبتلا رکھنا چاہے تم اسے اللہ کی گرفت سے بچانے کیلئے اب کچھ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں کو پاک نہیں کرنا چاہتا۔ ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی انھیں بہت بڑا عذاب ہوگا۔ (٤١)

آیت ٣٥: یہاں ''وسیلہ'' سے مراد ''قربت'' ہے یعنی اے اہل ایمان! اللہ سے قربت کی کوشش میں لگے رہو۔ ابن عباس، مجاہد، عطاء اور سفیان ثوری وغیرہم نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ قتادہ نے اسکی مزید توضیح کرتے ہوئے آیت کی تفسیر یوں کی ہے کہ اللہ کی بندگی اور اسکی رضا کے کاموں کے ذریعہ اس سے قربت حاصل کرو اور وسیلہ'' جنت میں اعلیٰ مقام کا نام بھی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور جنت میں انکا گھر ہوگا یہ مقام رب العالمین کے عرش سے سب سے قریب ہے۔ امام مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مؤذن کو اذان دیتے سنو تو جیسے وہ کہتا ہے ویسے ہی کہو۔ پھر مجھ پر درود بھیجو، اسلئے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار درود بھیجے گا۔ پھر میرے لئے اللہ سے ''وسیلہ'' مانگو، جو جنت میں ایک ایسا

مقام ہے جسکا حقدار اللہ کا صرف ایک بندہ ہوگا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا تو جو شخص میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگے گا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوجائیگی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 577)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوسیلہ میں ''وسیلہ'' کی بہت ہی مفید توضیح کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وسیلہ اور توسل تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) واجبات و مستحبات کی ادائیگی کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کرنا، جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت اور سورۃ اسراء کی آیت (۵۷) میں آیا ہے وسیلہ کا یہ معنی فرض ہے اور اس کے بغیر مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

(۲) نبی کریم ﷺ سے اللہ کے حضور دعا اور شفاعت کروانا۔ توسل کا یہ معنی نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پایا گیا کہ صحابۂ کرام ﷺ نے مختلف موقعوں پر آپ سے دعائیں کروائیں اور قیامت کے دن آپ اپنی امت کے لئے شفاعت کریں گے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی ذات کے ذریعہ توسل: یعنی اللہ تعالیٰ کو آپ کی ذات کی قسم دلانا، اور ان کی ذات کے ذریعہ سوال کرنا توسل کی یہ قسم صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے نہ آپ کی زندگی میں اور نہ آپ کی وفات کے بعد، نہ آپ کی قبر کے پاس اور نہ کسی اور جگہ، اور نہ یہ چیز صحابۂ کرام سے ثابت شدہ دعاؤں میں پائی جاتی ہے۔ بعض ضعیف احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے اور بعض ایسے لوگوں کی رائے ہے جن کی رائے اسلام میں حجت نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے توسل کی اس قسم کا انکار کیا ہے اور کہا کہ مخلوق کے توسل سے سوال کرنا جائز نہیں اور نہ یہ کہنا جائز ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے تیرے انبیاء کے حق کے طفیل میں سوال کرتا ہوں۔ بعض لوگوں نے صحیح بخاری کی عمر ﷺ والی حدیث کا غلط مفہوم سمجھا ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ جب مدینہ میں قحط سالی ہوئی تو عمر ﷺ نے کہا کہ اے اللہ! پہلے جب قحط سالی ہوتی تھی تو ہم تیرے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو بارش ہوتی تھی، اب ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 954)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ توسل کا مفہوم آپ سے دعا کرانا ہے، نہ کہ آپ کی ذات کے ذریعہ وسیلہ حاصل کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ عمر بن خطاب ﷺ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب ﷺ سے دعا کروائی۔ اگر مقصود آپ کی ذات کے ذریعہ توسل ہوتا تو عباس ﷺ کی ذات کے ذریعہ توسل کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ عمر ﷺ کے نزدیک توسل کا مطلب دعا کروانا تھا جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد ناممکن ہوگیا، اس لئے انھوں نے عباس ﷺ سے دعا کروائی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۳۹: یعنی توبہ کرنے اور اپنے رویہ کی اصلاح کرنے کی صورت میں وہ آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔ واضح رہے کہ قانون کی گرفت میں آجانے کے بعد توبہ کرنے سے شریعت کی کوئی حد ساقط نہیں ہوتی۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ
جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ
وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَ
اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ
عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ
يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا ع ١٠
هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ
اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ
وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ
كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ
اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ
بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ
بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ
وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ
كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ
بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

جھوٹ بنانے کیلئے جاسوسی کرتے ہیں (اس کے علاوہ) حرام
خور بھی ہیں اگر یہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے مابین فیصلہ
کرو یا ان سے اعراض کرو اور اگر آپ اعراض کریں گے تو
بھی وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ہاں اگر آپ ان کے مابین
فیصلہ کریں تو پھر انصاف سے فیصلہ کیجئے کیونکہ اللہ انصاف
کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (۴۲) اور آپ کو یہ کیسے حکم
بنا سکتے ہیں جبکہ انکے پاس تورات ہے جسمیں اللہ کا حکم موجود
ہے اس کے باوجود اس حکم سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ حقیقت
میں یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے (۴۳) بلاشبہ ہم نے تورات
اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے اس کے مطابق اللہ کے
فرمانبردار نبی ان لوگوں کے فیصلے کیا کرتے تھے جو یہودی بن
گئے تھے اور اللہ والے اور علماء بھی (اسی تورات کے مطابق
فیصلے کرتے تھے) کیونکہ وہ کتاب اللہ کی حفاظت کے ذمہ دار
بنائے گئے تھے اور اس کے (حق ہونے کی) شہادت بھی
دیتے تھے لہٰذا تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری
آیات کو حقیر سے معاوضہ کی خاطر بیچ نہ کھاؤ اور جو لوگ اللہ
کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر
ہیں (۴۴) ان کے لئے ہم نے تورات میں یہ لکھ دیا تھا کہ
جان کے بدلے جان ہوگی، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے
بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت
اور زخموں کا برابر برابر بدلہ ہوگا اور جو شخص اپنے حق سے
دستبردار ہو جائے تو یہ اس کے اپنے گناہوں کا کفارہ بن جائے
گا اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ
کریں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں (۴۵) ان (انبیاء) کے بعد
ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی نازل شدہ

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۶ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷

کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے ہم نے انھیں انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی یہ کتاب اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور متقیوں کیلئے اس میں ہدایت اور نصیحت تھی (۴۶) اور اہل انجیل کو (بھی) چاہئے کہ جو اللہ نے اس میں احکام نازل فرمائے، انہی کے مطابق فیصلہ کریں اور جو اللہ کے نازل کردہ (احکام کے مطابق) فیصلہ نہ کریں تو وہی نافرمان ہیں (۴۷)

آیت ۴۵: جب تورات میں جان کے بدلے جان اور زخموں میں قصاص کا حکم دیا گیا تھا تو پھر یہودیوں کے ایک قبیلے (بنونضیر) کا دوسرے قبیلے (بنوقریظہ) کے ساتھ اس کے برعکس معاملہ کرنا اور اپنے مقتول کی دیت دوسرے قبیلے کے مقتول کی بہ نسبت دوگنا رکھنے کا کیا جواز ہے؟ جیسا کہ اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزری۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس قبیلے نے مذکورہ فیصلہ کیا تھا، یہ اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف تھا اور اس طرح انھوں نے ظلم کا ارتکاب کیا۔ گویا انسان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ احکامات الٰہی کو اپنائے، اسی کے مطابق فیصلے کرے اور زندگی کے تمام معاملات میں اس سے رہنمائی حاصل کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو بارگاہ الٰہی میں ظالم متصور ہوگا، فاسق متصور ہوگا، کافر متصور ہوگا ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے تینوں لفظ استعمال کرکے اپنے غضب اور ناراضگی کا بھرپور اظہار فرمادیا۔ اس کے بعد بھی انسان اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین یا اپنی خواہشات ہی کو اہمیت دے تو اس سے زیادہ بدقسمتی کیا ہوگی؟ (احسن البیان)

آیت ۴۶: تورات سے متعلق حکم بیان کرنے کے بعد اب انجیل سے متعلق حکم بیان کیا جارہا ہے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی رہنمائی کیلئے بہت سے انبیاء بھیجے، ان سب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے جن کو اللہ نے انجیل عطا کیا، اور جنھوں نے تورات کی تصدیق کی، اور اس کے احکام کو انجیل میں نازل شدہ آیات کے ذریعہ منسوخ قرار دیا۔

آیت ۴۷: اہل انجیل کو یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا اور تمام بنی نوع انسان کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، اور قرآن کریم کو فیصل مان لینے کا حکم دیا گیا۔ اس آیت میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کو فاسق کہا گیا ہے، یعنی ایسے لوگ اپنے رب کی اطاعت اور حق کی راہ چھوڑ کر باطل کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ﴿۴۸﴾

اور ہم نے آپ پر مبنی برحق کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی جامع ونگران بھی ہے۔لہٰذا ان کے فیصلے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق کیجئے' آپ کے پاس حق آچکا ہے تو ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلئے' تم میں سے ہر امت کیلئے ہم نے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک امت بنا دیتا لیکن اس نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش چاہتا ہے' لہٰذا بھلائی میں سبقت کرو' تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے' پھر جن باتوں میں تم اختلاف کرتے رہے وہ تمہیں بتلا دے گا (۴۸)

قرآن عظیم صادق ومصدق ہے:

آیت ۴۸: اوپر تورات کا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اتری تھی بیان تھا۔اس کی تعریف وتوصیف اور اس وقت اس کی پیروی کا حکم تھا جب اس کی پیروی واجب تھی۔ پھر انجیل کا بیان کیا گیا، اس کی مدح وثنا کی گئی۔اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم فرمایا گیا اور اس کی پیروی کا حکم دیا گیا۔اب قرآن عظیم کا ذکر ہے جو رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین پر اترا۔فرمایا ہم نے آپ پر حق کے ساتھ قرآن عظیم اتارا ہے۔اس میں ایسی سچائی ہے کہ اس کے اللہ کی طرف سے ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں اور یہ ان تمام پچھلی کتابوں کی تصدیق بھی فرماتا ہے جن میں اس کا بیان ہے اور اس کی تعریف ہے اور یہ بشارت ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے اس کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے گا چنانچہ حسب بشارت اس کے اترنے سے اس کی صداقت میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ بشرطیکہ اہل بصیرت غور وفکر سے کام لیں چنانچہ جو کتابوں کے ماننے والے ہیں، اللہ کے حکم کے فرمانبردار ہیں، اللہ کی شریعتوں کے پابند ہیں اور اللہ کے رسولوں کو مانتے ہیں۔ان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوگیا۔فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الخ (الاسراء: ۱۰۷۔۱۰۸) جو لوگ اس سے پہلے کے عالم ہیں جب ان کو یہ پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔یعنی حق تعالیٰ نے پہلے رسولوں کی زبانی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے وہ یقیناً پوری ہو کر رہے گی۔

قرآن عظیم سابق کتابوں پر امین ہے

پھر فرمایا قرآن عزیز تمام سابق کتابوں پر امین ہے۔ سب کی تصدیق کرتا ہے اور تمام کتابوں کا خلاصہ ہے جو بات اس کے موافق ہو وہی حق ہے اور جو اس کے مخالف ہو وہ منسوخ اور رد و بدل ہے۔ قرآن پاک سب پر گواہ و حکم ہے۔ یہ عظیم الہامی مقدس کتاب جو سب سے پچھلی کتاب ہے اور پچھلے رسول پر اتری ہے سب سے زیادہ جامع، مانع کامل ترین اور اعظم و افضل ہے کیونکہ اس میں تمام سابق کتابوں کی خوبیاں بھی جمع ہیں اور ایسے ایسے کمالات کا اضافہ بھی ہے جو کسی دوسری کتاب کو نصیب نہیں اسی وجہ سے اس کو تمام کتابوں پر گواہ حاکم اور امین بنایا گیا اور اس کی حفاظت خود حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۱۵) ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

وَ اَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَ احۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ‌ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ‌ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ‌ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾

اور ان کا فیصلہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق کیجئے انکی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے' اور ہوشیار رہئے کہ جو احکام اللہ نے آپکی طرف نازل کئے ہیں انکے کچھ حصہ سے آپ کو منحرف نہ کر دیں' اور اگر یہ اعراض کریں تو جان لیجئے کہ اللہ انہیں انکے بعض جرائم کی سزا دینا چاہتا' بلاشبہ ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں (۴۹) کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ یقین کرنیوالوں کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنیوالا کوئی نہیں ہوسکتا (۵۰)

دنیا کا فیصلہ قرآنی احکام کے مطابق کیا جائے

پھر فرمایا اے محمد ﷺ آپ لوگوں میں، عربوں میں، عجمیوں میں ان پڑھوں میں پڑھے لکھوں میں اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق جو اس عظیم کتاب میں آپ کے پاس موجود ہیں حکم فرمائیں اور ان احکام سے بھی جو پہلے انبیاء کی کتابوں میں جن کو آپ کیلئے برقرار رکھا گیا ہے اور انھیں آپ کی شریعت میں منسوخ نہیں کیا گیا (ابن جریر)

پھر فرمایا آپ ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں یعنی ان کی خود تراشیدہ باتوں کی جن کی وجہ سے انھوں نے اللہ کے وہ احکام چھوڑ دیئے جو ان پر رسولوں کی زبانی اترے تھے پیروی نہ کریں۔ لہٰذا آپ حق سے ہٹکر جس کا آپ کو حکم ہے ان بدبخت اور جاہلوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ لگیں۔ پھر فرمایا ہم نے ہر ایک کیلئے ایک شریعت اور ایک راہ مقرر فرمادی ہے۔ (ابن عباس) شِرۡعَةً سے سبیل اور منہاج سے سنت مراد ہے شریعت وہ ہے جس سے ابتدا کی جائے اور منہاج واضح اور آسان راستے کو کہا جاتا ہے اور سنتیں راستے ہی ہیں۔

تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے ہاں شریعتیں الگ الگ ہیں

اس آیت میں حق تعالیٰ نے مختلف مذاہب والی قوموں کا بیان فرمایا ہے کہ اپنے معزز رسولوں کو مبعوث فرما کر ان کو حق تعالیٰ نے مختلف شریعتیں عطا فرمائیں۔ یعنی جن کے احکام مختلف تھے اور توحید میں متفق تھیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم گروہ انبیاء علاتی بھائی ہیں اور ہمارا دین (توحید) ایک ہی ہے (صحیح مسلم حدیث نمبر 4362) ہر ایک نبی کو توحید دے کر بھیجا گیا اور ہر کتاب میں توحید اتاری گئی۔ فرمایا: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا الخ (النحل:٣٦) بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں سے بچو۔ البتہ انبیاء کی شریعتیں احکام میں اور واجبات وممنوعات میں مختلف ہیں۔ ایک چیز ایک شریعت میں حلال اور دوسری شریعت میں حرام ہے یا اس کے برعکس ہے۔ اس طرح ایک حکم ایک شریعت میں ہلکا اور دوسری شریعت میں سخت ہے۔ حق تعالیٰ نے ہر ایک زمانے میں قوم کے لحاظ سے اور اپنی مصلحت کے اعتبار سے شریعتیں مقرر فرمائیں یہ خطاب تمام قوموں سے ہے اور اللہ اپنی ہمہ گیر وعظیم قدرت کا اظہار فرما رہا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ساری دنیا کو ایک ہی دین وشریعت پر جمع فرما دیتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے ہر رسول کی جداگانہ شریعت مقرر فرمائی۔ پھر ان ساری شریعتوں یا بعض کو دوسرے بعد والے رسول کی شریعت سے منسوخ فرما دیا اور اخیر میں تمام شریعتوں کو محمدیہ شریعت سے منسوخ فرما دیا۔ آپ کو قیامت تک کے لئے تمام دنیا کا رسول بنایا اور نبوت آپ پر ختم کردی گئی۔ پھر فرمایا تاکہ اللہ تمہیں اس کتاب میں آزمائے جو اس نے تمہیں دی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے جداگانہ شریعتیں اسی لئے مقرر فرمائیں کہ وہ تمہیں دی ہوئی کتابوں میں آزمائے اور طاعت وگناہ پر ثواب وعذاب دے۔ پھر حق تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف دوڑ کر جاؤ، پھر فرمایا کہ قیامت کے روز تم سب کو اللہ ہی کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا ہے وہی تمہیں تمہارے اختلافات کی خبر دے گا۔ سچوں کو ان کی سچائی کا اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جھوٹوں، منکروں، حق سے کترانے والوں، حق جھٹلانے والوں، دلیل کے باوجود حق نہ ماننے والوں اور پکی دلیلیں ٹھکرا دینے والوں کو بڑا بھاری عذاب دے گا۔ پھر مکرر کہا گیا کہ اللہ ہی کے احکام کے مطابق فیصلہ کیجئے، لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ لگئے اور اپنے دشمنوں (یہودیوں) سے احتیاط رکھئے کہ کہیں وہ آپ کو بہکا نہ دیں۔ خبردار آپ ان سے دھوکہ نہ کھائیں۔ وہ جھوٹے غدار اور کافر ہیں۔ پھر اگر وہ آپ کے حکم کے خلاف کریں اور اللہ کی شریعت مطہرہ کی مخالفت کریں تو آپ یقین کرلیں کہ یہ سب کچھ ان کے گناہوں کی شامت ہے جن کی وجہ سے حق تعالیٰ انھیں ہدایت سے ہٹا کر گمراہ کرنا چاہتا ہے اور ان کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے اللہ کی قدرت وحکمت انھیں گمراہ کرنا اور عذاب میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ یاد رکھو اکثر لوگ اپنے رب کی فرماں برداری سے خارج ہیں۔

حق تعالیٰ کے مخالف ہیں اور صداقت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں فرمایا وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (یوسف:١٠٣) اکثر لوگوں کو آپ ان کے ایمان کے حریص ہی کیوں نہ ہوں ایمان لانے والے نہیں (وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ) (الانعام:١١٧) اگر آپ روئے زمین کے اکثر لوگوں کا کہنا مانیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں۔

آیت ۵۰: اللہ کے حکم سے جو نا قابل تغیر ہے۔ ہر بھلائی پر شامل ہے اور ہر برائی سے روکتا ہے منہ پھیرنے والوں کی مذمت ہے۔ یہ لوگ اپنی رایوں، قیاسوں، خود ساختہ قوانین اور ارادوں کی طرف جو خود تراشیدہ اور من گڑھت ہیں اور جن کی سند اللہ کی شریعت میں نہیں۔ جھکتے ہیں جیسے ارباب جاہلیت اپنی جہالت وگمراہی کے ساتھ حکم کیا کرتے تھے جو وہ اپنی رایوں اور خواہشوں کے مطابق گھڑلیا کرتے تھے اور جیسے تا تاری ملکی سیاسی قوانین کے جوان کے بادشاہ چنگیز خان سے ماخوذ تھیں حکم کیا کرتے تھے۔ چنگیز خاں نے انھیں ایک کتاب لکھ کردی تھی۔ جو مختلف شریعتوں سے ماخوذ تھی اور اس میں بہت سے قانون محض اپنی رائے اور خواہش کے مطابق تھے، یہ کتاب اس کی اولاد میں ایک خود ساختہ شریعت تھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝۵۲ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۵۳

وقف لازم — وقف غفران — الثلثة

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم میں سے کسی نے ان کو دوست بنایا تو وہ بھی انھیں میں سے ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۵۱) آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے وہ انہی (یہود و نصاریٰ) میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں، ممکن ہے کہ جلد ہی اللہ (مومنوں کو) فتح عطا کرے یا اپنی طرف سے کوئی بات ظاہر کردے تو جو کچھ یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں ان پر نادم ہوکر رہ جائیں (۵۲) اور اہل ایمان یوں کہیں گے، کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بڑی بھاری قسمیں اٹھا کر کہتے تھے کہ یقیناً ''ہم تمہارے ساتھ ہیں'' ایسے منافقوں کے اعمال برباد ہوگئے اور انھوں نے بالآخر نقصان ہی اٹھایا (۵۳)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی تھی کہ یہود و نصاریٰ نے تورات اور انجیل کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اس لئے یہود و نصاریٰ ظالم ہیں کافر ہیں اور نافرمان ہیں اور جو کوئی اللہ کی کتاب پر عمل نہ کرے وہ گمراہ ہے۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے کہہ رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں سے دوستی نہ رکھو پھر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی برے اعمال کا ذکر کیا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی وغیرہم نے اس آیت کی شان نزول کے بارے میں روایت کی ہے کہ بعض یہود عبادہ بن

صامت انصاری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے حلیف تھے۔ میدان بدر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو فتح ہوئی تو یہود بہت غصہ ہوئے اور اپنی بدنیتی کا اظہار کرنے لگے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ حال دیکھ کر اپنے حلیفوں سے برأت و علیحدگی کا اعلان کر دیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی دوستی اور محبت پر راضی ہو گئے، لیکن عبداللہ بن ابی نے انکار کر دیا، اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور مسلمانوں کی عداوت انکے درمیان قدر مشترک ہے۔ اسکے بعد اللہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ جو بھی ان سے دوستی کرے گا ان میں سے ہو جائے گا۔ چاہے وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہو کہ ان کا دین الگ ہے۔

آیت ۵۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہوتی ہے وہی لوگ یہود و نصاریٰ سے دوستی کرتے ہیں اور اس معاملہ میں ان کی انتہائی سرعت و تیزی اور انتہائی رغبت کو بتانے کے لئے اللہ نے (ان کی دوستی میں تیزی کرتے ہیں) کے بجائے (ان میں مل جانے کے لئے تیزی کرتے ہیں) کے الفاظ استعمال کئے گویا وہ انہی میں سے ہو جانا چاہتے ہیں۔ اور اس کی علت یہ بتاتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ حالات بدلیں اور ان کے محتاج ہو جائیں، اسی لئے ہم ان کے شر سے بچنے کے لئے پہلے سے ہی احتیاط کرتے ہیں حالانکہ انھیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح و نصرت دے اور یہود و نصاریٰ پر جزیہ واجب کر دیا جائے۔ تو اس وقت ان (منافقین) کو اپنے کئے پر ندامت ہو گی اور اس وقت ان کی بدباطنی کھل کر سامنے آ جائے گی اور مسلمان تعجب کریں گے کہ کس طرح یہ لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور قسم کھایا کرتے تھے کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ ان (منافقین) کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، اپنی دنیا بھی برباد کی اور آخرت بھی۔ سورہ آل عمران کی آیات (۲۸) اور (۱۱۸) میں غیر مسلموں کو اپنا دوست اور رازداں بنانے سے متعلق تفصیل گذر چکی ہے اس مضمون کو مزید سمجھنے کے لئے ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے دیکھ لیا جائے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لے آئیگا جن سے اللہ محبت رکھے اور وہ اللہ سے محبت رکھیں، مومنوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں سخت ہوں، اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے وہ بہت فراخی والا اور علیم (جاننے والا) ہے۔ (۵۴) اے ایمان والو! تمہارے

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ﴿۵۵﴾ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴿۵۶﴾	دوست صرف اللہ، اس کا رسول اور ایمان لانے والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکنے والے ہیں (۵۵) اور جو شخص اللہ کو اس کے رسول اور مومنوں کو دوست بنالے (وہ یقین رکھے کہ) اللہ کی جماعت ہی غالب ہو کر رہے گی (۵۶)

ع ۱۲

آیت ۵۴: قتادہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کیونکہ اسے پہلے سے معلوم تھا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے عرب قبائل اسلام سے مرتد ہو جائیں گے چنانچہ جب نبی ﷺ کا انتقال ہوا تو تین مقامات، مکہ، مدینہ، بحرین کے علاوہ تمام مقامات سے عرب قبائل کے ارتداد کی خبریں آنے لگیں۔ وہ کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوۃ ادا نہیں کریں گے۔ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے جہاد کیا اسی لئے علی، حسن رضی اللہ عنہما، ضحاک رحمہ اللہ اور بہت سے دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں جن لوگوں کا یہ کہکر ذکر فرمایا گیا ہے کہ ''وہ اللہ سے محبت کریں گے اور اللہ ان سے محبت کرے گا'' ان سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ (ابن کثیر)

آیت ۵۵: اوپر کی آیات میں کفار سے دوستی کو ممنوع قرار دیا۔ اب اس آیت میں صرف یہ حکم دیا جارہا ہے تم یہود کو اپنا دوست اور مددگار مت بناؤ بلکہ صرف مومنین کو اپنا دوست اور مددگار سمجھو۔ (کبیر، ابن کثیر)

یہ آیت عام مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہے اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا اس آیت کے اولین مصداق ہیں جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہود کی دوستی سے برأت کا اعلان کر دیا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ '' وَلِيُّكُمْ '' سے مراد علی رضی اللہ عنہ ہیں تو انھوں نے فرمایا؛ علی رضی اللہ عنہ بھی من جملہ مومنین کے ہیں۔ یعنی یہ آیت سب مومنین کے حق میں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہاں (اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ) میں جو صفات مذکور ہیں ان سے کیا مقصد ہے تو ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ صفات سے منافقین پر طنز مقصود ہے جو ان صفات سے خالی تھے۔ (کبیر)

آیت ۵۵۔۵۶: شیعہ حضرات ان دو آیتوں سے علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلافصل ثابت کرتے ہیں۔ ان کے استدلال کا مدار تو اس بات پر ہے کہ یہ آیت خاص کر علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مگر ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ آیت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے حق میں نازل ہوئی ہے اور علی رضی اللہ عنہ فی الجملہ ان میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ جب اس آیت میں تمام صیغے جمع کے ہیں تو پھر صرف علی رضی اللہ عنہ کیسے مراد ہو سکتے ہیں؟ اور پھر جب آیت کے نزول کے ساتھ ہی مومنین کی ولایت ثابت ہو گئی تو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تک اس کو ملتوی رکھنا بے معنی ہے۔ نیز ولی کے معنی دوست اور مددگار کے بھی آتے ہیں۔ اور والی اور متصرف کے بھی سیاق و سباق معنی اول کا تو مؤید بلا قرینہ سیاق کے خلاف دوسرے معنی لینے کیلئے کونسی وجہ جواز ہو سکتی ہے۔ امام رازی نے آٹھ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آیت میں ولی کے پہلے معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی دلائل کے خلاف ہیں۔ (کبیر)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ
اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى
الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ
تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ
فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ
مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ
عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ
الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ
سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے اور کافروں میں سے ایسے لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی مذاق بنا رکھا ہے اور اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو (۵۷) اور جب تم نماز کیلئے اذان کہتے ہو تو یہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے اور اسے شغل بناتے ہیں' اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بیوقوف ہیں (۵۸) آپ (یہود و نصرانی سے) کہئے: اے اہل کتاب تمہیں ہم سے کیا دشمنی ہے سوائے اس کے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو ہم سے پہلے نازل ہوا تھا اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں (۵۹) کہہ دیجئے: کیا میں تمہیں اللہ کے ہاں انجام کے لحاظ سے اس سے بھی بدتر انجام والے کی خبر دوں؟ وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر اسکا غضب نازل ہوا؟ پھر ان میں سے بعض کو اس نے بندر اور سور بنا دیا اور بعض کو طاغوت کے بندے بنا دیا' یہی لوگ درجہ کے لحاظ سے بدتر اور سیدھی راہ سے بہت بھٹکے ہوئے ہیں (۶۰)

آیت ۵۸: اس میں کفار و مشرکین کی اسلام سے دشمنی اور اس کا مذاق اڑانے کی ایک دوسری شکل کو بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان جب نماز کے لئے اذان دیتا ہے تو وہ لوگ اس کی نقالی کرتے ہیں۔ اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس بارے میں امام احمد، محمد بن اسحاق اور ابن جریر وغیرہم نے بعض نصاریٰ اور مشرکین کے واقعات بیان کئے ہیں جنھوں نے اذان کا مذاق اڑایا تھا اور وہ لوگ اللہ کی گرفت میں آ گئے تھے کیونکہ یہ شیطان کے متبعین کی صفت ہے۔

آیت ۵۹: اہل کتاب سے خطاب ہے کہ جب قرآن تمام پچھلی سچائیوں کی تصدیق کرتا ہے اور کسی نئے دین کی طرف نہیں بلاتا تو پھر تم اسکی مخالفت پر کیوں کمربستہ ہو گئے ہو؟ آخر متبعین قرآن کا قصور کیا ہے۔ کیا یہی قصور ہے کہ وہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن کی طرح تمہاری کتابوں کو کلام الٰہی سمجھتے ہیں اور تم سے کہتے ہیں اپنی کتابوں پر راست بازی کے ساتھ عمل کرو۔ (ترجمان القرآن)

آیت ۶۰: بدترین لوگ اصل میں تو وہی تھے جن پر اللہ کی لعنت اور غضب ہوا۔ جو سور اور بندر بنا دیئے گئے وہی گمراہ تھے۔ ہمارا تو یہ کردار نہیں ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ تمہارے ہی باپ دادا تھے۔

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ہم ایمان لے آئے ہیں" حالانکہ جب وہ آئے تب بھی کافر تھے اور جب گئے تب بھی کافر اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے (٦١) ان میں اکثر کو آپ دیکھیں گے کہ گناہ اور زیادتی کے کاموں اور حرام خوری میں تگ ودو کرتے پھرتے ہیں۔ جو کام یہ کر رہے ہیں بہت برے ہیں (٦٢) ان کے مشائخ اور علماء ان یہود کو گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ بہت برا ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ (٦٣)

آیت ٦١: تمہارا منافقانہ کردار تمہیں ہدایت سے روکتا ہے جب آپ کی مجلس میں آتے ہیں تو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں مگر حقیقت یہ ہے جب وہ آئے تھے تو دل میں کفر چھپاتے ہوئے جب وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایمان کا اقرار کر رہے تھے تو بھی دل میں کفر ہی ہے اور جب آپ کی مجلس سے رخصت ہوئے تو اتنا ہی کفر ساتھ لئے ہوئے رخصت ہوئے۔ اللہ سے تو یہ اپنے دلوں کا حال چھپا نہیں سکتے۔ (تیسیر القرآن)

آیت ٦٢۔ ٦٣: یہ علماء ومشائخ دین اور عباد وزہاد پر نکیر ہے کہ عوام کی اکثریت تمہارے سامنے فسق وفجور اور حرام خوری کا ارتکاب کرتی ہے لیکن تم انھیں منع نہیں کرتے۔ ایسے حالات میں تمہاری یہ خاموشی بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کتنی اہمیت اور اس کے ترک پر کتنی سخت وعید ہے۔ جیسا کہ احادیث میں بھی یہ مضمون وضاحت اور کثرت سے بیان کیا گیا ہے۔ (احسن البیان)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ

یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (بخیل ہے) بندھے ہوئے تو ان ہی کے ہاتھ ہیں اور یہ کہنے کی وجہ سے ان پر پھٹکار پڑ گئی بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہیں۔ وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے اس نے ان کی اکثریت کو سرکشی اور کفر میں اور بڑھا دیا اور ہم نے ان کے درمیان روز قیامت تک عداوت اور کینہ ڈال دیا ہے، جب بھی یہ لوگ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾	بجھا دیتا ہے' یہ ہر وقت زمین پر فساد بپا کرنے میں لگے رہے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (٦٤)

آیت ٦٤: جب ان پر کوئی سخت وقت آتا اور تنگدستی میں مبتلا ہوتے تو اس قسم کے کفریات بکتے جیسا کہ آج کل بعض جاہل قسم کے مسلمان اس قسم کے کلمات کہہ دیتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک یہودی نے اللہ تعالیٰ کی طرف بخل کی نسبت کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن جریر) ان کے ہاتھ تنگ ہوں اور وہ پھٹکارے جائیں۔ انکے حق میں بددعا ہے۔ (ابن کثیر) وہ انتہائی سخی اور فیاض ہے زمین وآسمان کے تمام خزانے اسی کے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہے اور اسے دن رات کا خرچ کچھ بھی کم نہیں کرتا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 6862)

قرآن وحدیث سے اللہ تعالیٰ کے لئے ید (ہاتھ) ثابت ہیں قدرت وغیرہ کے معنی کر کے اس کی تاویل کرنا سلف کے خلاف ہے۔ اہل حدیث اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کے ظاہری معنی پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس کو کسی بھی مخلوق کی مشابہت سے پاک جانتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے ویسے ہی اس کی صفات بھی بے مثل ہیں۔ (وحیدی)

دراصل یہ لوگ دلائل کے واضح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار محض حسد وبغض اور حب جاہ ومال کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن کے تدریجی نزول کے ساتھ ان کے کفر وانکار میں بھی اضافہ اور غلو ہو رہا تھا۔ قرآن نے ان کے دلوں کی اس کیفیت کو بیان فرمایا ہے کہ نزول قرآن سے وہ اپنے کفر اور شرارت میں مزید ترقی کرتے جائیں گے۔ (کبیر)

یعنی اللہ تعالیٰ کی ان پر دوسری پھٹکار یہ ہے کہ ان میں باہم فرقہ بندی اور عداوت پائی جاتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے خلاف جتنے منصوبے بنائے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ناکام بنا دیئے جاتے ہیں چنانچہ یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف جتنی شرارتیں کیں اور ان سے جتنی جنگیں لڑیں ان سب کی تاریخ اس حقیقت کی کھلی شہادت ہے۔

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع ١٤	اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں زائل کر کے انہیں نعمتوں والے باغات میں داخل کرتے (٦٥) اگر یہ لوگ تورات اور انجیل پر اور دوسری کتابیں جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئیں، پر عمل پیرا رہتے تو ان کے اوپر سے بھی کھانے کو رزق برستا اور پاؤں تلے سے بھی ابلتا' ان میں سے کچھ تو راست رو ہیں اور ان میں اکثر فاسق ہیں (٦٦)

آیت٦٦: یعنی ان پر عمل کرتے اور ان میں تحریف نہ کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ** سے مراد قرآن مجید ہے (ابن کثیر) ہر قسم کی فراوانی مراد ہے۔ یعنی اوپر سے پانی برستا اور نیچے (زمین) سے غلہ اور میوہ پیدا ہوتا اور انھیں روزی کمانے کے سلسلے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا (ابن کثیر) راست رو یعنی افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ چلنے والا اس گروہ سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی (کبیر) اور بقیہ یہودی جو ایمان نہیں لائے (قرآن مجید اشرف الحواشی)

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ‌ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٦٧﴾

اے رسول! جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پیغام الٰہی پہنچانے کا حق ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔ بلاشبہ اللہ کافر قوم کی رہنمائی نہیں کرتا۔ (٦٧)

آیت٦٧: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم جب عرب میں آئے تو ایسا نہ تھا کہ وہاں دین کا نام لینے والا کوئی نہ ہو۔ بلکہ ان کا سارا معاشرہ دین ہی کے نام پر قائم تھا۔ دین کے نام پر بہت سے لوگ پیشوائی اور قیادت کا مقام حاصل کئے ہوئے تھے۔ دین کے نام پر لوگوں کو بڑی بڑی رقمیں ملتی تھیں۔ دینی مناصب کا حامل ہونا معاشرہ میں عزت اور فخر کی علامت بنا ہوا تھا۔ صدیوں کی روایات کے نتیجے میں اس دین کے نام پر گدیاں بن گئی تھیں اور مفادات کی بہت سی صورتیں قائم ہو گئی تھیں۔ ایسے ماحول میں جب پیغمبر اسلام نے بے آمیز دین کی دعوت پیش کی تو لوگوں کو نظر آیا کہ وہ ان کی دینی حیثیت کو بے اعتبار ثابت کر رہی ہے۔ ان کو اندیشہ ہوا کہ اگر یہ دین پھیلا تو ان کا وہ مذہبی ڈھانچہ ڈھ جائے گا جس میں ان کو بڑائی کا مقام ملا ہوا ہے۔ یہ صورت حال داعی کے لئے بہت سخت ہوتی ہے۔ اپنے دعوتی کام کو کھلے طور پر انجام دینا وقت کی مذہبی طاقتوں سے لڑنے کے ہم معنی بن جاتا ہے۔ اس کو دکھائی دیتا ہے کہ اگر میں کسی مصالحت کے بغیر سچے دین کی تبلیغ کروں تو مجھ کو سخت ترین ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرا مذاق اڑایا جائیگا۔ مجھ کو بے عزت کیا جائے گا۔ میری معاشیات تباہ کی جائیں گی۔ میرے خلاف جارحانہ کاروائیاں ہوں گی۔ میں اعوان وانصار سے محروم ہو جاؤنگا۔ اب اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں۔ دعوتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں دنیوی مصلحتوں کے سرے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں۔ اور اگر دنیوی مصلحتوں کا لحاظ کیا جائے تو دعوتی عمل کی پوری انجام دہی ناممکن نظر آتی ہے۔ یہاں اللہ کا وعدہ داعی کو یکسو کرتا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ داعی اگر اپنے آپکو اللہ کے پیغام کی پیغام رسانی میں لگا دے تو لوگوں کی طرف سے ڈالی جانیوالی مشکلات میں اللہ اس کیلئے کافی ہو جائیگا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

کہہ دیجئے اے اہل کتاب! جب تک تم تورات، انجیل اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، کی پابندی نہ کرو گے تو تم دین کے کسی اصل پر نہیں اور جو کچھ آپکی طرف آپکے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ انکی اکثریت کو سرکشی اور کفر میں بڑھائیگا۔لہٰذا آپکو ان کافروں پر غمزدہ نہ ہونا چاہئے (۶۸) بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں یا یہودی ہیں یا صابی یا نصاریٰ ان میں جو (سچے دل سے) اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے (۶۹)

آیت ۶۹: یہاں (اٰمَنُوْا) سے مراد منافق یا کمزور ایمان کے لوگ ہیں۔ نزول قرآن کے وقت عرب میں یہی مشہور مذاہب تھے ورنہ آیت میں عموم پایا جاتا ہے۔ یہاں وضاحت ہے کہ نجات اخروی کیلئے کسی بھی گروہ یا مذاہب سے منسلک ہونا کچھ اہمیت نہیں رکھتا بلکہ ایمان کامیابی کا بنیادی جزو ہے اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لانے اور آپ کی شریعت پر عمل کئے بغیر ایمان بے معنی ہے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان کی طرف رسول بھی بھیجے (لیکن) جب بھی کوئی رسول انکی خواہشات کے خلاف حکم لے کر آئے تو ایک گروہ کو تو انھوں نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو مار ہی ڈالا (۷۰) اور یہ سمجھتے رہے کہ اس سے کچھ فتنہ رونما نہ ہوگا' لہٰذا وہ اندھے اور بہرے بن گئے' پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تو ان میں سے اکثر لوگ اور زیادہ اندھے اور بہرے بن گئے اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اسے اچھی طرح دیکھ رہا ہے (۷۱) بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جنھوں نے کہا کہ ''مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے'' حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا ''اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی کیونکہ جو شخص اللہ سے شرک کرتا ہے اللہ نے اس پر

وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ
وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ
يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ
وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾ مَا
الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا
يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ
ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ
وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾

وقف لازم

جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا (۷۲) بلاشبہ وہ لوگ کافر ہو چکے جنھوں نے کہا کہ ''اللہ تین میں کا تیسرا ہے'' حالانکہ اللہ تو صرف وہی اکیلا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو کافر رہے انھیں المناک عذاب ہوگا (۷۳) کیا یہ لوگ اللہ کے حضور توبہ نہیں کرتے اور اس سے بخشش طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۷۴) مسیح ابن مریم ایک رسول ہی تھے جن سے پہلے کئی رسول گزر چکے اور اس کی والدہ صدیقہ تھیں وہ دونوں کھانا کھاتے تھے' دیکھئے ہم ان کیلئے کیسے آیات کو واضح کرتے ہیں پھر دیکھئے انھیں کہاں سے دھوکا لگتا ہے (۷۵) کہہ دیجئے: کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اسکی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نفع کا' اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (۷۶)

آیات ۷۲-۷۶: مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی معجزے دیئے۔ یہ معجزے اس لئے تھے کہ لوگ آپ کے پیغمبر ہونے کو پہچانیں اور آپ پر ایمان لائیں مگر معاملہ برعکس ہوا۔ عیسائیوں نے آپ کے معجزات کو دیکھ کر یہ عقیدہ قائم کیا کہ آپ خدا ہیں خدا آپ کے اندر حلول کئے ہوئے ہے۔ یہود نے یہ کہہ کر آپ کو نظر انداز کر دیا کہ یہ ایک شعبدہ باز اور جادوگر ہیں۔ معبود وہی ہوسکتا ہے جو خود بے احتیاج ہو اور دوسرے کو نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھے۔ کھانا آدمی کے محتاج ہونے کی آخری علامت ہے۔ جو کھانے کا محتاج ہے وہ ہر چیز کا محتاج ہے۔ جو شخص کھانا کھاتا ہو وہ مکمل طور پر ایک محتاج ہستی ہے۔ ایسی ہستی خدا کس طرح ہوسکتی ہے۔ یہی معاملہ نفع نقصان کا ہے کسی کو نفع ملنا یا کسی کو نقصان پہنچنا ایسے واقعات ہیں جنکے ظہور میں آنے کے لئے پوری کائنات کی مساعدت درکار ہوتی ہے کوئی بھی شخص اس قسم کے کائناتی اسباب فراہم کرنے پر قادر نہیں۔ اس لئے انسانوں میں سے کسی انسان کا یہ درجہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اس کو معبود فرض کرلیا جائے۔

جب بھی آدمی خدا کے سوا کسی اور کو اپنی عقیدت ومحبت کا مرکز بناتا ہے تو اس کے پیچھے یہ چھپا ہوا جذبہ ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں کوئی بڑا درجہ حاصل ہے۔ وہ اللہ کے یہاں اس کا مددگار بن سکتا ہے۔ مگر اس قسم کی تمام امیدیں محض جھوٹی امیدیں ہیں۔ موجودہ

امتحان کی دنیا میں اللہ کے سوا دوسری چیزوں کا بے بس ہونا کھلا ہوا امر ہے پھر بھی یہاں آدمی غلط فہمی میں پڑا ہوا ہے مگر آخرت میں جب تمام حقائق کھول دیئے جائیں گے تو آدمی دیکھے گا کہ اللہ کے سوا جن سہاروں پر وہ بھروسہ کئے ہوئے تھا وہ کس قدر بے قیمت تھے۔(تذکیر القرآن)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝۷۷ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰي كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱

ع ۱۱/۱۴

آپ ان سے کہئے! اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کے پیچھے نہ چلو جو پہلے ہی گمراہ ہیں اور بہت لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں (۷۷) بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہو گئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ نافرمان ہو گئے تھے اور حد سے آگے نکل گئے تھے (۷۸) آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے (جو کچھ بھی کرتے تھے) یقیناً وہ بہت برا تھا (۷۹) ان میں سے اکثر کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستی گانٹھتے ہیں، جو اعمال وہ اپنے سے آگے بھیج رہے ہیں بہت برے ہیں کہ ان سے اللہ بھی ان پر ناراض ہو گیا اور خود بھی ہمیشہ عذاب میں رہیں گے (۸۰) اگر وہ اللہ پر، نبی پر اور جو کچھ اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر تو فاسق ہی ہیں (۸۱)

آیت ۸۰: بنی اسرائیل کا انجام بد

اس آیت میں ان بنی اسرائیل کا انجام بد ذکر کیا گیا ہے۔ جو اس افراط و تفریط کی گمراہی میں مبتلا تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی، اول داؤد علیہ السلام کی زبان سے جس کے نتیجہ میں ان کی صورتیں مسخ ہو کر خنزیر بن گئے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت ان پر مسلط ہوئی جس کا اثر دنیا میں یہ ہوا کہ مسخ ہو کر بندر بن گئے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس جگہ بتقاضائے مقام صرف دو پیغمبروں کی زبان ان پر لعنت ہونے کا ذکر کیا گیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان پر لعنت کی ابتدا موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی، اس طرح مسلسل چار پیغمبروں کی زبانی ان لوگوں پر لعنت مسلط ہوئی جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی، یا جنھوں نے ان کی حد سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی صفات کا شریک بنا دیا۔

آخری دونوں آیتوں میں کفار کے ساتھ گہری دوستی اور موالات کی ممانعت اور اس کے تباہ کن نتائج کا بیان فرمایا گیا، جس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ بنی اسرائیل کی یہ ساری کجروی اور گمراہی نتیجہ تھی ان کے غلط قسم کے ماحول اور کفار کے ساتھ دلی دوستی کرنے کا۔ جس نے ان کو تباہی کے گڑھے میں ڈھکیل دیا تھا۔ (معارف القرآن)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

جو لوگ ایمان لائے ہیں آپ دیکھیں گے کہ ان سے عداوت رکھنے میں لوگوں میں سب سے سخت یہودی اور مشرکین ہیں اور جن لوگوں نے کہا تھا کہ ''ہم نصاریٰ ہیں'' انھیں آپ مسلمانوں سے محبت رکھنے میں قریب تر پائیں گے وجہ یہ ہے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور زاہد پائے جاتے ہیں اور وہ متکبر بھی نہیں ہوتے (۸۲)

آیت ۸۲: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی ہے کہ یہود اور مشرکین دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسلمانوں کی عداوت میں زیادہ سخت ہیں۔ یہود نے ان سے اس لئے عداوت کی کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ دونوں پر ایمان لے آئے اور اس لئے کہ حق کا انکار اور دعاۃ اور دعوت الی اللہ سے دشمنی انھیں وراثت میں ملی تھی۔ بہت سے انبیاء کو قتل کیا اور کئی بار نبی کریم ﷺ کو بھی قتل کرنے کی سازش کی، لیکن ہر بار اللہ نے ان کی سازش کو ناکام بنادیا اور اپنے رسول کی حفاظت فرمائی، اور اس لئے بھی کہ اسلام آنے کے بعد عظیم یہودی سلطنت کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔ اور مشرکین نے اس لئے دشمنی کی کہ مسلمانوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور انبیائے کرام کی نبوتوں پر ایمان لے آئے، جبکہ وہ کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے رہے۔ اور مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں، اور انجیل کے منہج کے مطابق اپنی زندگی گذارتے ہیں وہ مجموعی طور پر اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں نرمی ہوتی ہے اور یہود کی بہ نسبت ان کے دلوں میں حقد و حسد کم ہوتا ہے۔

اور نصاریٰ کی صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ کلام اللہ کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی بشارت موجود ہے اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں لکھ دے جو اس کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔

ان آیات میں عیسائیوں کی نرمی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ مسلمانوں سے دشمنی نہیں رکھتے۔ اس کے لئے قرآن نے اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً کے کلمات استعمال کئے ہیں کہ نصاریٰ بھی دشمن ہیں، لیکن یہود و مشرکین عداوت میں

بڑھے چڑھے ہیں۔ گذشتہ زمانے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان کی وجہ عداوت بھی تھی اور یہودیوں کی سازشوں کی وجہ سے بھی ایسا ہوا۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ بسا اوقات دلوں میں نرم گوشے ہونے کے باوجود ذاتی یا قومی مفادات کی خاطر بھائیوں، رشتہ داروں اور قبیلوں اور قوموں میں جنگیں ہو جایا کرتی ہیں۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سورت کی آیت (٨٢) اور ساتویں پارہ میں اسی سورت کی آیات (٨٣۔ ٨٤۔ ٨٥) نجاشی اور اس کے ساتھیوں کا ایمان اور ان صفات بیان کرنے کیلئے نازل ہوئی تھی۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن مسیب، ابوبکر بن عبدالرحمن اور عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا اور نجاشی نے خط پڑھ کر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ موجود دیگر مہاجرین کو بلا بھیجا، اور اپنے علماء اور زاہدوں کو بلا لیا۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی تو نجاشی اور اس کے تمام ساتھی قرآن پر ایمان لے آئے، اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انہی لوگوں کی حالت اور ایمانی کیفیت بیان کرنے کیلئے مدنی زندگی میں یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ محمد بن اسحاق نے اُمّ المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس میں انھوں نے مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت کا واقعہ بیان کیا ہے اور یہ کفار قریش نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو بہت سارے ہدیے اور تحائف دے کر حبشہ روانہ کیا جنھوں نے وہاں جا کر نجاشی کے پادریوں کو مسلمانوں کے خلاف بہت زیادہ ورغلایا کہ کسی طرح مسلمان مہاجرین کو کفارِ قریش کے حوالے کر دیئے جائیں، لیکن جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی تشریح کی، اور نبی کریم ﷺ کی صفات بیان کیں، اور مسیح بن مریم کے بارے میں اسلام کا صحیح عقیدہ پیش کیا تو نجاشی بہت زیادہ متاثر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''زاد المعاد'' میں تحریر کیا ہے کہ حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت سنہ ٥ ھ میں ہوئی تھی۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو نجاشی کی موت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ حبشہ میں تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو چنانچہ تمام صحابہ کے ساتھ آپ نے صحرا میں جا کر اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 3588) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

اور جو کچھ رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے جب اسے سنتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ انکی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے، لہٰذا ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ دیجئے (۸۳) آخر ہم اللہ پر اور جو حق ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اس پر کیوں ایمان نہ لائیں۔ اور ہم تو یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے گا (۸۴) ان کے قول کے عوض اللہ انھیں ایسے باغات عطا کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور احسان کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے (۸۵) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی اہل جہنم ہیں (۸۶)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ یہودی اور مشرکین مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور یہودیوں کے مقابلہ میں عیسائی کم دشمن ہیں۔ ان آیات میں عیسائیوں کی بعض خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح: حبشہ میں جہاں مسلمانوں نے مکی زندگی میں دو مرتبہ ہجرت کی۔ اصحمہ نجاشی کی حکومت تھی۔ یہ عیسائی مملکت تھی، یہ آیات حبشہ میں رہنے والے عیسائیوں ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، تاہم روایات کی رو سے نبی ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اپنا مکتوب دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا جو انھوں نے جا کر اسے سنایا، نجاشی نے وہ مکتوب سن کر حبشہ میں موجود مہاجرین اور جعفر بن ابی طالب کو اپنے پاس بلالیا اور علماء وزہاد کو بھی جمع کیا پھر جعفر رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم پڑھنے کا حکم دیا، انہوں نے سورۂ مریم پڑھی، جس میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی عبدیت ورسالت کا ذکر ہے جسے سن کر وہ بڑے متاثر ہوئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور ایمان لے آئے۔ بعض کہتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے کچھ علماء نبی ﷺ کے پاس بھیجے تھے، جب آپ نے انھیں قرآن پڑھ کر سنایا تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایمان لے آئے۔ (فتح القدیر)

(جو لوگ کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقے کو اس وقت تک نہ صرف یہ کہ اپنے نام کی اہمیت کا احساس تھا بلکہ ان کو اس پر فخر بھی تھا، اس گروہ کی دوسری صفت قرآن نے یہ بتائی کہ ان میں علماء اور زہاد ہیں آیت ۸۲ میں ان کے لئے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ قِسِّيْسٌ کے معنی رات کے وقت کسی شے کا طلب کرنا، قِسِّيْسِيْنَ، نصاریٰ کے علماء کو کہتے ہیں جو راتوں کو عبادت کرتے ہیں۔ رُهْبَانٌ، رَاهِبٌ کی جمع ہے رُهْبٌ کے معنی خوف کے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب ملا

ہو۔ راہب وہ لوگ ہیں جو تعلقات دنیوی سے بالکل الگ ہوکر عبادت ہی میں لگ جائیں اور ایسے لوگ عیسائیت میں بہت تھے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلی جوش وخروش کے ساتھ ایمان لائے اور قرآن کا خیر مقدم انھوں نے اس والہانہ انداز سے کیا کہ جیسے وہ مدتوں سے اس کے لئے سراپا انتظار تھے اس گروہ نے جس والہانہ انداز میں قرآن اور پیغمبر آخرالزماں کا خیر مقدم کیا، جہاں اس کی پوری تصویر دکھائی گئی ہے وہاں اس میں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے انجیلوں میں جس تسلی دینے والے اور نجات دہندہ کی بشارت دی تھی اور اس کی جو علامتیں بتائی تھیں وہ ان میں سے ایک ایک چیز کو محفوظ کئے ہوئے اس آنے والے کی راہ دیکھتے رہتے تھے۔ یہ آنے والا انھیں نہایت محبوب تھا اس لئے کہ ان کی تمام امیدیں دنیا وآخرت دونوں ہی اسی سے وابستہ تھیں۔ اس کی آمد سے ان کے صحیفوں کی اور ان کے نبیوں کے صداقت ثابت ہونے والی تھی اس کا ظہور اللہ کی زمین میں اس آسمانی بادشاہت کا ظہور تھا جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور جس میں اللہ تعالیٰ کے وہ سارے بندے حصہ پانے والے تھے جن کے دل خشیت الٰہی کے نور سے معمور تھے چنانچہ ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرآن پاک کی آیات سنتے تو جوش مسرت سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوجاتی تھیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو جنھیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔ اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۸۷) اور اللہ نے جو حلال اور طیب رزق تمہیں کھانے کو دیا ہے اسے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو (۸۸) اللہ تمہاری مہمل، بے کار، قسموں پر تو مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو ان پر ضرور مواخذہ کرے گا۔ (اگر تم ایسی قسم توڑ دو تو) اس کا کفارہ دس مسکینوں کا اوسط درجے کا کھانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کی پوشاک ہے یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اور جسے یہ میسر نہ ہوں وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر توڑ دو (بہتر یہی ہے کہ) اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو (۸۹)

قسموں سے متعلق مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمایئے:

آیت ۸۹: ۱۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لغو قسموں سے مراد ایسی قسمیں ہیں جو انسان تکیۂ کلام کے طور پر (نیت سے نہیں) کہہ دیتا ہے جیسے لَا وَاللهِ۔ بَلٰی وَاللهِ۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4247) نیز آپ فرماتی ہیں کہ میرے والد (ابوبکرؓ) کبھی قسم نہیں توڑتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے کفارہ کی آیت نازل فرمائی اس وقت وہ کہنے لگے: ''میں جب قسم کھالوں پھر اس کے خلاف کو اچھا سمجھوں تو اللہ کی رخصت منظور کر کے وہ کام کرلیتا ہوں جسے اچھا سمجھتا ہوں''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4248)

۲۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کسی کو قسم کھانا ہو تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2482)

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر: 3251۔ علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ نہ ماؤں کی اور شریکوں کی اور اللہ کی قسم اس وقت کھاؤ جب تم سچے ہو''۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر: 3248 علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کو ستانا، کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6182)

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی کام کے کرنے کی قسم کھائے پھر ان شاء اللہ کہے تو اس پر (قسم توڑنے سے) کوئی گناہ نہیں ہوگا''۔ (صحیح ترمذی، حدیث نمبر: 1531 علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

۷۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم دینے والے کی قسم کو پورا کرنے کا حکم دیا''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6162)

۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قسم میں دلانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا''۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 3122)

۹۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم کسی کام کے کرنے کی قسم کھالو، پھر کسی اور کام میں بہتری سمجھو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور وہ کام کرو جو بہتر ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6132) (تیسیر القرآن)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ

اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا یہ آستانے اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں۔ لہٰذا ان سے بچتے رہو (یعنی دور رہو) تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ (۹۰) بلاشبہ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے

فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ
عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾
لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
ع ۱۲ ۲ وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ
تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ
يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٤﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا
الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ
مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ
كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا
لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَ
مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ
ذُوانْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ
مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ
الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ
تُحْشَرُوْنَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ

روک دے پس کیا تم باز آتے ہو (۹۱) اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو (ان چیزوں سے) بچو اور پھر اگر تم نے حکم نہ مانا تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر پہنچانے کی ذمہ داری ہے (۹۲) جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے انھیں گناہ نہ ہوگا جو وہ شراب حرام ہونے سے پہلے پی چکے، جبکہ تقویٰ ایمان اور عمل صالح کی روش پہ ہوں اور آئندہ پرہیز کریں حکم الٰہی مانیں اور نیک اعمال کریں اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (۹۳) اے ایمان والو! اللہ شکار کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرے گا جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کون غائبانہ طور پر اللہ سے ڈرتا ہے۔ پھر اس کے بعد بھی جس نے تجاوز کیا، اس کے لئے المناک عذاب ہے (۹۴) اے ایمان والو! حالت احرام میں شکار نہ کرو، اور جس نے جان بوجھ کر شکار کیا تو اس کا بدلہ مویشیوں (پالتو جانور) میں سے اس شکار کے ہم پلہ جانور ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں اور یہ جانور کعبہ لے جا کر قربان کیا جائے۔ یا چند مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا اس کے برابر روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے تاکہ وہ اپنے کام کی سزا چکھے۔ جو کچھ اس حکم سے پہلے ہو چکا اسے اللہ نے معاف کر دیا اور جو اس کا اعادہ کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے۔ بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ (۹۵) تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔ تم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو اور قافلہ والے زاد راہ بھی بنا سکتے ہیں البتہ حالت احرام میں خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے اور اللہ کی خلاف ورزی کرنے سے بچو جسکے حضور تم جمع کئے جاؤ گے۔ (۹۶) اللہ نے کعبہ کو جو قابل احترام گھر ہے لوگوں کے

قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

قیام (امن) کا ذریعہ بنادیا اور حرمت والے مہینے کو اور قربانی اور پٹے والے جانوروں کو بھی تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزوں کے حالات جانتا ہے نیز یہ کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے (۹۷) اور خوب جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے اور وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۹۸) رسول کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچانا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے (۹۹) آپ ان سے کہئے کہ پاک اور ناپاک ایک جیسے نہیں ہوسکتے خواہ ناپاک کی کثرت تمہیں بھلی معلوم ہو۔ لہٰذا عقل والو اللہ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب ہوسکو (۱۰۰)

ربط آیات: سورہ کی ابتدا میں اس بات کا بیان تھا کہ احرام کی حالت میں حاجی کسی پرندے کا یا کسی جانور کا شکار نہ کرے کیونکہ کعبۃ اللہ سارے عالم کے لئے امن کا مرکز ہے وہاں درختوں کیلئے امن ہے کہ کوئی درخت نہ کاٹے وہاں جانوروں کے لئے امن ہے کہ کسی جانور کا شکار نہ کرے وہاں انسانوں کے لئے امن ہے کہ کسی انسان کو مارا نہ جائے۔ ان آیات میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے کہ کعبۃ اللہ لوگوں کے لئے امن کا خیر و برکت کا اجر و ثواب کا اور عبادت کا مرکز ہے لہٰذا اس کا ادب و احترام ضروری ہے۔

آیت ۹۷: اس آیت میں قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کے تین الگ الگ مطلب لئے جاسکتے ہیں اور وہ تینوں ہی درست ہیں۔

۱۔ الناس سے مراد اس دور کے اور اس سے پہلے اور پچھلے قیامت تک کے سب لوگ مراد لئے جائیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کعبہ کا وجود کل عالم کے قیام اور بقا کا باعث ہے اور دنیا کا وجود اسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے جب اللہ کو یہ منظور ہوگا کہ یہ کارخانۂ عالم ختم کردیا جائے تو اس وقت بیت اللہ کو اُٹھالیا جائے گا۔ جیسا کہ سب سے پہلے اس زمین پر یہ مکان بنایا گیا تھا امام بخاریؒ نے اس معنی کو ترجیح دی ہے اور اسی آیت کے تحت درج ذیل حدیث لائے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے قریب) ایک چھوٹی پنڈلیوں والا (حقیر) حبشی کعبہ کو ویران کرے گا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1488) اس حدیث سے ضمناً دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے پہلے کوئی مضبوط سے مضبوط اور طاقتور دشمن کعبہ کو منہدم کرنے کے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہوسکے گا اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح اصحاب الفیل (ابرہہ) کو ذلیل اور ناکام بنادیا تھا، ایسے ہی ہر شخص کو یا قوم یا حکومت کو ہلاک کردے گا جو کعبے کی تخریب کی مذموم حرکت کرے گی۔

۲۔ الناس سے مراد صرف عرب کے لوگ لئے جائیں، جو حرمت والے مہینوں میں بڑی آزادی سے سفر کرتے تھے بالخصوص جب وہ قربانی کے پٹہ والے جانور بھی بغرض قربانی ساتھ لے جارہے ہوں۔ کیوں کہ قبائل عرب ایسے جانوروں کا احترام کرتے تھے

اور یہ سب کچھ کعبہ کے تقدس کی بنا پر ہوتا تھا۔ حج وعمرہ کرنے والے اور تجارتی قافلے تہائی سال نہایت اطمینان سے سفر کرتے۔ اس طرح کعبہ پورے ملک کی تمدنی اور معاشی زندگی کا سہارا بنا ہوا تھا۔

۳۔ الناس سے مراد مکہ اور اسکے اردگرد کے لوگ لئے جائیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ بے آب وگیاہ وادی میں کعبہ کا وجود مکہ اور آس پاس کے تمام لوگوں کی معاش کا ذریعہ ہے۔ پوری دنیا سے حج وعمرہ کیلئے آنے والے لوگوں کو قیام وطعام اور نقل و حرکت کی خدمات مہیا کرنے کے عوض ان لوگوں کو اتنی آمدنی حاصل ہوجاتی ہے جس سے وہ سال بھر گزارا کرسکیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ نیز انھیں دوسرے بھی بہت سے معاشرتی اور سیاسی فوائد حاصل ہورہے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

آیت نمبر ۱۰۰: میں دو لفظ آئے ہیں۔ خبیث، طیب، ہر عمدہ بہتر چیز کو طیب کہتے ہیں اور ہر ردّی خراب کو خبیث کہا جاتا ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک خبیث سے مراد ناپاک حرام ہے اور طیب سے مراد حلال اور پاک اور ہر عقل سلیم کے نزدیک ناپاک یا حلال حرام برابر نہیں ہوسکتے۔ خبیث اور طیب کا استعمال اچھی اور بری چیزوں پر بھی ہوتا ہے اور ان کا استعمال اچھے بُرے لوگوں پر بھی ہوتا ہے۔ اس آیت میں آدمی اور چیز دونوں مراد ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، خیر، شر، نیکی، بدی، تقویٰ، دونوں برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ خیر مطلق اور سراپا حق وعدل ہے اس وجہ سے وہ خیر کو ہی پسند کرتا ہے، اور شر کو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا، اس کے پاس طیب کی قبولیت ہے جس کے خبیث کے لئے جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہیں۔ فوز وفلاح اور کامیابی صرف ان کو ملے گی جو اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے احکام کی پابندی کرتے اور اپنے آپ کو طیب پاکیزہ بناتے رہیں گے، خبیث اور طیب کے سلسلے میں یہاں اس بہت بڑے فتنے سے آگاہ فرمادیا کہ بہت سے نادان کسی برائی کی کثرت کو نہ صرف اس کی تقلید کے لئے دلیل بنالیتے ہیں بلکہ جو بدی فیشن میں داخل ہوجائے تو ضمیر کو یہ کہہ کر تسلّی دے کر مطمئن کردیتے ہیں کہ اس بُرائی سے کیسے بچ سکتے ہیں چنانچہ ایک دوسرے کی تقلید میں پورا معاشرہ تباہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ برائیوں اور خباثتوں کی آماجگاہ ہوجاتا ہے۔ شرافت تہذیب طیب کے معانی بدل جاتے ہیں۔ قرآن کی اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ برائی کا غلبہ اور برائی کی کثرت سے مغلوب ہونے والے احمق ہی بدترین لوگ ہیں اور اہل عقل وہ ہیں جو اس وبا کے برائی کے عام ہونے کے باوجود اس کے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں اور تقویٰ کی راہ پر لگے رہتے ہیں۔ اسلئے مومنوں کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ برائی سے پرہیز کریں چاہے وہ کثرت سے کیوں نہ ہو اور بھلی اور اچھی چیز کو ترجیح دیں، چاہے وہ کم ہو۔ سورہ مائدہ میں شریعت پر زور دیا گیا ہے اور اسکی تفصیل کو بیان کیا گیا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَسْـَٔلُوا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ	اے ایمان والو! ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں اور اگر تم اسوقت پوچھو جب قرآن نازل ہورہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کردی جائے گی (اب تک جو ہوا) اللہ معاف کرتا ہے وہ معاف کرنے

حَلِيْمٌ۝۱۰۱ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ
اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ۝۱۰۲ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ
بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ
لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۝۱۰۳ وَ اِذَا قِيْلَ
لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ
قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ
كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ۝۱۰۴
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ
مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ
جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۱۰۵

والاحلیم ہے (۱۰۱) تم سے پہلے بھی ایک قوم نے ایسے سوال
کئے تھے پھر اسی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے (۱۰۲) اللہ نے
بحیرہ کو کوئی چیز بنایا ہے نہ سائبہ کو نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو بلکہ یہ
کافروں نے بنائے اور جھوٹی باتیں بنا کر اللہ کے ذمہ لگا دیں
اور ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ (جو ان پر عمل نہیں کرتے)
(۱۰۳) اور جب انھیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو
اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسولؐ کی طرف تو کہتے ہیں
ہمارے لئے تو وہی کچھ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء و
اجداد کو پایا ہے۔ خواہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں
اور نہ ہی ہدایت پر ہوں؟ (۱۰۴) اے ایمان والو تمھیں اپنی
فکر کرنا لازم ہے جب تم خود ہدایت پر ہو گئے تو دوسرے کی
گمراہی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تم سب کو اللہ کی طرف پلٹنا
ہے وہ تمھیں بتا دیگا جو کیا کرتے تھے (۱۰۵)

آیت ۱۰۱: میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایک تشریعی ادب کی تعلیم دی ہے اور انھیں ایسے سوالات کرنے سے منع فرمایا جن میں بظاہر کوئی فائدہ نہ ہو اور خواہ مخواہ کی کرید سے منع کیا ہے' اس لئے کہ بسا اوقات ایسے غیر ضروری سوالات کے جواب میں ایسی باتیں سننی پڑتی ہیں جن سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اس آیت میں ایسے ہی سوالات سے روکا گیا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ کیا، فرمایا میں نے ایسا وعظ کبھی نہیں سنا تھا، فرمایا: اگر تمھیں ان باتوں کا علم ہو جائے جن کا علم مجھے ہے تو تم ہنسنا بھول جاؤ اور روتے ہی رہو۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم منہ چھپا کر رونے لگے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کثرت سے سوالات کیا کرتے تھے ایک دن آپ آئے، منبر پر چڑھ کر فرمایا: آج مجھ سے جو بات پوچھی جائے گی میں اس کا جواب دیئے بغیر نہ رہوں گا۔ یہ سن کر صحابہؓ ڈر گئے کہ کہیں سوالات کی وجہ سے اللہ کا غصہ نہ اتر آئے۔ میری جدھر نگاہ اٹھتی تھی میں دیکھتا تھا کہ ہر شخص کپڑے میں چہرا لپیٹے رو رہا تھا۔ پھر ایک شخص جس کے بارے میں لوگوں کو شبہ تھا، کھڑا ہو کر بولا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ! پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ہم اللہ کے رب ہونے سے اور محمدؐ کے رسول ہونے سے راضی ہیں اور فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے

ہیں۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: آج جیسی بھلائی اور برائی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ میرے سامنے جنت اور دوزخ لائی گئی ہے میں نے دونوں کو اس دیوار سے بھی زیادہ قریب دیکھا۔ یہ آیت اتری۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 6562)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں کو اللہ کے رسولؐ سے بطور دل لگی کے سوالات کرنے کی عادت تھی کوئی پوچھتا میری کھوئی ہوئی اونٹنی کہاں ہے؟ اللہ نے انہی کے بارے میں یہ آیت اتاری۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 4256)

اور دوسری روکنے کی وجہ۔ اللہ نے کہا تم سے پہلے لوگوں نے حرام چیزوں کے بارے میں سوال کیا پھر جب انھیں ان کا جواب دیا گیا تو وہ ان پر ایمان نہ لائے اور ان کی وجہ سے کافر بن گئے۔ یعنی جب ان کے سامنے تفصیل آئی تو اس سے فائدہ نہیں اٹھایا کیونکہ ان کے سوالات دل لگی کے لئے تھے عمل کے لئے نہیں۔ مسلمانوں کو ایسے سوالات سے روک دیا گیا جیسے کھانے کے بارے میں عیسائیوں نے کئے تھے، اور پھر ان کے منکر ہو گئے تھے، اللہ نے منع کر کے فرمایا کہ کرید نہ کرو ورنہ اگر تمہاری کرید کی وجہ سے قرآن میں کسی حکم کے بارے میں سختی اتر آئی تو تمہیں ناگوار گزرے گا۔ وحی کا انتظار کرو تمہارے دلوں میں جو سوالات کھٹک رہے ہیں ان سب کا تسلی بخش جواب آجائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ۱۰۳: میں ان جانوروں کی قسمیں ہیں جو اہل عرب اپنے بتوں کی نذر کر دیا کرتے تھے، ان کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ سعید بن مسیب سے صحیح بخاری میں اس کی تفسیر نقل کی گئی ہے۔ ''بَحِيْرَةٌ'' وہ جانور، جس کا دودھ دوہنا چھوڑ دیا جاتا اور کہا جاتا کہ یہ بتوں کے لئے ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اس کے تھنوں کو ہاتھ نہ لگاتا۔ ''سَآئِبَةٌ'' وہ جانور جسے وہ بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیتے تھے اسے نہ سواری کے لئے استعمال کرتے نہ ہی سامان وغیرہ لادنے کے لئے۔ ''وَصِيْلَةٌ'' وہ اونٹنی جس سے پہلی مرتبہ مادہ پیدا ہوتی اور اس کے بعد پھر دوبارہ بھی مادہ ہی پیدا ہوتی (یعنی ایک مادہ کے بعد دوسری مادہ پیدا ہوئی ان کے درمیان کسی نر سے تفریق نہیں ہوئی) ایسی اونٹنی کو بھی وہ بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ ''حَامٌ'' وہ نر اونٹ ہے جس کی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوتے (اور نسل کافی بڑھ جاتی) تو اس سے بھی بار برداری یا سواری کا کام نہ لیتے اور بتوں کیلئے چھوڑ دیتے اور اسے حامی کہتے۔ اسی روایت میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ سب سے پہلے بتوں کیلئے جانور آزاد چھوڑنے والا شخص عمرو بن خزاعی تھا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے جہنم میں ایڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۂ مائدہ۔ حدیث نمبر 4257) آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو اس طرح مشروع نہیں کیا ہے کیونکہ اس نے تو نذر و نیاز صرف اپنے لئے خاص رکھی ہے۔ بتوں کے لئے یہ نذر و نیاز کے طریقے مشرکوں نے ایجاد کئے ہیں' اور بتوں اور معبودان باطلہ کے نام پر جانور چھوڑنے اور نذر و نیاز پیش کرنے کا یہ سلسلہ آج بھی مشرکوں میں بلکہ بہت سے نام نہاد مسلمانوں میں بھی قائم ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ (احسن البیان)

آیت ۱۰۴: تقلید آباء بھی دراصل شرک ہی کی ایک قسم ہے کیوں کہ ایسی صورت میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے مقابلہ میں دین آباء کو ترجیح دی جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ ہر شخص فطرتاً اپنے بزرگوں سے اچھا گمان رکھتا ہے اور ان سے محبت کی بنا پر اس کا یہ گمان عقیدہ کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے بزرگ ہم سے بہت زیادہ نیک، عالم اور

دین کو سمجھنے والے تھے۔ حالانکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ انبیاء کے علاوہ کوئی شخص معصوم نہیں ہوتا۔ اور ہر شخص سے دانستہ یا نادانستہ طور پر غلطی کا صدور ممکن ہے اور تقلید آباء کی صورت میں یہ غلطی نسل در نسل منتقل ہوتی چلی جاتی ہے' چنانچہ ہر عقیدہ اور عمل کی صحت معلوم کرنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اسے کتاب وسنت پر پیش کیا جائے ورنہ محض تقلید آباء کا منطقی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ گمراہی کی طرف دھکیل دے گی۔ (تیسیر القرآن)

آیت میں خطاب ہے مشرکین سے۔ جو مشرکین مختلف شرکیہ اعمال میں مبتلا تھے، ان سے جب کہا جاتا کہ تم لوگ اپنے باپ دادوں کی تقلید چھوڑ دو جنھوں نے اللہ کے بارے میں جھوٹ سے کام لیا تھا اور اللہ و رسولؐ جو کہتے ہیں اس پر عمل کرو تو فوراً بول اٹھتے کہ ہم تو اپنے باپ دادوں ہی کی تقلید کریں گے۔ اس کا جواب اللہ نے دیا کہ کیا باپ دادوں کی تقلید ان کے لئے کافی ہوگی چاہے ان کے باپ دادا حق کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں۔ اندھی تقلید اور مہلک بدعت کی خطرناکیوں کو بیان کرنے کے بعد مناسب تھا کہ اہل ایمان کو نصیحت کی جاتی کہ وہ قرآن وسنت کی اتباع کرکے اپنی اصلاح کی فکر میں لگے رہیں اور انہیں اطمینان بھی دلایا جاتا کہ آدمی اگر راہ ہدایت پر گامزن ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اپنی قدرت کے مطابق کر رہا ہے تو دوسروں کی گمراہی کا وبال اس کے سر نہیں آئے گا اس لئے کہ روز قیامت کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور ہر شخص کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا دوسروں کا گناہ اس کے سر نہیں ڈالا جائے گا۔ اس آیت کریمہ میں اس مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔

آیت ۱۰۵ میں اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے۔ اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد کہا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو اور اس کا غلط مفہوم سمجھتے ہو۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے سنا ہے کہ جب لوگ برائی کو دیکھیں گے اور اسے نہیں بدلیں گے، تو قریب ہے کہ اللہ کا عذاب ان سب کو دبوچ لے گا۔ (ابوداؤد حدیث نمبر 4338 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

ابوثعلبہ کی ایک اور روایت سے (جسے ترمذی نے روایت کی ہے) ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت سے مراد وہ مسلمان ہیں جو آخری زمانہ میں آئیں گے کہ جب ہر شخص اپنی خواہش کا بندہ ہوگا۔ دنیا کو دین پر ترجیح دے گا اور ہر آدمی اپنی رائے پر خوش ہوگا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس زمانہ کے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ جب ایسا زمانہ آجائے تو عوام الناس کو چھوڑ کر اپنی فکر میں لگ جاؤ۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وصیت کے وقت اپنے (مسلمانوں) میں سے دو صاحب عدل گواہ بنا لے، اور اگر حالت سفر میں ہو اور تمہیں موت کی مصیبت آئے تو دو غیر مسلموں کو بھی گواہ بنا سکتے ہو، اگر تمہیں کچھ شک پڑ جائے تو ان دونوں کو نماز کے بعد (مسجد میں) روک لو۔ پھر

تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ
اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِىۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوۡ كَانَ
ذَا قُرۡبٰى ۙ وَ لَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ
الۡاٰثِمِيۡنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنۡ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسۡتَحَقَّاۤ
اِثۡمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوۡمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيۡنَ
اسۡتَحَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡاَوۡلَيٰنِ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ
لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنۡ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعۡتَدَيۡنَاۤ ۖ
اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا
بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجۡهِهَاۤ اَوۡ يَخَافُوۡۤا اَنۡ تُرَدَّ
اَيۡمَانٌۢ بَعۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
وَاسۡمَعُوۡا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ١٤ / ٨
يَوۡمَ يَجۡمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اُجِبۡتُمۡ ؕ
قَالُوۡا لَا عِلۡمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿۱۰۹﴾
اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اذۡكُرۡ نِعۡمَتِىۡ
عَلَيۡكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذۡ اَيَّدْتُّكَ بِرُوۡحِ وقف لازم
الۡقُدُسِ ۙ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَ كَهۡلًا ۚ وَ
اِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰىةَ
وَالۡاِنۡجِيۡلَ ۚ وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـَٔةِ
الطَّيۡرِ بِاِذۡنِىۡ فَتَنۡفُخُ فِيۡهَا فَتَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ
بِاِذۡنِىۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَ الۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِىۡ ۚ وَ
اِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ ۚ وَ اِذۡ كَفَفۡتُ بَنِىۡۤ

وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ (کسی مفاد کی خاطر شہادت کو بیچنے والے نہیں خواہ ہمارا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اور نیز یہ کہ ہم اللہ کی خاطر) گواہی نہیں چھپائیں گے اور ایسا کریں تو ہم مجرم ہیں (۱۰۶) پھر اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دونوں گناہ میں ملوث ہو گئے ہیں تو ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں جو پہلے دونوں گواہوں سے اہل تر ہو اور ان کی طرف سے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان پہلے گواہوں کی شہادت سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو بلاشبہ ہم ظالم ہیں (۱۰۷) اس طریقہ سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ لوگ ٹھیک شہادت دیں یا اس سے ڈر جائیں کہ کہیں انکی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے انکی تردید نہ ہو جائے اور اللہ سے ڈرو اور (احکام) دھیان سے سنو اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دکھاتا (۱۰۸) جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا (سوال کرے گا) تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ کہیں گے ہمیں تو علم نہیں۔ آپ ہی غیب کو خوب جانتے ہیں (۱۰۹) اور وہ (وقت یاد کرو) جب اللہ عیسیٰ بن مریم سے کہے گا: میرے احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیا۔ جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی، تم لوگوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جب میں نے تمہیں کتاب حکمت اور تورات اور انجیل سکھلائی، اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل وصورت بناتا اور اس میں پھونکتا تھا تو وہ میرے حکم سے سچ مچ پرندہ بن جاتا تھا اور تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست کر دیتا تھا اور جب تو مُردوں کو میرے حکم سے زندہ کرتا تھا اور جب تو بنی اسرائیل کے پاس کھلی

اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾

نشانیاں لے کر آیا تو میں نے ہی تجھے بنی اسرائیل سے بچایا تھا پھر ان میں سے جن لوگوں نے انکار کر دیا تھا وہ یہ معجزات دیکھ کر کہنے لگے یہ تو صاف صاف جادو ہے (۱۱۰)

ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کو جمع کرے گا اور سب کا حساب لے گا، حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر سے بھی سوال ہوگا کہ کیا تم نے عیسائی لوگوں سے یہ کہا تھا کہ وہ تمہاری اور تمہاری والدہ مریم کی عبادت کریں اور اللہ کو چھوڑ دیں تو عیسیٰ علیہ السلام ڈرتے ہوئے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ بیان کریں گے کہ اے اللہ! میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ یہ لوگ اپنے باپ دادا کی تقلید میں میری اور میری والدہ کی عبادت کئے ہیں، میں نے انھیں اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں کیونکہ وہی خدا ہے وہی سب کچھ ہے دوسروں کے پاس کچھ نہیں ہے۔

تشریح: آیت ۱۰۹ میں بیان کیا ہے کہ حشر کے میدان میں اللہ سوال کرے گا تمام نبیوں سے ان کے قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ اس کا علم یقیناً ان کو تو ہوگا لیکن وہ انکار کریں گے یا تو محشر کی ہولناکیوں اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت وعظمت کی وجہ سے کریں گے۔ غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس لئے وہ کہیں گے علام الغیوب تو تو ہی ہے نہ کہ ہم۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء ورسل عالم الغیب نہیں ہوتے۔ عالم الغیب صرف ایک اللہ کی ذات ہے نبیوں کو جتنا کچھ بھی علم ہوتا ہے، اولاً تو اس کا تعلق ان امور سے ہوتا ہے جو فرائض ورسالت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

دوم ان سے بھی ان کو وحی کے ذریعہ ہی آگاہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ عالم الغیب وہ ہوتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ذاتی طور پر ہو۔ نہ کہ کسی کے بتلانے پر اور جس کو بتلانے سے کسی چیز کا علم حاصل ہوا سے عالم الغیب نہیں کہا جاتا۔ نہ وہ عالم الغیب ہوتا ہی ہے۔ (احسن البیان)

آیت ۱۱۰ میں اللہ نے اپنے بندے اور رسول عیسیٰ علیہ السلام کو بڑے بڑے انعامات اور حیرت انگیز معجزات عطا فرمائے تھے۔ ان کا بیان ہے فرمایا: میری پہلی نعمت تو یہ تھی کہ میں نے تمہیں بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کر دیا۔ تمہاری ماں کو تمہاری زبان سے ظالموں کے الزام سے بری کر دیا اور تمہیں ان کی برأت پر ایک روشن برہان بنایا۔

اس طرح تمہیں جبرئیل علیہ السلام سے تقویت پہنچائی۔ تمہیں کم سنی میں اور جوانی میں اللہ کی دعوت کا منادی بنایا تمہیں دودھ پینے کی عمر میں بات کرنے کی طاقت دی۔ تم نے اپنی ماں کی عصمت کی گواہی دی اور گواہی میں انھیں ہر عیب سے بری کر دیا۔ نیز میرے معبود ہونے کا اقرار کیا اور لوگوں کو بتایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ آخر دم تک اس کے دین کی طرف لوگوں کو بلاتا رہوں گا۔ تم نے چھوٹی عمر میں بھی بات کی اور بڑی عمر میں لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہے۔ پھر اللہ نے کہا: ہم نے تمہیں کتابت سکھائی، سمجھ عطا کی اور تورات کی تعلیم دی جو موسیٰ پر اتری۔ پھر اللہ نے کہا: میرے حکم سے مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے تو وہ سچ مچ کے پرندے بن جاتے اور تم میرے حکم سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیا کرتے تھے۔ سورہ آل عمران میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

پھر اللہ نے کہا: تم میرے حکم سے مردہ اس طرح زندہ کر دیا کرتے تھے کہ انھیں آواز دیتے وہ میری قدرت ومشیت سے قبروں سے نکل آتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۵/۵

اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں۔ تب وہ (حضرت عیسیٰ سے) کہنے لگے: ہم ایمان لاتے ہیں آپ گواہ رہئے کہ ہم مسلمان ہیں (۱۱۱) اور جب حواریوں نے عیسیٰ بن مریم سے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تمہارا رب یہ کرسکتا ہے کہ آسمان سے ہم پر خوان نازل کرے؟ عیسیٰ نے کہا: اگر تم ایمان لائے ہو تو اللہ سے ڈرو (ایسے سوال نہ کرو) (۱۱۲) وہ کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہم کو علم ہوجائے کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں اور ہم اس پر گواہی دے سکیں (۱۱۳) تو عیسیٰ بن مریم نے دعا کی اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما، جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں سب کے لئے خوشی کا موقع ہو اور تیری طرف سے معجزہ ہو، تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (۱۱۴) فرمایا اللہ تعالیٰ نے: میں تم پر یہ خوان تو اتارتا ہوں مگر اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو میں اسے ایسی سزا دوں گا جیسی اہل عالم میں سے کسی کو نہ دی ہو (۱۱۵)

آیت ۱۱۲ میں مائدہ کا سوال ہوا اس کا ذکر ہے:۔ مائدہ ایسے برتن (سینی، پلیٹ یا ٹرے وغیرہ) کو کہتے ہیں جس میں کھانا ہو۔ اسی لئے دسترخوان بھی اس کا ترجمہ کرلیا جاتا ہے کیونکہ اس پر بھی کھانا چنا ہوتا ہے۔ سورت کا نام بھی اسی مناسبت سے ہے کہ اس میں اس کا ذکر ہے (حوارین) نے مزید اطمینان قلب کیلئے یہ مطالبہ کیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے احیائے موتیٰ کے مشاہدے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اوپر مائدہ کا نزول فرما، اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں کہا کہ میں تم لوگوں پر وہ کھانا نازل کرنے والا ہوں لیکن اس کے بعد اگر کوئی ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہاں والوں میں سے کسی نے نہ دیکھا ہو۔ رب کے اس دھمکی کی وجہ سے قوم رک گئی۔ اس کے بعد مائدہ (خوان

طعام) آسمان سے اترا کہ نہیں اترا۔ کچھ لوگوں نے لکھا ہے اترا کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ نہیں اترا۔ اس کی بابت کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث نہیں۔ امام شوکانی، امام ابن جریر طبری وغیرہ اس کے نزول کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال قرآن کے الفاظ "اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ" سے ہے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو سچا ہے لیکن اسے اللہ کی طرف سے یقینی وعدہ قرار دینا اس لئے صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اگلے الفاظ میں "فَمَنْ یَّكْفُرْ" اس وعدہ کے مشروط ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس وجہ سے دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے یہ شرط سن کر انھوں نے کہا: پھر ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ جس کے بعد اس کا نزول نہیں ہوا۔ امام ابن کثیر نے ان آثار کی اسانید کو جو امام مجاہد اور حسن بصریؒ سے منقول ہیں، صحیح قرار دیا ہے۔ جن میں مائدہ کے نازل ہونے کی نفی کی گئی ہے اور نزول مائدہ کی کوئی شہرت نہ عیسائیوں میں ہے نہ ان کی کتابوں میں درج ہے۔ اگر یہ نازل ہوا ہوتا تو اسے ان کے ہاں مشہور ہونا چاہئے تھا اور کتابوں میں بھی نقل ہونا تھا۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ

وقف النبی

اور جب (قیامت کے دن) اللہ فرمائیں گے: اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو الٰہ بنا لینا۔ عیسیٰ جواب دیں گے: اے اللہ! تو پاک ہے میں ایسی بات کیونکر کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے کہا ہوتا تو تجھے اس کا علم ہوتا۔ کیونکہ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تو جانتا ہے لیکن جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا۔ تو غیب کو خوب جاننے والا ہے (۱۱۶) میں نے انھیں صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا بھی رب ہے اور جب تک میں ان میں موجود رہا ان پر نگران رہا۔ پھر جب تو نے مجھے واپس بلا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔ اور تو تو ساری چیزوں پر شاہد ہے (۱۱۷) اگر تو انھیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہی ہیں اور اگر تو انھیں معاف کردے تو بلاشبہ تو غالب اور دانا ہے (۱۱۸) اللہ (جواب میں) فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ ہی نفع دے گا ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن میں نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۶	راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے(۱۱۹) جو آسمانوں اور زمین میں اور جو ان میں ہے سب اللہ کی ملکیت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے(۱۲۰)

آیت نمبر ۱۱۶ میں بیان ہے کہ قیامت کے دن سوال ہوگا اور مقصد اس سے اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنا لینے والوں کی زجرو توبیخ ہے کہ جن کو تم معبود اور حاجت روا سمجھتے تھے وہ تو خود اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ ان کی والدہ مریم کو بھی الٰہ (معبود) بنایا۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) اللہ کے سوا معبود وہی نہیں ہیں جنہیں مشرکین نے پتھر یا لکڑی کی مورتیوں کی شکل میں بنا کر ان کی پوجا کی، جس طرح کہ آج کل کے قبر پرست علماء اپنے عوام کو یہ باور کرا کے مغالطہ دیتے ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کے نیک بندے بھی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں داخل ہیں۔ اللہ کے سوا لوگوں نے جس کی بھی عبادت کی وہ مشرک ہے۔ اللہ، عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا، کیا تم نے ان کو حکم دیا تھا کہ یہ تم کو معبود بنائیں، عیسیٰ کانپنے لگیں گے، مارے ڈر خوف سے کہیں گے: اے اللہ! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے ان کو وہی حکم دیا جس کی وحی تو کرتا تھا اور ان لوگوں نے جو میری عبادت شروع کی، میں اس سے بری ہوں۔ میں نے تو ان کو صرف تیری عبادت کا حکم دیا تھا، جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اس کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا: لوگو! تم اللہ کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ حشر (جمع) کئے جاؤ گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ) الخ، پھر فرمایا: سن لو! قیامت کے دن ساری خلقت میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور میری اُمت کے کچھ لوگ حاضر کئے جائیں گے جنھیں فرشتے بائیں طرف (دوزخ کی طرف) لے چلیں گے۔ میں کہوں گا: پروردگار! یہ تو میرے صحابی (ساتھی) ہیں۔ جواب ملے گا۔ آپ نہیں جانتے، آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا نئی باتیں (بدعتیں) نکالیں۔ اس وقت میں وہی کچھ کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے عیسیٰ نے کہا: (یعنی) جب تک میں ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھے (دنیا سے) اُٹھا لیا تو اس کے بعد تو ہی ان پر نگران تھا۔ جواب ملے گا: جب سے تم ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے یہ لوگ برابر ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھرتے رہے۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر 6045) (تیسیر القرآن)

آیت ۱۱۹: اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے کہ آج عدل و انصاف کا دن ہے آج تو سچ اور سچی بات ہی کچھ فائدہ دے سکتی ہے اور سب سے سچی بات کلمۂ توحید ہے یعنی جن لوگوں نے کسی کو اللہ کا شریک نہ سمجھا پھر زندگی بھر راست بازی کے ساتھ اس پر قائم رہے ہوں۔ انہی کی نجات ہو سکتی ہے۔ انھیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور طرح طرح کے انعامات سے نوازا جائے گا۔ ایسے لوگوں سے اللہ راضی ہوا۔ اور چونکہ مقام رضائے الٰہی جنت ہی ہے۔ یہ انھیں بہر حال حاصل ہو جائے گی اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ (تیسیر القرآن)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورۃُ الْاَنْعَام

سورۃ الانعام مکی ہے اس میں ۱۶۵ آیتیں اور ۲۰ رکوع ہیں

تعارف: سورۂ انعام میں مخاطب قریش ہیں۔ ان کے سامنے توحید' آخرت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے دلائل واضح کرتے ہوئے ان کو ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور ساتھ یہ تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ اگر انھوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو ان کو اس انجام سے دوچار ہونے کیلئے تیار رہنا چاہئے جس طرح گزشتہ قومیں رسولوں کا انکار کر کے عذاب کا شکار ہوگئیں۔

اہل عرب یہ کہتے تھے کہ ہم ملت ابراہیم کے ماننے والے ہیں اور یہ سب بت پرستی ہم کو ابراہیم (علیہ السلام) سے ملی ہے۔ تو سورۂ انعام میں ملت ابراہیمی کو واضح کیا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تو توحید پرست تھے، ایک خدا کی عبادت کرتے تھے، وہ بتوں کو توڑنے والے تھے، بتوں کو ماننے والے نہ تھے، اور محمد ﷺ کی دعوت بھی یہی ہے کہ اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کرنا صحیح ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنا غلط ہے، بت الٰہ نہیں ہیں، بت بے جان پتھر ہیں، انسان سے بھی کمزور۔

لہٰذا جو لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں وہی ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر ہیں اور جو بتوں کی عبادت کر رہے ہیں وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر نہیں ہیں بلکہ گمراہ ہیں۔

اٰیاتھا ۱۶۵ | ٦ سُورَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ ۵۵ | رکوعاتھا ۲۰

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ
وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ
طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ
ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو برحق ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے اور روشنی بنائی، پھر بھی جو لوگ کافر ہیں وہ دوسروں کو اپنے رب کا شریک بناتے ہیں (۱) وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ایک مدت مقرر کی (یعنی موت) اور ایک اور مدت معین ہے (یعنی قیامت) پھر بھی تم (اللہ کے بارے میں) شک

وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴

کرتے ہو(۲) وہی ایک اللہ ہے جو آسمانوں میں (موجود) ہے اور زمین میں وہ تمہارا باطن اور ظاہر سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔(۳)

تشریح: قرآن کی پہلی چار سورتیں (بقرہ۔آل عمران۔نساء۔مائدہ) مدنی ہیں۔جو سورۂ انعام کے بعد نازل ہوئیں۔یہ سورہ مکی ہے اور مکی دور کے آخر میں نازل ہوئی جب مشرکین مکہ کو دعوت حق دینے کا فرض اپنے آخری مرحلہ میں داخل ہورہا تھا اور اتمام حجت کا وقت قریب آ گیا تھا۔انعام کے معنی چوپائے کے ہیں۔اس سورت میں چوپایوں سے متعلق حلال وحرام کے اکثر احکام بیان کئے گئے ہیں اور مشرکین کی جہالتوں اور بتوں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جانے کے مشرکانہ عقائد بیان کئے گئے ہیں۔اسی لئے اس سورت کا نام الانعام رکھا گیا۔

اس کی فضیلت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام ایک ہی بار رات کے وقت مکہ میں اتری یعنی ہجرت سے پہلے،اس کے آس پاس ستر ہزار فرشتے تھے جن کی تسبیح گونج رہی تھی۔اس سورت کی دو فضیلتیں ہیں۔ایک ہی بار مکمل نازل ہوئی دوسری یہ کہ اسے ستر ہزار فرشتے لے کر اترے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں توحید،نبوت،عدل الٰہی اور آخرت کا تذکرہ ہے۔اور منکرین توحید اور ملحدین کے عقائد کی تردید کی گئی ہے اور اس سے اسلام کے بنیادی عقائد کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

زمانۂ نزول متعین ہوجانے کے بعد آسانی سے اس کا پس منظر دیکھ سکتے ہیں۔جس میں یہ خطبہ ارشاد ہوا ہے اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے۔قریش کا ظلم حد سے زیادہ ہوگیا تھا اسلام قبول کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ان کے ظلم سے عاجز آ کر ملک چھوڑ چکی تھی اور ملک حبش میں مقیم تھی۔آپ ﷺ کی مدد کے لئے نہ ابوطالب زندہ تھے،اور نہ آپ ﷺ کی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔آپ ﷺ شدید غم میں بھی تبلیغ رسالت کا فرض انجام دے رہے تھے،آپ ﷺ کی تبلیغ کے اثر سے لوگ اسلام میں داخل ہورہے تھے۔لیکن قوم کے لوگ انکار پر تلے ہوئے تھے۔اسلام میں داخل ہونے والوں کو لعن طعن ملامت کرتے تھے۔اور ساتھ میں جسمانی اذیت بھی دیتے تھے۔اس تاریک ماحول میں صرف ایک ہلکی روشنی یثرب کی طرف سے دکھائی دی جہاں کے اوس اور خزرج قبیلہ کے بااثر لوگ آکر آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور جہاں بلا کسی مزاحمت کے اسلام پھیلنا شروع ہوگیا تھا مگر اس حقیری سی ابتدا میں مستقبل کے جو امکانات پوشیدہ تھے انھیں کوئی ظاہر بین آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی بظاہر دیکھنے والوں کو جو کچھ نظر آتا تھا،وہ بس یہ تھا کہ اسلام ایک کمزور سی تحریک ہے جس کی پشت پر کوئی مادّی طاقت نہیں۔جس کا داعی اپنے خاندان کی تھوڑی سی حمایت کے سوا کوئی زور نہیں رکھتا اور جسے قبول کرنے والے چند مٹھی بھر،بے بس افراد اپنی قوم کے عقیدۂ ومسلک سے منحرف ہوکر اس طرح معاشرے سے نکال کر پھینکے گئے ہیں۔جیسے پتّے اپنے درخت سے جھڑکر زمین پر پھیل جائیں۔اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی شروعات الحمد سے کی ہے تاکہ ہر کافر ومسلم سننے والے کو یہ معلوم

ہو جائے کہ تمام قسم کی تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں اور ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں۔ اللہ نے اپنی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا تنہا وہی پیدا کرنے والا ہے۔ وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ جس ذات نے زمین و آسمان جیسی چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ درحقیقت صرف وہی حمد و ثنا کی سزاوار ہے۔ آیت (۱) میں مخاطب وہ مشرکینِ عرب ہیں جو اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے۔ وہی دن نکالتا ہے اور رات لاتا ہے۔ اسی نے آفتاب کو وجود بخشا ہے۔ ان میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ یہ کام لات، ہُبل یا عزّیٰ یا کسی اور دیوی یا دیوتا کے ہیں۔ اس لئے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ نادانو! جب تم خود یہ مانتے ہو کہ زمین و آسمان کا خالق اور گردش لیل و نہار کا فاعل اللہ ہے تو یہ دوسرے کون ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے سجدے کرتے ہو نذریں اور نیازیں چڑھاتے ہو دعائیں مانگتے ہو اور اپنی حاجتیں پیش کرتے ہو۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَاۗءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْھٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۶

اور جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی آئی تو وہ اس سے اعراض کرتے رہے (۴) چنانچہ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے حق آیا' تو اسے جھٹلایا اور جس کا وہ مذاق اڑاتے رہے ہیں عنقریب انہیں اس کی خبر پہنچے گی (۵) کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا انھیں ہم نے زمین میں اتنا اقتدار بخشا تھا جتنا کہ تمھیں نہیں بخشا۔ اور ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارش برسائیں اور ان کے نیچے نہریں جاری کیں۔ پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کیں (٦)

آیت ٦: میں ہے کہ گناہوں کی پاداش میں تم سے پہلی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جبکہ وہ طاقت و قوت میں بھی تم سے کہیں زیادہ تھیں اور خوش حالی اور رزق کی فراوانی میں بھی تم سے زیادہ تھیں۔ تو تمہیں ہلاک کرنا ہمارے لئے مشکل کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی قوم کی محض دنیاوی ترقی اور خوش حالی سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ بہت کامیاب و کامران ہے۔ یہ کامیابی ایک امتحان کے طور پر اللہ تعالیٰ بندوں کو دیتا ہے لیکن جب یہ مہلت عمل ختم ہو جاتی ہے تو پھر یہ ساری ترقیاں اور خوش حالیاں انھیں اللہ کے عذاب سے بچانے میں کامیاب نہیں ہوتیں۔

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ
بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا
سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ
مَلَكٌ ؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ
لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩ وَ لَقَدِ
اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ
سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع ۷
قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ
الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا
رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ۝١٢ وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ
النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝١٣ قُلْ اَغَيْرَ
اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ
اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٤ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ
رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝١٥ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ
يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

اور اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب آپؐ پر اتارتے پھر یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھوکر دیکھ بھی لیتے تو جن لوگوں نے کفر کیا پہلے یہی کہتے ہیں کہ یہ صاف جادو ہے (۷) اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر فرشتہ (اپنی اصلی شکل میں) کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو سارا قصہ ہی پاک ہوجاتا' پھر انھیں مہلت نہ ملتی (۸) اور اگر ہم کسی فرشتہ کو (نبیؐ) بناتے تو بھی انسانی شکل میں ہی اتارتے اور ہم انھیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں (۹) آپؐ سے پہلے بھی رسولوں سے مذاق کیا جاچکا ہے۔ پھر ان سے مذاق کرنے والوں کو اسی عذاب نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۱۰) آپؐ ان سے کہو کہ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ (۱۱) آپؐ ان سے پوچھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے کس کا ہے؟ کہئے: اللہ ہی کا ہے۔ اس نے اپنے آپ پر رحمت لازم کرلیا ہے۔ وہ یقینا تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں، مگر جو خود ہی خسارہ میں رہنا چاہتے ہیں' وہ ایمان نہیں لائیں گے (۱۲) اللہ ہی کی ملک ہیں وہ سب کچھ جو رات میں اور دن میں رہتی ہیں اور وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (۱۳) کہو: (اے نبیؐ) کیا میں اس اللہ کو چھوڑ کر اور کسی کو سرپرست بناؤں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ سب کو کھانا کھلاتا ہے لیکن کسی سے کھانا لیتا نہیں۔ کہہ دو: مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے سر تسلیم خم کروں اور شرک والوں میں شامل نہ رہوں (۱۴) آپؐ کہو کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (۱۵) اس دن جو شخص عذاب سے بچ گیا اس پر اللہ نے

الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا
كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ
فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ
فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾ قُلْ
اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ
بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ
اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ
قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ ﴿١٩﴾ وقف لازم

بڑا ہی رحم و کرم کیا یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے (١٦) اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس تکلیف کو اس کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا اور اگر کوئی بھلائی کرنا چاہے تو بھی وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(١٧) وہ اپنے بندوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ دانا اور خبر رکھنے والا ہے۔(١٨) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیئے: سب سے بڑھ کر (سچی) گواہی کس کی ہوسکتی ہے۔ کہہ دیجئے۔ اللہ کی جو میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ نیز یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن تک یہ پہنچے۔ کیا تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ بھی ہیں آپ کہیئے میں ایسی گواہی نہیں دیتا کہہ دیجئے: الٰہ صرف وہ ایک ہی ہے اور میں اس شرک سے بیزار ہوں جو تم کررہے ہو(١٩)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ کفار ومشرکین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اور قرآن کا کتاب الٰہی ہونے سے انکار کیا۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ قرآن ایک نور ہے، اُجالا ہے، اور مومن اس سے فائدہ اٹھار ہے ہیں۔ اس روشنی میں حق و باطل، توحید اور شرک، صحیح اور غلط صاف طور پر نظر آرہا ہے۔ مومنوں نے توحید کو اختیار کرلیا اور شرک سے اجتناب کیا۔ اور کافروں کی مثال مردے کی طرح ہے جس طرح مردہ روشنی میں دیکھ نہیں سکتا اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرسکتا اسی طرح کفار و مشرکین آنکھیں ہوتے ہوئے حق کو دیکھ نہیں سکتے، کان ہوتے ہوئے حق بات سن نہیں سکتے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا وقف لازم
يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى ع ٢ / ٨
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ
نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (نبی) کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو مگر جنھوں نے اپنے آپکو خسارے میں ڈالا ہے وہ ایمان نہیں لائینگے (٢٠) اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو جھوٹی بات کو اللہ کے ذمہ لگادے یا اس کی آیت کو جھٹلائے۔ یقینا ایسے ظالم کامیاب نہیں ہوسکتے (٢١) اور جس دن ہم سب لوگوں کو اکٹھا کریں گے، پھر شرک کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ کہاں ہیں تمہارے شریک

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

جنھیں تم (اللہ کے شریک) سمجھتے تھے؟ (٢٢) پھر انھیں کوئی بہانہ میسر نہ آئے گا اِلّا یہ کہ کہیں: اے اللہ! ہمارے رب! تیری قسم ہم تو مشرک ہی نہ تھے (٢٣) دیکھئے وہ کیسے اپنے متعلق جھوٹ بولیں گے جو کچھ وہ افترا کرتے تھے سب انھیں بھول جائے گا (٢٤)

تشریح آیت ٢٠ میں ہے یہود رسول کو ایسے ہی پہچانتے تھے جیسے یہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی صفات ان کی کتابوں میں بیان کی گئی تھیں اور ان صفات کی وجہ سے وہ آخری نبی کے منتظر بھی تھے، اس لئے اب ان میں سے ایمان نہ لانے والے سخت خسارے میں ہیں۔ کیونکہ یہ علم رکھتے ہوئے بھی انکار کر رہے ہیں۔

آیت ٢١ میں ہے جس طرح اللہ پر جھوٹ گھڑنے والا (یعنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا) سب سے بڑا ظالم ہے، اسی طرح وہ بھی بڑا ظالم ہے جو اللہ کی آیات اور اس کے سچے رسول کی تکذیب کرے، نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے پر اتنی سخت وعید کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ متعدد لوگوں نے ہر دور میں نبوت کے جھوٹے دعوے کئے ہیں۔ اور یوں یقیناً نبی کی پیش گوئی پوری ہوگئی کہ تیس جھوٹے دجال ہوں گے، ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ (ابوداؤد حدیث نمبر 4252 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے) گذشتہ صدی میں قادیان کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آج اسکے پیروکار اسے اسلئے سچا نبی اور بعض مسیح موعود مانتے ہیں کہ اسے ایک قلیل تعداد نبی مانتی ہے، حالانکہ کچھ لوگوں کا کسی جھوٹے کو سچا مان لینا، اسکی سچائی کی دلیل نہیں بن سکتا۔ صداقت کے لئے تو قرآن وحدیث کے واضح دلائل کی ضرورت ہے اور اس میدان میں قادیانی اپنے نبی کی سچائی کا ثبوت پیش نہ کر سکے۔ اور قیامت تک نہ کر سکیں گے، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا، معلوم ہوا جھوٹ گھڑنے والا اور حق کو جھٹلانے والا دونوں ظالم ہیں۔ یہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ (احسن البیان)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَ اِنْ

ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو آپ کی بات کان لگا کر سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں کہ وہ سمجھ ہی نہیں سکتے اور ان کے کانوں میں گرانی ہے۔ اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے' حد یہ ہے کہ وہ جب آپؐ کے پاس آ کر آپ سے جھگڑتے ہیں' تو کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو محض پہلے لوگوں کے قصے ہیں (٢٥) وہ راہ حق سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے

يُهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾

ہیں ۔ یہ لوگ اپنے آپ کو ہلاک کررہے ہیں مگر سمجھتے نہیں (۲۶) کاش آپ دیکھیں جب انھیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کاش ہم دوبارہ بھیجے جائیں تو اپنے رب کی آیات کو کبھی نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں ہوجائیں (۲۷) بلکہ اس سے پیشتر جو وہ چھپارہے تھے وہ ان پر ظاہر ہوجائیگا اور اگر انکو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تو پھر وہی کرینگے، جس سے انکو منع کیا گیا تھا یہ دراصل ہیں ہی جھوٹے (۲۸)

آیت ۲۸: میں اللہ نے کافروں کا ذکر کیا جو آخرت کو دیکھ کر خواہش کریں گے دوبارہ دنیا میں آنے کی ۔ یہ خواہش ایمان لانے کے لئے نہیں ہوگی ۔ صرف عذاب سے بچنے کے لئے ہوگی جو ان کے سامنے قیامت کے دن ظاہر ہوگا، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ۔ اگر ان کی خواہش کے مطابق ان کو دنیا میں بھیج بھی دیا جائے تو وہی کریں گے جو کہ پہلے کرتے تھے ۔ دنیاوی زندگی میں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے جو ہر کافر کرتا ہے اور اس حقیقت سے انکار ہی ان کے کفر و نافرمانی کی بڑی وجہ ہے ورنہ اگر انسان کے دل میں صحیح معنوں میں اس عقیدۂ آخرت کی صداقت پیوست ہوجائے دل میں تو فوراً کفر و شرک سے تائب ہوجائے ۔ یعنی آخرت کی زندگی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اقرار کریں گے کہ آخرت کی زندگی واقعی برحق ہے لیکن وہاں اس اقرار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اب تو اپنے کفر کے بدلہ میں پہلے عذاب چکھنا ہی پڑیگا ۔

وَ قَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٣١﴾ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا

ع ۹

وہ کہتے ہیں کہ زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور (مرنے کے بعد) ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا (۲۹) کاش آپ دیکھیں جب انھیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اللہ پوچھے گا بتاؤ کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ کہیں گے، کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم، اللہ فرمائے گا تو اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کرتے تھے (۳۰) بلاشبہ جن لوگوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا وہ نقصان میں رہے حتیٰ کہ جب قیامت انھیں اچانک آلے گی، تو کہیں گے افسوس اس معاملہ میں ہم سے کیسی تقصیر ہوئی ۔ اس وقت وہ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوں گے، دیکھو کیسا برا بوجھ ہے جو وہ اٹھائینگے (۳۱)

لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ
لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا
يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ
قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا
حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ
اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی
الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴ وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي
الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ
وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا
النصف تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ
الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ
وقف منزل
وقف غفران اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۳۶

یہ دنیا کی زندگی تو بس ایک کھیل اور تماشا ہے ۔اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت کا گھر ہی بہتر ہے کیا تم سوچتے نہیں؟ (۳۲) (اے محمدؐ) ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتیں آپ کو غمزدہ کر دیتی ہیں، لیکن یہ ظالم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اللہ کی آیات کے منکر ہیں (۳۳) آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا جاچکا ہے تو جن باتوں میں انھیں جھٹلایا گیا اس پر انھوں نے صبر کیا، انھیں ایذا بھی دی گئی یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد پہنچ گئی۔ اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس رسولوں کی خبریں تو آ ہی چکی ہیں (۳۴) اور اگر ان (کافروں کی) بے توجہی آپ پر گراں گزرتی ہے تو اگر آپ یہ کر سکیں کہ زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرلیں یا آسمان میں سیڑھی لگالیں ان کے پاس کوئی معجزہ لے آئیں اور اگر اللہ چاہتا تو خود بھی ان کو ہدایت پر اکٹھا کر سکتا تھا۔ لہٰذا آپ نادان نہ بنئے (۳۵) بات وہی مانتے ہیں جو (دل کے کانوں) سے سنتے ہیں۔ رہے مردے تو اللہ انھیں یوم قیامت زندہ کرے گا پھر وہ اُسی کے حضور واپس لائے جائیں گے (۳۶)

آیت ۳۳۔۳۵ کا مفہوم: آپؐ کو جب کافروں نے جھٹلایا تو بہت رنج و غم ہوا' اس غم کو دور کرنے کیلئے آپؐ کو اللہ تسلی دے رہا ہے کہ اے نبی! یہ تکذیب آپ کی ہی نہیں (آپؐ کو تو وہ صادق وامین مانتے ہیں) دراصل یہ آیات الٰہی کی تکذیب ہے ، یہ ایک ظلم ہے۔ ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ابو جہل نے ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: اے محمدؐ! ہم تم کو نہیں بلکہ جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس کی تکذیب کرتا ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ گرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن دوسری روایت اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کفار مکہ آپؐ کو امین کہتے تھے لیکن ایمان نہ لاتے۔ آج بھی بہت سے لوگ جھوم جھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وقت آتا ہے تو امام کے قول کو ترجیح دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو خیال کرنا چاہئے کہ یہ کس کا کردار ہے جس کو انھوں نے اپنایا ہوا ہے، آپؐ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ سے قبل بہت سارے رسولوں کا کافروں نے انکار کیا

ہے۔ پس آپ بھی اور رسولوں کی طرح صبر کریں اللہ کی مدد ہو جائے گی۔ اور اللہ وعدہ کے خلاف کرتا نہیں بلکہ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا کہ آپ کافروں پر غالب رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جن سے واضح ہے کہ ابتدا میں گو ان کی قوموں نے انھیں جھٹلایا، تکلیفیں دیں، بالآخر اللہ کی نصرت سے ان کو کامیابی ملی۔ آپؐ کو کافروں کی تکذیب سے جو تکلیف ہوتی تھی اس کے حوالے سے اللہ کہہ رہا ہے یہ اللہ کی مشیت اور تقدیر سے ہونا ہی تھا اور اللہ کے حکم کے بغیر ان کو قبول اسلام پر آمادہ نہیں کر سکتے حتیٰ کہ اگر آپ کوئی سرنگ کھود کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر بھی کوئی نشانی ان کو لا کر دکھا دیں، حالانکہ آپ کے لئے ایسا کرنا محال ہے اور اگر بالفرض آپ ایسا کر دکھائیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٧ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝٣٨ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَ مَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٣٩

اور کہتے ہیں کہ ان پہ ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ آپ انھیں کہئے کہ معجزہ اتارنے پر تو اللہ ہی قادر ہے لیکن بات یہ ہے کہ اُن میں سے اکثر نادان ہیں (۳۷) زمین میں جتنے بھی چلنے والے جانور اور جتنے بھی اپنے بازوؤں سے اڑنے والے پرند ہیں۔ وہ سب تمہاری طرح کے انواع ہیں ہم نے اُنکی تقدیر لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ سب اپنے رب کے حضور اکٹھے کئے جائینگے (۳۸) اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں، اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسے صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے (۳۹)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ کفار ومشرکین نے قرآن کا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا انکار کیا۔ اب ان آیات میں اس کا سبب بیان کیا جاتا ہے کہ کفار ومشرکین مردے کی طرح ہیں۔ جس طرح کوئی مردہ چراغ کی روشنی میں ٹیوب لائیٹ کی روشنی میں حتیٰ کہ دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے روشن چراغ سورج کی روشنی میں بھی کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتا، اسی طرح ان کفار ومشرکین کیلئے قرآن ہدایت کا چراغ ہے، ہدایت کا نور ہے، اور یہ کفار ومشرکین قرآن کی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ اسی طرح محمد ﷺ کی زندگی بھی ایک بہترین نمونہ ہے۔ رسول اللہ کی ساری زندگی ان کے سامنے گزری۔ پوری زندگی میں کبھی کوئی دھوکہ خیانت جھوٹ ایسی کوئی بات آپ کی زندگی میں نہ تھی آپ کو سب صادق وامین کے نام سے یاد کرتے تھے۔ پھر بھی کفار ومشرکین نے محمد ﷺ کا انکار کر دیا، قرآن ہدایت کا چراغ تھا اور محمد ﷺ انسانی زندگی کا روشن چراغ تھے۔ کفار ومشرکین چونکہ مردے کی طرح تھے اس لئے قرآن کی ہدایات سے اور محمد ﷺ کی زندگی سے کوئی روشنی حاصل نہ

کر سکے۔ مومن و مسلمان چونکہ یہ زندہ انسان کی طرح ہیں اس لئے انہوں نے قرآن کی اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حق و باطل کے فرق کو محسوس کیا اور قرآن اور محمد ﷺ پر ایمان لے آئے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ
اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤٠ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ
مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا
تُشْرِكُوْنَ ۝٤١ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ ع ١١ ١٠
قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
يَتَضَرَّعُوْنَ ۝٤٢ فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا
تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ
الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٤٣ فَلَمَّا نَسُوْا مَا
ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ
حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝٤٤ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝٤٥ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ
سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ
الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝٤٦ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ
اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ
يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٤٧ وَمَا نُرْسِلُ
الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ

آپؐ اُن سے کہئے: بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا قیامت کی گھڑی آ پہنچے تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارو گے؟ بولو اگر تم سچے ہو (۴۰) بلکہ تم صرف اللہ کو پکارو گے پھر جس تکلیف کے لئے پکارتے ہو اگر وہ چاہے تو دور کر دیتا ہے اور تم بھول جاتے ہو جنھیں تم شریک بناتے ہو (۴۱) اور آپ سے پہلے قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے ہیں۔ پھر ہم نے انھیں سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی سے دعا کریں (۴۲) پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آئے تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے؟ مگر اُن کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے انھیں اُن کے اعمال خوبصورت بنا کر دکھلائے (۴۳) پھر جب انھوں نے وہ نصیحت بھلا دی جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر (خوشحالی) کے تمام دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا تھا اس میں وہ مگن ہو گئے تو ہم نے انھیں یکدم پکڑ لیا' تو وہ ہر چیز سے مایوس ہو گئے (۴۴) اس طرح اُن ظالموں کی جڑ کٹ گئی اور ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین کیلئے ہے (جس نے ظالموں کو مٹا دیا) (۴۵) آپ پوچھئے: بھلا دیکھو! اگر اللہ تمہاری سماعت اور آنکھیں سلب کر لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کوئی الٰہ ہے جو تمہیں واپس دلا سکے؟ دیکھئے! ہم کیسے بار بار اپنی آیات بیان کرتے ہیں۔ اور پھر یہ لوگ منہ موڑ جاتے ہیں (۴۶) آپؐ ان سے پوچھئے بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب یکدم آ جائے یا اعلانیہ آ جائے تو کیا ظالموں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا؟ (۴۷) اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں تو صرف اس

اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۵ / ۱۱

لئے کہ وہ لوگوں کو بشارت دیں اور ڈرائیں، پھر جو کوئی ایمان لے آیا اور اپنی اصلاح کر لی تو ایسے لوگوں کو نہ خوف ہوگا اور نہ غمزدہ ہوں گے (۴۸) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو ان کی نافرمانیوں کی انھیں ضرور سزا ملے گی (۴۹) آپ اُن سے کہئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں'' نہ ہی میں غیب کی باتیں جانتا ہوں'' اور نہ تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں پیروی کرتا ہوں اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ اُن سے پوچھئے کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہوسکتے ہیں؟ پھر تم لوگ کیوں نہیں سوچتے (۵۰)

آیت ۵۰: نادان لوگوں کے ذہن میں ہمیشہ سے یہ بیکار تصور رہا ہے کہ جو شخص اللہ کا محبوب بندہ ہو، عام انسانوں سے الگ تھلگ ہونا چاہئے۔ وہ اشارہ کرے تو پہاڑ سونے کا ہوجائے، وہ حکم کرے تو زمین سے خزانے ابلنے لگیں، وہ لوگوں کے ماضی، مستقبل کے حالات سے آگاہ ہو، وہ غائب شدہ چیز کی خبر دے، بیمار آدمی مریگا کہ زندہ رہے گا، حاملہ کے پیٹ میں لڑکا ہے کہ لڑکی، جسے بھوک پیاس لگے، جس کو نیند آئے، جو بیوی بچے رکھتا ہو، جو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے خرید وفروخت کرے جسے کبھی قرض لینے کی ضرورت پڑے، اسی قسم کے تصورات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھے، وہ جب نبوت کا دعویٰ سنتے تھے تو صداقت جانچنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیب کی خبریں پوچھتے تھے۔ عادت کے خلاف شئ کا مطالبہ کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں جیسا ایک انسان دیکھ کر اعتراض کرتے تھے کہ یہ اچھا عجیب وغریب نبی ہے جو کھاتا پیتا ہے، بیوی بچے رکھتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، انہی باتوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

اور آپ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرایئے جو ڈرتے ہیں کہ انھیں اُن کے رب کے ہاں اکٹھا کیا جائے گا جس کے بغیر اُن کا نہ کوئی حمایتی اور نہ سفارشی ہوگا' اسطرح شاید وہ متقی بن جائیں (۵۱) اور جو لوگ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں انھیں اپنے یہاں سے دور نہ کیجئے، انکے حساب سے آپ کے ذمہ کچھ نہیں اور نہ ہی آپکے حساب سے کچھ ان کے ذمہ ہے لہٰذا اگر آپ انھیں دور ہٹائیں گے تو

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

ظالموں میں شمار ہونگے (۵۲) اس طرح ہم نے بعض لوگوں کے ذریعہ دوسروں کو آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ کہیں، کیا ہم میں سے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے، کیا اللہ اپنے شکرگزار بندوں کو زیادہ نہیں جانتا (۵۳)

آیت ۵۲ کا مفہوم: یعنی یہ بے سہارا اور غریب مسلمان جو بڑے اخلاص سے دن رات اپنے رب کو پکارتے ہیں یعنی اس کی عبادت کرتے ہیں، آپ مشرکین کے اس طعن یا مطالبہ سے کہ اے محمد ﷺ تمہارے پاس غریبوں اور فقیروں کا ہی ہجوم رہتا ہے، ذرا ان کو ہٹاؤ تو ہم بھی تمہارے ساتھ بیٹھیں (یعنی بڑے بڑے سرداروں کی مانگ یہ تھی کہ اے رسول ﷺ! آپ کے پاس یہ غریب وفقیر رہتے ہیں ہم سردار بڑے لوگ انکے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر ان کو دور کردیں تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھیں) تو اللہ نے نبی ﷺ سے فرمایا ان غریبوں کو دور نہ کرنا، خاص طور پر جبکہ آپ کا کوئی حساب ان کے متعلق نہیں اور ان کا آپ سے متعلق نہیں۔ اگر آپؐ ایسا کریں گے تو یہ ظلم ہوگا جو آپؐ کی شان کے خلاف ہے، آپ ﷺ کا مقصد امت کو سمجھانا ہے غریبوں، کمزوروں کو حقیر سمجھنا یا ان کی صحبت سے گریز کرنا اُن سے واسطہ نہ رکھنا، یہ نادانوں کا کام ہے، ایمان والوں کا نہیں، ایمان والے تو ایمان والوں سے محبت کرتے ہیں، چاہے وہ غریب مسکین ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت ۵۳۔ ۵۴ کا مفہوم: ابتدائے اسلام میں اکثر غریب، غلام قسم کے لوگ ہی مسلمان ہوئے تھے اس وجہ سے یہ چیز امیروں، سرداروں کے لئے کفار کے آزمائش کا ذریعہ بن گئی اور وہ ان غریبوں کا مذاق بھی اڑاتے اور جن لوگوں پر بس چلتا ان کو سخت سے سخت سزا بھی دیتے۔ اور کہتے کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ایمان اور اسلام اگر واقعی اللہ کا احسان ہے تو یہ سب سے پہلے ہم پر ہوتا جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ۔ (الاحقاف:۱۱) اگر یہ بہتر چیز ہوتی تو اس کو قبول کرنے میں یہ ہم سے آگے نہ بڑھتے، یعنی ان غریبوں، کمزوروں کے مقابلہ میں ہم پلہ مسلمان ہوتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ظاہری چمک دمک، ٹھاٹھ باٹھ کو نہیں دیکھتا وہ تو دلوں کی کیفیت کو دیکھتا ہے اور اس اعتبار سے وہ جانتا ہے کہ اس کے شکرگزار بندے کون ہیں۔ پس اللہ نے جن کے اندر شکرگزاری کی خوبی دیکھی، ان کو ایمان کی دولت سے نوازا، جس طرح حدیث میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے رنگ نہیں دیکھتا وہ تمہارے دل تمہارے عمل کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 4651۔ احسن البیان)

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ

اور جب آپ کے پاس آئیں وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیئے تم پر سلامتی ہو، تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص

الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝۵۴ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۝۵۵ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۝۵۶ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ۝۵۷ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ۝۵۸ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝۵۹

ع ۵ ۱۲

لاعلمی سے کوئی برا کام کر بیٹھے پھر اس کے بعد وہ توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو یقیناً وہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے (۵۴) اسی طرح ہم اپنے احکام واضح طور پر بیان کرتے ہیں اور اس لئے کہ مجرموں کی راہ بالکل نمایاں ہو جائے (۵۵) آپؐ ان سے کہو کہ مجھے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کہہ دیجئے: بلاشبہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہ کروں گا، اور ایسا کروں تو میں بہک گیا، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا (۵۶) کہہ دیجئے: میں اپنے رب کی روشن دلیل (قرآن) پر قائم ہوں جسے تم نے جھٹلایا ہے اور جس کی تم جلدی کر رہے ہو (عذاب کی) وہ میرے پاس نہیں۔ حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے جو حق ہی بیان کرتا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (۵۷) آپ ان سے کہو کہ جس چیز کی تم جلدی مچا رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو ہمارے اور تمہارے درمیان کب کا قصہ صاف ہو چکا ہوتا۔ اور اللہ ظالموں کے متعلق خوب جانتا ہے (۵۸) اور غیب کی چابیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، بحر و بر میں جو کچھ ہے، اسے وہ جانتا ہے اور کوئی پتہ تک نہیں گرتا جسے وہ جانتا نہ ہو نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو اور تر اور خشک جو کچھ بھی ہو سب کتاب مبین میں موجود ہے (۵۹)

آیت ۵۷: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: آپؐ کہہ دیجئے کہ اللہ کے علاوہ جن غیروں کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کر سکتا۔ اور اس بارے میں ان کی امید کو قطعی طور پر ختم کر دینے کے لئے کہا۔ آپؐ کہہ دو کہ میں تمہاری خواہش کے مطابق بتوں کی پوجا نہیں کر سکتا اور نہ غریب کمزور مسلمانوں کو اپنے پاس سے بھگا سکتا ہوں۔ مفسر بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کی گمراہی کا سبب خواہش نفس کی اتباع بتایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جس پر قائم ہیں وہ اللہ کی ہدایت

نہیں بلکہ خواہش نفس کی عبادت ہے۔اور حق تلاش کرنے والوں کو چاہئے باپ دادا کی تقلید کو چھوڑ کر جو صحیح دلیل و حجت سے حق ثابت ہے اس پر عمل کریں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۵۹ میں اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم غیب کی بڑے پیارے الفاظ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔یعنی عذاب وغیرہ کے فیصلے اور اس کے لئے وقت کا تعین کرنے کے لئے تو ایسا علم درکار ہے اور وہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔غیب کے سارے خزانے اللہ کے پاس ہیں۔تفصیل کے لئے سورۂ لقمان دیکھیں۔اور بخاری کی حدیث بھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جن کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔(۱) قیامت کب آئے گی (۲) اور وہی بارش نازل کرتا ہے (۳) اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور اس میں کیا تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے (۴) اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کے دن وہ کیا کرے گا اور نہ ہی کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کس جگہ مرے گا۔اللہ ہی ان باتوں کو جانتا ہے اور باخبر ہے۔(بخاری، حدیث نمبر: 981)

آج بہت سے ٹھگ ہیں مثلاً جوتش، کاہن، مجاور جو غیب بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''من اتیٰ کاھنا'' جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس جا کر اس سے کچھ پوچھے (اور وہ جو کچھ کہے) اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ (ترمذی، حدیث نمبر: 135۔علامہ البانی نے صحیح کہا ہے) یعنی شریعت مطہرہ کا انکار کیا) کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھیں جبکہ اس کا عرش پانی پہ تھا۔ (مسلم حدیث نمبر: 4797)

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿٦٢﴾

ع ۵ ۱۴

اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو وہ بھی جانتا ہے پھر تمہیں اٹھا کھڑا کرتا ہے تاکہ مقررہ مدّت پوری کی جائے پھر اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم (دنیا) میں کیا کرتے رہے (۶۰) وہ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگران (فرشتے) بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی جان لے لیتے ہیں اور وہ ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرتے (۶۱) پھر انھیں اللہ کی طرف لوٹایا جاتا ہے جو ان کا مالک ہے سن لو فیصلہ کے اختیارات اسی کو ہیں اور اسے حساب لینے میں دیر نہیں لگتی (۶۲)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ اللہ صرف ایک ہے، اسی کی عبادت کرنا چاہئے، اور اس کی عظیم صفات کا بیان تھا کہ وہ عالم الغیب ہے اس کے سوا کوئی اور عالم الغیب نہیں ہے، قوت میں طاقت میں، عظمت وجلال میں اس کے جیسا کوئی اور نہیں۔ اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے ان کی مصیبت دور کر دیتا ہے ان کی پریشانیوں میں ان کی مدد کرتا ہے اور اللہ اتنا طاقتور ہے کہ اگر کوئی قوم، کوئی بادشاہ یا کوئی انسان اس کی نافرمانی کرتا ہے یا اُس کے بھیجے ہوئے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اسے پکڑنے اور سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

آیت ۶۰: اس آیت میں نیند کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ دونوں میں احساس اور قوت تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اور موت کی مناسبت سے بیداری کو بعث سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انسان نیند کا محتاج ہوتا ہے' پھر بیدار ہوتا ہے اسی طرح اس کی زندگی کے دن گزرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی دنیاوی زندگی کی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسے موت آجاتی ہے جب قیامت آئے گی تو ہر انسان اپنے خالق و مالک کے حضور پیش ہوگا اور زندگی میں جو کچھ بھی عمل کیا ہوگا اس کا اس کو بدلہ دیا جائیگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیند کو موت کی بہن قرار دیا ہے۔ نیند کے وقت روح حیوانی تو جسم میں موجود رہتی ہے جبکہ روح نفسانی جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اس سے اس حقیقت پر استدلال ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نفسانی روح رات کو قبض کر لیتا ہے اور صبح کو تمہارے جسم میں بھیج دیتا ہے اسی طرح موت کے وقت تمہاری حیوانی روح بھی قبض کر لیتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو وہی روح واپس بھیج کر تمہاری قبروں سے تم کو اٹھا کھڑا کرے گا۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

آپ کہہ دیجئے: بحر و بر کی تاریکیوں سے تمہیں کون نجات دیتا ہے؟ جسے تم عاجزی سے چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر اس نے ہمیں نجات دی تو ہم ضرور شاکر ہوں گے (۶۳) آپ کہہ دیجئے: اللہ ہی تمہیں مصیبت سے اور شدت سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو (۶۴) آپ بتا دیجئے کہ اللہ قادر ہے کہ وہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر کوئی عذاب مسلط کر دے یا تمہیں فرقے فرقے بنا کر ایک فرقے کو دوسرے سے لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھئے ہم کس طرح آیات بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھ جائیں (۶۵) اور آپ کی قوم نے اسے (قرآن) کو جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے۔ آپ کہئے کہ میں تم پر داروغہ نہیں ہوں (۶۶) ہر خبر کے ظہور کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب معلوم ہو جائے گا (۶۷)

آیت ٦٥ میں عذاب کی تین قسموں کا ذکر کیا گیا ہے سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمان رسولؐ ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں۔ دو قبول ہوئیں ایک رد ہوگئی۔ میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ قحط عام کے ذریعہ میری امت ہلاک نہ ہو، اللہ نے اسے قبول کیا، اور میں نے دعا کی اے اللہ! میری امت غرق (ڈوبنے) کے ذریعہ ہلاک نہ کی جائے، اللہ نے اسے بھی قبول کرلیا، اور میں نے دعا کی اے اللہ! میری اُمت آپس میں نہ لڑے، اللہ تعالیٰ نے یہ تیسری دعا قبول نہ کی اور اس دعا سے ہم کو روک دیا۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 5145)

وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَ ذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع ٨/١٤

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو اُن سے اعراض کیجئے تا آنکہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپکو بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھئے (٦٨) ان کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری اُن لوگوں پر نہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں مگر نصیحت کرنا ان پر فرض ہے تاکہ وہ غلط کاموں سے بچیں (٦٩) اور ان لوگوں کو چھوڑ دیئے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی انھیں فریب میں مبتلا کئے ہوئے ہے اور انھیں قرآن کے ذریعہ یہ نصیحت کیجئے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں قید ہے۔ اللہ کے سوا نہ اسکا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ سفارشی اور وہ کسی بھی چیز سے بدلہ دینا چاہیگا تو وہ قبول نہیں کیا جائیگا۔ یہی لوگ اپنے کئے کے بدلہ میں قید ہیں' اور جو وہ کفر کرتے رہے ہیں تو اسکے بدلہ میں پینے کا کھولتا پانی ملیگا اور انھیں المناک عذاب ہوگا (٧٠)

آیت ٦٨ میں اگر کوئی شخص ایسی محفل میں بیٹھے اور کوئی جوابی کارروائی نہ کرے جہاں احکام الٰہی اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تحقیر کی جارہی ہو یا مذاق اڑایا جاتا ہو شریعت کا چاہے عملی طور پر ہو یا قولی طور پر۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں دینی غیرت وحمیت کا جنازہ نکل چکا ہے، ایسی محفلوں میں بیٹھنا منع ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ''وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ الخ''

اور اپنی کتاب میں تمہارے لئے یہ حکم پہلے نازل کر چکا ہے کہ جب تم سنو کہ آیات الٰہی کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق

اڑایا جارہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو حتیٰ کہ یہ لوگ کسی دوسری بات میں لگ جائیں ورنہ تم بھی انہیں کے جیسے ہو جاؤ گے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔ (تیسیر القرآن)

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٧١ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ۗ وَ هُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٧٢ وَ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ وَ يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ وَ لَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۗ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۗ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝٧٣ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٧٤

آپ کہہ دیجئے! کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ نقصان؟ جب اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے تو کیا اسکے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ جیسے کسی کو جنگل میں شیطانوں نے بہکا دیا ہو اور وہ حیران و پریشان ہو اور اس کے ساتھی اس کو پکار رہے ہوں کہ اگر ہدایت درکار ہے تو ادھر ہمارے پاس آؤ کہیئے کہ ''ہدایت تو وہ ہے جو اللہ دے'' اور ہمیں تو یہی حکم ہوا ہے کہ رب العالمین کے فرمانبردار بن جائیں (۷۱) اور نماز قائم کریں اور اس سے ڈرتے رہیں اور وہی تو ہے جسکے حضور تم سب جمع کئے جاؤ گے (۷۲) وہی تو ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا کہ ''ہوجا'' تو وہ قائم ہوجائے گی' اسکی بات سچّی ہے' اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا اس دن اسی کی حکومت ہوگی وہ چھپی اور ظاہر سب باتوں کو جاننے والا ہے اور وہ دانا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے (۷۳) اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کیا تم نے بتوں کو الٰہ بنالیا ہے؟ میں تو تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں (۷۴)

آیت ۷۱: معبود برحق کی لازم صفت یہ ہے کہ فائدہ اور نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو، جو خود اپنی ذات سے تکلیف دور نہ کر سکے وہ دوسروں کی تکلیف کیا دور کرے گا؟ ان لوگوں کی مثال ہے جو کہ ہدایت کے راستہ پہ آ جانے کے بعد گمراہ ہو گئے، اصل راہ چھوڑنے کی بنا پر وہ حیران و پریشان رہتا ہے اور اس کے ساتھی اسے بلاتے ہیں مگر وہ کسی فیصلہ پہ پہنچ نہیں سکتا جس طرح معبود برحق صرف ایک ہے اور معبودان باطلہ بے شمار ہیں، اسی طرح ہدایت کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہی اللہ کا بتایا ہوا ہے جبکہ گمراہی کے راستے بے شمار ہیں۔

آیت ۷۳: جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اس کی بادشاہت ہوگی، اور اپنے مطیع وفرماں بردار، گناہ گار بندوں کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق برتاؤ کرے گا۔ اور صور سے مراد وہ چیز ہے جس میں اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے جیسا کہ مسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: میں آرام کیسے محسوس کروں، جبکہ صور والا (فرشتہ) صور منہ میں لیا ہوا ہے، اور پیشانی جھکائی ہوئی ہے اور انتظار میں ہے کہ کب اسے حکم ملے کہ اس میں پھونک مارے۔ (مسند احمد حدیث نمبر 11039) مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صور کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک مارا جائے گا۔ (ابوداؤد۔ حدیث نمبر 4742) علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صور دوبار پھونکا جائے گا اور ان دونوں میں چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے سوال کیا۔ چالیس دن کا، کہنے لگے میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا کہ چالیس ماہ کا، کہنے لگے میں نہیں کہہ سکتا، پوچھا لوگوں نے چالیس برس کا، کہنے لگے میں نہیں کہہ سکتا، اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اُگ آئیں گے جیسے سبزہ اُگ آتا ہے، دیکھو آدمی کے بدن میں ہر چیز سڑگل جاتی ہے سوائے ایک بدن کی نوک کے یہ اس مقام کی ہڈی ہے جہاں جانور کی دم ہوتی ہے قیامت کے دن اسی ہڈی سے مخلوق کو پیدا کیا جائے گا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 4554) پہلے نفخہ کو فزع یا صعق (فنا) کہا جاتا ہے اور دوسرے کو نفخہ قیام کہا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن)

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ

اور اس طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا نظام سلطنت دکھلا رہے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے (۷۵) پھر جب اس پر رات طاری ہوئی تو ایک ستارہ دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۷۶) پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: ''یہ میرا رب ہے'' پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا (۷۷) پھر جب سورج کو جگمگاتا ہوا دیکھا تو بولے کہ یہ میرا رب ہے یہ بہت بڑا ہے پھر وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: ''اے قوم بلاشبہ میں تمہارے تمام شریکوں سے بیزار ہوں (۷۸) بلاشبہ میں نے اپنا چہرہ یکسو ہو کر اس کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں

الْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

مشرکوں میں سے نہیں ہوں (۷۹) اور ان کی قوم ان سے جھگڑی، کہنے لگے۔ کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے' میں نہیں ڈرتا جنہیں تم اللہ کا شریک بتاتے ہو اِلّا یہ کہ میرا رب چاہے میرے رب کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے کیا تم کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔(۸۰)

ربط آیات ۷۴۔ ۹۴: گزشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرنا صحیح ہے اور بتوں کی عبادت کرنا غلط ہے۔ اب ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام کا بیان ہے کہ ان کو کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ بھی اپنا رہبر و رہنما مانتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام زندگی بھر اسی بات پر زور دیتے تھے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو بتوں کی عبادت مت کرو کیونکہ بت پتھر ہیں، بے جان ہیں، بے بس ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی پیروی کریں، صرف اللہ کی عبادت کریں اور دنیا کو اسی کی عبادت کی طرف دعوت دیں اور بتوں کی عبادت سے منع کریں کیونکہ بت بے جان پتھر ہیں۔

تشریح آیت ۷۵ تا ۸۰: توحید الٰہی کی حجت جو ابراہیم علیہ السلام پر القا کی گئی نیز جو تمام رسولوں کی دعوت رہی ہے، ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ایک ایسے عہد اور ملک میں ہوا جب بابل اور نینویٰ کی عظیم الشان قومیں اجرام سماویہ کی پرستش میں مبتلا تھیں اور شہر اُر میں زُہرہ، چاند اور سورج کے مندر تھے، جہاں پر صبح و شام پرستاری کے لئے لوگ جمع ہوا کرتے تھے لیکن ابراہیم علیہ السلام کے نیک دل پر اللہ پرستی کی صداقت کھول دی گئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی بادشاہت اور کارفرمائی کے جلوے کچھ اس طرح روشن کر دیئے کہ جہالت وغفلت کا کوئی پردہ بھی ان کی معرفت میں حائل نہ ہو سکا، یہ حقیقت جب ان پر کھولی گئی تو علم و بصیرت کی، کونسی حجت تھی جس نے ان کی رہنمائی کی، قرآن پاک نے بڑے پیارے اور جامعیت کے ساتھ اس کا نقشہ کھینچ کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے، جب شام ہوئی تو زہرہ ستارہ رات کو نمودار ہوا، بڑی چمک دمک کے ساتھ، ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کا عقیدہ نقل کرتے ہوئے کہا: یہ چمکتا ہوا ستارہ میرا رب ہے، کیونکہ اسی کی مورتی کی پوجا کی جاتی ہے، کچھ دیر کے بعد وہ ڈوب گیا، تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا، جو ہستیاں ڈوب جانے والی اور چھپ جانے والی ہیں، میں ان کا پرستار نہیں، کیونکہ جو ہستی اپنے طلوع و غروب میں کسی اور کے قاعدے اور قانون کا پابند ہے تو وہ غلام ہے معبود نہیں ہو سکتی، پھر پردۂ ظلمت چاک ہوا اور چاند چمکتا ہوا نکل آیا، ابراہیم علیہ السلام بولے: یہ میرا پروردگار ہے۔ (کیونکہ قوم کے لوگ چاند کی بھی پرستش کرتے تھے) لیکن وہ بھی نہ ٹک سکا اور تھوڑی دیر کے بعد غروب ہو گیا، یہ میرا پروردگار نہیں ہو سکتا، جو کہ خود ڈوب جائے، اب صبح ہوئی بڑی شان و شوکت کے ساتھ آسمان پر سورج نکلا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ میرا پروردگار ہے، یہ سب سے بڑا ہے، اس سے بڑا آسمان میں کوئی نہیں، لیکن ذرا دیکھو تو کسی کے حکم کے

آگے جھکا ہوا ہے اس کی روشنی کو بھی ٹھہراؤ و قرار نہیں، پہلے بڑھنے لگی پھر ڈھلنے لگی پھر دھیرے دھیرے چھپ گئی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا نہیں، ان میں سے کوئی بھی پروردگار نہیں ہوسکتا، کیونکہ سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہم مختار نہیں مجبور ہیں، حاکم نہیں محکوم ہیں، ہم سے بھی ایک بالاتر ہستی ہے جس نے ہمیں اپنے حکموں اور قاعدوں کے آگے جھکا رکھا ہے، پس وہ جو ان سب سے اعلیٰ ہے بالاتر ہے اور ان سب کا بنانے والا ہے میں صرف اسی کا ہو رہا، میری راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہیں، پھر جب ان کی قوم نے بحث مباحثہ کیا تو انھوں نے کہا تم مجھے اپنے معبودان باطل سے نہ ڈراؤ، دیکھو، ہم دو فریق ہیں، ایک میں ہوں، ان بتوں کو نہیں مانتا، جن کے ماننے کیلئے کوئی دلیل ثبوت اور روشنی موجود نہیں، ایک تم ہو کہ ان سب کی پرستاری، عبادت کرتے ہو جن کی عبادت کے لئے کوئی دلیل روشنی موجود نہیں، بتلاؤ، دونوں فریقوں میں سے کس کی راہ امن کی راہ ہوئی؟ یہ حقیقت ہے کہ پرستش اسی کی کرنی چاہئے جس کی پرستش کیلئے علم و بصیرت کی شہادت موجود ہو، اور بنیاد اس معاملے کی علم و حقیقت ہے نہ کہ رسم و تقلید یہ وہ حجت بالغہ ہے جو اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب پر کھول دی تھی، یہی بنیادی صداقت ہے جس سے اللہ کی عبادت کی راہ کی تمام روشنیاں ظہور میں آئیں۔

وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ
اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ
سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ
(وقف لازم) كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا
اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ
ع ۱۲/۱۵ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ
عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ
رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ
يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ
قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ
وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ
نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى

اور جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتے میں اُن سے کیسے ڈروں جس کیلئے اللہ نے کوئی سند بھی نازل نہیں کی؟ پھر ہم دونوں فریقوں میں سے زیادہ حقدار کون ہوا؟ اگر تم کچھ جانتے ہو تو (جواب دو) (۸۱) جو لوگ ایمان لائے پھر اپنے ایمان کو ظلم و شرک سے آلودہ نہیں کیا انہی کیلئے سلامتی ہے اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں (۸۲) یہی وہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اسکی قوم کے خلاف دی تھی، ہم جسکے چاہے درجات بلند کردیتے ہیں۔ بلاشبہ آپکا رب بڑا دانا اور سب جاننے والا ہے (۸۳) اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے، ہر ایک کو ہم نے صراط مستقیم دکھلائی اور نوح کو اس سے پیشتر ہدایت دے چکے تھے اور اس (ابراہیم) کی اولاد میں سے ہم نے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی تھی اور ہم نیکو کاروں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں (۸۴) اور زکریا، یحییٰ اور عیسی اور الیاس کو بھی یہ سب

وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ
اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَ كُلًّا
فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ
وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ
يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ
اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ
النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا
قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ
عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع ۱۰ ۱۶
وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ
اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ
هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا
وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ
وَ لَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ
خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

لوگ صالح تھے (۸۵) اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی ان میں ہر ایک کو اقوام عالم پر فضیلت دی تھی (۸۶) اور انکے آباء واجداد، انکی اولاد اور انکے بھائیوں میں سے بھی بعض کو ہم نے منتخب کرلیا تھا۔ اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کی تھی (۸۷) یہ ہے اللہ کی ہدایت، اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے اسے ہدایت پر چلاتا ہے اور اگر وہ لوگ یعنی مذکورہ (انبیاء) بھی شرک کرتے تو ان کا سب کیا کرایا ضائع ہوجاتا (۸۸) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب بھی دی، قوت فیصلہ بھی اور نبوت بھی اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کرتے ہیں (تو پرواہ نہیں) ہم نے کچھ اور لوگوں کے سپرد یہ خدمت کردی ہے جو ان باتوں کے منکر نہیں (۸۹) یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی تھی آپ انہی کے راستہ پر چلئے اور کہہ دیجئے: میں اس (تبلیغ و رسالت کے کام پر) تم سے اُجرت نہیں مانگتا یہ تمام جہان والوں کیلئے ایک نصیحت ہے (۹۰) ان لوگوں نے اللہ کو ایسے نہیں پہچانا جیسے اسے پہچاننا چاہئے تھا۔ کہتے ہیں کہ اللہ نے کبھی کسی بشر پر کبھی کچھ نہیں اتارا آپ کہئے: جو کتاب موسیٰ لائے تھے، اسے کس نے اتارا؟ وہ کتاب جو لوگوں کیلئے نور و ہدایت تھی تم نے اسے ورق ورق بنا رکھا ہے ان میں سے کچھ ورق تو ظاہر کرتے ہو اور زیادہ چھپا جاتے ہو اور اسے تمہیں وہ سکھلایا جو تم جانتے تھے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد کہہ دیجئے: ''اللہ نے اتارا'' پھر انھیں چھوڑ دیئے کہ وہ انہی بحثوں میں پڑے رہے (۹۱)

آیات ۸۸ تا ۹۰ کا مفہوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کی یہ تمام شخصیتیں ہیں جن کا ذکر کیا گیا، دین حق پر لگے رہے کہ توحید کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کتاب و نبوت کی برگزیدگی کے لئے چن لیا تھا، پس اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی

انہی کے نقش قدم پر چلو بہت جلد ایک گروہ، اللہ تعالیٰ سچے مومنوں کا پیدا کر دے گا جو اس راہ کی پیروی وحفاظت اپنے ذمہ لے لے گا اور انکار کی جگہ سچائی کا بول بالا ہوگا، چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مہاجرین وانصار کا گروہ پیدا ہو گیا جس نے اس راہ کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لے لیا۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور ہماری نازل کردہ یہ کتاب بڑی بابرکت ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور تاکہ آپ اس کے ذریعہ اہل مکّہ اور آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے ہیں (۹۲) اور کون اس شخص سے بڑھ کر ظالم ہے جس نے اللہ پر بہتان باندھا کہا کہ میری طرف وحی آتی ہے حالانکہ اس کی طرف کچھ نہ وحی کی گئی، یا جو کہے کہ میں بھی وہی نازل کرسکتا ہوں جو اللہ نے نازل کیا، کاش آپ ظالموں کو دیکھیں، جب وہ موت کی سختیوں میں ہوتے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوتے کہ ”نکالو اپنی جانیں“ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائیگا کیونکہ تم اللہ کے ذمہ ناحق باتیں لگاتے تھے اور اسکی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ (۹۳)

آیت ۹۳: ظالم سے مراد ہر ظالم ہے اور اس میں کتاب الٰہی کا انکار کرنے والے اور جھوٹے مدعیان نبوت سب سے پہلے شامل ہیں۔ غمرات، سے موت کی سختیاں مراد ہیں' فرشتے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے، یعنی جان نکالنے کے لئے (الیوم) سے مراد قبض روح کا دن ہے اور یہی عذاب کے آغاز کا وقت بھی ہے، جس کا مبدا قبر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر برحق ہے، ورنہ ہاتھ پھیلانے اور جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کے کہنے کا کوئی معنی نہیں کہ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا 'خیال رہے قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے، یعنی دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے قبل، یہ ایک درمیان کی زندگی ہے جس کا وقت انسان کی موت سے قیامت کے قائم ہونے تک ہے، یہ برزخی زندگی کہلاتی ہے چاہے اسے کسی درندے نے کھالیا ہو، اس کی لاش سمندر کی موجوں کی نذر ہوگئی ہو یا اسے جلا کر راکھ بنا دیا گیا ہو یا قبر میں دفنا دیا گیا ہو، یہ برزخ کی زندگی ہے، جس

میں عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے، اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگانے میں کتابوں کے نزول اور رسولوں کا انکار بھی ہے، اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی ہے اسی طرح نبوت ورسالت کا انکار اور آیات الٰہی کا انکار بھی ہے۔ ان دونوں وجوہ سے انھیں ذلت و رسوائی کا عذاب دیا جائے گا۔ (احسن البیان)

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾

ع ۱۷

اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم ہمارے پاس اکیلے ہی آ گئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور ہم نے تمہیں جو عطا کیا تھا سب پیچھے چھوڑ آئے ہو ہم تمہارے ساتھ تمہارے وہ سفارشی نہیں دیکھ رہے ہیں جنکے متعلق تمہارا خیال تھا کہ تمہارے معاملات میں وہ شریک ہیں۔ اب تمہارے درمیان رابطہ کٹ چکا ہے اور تمہیں وہ بھول گیا جو تم گمان کیا کرتے تھے (۹۴) بلاشبہ اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالنے والا ہے یہ کام تو اللہ (کرتا) ہے پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو (۹۵)

ربط آیات ۹۵۔۱۱۰: گزشتہ آیات میں توحید کے ساتھ ساتھ رسالت کا بھی بیان تھا۔ اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ ہمارا خالق موجود ہے اور اس کے وسیع علم اور اس کی عظیم قوت و حکمت کا بیان ہے اور اس کا بھی بیان ہے کہ نبی کے ذریعہ انسان کو اللہ کی ذات وصفات کی پہچان ہوتی ہے۔ اس لئے نبی کی اتباع ضروری ہے نبی کی مخالفت کرنے والے کبھی بھی خدا تک نہیں پہنچ سکتے نہ ہی خدا کو پہچان سکتے ہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

وہ صبح کی روشنی کا نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو باعث آرام بنایا اور سورج اور چاند کو مقررہ حساب کے مطابق چلایا ہے۔ سبھی کچھ زبردست قوت اور علیم کے اندازہ کے مطابق ہے (۹۶) اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے پیدا کئے، تاکہ تم ان سے بر و بحر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو۔ ہم نے یہ نشانیاں اہل علم کیلئے کھول کھول کر بیان

يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾

کر دی ہے(۹۷) اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر ہر ایک کیلئے ایک جائے قرار اور سونپے جانے کی جگہ ہے یہ نشانیاں ہم نے کھول کر لوگوں کیلئے بیان کی ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں (۹۸)

تشریح ۹۶۔۹۸: جو لوگ وحی کا انکار کرتے ہیں ان کو حقیقی جواب، ان لوگوں کا انکار نقل کرتے ہوئے (آیت ۹۱) میں فرمایا تھا مالک حقیقی کا جو اندازہ کرنا چاہئے تھا، انھوں نے نہیں کیا، یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات و اعمال کی انھیں معرفت ہوتی تو کبھی ایسا خیال نہ کرتے، یہ مجمل جواب ہے، اب یہاں اس کی تشریح ہے، جس معبود حقیقی کا یہ حال ہے کہ اس نے تمہاری زندگی و معیشت کیلئے ہر طرح کا سروسامان مہیا کر دیا اور کارخانۂ خلقت کی کوئی چیز نہیں جو فیضان و افادہ نہ رکھتی ہو کیسے ممکن تھا کہ ہمارے جسم کی ہدایت و پرورش کے لئے تو سب کچھ کر دیتا۔ مگر تمہاری روح کی ہدایت و پرورش کیلئے کچھ بھی نہ کرتا۔ روح کی ہدایت اور پرورش کا یہی سروسامان ہے جو وحی و تنزیل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اگر تم کہتے ہو کہ ایسا ہونا ضروری نہیں تو یقیناً تم نے اللہ کی صفتوں اور کاموں کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اسے اس جگہ سے گرا دینا چاہا، جس کی تمام کائنات شہادت دے رہی ہے، وہ جو زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے، کیا تمہاری روح کی موت کو زندگی سے نہیں بدل دیگا، جو ستاروں کی روشن علامتوں سے بیابانوں اور سمندروں میں تمہاری رہ نمائی نہیں کرتا ہے، کیا تمہاری روح کو چھوڑ دے گا کہ بھٹکتی رہے اور اس کی رہنمائی کیلئے کوئی روشنی نہ ہو؟ تم اس بات پر تو کبھی تعجب نہیں کرتے کہ کھیت لہلہا رہے ہیں اور آسمان سے باران رحمت برس رہی ہے، پھر اس پر کیوں تعجب کرتے ہو کہ انسان کی روحانی پرورش کے لئے سامان زندگی مہیا ہے اور اللہ کی وحی نازل ہو رہی ہے؟ افسوس تم پر، تم نے ایسا سمجھ کر اللہ کی رحمت ربوبیت کی بڑی ناقدری کی۔

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾

اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس سے ہم نے ہر طرح کی نباتات اگائی اور ہرے بھرے کھیت پیدا کئے جن سے ہم تہ بہ تہ دانوں والے خوشے نکالتے ہیں۔ اور کھجوروں کے شگوفوں سے خوشے پیدا کرتے ہیں جو بوجھ سے جھکے ہوتے ہیں نیز انگور، زیتون اور انار کے باغات پیدا کئے جن کے پھل ملتے جلتے بھی ہوتے ہیں اور الگ الگ بھی ان کے پھل لانے اور پھلوں کے پکنے پر ذرا غور تو کرو، ان باتوں میں ان لوگوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں (۹۹) ان

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۞ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۞ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۞ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۞ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞

ع ۱۲ ۱۸

لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا دیا حالانکہ اللہ نے ہی انھیں پیدا کیا ہے پھر بغیر علم کے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ ڈالے جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ اس سے پاک اور بلند ہے (۱۰۰) وہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے۔ اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں اسی نے تو ہر چیز بنائی ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے (۱۰۱) یہ ہے تمہارا رب اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ ہر شئے کا خالق ہے لہٰذا اسکی عبادت کرو اور وہ ہر شئے پر نگران ہے (۱۰۲) نظریں اسے پا نہیں سکتیں جبکہ وہ نظروں کو پالیتا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے (۱۰۳) تمہارے رب کی طرف سے دلائل آ چکے ہیں اب جس نے بصارت سے کام لیا اس کا اپنا بھلا ہے اور جو اندھا بنا رہا اس کا اپنا نقصان ہے اور میں تم پر محافظ نہیں (۱۰۴) اس طرح ہم آیات کو مختلف پیرایوں میں بیان کرتے ہیں تاکہ کافر کہیں کہ تو نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ اہل علم پر ان کو واضح کر دیں (۱۰۵)

آیت ۱۰۰۔۱۰۲: پچھلی آیتوں میں ایک طرف تو منکرین وحی و تنزیل کو جواب دیا ہے۔ دوسری طرف کارخانۂ ہستی کے نظام ربوبیت سے اللہ واحد کی ہستی پر استدلال کیا ہے اور یہ قرآن کا عام اسلوب بیان ہے، نظام ربوبیت سے مقصد یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں تمام کائنات خلقت ہماری پرورش کارسازی میں سرگرم ہے، اور اس کی تمام باتیں کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بڑی ہی حکمت کے ساتھ ہماری ہر طرح کی احتیاجات و پرورش کا اندازہ کر لیا ہے اور اس کے لئے ایک پورا کارخانہ جاری کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے، اگر ایک پروردگار ہستی موجود نہیں تو پھر وہ کون ہے جس نے ربوبیت کا پورا نظام قائم کر رکھا؟ وہ توحید پر بھی اسی سے استدلال کرتا ہے تم نے اللہ کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے ان میں سے کون ہے جسے اس کارخانۂ ربوبیت کے بنانے یا چلانے میں کچھ بھی دخل ہو، قرآن کا یہ استدلال (برہان ربوبیت) کا استدلال ہے۔ (آیت ۱۰۰) میں مشرکین عرب کے مشرکانہ عقائد کا رد کیا ہے، لوگ جنوں کی نسبت طرح طرح کے توہم پرستانہ خیالات رکھتے تھے اور سمجھتے تھے وہ جس انسان کو چاہیں مافوق فطرت طریقے پر نقصان پہنچا دیں، جس کو چاہیں عجیب عجیب طاقتیں دے دیں اور ان کا خیال تھا کہ

پاک روحیں یعنی فرشتے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں اور وہ کارخانۂ عالم میں طرح طرح کے تصرفات کر سکتے ہیں۔

آیت ۱۰۳۔ اَبْصَار ، بَصَرٌ کی جمع ہے۔ یعنی انسان کی آنکھیں اللہ کی حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکیں۔ اور اگر اس سے مراد رؤیت بصری ہو تو اس کا تعلق دنیا سے ہوگا۔ یعنی دنیا کی آنکھ سے کوئی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاہم یہ صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ قیامت والے دن اہل ایمان اللہ کو دیکھیں گے اور جنت میں دیدار سے مشرف ہوں گے۔ اس لئے معتزلہ کا اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اللہ کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا دنیا میں نہ آخرت میں صحیح نہیں۔ کیونکہ اس نفی کا تعلق صرف دنیا سے ہے۔ اسی لئے عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتی تھیں۔ جس شخص نے بھی یہ دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ کی زیارت کی ہے اس نے قطعاً جھوٹ بولا ہے۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر 2995) کیونکہ اس آیت کی رو سے پیغمبر سمیت کوئی بھی اللہ کو دیکھنے پر قادر نہیں ہے۔ البتہ آخرت کی زندگی میں یہ دیدار ممکن ہوگا۔ (احسن البیان)

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَ لَوْ شَآءَ
اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ
وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَ لَا تَسُبُّوا
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ
عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ
عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ
اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا
جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ
وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ
نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾ ع ١٣/١٩

آپ اسکی اتباع کیجئے جو آپ پر آپکے رب کی طرف سے وحی کی گئی، اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کشی کیجئے (۱۰۶) اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان پر محافظ نہیں بنایا اور نہ ہی آپ ان کے ذمہ دار ہیں (۱۰۷) (اے مسلمانو!) یہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انھیں گالی نہ دو ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے۔ پھر انھیں رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جو کچھ وہ کرتے رہے اس کی انھیں وہ خبر دیدیگا (۱۰۸) یہ لوگ اللہ کی ہمیشہ قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر انکے پاس معجزہ آ جائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئینگے، آپ انہیں کہئے کہ معجزے تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیسے سمجھایا جائے کہ اگر معجزہ آ بھی جائے تب بھی یہ ایمان نہیں لائینگے (۱۰۹) اور ہم انکے دلوں کو اور انکی آنکھوں کو ایسے ہی پھیر دینگے جیسے وہ پہلی بار بھی اس قرآن پر ایمان نہیں لائے اور انہیں انکی سرکشی میں ہی بھٹکتے چھوڑ دینگے۔ (۱۱۰)

آیت ۱۰۷: میں یہاں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دنیا میں اختلافِ فکر و عمل ناگزیر ہے اور تم تمام انسانوں کی ایک فکر و رائے نہیں بنا سکتے۔ پس جس بات کو تم حق سمجھتے ہو اس کی دعوت دو لیکن اس کی ضد نہ کرو کہ سب لوگ تمہاری بات ضرور ہی مان لیں، جس کی سمجھ میں آئے گی مانیں گے۔ اے نبیؐ! آپ لوگوں پر پاسبان نہیں بنا دیئے گئے ہو کہ ان کے ہر عمل کی پاسبانی کرو، نہ تم میں سے کسی پر اس کی ذمہ داری ہے کہ دوسروں کو ضرور ہی نیک بنا دے، اگر اللہ چاہتا تو انسان کو بھی حیوانات کی طرح بنا دیتا کہ سب اپنی حالت میں ایک ہی طرح کے ہوتے لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ اس نے ایسا نہیں چاہا اس نے انسان کی طبیعت ہی ایسی بنائی کہ ہر گروہ اپنی اپنی سمجھ، اپنی اپنی رائے اور اپنی اپنی پسند رکھتا ہے اور ہر گروہ کی نظر میں وہی کام اچھا ہے جو کہ وہ کر رہا ہے، تمہاری نظروں میں اس کی راہ کتنی ہی بری ہو، لیکن اس کی نظروں میں تو ویسی ہی اچھی ہے جیسی تمہاری نظروں میں تمہاری راہ۔ پس ضروری ہے کہ اس بارے میں برداشت اور رواداری سے کام لو۔

آیت ۱۰۸: میں اس کے بعد فرمایا جو لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا ہیں تو انھیں دعوت حق دو، مگر برا بھلا نہ کہو، اگر تم ان کے بتوں کو برا بھلا کہو گے تو وہ بھی معبود برحق کو برا بھلا کہیں گے، نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم ان کو گالیاں دو گے، وہ تمہیں گالیاں دیں گے، طلب حق کی بات نہیں رہے گی۔ آپس میں گالی گلوج کرنا ہوگا۔

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ۝۱۱۱ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ۝۱۱۲ وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ۝۱۱۳ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۝۱۱۴

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی نازل کر دیتے اور ان سے مردے کلام بھی کرتے اور دنیا بھر کی چیزیں انکے سامنے لا جمع کرتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے مگر جس کے متعلق اللہ چاہتا لیکن ان میں اکثر جہالت کی باتیں کرتے ہیں (۱۱۱) اسی طرح ہم نے شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا جو دھوکہ دینے کی غرض سے کچھ خوش آئند باتیں ایک دوسرے کو سمجھاتے رہتے ہیں اور اگر تمہارا رب چاہتا تو ایسا نہ کر سکتے سو انھیں اور ان کی افترا پردازیوں کو چھوڑ دیجئے (۱۱۲) اور (وہ ایسا) اسلئے (بھی کرتے ہیں) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اُدھر مائل ہوں نیز وہ اسے پسند کرلیں اور برائیاں کرتے چلے جائیں جو اب کررہے ہیں (۱۱۳) کیا میں اللہ کے سوا کسی اور منصف کی تلاش کروں حالانکہ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں شامل نہ ہوں (۱۱۴)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں توحید، آخرت اور رسالت کے عقائد کو دلائل کی روشنی میں ثابت کیا گیا تھا مگر کفار ومشرکین نے انکار کر دیا۔ اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ واضح معجزات اور واضح دلائل سے بھی ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جو دل کے اندھے ہوں۔

جس طرح سورج کی بھرپور روشنی میں ایک اندھا کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتا حالانکہ دنیا کی ہر چیز سورج کی روشنی میں صاف طور پر دکھائی دے رہی ہے۔ اسی طرح دل کا اندھا واضح دلائل اور کھلے معجزات کی روشنی میں حق کو نہیں دیکھ سکتا۔

تشریح: آیت ۱۱۲۔ ۱۱۳: وحی، خفیہ بات کو کہتے ہیں۔ یعنی انسانوں اور جنوں کو گمراہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو چالباز زبان سکھاتے ہیں، تاکہ لوگوں کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کرسکیں، یہ بات عام مشاہدے میں بھی آئی ہے کہ شیطانی کاموں میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ خوب بڑھ چڑھ کر تعاون کرتے ہیں، جس کی وجہ سے برائی بہت جلد پھیل جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ تو ان

شیطانی ہتھکنڈوں کونا کام بنانے پر قادر ہے، لیکن وہ بالجبر ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ ایسا کرنا، اس کے نظام اور اصول کے خلاف ہے، جو اس نے اپنی مشیت کے تحت اختیار کیا ہے، جس کی حکمتیں وہ بہتر جانتا ہے۔

آیت ۱۱۳: شیطانی وساوس کا شکار وہی لوگ ہوتے ہیں، اور وہی اسے پسند کرتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور یہ حقیقت ہے کہ جس حساب سے لوگوں کے اندر عقیدۂ آخرت کے بارے میں کمزوری پیدا ہو رہی ہے، اسی حساب سے لوگ شیطانی جال میں پھنس رہے ہیں۔

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے' اس کے فرامین کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (۱۱۵) (اے محمد!) اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی اتباع کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے وہ تو محض ظن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں (۱۱۶) بلاشبہ آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اسکی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے (۱۱۷) (اے ایمان والو!) اگر اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو جس چیز پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے (بلا تکلف) کھاؤ (۱۱۸)

آیت ۱۱۶: قرآن کی اس بیان کردہ حقیقت کا بھی واقعہ کے طور پر ہر دور میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ) (یوسف: ۱۰۳) آپ (ﷺ) کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ حق وصداقت کے راستے پر چلنے والے لوگ ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں، جس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ حق و باطل کا معیار، دلائل و براہین ہیں، لوگوں کی اقلیت و اکثریت نہیں، یعنی ایسا نہیں ہے کہ جس بات کو اکثریت نے اختیار کیا ہوا ہو، وہ حق ہو اور اقلیت میں رہنے والے باطل پر ہوں، بلکہ اس آیت کی رو سے یہ زیادہ ممکن ہے کہ اہل حق تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہوں اور اہل باطل اکثریت میں جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، باقی سب جہنمی، اور اس جنتی فرقے کی نشانی آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ جو (مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي) (ابوداود، حدیث نمبر: 4597 علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے) میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلنے والا ہوگا۔ اسی طرح آج کل جمہوریت کا بڑا چرچا ہے، قرآن کے اس بیان کردہ اصول سے

جمہوریت کی بھی نفی ہو جاتی ہے، اس لئے کہ جمہوریت اکثریت کی رائے اور ان کی خواہشات کا نام ہے اور اکثریت گمراہوں کی ہے، اس لئے ان کے پیچھے چلنے والے گمراہ ہی ہو سکتے ہیں، ہدایت یافتہ نہیں۔ (احسن البیان)

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

آخر کیا بات ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ جو کچھ اس نے تم پر حرام کیا ہے اسے تمہارے لئے تفصیلاً بیان کر دیا ہے الا یہ کہ (تم کوئی حرام چیز کھانے پر) مجبور ہو جاؤ اور بہت لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے (محض) اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ آپ کا رب ایسے حد سے بڑھ جانے والوں کو خوب جانتا ہے (۱۱۹) تم ظاہر گناہوں کو بھی چھوڑ دو اور چھپے گناہوں کو بھی۔ بلاشبہ جو لوگ گناہ کے کام کرتے ہیں انھیں جلد ہی اپنے کئے کی سزا مل کے رہے گی (۱۲۰) اور جس چیز پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ گناہ کی بات ہے' بلاشبہ شیطان تو اپنے دوستوں کے دلوں میں (شکوک و اعتراضات) القاء کرتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑتے رہیں اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم بھی مشرک ہی ہوئے (۱۲۱) بھلا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کو روشنی عطا کی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں زندگی بسر کر رہا ہے' اس شخص کے جیسا ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا اور اسکے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہو؟ کافروں کیلئے ان کے اعمال اسی طرح خوش نما بنا دیئے گئے (۱۲۲)

آیت ۱۲۲: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا: یہاں موت سے مراد جہالت اور بے شعوری کی حالت ہے' اور زندگی سے مراد علم و ادراک اور حقیقت شناسی کی حالت، جس شخص کو صحیح اور غلط کی تمیز نہیں اور جسے معلوم نہیں کہ راہ راست کیا ہے، وہ طبیعیات کے نقطۂ نظر سے چاہے ذی حیات ہو، مگر حقیقت میں اس کو انسانیت کی زندگی میسر نہیں ہے، وہ زندہ حیوان تو ضرور ہے مگر زندہ انسان نہیں، زندہ انسان درحقیقت صرف وہ شخص ہے جسے حق اور باطل، نیکی اور بدی کا شعور حاصل ہے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ
مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا
بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ
اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ
رُسُلُ اللّٰهِ ؘؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ
عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا
يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ
يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ
يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا
يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ
الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

وقف منزل
وقف لازم

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو لگا دیا ہے کہ وہ اس بستی میں مکر وفریب کرتے ہیں پھر وہ خود ہی اس مکر وفریب میں پھنس جاتے ہیں مگر سمجھتے نہیں (۱۲۳) اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم ہرگز نہ مانیں گے، جب تک ہمیں بھی وہی نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے، جلد ہی مجرموں کو اپنی مکاریوں کی پاداش میں اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا (۱۲۴) جس شخص کو اللہ ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ میں اتنی گھٹن پیدا کر دیتا ہے جیسے وہ مشکل سے بلندی کی طرف چڑھ رہا ہو جو لوگ ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ اسی طرح ان پر (حق سے فرار اور نفرت کی) خباثت مسلط کر دیتا ہے (۱۲۵)

آیت ۱۲۵: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتا ہے جس سے اس کا دل حق بات کو دیکھنے، سمجھنے، اور قبول کرنے کیلئے کھل جاتا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے، جس سے وہ شخص پہچانا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اس کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کی ساری رغبت آخرت اور اس کی نعمتوں کی طرف ہو جاتی ہے، دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبراتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے لگتا ہے، پھر فرمایا: اس کا دل تنگ ہونے کا مطلب ہے کہ اس میں حق اور بھلائی کے لئے کوئی راستہ نہیں رہتا۔

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا

اور یہ (اسلام ہی) آپ کے رب کی صراطِ مستقیم ہے، بیشک ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے آیات کھول کھول کر بیان کر دی ہیں (۱۲۶) ان کے لئے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور ان کے نیک اعمال کرنے کی وجہ سے وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

ان کا والی ہوگا (۱۲۷) جس دن اللہ سب لوگوں کو اکٹھا کرے گا۔ (فرمائے گا:) اے گروہ جن، تم نے بہت سے آدمیوں (کو اپنا تابع بنا رکھا تھا) اور انسانوں میں سے جنوں کے دوست کہیں گے: ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ وہ وقت آ پہنچا جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔ اللہ فرمائے گا، اچھا تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے، ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جتنی مدت اللہ بچانا چاہے گا بچالیگا بلاشبہ وہ دانا سب کچھ جاننے والا ہے (۱۲۸)

تشریح آیت ۱۲۸: جنوں اور انسانوں نے ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کیا ہے، آخر وہ کیا فائدہ ہے؟ اس کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں، جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا ان کو اپنا پیروکار بنا کر ان سے تلذذ حاصل کرنا ہے اور انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ شیطانوں نے گناہوں کو ان کے لئے خوبصورت بنا دیا جسے انھوں نے قبول کیا اور وہ گناہوں کی لذت میں پھنستے رہے، دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انسان ان غیبی خبروں کی تصدیق کرتے رہا، جو شیاطین و جنات کی طرف سے کہانت کے طور پر پھیلائی جاتی تھیں، یہ گویا جنات نے انسانوں کو بے وقوف بنا کر فائدہ اٹھایا اور انسانوں کا فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انسان جنات کی بیان کردہ جھوٹی اور اٹکل پچو باتوں سے لطف اندوز ہوتے اور کاہن قسم کے لوگ اس سے دنیاوی مفادات حاصل کرتے رہے، ایسے تمام انسانوں اور جنات کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵/۸ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ

اور اسی طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیں گے کیونکہ وہ (مل کر ہی) ایسے کام کیا کرتے تھے (۱۲۹) پھر اللہ فرمائے گا: اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے ہاں تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے، اور آج کے دن کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں، ہم اپنے خلاف خود یہ گواہی دیتے ہیں، اور بات یہ تھی کہ دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ میں مبتلا کر رکھا تھا، لہٰذا وہ اپنے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہوں گے کہ فی الواقع وہ (آیات) کے منکر تھے (۱۳۰) یہ شہادت اس لئے

الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ہوگی کہ آپ کے رب کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم سے تباہ کر ڈالے جبکہ وہ بے خبر ہوں (۱۳۱) اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق درجہ ملے گا اور جو کچھ وہ کام کر رہے ہیں آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے (۱۳۲)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک ہدایت یافتہ اور دوسرا گمراہ کن۔ ایک نیک اور دوسرا بد۔ جس کا ضمیر زندہ ہے جس کی دل کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دلائل کی روشنی میں حق کو قبول کرتا ہے اور جو نفس اور خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور شیطان کے راستہ پر چلتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے میدان میں سب کو جمع کرے گا اور جو نیکوکار ہے اسے جنت میں داخل کرے گا جو برا عمل کیا ہے اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

آیت ۱۳۰: قیامت کے دن کافر اقرار کریں گے کہ اللہ نے انبیاء ورسل بھیج کر حجت تمام کر دی تھی، تب اللہ کہے گا کہ کافروں کو ان کی دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک شہادت نقل کی ہے وہ خود گواہی دیں گے کہ انھوں نے انبیاء اور ان کی نبوتوں کا انکار کیا تھا اور کفر کی راہ اختیار کی تھی۔

وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ

اور آپ کا رب بے نیاز اور مہربان ہے، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے، جیسے تمہیں اور لوگوں (کی نسل) سے پیدا کیا ہے (۱۳۳) جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے (قیامت) وہ یقینا آنیوالی ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں بنا سکتے (۱۳۴) آپ ان سے کہئے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے جاؤ اور میں اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں، پھر جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ انجام کار کس کے حق میں بہتر رہتا ہے، اور یہ تو یقینی بات ہے کہ ظالم کامیاب نہیں ہو سکتے (۱۳۵) اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے تھے انھوں نے ان چیزوں میں (اللہ کے سوا دوسروں کا بھی حصہ مقرر کر دیا اور زعم کرتے ہیں کہ، یہ حصہ تو اللہ کا ہے، اور یہ

فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآىِٕهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

ہمارے شریکوں کا ہے اب جو حصہ انکے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کے حصہ میں شامل نہ ہوسکتا تھا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ انکے شریکوں کے حصہ میں شامل ہوسکتا تھا' کتنا بُرا فیصلہ کرتے تھے یہ لوگ (۱۳۶)

آیت ۱۳۵ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی کافروں کے لئے ایک قسم کی دھمکی ہے کہ تم لوگ اپنے کفر وشرک پر جمے رہو مجھے بھی تمہارے کفر کی کوئی پرواہ نہیں، میں بھی اسلام پر ثابت قدم رہوں گا، تم لوگ عنقریب ہی جان لو گے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون، اور فتح ونصرت اور عزت وغلبہ تمہاری نصیب ہوگی یا ہماری، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے کہا ہوا وعدہ پورا کیا، مکہ فتح ہوا، دشمنانِ اسلام کو منہ کی کھانی پڑی اور آپ ﷺ کی زندگی میں ہی پورا جزیرۂ عرب حلقہ بگوش اسلام ہوگیا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء کی زندگی میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ فارس، روم اور اس کے بعد برصغیر کی سرزمین اسلام کی شعاعوں سے منور ہونے لگی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۱۳۶ میں مشرکوں کے اس عقیدۂ وعمل کا ایک نمونہ بتلایا گیا ہے جو انھوں نے اپنے طور پر گھڑ رکھے تھے وہ زمینی پیداوار اور مال مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ کے لئے اور کچھ اپنے خود سے بنائے ہوئے معبودوں کے لئے مقرر کر لیتے، اللہ کے حصے کو مہمانوں، فقراء اور صلہ رحمی پر خرچ کرتے اور بتوں کے حصے کو بتوں کے مجاورین اور ان کی ضروریات پر خرچ کرتے، پھر اگر بتوں کے مقررہ حصے میں توقع کے مطابق پیداوار نہ ہوتی تو اللہ کے حصے میں سے نکال کر اس میں شامل کر لیتے اور اس کے برخلاف معاملہ ہوتا تو بتوں کے حصے میں سے نہ نکالتے اور کہتے کہ اللہ تو غنی ہے، یعنی اللہ کے حصے میں کمی کی صورت میں بتوں کے مقررہ حصے میں سے تو صدقات وخیرات نہ کرتے۔ ہاں اگر بتوں کے مقررہ حصے میں کمی ہوجاتی تو وہ اللہ کے مقررہ حصے سے لے کر بتوں کے مصالح اور ضروریات پر خرچ کر لیتے۔ یعنی اللہ کے مقابلہ میں بتوں کی عظمت اور انکا خوف انکے دلوں میں زیادہ تھا جسکا مشاہدہ آج کے مشرکین کے کردار وگفتار سے کیا جاسکتا ہے۔ (احسن البیان)

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ

اسی طرح بہت سے مشرکوں کیلئے انکے شریکوں نے اولاد کے قتل کو مزین بنا دیا ہے تاکہ انھیں ہلاک کر دیں اور ان پر انکے دین کو ہی مشتبہ بنا دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، لہٰذا انھیں جانے دیجئے اور اس افترا کو بھی جس میں وہ لگے ہوئے ہیں (۱۳۷) اور کہتے ہیں کہ اس قسم کے مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں انھیں ان کے خیال کے مطابق وہی کھا سکتا ہے جسے وہ

نَّشَآءُ بِزَعۡمِهِمۡ وَ اَنۡعَامٌ حُرِّمَتۡ ظُهُوۡرُهَا وَ اَنۡعَامٌ لَّا يَذۡكُرُوۡنَ اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا افۡتِرَآءً عَلَيۡهِ ؕ سَيَجۡزِيۡهِمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾	چاہیں اور کچھ مویشی ہیں جن کی پشت حرام ہے (ان پر سواری اور بوجھ جائز نہیں) اور کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر وہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے۔ اور اللہ عنقریب انھیں ان کی افترا پردازیوں کا بدلہ دے دے گا۔ (۱۳۸)

آیت ۱۳۷ میں اشارہ ہے ان کے بچیوں کے زندہ درگور کر دینے یا بتوں کی بھینٹ چڑھانے کی طرف، بچوں کے قتل کی تین صورت اہل عرب میں تھی اور قرآن میں تینوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۔ لڑکیوں کا قتل، اس خیال سے کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے یا قبائلی لڑائیوں میں وہ دشمن کے ہاتھوں نہ پڑیں یا کسی دوسرے سبب سے وہ ان کے لئے عار کا سبب نہ بنیں۔

۲۔ بچوں کا قتل، اس خیال سے کہ ان کی پرورش کا بار نہ اٹھایا جاسکے گا اور رزق کی کمی کی وجہ سے وہ ناقابل برداشت بوجھ بن جائیں گے۔

۳۔ بچوں کو اپنے معبودوں کی خوشی کے لئے بھینٹ چڑھانا۔

آیت ۱۳۸ اور ۱۳۹ میں ان کی جاہلی شریعت اور اباطیل کی تین صورتیں اور بیان کی گئی ہیں:

(۱) (حجر) بمعنی منع، یہ پہلی صورت ہے کہ یہ جانور یا فلاں کھیت کی پیداوار، ان کا استعمال ممنوع ہے۔ اسے صرف وہی کھائے گا جسے ہم اجازت دیں گے یہ اجازت بتوں کے خادم اور مجاورین ہی کے لئے ہوتی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مختلف قسم کے جانوروں کو اپنے بتوں کے نام آزاد چھوڑ دیتے جن سے بار برداری یا سواری کا کام نہ لیتے تھے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ وہ ذبح کے وقت صرف اپنے بتوں کا نام لیتے اللہ کا نام نہ لیتے، کچھ لوگوں نے مفہوم یہ لیا ہے کہ ان جانوروں پر بیٹھ کر وہ حج کیلئے نہ جاتے تھے۔ بہر حال یہ ساری صورتیں گڑھی ہوئی تو ان کی خود کی تھیں لیکن اللہ پر جھوٹ کہتے تھے کہ یہ سب ہم اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں۔ ایک اور شکل بیان ہے کہ جو جانور وہ اپنے بتوں کے نام وقف کرتے ان میں سے بعض کے بارے میں کہتے کہ ان کا دودھ اور ان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا زندہ بچہ صرف ہمارے مردوں کے لئے حلال ہے، عورتوں کے لئے حرام ہے، ہاں اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو پھر اس کے کھانے میں مرد و عورت برابر سمجھے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ جو غلط بیانی کرتے ہیں اور اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان پر عنقریب اللہ تعالیٰ انھیں سزا دے گا، وہ اپنے فیصلوں میں حکیم ہے اور اپنے بندوں کے بارے میں پوری طرح علم رکھنے والا ہے اور اپنے علم و حکمت کے مطابق وہ جزا و سزا کا اہتمام فرمائے گا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ
لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ
يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ
وَصْفَهُمْ ۗ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ
الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۗ
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾ ۧ وَ هُوَ ربع ع ١٦ ١١ ٣
الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ
مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ
وَ الزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ
مُتَشَابِهٍ ۗ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا
حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسْرِفُوْا ۗ اِنَّهٗ لَا
يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ ۙ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ
فَرْشًا ۗ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ۙ
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ
الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ
الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
الْاُنْثَيَيْنِ ۗ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ ۙ

اور کہتے ہیں کہ اس (قسم کے) جانوروں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ صرف ہمارے مردوں پر حلال ہے، ہماری بیویوں پر حرام ہے، البتہ اگر وہ (بچہ) مردہ ہو تو مرد عورت سب کھا سکتے ہیں، جو یہ بکواس کرتے ہیں اللہ انھیں اس کی سزا ضرور دے گا، وہ یقیناً دانا اور حکمت والا ہے (۱۳۹) جن لوگوں نے لاعلمی اور حماقت کی بنا پر اپنی اولاد کو مار ڈالا اور اللہ پر افترا باندھتے ہوئے اس رزق کو حرام قرار دیا جو اللہ نے انھیں عطا کیا تھا یہ ایسے گمراہ ہیں کہ ہدایت پر نہیں آ سکتے (۱۴۰) وہی تو ہے جس نے باغات پیدا کئے جن کی بیلیں لپٹ جاتی ہیں، دوسرے وہ درخت جو خود اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں، نیز کھجوریں اور کھیتیاں پیدا کیں جن سے کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، نیز اس نے زیتون اور انار پیدا کئے متشابہ اور مختلف بھی، جب یہ درخت پھل لا سکیں تو ان سے خود بھی کھاؤ اور فصل کاٹتے وقت ان سے اللہ کا بھی حق ادا کرو اور اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۱۴۱) نیز چوپایوں میں سے کچھ بار برداری والے ہیں اور کچھ سے مفروشات بنائے جاتے ہیں یہ اللہ کا رزق ہے جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۱۴۲) کل آٹھ جوڑے ہیں (نر و مادہ) بھیڑ کے دو اور بکری کے دو، آپ ان سے پوچھئے: کیا اللہ نے دونوں مذکر حرام کئے ہیں؟ یا دونوں مؤنث یا وہ بچے جو ان ماداؤں کے پیٹ میں ہوتے ہیں، اگر تم سچے ہو تو مجھے علم (وحی الٰہی) کی کوئی بات بتلاؤ (۱۴۳)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ حلال و حرام کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کوئی کسی بھی چیز کو حلال و حرام نہیں کر سکتا، کفار و مشرکین کہتے ہیں کہ یہ جانور یا اس کھیت کی پیداوار اور ان کا استعمال حرام ہے اسے صرف وہی

کھائے گا جسے ہم اجازت دیں اور یہ اجازت صرف بتوں کے خادموں اور مجاوروں کیلئے ہوتی مختلف جانوروں کو اپنے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے جن پر نہ سامان لے جاتے اور نہ ہی سوار ہوتے وہ ذبح کے وقت اپنے بتوں کا نام لیتے، اللہ کا نام نہیں لیتے تھے۔ ایک شکل یہ بھی تھی کہ جو جانور اپنے بتوں کے نام پر وقف کرتے ان میں سے بعض کے بارے میں کہتے کہ ان کا دودھ اور ان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ صرف مردوں کیلئے حلال ہے اور عورتوں کیلئے حرام ہے، ہاں اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو پھر اس کو مرد اور عورت دونوں کھا سکتے ہیں۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ ہی تمہارا رزّاق ہے' اس کی نعمتوں کو کھا کر اس کا شکر ادا کرو۔ اسراف نہ کرو اور اللہ نے جو رزق دیا ہے اس کی زکوۃ دو اور جو حلال جانور اس کے نام پر ذبح کیا جائے اسے کھاؤ۔ مردار، خون، سور کا گوشت، اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور مت کھاؤ۔

تشریح: آیت ۱۴۲ میں کہا گیا ہے کہ کھیتی کی طرح جانوروں میں بھی چاہے وہ باربرداری کے ہوں جیسے اونٹ، بیل، گھوڑا وغیرہ یا بھیڑ، بکری وغیرہ ہوں۔ خود سے ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرلو، ایسی رسوم ایجاد کرنا شیطانی کام ہے۔

وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾ ع قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ

نیز اونٹ کی جنس سے دو اور گائے کے دو جوڑے ہیں آپؐ ان سے پوچھئے کیا اللہ نے ان دونوں مذکروں کو حرام کیا ہے؟ یا دونوں ماداؤں کو یا ان بچوں کو جو ان ماداؤں کے پیٹ میں ہوتے ہیں یا جب اللہ نے ایسا تاکیدی حکم دیا تھا تو کیا تم اس وقت موجود تھے؟ پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو اللہ پر جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو علم کے بغیر گمراہ کرتا پھرے؟ اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۱۴۴) کہہ دیجئے کہ جو وحی میری طرف آئی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کھانے والے پر حرام کی گئی ہو اِلّا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے، یا فسق ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو، ہاں جو شخص لاچار ہو اور باغی نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھانے والا ہو تو بلاشبہ آپ کا رب بخشنے والا اور رحم والا ہے (۱۴۵) اور جو یہودی ہوئے ان پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کیا تھا نیز ان پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کی تھی، اِلّا یہ کہ وہ پشتوں،

الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

آنتوں سے لگی ہو یا ہڈیوں سے چمٹی ہوئی ہو ہم نے یہ ان کی سرکشی کی سزا کے طور پر کیا اور ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں (۱۴۶)

آیت ۱۴۵ میں خون سے مراد وہ خون ہے جو کہ ذبح کرتے ہوئے جانور کے جسم سے نکل جاتا ہے تاہم کچھ تھوڑا بہت خون جو کہ گوشت سے لگا رہ جائے تو وہ حرام نہیں، اس آیت میں مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اور محرمات کا ذکر کیا ہے، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر درندہ اور شکاری پرندہ کو حرام قرار دیا ہے اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ جو جانور عموماً کھائے جاتے ہیں ان میں تو یہی چیز حرام ہے نہ کہ وہ جسے تم حرام کر رہے ہو، حلال وحرام کے سلسلے میں یاد رہے کہ شریعت نے صرف اس بات کو ملحوظ نہیں رکھا کہ ان اشیاء کے طبی لحاظ سے انسانی جسم پہ کیا اثرات ہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو سب سے پہلے سنکھیا کا نام لیا جاتا کسی بھی جانور کی موت کی ایسی شکل جس میں جسم سے خون نہ نکل سکے، جانور کو حرام کر دیتی ہے، خون کے اندر بعض ایسے جراثیم موجود رہتے ہیں کہ جو انسانی جسم کے لئے مضر ہیں، اس کے علاوہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ذبح شدہ جانور کے مقابلہ میں گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا جانور جلدی سڑ گل جاتا ہے۔ جانوروں میں خنزیر بہت دیوث جانور پایا گیا ہے، جس مادہ کے ساتھ خنزیر کا جنسی تعلق قائم ہے اس سے دوسرے نر خنزیر کے جنسی تعلق سے اسے کوئی کوفت نہیں ہوتی، اللہ نے ان چار چیزوں کو اپنے بندوں کے لئے حرام قرار دیا ہے (۱) مردہ جانور جو موت کی وجہ سے فاسد اور ناپاک ہو جاتا ہے، بہنے والا خون، سور کا گوشت جو (نجاستوں کے کھانے کی وجہ سے) ناپاک ہو جاتا ہے، اور وہ جانور جسے بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اور غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو قرآن نے ایسے جانور کو "فسق" کے نام سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ (فسق) کا معنی قرآن کی اصطلاح میں اسلام سے خارج ہو جانا ہے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس کے بعد اللہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اضطراری حالت میں اپنی جان بچانے کیلئے ان محرمات میں سے صرف بقدر ضرورت استعمال کر لے، تو اللہ اس کا مواخذہ نہیں کرے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے ذریعہ ناخن والے جانوروں، پنجے والی چڑیوں، پالتو گدھوں اور کتوں وغیرہ کی حرمت ثابت ہوئی' اس لئے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد (جو مکی ہے) قرآن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعہ جن جانوروں کی حرمت ثابت ہوئی وہ بھی اسلام میں حرام ہیں۔

آیت ۱۴۶: مسلمانوں کے لئے جو چیزیں حرام کی گئی ہیں ان کا بیان ہو جانے کے بعد اب ان چیزوں کو بیان کیا جا رہا ہے جو صرف یہود پر حرام کی گئی تھیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے یہود پر ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا، ناخن والے سے مراد ہر وہ جانور جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں۔ اس تعریف کے مطابق اس میں ہر وہ جانور داخل ہو جائے گا جو کُھر یا پنجے والا ہو گا اس لئے اونٹ، گائے، بکری، شتر مرغ، بطخ اور ہر وہ چڑیا داخل ہو گی جس کے پنجے ہوں ان تمام جانوروں کا گوشت یہود پر حرام تھا ان کے لئے انہی جانوروں کا گوشت حلال تھا، جن کی انگلیاں پھٹی ہوئی تھیں جیسے کہ مرغی وغیرہ اور "وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ" سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کیلئے گائے اور بکری کا گوشت بطور خاص حلال کر دیا گیا تھا، صرف ان کی چربی حرام کر دی گئی تھی سوائے اس چربی کے جو ان

کی پیٹھ سے لگی ہو، یا جوان کی آنتوں سے چپکی ہوئی ہو یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے وہ چربی جو دم، پاؤں، پسلی، سر اور آنکھ کے ساتھ چپکی ہوتی ہے اور یہ سب کچھ ان کی سرکشی اور اللہ کے احکام کی نافرمانی کی وجہ سے ہوا تھا اور اللہ کا یہ برتاؤ ان کے ساتھ بڑا ہی عادلانہ تھا، ابن جریرؒ نے اس کی تفسیر یوں لکھی ہے کہ اے محمد! ہم نے جو آپ کو یہ خبر دی ہے کہ مذکورہ چیزوں کو ان پر ہم نے حرام کیا تھا یہی صحیح ہے، ان کا یہ گمان باطل ہے کہ خود یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر انھیں حرام کر لیا تھا، اور یہ لوگ ان کی اتباع میں انھیں نہیں کھاتے، بخاری مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی مار ہو یہود پر! جب چربی ان کے لئے حرام کر دی گئی تو اسے پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2082)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَ لَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

پھر اگر یہ یہود آپ کو جھٹلائیں تو ان سے کہئے کہ، تمہارے رب کی رحمت بہت وسیع ہے، ورنہ مجرموں سے اس کا عذاب ٹالا نہیں جا سکتا (۱۴۷) یہ مشرک (جواباً) یہ کہدیں گے کہ، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء و اجداد نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے، حتیٰ کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا ذائقہ چکھ لیا، آپ ان سے کہئے کہ اگر تمہارے پاس کوئی علم کی بات ہے تو لاؤ ہمیں دکھاؤ، تم محض ظن کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور محض بے دلیل باتیں کرتے ہو (۱۴۸)

آیت ۱۴۷: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اگر مشرکین اور یہود آپ کی تکذیب کریں اور کہیں کہ تحلیل وتحریم سے متعلق تم نے جن احکام کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے، ان میں صادق نہیں ہو، تو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ بڑا ہی رحم کرنے والا ہے کہ تمہاری نافرمانیوں پر تمہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں کر رہا ہے لیکن یہ بات تمہارے ذہنوں سے غائب نہیں ہونی چاہئے کہ عذاب میں تاخیر کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جرم کرنے والی قوموں سے اللہ کا عذاب ٹل جائے گا۔ اللہ کے علم کے مطابق جب اس کا وقت آجائے گا تو اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا، یا یہ مراد ہے کہ اگر دنیا میں عذاب نہیں آتا تو آخرت میں مجرموں سے عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکے گا۔

آیت ۱۴۸ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ایک شبہ کی تردید کی ہے وہ نبیؐ سے کہتے تھے کہ ہم جو (تمہارے خیال میں) شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، اور بعض چیزوں کو اپنی طرف سے حرام قرار دیتے ہیں تو اس کا علم اللہ کو ہے وہ ہماری حالت بدل کیوں نہیں دیتا، اور ہمارے دلوں میں ایمان کیوں داخل نہیں کر دیتا؟ جب اللہ ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ سب کچھ اس کی

مشیت اور ارادہ کے مطابق ہے اور وہ ہم سے راضی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس شبہ کی وجہ سے بہت سے لوگ پہلے بھی گمراہ ہوئے اور یہ نہایت بے کار دلیل ہے اگر تمہاری بات درست ہوتی تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کیوں کرتا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ مشرکین سے کہئے کہ اگر تمہارے پاس کچھ ایسی معلومات ہیں جس کی بنا پر تم کہتے ہو کہ اللہ تمہارے حال پر راضی ہے تو اسے ظاہر کرو۔ اس کے بعد اللہ نے خود ہی فرمایا کہ اے اہل شرک! تمہارے پاس وہم و خیال اور اعتقاد فاسد کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ تم یونہی اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہو۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ ع ۵ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾

آپ کہہ دیجئے (تمہارے مقابلہ میں) اللہ کی حجت کامل ہے لہٰذا اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا (۱۴۹) آپ (ان سے) کہئے: اپنے وہ گواہ تو لاؤ جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے فی الواقع ان چیزوں کو حرام کیا ہے، پھر اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دینا، نہ ہی ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں (۱۵۰) ان سے کہئے: آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا کچھ حرام کیا ہے (اور وہ یہ باتیں ہیں) کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین سے اچھا سلوک کرو اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (کیونکہ) ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں تو ان کو بھی ضرور دیں گے اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں، اور جس جان کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرو الا یہ کہ حق کے ساتھ ہو ان باتوں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے شاید کہ تم سمجھو (۱۵۱)

تشریح: آیت ۱۵۱ میں اور اس کے اوپر کی آیتوں میں مشرکین کے اس دعویٰ کی تردید کی گئی کہ وہ اور ان کے آباء و اجداد اللہ کے ساتھ دوسروں کو جو شریک بناتے رہے ہیں اور کئی چیزوں کو حرام کہتے رہے ہیں تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم اور اس کی مشیت کے مطابق ہوتا رہا ہے۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ ان محرمات کو بیان کریں جنھیں واقعی اللہ نے حرام

کیا ہے اور جن کی حرمت کا علم بنی نوع انسان کے لئے ضروری ہے، مندرجہ تین آیتوں میں دس اہم ترین محرمات کا ذکر آیا ہے، پہلی آیت میں پانچ محرمات کا ذکر آیا ہے۔

(۱) اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانا، مسند احمد، ترمذی، دارمی وغیرہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث قدسی میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: اے ابن آدم! تم اگر مجھے پکارو گے اور مجھ سے امید رکھو گے تو میں تمہیں معاف کروں گا، چاہے تم سے جو بھی گناہ سرزد ہوا ہو اور پرواہ نہیں کروں گا اور اگر تم زمین بھر کر گناہ لے کر آؤ گے تو اسی کے برابر میں تمہیں مغفرت سے نوازوں گا، بشرطیکہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ (صحیح وضعیف ترمذی، حدیث نمبر: 3540 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے)

(۲) والدین کی نافرمانی جس کی تحریم اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے ساتھ احسان کا حکم دے کر واضح کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی آیتوں میں اپنی اطاعت و بندگی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل سب سے اچھا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا، میں نے کہا پھر کون سا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا: پھر کون سا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6980)

(۳) اولاد کا قتل، کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ دور جاہلیت میں عرب کے لوگ غربت و محتاجی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے اور بچیوں کو ننگ و عار کے خوف سے زندہ درگور کر دیتے تھے۔ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کا کسی کو شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4117) قرآن میں اللہ نے کہا کہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو ہم روزی دیتے ہیں، اس لئے غلاموں کی روزی ان کے آقا و مولیٰ کے ذمہ ہوتی ہے۔

(۴) فحش گناہوں کا ارتکاب۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے بالخصوص زنا مراد ہے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھ لوں تو اسے تلوار سے قتل کر دوں گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں سعد رضی اللہ عنہ سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ مجھ سے زیادہ باغیرت ہے اس لئے تو اس نے ظاہر و پوشیدہ زنا اور فواحش کی تمام قسموں کو حرام کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6866)

(۵) کسی بے گناہ کا قتل، صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین قسم کے انسانوں کے شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان اور اللہ کا دین چھوڑ کر جدا ہو جانے والا جماعت سے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6370)

وَ لَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۚ وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ۚ وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ۚ وَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۵۲﴾

اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے، مگر ایسے طریقے سے جو (اس کے حق میں) بہتر ہو حتیٰ کہ وہ عقل کی پختگی کو (پہنچ جائے) اور یہ کہ ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا دو، ہم کسی کو اس کے مقدور سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جب کچھ کہو تو انصاف سے کہو، خواہ بات تمہارے کسی قریبی سے متعلق ہو، اور یہ کہ اللہ کے عہد کو پورا کرو، یہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، شائد کہ تم نصیحت قبول کرو۔ (۱۵۲)

آیت ۱۵۲ میں چار قسم کے محرمات کا ذکر کیا ہے (۱) یتیم کے مال میں ناجائز خرچ کرنا، یتیم کے نگران کو یہ حکم دیا گیا کہ اس کے مال کی حفاظت کرے اور تجارت کے ذریعہ اس میں فائدہ کی کوشش کرے، اور جب یتیم بالغ ہوجائے تو اس کا مال اس کے حوالے کردے (۲) ناپ تول میں کمی کرنا، لیتے وقت تو پورا ناپ تول کرلینا، مگر دیتے وقت ایسا نہ کرنا بلکہ ڈنڈی مارکر دوسرے کو کم دینا یہ نہایت اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ قوم شعیب علیہ السلام میں یہی اخلاقی بیماری تھی جو ان کی تباہی کا سبب بنی، آج یہ بداخلاقی عام ہوتی جارہی ہے اللہ اس سے بچائے۔ آمین (۳) قول وحکم میں زیادتی یا نقصان، سورہ نساء میں اللہ نے کہا: (کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ) اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ کی رضا کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ اگرچہ وہ خود تمہارے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار، عزیزوں کے، اللہ ہر وقت ہر حال میں اور ہر قول اور ہر فعل میں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے، اور چاہے اس کا تعلق کسی قریبی رشتہ دار سے ہو یا کسی دور کے آدمی سے۔ (۴) عہد و پیمان کو توڑ دینا، چاہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو یا کسی انسان کے ساتھ ہو۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ تَمَامًا عَلَی الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ وَ تَفۡصِیۡلًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لَّعَلَّہُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّہِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ ع۱۹/۲

اور یہ کہ یہی میری سیدھی راہ ہے لہٰذا اسی پر چلتے جاؤ اور دوسری راہوں کے پیچھے نہ جاؤ، ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گے، اللہ نے تمہیں انہی باتوں کا حکم دیا ہے شائد کہ تم بچ جاؤ (۱۵۳) پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جو (نیک روش اختیار کرنے والے کے لئے) مکمل تھی اور اس میں ہر بات کی تفصیل بھی تھی اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت تھی تاکہ لوگ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لائیں (۱۵۴)

آیت ۱۵۳: میں ھٰذَا (یہ) سے مراد قرآن یا دین اسلام، یا وہ احکام ہیں، جو بطور خاص اس سورت میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ ہیں توحید، رسالت۔ یہی اسلام کے اصول ہیں، جن کے گرد پورا دین گھومتا ہے، اس لئے جو بھی مراد لیا جائے مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ اور صراط مستقیم کو واحد کے صیغہ سے بیان فرمایا کیونکہ اللہ کی، قرآن کی، یا رسول اللہ ﷺ کی راہ ایک ہی ہے، ایک سے زیادہ نہیں، پیروی صرف اسی ایک راہ کی کرنی ہے، کسی اور کی نہیں، یہی ملت مسلمہ کی وحدت و اجتماع کی بنیاد ہے، جس سے ہٹ کر یہ اُمت مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی ہے۔ حالانکہ اسے تاکید کی گئی ہے کہ دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا) (الشوری: ۱۳) دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو، گویا اختلاف اور تفرقہ کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اسی بات کو حدیث میں نبی ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے، اور چند خطوط اس کے دائیں اور بائیں کھینچے اور فرمایا: یہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور وہ ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جو زیر وضاحت ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر: 11 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے، مسند احمد) بلکہ ابن ماجہ کی روایت میں صراحت ہے کہ دو، دو خط دائیں اور بائیں کھینچے، یعنی کل ۴ خطوط کھینچے اور انہیں شیطان کا راستہ بتلایا لیکن پھر بھی آج کل لوگ کہتے ہیں کہ حق کا راستہ ایک نہیں چار ہیں اور چاروں ہی برحق ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (یونس: ۳۲) حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

اور یہ کتاب (قرآن) جو ہم نے نازل کی ہے بڑی بابرکت ہے، لہٰذا اس کی اتباع کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے (۱۵۵) نیز اس لئے کہ تم نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر ہی اتاری گئی تھی اور ہم تو اس کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر رہے۔ (۱۵۶) یا یہ کہنے لگو کہ اگر کتاب ہم پر اتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ تو اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل، ہدایت اور رحمت آچکی ہے، پھر اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا، جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے روکے اور جو لوگ ہماری آیات سے روکتے ہیں انھیں ہم ان کے عمل کی بہت بری سزا

تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

دیں گے (۱۵۷) کیا یہ ایسی بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود آپ کا رب آئے یا اس کی کوئی نشانی (معجزہ) آئے، جس دن کوئی ایسا معجزہ آگیا تو اس وقت کسی کا ایمان لانا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا اپنے ایمان کی حالت میں نیکی کے کام نہ کئے ہوں کہہ دیجئے۔تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں (۱۵۸) جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے ان سے آپ کو کچھ واسطہ نہیں ہے، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہ انھیں بتلادے گا کہ وہ کن کاموں میں مصروف تھے۔(۱۵۹)

آیت ۱۵۸: میں قرآن کے نزول اور محمد ﷺ کی رسالت کے ذریعہ سے ہم نے حجت قائم کردی ہے اب بھی اگر یہ اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے تو کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یعنی ان کی روحیں قبض کرنے کیلئے اس وقت یہ ایمان لائیں گے؟ یا آپ کا رب ان کے پاس آئے یعنی قیامت برپا ہوجائے اور وہ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں، اس وقت یہ ایمان لائیں گے؟ یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے؟ جیسے قیامت کے قریب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا تو اس قسم کی بڑی نشانی دیکھ کر یہ ایمان لائیں گے؟ اگر یہ اس انتظار میں ہیں تو بہت ہی نادانی کا مظاہرہ کررہے ہیں، کیونکہ بڑی نشانی کے ظہور کے بعد کافر کا ایمان اور فاسق و فاجر شخص کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج، (مشرق کی بجائے) مغرب سے طلوع ہو پس جب ایسا ہوگا اور لوگ اسے مغرب سے طلوع ہوتے دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی (لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا) یعنی اس وقت ایمان لانا کسی کو نفع نہیں دے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہوگا۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:4269)

یعنی کافر کا ایمان فائدہ منداور قبول نہیں ہوگا اور کوئی گناہ گار مومن گناہوں سے توبہ کرلے گا تو اس وقت اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوگی اور اس نشانی کے بعد عمل صالح غیر مقبول ہوگا جیسا کہ احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔اس آیت کریمہ میں ایمان نہ لانے والوں اور توبہ نہ کرنے والوں کے لئے وعید ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

جو کوئی اللہ کے ہاں نیکی لے کر آئے گا اسے اس کا دس گنا ثواب ملے گا، اور جو برائی لائے گا اسے اتنی ہی سزا دی جائے گی جتنی کہ اس نے برائی کی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۱۶۰) کہہ دیں کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلا دی ہے یہی وہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) حنیف کا دستور العمل تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے (۱۶۱)

آیت ۱۶۰ میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا بیان ہے جو اہل ایمان کے ساتھ وہ کرے گا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر عطا فرمائے گا یہ کم از کم اجر ہے۔ قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہے کہ بعض نیکیوں کا کئی کئی سو گنا بلکہ ہزاروں اور لاکھوں گنا تک ملے گا، اور جن گناہوں کی سزا مقرر نہیں ہے اور وہ گناہ کے بعد توبہ بھی نہیں کئے یا اس کی نیکیاں برائی پر غالب نہ آئی یا اللہ نے اپنے فضل خاص سے معاف نہ کیا تو اللہ تعالیٰ ایسی برائی کی سزا دے گا اور اس کے برابر ہی دے گا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

آپؐ ان سے کہئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے (۱۶۲) جس کا شریک کوئی نہیں، مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں اولین فرمانبردار ہوں (۱۶۳) آپؐ ان سے کہئے: کیا میں اللہ کے علاوہ دوسرا رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے، اور جو کوئی برا کام کرے گا تو اس کا بار اسی پر ہوگا، کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا پھر تمہیں اپنے رب کے ہاں لوٹنا ہے اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو وہ تمہیں بتلا دے گا (۱۶۴) وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ وہ تمہیں آزمائے اس میں جو اس نے تمہیں دیا ہے بلاشبہ آپ کا رب سزا دینے میں دیر نہیں لگاتا وہ یقیناً بخشنے والا مہربان ہے۔ (۱۶۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃُ الاعراف

سُوۡرَۃُ الۡاَعۡرَاف مکی ہے اس میں ۲۰۶ آیتیں اور ۲۴ رکوع ہیں۔

تعارف: سورۂ انعام میں قریش کو اسلام کی دعوت دلیل وسند اور ثبوت کے ساتھ دی گئی تھی۔ یہ دعوت اس بات پر دی گئی تھی کہ اللہ کی عبادت کرنا ہی اصل دین ابراہیمؑ ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے، بتوں کی عبادت نہیں کرتے تھے، سورۂ اعراف میں وارننگ ہے کہ اے عرب کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک رسول بھیجا ہے اور وہ تم کو ملت ابراہیمی سے آگاہ کر رہا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، بتوں کی عبادت مت کرو پھر بھی تم اگر بت پرستی اور شرک میں مبتلا رہو گے تو تم پر اسی طرح کا عذاب آئے گا جس طرح بت پرستی کرنے والی قوموں پر عذاب آچکا ہے جیسے قوم نوح علیہ السلام، قوم ہود علیہ السلام، قوم صالح علیہ السلام، قوم لوطؑ اور قوم شعیبؑ پر۔

ان قوموں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا، ان قوموں نے توحید کا انکار کیا اور شرک میں مبتلا رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ سورۂ اعراف میں دعوت کے بجائے انذار کا پہلو غالب ہے۔ یعنی بت پرستوں کو وارننگ ہے، الٹی میٹم ہے کہ اگر تم نے بت پرستی نہیں چھوڑی تو سمجھ لو کہ اللہ کے عذاب کی زد میں ہو، وہ عذاب کبھی بھی تم پر آسکتا ہے۔ رات میں بھی، دن میں بھی، یہ عذاب اس وقت بھی آسکتا ہے جب تم سوئے یا جاگے رہو گے اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ عذاب الٰہی سے تم کو بچا سکے۔

اٰیاتھا ۲۰۶ ۷ سُوۡرَۃُ الۡاَعۡرَافِ مَکِّیَّۃٌ ۳۹ رکوعاتھا ۲۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الٓمّٓصٓ ۝۱ کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ
صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَ ذِکۡرٰی
لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝۲ اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ
رَّبِّکُمۡ وَ لَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ قَلِیۡلًا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓصٓ (۱) یہ کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی، اس (کی تبلیغ) آپ کے دل میں گھٹن نہ ہونی چاہیے تاکہ آپ اسکے ذریعے ڈرائیں اور یہ مومنین کیلئے ذکر ہے (۲) (لوگو) جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اسی کی اتباع کرو اسکے علاوہ دوسرے سرپرستوں کی اتباع نہ کرو، تم

مَّا تَذَكَّرُوْنَ۝ وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا
فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ۝۴ فَمَا
كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ
قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝۵ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ
اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۝۶
فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ۝۷ وَ
الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ﹰالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝۸ وَ مَنْ خَفَّتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا
كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۝۹

تھوڑی ہی نصیحت مانتے ہو (۳) کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آیا، یا جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے (۴) پھر جب ان پر ہمارا عذاب آ گیا تو اس وقت ان کی پکار یہی تھی کہ، بلاشبہ ہم ظالم تھے (۵) جن کی طرف ہم نے رسول بھیجے ہم ان سے بھی ضرور سوال کریں گے اور رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے (۶) پھر ہم اپنے علم سے پوری حقیقت ان پر بیان کر دیں گے، آخر ہم غائب تو نہیں تھے (۷) اس دن انصاف کے ساتھ اعمال کا وزن کیا جائے گا، جن کے پلڑے بھاری نکلے وہی فلاح پائیں گے (۸) اور جن کے پلڑے ہلکے ہوئے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے (۹)

تشریح : سورۂ اعراف مکی ہے۔ یہ قرآن مجید کی ساتویں سورت ہے، اس کی ۲۰۶ آیات اور ۲۴ رکوع ہیں۔ اعراف کے معنی بلند مکان اور بلند مقام کے ہیں۔ آیات ۴۶ اور ۴۷ میں کچھ لوگوں کا ذکر ہے جو اعراف پر ہوں گے۔ اس سورت کا زمانۂ نزول تقریباً وہی ہے جو سورۂ انعام کا ہے، یہ بات تو یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ یہ پہلے نازل ہوئی یا وہ مگر انداز تقریر سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ اسی دور کے متعلق ہے، سورۂ انعام اور سورۂ اعراف دونوں مفصل سورتیں ہیں' یہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ مکی سورتوں کا تاریخی پس منظر بتا دیا جائے، جہاں تک مدنی سورتوں کا تعلق ہے، ان میں سے تو قریب قریب ہر ایک کا زمانہ نزول معلوم ہے یا تھوڑی سی کاوش سے متعین کیا جا سکتا ہے، مکی سورتوں کے متعلق ہمارے پاس اتنے مفصل ذرائع معلومات موجود نہیں ہیں بہت کم سورتیں یا آیتیں ایسی ہیں جن کے زمانۂ نزول اور موقع نزول کے بارے میں کوئی صحیح و معتبر روایت ملتی ہو۔ کیونکہ اس زمانہ کی تاریخ اس قدر جزوی تفصیلات کے ساتھ مرتب نہیں ہوئی ہے۔ جیسی کہ مدنی دور کی تاریخ ہے، اس وجہ سے مکی سورتوں کے معاملہ میں ہم کو تاریخی شہادتوں کے بجائے زیادہ تر ان اندرونی شہادتوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے جو مختلف سورتوں کے موضوع و مضمون اور اندازِ بیان اور اپنے پس منظر کی طرف ان کے جلی یا خفی اشارات میں پائی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس نوعیت کی شہادتوں سے مدد لے کر ایک ایک سورہ اور ایک ایک آیت کے متعلق یہ یقین نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ فلاں تاریخ کو یا فلاں سنہ میں فلاں موقع پر نازل ہوئی ہے، زیادہ صحت کے ساتھ جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایک طرف ہم مکی سورتوں کی اندرونی شہادتوں کو اور دوسری طرف نبی ﷺ کی

مکی زندگی کی تاریخ کو آمنے سامنے رکھیں اور پھر دونوں کا تقابل کرتے ہوئے یہ رائے قائم کریں کہ کون سی سورہ کس دور سے تعلق رکھتی ہے۔اس طرز تحقیق کو ذہن میں رکھ کر جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ دعوتِ اسلامی کے نقطۂ نظر سے ہم کو چار بڑے بڑے نمایاں ادوار پر منقسم نظر آتی ہے۔(۱) پہلا دور آغاز بعثت سے لے کر اعلان نبوت تک، تقریباً تین سال، جن میں دعوت خفیہ طریقہ سے خاص خاص آدمیوں کو دی جارہی تھی اور عام اہل مکہ کو اس کا علم نہ تھا (۲) دوسرا دور اعلان نبوت سے لے کر ظلم وستم اور فتنہ کے آغاز تک۔تقریباً دو ۲ سال، پہلے مخالفت شروع ہوئی، پھر اس نے مزاحمت کی شکل اختیار کی، پھر تضحیک، استہزاء، الزامات، گالی گلوج، جھوٹے پروپیگنڈہ اور مخالفانہ جدبندی تک نوبت پہنچی اور بالآخر ان مسلمانوں پر زیادتیاں شروع ہوگئیں جو زیادہ غریب، کمزور اور بے یار و مددگار تھے۔(۳) تیسرا دور آغاز فتنہ (۵ نبوت) سے لے کر حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات (۱۰ نبوت) تک، تقریباً پانچ چھ سال، اس میں مخالفت انتہائی شدّت اختیار کرتی چلی گئی، بہت سے مسلمان کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان اور باقی ماندہ مسلمانوں کا معاشی ومعاشرتی مقاطعہ کیا گیا اور آپ اپنے حامیوں اور ساتھیوں سمیت شعب ابی طالب میں محصور کر دیئے گئے۔(۴) چوتھا دور (۱۰ نبوی) سے لے کر ۱۳ نبوی تک تقریباً تین سال۔یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کے لئے انتہائی سختی ومصیبت کا زمانہ تھا۔مکہ میں آپ کے لئے زندگی دوبھر کردی گئی تھی، طائف گئے تو وہاں بھی پناہ نہ ملی، حج کے موقع پر عرب کے ایک ایک قبیلہ سے آپؐ اپیل کرتے رہے کہ وہ آپؐ کی دعوت قبول کرے اور آپؐ کا ساتھ دے مگر ہر طرف سے کورا جواب ہی ملتا رہا اور اِدھر اہل مکہ بار بار یہ مشورے کرتے رہے کہ آپؐ کو قتل کردیں یا قید کردیں یا اپنی بستی سے نکال دیں۔آخر کار اللہ کے فضل سے انصار کے دل اسلام کے لئے کھل گئے اور ان کی دعوت پر آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ان میں سے ہر دور میں قرآن مجید کی جو سورتیں نازل ہوئی ہیں وہ اپنے مضامین اور اندازِ بیان میں دوسرے دور کی سورتوں سے مختلف ہیں ان میں بکثرت مقامات پر ایسے اشارات بھی پائے جاتے ہیں جن سے پس منظر کے حالات اور واقعات پر صاف روشنی پڑتی ہے۔ہر دور کی خصوصیات کا اثر اس دور کے نازل شدہ کلام میں بہت بڑی حد تک نمایاں نظر آتا ہے اس سورت کا مرکزی مضمون نبوت ہے، جیسا کہ پچھلی سورت میں توحید پر بحث تھی، مدعا یہ ہے کہ مخاطبوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔

آیت ۲: یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین وتسلّی کے طور پر نازل ہوئی ہے۔یہ دور قریش کی مخالفت کا دور تھا، وہ ہر قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے پر تلے ہوئے تھے۔یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ آپ کا فرض یہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈرائیں اور قیامت کے بارے میں اچھی طرح ہوشیار کردیں یہ لوگ مانتے ہیں یا نہیں۔یہ سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق نہیں، آپؐ پر صرف بات پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔آیت ۴، ۵ میں، اللہ کا عذاب شب کی تاریکی میں چپ بھی آتا ہے اور ڈنکے کی چوٹ دن دہاڑے بھی، جس وقت بھی آگیا، نہ کوئی اس کو روک سکا اور نہ کوئی اس سے اپنے آپ کو بچا سکا، صرف وہ لوگ

اس سے بچ سکے جن کو اللہ کی امان حاصل ہوئی۔ یہاں قریش کو دھمکی دی گئی ہے۔ کتنی قومیں ہیں جن پر رات یا دن میں جب اللہ نے چاہا اپنا عذاب بھیج دیا اور وہ تباہ کر دی گئیں ان میں سے کوئی بھی اللہ کے مقابل کھڑی نہ ہو سکیں، بلکہ ہر قوم نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے اپنے آپ کو عذاب الٰہی کے حوالے کیا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تم نے بھی اس چیز کی پیروی نہ کی، جو اللہ نے تم پر اُتاری ہے تو یہی حشر تمہارا بھی ہوگا۔

آیت ۶: میں ہے کہ اُمتیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے پاس پیغمبر آئے تھے؟ انھوں نے تمھیں ہمارا پیغام پہنچایا تھا؟ وہاں وہ جواب دیں گے کہ ہاں، یا اللہ! تیرے پیغمبر تو یقینا ہمارے پاس آئے تھے لیکن ہماری قسمت پھوٹی تھی کہ ہم نے ان کی پرواہ نہیں کی اور پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارا پیغام اپنی اُمتوں کو پہنچایا تھا؟ اور انھوں نے اس کے مقابلے میں کیا رویہ اختیار کیا؟ پیغمبر اس سوال کا جواب دیں گے۔

آیت ۸۔۹: میں، وزن اعمال کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو قیامت والے دن ہوگا اور جسے قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ، اور احادیث میں بھی کئی مقام پر بیان کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ترازو میں اعمال تولے جائیں گے، جس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوگا وہ کامیاب ہوگا، اور جس کا بدیوں والا پلڑا بھاری ہوگا وہ ناکام ہوگا، یہ اعمال کس طرح تولے جائیں گے جب کہ اعراض ہیں، یعنی ان کا ظاہری وجود وجسم نہیں ہے۔ اس بارے میں ایک رائے تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو اجسام میں تبدیل کر دے گا اور ان کا وزن ہوگا، دوسری رائے یہ ہے کہ وہ صحیفے اور رجسٹر تولے جائیں گے جن میں انسان کے اعمال درج ہوں گے۔ تیسری رائے یہ ہے کہ خود صاحب عمل کو تولا جائے گا۔ تینوں مسلکوں والوں کے پاس اپنے مسلک کی حمایت میں صحیح احادیث وآثار موجود ہیں، اس لئے امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ تینوں ہی باتیں صحیح ہو سکتی ہیں ممکن ہے کبھی اعمال کبھی صحیفے اور کبھی صاحب عمل کو تولا جائے (دلائل کیلئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر) بہرحال میزان اور وزن اعمال کا مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس کا انکار یا اس کی تاویل گمراہی ہے اور موجودہ دور میں تو اس سے اقرار سے انکار کی اب مزید کوئی گنجائش نہیں کہ بے وزن چیزیں بھی تولی جانے لگی ہیں۔

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا
مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ع ۸
ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ
السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ
اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ

اور یقینا ہم نے تمھیں زمین میں اختیار دیا اور تمہارے لئے اس میں متاع حیات بنایا، مگر تم لوگ کم ہی شکر ادا کرتے ہو (۱۰) ہم نے تمھیں پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ تھا (۱۱) اللہ نے سوال کیا، میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا پھر کس نے تجھے روکا؟ (کہنے لگا) میں آدم سے بہتر ہوں، کیونکہ تو نے مجھے

وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴿۱۸﴾	آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے (۱۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیچے اتر یہاں سے، تیرا حق نہ تھا کہ تو یہاں تکبر کرتا لہٰذا نکل جا تو ذلیلوں میں سے ہے (۱۳) ابلیس کہنے لگا: اچھا پھر مجھے یوم حشر تک مہلت دے (۱۴) فرمایا: تجھے یہ مہلت دی جاتی ہے (۱۵) کہنے لگا: تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے لہٰذا اب میں بھی تیری صراط مستقیم پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لئے بیٹھوں گا (۱۶) پھر انسانوں کو آگے سے پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے، غرض ہر طرف سے گھیر لوں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا (۱۷) فرمایا: یہاں سے نکل جا تو ٹھکرایا ہوا اور رسوا شدہ ہے انسانوں سے جو بھی تیری اتباع کرے گا، تیرے سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا (۱۸)

آیت ۱۰: میں اللہ تعالیٰ نے اپنی گونا گوں نعمتوں کو یاد دلا کر بندوں کو اپنے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کی ترغیب دلائی ہے، خالق کائنات نے زمین کو انسانوں کے لئے سکون اور قرار کی جگہ بنائی ہے اس پر پہاڑ بسائے نہریں جاری کیں، شاندار رہائشی مکانات بنانا سکھایا، زمین پر پائی جانے والی چیزوں اور جانوروں سے استفادہ کو جائز قرار دیا اور کھانے اور پینے کی مختلف چیزوں کو مہیا کر دیا ان نعمتوں کا تقاضہ یہ تھا کہ انسان اللہ کا خوب شکر ادا کرتا اور اس کی خوب عبادت کرتا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر انسان اللہ کا کم ہی شکر ادا کرتے ہیں، آیت (۱۱) میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی قدر و منزلت اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے بعد بنی آدم کو تنبیہ کی ہے کہ ان کا سب سے بڑا دشمن ابلیس ہے جو آدم علیہ السلام کی ابتدا ہی سے ان کے اور ان کی اولاد کے خلاف حسد کی آگ میں جلتا رہا ہے اور انہیں دینی و دنیاوی طور پر نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہے، اس لئے اس سے بچنا لازم ہے آیت میں خَلَقْنَاكُمْ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور مراد آدم علیہ السلام ہیں جمع کا صیغہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا اور انسان کی شکل دے کر اس میں روح پھونکی تو تمام فرشتوں کو (رب العالمین کی تعظیم شان کے لئے) اس کا سجدہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ سب نے بات مانی اور اطاعت کی لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ میں نے جب تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو کس چیز نے تجھے روک دیا، تو ابلیس لعین نے کہا کہ میں تو اس سے افضل ہوں، تو مجھ کو اسے سجدہ کرنے کا حکم کیسے دیتا ہے؟ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے، اور آگ مٹی سے اشرف ہوتی ہے، قابل غور بات ہے کہ ابلیس نے آگ اور مٹی کے عناصر پر نظر رکھی اور بھول گیا کہ اللہ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور

اس میں اپنی روح پھونکی ہے اس نے نص صریح (فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ) تم لوگ اس کے لئے سجدہ میں گر جاؤ کے مقابلے میں قیاس فاسد سے کام لیا اور سجدہ کا منکر ہو گیا تو اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا اور اس کا یہ دعویٰ بھی غلط تھا کہ آگ مٹی سے اشرف ہے، کیونکہ مٹی کی فطرت میں سنجیدگی، بردباری، سوچ اور ٹھہراؤ ہے، مٹی میں انواع واقسام کے پودے اُگتے ہیں، اس میں انسانوں اور حیوانات کی روزی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس آگ چیزوں کو جلا دیتی ہے اور اس میں طیش اور تیزی کی صفت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس کو آگ نے دھوکہ دیا، آدم علیہ السلام نے (مٹی سے بنے ہونے کی وجہ سے) اللہ کے سامنے خشوع وخضوع سے کام لیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ واستغفار کی راہ اختیار کی، آیت (۱۴) میں ابلیس نے کہا: اے رب! مجھے مہلت دے اور اس دن تک موت نہ دے جب آدم اور اس کی اولاد قبروں سے اٹھائی جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کے فنا ہونے کے دن تک کی مہلت دے دی، جیسا کہ سورۃ الحجر (۳۷-۳۸) میں آیا ہے (قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ) یہاں ''وقت معلوم'' سے فنائے دنیا مراد ہے ابلیس کا مقصد اولادِ آدم کی کثیر ترین تعداد کو گمراہ کرنا تھا تاکہ آدم علیہ السلام سے انتقام لے سکے جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا اور جب اللہ نے اس کی طلب مان لی تو عناد وتمرد میں آگے بڑھ کر کہا جب تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا تو اب ان انسانوں کو چین سے نہیں رہنے دوں گا، ان کے درپے ہو جاؤں گا اور انہیں تیری راہ (دین اسلام) سے گمراہ کر دوں گا، انہیں ہر طرف سے گھیر لوں گا، بھلائی سے روکوں گا، اور برائی کو خوبصورت بنا کر پیش کروں گا، تاکہ وہ سرکشی پر اتر آئیں، اور پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سے اکثر لوگ ناشکری کریں گے، تیری عبادت نہیں کریں گے، اور عقیدۂ توحید پر قائم نہیں رہیں گے۔ حکمت الٰہی دیکھئے کہ ابلیس کا یہ ظن اور وہم واقعہ کے مطابق ہو گیا کہ اکثر وبیشتر انسانوں نے اس کی اتباع کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ سبا کی آیت (۲۰) میں فرمایا ہے: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور ابلیس نے بنی آدم کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا ہے، پس مومنوں کی ایک جماعت کے سوا سب نے اس کی پیروی کی، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان سے تمام جہات سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

امام احمد ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل دعا صبح وشام کبھی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ " اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ، وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ، وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ" (ابوداود، حدیث نمبر: 5074) اس دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ذریعہ مردود شیطانوں کے شر سے ہر طرف سے پناہ مانگا ہے۔

آیت ۱۸: میں اللہ تعالیٰ نے شیطان پر مزید لعنت اور رحمت سے دوری کا اعلان کرتے ہوئے دوبارہ کہا کہ تو یہاں سے ذلیل ورسوا ہو کر نکل جا، اور یہ بات تو اور تیری پیروی کرنے والے جان لیں کہ اگر وہ لوگ تیری اتباع کریں گے، تو میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا
مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا
الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ
سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ
الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ
الْخٰلِدِيْنَ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ
النّٰصِحِيْنَ۝۲۱

اور اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں اس جنت میں رہو اور جہاں سے جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں سے ہو جاؤ گے (۱۹) پھر شیطان نے ان دونوں کو بہکایا' تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں انھیں ان کے سامنے کھول دے، اور کہنے لگا: تمھیں تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ یہاں رہنے والے نہ بن جاؤ (۲۰) پھر ان کے سامنے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں (۲۱)

آیت ۲۰: آدم وحوا کی یہ پوری کہانی سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے، چونکہ قرآن کریم ۲۳ سال میں نازل ہوا ہے، اور اس مدت میں اطراف عالم سے مختلف وفود آتے رہے، اسی لئے قرآن نے ایک ہی واقعہ کو کئی مقام پر مختلف انداز میں بیان کیا ہے، تاکہ سننے والے اس سے حسب موقع عبرت حاصل کرتے رہیں۔ اللہ نے ابلیس کو فرشتوں کے زمرے سے نکال دیا، اور آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کے لئے جنت کی نعمتوں اور پھلوں کو حلال بنا دیا، صرف ایک درخت کے کھانے سے انھیں روک دیا، اور تنبیہ کر دی کہ دیکھو اگر اس کے قریب جاؤ گے تو اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔ شیطان نے جب انھیں اس حال میں دیکھا تو اس کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور ان کے ساتھ مکر وفریب کی سوچ لی، تاکہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں، اور خوبصورت لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں ان سے چھن جائے، چنانچہ اس نے اللہ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے اس لئے روکا ہے کہ اگر اسے کھالو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاجی نہیں رہے گی یا تمہیں موت لاحق نہیں ہوگی اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے اور ابلیس نے انہیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لئے ذات باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں تبھی یہ راز تمہیں بتا دیا ہے۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ
لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ
وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا
عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ
لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝۲۲ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ

چنانچہ انھیں دھوکے سے مائل کر لیا پھر جب انھوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں، اور وہ جنت کے پتے ان پر چپکانے لگے اور ان کے رب نے انھیں پکارا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے (۲۲) کہنے لگے: ہمارے رب!

اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۱۵/۹

ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کرے گا اور رحم نہ کرے گا تو ہم یقیناً نقصان اٹھائیں گے (۲۳) اللہ نے فرمایا: تم سب نکل جاؤ ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے لئے زمین میں جائے قرار اور ایک مدت تک متاع حیات ہے (۲۴) نیز فرمایا: اسی میں تم زندگی بسر کرو گے اسی میں مرو گے اور اسی سے (دوبارہ) نکالے جاؤ گے (۲۵)

آیت ۲۲: شیطان نے دونوں کو دھوکہ دے کر بلندی سے پستی میں پہنچادیا، اس کی تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس نے ان دونوں کو ارتکاب معصیت کی ہمّت دلائی، چنانچہ جب انھوں نے شجرِ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکہ میں آکر کھالیا، تو اس نافرمانی کا انعام فوراً ہی ان کے سامنے آگیا کہ ان کے لباس ان کے جسم سے الگ ہوگئے، اور انہیں اپنی شرمگاہیں نظر آنے لگیں تو جنت کے درختوں کے پتّے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے تاکہ اپنی پردہ پوشی کریں۔ تب اللہ نے بطورِ عتاب ان سے کہا: کیا میں نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے نہیں روکا تھا، اور کہا نہیں تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ اس وقت انھوں نے اپنی غلطی کا اللہ کے سامنے اعتراف کیا، اور اللہ نے انھیں سکھایا کہ یہ اپنی غلطی کی معافی کے لئے یہ دعا کریں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کے اندر پانچ خوبیاں پائی گئیں، انھوں نے گناہ کا اعتراف کیا، اس پر نادم ہوئے، اپنے نفس کی ملامت کی، فوراً توبہ کی اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوئے اور ابلیس میں پانچ برائیاں پائی گئیں۔ اپنے گناہ کا اعتراف نہیں کیا، اس پر نادم نہیں ہوا، اپنے نفس کی ملامت نہیں کی، اپنے رب پر اعتراض کیا اور توبہ نہیں کی اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہوگیا۔

آیت ۲۴: اللہ نے آدم اور حوّا علیہما السلام کی توبہ قبول کرلی لیکن ان سے کہا کہ ارتکاب معصیت کے بعد اب جنت میں تمہارے لئے جگہ نہیں رہی ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا، اور تم دونوں نے شجرِ ممنوعہ کھا کر اللہ کی نافرمانی کی، اس لئے اب تمہاری جگہ زمین میں ہوگی، اور رہتی دنیا تک تم اور تمہاری ذریت اور ابلیس اور اس کی ذریت کے درمیان عداوت چلتی رہے گی تم سب زمین پر ہی رہو گے، اور دنیا کی عارضی نعمتوں سے موت آنے تک فائدہ اُٹھاتے رہو گے، وہیں زندہ رہو گے، وہیں مرو گے اور قیامت کے دن وہیں سے اُٹھائے جاؤ گے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مفسرین نے غیر موثوقہ اسرائیلی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے ان جگہوں کا ذکر کیا ہے جہاں آدم، حوّا علیہما السلام، ابلیس اور سانپ میں سے ہر ایک زمین پر اترا تھا، اگر ان کے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ اپنی کتاب میں، یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ان کا ذکر کرتے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا جو تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانکتا ہے، اور زینت بھی ہے، لباس تو تقوی ہی کا بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید لوگ سبق حاصل کریں (۲۶) اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے، جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا ان سے ان کے لباس اتروا دیئے تا کہ ان کی شرمگاہیں انہیں دکھلائے وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں اسی جگہ سے دیکھتے ہیں، جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیطانوں کو ان کا والی بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے (۲۷)

آیت ۲۶: اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں رہنے کی جگہ اور کھانے پینے کی مختلف چیزیں دیں اور جنت کا لباس چھن جانے کے بعد لباس دیا' جس کے ذریعہ وہ ستر پوشی کرتا ہے' اور زیب و زینت اختیار کرتا ہے۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے' شرک و معاصی سے تائب ہو اور تقوی کی راہ پر گامزن ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ بنی آدم اگر تقوی کا لباس زیب تن کرے یعنی ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کرے اور ہر حال میں اللہ کی خشیت اس کے دل و دماغ پر طاری رہے تو یہ اس کے لئے ہر طرح سے بہتر ہے۔

آیت ۲۷: میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انسانوں کو مخاطب کیا تا کہ انہیں دوبارہ شیطان لعین کے شر سے ڈرائے اور اس کی سازشوں میں گرفتار ہونے سے خوف دلائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ''ابلیس اور اس کا لشکر تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو' اور اس سے مقصود انسان کو تنبیہ کرنی ہے اس لئے کہ انہیں ایسے دشمن سے پالا پڑا ہے جو دکھائی نہیں دیتا اور ایسا دشمن بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے اور اس سے بچنا بہت ہی مشکل کام ہوتا ہے۔ مالک بن دینار کہا کرتے تھے کہ ایسا دشمن جو تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو بڑا ہی بھاری دشمن ہے اور اس سے نمٹنا بڑا مشکل کام ہے اس کے شر سے وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ بچائے ۔ آیت کے اس حصہ سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ شیطان کو نہیں دیکھا جا سکتا لیکن صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ انسان اسے بھی دیکھ سکتا ہے اس لئے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شیطان انسان کو دیکھتا ہے اور انسان اسے نہیں دیکھ پاتا، لیکن کبھی اسے دیکھ بھی سکتا ہے اس کے بعد اللہ نے مزید تنبیہ کے طور پر کہا کہ اللہ تعالیٰ شیطانوں کو کافر انسانوں پر مسلط کر دیتا ہے ، جو ان کے دلوں سے نور ایمان سلب کر لیتے ہیں اور شر و فساد اُن کی فطرت بن جاتی ہے' ان کی آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے' انہیں نیکیوں سے وحشت اور معاصی و سیئات سے انس ہو جاتا ہے اور وہ شیطان کے گہرے دوست بن جاتے ہیں۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿ؕ۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور جب وہ فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اسکا حکم دیا ہے، کہہ دیجئے: اللہ کبھی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کے ذمے ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم جانتے نہیں (۲۸) آپ کہئے کہ ''میرے پروردگار نے تو انصاف کا حکم دیا ہے اور اس بات کا کہ ہر مسجد میں نماز کے وقت اپنی توجہ ٹھیک اسی کی طرف رکھو اور اس کی مکمل حاکمیت تسلیم کرتے ہوئے خالصتا اسی کو پکارو'' جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کئے جاؤ گے (۲۹) ایک فریق کو اس نے ہدایت کی اور دوسرے فریق پر گمراہی واجب ہوگئی۔ کیونکہ انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا سرپرست بنالیا تھا، پھر وہ یہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔(۳۰)

آیت ۲۸: مشرکین عرب میں شیطانی فتنہ کا ایک نمونہ یہ تھا کہ قریش کے علاوہ تمام مشرکین (مرد اور عورت) بیت اللہ کا طواف ننگا کیا کرتے تھے، اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک بناتے تھے، اور دوسرے بڑے بڑے گناہ کیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ ہم نے ہمارے آباء واجداد کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، اور اللہ نے ہمیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے اگر اللہ کو یہ اعمال پسند نہ ہوتے تو ہمارے دلوں سے ان کی رغبت نکال دیتا، مشرکین کی یہ دونوں ہی دلیلیں صحیح نہیں تھیں، اس لئے کہ پہلی دلیل جاہلوں کی تقلید ہے، اور تقلید کبھی بھی ذریعۂ علم نہیں رہی ہے، اور دوسری دلیل اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی ہے اسی لئے اللہ نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ کبھی بھی گناہ اور بری بات کا حکم نہیں دیتا وہ تو اچھے اخلاق اور کردار کا حکم دیتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ میں بہت بڑی ڈانٹ اور پھٹکار ان لوگوں کے لئے جو راہِ حق کو چھوڑ کر اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اہل حق کی بجائے اہلِ کفر کی اتباع ہے، کافر ہی کہا کرتے تھے: اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ بے شک ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقہ پر پایا تھا، اور ہم انہی کے نقش قدم پر چلیں گے'' (الزخرف: ۲۲) اور یہ بھی کہتے تھے وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا۔ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو اسی راہ پر پایا ہے، اور اللہ نے ہمیں اسی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے'' (الاعراف: ۲۸) اگر مقلدین بھی اس زعم باطل میں مبتلا نہ ہوتے کہ ہمارے آباء اسی پر قائم تھے اور اللہ نے اسی کا حکم دیا ہے، تو وہ تقلید پر مصر نہ ہوتا، اور اسی بری خصلت کی وجہ سے یہودی اپنی یہودیت پر اور نصرانی اپنی نصرانیت پر اور بدعتی اپنی بدعت پر اڑا رہتا ہے،

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر دین سے غفلت اور حق سے اعراض کیا ہو سکتا ہے کہ یہ مقلد حضرات اللہ کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتے ہوئے لوگوں کے اقوال و آراء کی اتباع کرتے ہیں۔

آیت ۲۹: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کے کئی معانی بیان کئے ہیں۔ اور آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابتدا میں ابن آدم کو مومن و کافر پیدا کیا، جیسا کہ اللہ نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ۔ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے پس تم میں سے کوئی کافر اور کوئی مومن" (التغابن: ۲) اسی طرح قیامت کے دن انہیں مومن کافر اٹھائے گا اس کے بعد اس تفسیر کی تائید میں کئی احادیث سے استدلال کیا ہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کو شروع سے ہی جنتی یا جہنمی پیدا کرتا ہے اور جیسا اس کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے اسی پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور اسی کے مطابق وہ مسلم یا کافر کی حیثیت سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، لیکن چونکہ صحیحین وغیرہ میں حدیثیں آئی ہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، بعد میں اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1270)

اس لئے دونوں قسموں کی آیات اور احادیث کے درمیان تطبیق یوں دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا ہی اس طرح کیا ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات رچی بسی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، لیکن اس کے ساتھ اس نے یہ بھی مقدر کیا ہے کہ ان میں سے کوئی شقی اور کوئی سعید اور کوئی کافر اور کوئی مومن ہوگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ۔ اللہ نے ایک جماعت کو ہدایت دی، اور ایک دوسری جماعت کے حق میں گمراہی آئی" اس کے بعد اللہ نے اس کی علت بیان کی اور فرمایا: ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ کے بجائے شیاطین کو اپنا آقا و مددگار بنا لیا تھا اور گمان کرتے تھے کہ وہ حق پر ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ ع ۱۰ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳۲ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ

اے بنی آدم! جب بھی کسی مسجد کو جاؤ تو آراستہ ہو کر جایا کرو اور کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۳۱) ان سے پوچھئے کہ "اللہ نے جو زینت اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں انہیں کس نے حرام کر دیا؟" آپ کہئے کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی کے لئے ہوں گی۔ ہم اسی طرح اپنی آیات کو اہل علم کیلئے صاف بیان کرتے ہیں (۳۲) کہہ دیجئے: میرے رب کی حرام کردہ چیزیں یہ ہیں بے حیائی ظاہر ہو یا خفیہ اور گناہ

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

کے کام اور ناحق زیادتی اور یہ کہ تم اللہ کے شریک بناؤ جس کے لئے اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور تم اللہ کے ذمہ ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے (۳۳)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں آدم کا واقعہ اور ان پر اللہ کے انعام واحسان کا ذکر تھا، اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ کے بندے اچھا لباس پہنیں اور نماز کے وقت زیب وزینت اختیار کریں کیونکہ عرب کے لوگ کعبۃ اللہ کا طواف ننگے ہوکر کرتے تھے۔ اوران آیات میں آخرت کا بیان بھی ہے کہ نیک انسان جنت میں جائینگے تو برے انسان جہنم میں جائینگے۔

تشریح آیت ۳۱: اس آیت کریمہ میں ان مشرکین عرب کی تردید کی گئی ہے جو بیت اللہ کا طواف ننگے ہوکر کرتے تھے۔ مسلم، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مرد اور عورت سبھی لوگ بیت اللہ کا طواف ننگے ہوکر کرتے تھے مرد دن میں اور عورتیں رات میں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5353) اس آیت اوراس کی ہم معنی احادیث کے پیش نظر نماز کے وقت اچھا لباس پہننا مستحب ہے، خاص طور پر جمعہ اور عید کے دن اور خوشبو لگانا اس لئے کہ یہ زینت میں داخل ہے، اور مسواک کرنا اس لئے کہ اس کے ذریعہ زینت کی تکمیل ہوتی ہے، اور سب سے افضل سفید لباس ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کھانے اور پینے کا حکم دیا ہے اس لئے کہ آدمی اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، انہیں حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے۔ آیت میں ''اسراف'' سے اکل حرام، فضول خرچی اور کھانے پینے میں بداحتیاطی سبھی مراد ہیں فضول خرچی اللہ کے نزدیک مبغوض صفت ہے، اور انسان کو محتاجی تک پہنچادیتی ہے اور کھانے پینے میں بداحتیاطی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ کوئی بڑا برتن نہیں بھرتا ہے ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹ کو سیدھی رکھیں اور اگر اتنا ہی ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: 132/4) کہتے ہیں کہ ہارون رشید کا ایک نصرانی طبیب تھا، اس نے زین العابدین علی بن الحسین سے کہا کہ آپ لوگوں کی کتاب قرآن میں علم طب کی کوئی بات نہیں ہے، حالانکہ علم کی دو قسمیں ہیں، علم ادیان، اور علم ابدان تو زین العابدین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پورا طب قرآن کریم کی آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کا فرمان: **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا** '' کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ آیت (۳۱) اس آیت کریمہ میں ان مشرکین کی تردید ہے جو اپنے خواہش نفس کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں کو حلال وحرام بناتے ہیں۔ ابن ابی حاتم اور طبرانی وغیرہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قریش والے ننگے بیت اللہ کا طواف کرتے اور سیٹیاں تالیاں بجاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، اور مسلمانوں کو لباس پہننے کا حکم دیا گیا آیت میں ''زینۃ'' سے مراد ہر وہ مباح چیز ہے، جسے انسان خوبصورتی حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے اور ''طعام''

سے مراد کھانے اور پینے کی ہر وہ چیز ہے جسے اللہ نے بندوں کے لئے مباح کیا ہے۔ ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں کہ جس نے روئی اور کتان کا لباس چھوڑ کر بال اور اون کا لباس اختیار کر لیا، اس نے بہت بڑی غلطی کی، اور جس نے گیہوں کی روٹی چھوڑ کر سبزیاں اور دال کھانا شروع کر دیا، اور جس نے شہوت کے خوف سے گوشت کھانا چھوڑ دیا اس نے بہت بڑی خطا کی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نعمتیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں دراصل مومنوں کے لئے ہیں کفار اُن کے تابع کی حیثیت سے ان میں شریک ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن تو ساری نعمتیں صرف اہل ایمان کے لئے ہوں گی، کفار اُن کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے، اس لئے کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔

وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَّ لَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝٣٤ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٣٥ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٣٦ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝٣٧

اور ہر گروہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے' جب وہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو پھر ایک گھڑی بھر کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی (۳۴) اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنائیں تو جو نافرمانی سے بچا اور اپنی اصلاح کر لی تو ان کے لئے نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہونگے (۳۵) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے اکڑ بیٹھے تو ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۳۶) بھلا اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے ذمہ جھوٹ لگا دے یا اس کی آیتوں کو جھٹلا دے، ایسے لوگوں کو ان کا وہ حصہ تو (دنیا) میں ملے گا' جو اُن کے مقدر میں ہے حتیٰ کہ جب ان کی روحیں قبض کرنے کے لئے ہمارے فرشتے ان کے پاس آئیں گے تو پوچھیں گے: وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے؟ وہ جواب دیں گے: ''ہمیں کچھ یاد نہیں پڑتا'' اس طرح وہ خود ہی اپنے خلاف گواہی دے دیں گے کہ وہ کافر تھے (۳۷)

آیت ۳۴: اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر زمانے کے رہنے والوں کی موت و ہلاکت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جب وہ گھڑی آ جائے گی تو اسے کوئی ٹال نہ سکے گا۔ کبھی اللہ کسی سرکش قوم کو دنیا میں عذاب دے کر ہلاک کر دیتا ہے اور کبھی کسی کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے افراد طبعی موت مر جاتے ہیں اور ان کا عذاب آخرت کے لئے اٹھا رکھا جاتا ہے، اس آیت کریمہ میں اس بات کی

طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں نافرمان اُمتوں اور قوموں کی ہلاکت اس کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

آیت ۳۵: اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے بنی آدم کو خبر دی ہے کہ وہ اپنے انبیاء و رسل کو ان کے پاس بھیجا کرے گا، جو اس کی آیتیں انہیں سنایا کریں گے تو جو کوئی تقویٰ اور اصلاح کی راہ اختیار کرے گا، قیامت کے دن اسے کوئی خوف و غم لاحق نہیں ہوگا، اور جو کوئی اس کی آیتوں کو جھٹلائے گا اور کبر و عناد سے کام لے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

آیت ۳۷: اللہ پر افترا پردازی کرنے والوں اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کا مزید حال بیان کیا جا رہا ہے کہ ان سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے لئے دنیا میں جو عمر، روزی اور اعمال خیر و شر لکھ دیئے گئے ہیں انہیں وہ اللہ کی طرف سے ضرور پائیں گے پھر جب ان کی موت کا وقت آجائے گا اور فرشتے ان کی روحوں کو قبض کر کے جہنم کی طرف لے جائیں گے بطور زجر و توبیخ ان سے کہیں گے کہ کہاں ہے وہ تمہارے معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے آج وہ تمہیں اس عذابِ نار سے کیوں نہیں بچا لیتے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ وہ تو غائب ہو گئے اب تو ہمیں ان سے کوئی اُمید نہیں ہے، اور اپنے بارے میں اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم دنیا میں کافر تھے۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۸ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ

اللہ فرمائے گا: تم بھی انہی جماعتوں میں شامل ہو جاؤ جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں کی جماعتیں داخلِ جہنم ہو چکی ہیں۔ جب کوئی جماعت (جہنم) میں داخل ہوگی تو اپنی پیش رو جماعت پر لعنت کرے گی حتیٰ کہ سب اس میں جمع ہو جائیں گی تو پچھلی جماعت پہلی کے متعلق کہے گی: ''ہمارے رب انھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا لہٰذا ان کو آگ کا دگنا عذاب دے۔'' اللہ فرمائے گا: تم سب کے لئے ہی دگنا ہے لیکن تم نہیں سمجھتے'' (۳۸) اور پہلی جماعت پچھلی کے متعلق کہے گی: ''آخر تمہیں ہم پر کونسی برتری حاصل ہے؟ لہٰذا تم بھی جو کچھ کرتے رہے ہو اس کے عذاب کا ذائقہ چکھو'' (۳۹) بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے اکڑ بیٹھے ان کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم ایسے ہی مجرموں کو سزا دیتے ہیں (۴۰) ان کے

فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿41﴾
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿42﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ
صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ
الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا
لِهٰذَا ۣ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا
اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَ
نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾ وَ نَادٰٓي اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ — الثلثة
النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا
فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا
نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي
الظّٰلِمِيْنَ ﴿44﴾

لئے بچھونا بھی جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی جہنم کا ہوگا اور ہم ظالموں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں (۴۱) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ہم ہر شخص کو اُس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتے ہیں، یہی لوگ اہل جنت ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے (۴۲) ان اہل جنت کے دلوں میں اگر کچھ کدورت ہوگی تو ہم اسے نکال دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے، تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں یہ (جنت) کی راہ دکھائی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم خود ہدایت نہ پا سکتے تھے۔ ہمارے رب کے رسول واقعی حق لے کر آئے تھے، اس وقت آواز آئے گی ''تم اس جنت کے وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلہ میں جو تم کرتے رہے،، (۴۳) اور اہل جنت اہل جہنم سے پکار کر پوچھیں گے کہ ''ہم نے تو ان وعدوں کو سچا پایا ہے جو ہم سے ہمارے رب نے کئے تھے' کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدے کئے تھے تم نے بھی انہیں سچا پایا؟ کہیں گے ہاں! پھر اُن کے درمیان ایک پکارنے والا پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو (۴۴)

آیت ۴۰: کافروں کے لئے آسمان کے دروازے کھولے نہیں جائیں گے، بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جب وہ مریں گے تو ان کی روحوں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، کسی نے کہا: ان کے اعمال کیلئے، اور کسی نے کہا ان کی دعاؤں کے لئے لیکن راجح یہی ہے کہ سبھی مراد لئے جائیں گے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نہ ان کا عمل صالح آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا اور نہ ان کی کوئی دعا اور جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ خبیث روح کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا، اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جس طرح اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے گزرنا محال ہے اسی طرح کافر کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔

آیت ۴۲: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بالعموم جہنم اور اہل جہنم کے ذکر کے بعد جنت اور اہل جنّت کا ذکر کرتا ہے اور یہی حال برعکس بھی ہوتا ہے یہاں بھی جہنمیوں کے بعد جنتیوں کا ذکر آیا ہے اور **لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**۔ جملہ معترضہ کے ذریعہ اللہ نے اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانا اور زندگی میں عمل صالح کرنا مشکل نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ کا نظام ہے کہ وہ بندوں

کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔

آیت ۴۳: جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے دلوں سے کینہ وحسد وبغض وعداوت کو یکسر نکال دے گا، اس لئے کہ وہاں بھی دنیا کی طرح ان کے دل آپس میں صاف نہیں ہوں گے تو جنت کی نعمتیں کامل نہیں ہوں گی، اور جنتی اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے اے اللہ! تو نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان وعمل صالح کی توفیق دی جس کے سبب آج ہم جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ کلمہ ''میراث'' میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت عمل صالح کے بدلے میں نہیں ملے گی بلکہ وہ ایک سبب ہوگا، جس طرح وراثت بغیر کسب ومحنت کے ملتی ہے اور نسب اس کا سبب ہوتا ہے اس لئے یہ آیت صحیحین کی اس حدیث سے معارض نہیں ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 5983)

آیت کے اس حصہ کی تفسیر میں امام مسلم نے ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی پکارے گا کہ بے شک اب تم لوگ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور بے شک تم لوگ صحت مند رہو گے کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے اور بے شک تم لوگ جوان رہو گے کبھی بھی بوڑھے نہیں ہو گے اور بے شک تم لوگ عیش کی زندگی گزارو گے اور کبھی بھی پریشان حال نہ ہو گے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہی ہے اللہ کا قول وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ (الآیۃ) (صحیح مسلم حدیث نمبر 5069)

آیت ۴۴: جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں، سبھی اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو جنتی جہنمی کی حسرت بڑھانے کے لئے ان کو پکار کر یہ بات کہیں گے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر میں کافر مقتولین کو پکار کر یہی بات کہی تھی۔ روسائے کفر کے نام لے لے کر کہا کہ تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ تمہیں مل گیا، مجھے تو وہ مل گیا جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس پر حیرت کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن جواب دینے سے عاجز ہیں، (صحیح بخاری حدیث نمبر 3679) اس کے بعد انہیں مزید تکلیف پہنچانے کے لئے اللہ کی طرف سے ایک منادی پکار کر کہے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے آپ کو اور غیروں کو اللہ کے دین سے روکتے تھے اور اس میں تحریف پیدا کرتے تھے اور یوم آخرت کے منکر تھے۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ

جو لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے منکر تھے (۴۵) دونوں کے درمیان ایک اوٹ ہوگی اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے۔ وہ اہل جنت کو

سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ لَمۡ يَدۡخُلُوۡهَا وَ هُمۡ يَطۡمَعُوۡنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِذَا صُرِفَتۡ اَبۡصَارُهُمۡ تِلۡقَآءَ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوۡا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَ نَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا يَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَ مَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿۴۹﴾

ع ۸/۱۲

پکاریں گے کہ ''تم پر سلامتی ہو'' یہ جنت میں داخل نہ ہوں گے البتہ اسکی اُمید رکھتے ہونگے (۴۶) اور جب انکی نگاہیں اہل جہنم کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا (۴۷) اور یہ اہل اعراف کچھ لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچان کر آواز دیں گے: ''آج نہ تمہاری جمعیت تمہیں کچھ کام آئی اور نہ وہ جن پر تم تکبر کرتے تھے'' (۴۸) کیا یہ وہی نہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے کچھ نہ دے گا'' (انہیں تو آج کہا گیا ہے) جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی تم غمزدہ ہو گے (۴۹)

آیت ۴۶: جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگی جسے قرآن کریم نے اعراف سے تعبیر کیا ہے اس کے اندر کی طرف اللہ کی رحمت اور جنت ہوگی اور باہر کی طرف جہنم اور اس کا عذاب، اُسی حجاب کو، اعراف کہا گیا ہے جو عرف کی جمع ہے جس کا اطلاق ہر اونچی جگہ پر ہوتا ہے اس لئے اعراف سے مراد جنّت اور جہنم کی دیوار کی اونچی جگہ ہے۔

آیت ۴۸: اصحابِ اعراف، سردارانِ کفر وشرک کو پکار کر کہیں گے (جنہیں ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے) کہاں گئی تمہاری جماعت اور تمہارا خاندان وقبیلہ اور کہاں ہے آج تمہارا استکبار؟ پھر جنّت کی طرف دیکھیں گے تو وہاں اُن کمزور لوگوں کو دیکھیں گے جنہیں کفار دنیا میں رذیل و ذلیل سمجھتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے انھیں چھوڑ کر ان رذیلوں کو کیسے نوازے گا، انھیں مخاطب کر کے کہیں گے کہ تم لوگ اب جنت میں داخل ہو جاؤ، وہیں ہمیشہ کے لئے رہو اب تمہیں کوئی غم وخوف لاحق نہیں ہوگا۔

وَ نَادٰۤى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّ لَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ۚ فَالۡيَوۡمَ نَنۡسٰهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ وَ مَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۵۱﴾

اور جہنمی اہل جنت کو آواز دیں گے کہ ''ہم پر بھی کچھ پانی انڈیل دو یا اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے کچھ گرا دو'' وہ کہیں گے کہ بلا شبہ اللہ نے یہ چیزیں کافروں پر حرام کی ہیں (۵۰) جنہوں نے اپنے دین کو کھیل وتماشہ بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ لہٰذا آج ہم انہیں بھلا دیں گے جیسے انہوں نے اس ملاقات کے دن کو بھلا رکھا تھا اور ہماری آیتوں کے منکر تھے (۵۱)

آیت ۵۰: اس سے مقصود اہل جہنم کی انتہائی رسوائی بیان کرنی ہے کہ دنیا میں تو کمزور مسلمانوں کو ذلیل وحقیر سمجھتے تھے، اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں چھوڑ کر انہیں کیوں کر اپنی رحمت سے نوازے گا، لیکن اب حال یہ ہے کہ انتہائی بے بسی کے عالم میں جنتیوں کو پکاریں گے اور مکمل عجز و انکساری کے ساتھ ان سے کہیں گے کہ ہمیں اس پانی میں سے تھوڑا سا دیدو جو اللہ نے بطور رحمت تمہیں عطا کیا ہے تا کہ ہم آگ کی تپش اور پیاس کی شدت سے نجات پائیں یا تمہیں جو کھانے اور پینے کی چیزیں ملی ہیں ان میں سے کچھ دیدو تو جنتی کہیں گے کہ اللہ نے ان دونوں ہی چیزوں کو جہنمیوں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اللہ کے دین کو کھیل اور مذاق بنالیا تھا اور دنیا اور اس کی زینتوں میں پھنس کر آخرت سے غافل ہو گئے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ آج ہم بھی اُن کے ساتھ اس آدمی جیسا معاملہ کریں گے جو انھیں بھول گیا ہو، انھیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں چھوڑ دیں گے جس طرح انھوں نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور جس طرح وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، ترمذی نے ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا تو اللہ اس سے پوچھے گا کیا میں نے تمہیں کان، آنکھ، مال اور اولاد نہیں دی تھی، کیا تمہارے لئے چوپایوں اور کھیتیوں کو مسخر نہیں کر دیا تھا اور کیا میں نے تمہیں ریاست اور چودھراہٹ نہیں دی تھی کیا تم سمجھتے نہیں کہ آج کا دن دیکھو گے؟ تو کہیں گے کہ نہیں، تو اللہ کہے گا، میں نے تمہیں آج اسی طرح فراموش کر دیا ہے، جس طرح تم نے مجھے فراموش کر دیا تھا۔" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5270)

تشریح آیت ۵۱: حدیث میں آتا ہے، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کہے گا "کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ تجھے عزت و اکرام سے نہیں نوازا تھا؟ کیا اُونٹ اور گھوڑے تیرے تابع نہیں کر دیئے تھے؟ اور کیا تو سرداری کرتے ہوئے لوگوں سے چنگی وصول نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں؟ یا اللہ یہ سب باتیں صحیح ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، کیا تو میری ملاقات کا یقین رکھتا تھا؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، پس جس طرح تو مجھے بھولا رہا، آج میں تجھے بھول جاتا ہوں" (صحیح مسلم۔ کتاب الزہد) قرآن کریم کی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کو لہو ولعب بنانے والے وہی ہوتے ہیں جو دنیا کے فریب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دلوں سے چونکہ آخرت کی فکر اور اللہ کا خوف نکل جاتا ہے اس لئے وہ دین میں بھی اپنی طرف سے جو چاہتے ہیں، اضافہ کر لیتے ہیں اور دین کے جس حصہ کو چاہتے ہیں عملاً کالعدم کر دیتے ہیں یا انہیں کھیل کود کا رنگ دے دیتے ہیں۔ اس لئے دین میں اپنی طرف سے بدعات کا اضافہ کر کے انہی کو اصل اہمیت دینا (جیسا کہ اہل بدعات کا شیوہ ہے) یہ بہت بڑا جرم ہے، کیوں کہ اس سے دین کھیل کود بن کر رہ جاتا ہے اور احکام و فرائض پر عمل کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ

ہم ان کے پاس کتاب لائے ہیں جسے ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنا دیا ہے، یہ ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے (۵۲) یہ لوگ کیا اب اس کے انجام کے منتظر ہیں جس دن اس

الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ
رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا
لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ
قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع ۱۴ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ
يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ
مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ
تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ
تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ
بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ
رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

کا انجام سامنے آئے گا تو جن لوگوں نے پہلے کتاب کو بھلا رکھا تھا کہیں گے: واقعی ہمارے رب کے رسول حق بات لے کر آئے تھے پھر کیا ہمارے لئے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں یا ہمیں واپس (دنیا میں) پہنچا دیا جائے تا کہ جو کام ہم کرتے رہے اس کے علاوہ ہم دوسرے کام کریں، انھوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور وہ جو باتیں بناتے تھے انہیں کچھ یاد نہیں رہیں گی (۵۳) یقیناً ہمارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر اپنے عرش پر قرار پکڑا۔ وہی رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور دن رات کے پیچھے دوڑا آتا ہے اور سورج اور چاند ستارے سب چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اسی نے تخلیق کیا ہے تو حکم بھی اسی کا ہے رب العالمین بڑی برکت والا ہے (۵۴) اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے چپکے چپکے پکارو یقیناً وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۵۵) اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد پیدا نہ کرو اور اللہ کو خوف و امید سے پکارو یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے (۵۶)

آیت ۵۴: یہ چھ دن اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ ہے جمعہ کے دن ہی آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی ہفتے والے دن کہتے ہیں کوئی تخلیق نہیں ہوئی، اسی لئے اسے یوم السبت کہا جاتا ہے کیونکہ سبت کے معنی قطع (کاٹنے) کے ہیں یعنی اس دن تخلیق کا کام قطع ہو گیا۔ پھر اس دن سے کیا مراد ہے؟ ہماری دنیا کا دن جو طلوع شمس سے شروع ہوتا ہے اور غروب شمس پر ختم ہو جاتا ہے۔ یا یہ دن ہزار سال کے برابر ہے؟ جس طرح کہ اللہ کے یہاں کے دن کی گنتی ہے، یا جس طرح قیامت کے دن کے بارے میں آتا ہے بظاہر یہ دوسری بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک تو اس وقت سورج چاند کا یہ نظام ہی نہیں تھا، آسمان و زمین کی تخلیق کے بعد ہی یہ نظام قائم ہوا دوسرے یہ عالم بالا کا واقعہ ہے جس کو دنیا سے کوئی نسبت نہیں ہے، اس لئے اس دن کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم قطعیت کے ساتھ کوئی بات کہہ نہیں سکتے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ تو لفظ "کُن" سے سب کچھ پیدا کر سکتا تھا، اس کے باوجود اس نے ہر چیز کو الگ الگ تدریج کے ساتھ بنایا اس کی بھی اصل حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم بعض علماء نے اس کی ایک

حکمت لوگوں کو آرام وقار اور تدریج کے ساتھ کام کرنے کا سبق دینا بتلایا ہے۔ واللہ اعلم۔ **استواء** کے معنی علو اور استقرار کے ہیں سلف نے بلا کیف وبلا تشبیہ مراد لئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بلند اور مستقر ہوا لیکن کس طرح کس کیفیت کے ساتھ اسے ہم بیان نہیں کر سکتے نہ کسی کے ساتھ تشبیہ ہی دے سکتے ہیں۔ نعیم بن حماد کا قول ہے، جو اللہ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے اس نے بھی کفر کیا، جس نے اللہ کی اپنے بارے میں بیان کردہ کسی بات کا انکار کیا اس نے بھی کفر کیا اور اللہ کے بارے میں اس کی یا اس کے رسول کی بیان کردہ بات کو بیان کرنا، تشبیہ نہیں ہے۔ اس لئے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں نص سے ثابت ہیں، ان پر بلا تاویل اور بلا کیف وتشبیہ ایمان رکھنا ضروری ہے۔ (ابن کثیر)

آیت ۵۵: جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق، خالق کائنات اور حکیم ہے، تو اس کے بندوں کا یہ فرض ہے، کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں صرف اسی کو پکاریں اور اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اس آیت کریمہ میں دعا کی دو شرطیں بیان کی گئی ہیں ایک تو یہ کہ بندہ اپنے رب کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار کرے، حافظ سیوطیؒ نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا عجز وانکساری ہے حافظ بزار نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات کے میدان میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے رہے (مسند بزار، حدیث نمبر: 7558) اور دوسری شرط یہ ہے کہ ریا کاری سے بچے اور بغیر آواز بلند کئے دعا کرے، صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ اونچی آواز سے دعا کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو، ذرا آہستگی اور نرمی سے کام لو، تم کسی گونگے، بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، جس ذات کو تم پکار رہے ہو وہ بڑی سننے والی اور قریب ہے (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4873) حسن بصریؒ کا قول ہے پہلے کے مسلمان دعا کرنے میں خوب محنت کیا کرتے تھے اور انکی آواز نہیں سنائی دیتی تھی، وہ لوگ خفیہ طور پر دعا کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً**۔ اور زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے **اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا**۔ جب انہوں نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی ان لوگوں کو جو اپنی دعاؤں میں خشوع وخضوع اختیار نہیں کرتے ہیں اور اونچی آواز سے دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا ہے۔

آیت ۵۶: ان آیات میں چار چیزوں کی تلقین کی گئی ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری اور خفیہ طریقے سے دعا کی جائے، جس طرح کہ حدیث میں بھی آتا ہے لوگو! اپنے نفس کے ساتھ نرمی کرو یعنی (آواز پست رکھو) تم جس کو پکار رہے ہو وہ نہ بہرہ ہے نہ غائب وہ تمہاری دعائیں سننے والا اور قریب ہے۔ (صحیح بخاری)

دعا میں زیادتی نہ کی جائے یعنی اپنی حیثیت ومرتبے سے بڑھ کر دعا نہ کی جائے۔ (۳) اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلایا جائے یعنی اللہ کی نافرمانیاں کر کے فساد پھیلانے میں حصہ نہ لیا جائے (۴) اس کے عذاب کا ڈر بھی دل میں ہو اور اس کی رحمت کی اُمید بھی۔ اس طریقے سے دُعا کرنے والے محسنین ہیں۔ یقیناً اللہ کی رحمت ان کے قریب ہے۔ (احسن البیان)

وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۱۴

وہی تو ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے قبل ہواؤں کو خوش خبری کے طور پر بھیجتا ہے حتیٰ کہ وہ ہوائیں ثقیل بادلوں کو اُٹھا لاتی ہیں، تو ہم ان بادلوں کو کسی مردہ علاقہ کی طرف چلاتے ہیں پھر اس سے بارش برساتے ہیں پھر اسی مردہ زمین سے ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے شائد تم کچھ غور کرو (۵۷) اور عمدہ زمین اپنے رب کے حکم سے خوب سبزہ اُگاتی ہیں اور جو خراب ہوتا ہے اس سے جو بھی نکلتا ہے وہ ناقص ہوتا ہے' اسی طرح ہم اپنی آیات کو مختلف طریقوں سے شکر گزاروں کے لئے بیان کرتے ہیں (۵۸)

آیت ۵۸: یہ تمثیل بھی ہوسکتی ہے۔ البلد الطیب سے مراد سریع الفہم اور البلد الخبیث سے کند ذہن، وعظ ونصیحت قبول کرنے والا دل اور اس کے برعکس دل قلب مومن یا قلب منافق پاکیزہ انسان یا ناپاک انسان مومن پاکیزہ انسان اور وعظ ونصیحت قبول کرنے والا دل بارش کو قبول کرنے والی زمین کی طرح، آیات الٰہی کو سن کر ایمان وعمل صالح میں مزید پختہ ہوتا ہے اور دوسرا دل اس کے برعکس زمین شور کی طرح ہے، جو بارش کا پانی قبول ہی نہیں کرتی یا کرتی ہے تو برائے نام جس سے پیداوار بھی نکمی اور برائے نام ہوتی ہے اسی کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم وہدایت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی۔ اس کے جو حصے زرخیز تھے انھوں نے پانی کو اپنے اندر جذب کر کے چارہ اور گھاس خوب اُگایا (یعنی بھرپور پیداوار دی) اور اس کے بعض حصے سخت تھے، جنھوں نے پانی کو تو روک لیا، اندر جذب نہیں ہوا تاہم اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اُٹھایا خود بھی پیا اور کھیتیوں کو بھی سیراب کیا اور کاشت کاری کی اور زمین کا کچھ حصہ بالکل چٹیل تھا، جس نے پانی کو روکا اور نہ کچھ اُگایا پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ نے مجھے جس چیز کے ساتھ بھیجا اس سے اس نے نفع اٹھایا، پس خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور مثال اس شخص کی بھی ہے جس نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ اس نے وہ ہدایت ہی قبول کی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من علم وعلّم۔ احسن البیان)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، جس کے علاوہ تمہارا کوئی اللہ نہیں میں تم پر ایک بڑے دن کا عذاب واقع ہونے سے ڈرتا ہوں (۵۹) اس کی قوم کے سرداروں نے کہا ''ہم تو تجھے ہی صریح گمراہی

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ
رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۱۵

میں دیکھتے ہیں'' (۶۰) اس نے کہا! اے قوم! میں گمراہی میں پڑا ہوا نہیں بلکہ میں تمام جہانوں کے رب کا رسول ہوں (۶۱) میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں جو مجھے اللہ سے معلوم ہے تم نہیں جانتے (۶۲) کیا تمہیں تعجب ہے کہ تمہارے لئے نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعہ آئی ہے جو تم ہی میں سے ہے؟ تاکہ تمہیں ڈرائے اور تم متقی بنو اور تم پر رحم کیا جائے (۶۳) چنانچہ انھوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور اس کے جو ساتھی کشتی میں سوار تھے بچا لیا اور انھیں غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا بلا شبہ وہ اندھے لوگ تھے (۶۴)

آیت ۶۳: نوح اور آدم علیہما السلام کے درمیان دس قرنوں یا دس پشتوں کا فاصلہ ہے، نوح علیہ السلام سے کچھ پہلے تک لوگ اسلام پر قائم چلے آرہے تھے پھر سب سے پہلے توحید سے انحراف اس طرح آیا کہ اس قوم کے صالحین فوت ہوگئے تو ان کے عقیدت مندوں نے ان پر سجدہ گاہیں (عبادت خانے) قائم کر دیئے اور ان کی تصویریں بھی وہاں لٹکا دیں مقصد ان کا یہ تھا کہ اس طرح ان کی یاد سے وہ بھی اللہ کا ذکر کریں گے اور ذکر الٰہی میں ان کی مشابہت اختیار کریں گے جب کچھ وقت گزرا تو انھوں نے ان تصویروں کے مجسمے بنا دیئے اور پھر کچھ اور عرصہ گزرنے کے بعد یہ مجسمے بتوں کی شکل اختیار کر گئے اور ان کی پوجا پاٹ شروع ہوگئی اور قوم نوح کے یہ صالحین ود، سواع، یعوق، یغوث اور نسر معبود بن گئے ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ان میں نبی بنا کر بھیجا جنھوں نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی لیکن تھوڑے سے لوگوں کے سوا، کسی نے بھی آپ کے تبلیغ کا اثر قبول نہ کیا، بالآخر اہل ایمان کے سوا سب کو غرق کر دیا گیا، اس آیت میں بتلایا جارہا ہے کہ قوم نوح نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ ان ہی میں کا ایک آدمی نبی بن کر آ گیا جو انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرارہا ہے؟ یعنی ان کے خیال میں نبوت کے لئے انسان موزوں نہیں۔ (احسن البیان)۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾
قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا
لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا ''اللہ کی عبادت کرو جس کے بغیر تمہارا کوئی اللہ نہیں کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں'' (۶۵) اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم تو تجھے کم عقل آدمی دیکھتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو (۶۶) ہود نے کہا، اے میری قوم! میں نادان نہیں میں

الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ
لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ
عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ
مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ
خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ
بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾
قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ
رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ
اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ
بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ
الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا
كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع ۹ / ۸ / ۱۶

تو سب جہانوں کے رب کا رسول ہوں (۶۷) میں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امین خیر خواہ ہوں (۶۸) کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت ایک آدمی کے ذریعہ آئی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور (اللہ کا یہ احسان) یاد کرو اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد زمین کا جانشین بنایا اور تمہیں خوب تنومند بنایا۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ (۶۹) وہ کہنے لگے: کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن کی عبادت ہمارے آباء کرتے رہے انہیں چھوڑ دیں؟ اگر تو سچا ہے تو جس (عذاب کی) تو ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ (۷۰) ہودؑ نے کہا کہ! تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور اس کا غضب ثابت ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لئے ہیں، جن کے لئے اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری؟ سو اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (۷۱) پھر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی، جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہیں تھے (۷۲)

آیت ۷۰: آباء واجداد کی تقلید ہر دور میں گمراہی کی بنیاد رہی ہے، قوم عاد نے بھی یہی دلیل پیش کی اور شرک کو چھوڑ کر توحید کا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی اپنے بڑوں کی تقلید کی یہ بیماری عام ہے ان کا یہ طبقہ وہ ہے جو دین کا کچھ شعور رکھتا ہے اور دینی علوم میں بھی اسے ایک حد تک دسترس حاصل ہے لیکن اس نے اپنے آپ کو کسی نہ کسی خاص فقہ اور متعین امام کی رائے کا پابند کر رکھا ہے، اور اس ''تقلید'' کو اپنے طور پر وجوب کا درجہ دیا ہوا ہے حالانکہ سرے سے یہ حکم شرعی ہی نہیں ہے چہ جائیکہ یہ واجب ہو، اس تقلید نے ان مقلدین کو کئی سنتوں پر عمل کرنے سے روک رکھا ہے کیونکہ وہ سنتیں ان کی فقہ میں درج نہیں ہیں۔ ان کے امام نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی ایک دوسرا طبقہ وہ ہے جو دینی شعور اور دینی علوم ہی سے بے بہرہ ہے، اس کا تو مذہب ہی رسم ورواج پرستی ہے چنانچہ یہ طبقہ شادی ہو یا مرگ، ہر موقع پر جاہلانہ رسموں کی پابندی کرتا ہے، اور بدعات پر عمل کرنے کو فرائض وسنن

سے بھی زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ان کے ہاں فرائض کا ترک عام ہے،لیکن بدعات ورسومات کی پابندی کا غایت درجہ اہتمام۔''دلیل ان کی بھی یہی''اگر چہ ان کے باپ دادے کسی چیز کو نہیں سمجھتے تھے نہ وہ ہدایت پر ہی تھے''۔ھَدَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔(احسن البیان)

آیت ۷۱ میں (رجس) کے معنی تو پلیدی کے ہیں لیکن یہاں یہ مقلوب (بدلا ہوا) ہے رجس سے جس کے معنی عذاب کے ہیں یا پھر رجس یہاں ناراضی اور غضب کے معنی میں ہے۔

قوم نوح کے پانچ بت تھے جن کے نام اللہ نے قرآن میں ذکر کئے ہیں جیسے مشرکین عرب کے بتوں کے نام تھے۔لات،عزیٰ۔منات،ہبل وغیرہ یا جیسے آج کل کے مشرکانہ عقائد واعمال میں ملوث لوگوں نے نام رکھے ہوئے ہیں مثلاً گنج بخش،خواجہ غریب نواز،بابا فرید شکر گنج،مشکل کشا وغیرہ جن کے معبود یا مشکل کشا و گنج بخش وغیرہ ہونے کی کوئی دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں۔(احسن البیان)

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾

وقف لازم

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے واضح معجزہ آ چکا ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ ہے۔اسے اللہ کی زمین میں چرنے کے لئے چھوڑ دو اور اسے کسی بُرے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک المناک عذاب تمہیں آ لے گا(۷۳)اور وہ وقت یاد کرو جب قوم عاد کے بعد تمہیں اللہ نے جانشین بنایا اور تمہیں اس علاقہ میں آباد کیا،کیا تم زمین کے ہموار میدانوں میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش خراش کر گھر بنا لیتے ہو لہٰذا اللہ کے احسانات کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو(۷۴)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں آدم علیہ السلام کا واقعہ اور اس کے بعد توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کے ذکر کے بعد آخرت کو دلائل سے ثابت کیا گیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہے،حساب کتاب ہے،نیک لوگ جنت میں جائیں گے تو برے لوگ جہنم میں جائیں گے۔اب ان آیات میں نوحؑ،ہودؑ،شعیبؑ کا ذکر ہے اور ان انبیاء نے بھی قوموں کو توحید اور آخرت کی تیاری کی دعوت دی،مگر قوموں کی اکثریت نے ان انبیاء کا انکار کیا اور عذاب الٰہی کا شکار ہو گئیں۔

تشریح: صالح اور ان کی قوم (قوم ثمود) کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ثمود عربوں کا ایک قبیلہ تھا یہ لوگ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ان کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور قوم عاد کے بعد تھا۔ان کا مسکن حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ اور اس کے ارد گرد تھا اور بہت ہی طاقت ور لوگ تھے۔اپنی جسمانی طاقت اور قوت بازو کے زور سے پہاڑوں کو کاٹ

کاٹ کر اپنے مکانات بنایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سنہ ۹ ھ میں تبوک جاتے ہوئے ان کی بستیوں سے گذرے تھے۔ جنہیں مدائن صالح کہا جاتا ہے، صحیحین اور مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کے گھروں کے پاس رُکے تو لوگوں نے ان کے کنوؤں کا پانی پیا اور آٹا گوندھ کر پکانے لگے، لیکن رسول ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اپنی ہانڈیاں انڈیل دیں گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں پھر وہاں سے چل کر اس کنویں کے پاس آئے جس سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیتی تھی اور نبی ﷺ نے لوگوں کو قوم ثمود کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمایا اور کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں وہ عذاب اپنی گرفت میں نہ لے لے (مسند احمد، حدیث نمبر: 117/2)۔ صالح علیہ السلام اسی قوم کے شریف خاندان سے تھے اللہ نے ان کو اس قوم کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ انھوں نے اپنی قوم کو تمام انبیاء کی طرح توحید کی دعوت دی لیکن بہت کم لوگ اور کمزور لوگوں نے ان کی بات مانی۔ جب صالح علیہ السلام نے ان کو مزید ڈرایا اور اللہ کا خوف دلایا تو انہوں نے ایک نشانی کا مطالبہ کیا، کہا کہ وہ نشانی ایک اونٹنی ہو جو پہاڑ سے نکل کر سامنے آجائے چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن پھر بھی بہت ہی کم لوگ ایمان لائے اور اکثر و بیشتر نے تمرد اور سرکشی کی راہ اختیار کر لی اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا تو صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب تم لوگ اللہ کے عذاب کا انتظار کرو، اللہ نے انہیں بدھ، جمعرات اور جمعہ تین دن کی مہلت دی، جیسا کہ سورہ ہود کی آیت ۶۵ میں آیا ہے فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ۔ پس صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم لوگ تین دن تک اپنے گھروں میں فائدہ اُٹھالو، اور سنیچر کے دن صبح کے وقت ایک عظیم فرشتہ نے ان کے درمیان ایسی چیخ ماری کہ ان کے دل دہل گئے اور سب کے سب مر گئے۔

اس کے بعد صالح علیہ السلام نے لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہاری خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں کی تھی لیکن تم لوگوں نے اپنے خیر خواہوں کو کبھی بھی پسند نہیں کیا، پھر وہاں سے چلے گئے۔ نبی ﷺ نے جنگ بدر کے بعد مقتولین قریش کے سامنے جن کی لاشیں کنویں میں ڈال دی گئی تھیں ایسا ہی کہا تھا۔ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حیرت و تعجب پر کہا تھا کہ اللہ کی قسم وہ تم سے زیادہ اچھی طرح سن رہے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ

صالح کی قوم کے متکبر سرداروں نے اُن کمزور لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے کہا: کیا تم یقینا جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کا رسول ہے؟ وہ کہنے لگے، جو کچھ اسے دے کر بھیجا گیا ہے ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں (۷۵) وہ متکبر کہنے لگے: جس بات پر تم ایمان لائے ہو، ہم تو اسے ماننے والے نہیں (۷۶) چنانچہ انھوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور کہنے لگے: صالح اگر تو رسول ہے تو جس عذاب

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ (۷۷) آخر انہیں زلزلہ نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے (۷۸) پھر صالح یہ کہتا ہوا ان کے ہاں سے چلا گیا، اے قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم تو خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے (۷۹) اور لوط نے جب اپنی قوم سے کہا: تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے اہل جہاں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا تھا (۸۰)

آیت ۸۰ میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی سرکشی اور بدبختی کا ذکر ہے، یہ قوم اس علاقے میں رہتی تھی جسے آج کل مشرق اُردن کہا جاتا ہے عراق اور فلسطین کے درمیان واقع ہے۔ بائبل میں اس قوم کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحیرۂ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا بحیرۂ مردار میں غرق ہو چکا ہے، سدوم کے علاوہ ان کے چار بڑے بڑے شہر اور بھی تھے اور ان شہروں کے درمیان کا علاقہ ایسا گلزار بنا ہوا تھا کہ میلوں تک بس باغ ہی باغ تھا جس کے جمال کو دیکھ کر انسان پر مستی طاری ہونے لگتی تھی مگر آج اس قوم کا نام ونشان ختم ہو چکا اور یہ بھی متعین نہیں ہے کہ اس کی بستیاں ٹھیک کس مقام پر تھیں۔ اب صرف بحیرۂ مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی رہ گیا ہے جسے آج تک بحر لوط کہا جاتا ہے۔ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، اپنے چچا کے ساتھ عراق سے نکلے اور کچھ مدت تک شام وفلسطین ومصر میں گشت لگا کر دعوت وتبلیغ کا تجربہ حاصل کرتے رہے پھر مستقل پیغمبری منصب پر سرفراز ہو کر اس بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح پر مامور ہوئے۔ قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر اس قوم کے بعض اور اخلاقی جرائم کا بھی ذکر آیا ہے۔ مگر ان آیات میں اس کے سب سے بڑے جرم کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اللہ کا عذاب اس پر نازل ہوا، یہ جرم لواطت کا تھا۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ ؗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع ۱۰ ۱۲

تم شہوت رانی کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو، تم تو حد سے بڑھے ہوئے لوگ ہو (۸۱) اور اس کی قوم کو اس کے سوا کوئی جواب بن نہ آیا کہ انہوں نے یہ کہا ''کہ انہیں اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ پاک باز بنے پھرتے ہیں (۸۲) چنانچہ ہم نے لوط اور اسکے اہل کو بچا لیا بجز اس کی بیوی کے کہ وہ باقی ماندہ ہلاک ہونے والوں میں سے تھی (۸۳) اور اس قوم پر (پتھروں) کی بارش برسائی پس دیکھ لیجئے کہ مجرموں کا انجام کیسے ہوا؟ (۸۴)

بدترین حرام اور گناہ، ہم جنسی مباشرت قطعی طور پر وضع فطرت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ذی حیات انواع میں نر مادہ کا فرق محض تناسل اور بقائے نوع کے لئے رکھا ہے اور نوع انسانی کے اندر اس کی مزید غرض یہ بھی ہے کہ دونوں صفتوں کے افراد مل کر ایک خاندان وجود میں لائیں اور اس سے تمدن کی بنیاد پڑے لیکن یہ لوگ صرف بے حیاء اور بدکردار اور بداخلاق ہی نہ تھے بلکہ اخلاقی پستی میں اس حد تک گر گئے تھے کہ انہیں اپنے درمیان چند نیک انسانوں اور نیکی کی طرف بلانے والوں اور بدی پر ٹوکنے والوں کا وجود تک گوارا نہ تھا وہ بدی میں یہاں تک غرق ہو چکے تھے کہ اصلاح کی آواز کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے اور پاکیزگی کے اس تھوڑے سے عنصر کو بھی نکال دینا چاہتے تھے جو ان کی گھناؤنی فضا میں باقی رہ گیا تھا۔ اس حد کو پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے استیصال کا فیصلہ صادر ہوا کیونکہ جس قوم کی اجتماعی زندگی میں پاکیزگی کا ذرا سا عنصر بھی باقی نہ رہ سکے پھر اسے زمین پر زندہ رکھنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ سڑے ہوئے پھلوں کے ٹوکرے میں جب تک چند اچھے پھل موجود ہوں اس وقت تک ٹوکرے کو رکھا جا سکتا ہے مگر جب وہ پھل بھی اسمیں سے نکل جائیں تو پھر اس ٹوکرے کا کوئی مصرف اس کے سوا نہیں رہتا کہ اسے کسی گھور پر الٹ دیا جائے۔ لوط علیہ السلام پر صرف ان کے قریبی لوگوں میں سے چند افراد ایمان لائے باقی پوری قوم اپنی ہوس پرستی میں غرق رہی۔ انہوں نے کہا کہ جب یہ ہم سب کو گندہ سمجھتے ہیں اور خود پاک بننا چاہتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام۔ پھر تو یہ نکل جائیں ہمارے شہر سے ان کا یہ قول دراصل ان کا گھمنڈ تھا۔ ان کو یہ کہنے کی جرأت اس لئے ہوئی کہ وہ اپنی اکثریت کی وجہ سے اپنے کو محفوظ حالت میں سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ ہمیشہ اپنے کمزور پڑوسیوں سے کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو ہمارا طریقہ پسند نہیں وہ ہماری زمین چھوڑ دیں۔ نتیجہ آخری آیات میں نکل آیا۔ پھر ہم نے بچا لیا لوط علیہ السلام کو اور اس کے گھر والوں کو۔ اس کی بیوی کے سوا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے بنی۔ دوسرے مقامات پر تصریح ہے کہ لوط علیہ السلام کی یہ بیوی جو غالباً اسی قوم کی بیٹی تھی۔ اپنے کافر رشتہ داروں کی ہم نوا رہی اور آخر تک اس نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس لئے عذاب سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو ہدایت فرما دی کہ اس عورت کو ساتھ نہ لیا جائے، پھر اس قوم پر ایک بارش برسائی، یہاں بارش سے مراد پانی کی بارش نہیں بلکہ پتھروں کی بارش ہے جیسا کہ دوسرے مقامات پر قرآن میں بیان ہوا ہے۔ نیز یہ بھی قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ ان کی بستیاں الٹ دی گئیں اور تلپٹ کر دیا گیا۔

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) اس نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف ایک واضح دلیل آ چکی ہے۔ لہٰذا ناپ اور تول پورا رکھا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اصلاح ہو جانے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

کے بعد اس میں بگاڑ پیدا نہ کرو۔ یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم واقعی مومن ہو(۸۵) اور ہر راہ پر راہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو دھمکاتے پھرو اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اسے اس کی راہ سے روکنے لگو، اور اس سیدھی راہ میں کجی کے درپے ہو جاؤ اور وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے(۸۶) اور اگر تم میں سے ایک فریق ایسا ہے کہ جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، اس پر ایمان لے آیا اور دوسرا انہیں لایا تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے(۸۷)

آیت ۸۷ میں شعیب علیہ السلام، اور ان لوگوں کا واقعہ مذکور ہے جن کی طرف اللہ نے انہیں نبی بنا کر بھیجا تھا مدین قبیلہ کا نام تھا، جس کی نسبت مدین بن ابراہیم خلیل کی طرف تھی، اور شعیب علیہ السلام اسی قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ ان کے والد کا نام میکیل تھا، ان کا شہر حجاز کے راستہ میں ''معان'' کے قریب واقع تھا، ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انہی کو قرآن نے اصحاب ایکہ بھی کہا ہے لیکن عکرمہ اور سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف بھیجا تھا، اصحاب مدین کی طرف جنھیں ایک بادل کے ذریعہ ہلاک کیا جس میں آگ کے شرارے تھے شعیب علیہ السلام کی قوم شرک باللہ کے علاوہ دوسری سماجی گھناؤنی بیماریوں میں مبتلا تھی، یہ لوگ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے، راستے میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اُن کا مال چھین لیتے تھے، ان سے جبری ٹیکس وصول کرتے تھے، اور جو لوگ شعیب علیہ السلام کی باتیں سننے کیلئے آنا چاہتے تھے انہیں راستے میں روک کر طرح طرح سے بہکاتے تھے شعیب علیہ السلام نے انہیں توحید کی طرف بلایا، اور شرک سے ڈرایا اور جو دوسری اخلاقی اور اجتماعی بیماریاں ان میں پائی جاتی تھیں، اُنکی برائی بیان کر کے ان سے باز آجانے کی ترغیب دلائی اور انہیں اللہ کی یہ نعمت یاد دلائی کہ ان کی تعداد بہت کم تھی تو اللہ نے ان کی نسل میں برکت دی اور وہ کثیر تعداد میں ہو گئے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿٨٩﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٩٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩١﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے یا یہ کہ تم لوگ ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ شعیب علیہ السلام نے کہا اگر چہ کہ ہم اس (تمہارے دین) کو مکروہ ہی سمجھتے ہیں (۸۸) اگر ہم تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی تو ہم اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہوجائیں گے اور ہم سے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے مذہب میں پھر آ جائیں، مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے، ہمارا رب اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں، اے ہمارے پروردگار تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۸۹) اور ان کی قوموں کے کافر سرداروں نے کہا (کہ بھائیو) اگر تم لوگوں نے شعیب کی پیروی کی تو تم یقیناً نقصان اٹھاؤ گے (۹۰) پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا جس کے نتیجہ میں سب اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر کر مر گئے (۹۱) یہ لوگ جنھوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی (ایسے برباد ہوئے تھے) گویا کہ کبھی ان گھروں میں رہتے ہی نہ تھے، جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی حقیقت میں وہی لوگ نقصان اٹھانے والے تھے (۹۲) تو شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہاری خیر خواہی کی تھی اس لئے اب کافروں کی ہلاکت پر کیسے افسوس کروں (۹۳)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں قوموں کو انبیاء نے توحید کی جو دعوت دی تھی، اس کا ذکر تھا اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ جو لوگ توحید کا انکار کرتے ہیں وہ عذاب الٰہی کا شکار ہوجاتے ہیں اگر عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو۔

تشریح آیت نمبر ۸۸: شعیب علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے مدین کی اولاد میں سے ہیں اور لوط علیہ السلام سے بھی قرابت کا رشتہ رکھتے ہیں، مدین کی نسل و اولاد بھی مدین کے نام سے معروف ہوگئی اور جس بستی میں ان کا قیام تھا اس کو بھی مدین کہتے ہیں یہ شہر آج بھی مشرق اردن کی بندرگاہ ''معان'' کے قریب موجود ہے۔شعیب علیہ السلام کو جس قوم کی طرف بھیجا گیا قرآن نے کہیں ان کا اہل مدین واصحاب مدین کے نام سے ذکر کیا تو کہیں ''اصحاب ایکہ'' کے نام سے ایکہ کے معنی جنگل کے ہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ قومیں تھیں۔دونوں کی بستیاں بھی الگ تھیں۔شعیب علیہ السلام ان میں سے پہلے یعنی اہل مدین کی طرف بھیجے گئے ان کی ہلاکت کے بعد دوسری قوم ''اصحاب الایکہ'' کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔دونوں قوموں پر جو عذاب آیا اس کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔اصحاب مدین پر کہیں **صَيْحَةٌ** یعنی چنگھاڑ اور سخت آواز اور کہیں **رَجْفَةٌ** یعنی زلزلہ کے الفاظ مذکور ہیں تو اصحاب الایکہ پر عذاب **ظُلَّةٌ** یعنی سائبان کا ذکر کیا گیا ہے۔اصحاب ایکہ پر عذاب کی یہ صورت ہوئی کہ اول چند روز ان کی پوری بستی میں سخت گرمی پڑی جس سے ساری قوم بلبلا اٹھی، پھر ان کے قریب جنگل پر ایک گہرا بادل آیا جس سے اس جنگل میں سایہ ہوگیا اور ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں یہ دیکھ کر ساری بستی کے آدمی اس بادل کے سائے میں جمع ہوگئے تب بادل سے آگ برسی اور زمین میں بھی زلزلہ آیا جس سے یہ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم کا نام ہے اور عذاب کی جو تین قسمیں ابھی ذکر کی گئی ہیں تینوں اس قوم پر جمع ہوگئیں۔پہلے بادل سے آگ کی بارش ہوئی پھر اس کے ساتھ ہی سخت آواز چنگھاڑ کی شکل میں آئی پھر زمین میں زلزلہ آیا۔بہر حال یہ دونوں قومیں الگ الگ ہوں یا ایک ہی قوم کے دو نام ہوں نبی کی تکذیب کرنے والوں پر اللہ کا عذاب ہمیشہ اور ہر دور میں آیا ہے اس لئے ہمیں اللہ ورسول کی فرمانبرداری سے منہ موڑ کر اس کی تکذیب نہیں کرنی چاہئے۔

انکے مذہب میں واپس آنا: شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والے پہلے انہی کے مذہب پر تھے پھر شعیب علیہ السلام کی دعوت پر مسلمان ہوگئے۔مگر شعیب علیہ السلام تو ایک دن بھی ان کے غلط مذہب پر نہ تھے کبھی کسی مشرکانہ مذہب کی پیروی نہ کی۔پھر ان کے لئے یہ کہنا کہ ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ غالباً اسی وجہ سے تھا کہ نبوت سے پہلے شعیب علیہ السلام ان لوگوں کی غلط باتوں پر خاموشی اختیار فرماتے تھے اور قوم کے اندر گھلے ملے رہتے تھے۔اس لئے ان کا خیال شعیب علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ تھا کہ وہ بھی ہمارے ہی ہم خیال اور ہمارے ہی مذہب کے ماننے والے ہیں۔

آیت نمبر ۹۰ کی تشریح: مدین کے سردار اور لیڈر دراصل اپنی قوم کو یہ یقین دلا رہے تھے کہ اگر شعیب علیہ السلام کی بات کو مان لیا جائے تو ہماری تجارت کیسے چل سکتی ہے اگر ہم بالکل ہی سچائی کے پابند ہوجائیں اور کھرے کھرے سودے کرنے لگیں۔قافلوں کو چھیڑنا بند کردیں اور بے ضرر اور پرامن لوگ ہی بن کر رہ جائیں تو جو معاشی اور سیاسی فوائد ہمیں اپنی موجودہ جغرافیائی پوزیشن سے حاصل ہو رہے ہیں وہ سب ختم ہوجائیں گے اور آس پاس کی قوموں پر ہماری جو داداگیری قائم ہے وہ باقی نہ رہے گی۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ
اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾
ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا
وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَ لَوْ
اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا
عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ
كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾
اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا
وَّ هُمْ نَآىٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ
یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾
اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا
الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲

اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف میں پکڑ لیا تا کہ وہ گڑ گڑائیں (۹۴) پھر ہم نے اس بدحالی کو خوش حالی میں بدل دیا، یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباء واجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آئی تھی، پس ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا، اور ان کو خبر بھی نہ تھی (۹۵) اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا (۹۶) کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آ پڑے جب کہ وہ بے خبر سو رہے ہوں (۹۷) اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے نازل ہو جس وقت کہ وہ کھیل رہے ہوں (۹۸) کیا یہ اللہ کی چال سے بے خوف ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو نقصان اٹھانے والی ہو (۹۹)

تشریح آیت نمبر ۹۴: ایک ایک نبی اور ایک ایک قوم کا معاملہ الگ الگ بیان کرنے کے بعد اب وہ مکمل ضابطہ بیان کیا جا رہا ہے جو ہر زمانے میں اللہ نے انبیائے کرام کی بعثت کے موقع پر اختیار فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی نبی بھیجا گیا تو پہلے اس قوم کو آفات و مشکلات میں مبتلا کیا گیا۔ قحط، وبا، تجارتی خسارے، جنگی شکست اور اس کی تکلیفیں اس پر ڈالی گئیں تا کہ اس کا دل نرم پڑے۔ اس کی شیخی اور تکبر سے اکڑی ہوئی گردن ڈھیلی ہو۔ اس کا غرور، طاقت اور نشۂ دولت ٹوٹ جائے، اسے احساس ہو کہ اوپر کوئی اور طاقت بھی ہے جس کے ہاتھ میں اس کی قسمت کی باگیں ہیں اور اس طرح اسکے کان نصیحت کیلئے کھل جائیں اور وہ اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جانے پر آمادہ ہو جائے۔ پھر جب اس سازگار ماحول میں بھی اس کا دل قبول حق کی طرف مائل نہیں ہوتا تو اس کو خوشحالی کے فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

اور یہاں سے اس کی بربادی کی ابتداء ہوتی ہے، جب وہ نعمتوں سے مالا مال ہونے لگتی ہے تو اپنے برے دن بھول جاتی ہے

اوراس کے کج فہم رہنما ان کے ذہن میں تاریخ کا یہ احمقانہ تصور بٹھاتے ہیں کہ حالات کے اتار چڑھاؤ اور قسمت کا بناؤ بگاڑ کسی حکیم کے انتظام میں اخلاقی بنیادوں پر نہیں ہورہا ہے بلکہ ایک اندھی طبیعت بالکل غیر اخلاقی اسباب سے کبھی اچھے اور کبھی برے دن لاتی ہی رہتی ہے لہٰذا مصائب اور آفات کے نزول سے کوئی اخلاقی سبق لینا اور کسی ناصح کی نصیحت قبول کر کے اللہ کے آگے عاجزی کرنا ایک طرح سے نفس کی کمزوری ہے۔

ان آیات میں اللہ نے جس ضابطے کا ذکر کیا ہے ٹھیک یہی ضابطہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے موقع پر بھی برتا گیا اور شامت زدہ قوموں کے جس طرز عمل کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے ٹھیک وہی طرز عمل سورۂ اعراف کے نزول کے زمانے میں قریش والوں سے ظاہر ہورہا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد جب قریش کے لوگوں نے آپ کی دعوت کے خلاف سخت رویہ اختیار کرنا شروع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی: یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جیسا سات سال قحط پڑا تھا ویسے ہی قحط سے ان لوگوں کے مقابلے میں میری مدد کر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت قحط میں مبتلا کردیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ مردار کھانے لگے، چمڑے اور ہڈیاں اور اون تک کھا گئے، آخر کار مکہ کے لوگوں نے جن میں ابوسفیان پیش پیش تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے مگر جب آپ کی دعا سے اللہ نے وہ براوقت ٹال دیا اور بھلے دن آئے تو ان لوگوں کی گردنیں پہلے سے زیادہ اکڑ گئیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4447) اور جن کے دل تھوڑے بہت نرم ہو گئے تھے ان کو بھی اشرار قوم نے یہ کہہ کہہ کر ایمان سے روکنا شروع کردیا کہ میاں یہ تو زمانے کا اتار چڑھاؤ ہے۔ پہلے بھی آخر قحط آتے ہی رہے ہیں، کوئی نئی بات تو نہیں ہے ان چیزوں سے دھوکا کھا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھندے میں نہ پھنس جانا۔ (تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو سورۂ یونس، ۱۲، سورۃ النحل ۱۱۲، المؤمنون، ۷۶، الدخان ۱۶)

تشریح آیت نمبر ۹۶: یہاں اہل قریٰ (بستی والے) سے مراد وہی قومیں ہیں جن کی جھٹلانے کی داستان گزشتہ آیات میں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو اللہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہ کرتا کہ ایک مہلت دینے کے بعد ان کو عذاب میں پکڑ لیتا بلکہ ان کے لئے آسمان وزمین دونوں طرف سے اپنی بے شمار برکتوں کے دروازے کھول دیتا۔ یہاں یہ دو حقیقتیں بیان ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ کسی قوم کو ڈھیل کے طور پر مال ودولت کی جو فراخی حاصل ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت نہیں ہوتی بلکہ آزمائش ہے۔ دوم یہ کہ ایمان وتقویٰ کی زندگی جس طرح آخرت میں اللہ کی رحمتوں کی ضامن ہے اسی طرح دنیا میں بھی اگر کوئی قوم اس کو اختیار کرے تو آسمان وزمین کی تمام برکتیں حاصل کر سکتی ہے۔

تشریح آیت نمبر ۹۹: میں یہاں لفظ ''مکر'' استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے ہیں۔ یعنی کسی شخص کے خلاف ایسی چال چلنا کہ جب تک اس پر فیصلہ کن مار نہ پڑ جائے اس وقت تک اسے خبر نہ ہو کہ اس کی شامت آنے والی ہے بلکہ ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے وہ یہی سمجھتا رہے کہ سب اچھا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کو اکثر جگہ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ یعنی بہتر تدبیر کرنے والا کہا گیا ہے، گویا یہ مکر برا بھی ہوسکتا ہے اگر غلط مقصد کے لئے ہو۔ اور اچھا بھی ہوسکتا ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو۔ اس آیت

میں اہل قریٰ کی طرف اشارہ کر کے اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ بتاؤ وہ اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا سکے؟ اللہ کا عذاب ان پر رات کی تاریکیوں میں دبے پاؤں بھی آیا جب کہ وہ سو رہے تھے، اور دن دھاڑے ڈنکے کی چوٹ پر بھی آیا جب کہ وہ اپنی دلچسپیوں اور سرگرمیوں میں مصروف تھے لیکن نہ رات میں وہ اس سے اپنے آپ کو بچا سکے نہ دن میں۔ اللہ کی تدبیر سے بچنے کی کوئی صورت نہیں کسی کی طاقت نہیں کہ اس سے بے خوف اور بے فکر رہے، اس سے بے خوف وہی رہتے ہیں جن کی شامت آئی ہوئی ہو اور وہ برباد ہونے والے ہوں۔

اَوَ لَمۡ يَهۡدِ لِلَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ اَهۡلِهَاۤ اَنۡ لَّوۡ نَشَآءُ اَصَبۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ‌ۚ وَ نَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلۡكَ الۡقُرٰى نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآئِهَا‌ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ‌ ۚ فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡـكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۱﴾ وَ مَا وَجَدۡنَا لِاَكۡثَرِهِمۡ مِّنۡ عَهۡدٍ‌ ۚ وَ اِنۡ وَّجَدۡنَاۤ اَكۡثَرَهُمۡ لَفٰسِقِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾

کیا ان کو یہ ہدایت نہیں ملی جو ان بستیوں کے ہلاک ہونے کے بعد زمین کے وارث ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے بدلے ان پر مصیبت ڈال سکتے ہیں اور ان کے دلوں پر مہر کر سکتے ہیں' کہ وہ سن بھی نہ سکیں (۱۰۰) یہ بستیاں جن کے احوال ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے' اور جس بات کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اسی پر ایمان لانا انھوں نے مناسب نہ سمجھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے (۱۰۱) اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو فاسق ہی پایا (۱۰۲)

تشریح آیت نمبر ۱۰۰: موجودہ قوم کیلئے گزری ہوئی قوم کے زوال میں کافی رہنمائی موجود ہوتی ہے۔ وہ اگر عقل سے کام لے تو سمجھ سکتی ہے کہ کچھ مدت پہلے جو لوگ اسی جگہ عیش وعشرت میں تھے اور جن کی عظمت کا جھنڈا یہاں لہرا رہا تھا ان کی بربادی آخر کن وجوہات سے ہوئی۔ اللہ نے ان پر کیوں عذاب نازل کیا، پھر وہ وجہ جاننے کے بعد برباد قوموں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ان کے جیسے اعمال واطوار کو چھوڑ دیں اور اللہ ورسول کی مکمل طور پر فرمانبرداری کرنے لگ جائیں تو یقیناً وہ قوم کامیاب ہو جائے گی لیکن اگر وہ تاریخ سے اور عبرت انگیز مشاہدے سے سبق نہیں لیتی اور اپنے آپ کو بہلاوے میں ڈالتی ہے تو پھر اللہ کی طرف سے بھی انہیں سوچنے سمجھنے اور کسی ناصح کی بات سننے کی توفیق نہیں ملتی۔ اللہ کا قانون فطرت یہی ہے کہ جو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے، اس کی بینائی تک آفتابِ روشن کی کوئی کرن نہیں پہنچ سکتی۔

تشریح ۱۰۱: بَيِّنَاتٍ سے مراد دلائل و براہین اور معجزات دونوں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک ہم نے رسولوں کے ذریعے سے حجت تمام نہ کر دی ہم نے انھیں ہلاک نہیں کیا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 15 میں فرمایا'' جب تک ہم رسول نہیں

بھیج دیتے عذاب نازل نہیں کرتے'' (احسن البیان) ''دلوں پر مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ جب پیغمبران کے پاس آئے تو وہ اس وجہ سے ان پر ایمان نہیں لائے کہ وہ اس سے قبل حق کی تکذیب کر چکے تھے۔ گویا ابتدائی جس چیز کی وہ تکذیب کر چکے تھے، یہی گناہ ان کے عدم ایمان کا سبب بن گیا اور ایمان لانے کی توفیق ان سے چھین لی گئی اسی کو اگلے جملے میں مہر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۹۔۱۱۰ میں فرمایا۔ اور تمہیں کیا معلوم ہے یہ تو ایسے (بدبخت) ہیں کہ ان کے پاس نشانیاں بھی آ جائیں تب بھی ایمان نہ لائیں اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسے یہ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے۔ (احسن البیان)

تشریح آیت نمبر ۱۰۲: اس سے بعض نے عہد الست، جو عالم ارواح میں لیا گیا تھا، بعض نے عذاب ٹالنے کیلئے پیغمبروں سے جو عہد کرتے تھے، وہ عہد اور بعض نے عام عہد مراد لیا ہے جو آپس میں ایک دوسرے سے کرتے تھے۔ اور یہ عہد شکنی چاہے وہ کسی بھی قسم کی ہو فسق ہی ہے۔ (احسن البیان)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا' مگر ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا، سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا؟ (۱۰۳) اور موسیٰ نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں (۱۰۴) میرے لئے یہی حق ہے کہ سوائے سچ کے اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں، میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں' اس لئے تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے (۱۰۵) فرعون نے کہا: اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے! اگر آپ سچے ہیں (۱۰۶) تو آپ نے اپنی لاٹھی ڈال دی' تب اچانک وہ ایک واضح اژدھا بن گیا (۱۰۷) اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے سامنے بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا (۱۰۸) (یہ دیکھ کر) قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ واقعی یہ شخص (یعنی موسیٰ) بڑا ماہر جادوگر ہے (۱۰۹) یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے، تو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو (۱۱۰) انھوں

الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾	نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں آدمی بھیج دیجئے (۱۱۱) جو تمام ماہر جادوگروں کو جمع کر کے حاضر کریں (۱۱۲)

تشریح آیت نمبر ۱۰۳: پچھلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، لوط علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام اور ان کی امتوں کے بعد اب موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جارہا ہے اس کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دوسرے سابقہ انبیاء کی نسبت تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور قوت ظہور میں بھی۔ اسی طرح ان کی قوم بنی اسرائیل کی جہالت اور ہٹ دھرمی بھی پچھلی امتوں کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے۔ سابقہ انبیاء کرام کی سرگزشتیں سنانے سے مقصود قریش کو آگاہ کرنا تھا کہ جس کسوٹی پر یہ قومیں پرکھی گئیں وہی کسوٹی اب تمہارے سامنے ہے اور اگر تم نے بھی اپنے رسول کو جھٹلادیا تو وہی انجام دیکھو گے جو انھوں نے دیکھا۔

تشریح آیت ۱۰۵: موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں میرے حال اور منصب نبوت کا تقاضہ یہی ہے کہ میں اللہ کی طرف کوئی بات جھوٹ نہ کہوں کیونکہ انبیائے کرام کو جو پیغام حق تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں وہ ان کے پاس رب کی امانت ہوتی ہے اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنا خیانت ہے اور تمام انبیاء خیانت اور ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگوں کو میری بات پر اس لئے یقین کرنا چاہئے کہ میری سچائی تم لوگوں کے سامنے ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی امانت میں خیانت نہیں کیا۔ ساتھ ہی ساتھ میرے دعوے کی دلیل میری معجزات بھی ہیں۔ اس لئے ان سب چیزوں کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ میری بات سنیں اور مانیں۔ موسیٰ علیہ السلام دو چیزوں کی دعوت لے کر آئے تھے۔ اول یہ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور سارے معبودان باطلہ کا انکار کریں۔ دوم یہ کہ اسرائیل کی قوم کو جو پہلے سے مسلمان تھی اپنی مصنوعی غلامی اور مزدوری سے نجات دے کر میرے ساتھ کردیں۔

تشریح آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۲: موسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے پیش کئے جسے آیت ۱۰۷ اور ۱۰۸ میں بیان کیا گیا، چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کے اندر جادوگری اور شعبدہ بازی دیکھنے کے فرعون اور اس کے وزراء عادی تھے، اب ایسا واقعہ رونما ہوا تو ان لوگوں نے اس کو بھی جادو ہی سمجھا اور جادو کے ذریعے سے اس کا توڑ مہیا کرنے کا منصوبہ بنایا جیسا کہ سورہ طٰہٰ ۵۷ تا ۵۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا: "اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہماری زمین سے نکال دے؟ پس ہم بھی اس جیسا جادو تیرے مقابلے میں لائیں گے اس کے لئے کسی ہموار جگہ اور وقت کا ہم تعین کرلیں جس کی دونوں پابندی کریں۔ موسیٰ نے کہا: زینت اور جشن کے دن چاشت کا وقت، اس حساب سے لوگ جمع ہوجائیں۔ (طٰہٰ ۵۷ تا ۵۹) (احسن البیان)

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا
لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ
وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ
الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا
اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ
عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ
عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ
فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ
فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ وَ اُلْقِيَ
السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ لا رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور جادوگر فرعون کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اگر ہم جیت جائیں تو کیا ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ (۱۱۳) (فرعون نے) کہا ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے (۱۱۴) ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا ڈالو یا پھر ہم ہی پہلے (اپنی رسّیاں و لاٹھیاں) ڈالیں (۱۱۵) (موسیٰ) نے فرمایا تم ہی ڈالو، پس جب انھوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بند کر دی اور ان پر ڈر غالب کر دیا اور ایک طرح کا بہت بڑا جادو دکھلایا (۱۱۶) اور ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ اپنا عصا ڈال دیجئے، اتنے میں وہ ان کے سارے بنے بنائے ہوئے کھیل کو نگلنا شروع کیا (۱۱۷) پھر حق ظاہر ہو گیا اور انھوں نے جو کچھ بنایا تھا وہ سب مغلوب ہو گیا (۱۱۸) پس اس موقع پر وہ ہار گئے اور وہاں سے ذلیل و خوار ہو کر لوٹے (۱۱۹) اور تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے (۱۲۰) کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر (۱۲۱) جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے (۱۲۲)

تشریح ۱۱۳: جادوگر چونکہ طالب دنیا تھے، دنیا کمانے کے لئے ہی شعبدہ بازی کا فن سیکھتے تھے اس لئے انھوں نے موقع غنیمت جانا کہ اس وقت تو بادشاہ کو ہماری ضرورت لاحق ہوئی ہے کیوں نہ اس موقعہ سے فائدہ حاصل کر لیں، چنانچہ انھوں نے اپنا مطالبۂ اجرت کامیابی کی صورت میں پیش کر دی، جس پر فرعون نے کہا: اجرت ہی نہیں اگر تم لوگ جیت گئے تو تمہیں اپنا خاص درباری بھی بنالوں گا۔ (احسن البیان) جادو اور معجزہ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جادوگر دنیا طلب ہوتے اور جادو دکھانے پر اجرت طلب کرتے ہیں جب کہ معجزہ دکھانے والے (انبیائے کرام) آخرت کے لئے ایسا کرتے وہ اپنے معجزے یا دعوت وتبلیغ میں اجرت نہیں لیتے بلکہ سختی سے اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم اس کے لئے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ (ص:۸۶)

تشریح آیت ۱۱۴۔ ۱۲۲: یہ جادوگر، ان یہودی جادوگروں سے بہت مختلف تھے جو محض کسب رزق کے لئے اپنا شعبدہ بازی کا مظاہرہ کرتے ہوں گے جب یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو ان کو کچھ معلوم نہ تھا کہ آج مقابلہ اللہ کے ایک عظیم رسول سے ہے، انھیں یہ بتا دیا گیا تھا کہ ایک نیا جادوگر ہے وہ لاٹھی پھینکتا ہے تو سانپ بن جاتا ہے، آستین سے چھپا ہوا ہاتھ نکالتا ہے تو وہ سفید روشن ہوتا ہے، یہ ان مظاہروں کے مقابلے کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔ ان میں اپنی مہارت پر فخر وغرور تھا۔ اس لئے انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو

چیلنج کیا کہ تم ابتدا کرتے ہو یا ہم پہلے شروع کریں۔ رب کی مصلحت یہ تھی کہ پہلے انسان اپنی قوت اور زور چلا لے پھر رحمان ان کو بے بس اور بے یار و مددگار کر چھوڑے گا۔ اللہ کے حکم سے موسیٰ نے کہا تم لوگ ہی پہلے شروع کرو۔ دیکھتے ہی دیکھتے جادوگروں نے اپنے فن کی انتہائی مہارت پیش کردی۔ رسّیاں اور لاٹھیاں پھینکیں جو سانپوں کی طرح لہراتے صحن دربار میں رینگنے اور پھن پھیلانے لگیں۔ واقعتا وہ کوئی سانپ نہیں تھا بلکہ "سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ" لوگوں کے آنکھوں پر جادو کردیا تو آنکھوں کو سانپ دکھائی دیئے، حقیقت میں سانپ نہ تھے۔ تب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنا عصا پھینکو پھر موسیٰ علیہ السلام کا عصا ایک بڑا اژدھا بن کر سارے خیالی سانپوں کو نگل گیا۔ اور جادوگروں کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔ تو جادوگر سمجھ گئے کہ یہ کوئی جادو نہیں ہوسکتا کوئی انسان ایسا نہیں کرسکتا یہ انسانی کام سے بالاتر ہے اقرار کرلیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا دعوائے نبوت صحیح ہے اور یہ رب کی طرف سے معجزہ ہے حق کے سامنے آتے ہی سجدے میں گر پڑے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے اپنی ہی چال الٹی ہوئی دیکھ کر جادوگروں کو ڈرانا دھمکانا شروع کیا مگر جادوگروں کے دل میں ایمان داخل ہوچکا تھا، اس لئے سزائیں برداشت کرنے کو تیار ہو گئے مگر اسلام کا دامن نہ چھوڑا۔ (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ)

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ
لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي
الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٣﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٢٤﴾
قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٢٥﴾ ۚ وَمَا
تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا
جَآءَتْنَا ۗ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا
ع ١٤/١٨ ٤ وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿١٢٦﴾ ۧ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ
فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا
فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۗ قَالَ
سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ

فرعون نے کہا: تم لوگ میری اجازت کے بغیر موسیٰ پر ایمان لے آئے، یہ واقعی تم سب کی ایک سازش تھی جس پر تم نے اس شہر میں عمل کیا ہے تا کہ تم لوگ یہاں کے رہنے والوں کو شہر سے نکال دو، لہٰذا جلدی ہی تم کو (اس کا نتیجہ یعنی سزا) معلوم ہوجائے گا (۱۲۳) میں تمہارے ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکادوں گا (۱۲۴) انھوں نے جواب دیا کہ ہم (مرکر) اپنے رب ہی کے پاس جائینگے (۱۲۵) اور تم نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے سوائے اسکے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آ گئے، اے ہمارے رب! ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں اسلام پر موت دے (۱۲۶) اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں، اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑے رہیں، فرعون نے

اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ
اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ
لِلّٰهِ ۙ۬ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ
الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ
قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ
قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ
يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ
تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾ ع ١٥

کہا: ہم انکے بیٹوں کو قتل کرنے لگیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ان پر ہر طرح کا زور ہے (۱۲۷) موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو' یہ زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ اس کا مالک بنادے، اور آخر کامیابی پرہیزگاروں ہی کو ملتی ہے (۱۲۸) قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے' آپ کے آنے سے پہلے بھی اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ (موسیٰ نے) کہا کہ بہت جلد اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور ان کی جگہ تم کو اس سرزمین کا خلیفہ بنادے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (۱۲۹)

تشریح: آیت ۱۲۷: یہ ہر دور کے مفسدین کا شیوہ رہا ہے کہ وہ اللہ والوں کو فتنہ پرداز، فسادی اور ان کی دعوتِ ایمان و توحید کو گمراہی و بد دینی سے تعبیر کرتے ہیں فرعونیوں نے بھی یہی کہا۔ (احسن البیان) لڑکوں کو قتل کرنے کا ارادہ اس لئے کیا تاکہ ان کی نسل نہ بڑھ سکے جو فرعونیوں کے مدمقابل ہوکر اس کے انتظام میں رکاوٹ ڈالے اور عورتوں کو اس لئے چھوڑ دیئے کہ وہ مردوں سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتی لہٰذا ان کو اپنی لونڈی و نوکرانی بنا کر اس کا استعمال کرے۔

تشریح آیت ۱۲۸: اس آیت میں اشارہ ہے ان مظالم کی طرف جو موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان پر ہوتے رہے۔ اور پھر جادوگروں کے اسلام لانے کے بعد دوبارہ ظلم وستم کا نیا دور شروع ہوا۔

تشریح آیت ۱۲۹: موسیٰ علیہ السلام نے کہا: گھبراؤ نہیں، بہت جلد اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کرکے زمین میں تمہیں اقتدار عطا فرمائے گا اور پھر تمہاری آزمائش کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ ابھی تو تکلیفوں کے ذریعہ سے آزمائے جا رہے ہو پھر انعام و اکرام کی بارش کر کے اور اختیار و اقتدار سے بہرہ مند کر کے تمہیں آزمایا جائے گا۔ (احسن البیان)

وَ لَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ
مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاِذَا
جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ
تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ

پھر ہم نے فرعونیوں کو کئی سال تک قحط اور پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا' کہ شائد وہ کوئی سبق حاصل کریں (۱۳۰) پھر جب انھیں کوئی بھلائی پہنچتی تو کہتے کہ ہم اسی کے مستحق تھے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی تو اسے موسیٰ اور اسکے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ حالانکہ نحوست تو اللہ کے یہاں انکی اپنی تھی'

اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

لیکن ان میں اکثر لوگ یہ نہ سمجھتے تھے (۱۳۱) نیز وہ موسیٰ سے کہتے کہ ہمیں مسحور کرنے کیلئے جو بھی معجزہ تو ہمارے پاس لائے گا، ہم تیری بات کو ماننے والے نہیں (۱۳۲)

تشریح آیت نمبر ۱۳۰: آل فرعون سے مراد۔ فرعون کی قوم ہے اور ''سنین'' سے قحط سالی یعنی بارش کے فقدان اور درختوں میں کیڑے وغیرہ لگ جانے سے پیداوار میں کمی۔ اس آزمائش سے مقصد یہ تھا کہ اس ظلم و زیادتی، کفر و ضلالت سے باز آجائیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔ (احسن البیان)

تشریح آیت نمبر ۱۳۱-۱۳۲: حَسَنَةٌ (بھلائی) سے مراد غلے اور پھلوں کی فراوانی اور سَيِّئَةٌ (برائی) سے مراد قحط سالی اور پیداوار میں کمی ہے۔ قوم فرعون کو جب بھلائی پہنچتی تو اس کا سارا کریڈٹ خود لے لیتے کہ یہ ہماری محنت کا ثمرہ ہے اور بدحالی کا سبب موسیٰ علیہ السلام اور ان ایمان لانے والوں کو قرار دیتے کہ یہ تم لوگوں کی نحوست کے اثرات ہمارے ملک پر پڑ رہے ہیں۔ (احسن البیان) پھر آیت نمبر ۱۳۲ میں ان کے کفر اور انکار حق کا اظہار ہے جس میں وہ مبتلا تھے کہ معجزات و آیات الٰہی کو اب بھی وہ جادو ہی سمجھتے تھے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

آخر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون کا عذاب ایک ایک کر کے مختلف وقتوں میں یہ نشانیاں بھیجیں، پھر بھی وہ اکڑے ہی رہے کیونکہ وہ تھے ہی مجرم لوگ (۱۳۳) اور جب ان پر کوئی عذاب آ پڑتا تو کہتے موسیٰ تیرے رب نے تجھ سے جو (دعا قبول کرنے کا) عہد کیا ہے تو ہمارے لئے دعا کر اگر تو ہم سے عذاب کو دور کر دے تو ہم یقیناً تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ روانہ کر دیں گے (۱۳۴) پھر جب ہم ان سے وہ عذاب، ایک اور قسم کا عذاب آنے تک ہٹا دیتے تو وہ عہد شکنی کر دیتے تھے (۱۳۵)

تشریح آیت نمبر ۱۳۳: (طوفان) سے مراد سیلاب یا کثرت بارش ہے جس سے ہر چیز ڈوب گئی۔ یا پھر کثرت اموات مراد ہے جس سے ہر گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ ٹڈیاں ان کے غلوں اور پھلوں کے فصلوں کو کھا کر چٹ کر جاتیں (قُمَّل) سے مراد جوئیں ہیں۔ جو انسان کے جسم، کپڑے اور بالوں میں ہو جاتی ہیں یا گھن کا کیڑا ہے جو غلّے میں لگ

جاتا ہے تو اس کے بیشتر حصے کو ختم کر دیتا ہے۔ جوؤں سے انسان کو کراہیت بھی آتی ہے اور اس کی کثرت سے سخت پریشانی بھی اور جب یہ بطور عذاب ہوں تو اس سے ہونے والی پریشانی کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح گھن کا عذاب بھی معیشت کو کھوکھلا کر دینے کیلئے کافی ہے۔ اسی طرح مینڈک انکے کھانوں میں، بستروں میں، رکھے ہوئے غلّوں میں غرض ہر جگہ اور ہر طرف مینڈک ہی مینڈک ہو گئے۔ جس سے ان کا کھانا پینا اور سونا، آرام کرنا سب حرام ہو گیا۔ خون سے مراد پانی کا خون بن جانا ہے اس طرح پانی پینا ان کے لئے ناممکن ہو گیا۔ بعض نے خون سے مراد نکسیر لی ہے یعنی ہر شخص کی ناک سے خون جاری ہو گیا۔ (آیات مفصلات) یہ کھلے کھلے اور جدا جدا معجزے تھے جو وقفے وقفے سے ان کے پاس آئے۔ (احسن البیان)

تشریح آیت نمبر ۱۳۵: ایک عذاب آتا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور دعا کی درخواست کرتے اور ایمان لانے اور بنی اسرائیل کے آزاد کرنے کا عہد کرتے، مگر جیسے ہی موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب ٹلتا پھر عہد شکنی کرتے اور اتنی واضح نشانیاں دیکھنے کے باوجود وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

آخر ہم نے ان سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے اور ان سے لاپرواہی برتتے تھے (۱۳۶) پھر ہم نے ان کا وارث ان لوگوں کو بنایا جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ اور اس سرزمین کا (بھی) وارث بنایا جس کے مشرق و مغرب میں ہم نے برکت رکھی ہوئی ہے اور بنی اسرائیل کے حق میں آپ کے رب کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا' کیونکہ انھوں نے صبر کیا تھا اور فرعون اور اس کی قوم جو کچھ عمارتیں بناتے اور (انگوروں کے باغ) چھتریوں پر چڑھاتے تھے سب کو ہم نے برباد کر دیا (۱۳۷)

تشریح آیت نمبر ۱۳۷: چونکہ بنی اسرائیل کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا اور اس کے ساتھ ظلم و زیادتی کو جائز سمجھتا تھا، اسی لئے مصر میں وہ کمزور سمجھے جاتے تھے، کیونکہ وہ مغلوب اور غلام تھے لیکن جب اللہ نے چاہا تو اسی مغلوب اور غلام قوم کو زمین کا مالک اور حکمراں بنا دیا۔ (احسن البیان) زمین سے مراد فلسطین ہے۔ جہاں اللہ نے عمالقہ کے بعد بنی اسرائیل کو غلبہ عطا فرمایا۔ اس طرح اللہ نے اپنے نیک بندوں سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کر دکھایا۔ جس کا تذکرہ سورۃ القصص ۵، ۶ میں کیا گیا ہے۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

اور جب ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتار دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جو اپنے بتوں کی عبادت میں لگے ہوئے تھے، کہنے لگے: موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک ایسا الٰہ بنا دو جیسے ان لوگوں کا الٰہ ہے۔ موسیٰ نے کہا: یقیناً تم لوگ بڑے جاہل ہو(۱۳۸) یہ لوگ جس کام میں ہیں برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں سراسر باطل ہے (۱۳۹) (پھر) کہا کیا میں اللہ کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور الٰہ تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہیں ساری دنیا پر فضیلت بخشی ہے(۱۴۰) اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی، وہ تمہیں سخت عذاب میں مبتلا رکھتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی آزمائش تھی (۱۴۱)

تشریح آیت نمبر ۱۳۸ تا ۱۴۱: اس آیت میں بنی اسرائیل کی جہالت اور نادانی کو بیان کیا کہ جس اللہ نے انھیں فرعون جیسے بڑے دشمن سے نجات دی اور ان کی آنکھوں کے سامنے اسے اس کے لشکر سمیت غرق کر دیا اور انھیں معجزانہ طریق سے دریا کے پار کر دیا۔ دریا کے پار ہوتے ہی اسی اللہ کو چھوڑ کر خود تراشیدہ پتھر کو معبود بنانے کی گزارش کرنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی جہالت پر جواب دیا کہ یہ مورتیاں اور ان کے یہ پجاری جن کے حال نے تمہیں بھی دھوکے میں ڈال دیا، ان کا مقدر تباہی اور ان کا یہ کام باطل اور نقصان کا باعث ہے۔ جس اللہ نے تمہارے اوپر اتنے احسانات کئے اور تمہیں دنیا والوں پر فضیلت عطا کی اسے چھوڑ کر پتھر اور لکڑی کے تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرنا نہایت ہی ناانصافی اور احسان فراموشی ہے۔ پھر آیت نمبر ۱۴۱ میں ان کی آزمائشوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا۔ پھر اسے دس مزید راتوں سے پورا کیا۔ تو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہو گئیں۔ اور (جاتے وقت) موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تم میری قوم میں میرے خلیفہ ہو اصلاح کرتے

وَاَصۡلِحۡ وَ لَا تَتَّبِعۡ سَبِيۡلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿١٤٢﴾
وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰى لِمِيۡقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ
قَالَ رَبِّ اَرِنِىۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَيۡكَ ؕ قَالَ لَنۡ
تَرٰٮنِىۡ وَ لٰـكِنِ انْظُرۡ اِلَى الۡجَـبَلِ فَاِنِ اسۡتَقَرَّ
مَكَانَهٗ فَسَوۡفَ تَرٰٮنِىۡ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ
لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوۡسٰى صَعِقًا ۚ
فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاَنَا
اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿١٤٣﴾ قَالَ يٰمُوۡسٰۤى اِنِّى
اصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىۡ وَبِكَلَامِىۡ ۖ
فَخُذۡ مَاۤ اٰتَيۡتُكَ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿١٤٤﴾ وَ
كَتَبۡنَا لَهٗ فِى الۡاَلۡوَاحِ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡعِظَةً
وَّتَفۡصِيۡلًا لِّـكُلِّ شَىۡءٍ ۚ فَخُذۡهَا بِقُوَّةٍ وَّاۡمُرۡ
قَوۡمَكَ يَاۡخُذُوۡا بِاَحۡسَنِهَا ؕ سَاُورِيۡكُمۡ دَارَ
الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿١٤٥﴾

رہنا اور فساد کرنے والوں کی راہ نہ چلنا (۱۴۲) اور جب موسیٰ
ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہ طور) پہنچے اور ان کے
پروردگار نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے میرے رب!
مجھے دکھلا کہ ایک نظر تجھے دیکھ سکوں۔ اللہ نے فرمایا: تو مجھے نہ
دیکھ سکے گا البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر
برقرار رہا تو بھی مجھے دیکھ سکے گا پھر جب اس کے رب کا اس
پہاڑ پر جلوہ ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر
پڑے' پھر جب ہوش آیا تو کہا: اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک
ہے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں پہلا مومن ہوں
(۱۴۳) اللہ نے کہا: اے موسیٰ! میں نے آپ کو اپنی رسالت
اور ہم کلام ہونے کیلئے تمام لوگوں پر ترجیح دیتے ہوئے چن لیا
پس جو میں نے آپ کو دیا ہے اسے لے لیجئے اور شکر ادا کرتے
رہئے (۱۴۴) اور ہم نے تختیوں میں ہر چیز کے بارے میں
ضروری تعلیم و نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی' تو آپ اس کو
مضبوطی کے ساتھ تھام لیجئے اور اپنی قوم کو ان اچھی باتوں پر
عمل کرنے کا حکم دیجئے' میں عنقریب آپ کو فسق کرنے والوں
کا انجام دکھاؤں گا (۱۴۵)

تشریح آیت نمبر ۱۴۲: جب بنی اسرائیل آزاد فضاؤں میں سانس لینے لگے تو ان کے لئے شریعت کی ضرورت پڑی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر تیس راتوں کے لئے بلایا جس میں دس راتوں کا اضافہ کرکے چالیس کر دیا گیا۔ جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تاکہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت و اصلاح کا کام کرتے رہیں اور انھیں ہر قسم کے فساد سے بچائیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تیسیر الرحمن)

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِىَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِى
الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ وَ اِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ

اور اپنی آیتوں سے ان لوگوں (کی نگاہیں) پھیر دوں گا جو
بلاوجہ زمین میں تکبر کرتے ہیں۔ وہ خواہ کوئی بھی نشانی دیکھ لیں
اس پر ایمان نہ لائیں گے' اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھ لیں

لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا
يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ
يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ ۗ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا
ع يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٧﴾ وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ
مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۗ اَلَمْ
وقف لازم يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ
اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤٨﴾ وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ
اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ
لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْلَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ
غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ
بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى
الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ۗ
قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا
يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا
تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ
اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَ
ع ١٨ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٥١﴾

گے تب بھی اسے اختیار نہیں کریں گے اور اگر گمراہی کی راہ
دیکھ لیں گے تو اس پر چل پڑیں گے' یہ اسلئے کہ انھوں نے
ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی طرف سے یکسر غافل ہو گئے
(۱۴۶) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی
ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال برباد ہو گئے اور جو کچھ وہ
دنیا میں کرتے رہے تھے اسی کی انھیں سزا دی جائے گی
(۱۴۷) اور موسیٰ کی قوم نے اس (کے کوہ طور پر چلے جانے)
کے بعد اپنے زیورات سے بچھڑے کا جسم بنایا جس سے بیل
کی ایک آواز نکلتی تھی۔ کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا کہ وہ ان
سے نہ باتیں کرتا ہے اور نہ ہی ان کی رہنمائی کرتا ہے انھوں نے
اسے اپنا معبود بنالیا اور وہ سراسر ظالم تھے (۱۴۸) اور جب
نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے ہیں
،تو کہنے لگے :اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمیں
معاف نہیں کرے گا تو ہم برباد ہو جائینگے (۱۴۹) اور جب موسیٰ
اپنی قوم کی طرف غصہ کی حالت میں افسوس کرتے ہوئے واپس
ہوئے تو کہا کہ تم لوگوں نے میرے جانے کے بعد میری بڑی
بری جانشینی کی ہے۔ اپنے رب کا حکم (تورات) آنے سے
پہلے تم یہ حرکت کر بیٹھے اور انھوں نے تختیوں کو ایک طرف ڈال
دیا اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔
(انکے بھائی نے) کہا اے میرے ماں کے بیٹے! لوگوں نے
مجھے کمزور سمجھ لیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے، پس دشمنوں
کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دو اور مجھے ظالموں میں سے نہ
بناؤ (۱۵۰) موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے اور
میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل
کر دے اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۵۱)

تشریح آیت ۱۴۸: جب موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے کوہ طور پر گئے تو بنی اسرائیل جن کی جلد بازی پہلے سے معروف تھی ان کی چند روز کی غیر حاضری بھی برداشت نہ کر سکی اور لوگ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ ان میں سے ایک مکار و عیار شخص سامری جو موسیٰ علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ بت تراشی کی صنعت سے واقف تھا اس نے لوگوں سے سونے چاندی کے زیورات جمع کر کے بچھڑے کا ایک بت اس مہارت سے بنایا کہ اس میں سے جب ہوا گزرتی تو اس میں بچھڑے کے ڈکارنے کی آواز نکلتی تھی۔ مصر کی غلامی کے دور میں جہاں گائے کی پرستش کا رواج عام تھا بنی اسرائیل اس قدر متاثر ہوئے کہ بچھڑا ان کے دلوں میں رچ بس گیا اور پھر پیغمبر کے پیٹھ موڑتے ہی خود ایک مصنوعی خدا بنا ڈالا۔

تشریح آیت نمبر ۱۵۰: اس آیت میں اللہ نے ایک بہت بڑے الزام سے ہارون علیہ السلام کی برأت ثابت کی ہے جو یہودیوں نے زبردستی ان پر چسپاں کر رکھا تھا۔ بائبل میں بچھڑے کی پرستش کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب موسیٰ کو پہاڑ سے اترنے میں دیر لگی تو بنی اسرائیل نے بے صبرے ہو کر ہارون علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے لئے ایک معبود بنا دو تو ہارون نے ان کی فرمائش کے مطابق سونے کا ایک بچھڑا بنا دیا۔ جسے دیکھتے ہی بنی اسرائیل پکار اٹھے کہ اے اسرائیل یہی تیرا معبود ہے جو تجھے مصر سے نکال کر لایا ہے۔ پھر ہارون نے اس کے لئے ایک قربان گاہ بنائی اور اعلان کر کے دوسرے روز تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور اس کے آگے قربانی چڑھائیں (بائبل کی کتاب خروج۔ باب ۳۲۔ آیت ۱، ۶) قرآن کی اس آیت میں صراحت کے ساتھ اس غلط بیانی کی تردید کی گئی ہے اور حقیقت یہ بتائی گئی ہے کہ اس جرم عظیم کا مرتکب اللہ کا نبی ہارون علیہ السلام نہیں بلکہ اللہ کا باغی سامری تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ؗ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ وَ فِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ اخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ

بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا، انھیں عنقریب ان کے رب کا غضب آ لے گا اور دنیا کی زندگی میں وہ ذلیل ہو کر رہیں گے اور (اللہ پر) افترا کرنے والوں کو ہم ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں (۱۵۲) اور جن لوگوں نے برے عمل کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو اس کے بعد تیرا رب یقیناً بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۱۵۳) اور جب موسیٰ کا غصہ ختم ہوا تو اس نے تختیاں اٹھا لیں اور اس کی تحریر میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں (۱۵۴) اور ہماری طے شدہ میعاد کے لئے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی چن لئے پھر جب انھیں زلزلہ نے اپنی زد میں لے لیا تو کہا کہ اے میرے رب! اگر تو

اِيَّاىَ ؕ اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنۡ هِىَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِىۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ اَنۡتَ وَلِيُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡغٰفِرِيۡنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكۡتُبۡ لَنَا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ اِنَّا هُدۡنَاۤ اِلَيۡكَ ؕ قَالَ عَذَابِىۡۤ اُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ اَشَآءُ ۚ وَرَحۡمَتِىۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَىۡءٍ ؕ فَسَاَكۡتُبُهَا لِلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِاٰيٰتِنَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ يَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهٰٮهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ ع ۱۹

چاہتا تو ان سب کو اور مجھے اس کے پہلے ہی ہلاک کر دیا ہوتا کیا تو ہمیں اس گناہ کی وجہ سے ہلاک کردے گا جس کا ارتکاب ہمارے نادانوں نے کیا ہے؟ یہ تیری ایک آزمائش تھی جس سے تو جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا ولی (سرپرست) ہے لہٰذا ہمیں معاف فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو بہترین معاف کرنے والا ہے (۱۵۵) اور ہمارے لئے اس دنیا میں نیکی لکھ دے اور آخرت میں بھی' ہم نے تیری طرف رجوع کرلیا ہے۔ اللہ نے جواب میں فرمایا: ''سزا تو میں اسے ہی دیتا ہوں جسے چاہوں'' مگر میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے لہٰذا جو لوگ متقی ہیں، زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ان کیلئے میں رحمت ہی لکھوں گا (۱۵۶) جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ رسول انھیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ انکے بوجھ ان پر سے اتارتا ہے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن پر وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اسکی حمایت اور مدد کریں اور اس روشنی کی اتباع کریں جو اسکے ساتھ نازل کی گئی ہے تو یہی لوگ کامیاب ہیں (۱۵۷)

تشریح آیت نمبر ۱۵۶: موسیٰ نے جس کا ذکر آیت ۱۵۵ میں ہے، جو دعا مانگی تھی اس کا جواب آیت ۱۵۶ میں اللہ نے دیا ''سزا تو میں جسے چاہتا ہوں اسے دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے'' اس کے بعد اب موقع کی مناسبت سے فوراً بنی اسرائیل کو محمد ﷺ کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہونے کیلئے جو شرائط موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں عائد کی گئی تھیں وہی آج تک قائم ہیں۔ یہ انہی شرائط کا تقاضہ ہے کہ تم اس پیغمبر پر ایمان لے آؤ تم سے کہا گیا تھا کہ اللہ کی

رحمت ان لوگوں پر ہے جو نافرمانی سے بچیں اس لئے آج جو سب سے بڑی نافرمانی ہے وہ یہ کہ جس اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ورسول بنایا ہے، اس نبی کی رہنمائی تسلیم کرنے سے انکار کیا جائے۔ لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار سے باز آجاؤ اور انھیں نبی ورسول تسلیم کرلو۔ تو اللہ کی رحمت یقیناً تمہارے اوپر ہو گی۔

آیت ۱۵۷: اس آیت میں بھی اس امر کی وضاحت ہے کہ رسالت محمدیہ پر ایمان لائے بغیر نجات اُخروی ممکن نہیں اور ایمان وہی معتبر ہے جس کی تفصیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ اس آیت سے وحدت ادیان کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ معروف وہ ہے جسے شریعت نے اچھا اور منکر وہ ہے جسے شریعت نے بُرا قرار دیا اور کامیاب وہی لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ جو رسالت محمدیہ پر ایمان نہیں لائیں گے وہ کامیاب نہیں ناکام ہوں گے۔ اور کامیابی سے مراد آخرت کی کامیابی ہے۔ جیسا کہ عیسائی و یہودی کافر و مشرک ہونے کے باوجود مادی ترقی اور خوشحالی میں ممتاز ہیں لیکن ان کی یہ ترقی عارضی بطور امتحان ہے۔ اسی طرح **وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ** سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ المائدة کی آیت ۱۵ میں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی وضاحت ہے کیونکہ جو نور آپ کے ساتھ نازل کیا گیا وہ قرآن مجید ہے۔ اس لئے اس نور سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد نہیں ہے۔ جس طرح اہل بدعت یہ ثابت کرتے ہیں۔ اہل بدعت کا یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت مسیح کے مشابہ اور اسی طرح باطل ہے۔ (مزید دیکھئے سورۃ المائدۃ آیت ۱۵ کا حاشیہ۔ احسن البیان)

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ا۟لَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

آپ کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ جو اللہ اور اسکے ارشادات پر ایمان لاتا ہے اور اسکی اتباع کرو امید ہے کہ تم ہدایت پالو گے (۱۵۸) اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتے اور اسی کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔ (۱۵۹)

آیت ۱۵۸ بھی رسالت محمدیہ کی عالمگیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اللہ نے آپ کو حکم دیا آپ کہہ دیں کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ پوری انسانیت کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں نہ اور کسی مذہب میں۔ نجات ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار

کرنے میں۔(احسن البیان)

تشریح آیت نمبر ۱۵۹: پچھلی آیات میں اصل سلسلۂ کلام بنی اسرائیل سے متعلق چل رہا تھا درمیان میں موقع کی مناسبت سے رسالت محمدی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت کا تذکرہ آ گیا۔اب پھر کلام کا رخ اسی مضمون کی طرف پھر رہا ہے جوکئی رکوع سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَ اِذْ قِیْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِیْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۰/۱۰

اورہم نے بنی اسرائیل سے بارہ قبیلوں کو بارہ جماعتیں ہی بنا دیا تھا اور جب موسیٰ سے اس کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اسے وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس پتھر سے بارہ نہریں پھوٹ پڑے اور ہر قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا۔ نیز ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر من وسلویٰ نازل کیا' (اور فرمایا) یہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور ان لوگوں نے ہمارا تو کچھ بھی نہ بگاڑا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ہی ظلم کر رہے تھے(۱۶۰) اور جب بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ اس بستی میں آباد ہو جاؤ اور جہاں سے جی چاہے کھاؤ اور دعا کرتے رہو کہ ہمیں معاف کر دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے۔اور اچھے کام کرنے والوں کو زیادہ بھی دیں گے(۱۶۱) مگر ان میں سے جو ظالم تھے انھوں نے وہ بات ہی بدل ڈالی جو ان سے کہی گئی تھی۔پھر اس کے نتیجہ میں ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا کیونکہ وہ ظلم کیا کرتے تھے(۱۶۲)

تشریح آیت نمبر ۱۶۰: بنی اسرائیل کو بارہ گھرانوں میں تقسیم کر کے انھیں مستقل جماعتوں کی شکل دینا، یہ اشارہ ہے بنی اسرائیل کی اس تنظیم کی طرف جو سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۲ میں بیان ہوئی ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے دیگر تین احسانات کا ذکر کیا ہے(۱) پہلا احسان یہ کہ اللہ نے بارہ قبائل کے لئے پانی کا انتظام کیا(۲) دوسرا احسان یہ کہ دھوپ سے بچنے کیلئے ان کے پڑاؤ سے اوپر بادل کو لا کر ٹھہرا دیا(۳) اور تیسرا یہ کہ ان کے کھانے کیلئے آسمان سے ''من و سلویٰ'' بھیج دیا۔مزید تفصیل (بقرہ آیت نمبر ۵۷ تا ۶۰)(تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٣﴾ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٦٤﴾

اور ان سے اس بستی کا حال بھی پوچھیے جو سمندر کے کنارے واقع تھی وہ لوگ سبت (ہفتہ) کے دن احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے جب مچھلیاں ہفتہ کے دن اپنا سر نکالے انکے پاس آ جاتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ باقی دنوں میں غائب رہتی تھیں۔ اسی طرح ہم نے انھیں انکی نافرمانیوں کی وجہ سے آزمائش میں ڈال رکھا تھا (١٦٣) اور جب ان کی ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں وعظ ونصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا تو عذاب دینے والا ہے؟ انھوں نے کہا: اسلئے کہ ہم تمہارے رب کے پاس معذرت کرسکیں اور اسلئے کہ شائد وہ لوگ تقویٰ اختیار کریں (١٦٤)

تشریح آیت نمبر ١٦٣: سبت سے مراد ہفتہ کا دن ہے، یہ دن بنی اسرائیل کے لئے مقدس قرار دیا گیا تھا اور اللہ تعالی نے اسے بنی اسرائیل کے درمیان پشت در پشت تک دائمی عہد کا نشان قرار دیتے ہوئے تاکید کی تھی کہ اس دن کوئی دنیاوی کام نہ کیا جائے خاص طور پر ساحل بحر قلزم پر واقع یہودی بستی والوں کے لئے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام قرار دیا گیا تھا اور ان کی آزمائش کے لئے اللہ کے حکم سے ہفتہ کے دن مچھلیاں خوب آتی تھیں اور سطح سمندر میں تیرنے لگتی تھیں جب کہ دوسرے دنوں میں وہ کہیں نظر نہیں آتیں۔ وہ لوگ اللہ تعالی کی اس آزمائش میں پورے نہیں اترے اور ایسا طریقہ اختیار کیا کہ سنیچر کے دن پانی کی طرف واپس نہ جاسکیں گی تاکہ اتوار کے دن ان کا شکار کرلیں۔ اللہ تعالی نے انھیں اس آزمائش میں ان کے سابقہ گناہوں کی وجہ سے ڈالا تھا تاکہ ان کی سرکشی کھل کر سامنے آجائے اور عذاب کے مستحق بن جائیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القران)

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ

پھر جب انھیں جو نصیحت کی گئی تھی اسے بھلا دیا تو ہم نے ان کو تو بچالیا جو برائی سے روکتے تھے اور ان کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے برے عذاب میں پکڑ لیا (١٦٥) پھر جب انھوں نے سرکشی کی جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے حکم دیا کہ ''ذلیل وخوار بندر بن جاؤ'' (١٦٦) اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے یہ اعلان کیا کہ ''وہ قیامت کے دن تک ان پر ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا جو انھیں بدترین عذاب

الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۲۱ ۱۱

دیتے رہیں'' بلاشبہ آپکا رب عذاب میں دیری نہیں کرتا اور یقینا وہ بخشنے والامہربان ہے(۱۶۷) اور ہم نے انھیں زمین میں کئی جماعتوں میں تقسیم کر دیا، ان میں سے تو کچھ نیک ہیں اور دوسرے ان سے مختلف (بُرے) ہیں۔ اور ہم انھیں اچھے اور بُرے حالات میں آزماتے رہے کہ شائد وہ پلٹ آئیں(۱۶۸) پھر اس کے بعد ناخلف جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بن کر اسی دنیا کی زندگی کا مال سمیٹنے لگے اور کہتے تھے کہ ''ہمیں معاف کر دیا جائے گا'' اور اگر ویسا ہی دنیا کا مال پھر ان کے سامنے آئے تو پھر اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ حق کے سوا اللہ سے کچھ منسوب نہ کریں گے؟ اور وہ پڑھتے بھی رہے جو کتاب میں مذکور تھی اور دار آخرت تو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے بہتر ہے، کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں(۱۶۹) اور جو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے اور نماز قائم کرتے ہیں تو یقینا ہم ایسے نیک لوگوں کا اجر برباد نہیں کرینگے(۱۷۰) اور جب ہم نے ان پر پہاڑ کو ایسا لا دیا تھا گویا وہ سائبان ہے اور انھیں یقین ہو چلا تھا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے (اور حکم دیا کہ) جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں لکھا ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم متقی بن سکو(۱۷۱)

تشریح آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۷۱: ہر زمانہ میں ان میں کچھ لوگ نیک ہوئے جو اپنے زمانے کے انبیاء پر ایمان لائے انہی میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی پایا اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی مخالفت کی اور ایمان نہیں لائے۔ ان میں سے نافرمان لوگ اللہ کی کتاب کو تحریف وتبدیل کر دیا کرتے تھے جو اپنے فائدے کی ہوتی اسے کتاب اللہ میں رہنے دیتے اور جو ان کے دنیاوی مفاد اور خواہش کے خلاف ہوتی اس کو تورات سے نکال دیتے، من مانی تفسیر کر کے اپنی مراد کی چیزیں عوام کالانعام کے سامنے پیش کر کے اپنے پیٹ کا جہنم بھرتے اور پھر کہتے تھے کہ اللہ ہم پر

مواخذہ نہیں کرے گا۔ یہ سارے حرکات وہ دنیاوی مفاد کے لئے ہی کرتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۷۹ تا ۸۱ اور سورہ توبہ آیت : ۳۴ میں مذکور ہے۔ آیت : ۱۵۹ میں کہا تھا کہ قوم موسیٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ہدایت پر چلتے ہیں اور آیت ۱۷۰ میں فرمایا کہ جو لوگ کتاب اللہ پر سچائی کے ساتھ عمل کرتے ہیں ان کا اجر برباد ہونے والا نہیں ، دونوں جگہ یہ صراحت اس لئے کی تا کہ واضح ہو جائے جو لوگ سچائی پر قائم رہے ان کی سعادت سے انکار نہیں بلکہ اللہ ان کو پورا پورا اجر وثواب دے گا۔

تشریح آیت نمبر ۱۷۱: اس واقعہ کا ذکر سورۂ بقرۃ : ۶۳ اور ۹۳ میں اور سورۂ نساء : ۵۴ میں گزر چکا ہے۔ یہ واقعہ کوہ طور کے دامن میں اس وقت پیش آیا جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر وہاں گئے تھے تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد و پیمان لے اور مقصود یہ تھا کہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کا خوف طاری ہو اور اس عہد و پیمان کی اہمیت کا احساس ان کے دلوں میں ہمیشہ باقی رہے (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ۙ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

معانقة ۷

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود اپنے اوپر گواہ بنا کر پوچھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں''؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں ''ہم یہ گواہی دیتے ہیں (کہ یقینا تو ہی ہمارا رب ہے) (یہ گواہی ہم نے اس لئے لی تا کہ) قیامت کے دن تم نہ یہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے (۱۷۲) یا یہ کہہ دو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے آباء واجداد نے کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے تو کیا ہمیں تو اس قصور میں ہلاک کرتا ہے جو غلط کاروں نے کیا تھا؟ (۱۷۳) اور ہم اپنی آیات اسی طرح تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ (صحیح دین کی طرف) لوٹ آئیں (۱۷۴)

تشریح آیت نمبر ۱۷۲: یہ عہد الست کہلاتا ہے جو یہ عہد و پیمان آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ان کی پشت سے ہونے والی تمام اولاد سے لیا گیا۔ اس کی تفصیل حدیث صحیح میں اس طرح آتی ہے کہ ''عرفہ والے دن'' ''نعمان'' جگہ میں اللہ تعالیٰ نے اصلاً آدم سے وعدہ لیا۔ پس آدم کی پیٹھ سے انکی (قیامت تک) ہونے والی تمام اولاد کو نکالا اور اس کو اپنے سامنے پھیلا دیا اور ان سے پوچھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے کہا ''بَلٰى شَهِدْنَا'' کیوں نہیں، ہم سب تیرے رب ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ (مسند احمد جلد ۱ ص ۲۷۲۔ مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۵۴۴) بہرحال اللہ کی ربوبیت کی یہ گواہی ہر انسان نے دی۔ اللہ نے فرمایا: یہ گواہی میں نے اس لئے لیا تا کہ قیامت کے دن کسی کے پاس یہ عذر باقی نہ رہ جائے کہ مجھے تو اس کا علم ہی نہیں تھا۔ (احسن البیان)

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلًا ا۟لْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴿۱۷۸﴾

آپ انھیں اس شخص کا حال سنائیں جسے ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں لیکن وہ ان (کی پابندی سے) نکل بھاگا' پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا پس وہ گمراہ ہوگیا(۱۷۵) اور اگر ہم چاہتے تو ان نشانیوں سے اس (کے درجات) کو بلند کردیتے مگر وہ تو پستی کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا ایسے شخص کی مثال کتّے کی سی ہے کہ تو اس پر حملہ کرتا ہے تو بھی ہانپتا ہے اور نہ کرے تو بھی ہانپتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا آپ ایسے قصے ان لوگوں سے بیان کرتے رہئے شائد یہ لوگ کچھ غور وفکر کریں(۱۷۶) ایسے لوگوں کی مثال بہت بری ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور خود اپنے آپ پر ظلم کرتے رہے(۱۷۷) اللہ جسے ہدایت دے وہی ہدایت پا سکتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں(۱۷۸)

تشریح آیت نمبر ۱۷۵-۱۷۶: اس آیت میں اللہ نے ایسے شخص کی خبر دی ہے جسے اللہ نے آسمانی کتاب کا علم دیا تھا جس کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ اس میں موجود دلائل وبراہین سے استفادہ کرکے اللہ سے اپنا رشتہ استوار کرتا اور صلاح وتقویٰ کی زندگی اختیار کرتا لیکن معاملہ اُلٹا رہا اس نے دنیاوی عارضی مفاد کے خاطر اللہ کی نافرمانی کی اور اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور دامن جھاڑ کر اس سے ایسا الگ ہوگیا جیسے کوئی سانپ اپنے چمڑے کے خول سے نکل کر باہر چلا جاتا ہے اور جب وہ اس حال کو پہنچ گیا تو شیطان نے اسے جا پکڑا اور اسے اپنا دوست اور ساتھی بنالیا اور اسے ضلالت وگمراہی کی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ کتاب اللہ پر عمل کرتا تو ہم اسے بلند مقامات ومرتبہ عنایت کرتے مگر اس نے خود اپنے نفس پر ظلم کرلیا کہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر اللہ کے احکام وفرامین کو بھلا دیا (تیسیر الرحمن) اللہ نے ایسے لوگوں کی مثال کتّے سے دی کہ اسے مارو پھر بھونکتا ہے اور ہانپتا ہے اور نہ مارو پھر بھی ہانپتا ہے۔ بالکل یہی چیز آج علماء کے اندر بھی دیکھنے کو ملتی ہے جنھوں نے دنیاوی فائدے کے واسطے عوام کو قرآن وحدیث پڑھنے سے روک رکھا ہے اور قرآن وحدیث سے غلط مطالب نکال کر انھیں گمراہ کررہے ہیں اگر کوئی قرآن وحدیث کا پیغام پہنچانا چاہتا ہے تو اپنی زبان سے غلاظت نکالتے رہتے ہیں صرف اس جماعت حقہ کا نام سنتے ہی یہ پیٹ کے پجاری علماء اللہ کی دی ہوئی مثال کے مطابق ہانپتے رہتے ہیں علماء سوء کی مزید تفصیل سورۂ توبہ آیت نمبر ۳۴ میں ملاحظہ ہو۔

آیت ۱۷۶ تا ۱۷۸: اللہ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ واقعہ کفار ومشرکین کو سنائیں شائد وہ عبرت حاصل کریں اور کفر وعناد چھوڑ کر ایمان کی راہ اختیار کریں۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ وعظ ونصیحت ہدایت پانے کے صرف ظاہری اسباب ہیں ہدایت تو دراصل اللہ کی طرف سے ملتی ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ ہمیشہ اللہ سے توفیق پانے کی دعا کرتا رہے جیسا کہ صحیح مسلم میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت دوں "فَاسْتَهْدُوْنِيْ أَهْدِكُمْ" لہٰذا تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4674)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ ہدایت اسے دیتا ہے جو ہدایت طلب کرتا ہے اور جو ہدایت کی دعا ہی نہیں کرتا ہے، اس کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں دیتا تو اللہ بھی ایسے آدمی کی طرف سے اپنی توجہ اور دھیان ہٹا لیتا ہے۔ نتیجتاً وہ گمراہ ہی رہتا ہے اور اس کی موت ہو جاتی ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع ۲۲/۱۲ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ۚ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

بہت سے جن اور انسان ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لئے پیدا کیا ہے ان کے دل تو ہیں مگر ان سے (حق کو) سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں۔ ایسے لوگ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ اور یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (۱۷۹) اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں انہی ناموں سے اسے پکارو اور انھیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں، جو وہ کرتے ہیں جلد ہی انھیں اس کا بدلہ مل جائے گا۔ (۱۸۰) اور ہماری مخلوق میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتی اور اسی کے مطابق انصاف کرتی ہے (۱۸۱) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا انھیں بتدریج (تباہی) کی طرف لے جائیں گے اور انھیں خبر تک نہ ہو سکے گی (۱۸۲) اور میں ڈھیل دے رہا ہوں یقیناً میری تدبیر کا توڑ نہیں (۱۸۳)

تشریح آیت نمبر ۱۷۹: "بہت سے جن وانس ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کیلئے پیدا کیا ہے" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ نے ان کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے تا کہ وہ جہنم میں جلیں اور ان کو پیدا کرنے سے پہلے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ انھیں دوزخ میں جھونکنا ہے بلکہ اس

کا صحیح مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور سینوں کے بھید کو جاننے والا ہے اپنے علم کمال سے انھوں نے جان لیا کہ کون پیدا ہونے کے بعد میری فرمانبرداری کرے گا اور کون نافرمان گمراہی میں پڑا رہے گا۔ قرآن سارے انسان کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے مگر کچھ لوگ اس سے ہدایت حاصل کر کے جنت کے مستحق بن رہے ہیں اور اکثر لوگ دنیا پرست بن کر قرآنی ہدایت سے غافل ہو کر جہنم میں جانے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں۔ ایسے بدبخت لوگوں کی فطرت غلیظہ کو اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے جانتا تھا لہٰذا اسی مناسبت سے کہہ دیا کہ اکثر جن و انسان کو ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا: کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ اور ہم نے اس کو دو راستے (اللہ کی فرمانبرداری کا اور شیطان کی تابعداری کا) نہیں بتلائے (البلد: ۸۔۱۰) اور دوسری جگہ فرمایا: ہم نے اسے راہ بتلائی اب چاہے وہ شکر گزار بنے چاہے نافرمان (الدھر: ۳) خلاصہ یہ کہ اللہ نے ان کو دل، دماغ، آنکھ، کان اور زبان سب دیا اور رسولوں کے ذریعہ سے بتلا بھی دیا کہ کون سا راستہ جنت کو جاتا ہے اور کون سا جہنم کو۔ اس کے باوجود ظالموں نے اپنی غلط کاریوں کی بدولت آخر کار جہنم ہی کے راستہ کو اپنایا۔ ''اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ''۔

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۞ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۞ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا

وقف منزل
وقف لازم

کیا انھوں نے سوچا نہیں کہ ان کے ساتھی کو کوئی جنون نہیں وہ تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں (۱۸۴) اور کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کی حکومت اور اللہ کی مخلوق میں کبھی غور نہیں کیا؟ اور کیا یہ بھی نہیں سوچا کہ شائد ان کی زندگی کی مدت قریب آ گئی ہو (ختم ہو رہی ہو) پھر اس (قرآن) کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے؟ (۱۸۵) جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ رہا ہے کہ سر پٹکتے رہیں۔ (۱۸۶) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ ان سے کہئے کہ ''یہ بات تو میرا رب ہی جانتا ہے، وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا' اور یہ آسمانوں اور زمین پر بڑا بھاری ہوگا جو تم پر اچانک آ پڑے گا، لوگ آپ سے تو یوں پوچھتے ہیں جیسے آپ ہر دم اس کی کرید (ٹوہ) میں لگے ہوئے رہتے ہیں۔ آپ کہئے کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۱۸۷) آپ کہہ دیجئے کہ ''مجھے خود

ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾	اپنے نفع ونقصان کا اختیار نہیں مگر اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ میں صرف ایک ڈرانے والا (جہنم سے) اور خوشخبری دینے والا (جنت کی) ہوں۔ ان کے لئے جو ایمان لے آئیں (۱۸۸)

تشریح آیت ۱۸۴-۱۸۵: صاحب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی کفار ومشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پاگل، دیوانہ اور مجنوں کہہ کر ان کی بات کو خود بھی نہیں مانتے تھے اور دوسروں کو اس سے روکتے تھے، اللہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنون لاحق نہیں ہے بلکہ وہ سچے رسول ہیں وہ تمہیں اللہ کا پیغام قرآن مجید پڑھ کر سناتے ہیں پھر بھی تم اسے تسلیم نہیں کر رہے ہو تو اور کس چیز کو مانو گے۔ یہاں۔ حدیث سے مراد قرآن ہے۔ (احسن البیان)

تشریح آیت نمبر ۱۸۷: یہ ہر زمانے کے بد دماغ لوگوں کا طریقہ رہا ہے کہ جب انھیں اللہ کا پیغام سنایا اور بتایا جاتا ہے تو اس پر عمل کرنے کے بجائے دوسرے سوالات کر کے کہنے والے کی تردید کرنا چاہتے ہیں۔ کفار ومشرکین نے بھی نبی علیہ السلام سے قیامت کے متعلق سوال کیا۔ جس کا جواب آیت ۱۸۷ میں دیا گیا ہے اور مقصد اس کا یہ ہے کہ قیامت کب ہوگی یہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے ضرورت تو اس بات کی ہے ہم قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کا سامان فراہم کریں۔ اور یہ چیز اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

تشریح آیت نمبر ۱۸۸: اس آیت میں عقیدۂ باطلہ کی تردید ہے جن کا دعویٰ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا اور آپ مختار کل تھے۔ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قرآن کی اس آیت میں اس کی بھرپور تردید کرتے ہوئے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف ایک نبی اور اللہ کے بندے ہیں وہ خود بھی اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں اور نہ ہی وہ علم غیب جانتے ہیں۔ ہاں غیب کی کچھ باتیں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی تب آپ کو معلوم ہوا اور ایسی چیز کو علم غیب نہیں کہتے۔ علم غیب تو وہ ہوتا ہے جو کسی کے بتائے بغیر خود معلوم کر لے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو علم غیب ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا	وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان (آدم ں) سے پیدا کیا، اور اس سے اس کی بیوی (حوّا) بنائی تاکہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر کسی مرد نے اپنی بیوی سے صحبت کی تو اسے ہلکا سا حمل ہو گیا، جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بھاری ہو گئی تو دونوں نے اپنے رب اللہ سے دعا کی کہ اگر تو نے ہمیں

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ
اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ
فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا
يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ وَ لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَآ اَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا
يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ
اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٩٤﴾
اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ
يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ
بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ
ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا
تُنْظِرُوْنِ ﴿١٩٥﴾ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ
الْكِتٰبَ ۚ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩٦﴾ وَ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
نَصْرَكُمْ وَ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٧﴾ وَ اِنْ
تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَ تَرٰىهُمْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٩٨﴾

تندرست بچہ دیا تو ہم یقینا تیرے شکر گزار بندوں میں سے
ہو جائیں گے (۱۸۹) پھر جب تندرست (بچہ) دے دیا تو وہ
اس بخشش میں دوسروں کو شریک بنانے لگے۔ ان کے شرکیہ
اعمال سے اللہ بلند و بالا ہے (۱۹۰) کیا وہ شریک ٹھہراتے ہیں
(ایسے معبودوں کو آج تک) جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی
بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں (اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے)
(۱۹۱) اور نہ ہی وہ (معبودان باطلہ) ان (عبادت کرنے
والوں) کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں (۱۹۲)
اور اگر تم انھیں (جسے اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں) سیدھے راستے
کی طرف بلاؤ گے تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے (اسلئے)
تمہارے لئے برابر ہے کہ تم انھیں بلاؤ یا خاموش رہو (وہ سننے
والے نہیں) (۱۹۳) جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ
تمہارے ہی طرح کے بندے ہیں تو تم انھیں پکارو اگر تم اپنے
(دعویٰ میں) سچے ہو تو انھیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہئے
(۱۹۴) کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہوں یا ان کے
ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہوں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے
دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہوں؟ آپ ان
سے کہئے کہ اپنے سارے شریکوں کو بلاؤ پھر میرے خلاف مل کر
سازش کرو اور مجھے مہلت بھی نہ دو (۱۹۵) میرا ولی تو وہ اللہ ہے
جس نے (یہ قرآن) کتاب نازل کی ہے اور وہی نیک
آدمیوں کی سرپرستی کرتا ہے (۱۹۶) اور جنہیں تم اللہ کے سوا
پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کیا کریں گے وہ تو خود اپنی مدد نہیں
کر سکتے (۱۹۷) بلکہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ
تمہاری بات سن بھی نہیں سکتے۔ تمہیں ایسا نظر آتا ہے کہ وہ
تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھتے (۱۹۸)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ کفار ومشرکین نے توحید کی دعوت کا مذاق اڑایا اور جب رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے آنے کا ذکر کیا تو کفار ومشرکین نے اسکا بھی مذاق اڑایا اور کہا کہ کب آئیگی قیامت تو رسول اللہ ﷺ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ قیامت کا تعلق علم غیب سے ہے اور اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں۔ لہٰذا اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کا وقت کب ہے۔ اب ان آیات میں قرآن کی عظمت کا بیان ہے کہ اگر تم قرآن کو غور سے سنو گے تو تم کو ہدایت ملے گی۔ مغرور کفار ومشرکین قرآن کا ادب کرنے اور اسے سننے وسمجھنے کے بجائے قرآن کی تلاوت کے وقت شور مچاتے اور سیٹی بجاتے ہیں۔

تشریح آیت ۱۸۹۔۱۹۰: اس آیت میں آدم وحوّا علیہما السلام کی پیدائش اور پھر اسکے بعد نسل انسانی کے پھلنے پھولنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ ایک آدمی جب اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے تو اس سے عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے اور پھر اسی طرح اولاد آدم بڑھتے رہتی ہے مگر جو اللہ ان لوگوں کو اور اس کے اولاد کا پیدا کرنے والا ہے یہ نادان اور جاہل انسان اسی کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔ شرک دو طریقے سے ہوسکتا ہے۔ بچے کے نام رکھنے میں مثلاً امام بخش، پیر، داتا، عبدالشّمس، بندہ علی، نبی بخش یا عبدالنبی وغیرہ دوسری صورت عملی مثلاً بچے کے پیدا ہونے کے بعد مردہ کے نام کی نذر ونیاز یا بچے کو قبر پر لے جا کر بال نکال دے یا یہ عقیدہ کہ فلاں بزرگ کے طفیل بچہ پیدا ہوا ہے یہ ساری چیزیں شرک ہے۔ مسلمانوں کو بچہ پیدا ہونے پر اللہ کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے اور ساتویں دن بچے کا عقیقہ دے کر صحیح اور اچھا نام مثلاً عبداللہ عبدالرحمان یا نبیوں وصحابہ کا نام رکھنا چاہئے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

تشریح آیت نمبر ۱۹۱: اللہ تعالیٰ نے ان ساتوں آیات میں کفار ومشرکین کے من گھڑت اور جھوٹے معبودوں کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ جن کو تم اپنا مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے ہوئے پکارتے ہو اور اس کے لئے نذر ونیاز کرتے ہو وہ تو مرجانے کے بعد خود اپنی مدد نہیں کر سکتے پھر تمہاری کہاں سے کریں گے جس طرح تم ایک انسان اور اللہ کے بندے ہو ویسے ہی وہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ آج کے مسلمانوں کے لئے یہ آیات نہایت ہی جامع ہے جو اللہ کو چھوڑ کر کتنے ہی اولیاء اللہ بنالئے ہیں۔ کیا مرنے کے بعد وہ بزرگ وہ ولی خود سے غسل کرسکتا ہے، کفن پہن سکتا ہے، قبرستان تک جاسکتا ہے، اپنی قبر میں خود سے اتر سکتا ہے، ہرگز نہیں مرنے کے بعد وہ زندوں کے محتاج ہوگئے اس لئے کہ زندگی کی ساری قوت مرنے کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جنازے کی نماز زندہ لوگ پڑھتے ہیں جس میں اللہ سے بلا واسطہ ڈائرکٹ دعا کرتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ '' اللہ! اس بزرگ کو بخش دے اس پر رحم کر آخر تک ہم اس کیلئے دعا کرتے ہیں مگر افسوس کہ قبر میں دفن ہوتے ہی زندہ لوگ مردوں کے محتاج ہوجاتے ہیں جو کل ڈائرکٹ اللہ سے دعا کر کے ان کی گناہوں کی بخشش کروار ہے تھے۔ آج خود وہی انسان اسی مردہ بزرگ کا وسیلہ لے کر اپنے گناہوں کی بخشش کرواتے ہیں۔ اس سے بڑی بدبختی اور بے عقلی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

آیت نمبر ۱۹۵: اللہ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے مردہ بندوں کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان مردوں سے ڈرتے ہیں آپ ان سے کہئے کہ تم اپنے سارے معبودوں کو بلا کر مجھے نقصان پہنچانے کی جی توڑ کوشش کرو اور مجھے مہلت بھی نہ دو ہرگز تم یا تمہارے معبودان باطلہ تمہارے من گھڑت اولیاء ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ

سارے معبودانِ باطلہ، سارے اولیاء بے جان ہیں ہمارا ولی تو اللہ ہے جو نیکوکاروں کا ساتھ دیتا ہے اور تم جسے پکارتے ہو، جسے ولی مانتے ہو وہ اپنی مدد کی طاقت نہیں رکھ سکتے دوسروں کو کیسے نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے نفع ونقصان پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی سے مدد مانگو۔

آیت ۱۹۸: اس آیت میں اللہ نے ان گمراہ لوگوں کا ذکر کیا ہے کہ اتنے واضح انداز میں بتانے کے باوجود وہ آپ کی بتلائی ہوئی بات پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ ان کے پاس دل ودماغ ہے مگر وہ اس سے سمجھتے نہیں آنکھ ہے مگر چیز کو دیکھنا پسند نہیں کرتے کان ہے مگر حق سننا گوارہ نہیں پھر ایسے لوگ ہدایت کیسے پا سکتے ہیں، اسی لئے تو اللہ نے ایسے لوگوں کی مثال جانوروں سے دی ہے۔ (الاعراف:۱۹۷)

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا

(اے نبی) آپ عفو ودرگزر (معاف) کرنے کو اختیار کیجئے۔ بھلائی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ (نظر انداز) کیجئے (۱۹۹) اور اگر کبھی شیطان آپ کو اُکسائے تو اللہ سے پناہ مانگئے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے (۲۰۰) یقینا جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انھیں جب کوئی شیطانی وسوسہ لاحق ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور فوراً (صحیح صورت حال) دیکھنے لگتے ہیں (۲۰۱) اور ان کے بھائی انھیں گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں اور اس بارے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں (۲۰۲) اور جب آپ ان کے پاس کوئی معجزہ نہ لائیں تو کہتے ہیں (مذاق اڑانے کیلئے) کہ اسے تم نے خود کیوں نہیں گڑھ لیا؟ (اے نبی) آپ کہئے کہ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے یہ (قرآن) تمہارے رب کی جانب سے بصیرت افروز دلائل ہیں اور ہدایت ورحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (۲۰۳) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور (دھیان) سے سنو اور خاموش رہو شائد کہ تم پر رحم کیا جائے (۲۰۴) اور (اے نبی) اپنے رب کو صبح وشام یاد کیجئے دل میں عاجزی کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے بغیر اونچی آواز کے اور غافلوں کی طرح نہ ہوجایئے (۲۰۵) اور جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس موجود ہیں وہ

يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۩ ﴿۲۰۶﴾	کبھی بھی اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے وہ (فرشتے) اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں (۲۰۶)

السجدۃ ۱

تشریح آیت نمبر ۲۰۳: مشرکین کی بہت ساری گمراہیوں میں سے ایک گمراہی یہ بھی تھی کہ وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ سے مخصوص نشانیوں کا مطالبہ کرتے اور مقصود رسول اللہ ﷺ کو پریشان کرنا اور ان کا مذاق اڑانا ہوتا تھا۔ ورنہ سب سے عظیم معجزہ تو قرآن کریم ہے جو رات دن ان کے سامنے اترتا ہی رہتا تھا اس کی آیتیں ایمان والوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ اس میں مومنوں کے واسطے ہدایت ورہنمائی ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

تشریح آیت ۲۰۴: یہ ان کافروں کو کہا جارہا ہے جو قرآن کی تلاوت کرتے وقت شور مچاتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو کہتے تھے "یہ قرآن مت سنو اور شور کرو" (حم السجدۃ: ۲۶) ان کافروں سے اس آیت میں کہا گیا کہ اگر تم شور کرنے کے بجائے دھیان سے سنو تو شائد اللہ تمہیں ہدایت سے نواز دے اور اس طرح تم رحمت الٰہی کے مستحق بن جاؤ (احسن البیان)

تشریح آیت ۲۰۵: یہ حکم معراج سے پہلے کا ہے اس وقت مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کریں، نمازوں کی فرضیت کے بعد اس آیت کا حکم عام باقی رہ گیا۔ اگرچہ خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اس میں تمام مسلمان داخل ہیں۔ اس آیت سے ذکر الٰہی کے مندرجہ ذیل آداب معلوم ہوئے:

(۱) ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو دل سے یاد کرے یعنی اگر دل غافل رہے اور زبان چلتی رہے تو اسے ذکر الٰہی نہیں کہیں گے اور اللہ کو چپکے چپکے یاد کرے تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو اور اخلاص کے زیادہ قریب ہو۔

(۲) اللہ سے خوب گریہ وزاری کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔

(۳) آواز اونچی نہ کرے جیسا کہ بخاری ومسلم میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم لوگ کسی گونگے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو جس کو تم لوگ پکارتے ہو وہ بہت زیادہ سننے والا اور بہت قریب ہے۔ وغیرہ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

تشریح ۲۰۶: سورۃ الاعراف کی اس آخری آیت میں بندوں کو ذکر الٰہی کی ترغیب دلانے کے لئے کہا جارہا ہے کہ ذکر الٰہی تسبیح وتہلیل اور سجدے آسمان کے فرشتے بھی ہمیشہ بجالاتے رہتے ہیں اور اس سے وہ تھکتے بھی نہیں لہٰذا تم سب بھی اللہ کے ذکر و اذکار میں لگ جاؤ۔ (سورۃ الاعراف)

سورۃ الاعراف کی آخری آیت میں سجدۂ تلاوت ہے۔ قرآن کریم میں ۱۴ مقامات ہیں۔ جہاں آیاتِ سجدہ آئی ہیں لیکن سجدہ تلاوت کے وجوب میں اختلاف ہے۔ بعض علماء اسے واجب کہتے ہیں اور بعض سنت یا مستحب۔ علاوہ ازیں بعض علماء کے نزدیک سجدۂ تلاوت کیلئے نہ وضو ضروری ہے اور نہ قبلہ رخ ہونا اور نہ سلام پھیرنا۔ نیز یہ سواری پر بھی سر جھکانے سے ادا ہو جاتا ہے۔ تاہم مستحب یہی ہے کہ سجدۂ تلاوت بھی انھیں آداب کے ساتھ بجالایا جائے جیسا کہ نماز میں سجدہ کیا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃُ الانفال

سورۃ الانفال مدنی ہے اس میں ۷۵ آیتیں ہیں اور ۱۰ رکوع ہیں۔

تعارف: سورۂ بقرہ سے سورۂ مائدہ تک اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ مخاطب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کو دین کی امامت سے ہٹا کر مسلمانوں کو دین کی امامت عطا کی۔ اگر آج کسی کو صحیح دین کی تلاش ہے تو وہ مذہب یہودیت و نصرانیت سے ہٹ کر مذہب اسلام کا مطالعہ کریں۔

سورۂ انعام اور اعراف میں قریش مخاطب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قریش کو کعبۃ اللہ کی سرداری سے ہٹا کر مسلمانوں کے حوالے کیا ہے۔ اب کعبۃ اللہ مسلمانوں کا قبلہ ہے اور کعبۃ اللہ کے متولی مسلمان ہیں۔ سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مخاطب ہیں کہ اے مسلمانو! اب دین کے امام تم ہو یہود ونصاریٰ نہیں۔ تم اپنے اندر یہ قابلیت پیدا کرو کہ دین اسلام پر تم عمل کر کے بتاؤ اور دین اسلام کو اللہ کے سارے بندوں تک پہنچاؤ۔ اسی طرح کفار ومشرکین کو کعبۃ اللہ کی سرداری سے ہٹا کر تم کو اس کا متولی بنایا ہے۔ اب تم دنیا میں شرک کو مٹا کر توحید کو عام کرو۔

سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مخاطب ہے کہ اے مسلمانو دنیا میں یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین سے تمہارا مقابلہ ہے۔ اس مقابلہ کی تیاری کرو یعنی سب سے پہلے اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو یعنی اس دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذارو۔ اپنے امیر کی، اپنے سردار کی اطاعت کرو۔ ضرورت پر جان و مال کی قربانی پیش کرو تو تم اس صورت میں دنیا کی قیادت کے اہل ہو سکو گے اور اپنے دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب رہو گے۔

آج مسلمان اس لئے کامیاب نہیں ہیں کیونکہ ان کے اندر اتحاد و اتفاق نہیں اور اپنے امیر کی اطاعت نہیں اور جان و مال کی قربانی بھی نہیں دیتے اس لئے مسلمان کامیاب بھی نہیں ہیں۔ ہر منزل کا ایک راستہ ہے اور کامیابی کی منزل تک جانے والا راستہ اتحاد و اتفاق ہے، امیر کی اطاعت اور جان و مال کی قربانی ہے اس راستہ پر چلے بغیر قوم کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتی۔

آیاتھا ۷۵ ۸ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ ۸۸ رکوعاتھا ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ
الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪
وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ
قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ
اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ②ۚۖ الَّذِيْنَ
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ
رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ۚ

آپ سے اموال زائدہ کے بارے پوچھتے ہیں، آپ کہئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔ پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے باہمی تعلقات درست رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو(۱) (سچے) مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیات انھیں سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں(۲) جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو مال و دولت ہم نے دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (۳) یہی سچے مومن ہیں ان کیلئے انکے رب کے پاس درجات ہیں، بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔(۴)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اگر اسے غور سے سنیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کریں گے تو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں گے۔ اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ اے مومنو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو آپس میں اختلاف نہ کرو۔ جنگ بدر میں جو مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا اس میں اختلاف ہو گیا۔ مسلمان سپاہیوں میں تین گروہ تھے، ایک گروہ مال غنیمت لوٹ رہا تھا، دوسرا گروہ کافروں کا پیچھا کر کے ان کو بھگا رہا تھا، تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا، جو گروہ مال غنیمت لوٹ رہا تھا اس نے یہ کہا کہ یہ مال ہمارا ہے، دوسرے اور تیسرے گروہ نے کہا کہ مال غنیمت میں ہمارا بھی حصہ ہے کیونکہ ہم نے بھی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کو مٹانے کیلئے یہ آیات نازل فرمایا کہ یہ مال جو جنگ بدر میں حاصل ہوا ہے یہ مال انفال ہے۔ اور مالِ انفال یہ اللہ اور رسول کا ہے۔ لہٰذا تمام مالِ غنیمت لاکر سردار کے سامنے رکھ دیا جائے۔ ایک سوئی بھی کوئی نہ چھپائے۔ پھر مالِ غنیمت کا یہ قانون بنا دیا گیا کہ پانچواں حصہ اللہ کے کام اور اس کے غریب بندوں کی مدد کیلئے بیت المال میں رکھ دیا جائے اور باقی چار حصے ساری فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔

تشریح: اس سورت کا نام "انفال" ہے جو سورت کی پہلی آیت "يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ" سے ماخوذ ہے۔ انفال

''نفل'' کی جمع ہے جس کے معنی زیادہ کے ہے۔ یہاں انفال سے مراد مال غنیمت ہے جو جنگ وغیرہ میں دشمن کے شکست کھانے کے بعدان کے مال ومتاع میں سے ہاتھ آ جاتا ہے۔ پہلی امتوں میں غنیمت کے اموال حرام تھے۔ سب مال کو ایک میدان میں جمع کر دیا جاتا تھا اور پھر رات کو اللہ کے حکم سے آگ آ کر انھیں بھسم کر جاتی۔ اللہ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال غنیمت حلال کر دیا۔ جنگ بدر میں جب مسلمانوں کی فتح ہوئی اور مال غنیمت حاصل ہوئے تو اس کی تقسیم کو لے کر صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ اس پر ہمارا حق ہے کیوں کہ اسے ہم نے جمع کیا ہے دوسرے کہتے ہم دشمنوں سے لڑے اس لئے ہمارا حق ہے۔ الغرض اختلافات ختم کرنے کے لئے اللہ نے آیتیں نازل کر دیں کہ مال غنیمت میں اللہ ورسول کا حق ہے یہ جس کو دینا چاہیں دے سکتے ہیں تم آپس میں حق مت جتایا کرو۔ پھر اس مال کو نفل یا انفال (زائد مال) اس لئے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اصل مقصد تو اللہ کی رضا اور جنت حاصل کرنا ہے وہ تو ان شاء اللہ قیامت کے دن ملے گا۔ یہ غنیمت کے مال تو زائد چیز ہے جو اللہ نے اپنے فضل سے بطور احسان تمہارے لئے حلال قرار دیا ہے لہٰذا یہ زائد مال اصل میں اللہ ورسول کا حق ہے مگر یہ جسے چاہیں دے سکتے ہیں۔ (احسن البیان وتیسیر الرحمن)

تفسیر آیت نمبر ۲ تا ۴: ان آیات میں پھر اللہ نے صحابہ کرام کو سبق دیا کہ حقیقی مومن کی پہچان یہ ہے کہ اللہ کے ذکر سے ہی وہ کانپ جائے اور اس کی آیت کی تلاوت سے ایمان میں اضافہ ہو جائے لہٰذا سارے اختلافات ختم کر کے اللہ ورسول کے مطیع وفرمانبردار بن جاؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ دیا کرو تو اللہ تعالیٰ آخرت میں تمہارے درجات بلند کر کے جنت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیں گے اور ہر قسم کی آسائش کی چیز وہاں میسر ہوگی۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ۝۸

جیسے کہ آپ کے رب نے آپ کو گھر سے حق کے لئے نکال لیا تھا حالانکہ مومنوں کی ایک جماعت اس کو پسند نہیں کرتی تھی (۵) وہ آپ سے حق کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے حالانکہ حق ظاہر ہو چکا تھا جیسے کہ انھیں موت کی طرف ہانک کر لے جایا جارہا ہو اور وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں (۶) اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ دونوں جماعتوں میں سے ایک تمہاری ہوگی اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ لگ جائے جب کہ اللہ یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر رکھ دے (۷) تا کہ حق غالب آ جائے اور باطل مٹ جائے اگر چہ کہ یہ مجرموں کو ناگوار ہو (۸)

تشریح آیت ۵: جب کفار قریش نے مسلمانوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وزیادتی کر کے مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور اللہ نے مسلمانوں کو مدینہ میں ایک ریاست قائم کرنے کا موقع عطا فرمایا تو کفار قریش کو ڈر پیدا ہوا کہ اب ممکن ہو مسلمان اس ظلم وستم کا بدلہ چکا دیں کیونکہ قریش تجارت کرتے تھے اور تجارتی مال شام سے مدینہ کے راستے ہی سے آتا تھا۔ چنانچہ ابو جہل مکہ سے ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ روانہ ہو۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے بھی تین سو تیرہ (۳۱۳) جانثار صحابہ کو مدینہ سے باہر لے گئے جب مسلمانوں نے کفار و مشرکین کی تعداد اور ساز و سامان سے لیس دیکھا تو اپنی بے سروسامانی اور کم تعداد دیکھتے ہوئے ان میں خوف طاری ہو گیا اور ایسا لگنے لگا کہ اب تو موت یقینی ہے خود موت کے منہ پر آ گئے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ سے ان کی مدد کی۔

تشریح ۷: دونوں جماعتوں سے مراد کفار کے تجارتی قافلہ یا جنگی قافلہ دونوں میں سے کسی ایک سے ٹکرانے کا اللہ نے ارادہ کر لیا تھا۔ جنگی قافلہ سے مقابلہ ہونے سے بات واضح ہوگئی کہ حق کون ہے اور باطل کون۔ حق جماعت کی تعداد کم رہے پھر بھی اللہ کی مدد سے فتح ہوئی اور باطل جماعتوں کی کثرت کو اللہ برباد کر دیتا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ
مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ وَ مَا
جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ
قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ ع ۱۵
اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً
لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ
وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ
الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ
قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ
الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ

اور جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اللہ نے تمہیں جواب دیا کہ میں ایک ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج رہا ہوں (۹) یہ بات اللہ نے ہمیں صرف اس لئے بتلا دی کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں ورنہ مدد تو جب بھی ہو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، یقینا اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے (۱۰) اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمہارا خوف دور کرنے کے لئے تم پر غنودگی طاری کر دی اور آسمان سے تم پر بارش برسادی تاکہ تمہیں پاک کر دے اور شیطان کی (ڈالی ہوئی) نجاست تم سے دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے قدم جما دے (۱۱) جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، لہٰذا مسلمانوں کے قدم جمائے رکھو میں ابھی ان کافروں کے دل میں خوف ڈال دوں گا، پس تم ان کی گردنوں اور ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ (۱۲) یہ اس لئے تھا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی اور جو اللہ و رسول کی

يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾	مخالفت کرے تو اللہ ایسے لوگوں کو سخت سزا دینے والا ہے (۱۳) (اور کافروں سے فرمایا) اس کو اب چکھو اور کافروں کو جہنم کا عذاب ہوگا (۱۴)

تشریح ۱۳: اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے یہاں کثرت اور قلت کا اعتبار نہیں جیسا کہ آج بعض جماعتیں اپنے کو حق ثابت کرنے کے لئے اپنی کثرت بتلاتی ہے کہ ہم زیادہ ہیں اس لئے حق پر ہیں۔ حق پر وہ ہے جو اللہ ورسول کی فرمانبرداری کرتا ہو اگر چہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦﴾	اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو کبھی پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ اللہ کے غضب کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ (۱۵) مگر جو سپاہی کسی جنگی چال کے طور پر یا اپنی دوسری صف سے مل جانے کے لیے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱۶)

تشریح ۱۵-۱۶: اللہ تعالیٰ نے میدان جہاد سے بھاگنے والوں کو عذاب کی دھمکی دی ہے لیکن اگر پیچھے ہٹنے اور بھاگنے میں کوئی جنگی چال پوشیدہ ہو یعنی اس سے مقصد دشمن کو دھوکہ دے کر دوبارہ مڑ کر حملہ کرنا ہو تو یہ جائز ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٨﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩﴾ ع ٩ ١٦	کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ انھیں اللہ نے مارا تھا۔ اور جب آپ نے (مٹھی بھر مٹی) پھینکی تھی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور یہ اس لئے تھا کہ اللہ اپنی طرف سے مومنوں کو ایک اچھی آزمائش سے گزار دے۔ اللہ یقیناً سننے جاننے والا ہے (۱۷) یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ ہوا اور اللہ یقیناً کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے (۱۸) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو وہ اب تمہارے پاس آ چکا ہے اب اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر پہلے جیسے کام کرو گے تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری جمعیت کام نہ آ سکے گی۔ چاہے جتنی زیادہ ہو اور اللہ تو یقیناً ایمان والوں کے ساتھ ہے (۱۹)

تشریح آیت ۱۷: جنگ بدر میں اللہ کے رسول ﷺ نے مٹھی بھر ریت ہاتھ میں لے کر کفار کی طرف پھینکی، اللہ کے حکم سے وہ ریت سارے کفار قریش کے اوپر پڑا جس کی بنا پر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور انھیں کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا اور قریش کو شکست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرما رہا ہے کہ دشمنوں کا قتل کرنا یا ریت کا ان کی طرف پھینکنا حقیقی معنوں میں میری طرف سے ہے۔ تم لوگوں نے ایسا نہیں کیا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور حکم سن لینے کے بعد اس سے روگردانی نہ کرو (۲۰) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے تو ہیں کہ ہم نے سن لیا مگر وہ سنتے نہیں (۲۱) یقینا اللہ کے پاس بدترین قسم کے جانور بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے (۲۲) اگر اللہ ایسے لوگوں میں کچھ بھلائی دیکھتا تو انھیں سننے کی توفیق بخش دیتا اور اگر وہ انھیں توفیق دے بھی دیتا تو بھی بے رخی کے ساتھ پیٹھ پھیر جاتے (۲۳)

تشریح آیت ۲۰ تا ۲۳: منافقین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب اللہ ورسول کا پیغام سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم نے سن لیا مگر اس پر ان کا عمل نہیں ہوتا ہے۔ درحقیقت اللہ ورسول کی بات دھیان سے ہدایت کی نیت سے سنتے تو ضرور ہدایت ملتی لیکن یہ اس کو سنی ان سنی کر دیتے ہیں تو اللہ بھی ایسے آدمی کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا (اللہ ہم سب کو اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی توفیق عنایت فرمائیں) آمین ثم آمین

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب کہ رسول تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائے جو تمہارے لئے زندگی کے مترادف ہو۔ اور یہ جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے (دل کے بھید کو بھی جانتا ہے) اور اسی کے سامنے تم جمع کئے جاؤ گے (۲۴) اور اس فتنہ سے تم لوگ بچتے رہو جس کا اثر تم میں سے صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے (۲۵)

تشریح آیت ۲۴: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری ہی حقیقی زندگی ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ مدینہ میں اللہ نے صحابہ کرام ﷺ کو ایک مرکزی حکومت عطا فرمائی اور کفار کے ہتھیار سے لیس تین گنا زیادہ لشکر کو شکست دی۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۲۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۲۷ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۸ ع ۱۷

اور (وہ دن یاد کرو) جب تم تھوڑے سے تھے زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے اور تمہیں یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ لوگ تمہیں کہیں اٹھا کر نہ لے جائیں، پھر اللہ نے تمہیں پناہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت پہنچائی اور کھانے کیلئے پاکیزہ چیزیں دیں تا کہ تم شکر گزار بنو (۲۶) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت (نافرمانی) نہ کرو اور نہ ہی تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو (۲۷) اور یہ جان لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر و ثواب ہے (۲۸)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ کفار و مشرکین جانور کی طرح ہیں اگر وہ انسان ہوتے تو عقل سے کام لیتے تھے، سوچتے، سمجھتے اور دعوت توحید کو قبول کر لیتے۔ اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ اے مومنو! تم اللہ اور رسول کی اطاع کرو اسی میں تمہاری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہیں قوت تمیز (حق اور باطل میں فرق کرنے کی طاقت) عطا کرے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے (۲۹) اور (اے نبی وہ وقت یاد کرو) جب کافر آپ کے بارے میں خفیہ سازش کر رہے تھے تا کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا آپ کو شہر بدر کر دیں (اُدھر) وہ لوگ تدبیر کر رہے تھے اور (اِدھر) اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ ہی سب سے اچھی تدبیر کرنے والا ہے (۳۰) اور جب ان کافروں پر ہماری آیات پڑھی جاتی تھیں

نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ
اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ
عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ
فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ
يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ
وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا
كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا
الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ
مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً
وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

تو کہتے تھے یہ کلام ہم نے سن لیا' اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو وہی پرانے قصے ہیں (۳۱) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کافروں نے کہا تھا: ''اے اللہ! اگر یہی دین حق ہے جو تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے یا ہمیں کسی دردناک عذاب میں مبتلا کر دے (۳۲) حالانکہ یہ مناسب نہیں تھا کہ اللہ انھیں عذاب دے جب تک آپ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں موجود ہیں اور اللہ ایسے لوگوں کو عذاب نہیں دے گا جو استغفار کرتے ہوں (۳۳) اور اللہ ان لوگوں کو کیوں عذاب نہیں دیگا جو دوسروں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اسکے متولی نہیں۔ اس (کعبہ) کے متولی وہی ہوسکتے ہیں جو متقی ہوں' لیکن ان میں اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے (۳۴) بیت اللہ میں ان لوگوں (کفار قریش) کی نماز بس یہی ہوتی ہے کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے (تو اب لو بدر میں شکست کے) عذاب کا مزہ چکھو یہ اس کا بدلہ ہے جو تم حق کا انکار کر دیا کرتے تھے (۳۵)

تفسیر ۳۱ تا ۳۳: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی قرآنی آیات سن کر کفار و مشرکین کہتے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں، اسے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے اس میں تو صرف پرانے من گھڑت قصے اور کہانیاں ہیں ایسا کلام تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ پھر اللہ سے دعا کی کہ اگر ہم غلط ہی ہیں تو ہمارے اوپر آسمان سے عذاب کے طور پر پتھروں کی بارش برسا۔ اللہ نے جواب میں کہا: جب تک میرے رسول اور مجھ سے استغفار کرنے والے میرے نیک بندے مکہ میں موجود ہیں ہم تم پر عذاب نہیں ڈالیں گے۔ اور ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی کفار بھی غُفْرَانَكَ غُفْرَانَكَ یعنی اللہ کی مغفرت کہا کرتے تھے اللہ نے اسی کی طرف اشارہ کر کے کہا ہو کہ جب تک تم مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہو گے میں تمہیں عذاب نہیں دونگا۔

تشریح آیت ۳۵: کفار قریش طواف ننگے کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور اسی کو اللہ کی عبادت کہتے تھے۔ (تیسیر الرحمن)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۹ ۱۸ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

یہ کافر اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک دیں اور ابھی یہ لوگ اور بھی خرچ کریں گے، پھر یہی بات ان کے لئے حسرت کا باعث بن جائے گی پھر وہ مغلوب ہونگے اور کافر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے (۳۶) تا کہ اللہ، پاک کو ناپاک سے الگ کر دے، پھر ناپاک لوگوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر ان سب کا ڈھیر لگا دے پھر اس کو جہنم میں پھینک دے۔ یہی حقیقت میں نقصان اٹھانے والے ہیں (۳۷) (اے نبی) ان کافروں سے کہئے کہ اگر وہ اب بھی (انکارِ حق سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر پہلے جیسا ہی کام کرتے رہے تو گزشتہ قوموں کا طریقہ گزر چکا ہے (۳۸) (مسلمانو) ان لوگوں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے اور اگر یہ لوگ (کفرو عناد سے) باز آ جائیں تو یقینا اللہ دیکھ رہا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں (۳۹) اگر وہ لوگ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ تمہارا سرپرست ہے بہت اچھا سرپرست اور اچھا مددگار (۴۰)

تشریح ۳۸: یعنی اگر تم اب بھی توبہ واستغفار کر کے اللہ ورسول کی فرمانبرداری کر لو گے تو اللہ تمہاری پچھلی ساری سرکشیوں اور گناہ کو معاف کر دے گا لیکن اگر اپنے برے عقیدے اور عمل میں اب بھی ڈٹے رہے تو پچھلی نافرمان قوموں کے اوپر جیسا عذاب آیا اب تمہارے اوپر بھی ویسا ہی آئے گا۔ اس لئے کہ اللہ کی یہ سنت ہے کہ فرمانبردار پر انعام واکرام کی بارش برسائے اور گناہ گاروں پر عذاب نازل کرے۔

تشریح آیت ۴۰: یعنی اگر اسلام قبول نہ کریں اور اپنے کفر اور تمہاری مخالفت پر مصر رہیں، پرواہ نہ کرنا اسلئے کہ اللہ تمہارا مددگار اور مولیٰ ہے۔ پس کامیاب وہی ہوگا جس کا مولیٰ اللہ ہو اور غالب بھی وہی ہوگا جس کا مددگار اللہ ہو۔ (احسن البیان)

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

اور جان لو کہ تمہیں جو کچھ بھی مال غنیمت ہاتھ آئے گا اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کیلئے اور (رسول کے) رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے، اگر تمہارا ایمان اللہ اور اس (نصرت و تائید) پر ہے جو ہم نے اپنے بندے (نبی) پر اس دن اتارا تھا جب حق باطل سے جدا ہو گیا' جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۴۱)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ مسلمان کافروں سے جنگ کریں۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ جنگ جیتنے کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کس طرح ہو۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور اللہ کے غریب بندوں کا حق ہے۔ بقیہ حصے تمام سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

تشریح آیت نمبر ۴۱: اس آیت میں مال غنیمت کی تقسیم کا اُصول پیش کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر تم حقیقی مومن ہو تو اسی اُصول کے مطابق عمل کرنا۔ اس آیت میں یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے۔ اس دن مسلمانوں کی فتح اور کفار کی عبرتناک شکست ہونے کی بنا پر گویا کفر اور اسلام کا ظاہری فیصلہ ہو گیا کہ دیکھو حق آج غالب آ گیا اور باطل شکست کھا گیا، اس لئے کہ اللہ حق کے ساتھ ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ

جب تم لوگ (میدان جنگ کے) قریبی کنارے پر تھے اور وہ لوگ (کفار مکہ) دور والے کنارے پر اور (ابوسفیان کا تجارتی) قافلہ تم سے نیچے (ساحلی سمندر کی طرف اُتر گیا تھا) اور اگر تم دونوں جماعتوں نے پہلے جنگ کا ایک وقت مقرر کیا ہوتا تو وعدہ خلافی کر جاتے' لیکن ایسا اسلئے ہوا تا کہ اللہ ایک معاملے کا فیصلہ کر دے جسے بہرحال ہونا تھا تا کہ جو ہلاک ہو وہ روشن دلیل آ جانے کے بعد ہلاک ہو' اور جو زندہ رہے وہ روشن دلیل دیکھ لینے کے بعد زندہ رہے' اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے (۴۲) (اے نبی یاد کرو) جب تمہارے خواب میں بھی اللہ تمہیں کافر تھوڑے دکھلا رہا تھا، اور اگر وہ آپ کو زیادہ دکھلاتا تو تم لوگ ہمت ہار دیتے اور اس معاملہ

الصُّدُوۡرِ ﴿۴۳﴾ وَ اِذۡ یُرِیۡکُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَیۡتُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِکُمۡ قَلِیۡلًا وَّ یُقَلِّلُکُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِهِمۡ لِیَقۡضِیَ اللّٰهُ اَمۡرًا کَانَ مَفۡعُوۡلًا ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۴۴﴾ ع

میں جھگڑنا شروع کر دیتے لیکن اللہ نے تمہیں بچالیا' یقینا وہ دلوں کے راز کو بھی جانتا ہے(۴۳) اور (یاد کرو) جب اللہ نے تمہیں دشمن کی تعداد تھوڑی دکھلائی اور دشمن کی نظروں میں تمہیں تھوڑا کر کے پیش کیا تا کہ اللہ وہ کام پورا کر دے جس کا ہونا مقدر تھا اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے پاس ہے(۴۴)

تشریح آیت نمبر ۴۲: دُنۡیَا "دُنُوٌّ" سے ہے (دنیا) سے مراد قریب یعنی وہ کنارہ جو مدینہ شہر کے قریب تھا ''قصوی'' کہتے ہیں دور کو یعنی کافر اس کنارے پر تھے جو مدینہ سے نسبتاً دور تھا (وَالرَّکۡبُ) سے مراد ہے وہ تجارتی قافلہ جو ابوسفیان کی قیادت میں ملک شام سے مکہ جارہا تھا۔ (احسن البیان) اسی تجارتی مال کو حاصل کرنے کے لئے مسلمان اس طرف نکلے تھے مگر تجارتی قافلہ ساحلی سمندر سے نکل گیا اور ابوجہل کی قیادت والی ہتھیار سے لیس ایک ہزار فوج سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوگئی' جس کی بنا پر جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر دونوں جماعتیں پہلے ہی سے جنگ کے لئے دن تاریخ متعین کرتے تو یقین تھا کہ ان میں سے کوئی جماعت لڑائی کے بغیر ہی شکست قبول کر لیتا اور جنگ کی نوبت ہی نہ آتی مگر اس جنگ کا ہونا چونکہ اللہ نے لکھ رکھا تھا اس لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے اور اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہوگیا۔ (احسن البیان)

تفسیر آیت نمبر ۴۳: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو خواب میں کافروں کی تعداد تھوڑی دکھائی اور وہی تعداد آپ نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے سامنے بیان فرمائی، جس سے انکے حوصلے بڑھ گئے، اگر اسکے برعکس کافروں کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی تو صحابہ میں پست ہمتی پیدا ہوجانے اور باہمی اختلاف ہونے کا اندیشہ تھا لیکن اللہ نے ان دونوں باتوں سے بچالیا۔ (احسن البیان)

تفسیر آیت نمبر ۴۴: قلیل تعداد کثیر تعداد پر غالب رہی نصرت الٰہی کے تحت ان دونوں آیات میں ایک کرشمۂ قدرت کا ذکر ہے، اور وہ یہ تھا کہ کفار کا لشکر اگرچہ تعداد میں مسلمانوں سے تین گنا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے مسلمانوں کو ان کی تعداد کم کر کے دکھلائی تا کہ مسلمانوں میں کمزوری اور اختلاف پیدا نہ ہوجائے۔ اور یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا پہلی مرتبہ نبی ﷺ نے خواب میں کفار کے لشکر کو دیکھا اور جو منظر آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا؟ اس سے آپؐ نے اندازہ لگایا کہ دشمنوں کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہیں ہے۔ یہی خواب آپؐ نے مسلمانوں کو سنادیا اور اس سے ہمت پا کر مسلمان آگے بڑھتے چلے گئے۔ دوسری مرتبہ عین میدان جنگ میں جبکہ دونوں فریق آمنے سامنے لڑنے کھڑے تھے، مسلمانوں کو ان کی تعداد کم دکھائی گئی۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا ''مسلمانوں کو ان کی تعداد کم دکھائی گئی۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا: ''آخرکار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں'' جو چاہے حکم دے۔ قلت کو کثرت پر غلبہ دے دے۔ کم کو زیادہ اور زیادہ کو کم کر دے۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ صبر ضروری ہے

''صبر سے کام لو''۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے جذبات وخواہشات کو قابو میں رکھو۔ جلد بازی، گھبراہٹ، مایوسی، لالچ اور نامناسب جوش سے بچو۔ ٹھنڈے دل اور جچی تلی قوت فیصلہ کے ساتھ کام کرو۔ خطرات اور مشکلات سامنے ہوں تو تمہارے قدموں میں لغزش نہ آئے۔ اشتعال انگیز مواقع پیش آئیں تو غیظ وغضب کا جوش تم سے کوئی بے محل حرکت سرزد نہ کرانے پائے۔ مصائب کا حملہ ہو اور حالات بگڑتے نظر آرہے ہوں تو پریشانی میں تمہارے حواس منتشر نہ ہوجائیں۔ حصول مقصد کے شوق سے بے قرار ہوکر یا کسی نیم پختہ تدبیر کو سرسری نظر میں کارگر دیکھ کر تمہارے ارادے جلد بازی سے مغلوب نہ ہوں ان کے مقابلے میں تمہارا نفس اس درجہ کمزور نہ ہو کہ بے اختیار ان کی طرف کھینچے جاؤ۔ یہ تمام مفہومات صرف ایک لفظ میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ان تمام حیثیات سے صابر ہوں، میری تائید انہی کو حاصل ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بکثرت یاد کیا کرو تاکہ تم کامیاب رہو (۴۵) اور اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی، اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۴۶) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھلاتے ہوئے نکلے اور یہ لوگ (دوسرے لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ ان کو گھیرے ہوئے ہے (۴۷)

آیت ۴۶: مسلمانوں کو لڑائی کے وہ آداب بتائے جارہے ہیں جس کو دشمن سے مقابلے کے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ آیت ۴۵ میں بتلایا کہ ثبات قدمی کو لازم پکڑو دوسری چیز اللہ کا ذکر خوب کرو۔

تیسری ہدایت: اللہ اور رسول کی اطاعت ظاہر بات ہے۔ ان نازک حالات میں رسول کی نافرمانی کتنی سخت خطرناک ہوسکتی ہے۔ اس موقع پر تھوڑی سی بھی نافرمانی اللہ کی مدد سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے۔ چوتھی ہدایت کہ آپس میں تنازعہ اور اختلاف نہ کرو اس سے تم بزدل ہوجاؤ گے اور ہوا اُکھڑ جائے گی' اور پانچویں ہدایت کہ صبر کرو۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ نبی ﷺ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا: لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت مانگا کرو۔ تاہم جب دشمن سے لڑائی کا موقع آجائے تو صبر کرو (یعنی جم کر لڑو) اور جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2744) (احسن البیان)

تفسیر آیت ۴۷: اس سے مراد ابوجہل کا لشکر ہے جو کہ ایک ہزار فوج، گانے اور باجے کے ساتھ لے کر نکلا تاکہ مسلمانوں اور دیگر قبائل پر انکا رعب بیٹھ جائے۔ ابوجہل کو راستہ میں ہی ابوسفیان کی جانب سے تجارتی قافلے کے بحفاظت نکلنے کی خبر بھی مل چکی تھی مگر اس نے واپسی سے انکار کر دیا اور تکبر سے کہنے لگا کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائینگے جب تک کہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر خوب شراب نہ پی لیں اور اونٹ ذبح کر کے اردگرد کے قبائل کی ضیافت نہ کر لیں۔ (تیسیر القرآن)

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ع ۲ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ

اور جب کہ شیطان نے انھیں انکے اعمال خوشنما بنا کر دکھلائے اور کہنے لگا کہ آج تم (کفار قریش) پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور میں تمہارا مددگار رہوں، پھر جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو (شیطان) اُلٹے پاؤں بھاگ گیا اور کہنے لگا (کافروں سے) کہ "میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں" میں وہ چیز (فرشتوں کی جماعت جو کافروں کے مقابلے کو آئی تھی) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے (۴۸) جب منافقین اور وہ لوگ جنکے دلوں میں بیماری ہے (یعنی یہودی) کہہ رہے تھے کہ "ان (مسلمانوں) کو انکے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے کہ (اسی لئے تو اتنی بڑی جماعت سے مقابلہ کرنے نکلے ہیں) حالانکہ اگر کوئی شخص اللہ پر بھروسہ کر لے تو اللہ یقینا سب پر غالب اور حکمت والا ہے (۴۹) اور (اے نبیؐ) کاش اس حالت کو دیکھتے جب فرشتے ان کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے تو انکے چہروں اور انکی پشتوں (پیٹھ) پر ضربیں لگاتے تھے اور (کہتے تھے) اب جلانے والے عذاب چکھو (۵۰) یہ تمہارے اُن اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے آگے بھیجے ہیں ورنہ اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (۵۱) (ان کافروں کا معاملہ بھی) قوم فرعون جیسا ہے اور ان لوگوں جیسا جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کے بدلے ان کو پکڑ لیا، اللہ یقینا

يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۵۳﴾

بڑا طاقتور اور سخت سزا دینے والا ہے (۵۲) یہ (اللہ کا طریقہ ہے کہ) اگر اللہ کسی قوم کو نعمت سے نوازے تو اس وقت تک ان سے نہیں چھینتا جب تک وہ قوم خود اپنے طرز عمل کو نہیں بدلتی اور اللہ سب سننے جاننے والا ہے (۵۳)

تفسیر آیت ۵۰: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر چہ اس آیت کا تعلق واقعہ بدر سے ہے لیکن یہ حکم تمام کافروں کو شامل ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت نمبر ۹۳ میں مذکور ہے کہ ''فرشتے اپنے رب کے حکم سے انہیں مار رہے ہوں گے'' اور اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا یہ تمہارے ہی کیے کا نتیجہ ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ ۖ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۴

ان لوگوں کا معاملہ بھی قوم فرعون جیسا ہے اور جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں انکے گناہوں کے بدلہ میں ہلاک کر دیا اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا' اور یہ سب ہی ظالم لوگ تھے (۵۴) اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کا انکار کیا' پھر ایمان لانے پر تیار نہیں (۵۵) وہ لوگ جن سے آپ نے وعدہ لیا پھر ہر بار وہ اپنے عہد اور وعدے کو توڑ دیتے ہیں اور (اللہ سے) ڈرتے نہیں (۵۶) ایسے عہد شکن لوگ اگر آپ کو میدان جنگ میں مل جائیں تو انہیں عبرتناک سزا دیں تاکہ ان کے پچھلے سبق یاد کریں (۵۷) اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت وعدہ توڑنے کا خطرہ ہو تو برابری کی سطح پر معاہدہ ان کے آگے پھینک دو کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۵۸)

تفسیر آیت ۵۵: اسی سورت کی آیت ۲۲ میں اللہ نے فرمایا تھا کہ ''بدترین جانور وہ انسان ہیں جو اپنی عقل وحواس سے کام نہیں لیتے'' یہاں آیت ۵۵ میں فرمایا کہ ''بدترین چوپائے وہ انسان ہیں جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک عقل وحواس سے ٹھیک طرح کا کام نہ لینا (یعنی قرآن وحدیث کے مطابق نہ چلنا) اور اندھوں کی طرح چلنا انسانیت کے درجے سے گر جاتا ہے اور اللہ کہتا ہے کہ ''کفر اسی اندھے پن کا نتیجہ ہے'' پس ایمان کی راہ عقل وبصیرت کی راہ ہے اور کفر اندھے پن کا دوسرا نام ہوا۔ (ترجمان القرآن)

آیت۵۶ ۔ ۵۸: اس آیت میں مدینہ کے یہودیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جہاں یہودیوں کی تین بستیاں آباد تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے صلح وامن اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔ معاہدے کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ تمام جماعتیں ایک قوم بن کر رہیں گی اور اگر کسی جماعت پر اس کے دشمن حملہ کریں گے تو سب اس کی مدد کریں گے۔(ابن ہشام) لیکن ابھی معاہدے کی سیاہی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ یہودیوں نے خلاف ورزی شروع کر دی اور قریش مکہ سے مل کر مسلمانوں کی تباہی کی سازش کرنے لگے، یہاں تک کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کی تدبیروں میں لگ گئے۔ یہاں حکم دیا گیا ہے کہ اب ایسے دغاباز لوگوں کے ساتھ نباہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جو کھلم کھلا لڑیں ان کا مقابلہ کرو اور جو ایسا نہ کریں مگر دھوکا اور فریب کا ان سے ڈر ہو تو انھیں کھلے طور پر خبر دے دو کہ اب معاہدہ فسخ ہوگیا ہے "معاہدہ کا پاس ولحاظ بہت ضروری ہے"۔(ترجمان القرآن)

اس آیت کی رو سے ہمارے لئے یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اگر کسی شخص یا گروہ یا ملک سے ہمارا معاہدہ ہو اور ہمیں اس کے طرز عمل سے یہ شکایت لاحق ہو جائے کہ وہ عہد کی پابندی میں کوتاہی برت رہا ہے یا یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ وہ موقع پاتے ہی ہمارے ساتھ غداری کر بیٹھے گا تو ہم اپنی جگہ خود فیصلہ کر لیں کہ ہمارے اور اس کے درمیان معاہدہ نہیں رہا اور یکا یک اس کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا شروع کر دیں جو معاہدہ نہ ہونے کی صورت ہی میں کیا جاسکتا ہو۔ اس کے برعکس ہمیں اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ جب ایسی صورت پیش آئے تو ہم کوئی مخالفانہ کارروائی کرنے سے پہلے فریق ثانی کو صاف صاف بتادیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اب معاہدہ باقی نہیں رہا۔ تاکہ فسخ معاہدہ کا جیسا کہ علم ہم کو حاصل ہے۔ ویسا ہی اس کو بھی ہو جائے اور وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ معاہدہ اب بھی باقی ہے۔ اسی فرمان الٰہی کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بین الاقوامی پالیسی کا یہ مستقل اصول قرار دیا تھا کہ "جس کسی کا کسی قوم سے معاہدہ ہو، اسے چاہئے کہ معاہدے کی مدت ختم ہونے سے پہلے عہد کا بند نہ کھولے۔ یا نہیں تو ان کا عہد برابری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی طرف پھینک دے"۔(ابوداؤد حدیث نمبر 2759 علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے)

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ
اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا
اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ
مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ
وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنْ

اور کافر ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے جائیں گے' کیونکہ وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے (۵۹) اور جہاں تک ممکن ہوگا کافروں کے مقابلہ کیلئے قوت اور جنگی گھوڑے تیار رکھو جن سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے دشمنوں کو ڈرا سکو' جنہیں تم نہیں جانتے' مگر اللہ انہیں جانتا ہے اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا بدلہ ملے گا اور تمہارے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی (۶۰) اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صلح پر

جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

آمادہ ہو جائیں' یقینا وہ سب سننے والا جاننے والا ہے (۶۱) اور اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ رکھتے ہوں تو آپ کے لئے اللہ کافی ہے' وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مسلمانوں کے ذریعہ آپ کی تائید کی (۶۲) اور ان (صحابہ) کے دلوں میں محبت ڈالی' اگر آپ وہ سب خرچ کر ڈالتے جو اس زمین میں ہے تو بھی آپ ان کے دلوں میں محبت پیدا نہیں کر سکتے تھے' لیکن اللہ ہی نے ان میں محبت ڈال دی کیونکہ وہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے (۶۳)

آیت ۵۹: یہاں وہ کفار قریش مراد ہیں جو میدان بدر سے جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ وہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اللہ کی گرفت سے نکل گئے ہیں۔ اللہ کی گرفت سے کون نکل سکتا ہے؟ اسے کون عاجز کر سکتا ہے؟ کوئی نہیں۔ (تیسیر الرحمان لبیان القرآن)

آیت ۶۰: یعنی حسب طاقت جنگی ساز و سامان تیار رکھو کہ کب ان کافروں سے لڑنے کی نوبت آ جائے۔ نبی ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر دوبارہ فرمایا ''یاد رکھو قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ (ابن ماجہ) تیر اندازی اور سواری سیکھو، تیر اندازی سواری سے بہتر ہے۔ (سنن)

گھوڑے تین قسم کے ہیں (۱) رحمانی۔ رحمانی گھوڑا وہ ہے جو اللہ کی راہ میں پالا جائے اس کے چارے لید اور پیشاب میں بھی ثواب ہے (۲) شیطانی۔ شیطانی گھوڑا وہ ہے جس سے جوا کھیلا جاتا ہے یا گھوڑ دوڑ کرائی جاتی ہے' (اور دیگر حرام کاموں کے واسطے ان کا استعمال ہوتا ہے) (۳) انسانی۔ انسانی گھوڑے وہ ہیں جو کمائی کے لئے پالے جاتے ہیں۔ (مسند احمد، 395/1 علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔)

آج مسلمانوں کو طاقتور اور مضبوط ہونے کی ضرورت ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ میدان جنگ میں کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی طاقت کے مطابق مادی قوت جمع کریں جس میں باقاعدہ مستقل فوج اور سامان جنگ، اسلحہ وغیرہ دونوں شامل ہیں اور ہر وقت تیار رکھیں۔ اس زمانے میں گھوڑوں ہی کی اصل اہمیت تھی، اسی لئے ان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اب تک تو جب کوئی جنگی مہم کی صورت پیش آئی تو عرب کے عام رواج کے مطابق یہ ہوتا ہے کہ ہر سپاہی اس سامان کے ساتھ جو پاس ہوتا، لے کر ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا، لیکن اس آیت میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ اپنی فوجی قوت تعداد کے لحاظ سے بھی اور اسلحہ و اسباب جنگ کے لحاظ سے بھی زیادہ سے زیادہ بڑھائیں اس زمانے میں جنگ میں گھوڑوں کو وہی حیثیت حاصل تھی جو موجودہ زمانے میں ٹینک اور طیاروں کو حاصل ہے۔ آپ ﷺ کو عمدہ

گھوڑوں سے بہت لگاؤ تھا۔حضرت جریرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز آپ ﷺ کو دیکھا کہ گھوڑے کی پیشانی پر انگلی مبارک پھیر رہے ہیں اور زبان مبارک سے فرمارہے ہیں ''گھوڑوں کی پیشانی میں تا قیامت خیر و برکت رکھ دی گئی ہے۔اجر بھی اور غنیمت بھی''۔(صحیح بخاری حدیث نمبر 2887)

جنگی تیاری اور قوت کا مقصد یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ کے اور تمہارے دشمنوں پر دھاک اور ہیبت قائم رہے کہ تمھیں نرم چارہ سمجھ کر وہ تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کریں۔نیز جنگی تیاریوں کے سلسلے میں انفاق کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔اس مقصد کے لئے جو کچھ بھی خرچ کیا جائے گا یعنی جان، مال، وقت اور کوشش، جو قربانی بھی دی جائے گی، وہ رائیگاں نہیں جائیگی فوجی نوعیت کے یہ احکام وہدایات صرف اُس زمانے کیلئے نہ تھے بلکہ تمام زمانوں کیلئے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۶۴ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۝۶۵ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝۶۶

ع ۸

اے نبی آپ کیلئے اور ان مومنوں کیلئے جو آپ کے حکم پر چلتے ہیں اللہ ہی کافی ہے (۶۴) اے نبی مومنوں کو جہاد کی رغبت دلایئے۔اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے' اور اگر ایک سو ہوں تو کافروں کے ایک ہزار پر غالب آئیں گے' کیونکہ کافر لوگ کچھ سمجھ نہیں سکتے (۶۵) اب اللہ نے ہلکا کر دیا اور جان گیا کہ تم میں کمزوری ہے۔پس اگر تمہارے سو (۱۰۰) صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تمہارے ہزار ہوں گے تو اللہ کی توفیق سے دو ہزار پر غالب آجائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۶۶)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ مسلمان اپنے آپ کو طاقتور بنائیں، اتنے طاقتور ہوجائیں کہ کافر مسلمانوں کا نام سن کر ڈر جائیں، لڑائی کی نوبت ہی نہ آئے۔مسلمان اس وقت طاقتور ہوں گے جب وہ ایک ہوجائینگے جب وہ متحد ہوجائینگے اور جو شخص قوم کو طاقتور بنانے کیلئے اپنی جان و مال لگائے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ضرور اس کا اجر دیگا۔اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر کفار ومشرکین صلح کرنا چاہیں تو صلح کرلو۔جنگ زندگی کی ضرورت ہے اگر دشمن ہماری جان لینا چاہے، اگر دشمن ہماری عزت پر حملہ کرے، اگر دشمن ہمارا مال چھیننا چاہے، اگر دشمن ہمارے دین اور ہماری تہذیب پر حملہ کرے تو ان حالات میں جان و مال، عزت وآبرو اور دین کو بچانے کیلئے دشمن سے جنگ کرنا ضروری ہے۔

مصالحت سے فائدہ: دشمن اگر مصالحت چاہتا ہے تو صلح کر لو۔ان دو آیتوں میں آپ ﷺ کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر کسی مرحلے پر دشمن صلح کرنا چاہے تو صلح کر لی جائے۔''اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لئے اللہ کافی ہے''۔یعنی معاملات میں تمہاری پالیسی بزدلانہ نہیں ہونی چاہیے بلکہ اللہ کے بھروسے پر بہادرانہ اور دلیرانہ ہونی چاہیے۔دشمن جب مصالحت کی خواہش ظاہر کرے، بے تکلف اس کے لئے تیار ہو جاؤ اور صلح کیلئے ہاتھ بڑھانے سے اس بنا پر انکار نہ کرو کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ صلح نہیں کرنا چاہتا بلکہ غداری کا ارادہ رکھتا ہے کسی کی نیت بہر حال یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتی۔اگر وہ واقعی صلح ہی کی نیت رکھتا ہو تو خواہ مخواہ اس کی نیت پر شبہ کر کے خون ریزی کو کیوں طول دو۔اگر وہ دھوکہ دینے کی نیت رکھتا ہو تو تمہیں اللہ کے بھروسے پر بہادر ہونا چاہیے۔صلح کیلئے بڑھنے والے ہاتھ کے جواب میں ہاتھ بڑھاؤ تا کہ تمہاری اخلاقی برتری غالب ہو اور لڑائی کیلئے اٹھنے والے ہاتھ کو اپنی قوت بازو سے توڑ کر پھینک دو تا کہ کبھی کوئی غدار قوم تمہیں نرم چارہ سمجھنے کی جرأت نہ کرے۔

پچھلی آیت کے مضمون کی وضاحت: یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کی وضاحت کر رہی ہے۔اس میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! مومنوں کو جہاد پر ابھارو۔یعنی اگر چہ تمہارے ساتھیوں کی تعداد کم ہے لیکن صلاحیت اور کارکردگی کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر ہے۔چنانچہ تمہارے بیس ثابت قدم مسلمان دو سو کفار پر اور تمہارے سو آدمی ان کے ہزار آدمیوں پر بھاری ہوں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمانی بصیرت سے نوازا ہے اور تمہارے حریف اس بصیرت سے محروم ہیں۔

آج کل کی اصطلاح میں جس چیز کو قوت معنوی یا قوت اخلاقی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی کو فقہ و فہم اور سمجھ بوجھ سے تعبیر کیا ہے اور یہ لفظ اس مفہوم کیلئے جدید اصطلاح سے زیادہ سائنٹفک ہے۔جو شخص اپنے مقصد کا صحیح شعور رکھتا ہو اور ٹھنڈے دل سے خوب سوچ کر اس لئے لڑ رہا ہو کہ جس چیز کے لئے وہ جان کی بازی لگانے آیا ہے، وہ اس کی انفرادی زندگی سے زیادہ قیمتی ہے اور اس کے ضائع ہو جانے کے بعد جینا بے قیمت ہے، وہ بے شعوری کے ساتھ لڑنے والے آدمی سے کئی گنا زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ اگر چہ جسمانی طاقت میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ ہو۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾

نبی کیلئے یہ مناسب نہیں تھا کہ ان کے پاس جنگی قیدی آتے حتیٰ کہ زمین (میدان جنگ) میں کافروں کو اچھی طرح قتل نہ کر دیا جاتا۔تم دنیا کا مال چاہتے ہو جب کہ اللہ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے اور اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔(۶۷) اگر ایسا ہونا پہلے ہی سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو تم نے (فدیہ) لیا ہے اس کیلئے تمہیں بہت بڑی سزا دی

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ ع ۵

جاتی (۶۸) جو تم نے بطور غنیمت حاصل کیا ہے اسے کھا سکتے ہو یہ حلال اور پاکیزہ ہے اور اللہ سے ڈرو اللہ یقیناً بخشنے والا اور رحم والا ہے (۶۹)

تشریح آیت ۶۷: جنگ بدر میں جب دشمن قید ہوئے تو سوال پیدا ہوا کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ چونکہ اس وقت مسلمان بڑی ہی تنگی اور افلاس کی حالت میں تھے اس لئے عام رائے یہ تھی کہ قیدیوں کے لئے فدیہ مانگا جائے اور جب تک فدیہ وصول نہ ہو قیدی رہا نہ کئے جائیں۔ یہی رائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی تھی اور بعض صحابہ کی رائے تھی کہ انھیں قتل کر دیا جائے عمر رضی اللہ عنہ بھی انھیں میں سے تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام رائے کے مطابق فیصلہ دیا اور قیدیوں کیلئے فدیہ طلب کیا گیا اور جن قیدیوں کے لئے فدیہ نہیں ملا انہیں روک لیا گیا۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 3309) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (ترجمان القرآن)

اس آیت کریمہ میں قیدیوں سے فدیہ لینے کو اچھا نہیں بتایا گیا اور کہا گیا کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کا قتل کیا جانا فدیہ لے کر انھیں چھوڑ دینے سے زیادہ بہتر تھا اور آئندہ کے لئے نصیحت کی گئی کہ ہونا تو یہ چاہئے کہ جب مسلمان کافروں پر غالب آئیں تو انھیں خوب قتل کریں تا کہ کفر سرنگوں ہو اور اسلام اور مسلمانوں کا رعب و دبدبہ کافروں کے دلوں پر بیٹھ جائے۔ (تیسیر القرآن) یہاں ''تم دنیا کے مال چاہتے ہو'' سے مراد فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنا ہے۔

تفسیر ۶۸: اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ لکھی ہوئی بات کیا تھی؟ بعض نے کہا کہ اس سے مال غنیمت کی حلت مراد ہے یعنی چونکہ یہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کیلئے مال غنیمت حلال ہوگا اس لئے تم نے فدیہ لے کر ایک جائز کام ہی کیا، اگر ایسا نہ ہوتا تو فدیہ لینے کی وجہ سے تمہیں عذاب عظیم پہنچتا، بعض نے اہل بدر کی مغفرت اس سے مراد لی ہے، اور بعض نے رسول اللہ کی موجودگی کو عذاب میں مانع ہونا مراد لیا ہے۔ اس میں مال غنیمت کی حلال و پاکیزگی کو بیان کر کے فدیہ کا جواز بیان فرما دیا، جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ لکھی ہوئی بات سے شائد یہی حلال غنیمت ہے۔ (تفصیل فتح القدیر میں ملاحظہ ہو)

زخمی سانپ کو زندہ رہنے دینا اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

خطاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن اصل خطاب مسلمانوں کی طرف ہے جنگ بدر میں کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے تو بجائے ان کا تعاقب کر کے انھیں تہ تیغ کرنے کے بہت سے مسلمان قیدیوں کو پکڑنے اور باندھنے میں لگ گئے۔ چنانچہ کفار قریش کی اکثریت بچ کر نکل گئی۔ پھر یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مسلمانوں نے اپنی سوکھی روٹی بھی اپنے قیدیوں کو کھلا دی اور خود بھوکے رہے۔ مگر یہ بھی ہوا کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رفقاء سے مشورہ کیا (ابھی وحی نہیں آئی تھی) کہ ان کے

ساتھ کیا سلوک کیا جائے' ابو بکرؓ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، عمرؓ نے کہا کہ قتل کر دیا جائے۔ نبی ﷺ نے ابو بکرؓ کی رائے قبول کی اور فدیہ کا معاملہ طے کر لیا' اور پھر ایسا ہوا کہ ان میں سے کئی لوگ بعد میں مسلمان ہو گئے اور انھوں نے اسلام کی عظیم الشان خدمات سر انجام دیں، لیکن یہ فیصلہ وحی کے بغیر کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بطور عتاب نازل فرمائیں۔ یہاں سمجھایا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ کو اس لئے مبعوث نہیں کیا گیا کہ آپ ﷺ مال وصول کریں اور دشمنوں کو چھوڑ دیں۔ آپ کا مشن غلبہ حق ہے اسلام کے لئے وہ صورت حال پیدا کرنی ہے کہ وہ عالمی سطح پر غالب قوت بن جائے اور امت وسط کے منصب پر فائز ہو جب تک یہ صورت حال ایک حقیقت نہ بن جائے، آپ ﷺ کے لئے جنگی قیدیوں کو رکھنا اور ان کا فدیہ لینا زیبا نہیں۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ زخمی سانپ کو رہنے دینا اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا ہے کہ وہ پلٹ کر ڈسے گا۔ جنگ بدر میں دشمن کا مکمل تعاقب کیا جاتا تو شائد کفار قریش کو جنگ احد کے لئے آدمی ہی میسر نہ آتے۔ کہا گیا ہے کہ ہم اس سے پہلے اسیران جنگ سے فدیہ لے کر انھیں رہا کر دینے کی اجازت نہ دے چکے ہوتے تو شاید سزا دیتے۔ لیکن ہم نے مشروط اجازت دی تھی، جسے تمہارے امتی پوری طرح نہ سمجھے، ابھی ابتدا ہے۔ اس لئے جو ہوا سو ہوا، آئندہ کے لئے اسے واجب حکم سمجھا جائے۔ اتنی تادیب کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی شان شفقت دکھاتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ لگا ہے، وہ پاک مال ہے اور تمہیں اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اے نبی جو قیدی آپ لوگوں کے قبضہ میں ہیں انہیں کہئے کہ اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کچھ بھلائی دیکھی تو جو (مال) تم سے چھن چکا ہے اس سے بہتر تم کو عطا کرے گا اور تمہیں معاف کر دے گا' اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۷۰) اور اگر وہ آپ سے خیات کرنا چاہتے ہوں تو اس سے پہلے وہ اللہ سے خیانت کر چکے ہیں (پھر) وہ آپ کے قبضہ میں آ گئے' اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (۷۱)

تشریح آیت ۷۰: یعنی اگر اللہ تمہارے اندر اسلام لانے کی نیت اور اسے قبول کرنے کا جذبہ دیکھے گا تو جو فدیہ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں اللہ تعالیٰ اسلام قبول کرنے کے بعد عطا کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ جو ان قیدیوں میں تھے، مسلمان ہو گئے تو اس کے بعد اللہ نے انہیں دنیا میں بھی مال و دولت سے خوب نوازا۔ (احسن البیان)

تشریح آیت ۷۱: "آپ سے خیانت کرنا چاہتے ہوں" یعنی زبان سے تو اظہار اسلام کر دیں لیکن مقصد دھوکا دینا ہو تو اس

سے قبل انہوں نے (اللہ سے خیانت کی یعنی) کفر وشرک کا ارتکاب کر کے کیا حاصل کیا؟ یہی نہ کہ وہ مسلمانوں کے قیدی بن گئے۔ اسلئے آئندہ بھی اگر وہ شرک کے راستے پر قائم رہے تو اس سے مزید ذلّت ورسوائی کے سوا انہیں کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔ (احسن البیان)

مسلمان ایمان واسلام کی بنیاد پر ایک ہوجائیں:

اس آیت سے سورت کے اختتام کی آیات میں مسلمانوں کو ایمان وہجرت کی بنیاد پر منظم ہونے اور ایمان وہجرت ہی کو باہمی تعاون کی بنیاد قرار دینے کا حکم ہوا ہے۔ دور جاہلیت کے خاندانی تعلقات اور ان کی ذمہ داریاں ختم کردی گئیں۔ حکم ہوا کہ جولوگ ایمان لائیں ہجرت کر کے مدینہ آجائیں اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر اہل کفر سے جہاد کریں وہ تو ایک ملت اور ایک دوسرے کے بھائی اور ولی ہیں۔ گویا اسلامی معاشرے کو اس کی مخصوص بنیادوں پر منظم اور مضبوط کرنے کا حکم دیا گیا، تاکہ کفار کے مقابلے میں انصار ومہاجرین ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہوسکیں۔ "ولایت" کا لفظ عربی زبان میں حمایت، نصرت، مددگار، دوستی، قرابت اور سرپرستی اور اس سے ملتے جلتے معانی کے لئے بولا جاتا ہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں جو اسلامی معاشرہ قائم ہوا، وہ ایسا معاشرہ تھا جس میں اہم چیز خاندان اور نسب نہیں، بلکہ ایمان واسلام تھا۔ اسلام سے قبل اسی معاشرہ میں افراد ایک دوسرے کی مدد خاندان اور قبیلے کی بنیاد پر کیا کرتے تھے، مگر اسلام میں داخل ہونے کے بعد اسلام کی برکت سے یہ لوگ یکسر بدل گئے تھے۔ مکہ سے ہجرت کر کے مسلمان مدینہ پہنچے تو گھر والوں نے اپنے گھر مہاجرین کو دے دیئے۔ مال وجائیداد والوں نے مہاجرین کو اپنے مال وجائیداد میں شریک کرلیا۔ یہ سب کچھ محض دینی وایمانی تعلق کی بنیاد پر کیا گیا۔ وہی معاشرہ درحقیقت اسلامی معاشرہ ہے جہاں تعلقات خاندانی رشتوں، لسانی، گروہی اور قبائلی عصبیتوں پر قائم نہ ہوں۔ بلکہ حق کی بنیاد پر قائم ہوں۔ جہاں لوگ ایک دوسرے کے مددگار وحامی اس بنیاد پر ہوں کہ وہ ان کے دینی بھائی ہیں۔ نہ کہ اس بنیاد پر کہ دنیوی مصلحتوں میں سے کوئی مصلحت ان کے ساتھ وابستہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَ اللّٰهُ

یقینا جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اموال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان (مہاجرین) کو پناہ دی اور ان کی مدد کی' یہ سب ایک دوسرے کے ولی ہیں' اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی ان سے تمہاری ولایت (دوستی) کا کوئی تعلق نہیں، یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے آجائیں اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے' مگر کسی ایسی قوم

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾

کے خلاف نہیں جنکے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو' اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے (۷۲) اور جن لوگوں نے کفر کیا تو وہی ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ملک میں بڑا فتنہ برپا ہو جائیگا (۷۳)

تشریح آیت ۷۳: یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو دوست نہیں رکھیں گے اور کافروں سے قطع تعلق نہیں کریں گے تو بہت بڑے فتنہ وفساد کا دروازہ کھل جائے گا جو مسلمان کمزور ہوں گے وہ کافروں کے ساتھ مل جائیں گے اور ممکن ہے کہ مرتد ہو جائیں اور اگر مرتد نہ بھی ہوں تو بھی عقیدہ وعمل واطوار میں کافروں کا اثر قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر مسلمان آپس میں متحد نہ ہوں تو کافر ان کے خلاف سازش کر کے ان پر حملہ آور ہو جائیں گے اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع ۱۰

اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں (انصار) نے انہیں پناہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ حقیقی مومن ہیں' ان کیلئے بخشش اور عزت کا رزق ہے (۷۴) اور جو لوگ (ہجرت نبوی کے) بعد ایمان لائے اور ہجرت کر کے آ گئے اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تم میں شامل ہیں مگر اللہ کی کتاب میں رشتہ دار لوگ ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں' بے شک اللہ کے پاس ہر چیز کا علم ہے۔ (۷۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃُ التَّوبَة

سُوۡرَۃُ التَّوۡبَۃ مدنی ہے اس میں ۱۲۹ آیتیں اور ۱۶ رکوع ہیں۔

تعارف اور وجہ تسمیہ: اس کے مفسرین نے متعدد نام ذکر کئے ہیں لیکن زیادہ مشہور دو ہیں، ایک توبہ، اس لئے کہ اس میں بعض مومنین کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے، دوسرا نام براٗۃ ہے۔ اس لئے کہ اس میں مشرکین سے براٗۃ کا اعلان عام ہے۔ یہ قرآن مجید کی واحد سورت ہے جس کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم درج نہیں ہے۔ اس کی بھی متعدد وجوہات کتب تفسیر میں بیان کی گئی ہیں۔

لیکن زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ ان دونوں کے مضامین میں بڑی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یہ سورہ گویا سورۂ انفال کا تتمہ یا بقیہ ہے۔ غالباً اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم درج نہیں کروائی اور آپ ﷺ کی متابعت میں صحابۂ کرام ؓ نے بھی اس میں بسم اللہ تحریر نہیں کی، یہ سات بڑی سورتوں میں سے ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص سورۂ توبہ سے ہی تلاوت کا آغاز کر رہا ہو تو وہ بسم اللہ پڑھ سکتا ہے۔ (احسن البیان)

سورۂ انفال اور توبہ مضمون کے اعتبار سے ایک ہیں جیسے دونوں میں جنگ کا بیان ہے۔ دونوں سورتوں کا مضمون ایک ہے اس لئے یہ سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا نہیں گیا ہے۔ دونوں سورتوں کا مقصد الگ الگ ہے اسلئے دونوں کے الگ الگ نام دیئے گئے ہیں۔ سورۂ انفال میں مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں منظم اور متحد ہونے اور اپنے سردار کی اطاعت کرنیکا حکم دیا گیا ہے تاکہ مسلمان مقابلہ کے اہل ہوسکیں اور سورۂ توبہ میں کافروں کو وارننگ اور الٹی میٹم ہے کہ اگر وہ شرک وکفر سے باز نہ آئیں تو ان سے اعلان جنگ ہے۔ صحابۂ کرام ؓ نے پہلے تیاری کی، بعد میں مقابلہ کیا اسلئے وہ کافروں کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے، اور ہم ہر جگہ ناکام ہو رہے ہیں کیونکہ ہم نے مقابلہ کی تیاری نہیں کی ہے۔ مقابلہ کی تیاری یہ ہے کہ سب مسلمان متحد ہو جائیں سب مسلمان ایک ہو جائیں، ایک پلیٹ فارم پر ایک سردار کے ماتحت جان و مال کی قربانی کے جذبہ کے ساتھ، حق کی سربلندی کے لئے کافروں سے مقابلہ کریں گے تو اللہ کی مدد سے ضرور کامیاب ہوں گے۔

اسلامی حکومت کی ایک واضح پالیسی کا اعلان - مسائل ومباحث:

سورہ توبہ کا نزول اس وقت ہوا جب عرب کا نظم ونسق مکمل مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تھا، اب یہ نہایت ضروری تھا کہ اسلامی

حکومت کی ایک ایسی دوٹوک پالیسی سامنے آجائے جو عرب کو مکمل دارالسلام بنانے میں مددگار ثابت ہو سکے۔ چنانچہ اس سورت میں اسلامی حکومت کی ایک واضح پالیسی کا اعلان کیا گیا جس کے بنیادی نکات یہ ہیں۔

(ا) عرب سے شرک کا کلی طور پر خاتمہ کر دیا جائے تاکہ مرکز اسلام ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک ہو جائے اور کسی موقع پر اندر سے کوئی فتنہ سر نہ اٹھا سکے۔

(ب) کعبۃ اللہ کی نگرانی اور انتظام اہل ایمان کے قبضے میں ہو اور اس کی حدود میں شرک و بدعت اور جاہلیت کی تمام رسوم بند کر دی جائیں۔

(ج) عرب کی تمدنی و معاشرتی زندگی سے جاہلیت کے تمام آثار مٹا دیئے جائیں۔

(د) سرزمین عرب میں اسلام کی بالادستی قائم ہو جانے کے بعد اگلا مرحلہ یہ تھا کہ عرب سے باہر اسلام کا دائرہ وسیع کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ عرب سے باہر جن لوگوں نے دین حق کو قبول نہیں کیا، ان کی بالادستی کو ختم کر کے انھیں اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں یا اسلامی حکومت کے ماتحت ہو کر رہیں۔

اب تک منافقین کے ساتھ نرمی اور درگزر کی پالیسی تھی، مگر اب اسلامی حکومت اتنی مضبوط اور مستحکم ہو چکی تھی کہ وہ اپنے کھلے اور چھپے دشمنوں سے آسانی سے نپٹ سکتی تھی۔ لہٰذا اب منافقین اور مشرکین کے سلسلے میں سخت پالیسی اختیار کی گئی۔

اسی بنا پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت ایک منافق سویلم کے گھر آگ لگوا دی تھی۔ جہاں منافقین اس لئے جمع ہوتے تھے کہ مسلمانوں کو جہاد میں شریک ہونے سے روکنے کی تدبیریں کریں اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ نے مسجد ضرار کو گرانے اور جلانے کا حکم دیا۔

اسلام چونکہ اب عرب سے باہر نکل کر پورے اقطاعِ عالم میں ایک عالمی جدوجہد کے مرحلے میں داخل ہونے والا تھا اور اکیلے مسلم عرب کو پوری غیر مسلم دنیا سے ٹکرانا تھا، اس لئے اس مرحلے پر ضعف ایمان سے بڑھ کر کوئی خطرہ اسلامی جماعت کے لئے نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے جن لوگوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر سستی اور کمزوری دکھائی، ان کی نہایت شدت کے ساتھ گرفت کی گئی۔ تاکہ مومنین صادقین میں عزم و حوصلے کی جو تھوڑی بہت کمزوری باقی رہ گئی تھی۔ اس کا بھی علاج ہو جائے۔

اٰیاتها ۱۲۹ ۹ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۳ رکوعاتها ۱۶

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ

جن مشرکوں سے تم نے معاہدے کر رکھے تھے اب اللہ اور اس کا رسول ایسے معاہدے سے بری ہوتے ہیں (۱) (اے مشرکو) تم زمین میں چار ماہ چل پھر لو اور یہ جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ یقینا کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ
بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ
مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ
لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا
فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

(۲) یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کیلئے (اعلان کیا جاتا) ہے کہ "اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری الذمہ ہیں' لہٰذا اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرو تو خوب جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور (اے نبی) ان کافروں کو المناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے (۳) ہاں جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا ہو پھر انہوں نے اسے پورا کرنے میں کوئی کمی نہ کی ہو اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی مدد کی ہو تو انکے ساتھ اس عہد کو وقت مقررہ تک پورا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کو پسند کرتا ہے (۴)

تشریح آیت ۲-۵: مشرکوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صرف چار ماہ کی مہلت دی گئی۔ جس کی ابتدا ۱۰ ر ذی الحجہ سے ہوئی اور ۱۰ ر ربیع الثانی کو ختم ہوگئی۔ ان سے کہا گیا کہ اس مدت میں چاہیں تو اسلام قبول کرلیں جو ان کے لئے ہر طرح سے بہتر ہے ورنہ جزیرۂ عرب سے نکل جائیں اور اگر بغیر اسلام قبول کئے باقی رہ جائیں گے تو انہیں پکڑ کر قتل کر دیا جائے گا۔ یہ مہلت ان لوگوں کو دی گئی جن کے معاہدے کی مدت چار ماہ سے کم تھی لیکن جن قبائل نے رسول اللہ ﷺ سے چار ماہ سے زیادہ مدت کیلئے معاہدہ کیا تھا اور وہ مدت ابھی باقی تھی تو انہیں ان کی پوری مدت دی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۴ میں فرمایا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ "تو تم ان سے کئے گئے معاہدہ کی مقررہ مدت پوری کرو" (تفسیر تیسیر الرحمن لبیان القرآن) حج اکبر کے دن سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1626)

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ
حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ
وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ

پھر جب یہ حرمت والے (چار) مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں پکڑو، ان کا محاصرہ کرو اور انکی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو' پھر اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو' (کیونکہ) اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (۵) اور اگر ان مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیجئے۔ یہاں تک کہ وہ (اطمینان سے) اللہ کا کلام سن لے پھر اسے اسکی جائے امن تک

ع
مَأْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

پہنچادو یہ اسلئے (کرنا چاہئے) کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔(٦)

تشریح آیت ٦: اس آیت میں فرمایا کہ ان مشرکوں میں ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن میں قرآن سننے اور حقیقت حال معلوم کرنے کی تمنا ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسا آدمی آجائے تو عین لڑائی کی حالت میں بھی بخوشی پناہ دے۔ جب تک رہنا چاہے رہے قرآن سنے اور جانے لگے تو اسے اس کے ٹھکانے تک بحفاظت پہنچا دیا جائے۔ تاکہ اپنے امن کی جگہ پہنچ کر آزادی واختیار کے ساتھ غور وفکر کرے اور جو راہ چاہے اختیار کرے۔ (ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد)

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ
عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ
فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝
كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ
اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى
قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ
اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ
فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکوں کا عہد کیسے (معتبر) ہوسکتا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے مسجد حرام کے پاس تم سے عہد کیا تھا' تو جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو' اللہ یقینا متقیوں کو پسند کرتا ہے(٧) ان کا عہد معتبر کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اگر وہ تم پر قابو پائیں تو تمہارے معاملہ میں نہ کسی رشتہ کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا۔ وہ باتوں سے ہی تمہیں خوش کرتے ہیں جب کہ ان کے دل کی وہ بات تسلیم نہیں کرتے' اور ان میں سے اکثر بد عہد ہیں (٨) انہوں نے اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ دیا پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روک دیا' یقینا بہت برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں (٩) وہ کسی مومن کے معاملہ میں نہ کسی قربت کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ عہد کا اور یہی لوگ (شرارتوں میں) حد سے بڑھے ہوئے ہیں (١٠) ہاں اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم اپنے احکام ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں (١١)

آیت ٧۔٨: اس آیت میں مشرکین سے اعلان برأت اور انہیں صرف چار ماہ کی مہلت دیئے جانے کی حکمت بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے امان کس بنیاد پر دیا جائے؟ نہ تو وہ ایمان لائے اور نہ ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کمی کی، بلکہ حق کے خلاف جنگ کی، باطل کی تائید کی اور زمین میں فساد برپا کیا۔ اس لئے اللہ

ورسول کی طرف سے وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں ہاں ''بنی بکر بن کنانہ'' کے جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع سے حرم کے پاس معاہدہ کرلیا تھا۔ ان کے معاہدہ کا خیال تب تک کیا جائے گا، جب تک کہ وہ اسکی پاسداری کریں گے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن) بعد میں بنی بکر نے بھی بدعہدی کی اسکی طرف اشارہ کرکے حکم دیا گیا کہ ایسے لوگوں کے عہد کا کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے جو بدعہدی کرتے ہیں اور اگر مسلمانوں پر غالب آجائیں تو ان پر بالکل رحم نہ کریں۔

وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝۱۲ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۴ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۵ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ ع ۸

اور اگر وہ معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے ان علمبرداروں سے جنگ کرو، ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں (اور اس لئے جنگ کرو) کہ شاید وہ باز آجائیں (۱۲) کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور انہوں نے ہی رسول کو (مکہ سے) نکال دینے کا ارادہ کر رکھا تھا اور لڑائی کی ابتدا بھی انہوں نے ہی کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو (۱۳) تم ان سے جنگ کرو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا۔ انہیں ذلیل کرے گا، تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا کر دے گا (۱۴) اور ان کے دلوں کا غصہ دور کر دے گا' اور اللہ جسے چاہے گا توبہ کی توفیق دے دے گا' اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے (۱۵) کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا جب کہ اللہ نے ابھی معلوم ہی نہیں کیا کہ تم میں سے کن لوگوں نے جہاد کیا اور اللہ اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا دلی دوست نہیں بنایا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے (۱۶)

تشریح آیت ۱۶: پچھلی آیتوں میں مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دینے کے بعد اس آیت میں اللہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اس دنیا میں تمہارے اوپر امتحان اور آزمائش ہوتے ہی رہے گی تم بغیر کسی آزمائش کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیئے جاؤ گے بلکہ یہ آزمائش کبھی تمہارے اوپر جہاد کی شکل میں آئے گی تو کبھی کسی اور صورت میں۔ اس

آیت میں مسلمانوں کو رسول کے دشمنوں سے محبت کرنے اور دوستانہ تعلقات رکھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ بھی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

وقف لازم

مشرکوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ وہ تو خود اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے سب اعمال برباد ہو گئے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے (۱۷) اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا تو ان کا کام ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے، زکوۃ ادا کرے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے، اُمید ہے کہ ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے (۱۸) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر بنا دیا جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے؟ اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۱۹) جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے اموال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے پاس ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں (۲۰) ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور رضامندی کی خوشخبری دیتا ہے اور ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کی نعمتیں دائمی ہیں (۲۱) وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یقیناً اللہ کے پاس (ان کیلئے) بہت بڑا اجر ہے (۲۲)

تشریح ۱۷-۱۹: (مساجد اللہ) سے مراد مسجد حرام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے گھر یعنی مسجد حرام کو تعمیر یا آباد کرنا یہ ایمان والوں کا کام ہے نہ کہ ان کا جو کفر و شرک کا ارتکاب اور اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ آیت نمبر ۱۸ میں انکے وہ عمل جو بظاہر نیک لگتے ہیں جیسے طواف وعمرہ اور حاجیوں کی خدمت کرنا وغیرہ کو ایمان کے بغیر بے پھل کے درخت کے مانند قرار دیا ہے یا ان پھولوں کی طرح جن میں خوشبو ہی نہیں گو یا ہر نیک کام یا خدمت خلق وفلاحی کام تب معتبر ہوگا جب کہ وہ اس کو ایمان کی حالت میں اللہ و رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر کرے ورنہ اسکی ساری محنت برباد ہو کر رہ جائے گی۔ (احسن البیان)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِۨقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ ع

اے ایمان والو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو انہیں بھی اپنا رفیق (دوست) نہ بناؤ اور تم میں سے جو شخص انہیں رفیق بنائے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں (۲۳) (اے نبی! آپ مسلمانوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ، اپنے بیٹے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں اور خاندان والے اور وہ اموال (مال و دولت) جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے مندا پڑنے (نقصان ہونے) سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے مکان جو تمہیں پسند ہیں، اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۲۴)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ کفار و مشرکین کو بیت اللہ پر قابض رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ کے گھر کے متولی اور منتظم لوگ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ پر آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ کفار و مشرکین سے جنگ کریں اور رشتہ داری کا بھی خیال نہ رکھیں' ایک مسلمان کو سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت ہونی چاہئے اللہ سے بڑھ کر رشتہ داروں سے محبت رکھنا ایمان کے خلاف ہے۔ اور اہل کتاب سے بھی جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ

اللہ (اس سے پہلے) بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن (بھی تمہاری مدد کی تھی) جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا مگر وہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے (۲۵) پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کو سزا دی اور کافروں کا یہی بدلہ ہے (۲۶) پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دے دیتا

ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

ہے اور اللہ (گناہوں کی) بخشش کرنے والا رحم کرنے والا ہے (۲۷) اے ایمان والو یقیناً مشرک ناپاک ہیں لہٰذا اس سال (ذی الحجہ ۹ ہجری) کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائیں اور اگر تمہیں مفلسی کا ڈر ہو تو اللہ اگر چاہے تو جلد ہی تمہیں اپنی مہربانی سے مالدار کر دے گا' بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے (۲۸)

تشریح آیت ۲۵۔۲۷: ان آیات میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے جہاں ''ہوازن اور ثقیف، بنو ہاشم، بنو سعد'' وغیرہ کفار و مشرکین کے قبیلے رہتے تھے۔ جو تیر اندازی میں مشہور تھے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کر رہے تھے جس کا علم رسول اللہ ﷺ کو ہوا تو آپ بارہ ہزار کا لشکر لے کر ان قبیلوں سے لڑائی کرنے حنین تشریف لے گئے۔ اِدھر یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ کو اللہ کی مدد کے بجائے اپنی کثرت تعداد پر زیادہ بھروسہ ہو گیا کیوں کہ کفار کی تعداد صرف چار ہزار تھی' اسلئے بے ساختہ بول اُٹھے کہ آج ہم مغلوب نہیں ہوں گے۔ بڑائی کا یہ اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ نتیجتاً جب ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات لگا کر مسلمانوں کے اوپر اچانک تیر اندازی شروع کر دی تو مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے' میدان میں صرف رسول اللہ ﷺ اور سو کے قریب مسلمان رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو جمع کرنے کے لئے آواز دیں۔ چنانچہ ان کی آواز سن کر مسلمان بہت شرمندہ ہوئے اور دوبارہ میدان میں آ گئے اور پھر اس طرح جم کر لڑے کہ اللہ نے فتح دے دی۔ اللہ نے ان پر سکینت نازل فرمائی جس سے ان کے دلوں سے دشمن کا خوف دور ہو گیا۔ اور پھر فرشتوں کو نازل کر کے ان کی مدد کی۔ (احسن البیان)

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۱۰ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ

ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں، نہ آخرت کے دن پر نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ان پر حرام کی ہیں اور نہ ہی دین حق کو اپنا دین بناتے ہیں (اور) وہ لوگ اہل کتاب (یہودی عیسائی) میں سے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ (ٹیکس) ادا کریں اور وہ ذلیل بن کر رہنا گوارہ کر لیں (۲۹) یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں ''مسیح اللہ کا بیٹا ہے'' یہ تو ان کے منہ کی باتیں ہیں' وہ ان کافروں کے قول کی

يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾

مشابہت اختیار کرتے ہیں جو ان سے پہلے تھے، اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں بہکے جارہے ہیں (۳۰) انہوں نے اپنے علماء اور عابدوں (بزرگوں) کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جس کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں، اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں (۳۱)

تشریح آیت ۳۰: یہودی، عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہوئے ان کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ نے ان بدعقیدگیوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہاری بکواس اور زبانی دعویٰ ہے۔ تم اس سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تم کو برباد کردے گا۔ اُن مسلمانوں کو اس آیت سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی غلو کرتے ہوئے ان کو اللہ کا درجہ دے بیٹھے ہیں، چنانچہ بعض مسلمان بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں:

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفی ہوکر

مسلمانوں اپنے اس غلط دعویٰ اور بکواس سے توبہ کرلو ورنہ اللہ تمہیں بھی غارت و برباد کردے گا۔ جان لو۔ عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی و رسل علیہم السلام صرف نبی اور رسول، اللہ کے بندے اور انسان تھے۔ اللہ نے فرمایا (اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ میں تو صرف ایک انسان اور رسول ہوں۔ (بنی اسرائیل: ۹۳)

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾

وہ چاہتے یہ ہیں کہ اللہ کے نور (دین) کو اپنی پھونکوں (بکواس، الزامات اور تکذیب) سے بجھادیں، لیکن اللہ کو یہ بات منظور نہیں۔ وہ اپنے نور (دین) کو پورا کرکے رہے گا۔ اگرچہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی بری لگے (۳۲) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو سب ادیان پر غالب کردے۔ اگرچہ یہ بات مشرکوں کو کتنی ہی ناگوار ہو (۳۳)

تشریح آیت ۳۲۔۳۳: یہودیوں کی ہدایت کے واسطے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی اور عیسائیوں کی ہدایت کے لئے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل، مگر اپنے اپنے نبیوں کے وفات پاتے ہی یہودی وعیسائی آسمانی کتاب تورات وانجیل کی تعلیمات کو چھوڑ کر خواہشات کے بندے بن گئے اور جس عالم یا بزرگ کی بات ان کو دل میں لگتی اس کو اپنا لیتے' یہ معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ علماء یا بزرگ لوگ ہمیں اللہ کی کتاب کے مطابق بتا رہے ہیں یا پھر اپنی طرف سے' نیتجتاً یہ علماء جس چیز کو حلال کہتے اس کو عوام حلال مان لیتی اور جس کو حرام کہتے اس کو حرام اور اس طرح علماء کی تقلید کرتے ہوئے انہوں نے آسمانی کتب اور اپنے نبیوں کی تعلیمات کو بھلا دیا تو اللہ نے فرمایا کہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ کے اختیار میں ہے مگر یہ اختیار تم نے اپنے علماء اور بزرگوں کو دے دیا تو گویا اس طریقے سے تم نے اپنے علماء اور بزرگوں کو ہی اللہ اور اپنا رب بنالیا۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳۴ ۳۱ اور بقرہ آیت نمبر ۷۹۔ اس تعلق سے مسند احمد، ترمذی اور ابن جریر وغیرہ ایک حدیث عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی گردن میں چاندی کا صلیب لٹک رہا تھا (انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کر لیا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ توبہ کی یہ آیت نمبر ۳۱ پڑھی (عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ) تو میں نے کہا عیسائیوں نے اپنے عالموں کی عبادت تو نہیں کی (تو پھر رب کیسے بنائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن انہوں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا تو لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کی پیروی کی (یا نہیں؟) یہی ان کی عبادت ہے۔ (ترمذی حدیث نمبر: 3095 علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت نمبر ۳۲ اور ۳۳ میں ان ہی علمائے سوء اور دیگر کفار و مشرکین کے ان کرتوتوں کا بیان ہے جس میں وہ لوگ اسلام کے خلاف پروپگنڈہ کر کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنا چاہتے تھے اللہ نے کہا تم الزامات اور پروپگنڈہ کر کے اللہ کے دین کو مٹانا چاہتے ہو مگر اللہ سے بھی کبھی کوئی جیت سکا ہے؟ تم اپنا کام کرو اللہ اپنا کام کر کے اپنے دین کو ساری دنیا میں پھیلا کر رہے گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾

اے ایمان والو اکثر علماء اور درویشوں (فقیر، صوفی) کا یہ حال ہے کہ لوگوں کے مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں' اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' (اے نبی) اسے آپ دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے (۳۴) جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے اس کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائیگا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا' لہٰذا اب اپنے جمع شدہ دولت کا مزہ چکھو (۳۵)

تشریح آیت نمبر ۳۴-۳۵: (اَحْبَارٌ) رحب کی جمع ہے۔ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو بات کو خوبصورت طریقے سے پیش کرنے کا سلیقہ رکھتا ہو، خوبصورت اور منقش کپڑے کو ثوب محبر کہا جاتا ہے۔ یہاں (اَحْبَارٌ) سے مراد علمائے یہود ہیں اور (رُهْبَانٌ) سے مراد علمائے نصاریٰ۔ ان دونوں جماعت کے علماء ایک تو کلام اللہ میں تحریف وتغیر کر کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق مسئلے بتاتے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے دور کر دیتے تھے۔ دوسرے اس طرح لوگوں سے مال اینٹھتے جو ان کے لئے باطل اور حرام تھا۔ بدقسمتی سے اللہ کے رسول ﷺ کی پیشین گوئی ''تم اپنے پچھلی اُمتوں کے طور طریقوں کو ضرور اپناؤ گے'' (صحیح بخاری حدیث نمبر 6775) کے مطابق آج اس اُمت کے علماء کا بھی یہی حال ہو چکا ہے جو لوگوں کو قرآن وحدیث سے دور کر کے اپنے پیٹ کا جہنم بھرتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ایسے علماء سے ہوشیار ہو کر قرآن وحدیث کو اپنا رہنما بنانا ضروری ہے تاکہ دین ودنیا سنور جائے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۸ / ۱۱

اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے اللہ کی کتاب میں، اس دن سے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، جس میں چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی مستقل ضابطہ ہے لہٰذا ان مہینوں میں (قتال ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جیسے وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے (۳۶) بے شک مہینوں کو پیچھے ہٹا دینا ایک مزید کافرانہ حرکت ہے جس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ وہ ایک سال کسی ایک مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ اللہ کے حرام مہینوں کی گنتی پوری کر لیں اور جسے اللہ نے حرام کیا اسے حلال کر لیں۔ ان کے لئے ان کے برے اعمال خوشنما بنائے گئے ہیں اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا (۳۷)

تشریح ۳۶-۳۷: کفار ومشرکین جنگ وجدل اور خون کا انتقام لینے کے لئے کسی حرام مہینے کو حلال قرار دیتے تھے اور اسکے بدلے میں کسی حلال مہینے کو حرام کر کے۔ اللہ کے مقرر کردہ حرام مہینوں کی تعداد پوری کر دیتے تھے۔ یعنی اللہ نے چار مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کو حرمت والا قرار دیا ہے اُسی دن سے جس دن سے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ یہ کفار ومشرکین کسی سال محرم کے مہینے کا نام صفر یا کچھ اور رکھ لیتے اور اس میں لڑائی جھگڑا، خون خرابہ کرتے پھر دوسرے سال کے آتے ہی کہتے یہ تو محرم کا مہینہ ہے اور صفر کے ماہ میں قتال خون خرابہ کرتے۔ اس طریقے سے اپنی خواہشات کے مطابق مہینے کو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو نکلو تو تم زمین کی طرف بچھ جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا ہے؟ حالانکہ آخرت کے مقابلہ دنیوی (دنیا کی) زندگی کا فائدہ تھوڑا ہے (۳۸) اگر تم (جہاد میں) نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگ لے آئیگا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۳۹) اگر تم اس (نبی) کی مدد نہ کرو گے تو (اس سے پہلے) اللہ نے اسکی مدد کی جب کافروں نے اسے (مکہ سے) نکال دیا تھا۔ جب کہ وہ دونوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض) غار میں تھے اور وہ (نبی) دو میں سے دوسرا تھا اور اپنے ساتھی (ابوبکر) کو کہہ رہا تھا "غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے" پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جو تمہیں نظر نہیں آئے تھے اور کافروں کے قول کو سرنگوں کر دیا اور اللہ کا ہی کلمہ بلند و بالا ہے اور اللہ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے (۴۰)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے جہاد کرنے کا ذکر تھا، اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جہاد نہ کریں رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم یہ احترام والے مہینے ہیں ان میں امن ہونا چاہیئے۔ اب ان آیات میں منافقین کو تنبیہ ہے کہ اے منافقو! تم جہاد سے جی چراتے ہو یاد رکھو کہ اگر تم اسی طرح جی چراتے رہے تو تم رب العالمین کا کچھ نہیں بگاڑو گے اپنی ہی جانوں پر ظلم ڈھانے والے ہو گے۔ اللہ تمہاری جگہ دوسروں کو کھڑا کرے گا یاد کرو وہ دن جب ہمارا رسول غار ثور میں تھا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ساری قوم تلواریں لے کر ان کو تلاش کر رہی تھی اللہ نے اپنے رسول کو بچا لیا۔ اگر کوئی اچھے کام میں حصہ لیتا ہے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے اللہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر اسلام کی خدمت میں تم حصہ نہیں لو گے تو اللہ دوسروں کو کھڑا کریگا اور وہ بھرپور اس میں حصہ لیں گے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا
وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ
عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ
اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ
اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۶ ۱۲
عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ
لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾
لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا
يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ
رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَوْ اَرَادُوا
الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ
انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ
الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

ہلکے بھی نکلو اور بوجھل بھی (با آسانی یا مشکل سے یا خوشی سے یا کراہیت سے جیسے بھی ہو سکے نکلو) اور اپنے اموال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہی بات تمہارے حق میں بہتر ہے کاش تم جانتے ہوتے (۴۱) اگر دنیاوی فائدہ قریب نظر آتا اور سفر بھی واجبی سا ہوتا تو یہ (منافق) آپ کے ساتھ ہو لیتے مگر یہ مسافت انہیں مشکل معلوم ہوئی تو اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ ''اگر ہم تمہارے ساتھ نکل سکتے تو ضرور نکلتے'' یہ لوگ اپنے آپ کو ہی ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ یقیناً جھوٹے ہیں (۴۲) (اے نبی) اللہ آپ کو معاف کرے۔ آپ نے انہیں کیوں (پیچھے رہنے) کی اجازت دے دی؟ حتیٰ کہ آپ پر یہ واضح ہو جاتا کہ ان میں سے سچے کون ہیں اور جھوٹے لوگ کون؟ (۴۳) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے ایسی رخصت (جہاد سے پیچھے رہ جانے کا عذر) نہیں مانگتے کہ انہیں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرنے سے معاف کیا جائے اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے (۴۴) آپ سے رخصت صرف وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے اسی شک میں متردد ہیں (۴۵) اگر ان کا نکلنے کا ارادہ (جہاد کے لئے) ہوتا تو وہ اس کے لئے کچھ تیاری بھی کرتے لیکن اللہ کو ان کی روانگی پسند ہی نہ تھی اس لئے اس نے اُسے سُست بنا دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو۔ (۴۶)

تشریح ۳۸-۴۵: ان آیات میں اللہ نے منافقین کا ذکر کیا ہے کہ جب ان کو جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو طرح طرح سے بہانے بنانے لگتے ہیں اور نبی ﷺ سے گھر میں ہی رہنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کا اللہ اور قیامت کے دن پر

ایمان ہی نہیں ہے اس لئے دنیاوی فائدہ چاہتے ہیں اگر دیکھتے ہیں کہ کسی جہاد میں آسانی سے فتح مل سکتی ہے اور مال غنیمت حاصل ہو سکتے ہیں تو چلے جاتے ہیں اور جو جنگ خطرناک ہوتی اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٤٧ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝٤٨

اگر وہ (منافقین) نکلتے بھی تو تمہارے اندر خرابی ہی کا اضافہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ کے لئے اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے پھر تم میں بھی کچھ ایسے لوگ (بھولے بھالے مسلمان) ہیں جو ان کی باتیں دھیان سے سنتے ہیں' اور اللہ ایسے ظالموں کو خوب جانتا ہے (۴۷) یہ لوگ اس سے پہلے بھی فتنہ انگیزی کر چکے ہیں اور آپ کے اُمور کو درہم برہم کرنے کے لئے اُلٹ پھیر کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کا سچا وعدہ (اسلام کے غلبے کا) آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہوا جب کہ یہ ناک بھوں چڑھا رہے تھے (۴۸)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ منافقین مختلف حیلے بہانے کر کے جہاد میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر ٹوکا کہ آپ ان منافقین کے حیلے بہانے قبول نہ کریں کیونکہ جو سچا مومن ہے وہ حیلے بہانے نہیں کرے گا بلکہ جہاد میں شریک ہونا پسند کرے گا اور جو منافق ہے وہ حیلے بہانے کر کے جہاد میں شریک نہ ہوگا۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی کہ منافقین جہاد کیلئے نہیں نکلے یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے اس لئے کہ اگر یہ جہاد میں تمہارے ساتھ نکلتے تو مسلمانوں کے اندر فتنہ وفساد، اختلاف وانتشار پیدا کر دیتے۔

تشریح آیات نمبر ۴۷-۴۸: ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ منافقین تو جب سے آپ مدینہ میں آئے ہیں آپ کے خلاف فتنے تلاش کرنے اور معاملات کو بگاڑنے میں سرگرم رہے ہیں حتیٰ کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح وغلبہ عطا فرما دیا۔ جو ان منافقین کے لئے بہت ہی ناگوار تھا۔ اس طرح جنگ اُحد کے موقع پر بھی یہ منافقین راستہ سے ہی واپس ہو کر مشکلات پیدا کرنے کی اور اس کے بعد بھی ہر موقع پر بگاڑ کی کوششیں کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا اور اکثر عرب مسلمان ہو گئے۔ (احسن البیان)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ

ان میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے "مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے" سن رکھو فتنہ میں تو یہ لوگ پہلے ہی پڑے ہوئے ہیں اور جہنم ایسے کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (۴۹) اگر آپ

بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ
اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا
مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ
يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ
وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ
تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ
نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ
مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ
مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

کوکوئی بھلائی ملے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر کوئی مصیبت آ پڑے تو کہتے ہیں ''ہم نے تو اپنا معاملہ ہی درست رکھا تھا'' پھر وہ خوش خوش واپس چلے جاتے ہیں (۵۰) ان سے کہئے کہ ''ہمیں اگر کوئی مصیبت آئے گی تو وہی آئیگی جو اللہ نے ہمارے مقدر کر رکھی ہے وہ ہمارا سرپرست ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے (۵۱) پھر ان سے کہئے کہ ''تم ہمارے حق میں جس کا انتظار کر سکتے ہو وہ یہی ہے کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے حق میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تمہیں اپنے پاس سے خود سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے' اس لئے تم بھی انتظار کرو اور تمہارے ساتھ ہم بھی انتظار کرتے ہیں (۵۲)

تشریح ۴۹: ''مجھے فتنے میں نہ ڈالئے'' کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ اگر آپ مجھے اجازت نہیں دیں گے تو مجھے بغیر اجازت رکنے پر سخت گناہ ہوگا۔ اس اعتبار سے فتنہ گناہ کے معنیٰ میں ہوگا یعنی مجھے گناہ میں نہ ڈالئے دوسرا معنی فتنے کا ہلاکت ہے یعنی مجھے ساتھ لے کر ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ (تفسیر احسن البیان) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے اجازت لینے کیلئے جو غیر مؤدبانہ اسلوب اپنایا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گیا تو اس سے بڑھ کر اور کیا فتنہ ہوسکتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ''تیسیر الرحمن لبیان القرآن'')

تشریح آیت ۵۲: ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے گی مطلب یا تو ہم فتح یاب ہو کر دشمن کو شکست دیں گے یا پھر شہادت کا جام پئیں گے۔ دونوں ہی ہمارے لئے خیر کی چیز ہے۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ
مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَا
مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ
اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ
كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ

نیز ان سے کہئے تم چاہے خوشی سے خرچ کرو چاہے کراہیت سے تم سے یہ صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا' کیونکہ تم فاسق لوگ ہو (۵۳) ان سے ان کے صدقات قبول نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اگر نماز کو آتے ہیں تو ڈھیلے ڈھالے اور اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو مجبوراً ہی خرچ کرتے ہیں (۵۴) ان لوگوں کے مال اور اولاد (کی زیادتی) آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں' (کہ کفر کرنے

اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

کے باوجود اللہ نے اتنا مال و دولت کیوں دیا) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعہ (آزمائش کر کے) انہیں دنیا کی زندگی میں سزا دے اور جب ان کی جان نکلے تو اس وقت یہ کافر ہی ہوں (۵۵) وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ''ہم تم ہی میں سے ہیں'' حالانکہ وہ ہرگز تم سے نہیں بلکہ یہ ڈرپوک (بزدل) لوگ ہیں (۵۶) اگر یہ کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا سر چھپانے کی جگہ پالیں تو یہ تیزی سے دوڑتے ہوئے وہاں جا چھپیں (۵۷) اور ان میں کوئی ایسا ہے جو صدقات (کی تقسیم) میں آپ پر الزام لگاتا ہے' اگر انہیں کچھ مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو فوراً ناراض ہو جاتے ہیں (۵۸) کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا تھا اور کہتے: اللہ ہمارے لئے کافی ہے اللہ ہمیں اپنے فضل سے (بہت کچھ) دے گا اور اس کا رسول بھی' ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھتے ہیں (۵۹) صدقات تو اصل میں فقیروں، مسکینوں اور ان کارندوں کے لئے ہے جو ان (کی وصولی) پر مقرر ہیں نیز تالیف قلب اور غلام آزاد کرانے، قرض داروں کے قرض اتارنے، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لئے ہیں' یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے (۶۰)

تشریح آیت ۵۸-۵۹: بخاری و مسلم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ بنی تمیم کے ذوالخویصرہ نامی شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ انصاف سے کام لیجئے، تو رسول ﷺ نے فرمایا: تمہاری بربادی ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ (صحیح بخاری حدیث نمبر 3341) (تفصیل کیلئے دیکھئے تیسیر الرحمن لبیان القرآن) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسا سوچنا ان کی دنیا پرستی اور نفاق کا نتیجہ ہے اگر وہ مخلص مسلمان ہوتا تو اللہ و رسول کی تقسیم پر راضی ہوتا اور کہتا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور اللہ اپنے فضل و کرم سے آئندہ بہت دے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ أُذُنٌ ؕ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

اور ان (منافقین) میں سے کچھ وہ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''وہ کانوں کا کچا ہے'' آپ کہئے یہ کانوں کا کچا ہونا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے وہ اللہ پر اور مومنوں کی بات پر یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم پر ایمان لاتے ہیں ان کیلئے رحمت ہے' رسول اللہ کو جو لوگ دھوکہ دیتے ہیں ان کیلئے دکھ کی مار ہے (۶۱) وہ (منافق) تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمہیں خوش رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ مستحق ہیں اگر وہ ایماندار ہوتے کہ انہیں راضی رکھیں (۶۲) کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہ بہت بڑی رسوائی ہے (۶۳)

ربط آیات ۶۱: گزشتہ آیات میں منافقین کی چالبازیوں اور مکاریوں اور شرارتوں کا ذکر تھا اب ان آیات میں منافقوں کی بعض دوسری برائیوں کا ذکر ہے۔ مثلاً رسول اللہ کے تعلق سے کہتے کہ وہ بس کچے کان کے ہیں ہمارے خلاف ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں۔

تشریح آیات ۶۱: اس آیت میں منافقین کا ذکر ہو رہا ہے نبی ﷺ کے خلاف ایک ہوا چلائی کہ محمد (ﷺ) بہت ہی سیدھا اور بے بصیرت آدمی ہے کہ ہر شخص کی بات مان لیتا ہے۔ ہم بھی جب اسکے سامنے قسم کھاتے ہیں تو ہماری بات بھی مان لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ ہاں، نبی کریم ﷺ سنتے تو ہیں، لیکن وہی باتیں جو مسلمان کیلئے مفید ہوتی ہیں اور جو ان کیلئے باعث رحمت ہوتی ہیں اسلئے کہ وہ نرم خو ہیں۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور مومنین صادقین کی خیر وصلاح سے متعلق باتوں کو مانتے ہیں۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ

منافق اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نہ نازل ہو جائے جو انہیں منافقوں کے دلوں کا حال بتلا دے۔ آپ ان سے کہئے ''اور مذاق کرلو'' جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اسے یقینا ظاہر کر کے رہے گا (۶۴) اور اگر آپ پوچھیں (کہ تم کیا باتیں کرتے ہو) تو کہیں گے: ''ہم تو صرف مذاق اور دل لگی کر رہے تھے'' کہہ دیجئے: کیا تمہاری ہنسی اور دل لگی، اللہ اسکی آیات اور اسکے رسول کے ساتھ ہی

نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۱۴

ہوتی ہے؟ (۶۵) بہانے نہ بناؤ تم فی الواقع ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو' اگر ہم تمہارے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو دوسرے کو ضرور سزا دینگے کیونکہ وہ مجرم ہیں (۶۶)

آیت نمبر ۶۵: منافقین آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے مومنین کا استہزا کرتے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنے سے گریز نہ کرتے جس کی اطلاع کسی نہ کسی طریقے سے بعض مسلمانوں کو اور پھر رسول اللہ ﷺ کو ہو جاتی۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاتا تو صاف مکر جاتے اور کہتے کہ ہم تو یوں ہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہنسی مذاق کے لئے کیا تمہارے سامنے اللہ اور اس کی آیات اور اس کا رسول ہی رہ گیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اگر مقصد تمہارا آپس میں ہنسی مذاق ہی ہوتا تو اس میں اللہ، اس کی آیات اور رسول درمیان میں کیوں آتا۔ یہ یقیناً تمہارے اس خبث اور نفاق کا اظہار ہے جو آیات الٰہی اور ہمارے پیغمبر کے خلاف تمہارے دلوں میں موجود ہے۔

آیت ۶۶: میں یہ بتلایا جا رہا ہے کہ جو تم ایمان ظاہر کرتے ہو، اللہ و رسول کے استہزا کے بعد اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی ہے اول تو وہ بھی نفاق پر ہی مبنی تھا۔ تاہم اس کی بدولت ظاہری طور پر مسلمانوں میں تمہارا شمار ہوتا تھا اب اس کی بھی گنجائش ختم ہو گئی ہے۔ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ سے مراد ایسے لوگ ہیں جنہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور انہوں نے توبہ کر لی اور مخلص مسلمان بن گئے' اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جنہیں توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوئی اور کفر و نفاق پر اڑے رہے اس لئے اس عذاب کی وجہ بیان کر دی گئی ہے کہ وہ مجرم تھے۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

منافق مرد ہوں یا عورتیں، ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں' جو برے کام کا حکم دیتے ہیں اور بھلے کام سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ (بھلائی یا صدقہ سے) کھینچ لیتے ہیں' اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا' یہ منافق دراصل ہیں ہی نافرمان (۶۷) اللہ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں کافی ہے ان پر اللہ کی پھٹکار ہے' اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے (۶۸) یہ انہی لوگوں کی طرح ہیں جو ان سے پہلے تھے وہ لوگ تم سے زیادہ طاقتور اور مال اور اولاد کے لحاظ سے تم سے بڑھ کر تھے' انہوں نے اپنے مقدر کے مزے لوٹے

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور تم نے اپنے مقدر کے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں نے اپنے مقدر کے مزے لوٹے تھے اور تم بھی انہی باتوں میں پڑ گئے جن میں وہ پڑے ہوئے تھے' ایسے ہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں (۶۹) کیا انہیں ان لوگوں کے حالات نہیں پہنچے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں (مثلاً) نوح کی قوم، عاد، ثمود اور ابراہیم کی قوم، مدین کے باشندے اور وہ بستیاں جنہیں الٹ دیا گیا تھا' ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے اللہ کیلئے لائق نہ تھا کہ وہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے (۷۰)

آیت ۶۷: اس آیت میں انہی منافقین کی تردید کی گئی ہے کہ منافقین چاہے مرد ہوں یا عورتیں۔ نفاق اور عدم ایمان میں سبھی ایک جیسے ہیں اور سب کے حالات مومنوں کے حالات سے بالکل مختلف ہیں برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں صلہ رحمی، جہاد اور کسی بھی خیر کے کام میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کی یاد سے قطعی طور پر غافل ہوتے ہیں اس لئے آخر کار اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا اور اپنی رحمت سے محروم کر دیا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۷۰: اس آیت میں انبیاء کو جھٹلانے والے منافقوں کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ اپنے سے پہلے لوگوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔ انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ قوم نوح کو دیکھو کہ ان کے جھٹلانے کا کس قدر خطرناک انجام ہوا ایک عام طوفان آیا جس سے تمام روئے زمین کے جاندار ڈوب گئے، ہاں نوح علیہ السلام کی کشتی والے بچ گئے جو مسلمان تھے۔ عاد پر خیر و برکت سے خالی آندھی مسلط کر دی گئی جس سے سب ہلاک ہو گئے، ثمود کی قوم کو زبردست چیخ سے تباہ کر دیا گیا۔ جب نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ نے آپ کی غیبی امداد فرمائی اور حیرت انگیز معجزے دیئے اور نمرود کو غارت کر دیا۔ مدین والے سخت جھٹکے سے اور بادل والے دن کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ لوطیوں کی بستیاں الٹ دی گئیں اور دبے کے دبے رہ گئے۔ (مُؤْتَفِكَاتٌ سے مراد قوم لوط ہے) جب اس قوم نے لوط علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایسی شرمناک و بیہودہ حرکتیں کیں جو اب سے پہلے دنیا میں نہ تھیں اور ان پر اڑے رہے تو اللہ نے انھیں دور کر دیا۔ پھر فرمایا کہ ان قوموں کے پاس ان کے رسول صاف صاف اور پکی دلیلیں لے کر آئے تھے مگر انھوں نے یہ دلائل بھی ٹھکرا دیئے اور نبی کو نہیں مانا۔ آخر کار اللہ کے عذاب نے انھیں تباہ کر دیا۔ اللہ نے انھیں تباہ کر کے ان پر ظلم نہیں کیا کیونکہ عذاب سے پہلے رسول بھیج کر حجت پوری کر دی تھی اور کتاب بھیج کر ان کے شکوک دور کر دیئے تھے ہاں انہوں نے رسولوں

کو نہ مان کر اور حق ٹھکرا کر خود اپنے اوپر مظالم ڈھائے اور عذاب کے حقدار بنے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ہاں انسان ہی اپنے آپ پیروں پر کلہاڑی مارتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع ۱۵

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں' جو بھلے کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں' وہ نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانتے ہیں' یہی لوگ ہیں' جن پر اللہ رحم فرمائیگا بلاشبہ اللہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے (۷۱) اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن میں نہریں جاری ہیں' ان میں ہمیشہ رہینگے نیز سدا بہار باغات میں پاکیزہ قیام گاہوں کا بھی (وعدہ کر رکھا ہے) اور اللہ کی خوشنودی تو ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی' یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (۷۲)

آیت ۷۱: آیت میں مسلمانوں کے اخلاق حمیدہ کا بیان ہے۔ پہلی صفت، وہ ایک دوسرے کے دوست۔ معاون وغم خوار ہیں۔ جس طرح حدیث میں ہے: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 2266) مومن، مومن کے لئے ایک دیوار کی طرح ہے، جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا: مومنوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور رحم کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم تپ کا شکار ہو جاتا ہے اور بیدار رہتا ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 5552) اہل ایمان کی دوسری صفت یہ ہے کہ (يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ) کہ وہ لوگوں کو بھلائی اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں' اور اس کے بعد وہ نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں گویا کہ وہ ہر معاملے میں اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ تو اللہ نے ایسے لوگوں کیلئے بہت بڑے انعام کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے جنت کی تمام نعمتوں کے بعد اہل جنت کو سب سے بڑی نعمت رضائے الٰہی کی صورت میں ملے گی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6067)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ

اے نبی! کافروں اور منافقوں کا پوری قوت سے مقابلہ کرو' اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت بری جگہ ہے (۷۳) اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ

قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

''انہوں نے یہ بات نہیں کہی'' حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ بکا تھا اور اسلام لانے کے بعد کافر ہوئے ہیں۔ نیز انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کر رکھا تھا جسے وہ کر نہ سکے' اور انہیں کیا چیز بری لگی تھی الّا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنی مہربانی سے انہیں غنی کر دیا' اگر یہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے' اور اگر اعراض کریں تو اللہ انہیں دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت میں بھی اور ان کے لیے روئے زمین پر کوئی بھی حامی وناصر نہ ہوگا (۷۴)

آیت ۷۳: اس آیت میں کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ کفار کے ساتھ جہاد کرنا آسان ہے جبکہ منافقین کلمہ گو ہوتے ہیں اور مسلمانوں میں ملے جلے ہوتے ہیں لہٰذا ان کے ساتھ اس انداز میں جہاد نہیں ہوسکتا تاہم جہاں جہاں یہ اللہ کی حدود کی نافرمانی کریں ان پر حدود نافذ کی جائیں گی۔ یہ آیت غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ تو اپنی طبعی نرمی کی بنا پر اور کبھی حکمت کے تقاضوں کے تحت ان سے چشم پوشی کرتے جب غزوہ تبوک کے بعد اسلامی ریاست مستحکم ہوگئی تو ان سے سختی کرنے کا حکم نازل ہوا۔

آیت ۷۴: وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ ۔ کفر کا کلمہ کیا تھا؟ حقیقت میں ایسے کلمات منافقین نے کتنی مرتبہ بکے۔

ملاحظہ ہو: (المنافقون: ۸۔۷)

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک لڑائی غزوہ تبوک میں عبداللہ بن ابی سے یہ سنا، اے انصار! نبی کے پاس جو لوگ (مہاجرین) ہیں ان کو خرچ کے لئے کچھ نہ دو وہ خود ہی نبی کو چھوڑ کر تتر بتر ہوجائیں گے اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا یعنی وہ خود) ذلت والے (یعنی آپ ﷺ کو) باہر نکال دیں گے۔ میں نے عبداللہ بن ابی کا یہ کلام اپنے چچا (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) یا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بتلا دی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا تو وہ قسمیں کھانے لگے ہم نے ایسا نہیں کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جھوٹا سمجھا اور اسے سچا سمجھا۔ مجھے اس بات کا اتنا غم ہوا جتنا کسی اور بات کا نہ ہوا تھا۔ میں گھر میں بیٹھ رہا۔ مجھے میرے چچا نے کہا ارے تو نے یہ کیا کہا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جھوٹا سمجھا اور تم سے ناراض ہوئے اس وقت یہ آیت (اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ) نازل فرمائی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا۔ سورۃ المنافقون پڑھ کر سنائی اور فرمایا زید (رضی اللہ عنہ) تجھے اللہ نے سچا کہا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 4520)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝۷۵ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝۷۶ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝۷۷ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۝۷۸ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝۷۹ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝۸۰ ع ۱۰/۱۶

اوران میں سے کچھ ایسے ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنی مہربانی سے (مال و دولت) عطا کرے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور نیک بندے بن جائینگے (۷۵) پھر جب اللہ نے اپنی مہربانی سے مال عطا کر دیا تو بخل کرنے لگے اور کمال بے اعتنائی سے (اپنے عہد سے) پھر گئے (۷۶) اور اللہ نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے لئے نفاق ڈال دیا جس دن وہ اس سے ملیں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے (۷۷) کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کے مخفی راز اور سرگوشیوں تک کو جانتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ غیب کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے (۷۸) (ان منافقوں میں سے کچھ ایسے ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور اپنی مشقت کی کمائی کے سوا کچھ نہیں رکھتے یہ منافق ان کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ ان کا مذاق انہیں پر ڈال دے گا اور ان کے لئے المناک عذاب ہوگا (۷۹) آپ ان کیلئے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں (فرق نہیں پڑیگا) اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کریں تو بھی اللہ انھیں معاف نہیں کرے گا وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ اللہ اور اسکے رسول کے منکر ہیں اور فاسقوں کو اللہ راہ ہدایت نہیں دکھاتا (۸۰)

تشریح آیات ۷۵ تا ۸۰: اس آیت میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ بعض منافقوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر انھیں اللہ اپنے فضل سے مال دے گا تو وہ اسے اس کی راہ میں خرچ کر کے نیکوں میں شامل ہو جائیں گے۔ پھر انہوں نے وعدہ خلافی کی اور اپنی بات کا بھی پاس نہیں کیا، اور بخیل بن گئے۔ اللہ نے ان غداروں کو عہد شکنی کی سزا دی کہ مرتے دم تک ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ کیا انہیں یہ خبر نہیں کہ اللہ دل کے ارادے اور سرگوشیاں خوب جانتا ہے اور وہ غیب داں ہے، اسے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ یہ محض زبانی خرچ ہے کہ مالدار ہو جائیں تو کسی کی حق تلفی نہ کریں، مال اللہ کی راہ میں لگائیں، اور حق داروں کو جی کھول کر دیں لیکن اس

بارے میں اللہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ مال دار ہوجانے کے بعد مال کی مستی میں سب کچھ بھول جائینگے، اور کنجوسی پر اتر آئیں گے۔ اللہ تو ہر چھپی کھلی بات کو ہر راز وسرگوشی کو، اور ظاہر وباطن کو خوب جانتا ہے۔

آیت ۷۹: منافقین ہر حال میں مسلمانوں میں عیب لگاتے تھے، اگر کوئی زیادہ مال اللہ کی راہ میں دیتا تو کہتے کہ یہ ریاکار ہے اور اگر کوئی مزدور اپنی مزدوری لاکر صدقہ کے مال میں جمع کر دیتا تو کہتے کہ اللہ کو اتنے تھوڑے مال کی کیا ضرورت تھی۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار صدقہ کیا، اور عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ایک سووسق کھجور صدقہ کیا، تو منافقین نے طنز کیا کہ یہ محض ریاکاری ہے۔ اور ابوعقیل رضی اللہ عنہ نے اپنی مزدوری ایک صاع کھجور لاکر صدقہ کے کھجوروں میں ڈال دیا تو منافقین نے ان کی خوب ہنسی اڑائی اور کہا کہ اللہ ابوعقیل کے ایک صاع کھجور کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کا یہ انجام بتایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کے استہزا کا انتقام ضرور لے گا منافقین کو رسوا کرے گا اور اپنے بندوں کو اونچا کر دکھائے گا۔

آیت ۸۰: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی ہے کہ منافقین اللہ کی مغفرت کے اہل نہیں ہیں اس لئے آپ کو چاہئے ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں برابر ہے۔ اور ستر (۷۰) کا جو عدد ذکر کیا گیا ہے اس سے مقصود مبالغہ ہے۔ یہ نہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ ستر سے زائد بار بھی مغفرت طلب کریں گے تو اللہ منافقوں کو معاف کر دے گا۔ مسند احمد اور صحیحین کی روایت ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنے کیلئے آپ ﷺ سے کہا گیا، آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا کہ کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی پر نماز پڑھیں گے جس نے ایسا اور ویسا کہا تھا اور میں واقعات گنا تا رہا اور رسول اللہ ﷺ مسکراتے رہے جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! الگ ہٹ جاؤ، مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ ستر (۷۰) بار سے زیادہ دعا کرنے سے اسے معاف کر دیا جائے گا تو میں ایسا کروں گا، پھر آپ نے اسکی جنازہ کی نماز پڑھی اور اسکی قبر کے پاس گئے تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ (وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ) کہ آپ منافقین میں سے کسی کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھئے اور اسکی قبر کے پاس نہ جایئے۔ تو اسکے بعد رسول اللہ ﷺ جب تک حیات سے رہے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 1277)

فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ خِلٰفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوۡۤا اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَالُوۡا لَا تَنۡفِرُوۡا فِى	پیچھے رہ جانے والے منافق اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھ رہنے پر خوش ہیں' انہوں نے یہ پسند نہ کیا کہ اپنے اموال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کہنے لگتے کہ: ''ایسی گرمی میں نہ نکلو'' کہہ دیجئے: ''جہنم کی آگ اس

الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا
يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ
اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ
لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ
تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ
اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَلَا
تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى
قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا
وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَا
دُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى
الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَ
اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا
مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ
وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

سے بھی شدید گرم ہے'' کاش ! یہ لوگ سمجھ سکتے (۸۱) انہیں
چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ' جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کا
بدلہ یہی ہے (۸۲) پھر اگر اللہ آپ کو ان منافقوں کے کسی
گروہ کی طرف واپس لائے اور وہ آپ سے جہاد پر نہ جانے
کی اجازت مانگیں تو آپ کہیے: تم میرے ساتھ کبھی نہ نکلو گے
اور نہ ہی میرے ہمراہ دشمن سے جنگ کرو گے' کیونکہ تم پہلی
دفعہ پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش تھے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں
کے ساتھ بیٹھے رہو (۸۳) اور ان منافقوں میں سے کوئی
مرجائے تو نہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اسکی قبر پر کھڑے
ہونا' کیونکہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے کفر کیا اور
نافرمانی کی حالت میں مر گئے (۸۴) اور ان کے اموال اور
اولاد (کی کثرت) سے آپ تعجب نہ کریں اللہ تو چاہتا ہے کہ
انہی چیزوں سے انہیں دنیا میں ہی سزا دے اور اسی کفر کی
حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں (۸۵) اور جب کوئی
سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول
کے ہمراہ جہاد کرو تو ان منافقوں میں مالدار لوگ آپ سے
اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ''ہمیں چھوڑ دیجئے، ہم بیٹھنے
والوں کے ساتھ رہیں (۸۶) ان لوگوں نے پیچھے رہنے والوں
میں شامل ہونا پسند کیا اور انکے دلوں پر مہر لگا دی گئی لہٰذا وہ اب
کچھ نہیں سمجھتے (۸۷) لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو
اسکے ساتھ ایمان لائے تھے اپنے اموال اور جانوں سے جہاد
کیا' ساری بھلائیاں انہی لوگوں کیلئے ہیں اور یہی لوگ فلاح
پانے والے ہیں (۸۸) اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر
رکھے ہیں، جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں
گے' یہی بہت بڑی کامیابی ہے (۸۹) اور دیہاتیوں میں سے

ع ١٧
الْعَظِيْمُ ﴿٨٩﴾ وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٠﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا
عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا
يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا
عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ
لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ص
تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا
يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى
الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

کچھ بہانے ساز آئے کہ انہیں بھی (جہاد سے) رخصت دی جائے اور وہ لوگ بھی بیٹھ رہے جنھوں نے اللہ اور اسکے رسول سے جھوٹا عہد کیا تھا' ان دیہاتیوں میں سے جنھوں نے کفر (کا طریقہ اختیار) کیا عنقریب انہیں المناک عذاب ہوگا (۹۰) کمزور اور مریض اور وہ لوگ جن کے پاس شرکت جہاد کیلئے خرچ کرنے کو کچھ نہیں (پیچھے رہ جائیں) تو حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے خیر خواہ ہوں' ایسے محسنین پر کوئی الزام نہیں اور اللہ درگزر کرنیوالا رحم کرنے والا ہے (۹۱) اور نہ ہی ان لوگوں پر کچھ الزام ہے جو آپ کے پاس آئے کہ آپ انہیں سواری مہیا کریں تو آپ نے کہا کہ ''میرے پاس تمہارے لئے سواری نہیں'' تو وہ واپس چلے گئے اور اس غم سے انکی آنکھیں اشکبار تھیں کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں (۹۲) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو غنی ہونے کے باوجود آپ سے رخصت مانگتے ہیں۔ انہوں نے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ شامل ہونا پسند کیا اور اللہ نے انکے دلوں پر مہر لگا دی لہٰذا اب یہ کچھ نہیں جانتے (۹۳)

آیت ۸۶: دن رات مال جمع کرنے اور اولاد کی فکر میں لگے رہیں اور آخری دم تک انہیں توبہ کرنے اور سچے دل سے ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہو بلکہ یہ مریں تو اپنے مال اور اپنی اولاد ہی کی طرف سے ان کا دھیان ہو نہ آخرت کی فکر اور نہ اللہ سے کوئی غرض، اگرچہ ایک مومن کو بھی اپنے مال اور اولاد کی فکر ہوتی ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کے نزدیک ہر چیز پر مقدم رہتی ہے اس لئے یہ چیزیں اس کے لئے نعمت ہی ہوتی ہیں جان کا وبال نہیں ہوتیں۔

آیت ۸۷: ان پر نہ اللہ ورسول کی بات کا اثر ہوتا ہے اور نہ ہی کسی سمجھانے والے کی نصیحت کا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے اور استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ دل پر چھا جاتا ہے۔ (صحیح ترمذی حدیث نمبر 3334 علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے)

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

جب تم ان کے پاس واپس آؤ گے تو وہ تمہارے سامنے معذرت (شروع) کردیں گے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے: بہانے نہ بناؤ ہم تمہاری باتوں پر یقین نہیں کریں گے' کیونکہ اللہ نے ہمیں تمہارے حالات بتلا دیئے ہیں اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہارے کام دیکھ لیں گے' پھر تم ایسی ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو کہ کھلے اور چھپے سب حالات جانتا ہے وہ تمہیں بتا دیگا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے (۹۴) جب تم ان کے پاس لوٹ کر آؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو' سو تم ان سے اعراض کرنا' کیونکہ وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان کے کاموں کا بدلہ ہے جو وہ کرتے رہے (۹۵) اور تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم راضی ہو جاؤ تو بھی اللہ ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔ (۹۶)

تشریح آیات ۹۴: جو مالدار منافقین بغیر کسی عذر کے غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے، انہی کے بارے میں خبر دی جارہی ہے کہ جب آپ جنگ سے واپس ہوں گے تو آپ کے پاس آکر جھوٹے عذر پیش کریں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ بہانے نہ کرو، ہم تمہاری کوئی بات نہیں مانیں گے، اسلئے کہ اللہ نے ہمیں تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے، اور آئندہ اللہ اور اسکے رسول تمہارا عمل دیکھیں گے اسلئے کہ عمل ہی انسان کی کسوٹی ہے صرف باتوں سے کام نہیں چلتا۔ پھر مرنے کے بعد تم اللہ کے سامنے حاضر ہوگے جو غائب وحاضر کا جاننے والا ہے وہ تمہارے اعمال کی تمہیں خبر دیگا۔ یعنی بدلہ دیگا۔

آیت ۹۵: میں اللہ نے خبر دی ہے کہ یہ منافقین آپ کے پاس آکر قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ انہیں کچھ نہ کہیں، تو آپ ان کی زجر وتوبیخ نہ کریں اور نہ انہیں کوئی سزا دیں یہ تو ناپاک اور خبیث لوگ ہیں، یہ اس قابل بھی نہیں ہیں کہ ان کی پرواہ کی جائے، جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔

آیت ۹۶: میں بتایا گیا ہے کہ ان کے قسمیں کھانے کا صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ آپ انہیں کچھ نہ کہیں، بلکہ یہ چاہتے

ہیں کہ آپ ان سے خوش رہیں جیسے کہ انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں پر مناسب نہیں ہے کہ جن سے اللہ راضی نہیں ہے ان سے تم راضی ہو جاؤ بلکہ تمہاری خوشی اور ناراضگی، اللہ کی خوشی اور ناراضگی کے تابع ہونی چاہئے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾ ع ١٢

دیہاتی عرب کفر اور نفاق میں زیادہ شدید ہیں اور ان میں یہ امکان زیادہ ہے کہ (اس دین کی) حدود کو نہ سمجھ سکیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں، اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۹۷) ان دیہاتیوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے معاملہ میں گردش زمانہ کے منتظر ہیں (حالانکہ) بری گردش انہی پر مسلط ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (۹۸) اور کچھ اعرابی ایسے بھی ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کریں اسے قرب الٰہی اور دعائے رسول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو یہ واقعی ان کیلئے قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ جلد ہی اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا اللہ یقیناً معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۹۹)

آیت ۹۷: میں دیہات کے رہنے والے منافقین کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ انکا کفر و نفاق دوسروں سے زیادہ سخت ہوتا ہے اسلئے ان کے مزاج میں سختی اور وحشت ہوتی ہے اور علماء کی مجالس سے دور ہونیکی وجہ سے قرآن و سنت کی تعلیمات سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ امام احمد ابوداؤد اور ترمذی وغیرہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو بادیہ نشین ہو جاتا ہے اس میں سختی آ جاتی ہے“ (ابوداؤد، حدیث نمبر: 2859) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۹۸: مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا: غَرَامَةٌ جرمانہ کو کہتے ہیں۔ دَوَائِرُ، دَائِرَةٌ کی جمع ہے۔ جب انہوں نے اسلام کو اس کی حقانیت کے دلائل سے متاثر ہو کر قبول نہیں کیا بلکہ حالات کے دباؤ کے تحت قبول کرنا پڑا، جس نے ان کے دل میں نفاق کا مرض پیدا کر دیا ہے تو انہیں یہ زکوۃ یا جہاد کیلئے چندہ بطور تاوان یا جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اب وہ اسی انتظار میں ہیں کہ حالات پلٹا کھائیں اور اسلام سے ان کی جان چھوٹے۔ ان کی اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ”بڑی گردش انہی پہ مسلط ہے“ جب ڈیڑھ دو برس بعد آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو ان لوگوں نے موقع غنیمت جانا اور ان میں سے بعض تو اسلام ہی سے پھر گئے اور بعض نے زکوۃ دینے

سے انکار کردیا جس سے ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۹۹: یہ اعراب کی دوسری قسم ہے جن کو اللہ نے شہر سے دور رہنے کے باوجود اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی اور اس ایمان کی بدولت ان سے وہ جہالت بھی دور فرمادی جو گنوار پن دیہات والوں میں عام طور پر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کردہ کو جرمانہ سمجھنے کے بجائے اللہ کے قرب کا اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہ اشارہ رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل کی طرف ہے، جو صدقہ دینے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کا تھا۔ یعنی آپ ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔ جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ ایک صدقہ لانے والے کیلئے آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4166) اے اللہ! ابی اوفی کی آل پر رحمت نازل فرما۔ (احسن البیان)

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ

ربع وقف منزل

وہ مہاجر اور انصار جنھوں نے سب سے پہلے ایمان لانے میں سبقت کی اور وہ لوگ جنھوں نے احسن طریقے پر ان کی اتباع کی، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے' اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن میں نہریں جاری ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے(۱۰۰) اور تمہارے اردگرد بسنے والے دیہاتیوں میں کچھ منافق موجود ہیں' اور کچھ مدینہ میں بھی موجود ہیں جو اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں انہیں تم نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں' جلد ہی ہم انہیں دو مرتبہ سزا دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے(۱۰۱) کچھ دوسرے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا وہ ملے جلے عمل کرتے رہے کچھ اچھے اور کچھ برے' امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرلے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا رحم کرنے والا ہے (۱۰۲) (اے نبی) آپ ان کے اموال سے صدقہ لیجئے اور ان کے (اموال) کو پاک کیجئے اور ان کا تزکیہ کیجئے پھر ان کیلئے دعا کیجئے' بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے باعث تسکین ہے' اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے(۱۰۳) کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور ان کے صدقہ قبول

يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَ يَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۰۴﴾ وَ قُلِ اعۡمَلُوۡا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَ رَسُوۡلُهٗ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ وَسَتُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمۡ وَ اِمَّا يَتُوۡبُ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

کرتا ہے اور یہ کہ وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۱۰۴) نیز ان سے کہئے کہ عمل کرتے جاؤ۔ اللہ، اس کا رسول اور سب مومن تمہارے طرز عمل کو دیکھ لیں گے' اور عنقریب تم ظاہر اور خفیہ کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے رہے (۱۰۵) نیز کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم تک ٹھہرا ہوا ہے وہ انہیں سزا دے یا ان کی توبہ قبول کرے اور وہ سب جاننے والا حکمت والا ہے (۱۰۶)

آیت ۱۰۲: اوپر ان منافقوں کا بیان ہے جو تکذیب و شک اور بے رغبتی کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے اب گناہ گاروں کا بیان ہے جو اپنی سستی اور آرام طلبی سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے، حالانکہ پکے سچے مسلمان اور حق ماننے والے تھے، انھیں اپنے گناہوں کا اقرار تھا، اور ان کے پاس نیکیاں بھی تھیں، توقع ہے کہ اللہ ان سے درگذر فرمائے اور ان کا قصور معاف فرما دے۔ یہ آیت اگرچہ مخصوص لوگوں کے بارے میں اتری ہے مگر اس کا حکم عام ہے، اور ہر گنہگار و خطا کار، اور نیک و بد عمل کرنے والا اس حکم میں داخل ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: آج کی رات میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے اٹھا کر ایک ایسے شہر کی طرف لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ پھر ہم نے وہاں ایسے آدمی دیکھے، جن کا آدھا جسم تو نہایت خوبصورت تھا مگر آدھا جسم انتہائی گھناؤنا اور بدصورت تھا۔ میرے دونوں ساتھیوں نے ان سے کہا کہ سامنے والی نہر میں جا کر نہا لو، چنانچہ وہ اس نہر میں نہا کر آئے تو اب سراپا حسن و جمال تھے اور ان کی بدصورتی بالکل ختم ہو چکی تھی ان دونوں ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے، اور یہ تمہاری قیام گاہ ہے، اور یہ لوگ اچھے اور برے عمل کرنے والے تھے اللہ نے ان سے درگذر کی اور انھیں بخش دیا۔ (صحیح بخاری ،حدیث نمبر:4306) الفضل الکبیر تفسیر ابن کثیر)

آیت ۱۰۳: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے' وہ سچے مسلمان تھے 'اس لئے جب آنحضرت ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لے آئے تو انھوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے مسجد نبوی کے ستونوں سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے ہمیں نہیں کھولیں گے کچھ کھائے پیے بغیر بندھے رہیں گے' آخر کار ان کی توبہ قبول ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو اپنے دست مبارک سے کھولا۔ (ابن جریر)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگئی تو یہ اپنے اموال لیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارا صدقہ قبول فرمائیے اور ہمارے لئے استغفار کیجیے مگر آپ ﷺ نے صدقہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا کہ اللہ نے مجھے حکم

نہیں دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (وحیدی)

آیت ۱۰۴: اسلئے آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص صدقہ (فرض، زکوۃ یا نفلی صدقہ) لے کر حاضر ہوتا ہے تو دعا فرماتے، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فُلَانٍ کہ اے اللہ! فلاں کے گھر والوں پر اپنی رحمت نازل فرما۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1402)

صدقہ قبول فرماتا ہے کا مطلب (بشرطیکہ وہ حلال کمائی سے ہو) اس میں اضافہ فرماتا ہے جس طرح حدیث میں آیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تمہارے صدقے کی اسی طرح پرورش کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ ایک کھجور کے برابر صدقہ (بڑھ بڑھ کر) احد پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1321) (اشرف الحواشی قرآن مجید)

آیت ۱۰۵: یہ اللہ کی جانب سے ایک قسم کی دھمکی اور خوف دلانے والا اسلوب ہے کہ اے لوگو! تمہارا کوئی عمل اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے مخفی نہیں ہے۔ اس لئے خیر کا کام کرو اور صرف اللہ کی رضا کیلئے کرو اور اس میں عمل صالح کرنے کی ترغیب بھی ہے، اس لئے کہ آدمی کو جب یقین ہوگا کہ اس کا ہر عمل اللہ کے نزدیک لکھا جا رہا ہے تو برے کام سے بچے گا اور خیر کے کام کو کرے گا۔ اور صرف اللہ کی رضا کیلئے کرو۔ اور اس میں عمل صالح کرنے کی ترغیب بھی ہے، اس کے بعد وعید شدید کے طور پر فرمایا کہ دیکھو! تم سب اس اللہ کے سامنے کھڑے ہو گے جو غائب و حاضر سب کو جانتا ہے پھر وہ برے کو برا اور اچھے کو اچھا بدلہ دے گا۔

آیت ۱۰۶: اس سے مراد وہ تین مخلص مسلمان ہیں جو سستی کی وجہ سے غزوہ میں شریک نہیں ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے منافقین کی طرح جھوٹا عذر پیش کر کے معافی بھی نہیں مانگی، ان کا معاملہ معلق رہا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے ان کا سماجی بائیکاٹ کر دیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یا تو وہ انہیں عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا۔ چنانچہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب آگئی اور ان کی توبہ قبول ہوئی جس کا ذکر اسی سورت کی آیت (۱۱۸) میں آئے گا۔

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ

کچھ اور ہیں جنھوں نے مسجد بنائی اس غرض سے کہ وہ (دعوت حق کو) نقصان پہنچائیں' کفر پھیلائیں، مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور یہ ان کیلئے کمین گاہ بنے جو اس سے پیشتر اللہ اور اس کے رسول سے برسر پیکار رہے ہیں' اور (وہ قسمیں) کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ بھلائی کے سوا کچھ نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ یقیناً جھوٹے ہیں (۱۰۷) اے نبی! آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی (نماز کیلئے) کھڑے نہ ہونا' وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی تھی زیادہ مستحق ہے کہ آپ

يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾
اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ
وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ
عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ
جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ
بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ
قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع ١٣ ١١ ٢

اس میں کھڑے ہوں' اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے (۱۰۸) (سوچو) کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اسکی رضا پر رکھی ہو یا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھوکھلے گڑھے کے کنارے پر رکھی ہو جو اس کو بھی لیکر جہنم کی آگ میں جا گرے؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی ہدایت نہیں دیتا (۱۰۹) یہ عمارت (مسجد ضرار) جو ان لوگوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہیگی، مگر یہ کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں' اور وہ سب جاننے والا حکمت والا ہے۔ (۱۱۰)

آیت ۱۰۷: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا یہ مسجد منافقین نے اپنی ناپاک سازشوں کی تکمیل اور تخریب کاری کے اڈہ کے طور پر بنائی اس کام میں بنیادی کردار ابو عامر راہب نے ادا کیا' جس طرح عبداللہ بن اُبی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا سیاسی حریف سمجھتا تھا ،ابو عامر راہب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روحانیت کے میدان میں اپنا حریف سمجھتا تھا۔ جب عرب مشرکین، کفار یہود وغیرہ اسلامی طاقت کا راستہ روکنے میں ناکام رہے تو اس نے قیصر روم کو مسلمانوں کے خلاف لڑانے کی ترکیب سوچی۔ روم جانے سے پہلے منافقین کو مسجد بنانے کیلئے کہہ دیا تا کہ اگر وہ یا اس کا کوئی قاصد آئے تو مسجد میں بیٹھ کر ایسے ناپاک عزائم کی تکمیل کیلئے مشورہ وغیرہ کر سکیں۔

منافقین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم نے یہ مسجد اس لئے بنائی ہے کہ مسجد قبا دور ہے جہاں بارش میں پہنچنا مشکل ہے۔ نیز بارش میں عام مسلمانوں کیلئے بھی وہاں پہنچنا دقت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جا کر برکت کیلئے دو رکعت نماز پڑھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غزوہ تبوک کیلئے جارہے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی پر پڑھانے کا وعدہ کرلیا۔ چنانچہ آپ نے نہ صرف یہ کہ وہاں نماز نہیں پڑھی بلکہ چند ساتھیوں کو بھیج کر وہ مسجد ڈھا دی اور اسے ختم کر دیا۔

آیت ۱۰۸: ابو سعید الخدریؓ کہتے ہیں کہ وہ کونسی مسجد ہے جس کے اول یوم سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی۔ ایک نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہی میری مسجد ہے۔ (ترمذی، حدیث نمبر:323) (تیسیر القرآن)

حدیث میں آتا ہے کہ اس سے مراد اہل قباء ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی تعریف

فرمائی ہے، تم کیا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم ڈھیلے استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر: 83 بحوالہ ابن کثیر) امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ایسی قدیم مساجد میں نماز پڑھنا مستحب ہے، جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی غرض سے تعمیر کی گئی ہوں نیز صالحین کی جماعت اور ایسے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے جو مکمل وضو کرنے اور طہارت و پاکیزگی کا صحیح صحیح اہتمام کرنے والے ہوں۔

آیت ۱۰۹: اس آیت میں مومن اور منافق کے عمل کی مثالیں بیان کی گئی ہیں مومن کا عمل اللہ کے تقویٰ اور اس کی رضامندی کیلئے ہوتا ہے، جب کہ منافق کا عمل ریاکاری اور فساد پر مبنی ہوتا ہے' جو اس حصۂ زمین کی طرح ہے جس کے نیچے سے وادی کا پانی گزرتا ہے اور مٹی کو ساتھ بہا لے جاتا ہے وہ حصہ نیچے سے کھوکھلا رہ جاتا ہے جس پر کوئی عمارت تعمیر کر لی جائے تو فوراً گر پڑے گی۔
ان منافقین کا مسجد بنانے کا عمل بھی ایسا ہی ہے جو انہیں جہنم میں ساتھ لے گرے گا۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۱۱ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۲

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں تورات، انجیل اور قرآن سب کتابوں میں اللہ کے ذمہ یہ پختہ وعدہ ہے' اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو وفا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اے مسلمانو! تم نے جو سودا کیا ہے اس پر خوشی مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے (۱۱۱) (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، حمد کرنے والے، روزہ دار، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کام کا حکم دینے والے، برے کام سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (جو یہ سودا کرتے ہیں) اور ایسے مومنوں کو خوشخبری دیجئے (۱۱۲)

آیت ۱۱۱: ایمان کی حقیقت واضح کی ہے۔ فرمایا: جو لوگ اللہ پر ایمان لائے تو ایمان کا معاملہ یوں سمجھو کہ انھوں نے اپنا سب کچھ اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالا، جان بھی اور مال و متاع بھی اب ان کی کوئی چیز ان کی نہیں رہی، اور پھر اللہ کی طرف سے اس کے معاوضے میں کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ نعیم ابدی کی کامرانیاں انھیں عطا فرمائیں۔
یہ گویا خرید و فروخت کا ایک معاملہ تھا جو اللہ میں اور مومنین میں طے پا گیا اب نہ بیچنے والا اپنی متاع واپس لے سکتا ہے نہ خریدنے

والا قیمت لوٹائے گا۔ اور چونکہ مقصود اللہ کے لطف و کرم کا اظہار تھا اس لئے معاملے کو اپنی طرف سے شروع کیا، نہ کہ بیچنے والوں کی طرف سے۔ یعنی یہ نہیں کہا کہ مومنوں نے بیچ ڈالی، بلکہ کہا: ''اللہ نے مومنوں سے خرید لی'' گویا معاملے کا طالب وہ تھا، حالانکہ ہر طرح کی طلب وضرورت سے وہ پاک ہے اور جو متاع اس نے قبول کی تھی اور جو کچھ معاوضے میں بخشا وہ بھی اس کے سوا اور کس کا ہو سکتا ہے۔

آیت ۱۱۲: آیت اس سورت کے اہم مضامین و معارف میں سے ہے۔ فرمایا: سچے مومنوں کے اوصاف اور رتبے یہ ہیں۔

(ا) ''اَلتَّآئِبُوْنَ'' یعنی وہ جو اپنی توبہ میں سچے اور پکے ہیں اور ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرتے اور اپنی غفلتوں اور لغزشوں پر نادم رہتے ہیں۔

(ب) ''اَلْعٰبِدُوْنَ'' یعنی وہ جو اللہ کی عبادت میں سرگرم رہتے ہیں اور ان کی ساری بندگیاں اور نیاز مندیاں صرف اسی کیلئے ہوتی ہیں۔ عبادت سے مقصود عبادت خاص بھی ہے اور عام بھی' خاص یہ کہ خاص وقتوں اور خاص شکلوں کی عبادت جو دین حق نے قرار دے دی ہے اسے پورے اخلاص اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے اور عام یہ کہ انسان کی فکری حالت عبادت گذار ہو جائے اور پھر وہ جو کچھ بھی سنے، جو کچھ بھی کہے، جو کچھ بھی کرے، سب میں ایک عابدانہ روح کام کر رہی ہو۔

(ج) ''اَلْحٰمِدُوْنَ'' یعنی وہ جو اپنی فکر سے اور اپنے قول سے اللہ کی حمد و ستائش کرنے والے ہیں۔ فکر سے حمد و ستائش یہ ہوئی کہ بحکم ''وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (آل عمران:۱۹۱) آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرنا اور ان تمام کارفرمائیوں کی معرفت حاصل کرنا جو اس کی محمودیت و جمال پر دلالت کرتی ہیں۔ قول سے حمد و ستائش اس فکری حالت کا قدرتی نتیجہ ہے، کیونکہ جس ہستی کی محمودیت دل و دماغ میں بس جائے گی ضروری ہے کہ زبان سے بھی بے اختیار اس کی حمد و ثنا کے ترانے نکلنے لگیں۔

(د) ''اَلسَّآئِحُوْنَ'' وہ جو راہِ حق میں سیر و سیاحت کرتے ہیں یعنی بحکم ''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ'' (آل عمران: ۱۳۷) زمین میں عبرت و نظر کے لئے گردش کرتے ہیں' علم کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ راہ حق میں جدوجہد کرتے ہوئے ایک گوشے سے دوسرے گوشے کا رخ کرتے ہیں، حج کیلئے خشکی و تری کی مسافتیں طے کرتے رہتے ہیں۔

(ہ) ''اَلرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ'' وہ جو اللہ کے آگے جھک جاتے ہیں اور رکوع و سجود سے کبھی نہیں تھکتے۔ یہ رکوع و سجود کی حالت جسم پر بھی طاری ہوتی ہے، قلب پر بھی طاری ہوتی ہے اور زبان پر بھی طاری ہوتی ہے۔

(و) ''اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' وہ جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، یعنی صرف اپنے ہی نفس کی اصلاح پر قانع نہیں ہو جاتے بلکہ دوسروں کی بھی اصلاح کرتے اور دنیا میں حق پھیلانے اور عدالت کے قائم ہونے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

(ز) ''اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ'' یہ آخری وصف اور آخری مقام ہے یعنی وہ جو ان تمام حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں جو

اللہ نے انسان کیلئے ٹھہرا دی ہیں۔

قرآن کی اصطلاح یہ ہے کہ تمام واجبات وحقوق کو خواہ افراد کی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں، خواہ جماعت سے، وہ حدود اللہ سے تعبیر کرتا ہے، یعنی حدیں ہیں جو مقرر کر دی گئیں۔ ان کے ٹوٹنے میں انسانی آرام واطمینان کی بنیادوں کا ٹوٹ جانا ہے۔ یہ کل سات وصف ہوئے اور جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں وہ قابل غور ہے یہ گویا نفس انسانی کے تزکیہ وترقی کے سات درجے ہیں یا سات طبقے جو یکے بعد دیگرے ٹھیک اسی ترتیب سے ایمانی بھلائی میں پیش آتے ہیں۔ (ترجمان القرآن)

آیت ۱۱۲: "اَلسَّآئِحُوْنَ" سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک روزہ دار ہیں۔ بعض نے اس سے مراد مہاجرین لیا ہے اور بعض نے طلاب علم مراد لیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جہاد مراد لیا ہے۔ دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ ابوداؤد نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کی سیاحت جہاد ہے۔ سیاحت سے مراد یہ نہیں ہے کہ آدمی دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت کی نیت سے پہاڑوں، غاروں اور صحراؤں میں چلا جائے۔ اس لئے کہ یہ رہبانیت ہے جس کی اللہ کے رسول نے ممانعت فرمائی ہے۔ اگر زمین فتنوں سے بھر جائے اور دین پر چلنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں جائز ہے کہ شہر اور بستی چھوڑ کر پہاڑوں پر چلا جائے' جیسا کہ بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے مروی ہے کہ فتنوں کے زمانہ میں اپنی بکریاں لیکر پہاڑوں پر چلا جانا بہتر ہوگا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:18)

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّ عَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

نبی اور ایمان والوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کیلئے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں (۱۱۲) جبکہ ان پر بات واضح ہو چکی ہے کہ مشرکین جہنمی (ہوتے) ہیں (۱۱۳) اور ابراہیمؑ نے جو اپنے باپ کیلئے بخشش کی دعا کی تھی تو صرف اس لئے کہ انہوں نے اپنے باپ سے اس بات کا وعدہ کیا ہوا تھا پھر جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے' بلاشبہ ابراہیم نرم دل اور بردبار (انسان) تھے (۱۱۴) اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کیا کرتا حتیٰ کہ ان پر واضح نہ کر دے کہ انہیں کن کن باتوں سے بچنا چاہئے' اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کا جاننے والا ہے (۱۱۵) آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کیلئے ہے' وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی والی مددگار نہیں (۱۱۶)

آیت ۱۱۳: اس آیت کی تفسیر صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمّ بزرگوار ابوطالب کا آخری وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے جبکہ ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: چچا جان "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھ لیں تا کہ میں اللہ کے ہاں آپ کیلئے حجت پیش کرسکوں" ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: "اے ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے مذہب سے انحراف کروگے؟ (یعنی مرتے وقت یہ کیا کرنے لگے ہو، حتیٰ کہ اس حال میں ان کا انتقال ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اللہ کی طرف سے مجھے روک نہیں دیا جائے گا، میں آپ کیلئے استغفار کرتا رہوں گا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4307) اور سورۂ قصص کی آیت ۵۶ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ بھی اس سلسلے میں نازل ہوئی۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١١٧ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝١١٨ ع ۱۴

اللہ تعالیٰ نے نبی، مہاجرین اور انصار پر مہربانی کی جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت اس کا ساتھ دیا تھا اگرچہ اس وقت بعض لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چکے تھے پھر اللہ نے ان پر رحم فرمایا' کیونکہ اللہ مسلمانوں پر بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے (۱۱۷) اور ان تین آدمیوں پر بھی (مہربانی کی) جن کا معاملہ ملتوی رکھا گیا تھا۔ حتیٰ کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور انکی اپنی جانیں بھی تنگ ہوگئیں اور انہیں یہ یقین تھا کہ اللہ کے سوا ان کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں' پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تا کہ وہ توبہ کریں اللہ تعالیٰ یقیناً توبہ قبول کرنیوالا رحم کرنیوالا ہے (۱۱۸)

آیت ۱۱۷: غزوۂ تبوک کے موقع پر اہل ایمان سے جو قصور سرزد ہوئے تھے ان پر پچھلی آیات میں سخت گرفت کی گئی ہے لیکن جب ان میں اپنی غلطی کا احساس پیدا ہوگیا اور انھوں نے معافی مانگ لی تو انہیں قبولیتِ توبہ کی بشارت سنائی گئی اور اس بشارت کا دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ جو قصور بھی اس سے پہلے سرزد ہوئے تھے ان سب کیلئے معافی کا اعلان ہوگیا یہ گویا بارانِ رحمت تھی جس نے گرم ماحول کو خوشگوار بنا دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ تبوک کے موقع پر جو بھول ہوئی تھی اس کا ذکر آیت ۴۳ میں گذر چکا وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے استطاعت کے باوجود جنگ میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کی تھی آپ نے ان کو محض اپنی نرم دلی اور اپنے کریمانہ اخلاق کی بنا پر اجازت دیدی تھی۔ یہ ایک معمولی غلطی تھی۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار پر نظر رحمت فرمائی تو سب سے پہلے وہ اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نبی کی طرف

متوجہ ہوا۔ تنگی کے وقت سے مراد غزوۂ تبوک ہے جس کی مشکلات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سخت گرمی کے زمانہ میں تقریباً سات سو کیلومیٹر کا طویل سفر غذا اور پانی کی شدید قلت سواری کا یہ حال کہ ایک اونٹ پر باری باری سے کئی افراد سوار ہو جاتے اور پھر مقابلہ روم کی زبردست طاقت سے۔ ایسے سخت وقت میں جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اور اس کڑی آزمائش میں پورے اترے وہ جب مدینہ واپس ہوتے ہیں تو وہاں رحمتِ الٰہی ان کے استقبال کیلئے موجود تھی۔ جو قصور ان سے سرزد ہوئے تھے وہ معاف کر دیئے گئے اور ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ اس کڑی آزمائش میں قریب تھا کہ بعض مخلصین سے بھی کمزوریوں کا صدور ہو جائے مگر ان کا خلوص، ان کی کمزوریوں پر غالب آ گیا اور اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔

آیت ۱۱۸: یہ تین اشخاص کعب بن مالکؓ، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ ہیں۔ یہ حضرات مخلص مومن تھے، لیکن محض سستی اور غفلت کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس لئے ان کا معاملہ جیسا کہ آیت ۱۰۶ میں بیان ہوا ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اس آیت نے ان کی توبہ کی قبولیت کی بشارت سنا دی۔ کعب بن مالکؓ نے جو ان تین اشخاص میں شامل ہیں، اپنا قصہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو بخاری اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ ہم یہاں بخاری کی حدیث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو پیچھے رہ جانے والوں نے آ کر اپنے عذرات پیش کر دیئے۔ لیکن کعب بن مالکؓ نے حاضر خدمت ہو کر صاف صاف عرض کیا کہ میرے لئے کوئی معقول عذر نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے سچ کہا اب اٹھو اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں چلا گیا بعد میں معلوم ہوا کہ مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ جو بدری ہیں کا معاملہ میری ہی طرح ہے۔ وہ دونوں گھروں میں بیٹھ گئے اور روتے رہے اور میں باہر جاتا رہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم تینوں سے کلام کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اس لئے کوئی شخص بھی مجھ سے بات نہ کرتا تھا، ایک روز بازار سے گذر رہا تھا کہ ایک شخص نے شاہ غسان کا ایک خط میرے حوالہ کیا جس میں لکھا تھا کہ آپ کے رفیق نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے، اگر آپ ہمارے پاس آ جائیں تو ہم آپؓ کی قدر کریں گے۔ کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس خط کو پڑھا تو کہا یہ بھی ایک آزمائش ہے اور اس خط کو چولہے میں جھونک دیا۔

جب چالیس روز گزر گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے اس سے کہا کہ میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہاں رہو جب تک اللہ اس معاملہ میں فیصلہ نہ فرما دے۔ اس حال میں پچاس دن گذر گئے جبکہ میرا جینا دوبھر ہو گیا تھا اور زمین مجھ پر تنگ ہو چکی تھی۔ یکا یک ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو مجھے قبولیتِ توبہ کی بشارت دینے کیلئے پکار رہا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ آپ نے مجھے بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دن تمہاری زندگی میں بہترین دن ہے۔ میں نے عرض کیا میری توبہ کی قبولیت کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنا تمام مال بطور صدقہ پیش کر دوں۔ آپ نے فرمایا: بہتر ہے کچھ اپنے لئے رکھ لو۔ میں نے عرض کیا: خیبر والا حصہ اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اللہ نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی، میری توبہ میں یہ بات شامل ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا کوئی بات نہ کروں گا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4066)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو (۱۱۹) اہل مدینہ کیلئے اور ان دیہاتیوں کیلئے جو ان کے گردو نواح میں بستے ہیں' یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ جہاد میں رسول اللہ سے پیچھے رہ جائیں اور اپنی جانوں کو آپ کی جان سے عزیز تر سمجھیں یہ اس لئے کہ مجاہدین اللہ کی راہ میں پیاس، تکان یا بھوک کی جو بھی مصیبت جھیلتے ہیں یا کوئی ایسا مقام طے کرتے ہیں جو کافروں کو ناگوار ہو یا دشمن سے وہ کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو ان کیلئے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ یقیناً اچھے کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (۱۲۰) نیز (یہ مجاہدین) جو بھی تھوڑا یا زیادہ خرچ کرتے ہیں یا کوئی وادی طے کرتے ہیں تو یہ چیزیں ان کے حق میں لکھ دی جاتی ہیں تا کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہتر صلہ عطا کرے جو وہ کرتے رہے (۱۲۱)

آیت ۱۲۱: اس آیت میں جہاد میں خرچ کرنے والوں کے ثواب کو بیان کیا کہ یہ غازی اللہ کی راہ میں جو کچھ تھوڑا بہت خرچ کرتے ہیں اور دشمن کی طرف بڑھنے کیلئے جو قدم اٹھاتے ہیں سب ان کیلئے لکھ لیا جاتا ہے۔ (یہاں لفظ ب استعمال نہیں کیا، جیسا کہ اجر کے بیان میں استعمال کیا ہے، کیونکہ وہ افعال غیر اختیاری تھے اور یہ اختیاری ہیں۔ اسلئے یہاں فرمایا کہ انھیں ان کے عملوں کا اچھے سے اچھا بدلہ ملے گا) اس آیت سے عثمانؓ نے بہت فائدہ اٹھایا کیونکہ آپ نے جنگ تبوک کے موقع پر بہت کچھ خرچ کیا اور بھاری رقم اللہ کی راہ میں دی، عبدالرحمن بن حباب سلمیؓ نے فرمایا: رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے ایک تقریر فرمائی اور اس میں مسلمانوں کو جنگ تبوک میں حصہ لینے کی رغبت دلائی، عثمانؓ نے فرمایا کہ سو اونٹ مع کجاووں پالانوں اور رسیوں کے میرے ذمہ ہیں۔ پھر آپ منبر کی ایک سیڑھی سے نیچے اترے اور پھر مسلمانوں کو مالی امداد کا شوق دلایا۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ مزید سو اونٹ معہ کجاووں، پالانوں اور رسیوں کے دونگا، فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خوش ہو کر اپنا ہاتھ ہلا کر فرما رہے ہیں۔ آج کے بعد عثمانؓ اگر کوئی عمل نہ بھی کریں تو ان کیلئے یہی عمل کافی ہے۔ (عبداللہ بن امام احمدؒ) نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے اس موقعہ پر ایک ہزار اشرفیاں بھی لا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں ڈال دیں۔ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ انھیں الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج کے بعد عثمان بن عفانؓ کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائیگا، آپ نے یہ اشرفیاں اسی جنگ پر خرچ فرمائیں۔ پھر فرمایا کہ مجاہد جس قدر راہ طے کر رہے ہیں، اسی قدر اجر ان کیلئے لکھا جا رہا ہے۔ یعنی مجاہد جس قدر اللہ کی راہ میں گھر

سے دور ہوتا جاتا ہے اس قدر وہ اللہ سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ (مسند احمد 5/63) (تفسیر ابن کثیر)

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ ع

مومنوں کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ سب ہی نکل کھڑے ہوں۔ پھر ایسا کیوں نہ ہوا ہر فرقہ میں سے کچھ لوگ دین میں سمجھ پیدا کرنے کیلئے نکلتے تا کہ جب وہ ان کی طرف واپس جاتے تو اپنے لوگوں کو (برے انجام سے) ڈراتے' اس طرح شاید وہ برے کاموں سے بچے رہتے (١٢٢)

آیت ١٢٢: جو مسلمان مدینہ سے دور رہتے تھے ان کیلئے مجلس نبوی کی حاضری مشکل تھی اور اس مشکل نے ان کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں مسائل پیدا کر دیئے تھے۔ ایک طرف اسلام کا حلقہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف تعلیم و تربیت کی کمی کی وجہ سے نام نہاد مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس مسئلہ کا حل اس آیت میں پیش کیا گیا اور وہ یہ کہ تمام مسلمان تو دین کا علم اور فہم حاصل کرنے کیلئے مدینہ نہیں آ سکتے لیکن ہر بستی اور ہر قبیلہ کے لوگوں میں سے کچھ لوگ تو ایسے نکل سکتے ہیں جو مرکز علم میں آ کر دین کا علم حاصل کریں اور اس میں سمجھ پیدا کریں اور پھر واپس جا کر اپنی بستی یا اپنے قبیلہ والوں کو اس سے آگاہ کریں تا کہ ان میں دین کا شعور پیدا ہو اور وہ نافرمانی اور گناہ کی باتوں سے بچیں۔

اس سے جو اصولی ہدایتیں ملتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(١) علم دین بنیادی اہمیت رکھنے والی چیز ہے۔ لوگ اگر شرعی حدود سے واقف نہ ہوں تو وہ صحیح اسلامی زندگی بسر نہیں کر سکتے اور اگر دین کا شعور نہ ہو تو ان میں گناہ کی ذہنیت یہاں تک کہ کفر و نفاق بھی پرورش پا سکتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں میں علم دین کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

(٢) علم دین کو عام کرنے کیلئے حالات کی مناسبت سے مختلف طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ تعلیم و تربیت اور ارشاد و تدریس کے مرکز قائم کئے جائیں اور وہاں متعلقہ علاقہ کے ہر گوشہ سے لوگوں کی ایک تعداد پہنچ کر استفادہ کرے اور پھر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر عام لوگوں کو دین کی تعلیمات سے واقف کرانے کی کوشش کریں۔

موجودہ زمانے میں یہ کام مقامی طور سے بھی انجام پا سکتا ہے۔ مثلاً مساجد میں قرآن و حدیث کے درس کا سلسلہ دینی اجتماعات، مدارس وغیرہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا مَآ

اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جن کا علاقہ تمہارے ساتھ ملتا ہے' اور ان کے ساتھ تمہیں سختی سے پیش آنا چاہئے اور یہ جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے (١٢٣) اور جب کوئی نئی سورت

أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾

نازل ہوتی ہے تو منافقوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ''اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) جو ایمان لاتے ہیں اس نے حقیقت میں ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے اور وہ (اس سورت کے نزول پر) خوش ہوتے ہیں (۱۲۴) رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے تو اس سورت نے ان کی (پہلی) ناپاکی پر مزید ناپاکی کا اضافہ کر دیا اور وہ مرتے دم تک کافر کے کافر ہی رہے (۱۲۵) کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک بار یا دوبار کوئی نہ کوئی مصیبت پیش آ جاتی ہے پھر بھی یہ لوگ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں (۱۲۶) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں: کیا تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے؟'' پھر وہاں سے واپس چلے جاتے ہیں اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے کیونکہ یہ لوگ ہیں ہی ایسے جو کچھ بھی نہیں سمجھتے (۱۲۷)

آیت ۱۲۳: اللہ تعالیٰ نے جہاد کے سلسلہ میں یہ حکم دیا کہ پہلے ان کافروں سے جنگ کی جائے جو مدینہ کے قریب رہتے ہیں اور جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو آگے بڑھا جائے اور ان کے بعد رہنے والے کافروں سے جنگ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول کو برتا۔ چنانچہ آپؐ کی جہادی کوششوں کے نتیجہ کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں جزیرۂ عرب مشرکین سے پاک ہو گیا، تو اہل کتاب تک دعوت اسلام پہنچانے کیلئے تبوک تک گئے اور وہاں بیس دن رہنے کے بعد واپس ہوئے اور اس غزوہ سے اسلام کو عظیم فوائد حاصل ہوئے جنکی کچھ تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین نے اپنے اپنے دور میں جہاد کی تحریک کو جاری رکھا یہاں تک کہ اردن، شام، عراق اور فارس کے علاقے اسلام کے زیر نگیں ہو گئے۔ اسلام کا جھنڈا ہر طرف لہرانے لگا اور دیگر ذرائع سے دولت کی ریل پیل ہو گئی۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے کسی قسم کی نرمی کا مظاہرہ نہ کریں، ورنہ اس کے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کیلئے نرم اور کافروں کیلئے سخت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس کی تاکید فرمادی ہے۔

آیت ۱۲۶: آیت میں اگرچہ منافقوں کا ذکر ہے، لیکن قرآن کے تمام بیانات کی طرح یہاں بھی مقصود یہ ہے کہ غفلت انسانی کی ایک عام تصویر سامنے آ جائے۔

افراد کی زندگی ہو یا جماعت کی لیکن ہر ہلاکت و بربادی کے بعد تم سراغ لگاؤ گے تو پاؤ گے کہ ان کی ہلاکت اچانک ان پر نہیں آ گری تھی۔ وہ مدتوں تک ان پر منڈلاتی رہی لیکن اتری نہیں۔ وہ اپنی آمد کی علامتیں بھیجتی رہی۔ ان کی زندگی کا کوئی برس، کوئی مہینہ، بلکہ کوئی دن اس سے خالی نہیں گیا۔ لیکن جب یہ ساری تنبیہیں بے کار ہوئیں اور وہ غفلت وگم راہی سے باز نہ آئے تو پھر ان پر ہلاکت اتر آئی، کیونکہ یہ ان کی ''اصل موت تھی اور جب موت آ جائے تو وہ ٹل نہیں سکتی۔

الٰہی قوانین بھی اس کے جسمانی قوانین کی طرح ہیں۔ تم بد پرہیزی کرتے ہو تو فوراً نہیں مر جاتے البتہ موت کے پیام آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ پیام کیا ہیں؟ بیماریاں ہیں جو موت کی طرف سے آنے لگتی ہیں۔ تاکہ تمہیں بروقت ہوشیار کر دیں۔ اگر تم ہوشیار ہو گئے تو وہ رک جائیگی، ٹھیک ایسا ہی معاملہ جماعتوں اور قوموں کے ساتھ بھی پیش آتا ہے اور ایسا ہی معاملہ افراد کی معنوی سعادت و شقاوت کا بھی سمجھو۔ جو نصیحت پکڑ لے اور باز آ جاتے ہیں جو اڑے رہتے ہیں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہی حقیقت ہے جسے قرآن نے جا بجا امہال، تربص اور تمتع سے بھی تعبیر کیا ہے۔ (ترجمان القرآن)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٢٨ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝١٢٩ ع ١٦/٥

(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ (تمہاری فلاح کا) حریص ہے مومنوں پر نہایت مہربان اور رحم والا ہے (۱۲۸) پھر بھی اگر یہ لوگ اعراض کریں تو کہہ دیجئے: ''مجھے میرا اللہ کافی ہے۔ جس کے سوا کوئی الہ نہیں میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے (۱۲۹)

آیت ۱۲۸: نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی امت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ اس سورت کا اختتام اسی نعمت عظمیٰ کے ذکر خیر پر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام قبائل عرب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس نے اپنی پیغام رسانی کے لئے تم پر مہربانی کرتے ہوئے ایک ایسے انسان کو چنا ہے جو تم ہی میں سے ہیں اور تمہاری زبان بولتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قبیلۂ عرب سے خاندانی تعلق ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ یونس

سورۂ یونس مکی ہے، اس میں ۱۰۹ آیتیں اور ۱۱ رکوع ہیں۔

تعارف: سورۂ یونس میں حکمت سے بھری آیات ہیں۔

کفار قریش کو چاہئے تھا کہ وہ اس کی قدر کرتے اور حق کو اختیار کرتے تو فائدے میں رہتے کیونکہ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو برے اعمال کرتے ہیں دنیا اور آخرت کی بربادی کی وارننگ دی ہے اور جو لوگ حق کو قبول کرتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کی بشارت سنائی ہے۔

سورۂ یونس سے سورۂ نور تک کی سورتوں میں یہ بیان ہے کہ محمد ﷺ کی دعوت سے حق و باطل کے درمیان جو کشمکش برپا ہو چکی ہے وہ بالآخر پیغمبر ﷺ اور اہل ایمان کی کامیابی و فتح مندی اور قریش کی ذلت و رسوائی پر انجام کو پہنچنے والی ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ اس میں قریش کے لئے انذار اور پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ کیلئے بشارت ہے۔ قریش پر عقل و فطرت اور آفاق و انفس کے دلائل اور تاریخ و نظام کائنات کے شواہد سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جو حق تمہارے پاس آچکا ہے۔ اگر اس کی مخالفت میں تمہاری یہی روش قائم رہی تو بہت جلد وہ وقت آرہا ہے جب تم اس کا انجام بد اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ دنیا میں تم سے پہلے لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی ہے جو حشر ان کا ہوا ہے اور جن کے عبرت انگیز آثار تمہارے اپنے ملک میں موجود ہیں وہی حشر تمہارا ابھی ہونا ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبر و استقامت اور تقویٰ کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ جس حق کو لے کر تم اٹھے ہو انجام کار کی کامیابی اور فیروز مندی اسی کا حصہ ہے۔ آفاق و انفس اور تاریخ اقوام و ملل کے دلائل و شواہد سب تمہارے ہی حق میں ہیں۔ البتہ سنت الٰہی یہ ہے کہ حق کو غلبہ اور کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لئے آزمائش کے مختلف مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان مرحلوں سے لازماً تمہیں بھی گزرنا ہے۔ اگر یہ مرحلے تم نے عزیمت و استقامت کے ساتھ طے کر لئے تو دنیا اور آخرت میں کامیابی تمہارا ہی حصہ ہے۔

اس سورہ کی حقیقت اس کی دوسری ہی آیت سے واضح ہو رہا ہے۔ فرمایا: ''لوگوں کو آگاہ کر دو اور اہل ایمان کو خوشخبری پہنچا دو کہ ان کے رب کے پاس ان کے لئے حقیقی عزت و مرتبہ ہے کافروں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے''۔ (یونس:۲)

سورۂ ہود میں اس حقیقت کو یوں واضح فرمایا ہے: "پس ثابت قدم رہو۔ انجام کار کی کامیابی متقین ہی کیلئے ہے''۔ (ہود:۴۹)

بے شک جوتقویٰ اختیار کریں گے اور ثابت قدم رہیں گے تو اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کریگا۔ (یوسف:۹۰)

سورۂ رعد میں اس صبر وتقویٰ کی کسی قدر تفصیل بھی آ گئی ہے: ''اور جو لوگ اپنے رب کی رضا جوئی میں جمے رہے اور نماز کا اہتمام کیا اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق بخشا اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کیا اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے رہے، وہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کے گھر کی کامیابی ہے''۔ (الرعد:۲۲)

سورۂ ابراہیم میں اس کلمہ توحید کی طرف بھی اشارہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں اہل ایمان کے ثابت قدمی کا ضامن ہے۔

''اللہ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت میں قول محکم کی بدولت ثبات قدمی بخشے گا اور ظالموں کو نامراد کر دیگا''۔ (ابراہیم:۲۷)

سورۂ نحل میں ہے: ''جن لوگوں نے بھلائی اختیار کی ان کیلئے اس دنیا میں بھی اچھا صلہ ہے اور آخرت کا گھر اس سے کہیں بہتر ہے اور کیا ہی اچھا ہے متقین کا گھر''۔ (النحل:۳۰)

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ سیدھی راہ قرآن کی بتائی ہوئی راہ ہے اور جن لوگوں نے یہ راہ اختیار کر لی ہے دنیا اور آخرت کی کامیابی کی خوشخبری انہی کیلئے ہے۔

بے شک یہ قرآن اس راستہ کی طرف رہنمائی کر رہا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ان مومنین کو جو نیک عمل کر رہے ہیں ایک اجر عظیم کی بشارت دے رہا ہے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کیلئے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (بنی اسرائیل:۹۔۱۰)

سورۂ انبیاء میں ہے: اور ہم نے زبور میں یاد دہانی کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ (الانبیاء:۱۰۵) سورۂ نور میں یہ بشارت واضح سے واضح تر ہوگئی ہے: ''تم میں جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان لوگوں کو خلافت عطا فرمائی جو ان سے پہلے گزرے اور ان کے اس دین کو مستحکم کرے گا جس کو ان کیلئے پسند فرمایا اور ان کی اس خوف کی حالت کو امن سے بدل دیگا''۔ (النور:۵۵)

اٰیاتھا ۱۰۹ ۱۰ سُوْرَۃُ یُوْنُسَ مَکِّیَّۃٌ ۵۱ رکوعاتھا ۱۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۲

وقف النبی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓر، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں (۱) کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ انہی میں سے ایک آدمی پر ہم نے وحی کی کہ وہ لوگوں کو ڈرائے اور ایمان لانے والوں کو یہ خوشخبری دے کہ ان کے رب کے ہاں ان کیلئے حقیقی عزت اور مرتبہ ہے تو کافروں نے کہہ دیا کہ یہ صاف جادو ہے۔ (۲)

تشریح آیت ۱: یہ حروف مقطعات ہیں ان کا واضح مفہوم متعین کرنا مشکل ہے۔ راجح قول کے مطابق یہ عرب اہل لسان کو چیلنج ہے قرآن انہی بنیادی حروف سے مرکب ہے اگر تمہیں اس میں شک ہے تو تم بھی اس جیسا کلام بنالاؤ۔ واللہ اعلم۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھیں (البقرۃ: ۲۔۱)

اَلْحَکِیْمُ، یہ کتاب یعنی قرآن مجید کی صفت ہے۔ اس کے ایک تو وہی معنی ہیں جو ترجمہ میں اختیار کئے گئے ہیں۔ اس کے اور بھی کئی معنی کئے گئے ہیں۔ مثلاً اَلْمُحْکَمُ یعنی حلال وحرام اور حدود واحکام میں محکم (مضبوط) ہے حکیم معنی حاکم یعنی اختلافات میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب۔ (البقرۃ: ۲۳) حکیم بمعنی محکوم فیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کئے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶

تمہارا رب یقیناً وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر قرار پکڑا وہی کائنات کا انتظام چلاتا ہے، کوئی اس کے ہاں سفارش نہیں کرسکتا مگر یہ کہ اس کی اجازت ہو ان صفات والا تمہارا رب ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو کیا تم غور نہیں کرتے؟ (۳) تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے، وہی خلقت کی ابتدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اور جنہوں نے کفر کیا ان کیلئے کھولتا ہوا پانی اور المناک عذاب ہوگا یہ اس انکار حق کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے (۴) وہی تو ہے جس نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بنایا اور چاند کیلئے منزلیں مقرر کردیں تا کہ تم برسوں اور تاریخوں کا حساب معلوم کرسکو اللہ نے یہ صرف حقیقی غایت کیلئے پیدا کی ہیں وہ اپنی نشانیاں ان کیلئے تفصیل سے بیان کرتا ہے جو کچھ علم رکھتے ہیں (۵) یقیناً رات اور دن کی تبدیلی میں اور ان چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیں متقی قوم کیلئے نشانیاں ہیں (۶)

۵۔دنیا کی ایک ایک چیز اللہ کے کمال وقدرت کو اور اس کے عظیم غلبہ کو بتارہی ہے، اس نے سورج کی کرنوں سے روشنی پھیلائی اور چاند کی کرنوں سے ٹھنڈی اور دلفریب چاندنی پیدا کی، وہ کمال بھی حیرت انگیز اور یہ کمال بھی تعجب خیز دونوں میں آسمان وزمین کا فرق، سورج کی کرنیں بالذات نورانی ہیں، اور چاند کی کرنیں بواسطہ سورج کے۔ دن میں سلطان آفتاب کا دور دورہ رہتا ہے، اور رات کو سلطان ماہتاب کا پھر چاند کی منزلیں مقرر ہیں، فرمایا: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ (یٰسین: ۳۹) ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کردیں حتیٰ کہ وہ کھجور کی پرانی ٹیڑھی ٹہنی کی طرح رہ جاتا ہے نہ سورج چاند کو پکڑتا ہے اور نہ چاند سورج کو اور نہ رات دن سے آگے بڑھتی ہے (اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ) (الرحمن: ۵) سورج اور چاند ایک حساب اور اندازے کے ساتھ ہیں، سورج سے دن رات کا پتہ چلتا ہے، اور چاند سے مہینوں اور سالوں کا اللہ نے یہ سب چیزیں کسی حکمت سے بنائی ہیں، یونہی بیکار نہیں پیدا کیں، دنیا کی ایک ایک چیز میں اس کی زبردست حکمت اور معقول حجت کارفرما ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ الخ (ص: ۲۷) نے زمین و آسمان اور ان کی درمیانی تمام چیزیں یونہی بیکار نہیں پیدا کیں، ایسا تو کافروں ہی کا گمان ہے پھر کافروں کیلئے جہنم میں ویل وخرابی ہے۔ پھر فرمایا: ہم اہل علم کیلئے دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ اس سے اہل علم کی فضیلت ثابت ہوئی۔

۶۔یعنی دن رات کے آنے جانے کے، ایک کے جاتے ہی فوراً دوسرا آجاتا ہے اور ایک سکینڈ دیر نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ فرمایا: يُغْشِي الَّيْلَ وَالنَّهَارَ الخ (الاعراف: ۵۴)

رات، دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور دوڑ کر اسے پکڑ لیتی ہے۔ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَا الخ (یٰس: ۴۰) سورج چاند کو اور چاند سورج کو نہیں پکڑتا، اور نہ دن رات پر اور نہ رات دن پر سبقت کرتی ہے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ الخ (الانعام: ۹۶) وہی صبح کی پو پھاڑنے والا ہے اور اسی نے آرام کیلئے رات بنائی ہے۔ پھر فرمایا کہ آسمان وزمین کی تمام مخلوق اللہ کی عظمت وعزت پر گواہ ہے، اور اس کی عظیم قدرت کی زبردست نشانی ہے فرمایا: وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ (یوسف: ۱۰۵) جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے: جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی زبانوں پر تسبیح وتحمید کا ایسے الہام ہوگا جیسے سانس (الہام) کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5066)

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

جو ہماری ملاقات کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر ہی راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری قدرت کی نشانیوں سے غافل ہیں (۷) ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان کاموں کا بدلہ ہے جو وہ کرتے رہے (۸) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ان کے ایمان کی وجہ سے ان کا رب انہیں ایسی نعمتوں والے باغوں کی راہ دکھلائے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہاں ان کی پکار یہ ہوگی ''اے

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

ع

اللہ تو پاک ہے'' اور ان کی باہم دعا یہ ہوگی (۹) ''تم پر سلامتی ہو'' اور خاتمہ کلام اس پر ہوگا کہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے (۱۰) اور اگر اللہ بھی لوگوں کو برائی پہنچانے میں جلدی کرتا جیسے وہ طلب بھلائی میں کرتے ہیں تو ان کی مدت پوری ہو چکی ہوتی لہٰذا جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے انہیں ہم ان کی سرکشی میں بھٹکتے رہنے کیلئے کھلا چھوڑ دیتے (۱۱) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں اپنے پیر پر بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہر حالت میں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس سے تکلیف دور کر دیتے ہیں تو ایسے گزر جاتا ہے جیسے اس نے تکلیف کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا ایسے حد سے بڑھے ہوئے لوگوں کو وہی کام اچھے لگتے ہیں جو وہ کرتے ہیں (۱۲)

آیت ۱۱: جیسے لوگ انبیاء کو طعنے دیتے ہیں کہ جس عذاب کی باتیں کرتے ہو وہ لے آؤ یا جیسے غصہ اور پریشانی میں انسان خود اپنے آپ کو اپنے عزیز و اقارب کو ہی کوسنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اگر اللہ تعالیٰ بددعائیں قبول کرتا تو کوئی بھی زندہ نہ رہتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے لئے اپنی اولاد کیلئے اور اپنے مالوں (غلاموں اور جانوروں) کیلئے بددعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی ایسے وقت بددعا کرو جس میں اللہ تعالیٰ اسے قبول کر لے اور تم تباہ ہو جاؤ۔ (صحیح ابوداؤد، حدیث نمبر: 1532)

آیت ۱۲: یہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہوتی ہے یہاں تک کہ اکثر مسلمانوں نے بھی یہی وطیرہ اپنا رکھا ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا: ''اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعائیں مانگتا ہے'' حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ عام حالات میں انسان اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کا شکر گزار رہے جس سے متوقع تکلیف پہنچنے سے پہلے ہی دور ہونے کا امکان ہے۔ تکلیف آنے پر بھی اللہ سے گریہ وزاری کرے اور اس کے دور ہونے کے بعد بھی اللہ ہی کا احسان یاد رکھے۔

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

ہم تم سے پہلے کی بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جبکہ انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لیکر آئے مگر وہ ایمان لانے والے ہی نہ تھے ہم مجرم لوگوں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں (۱۳) پھر ان کے بعد ہم

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

نے تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا تا کہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو(۱۴) اور جب ان (کافروں) پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے تو کہتے ہیں کہ ''اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں تبدیلی کردو'' آپ ان سے کہیے: ''مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کردوں میں تو اس کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں(۱۵) آپ کہیے: اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے یہ قرآن نہ پڑھتا اور نہ اللہ تمہیں اس سے آگاہ کرتا میں نے اس سے پہلے تمہارے درمیان پوری عمر گزاردی ہے پھر بھی تم سوچتے نہیں(۱۶) پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ایسے مجرم کبھی فلاح نہیں پاتے(۱۷) اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں۔ جو ان کو کچھ فائدہ پہنچا سکیں نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ ''اللہ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہوں گے آپ ان سے کہیے کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا وجود نہ کہیں آسمانوں میں اسے معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ ایسی باتوں سے پاک اور بالاتر ہے جو یہ شرک کرتے ہیں (۱۸) ابتدا میں لوگ ایک امت تھے پھر انھوں نے آپس میں اختلاف کیا اور اگر تیرے رب کی طرف ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو جس بات میں وہ اختلاف کررہے تھے ان کے درمیان اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا(۱۹)

آیت ۱۸: اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، یعنی یہ ہماری فریاد خدا تک پہنچانے اور اس سے رزق، دولت، اولاد وغیرہ دلوانے میں ہمارے لئے واسطہ اور وسیلہ ہیں۔ یہ واسطے اور وسیلے، ہماری پکار سنتے ہیں اور خدا سے ہمارے لئے بہت کچھ منوا لیتے ہیں۔

یہ تصور مشرکین مکہ کا اپنے بتوں کے بارے میں تھا اور اس بنا پر وہ ان کی پرستش کرتے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے کچھ ایسا ہی تصور مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے میں بزرگان دین کے بارے میں جو غلو کا شکار ہے ''پیروں اور ولیوں'' کے بارے میں پیدا ہو گیا ہے چنانچہ وہ ان کو اللہ کے حضور واسطہ اور وسیلہ قرار دے کر ان سے فریاد کرنے لگتے ہیں۔ بڑے اہتمام سے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش تھوڑی کر رہے ہیں۔ بقول حالیؔ

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

اور علامہ رازیؒ نے اپنی تفسیر میں بالکل صحیح لکھا ہے۔

مشرکوں نے یہ بت انبیاء اور بزرگوں کی صورتوں پر بنا لئے اور اس زعم میں مبتلا ہوئے کہ جب وہ ان بتوں کی پرستش کریں گے تو یہ بزرگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے۔ اس زمانے میں اس کی مثال بہت سے لوگوں کا بزرگوں کی قبروں کی تعظیم میں مشغول ہو جانا ہے اس اعتقاد کے ساتھ کہ ان کی قبروں کی تعظیم کرنے کی صورت میں وہ اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔ (التفسیر الکبیر ج ۱۷ ص ۴۰)

جس چیز کا خدا کو علم نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز سرے سے اپنا وجود رکھتی ہی نہیں اور جب آسمان اور زمین میں ان ''سفارشیوں'' کے وجود کا کوئی پتہ اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے تو ان کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مشرکین کے اپنے ذہن کی پیداوار ہیں۔ اور یہ بات بھی عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ اس کے ہاں کوئی سفارشی نہیں ہے بلکہ براہ راست وہ اپنے بندوں کی قسمتوں کے فیصلے چکاتا ہے لیکن جن کی گھٹی میں شرک پڑا ہوا ہے وہ اس پر اصرار کئے جا رہے ہیں کہ فلاں اور فلاں اللہ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں گویا ان کا علم اللہ سے بڑھ کر ہے اور وہ اس ایک ایسی ذات کو خبر دینا چاہتے ہیں جس کو وہ نہیں جانتا نعوذ باللہ من ذلک۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ

نیز کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا؟'' آپ ان سے کہئے کہ غیب کے امور تو اللہ کے اختیار میں ہیں' لہٰذا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿٢١﴾

تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (۲۰) اور جب کوئی تکلیف پہنچنے کے بعد ہم انہیں اپنی رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو پھر یہ ہماری نشانیوں میں چال بازیاں کرتے ہیں' کہہ دیں کہ: ''اللہ جلد تمہاری چالوں کا جواب دے گا یقیناً ہمارے رسول انہیں لکھتے جاتے ہیں'' (۲۱)

تشریح آیت ۲۱: غالباً اس آیت میں مکہ کے اسی قحط کی جانب اشارہ ہے جو کہ سات سالہ عرصہ میں گھرا ہوا تھا۔ شدید قحط سے لوگ بلبلا اٹھے۔ ابوسفیان نے آپ ﷺ کو قرابت کا واسطہ دے کر دعا کی درخواست کی جس سے قحط دور ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کفر پر جمے رہنے کیلئے تاویلیں شروع کر دیں۔

اردو زبان میں مکر عموماً برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جبکہ عربی میں تدبیر اور حکمت عملی کو بھی کہتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾

وہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سیر کراتا ہے' حتیٰ کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور کشتیاں ہوا کے موافق انہیں لیکر چلتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتے ہیں کہ (اچانک) ان کشتیوں کو آندھی آلیتی ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اب گھیرے میں آ گئے تو اس وقت عبادت کو اللہ کیلئے خاص کرتے ہوئے دعا مانگتے ہیں کہ: اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو ہم شکر گزار بن کر رہیں گے (۲۲) پھر جب اللہ نے انہیں بچا لیا تو فوراً حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں لوگو! تمہاری بغاوت (کا وبال) تم ہی پر پڑے گا دنیا کی زندگی کے مزے لوٹ لو پھر تمہیں ہمارے پاس ہی آنا ہے اور ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کرتے تھے (۲۳)

آیت ۲۲: یہ انسانی فطرت ہے کہ جب مصیبت اور پریشانی میں اس کے تمام اسباب منقطع ہوئے ہیں تو پھر وہ خالص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اس وقت تمام شیطانی فلسفے بھول جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے اللہ کی توحید فطرت ہے جو کہ انسان

کے لاشعور میں موجود ہوتی ہے جس پہ ماحول اور مفادات کی دبیز تہہ چڑھی رہتی ہے۔

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے۔ جب مکہ فتح ہوگیا تو (عکرمہ بن ابوجہل) وہاں سے فرار ہوگئے۔ کشتی پہ سوار ہوئے تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آگئی جس پر ملاح نے کشتی پر سوار لوگوں سے کہا کہ اب اللہ واحد سے دعا کرو تمہیں اس طوفان سے اس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں، عکرمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا اگر سمندر میں نجات دینے والا صرف ایک اللہ ہے تو خشکی میں بھی یقیناً نجات دینے والا وہی ہے اور یہی بات محمد ﷺ کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ اگر میں یہاں سے بچ گیا تو مکہ واپس جا کر اسلام قبول کرلوں گا۔ چنانچہ یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسے ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین کی سبزیاں خوب گھنی ہوگئی جس سے انسان بھی کھاتے ہیں اور چوپائے بھی حتیٰ کہ زمین اپنی بہار پر آگئی اور خوشنما معلوم ہونے لگی اور مالکوں کو یقین ہوگیا کہ وہ اس پیداوار سے فائدے اٹھانے پر قادر ہیں تو یکایک رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بنا دیا جیسے کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں اس طرح ہم اپنی آیات ان لوگوں کیلئے تفصیلاً بیان کرتے ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں (۲۴)

آیت ۲۴: دنیا کی بے ثباتی کو ایک دوسری مثال کے ذریعہ بیان کیا جا رہا ہے، کہ جس طرح لہلہاتے پودے کچھ ہی دنوں کے بعد مرجھا جاتے ہیں اور پھر خشک ہوکر اپنی تازگی اور خوبصورتی کھو بیٹھتے ہیں، وہی حال دنیا کا ہے، کہ یہ اپنی عارضی رونق سے لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیتی ہے، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے زندگی کے ایام ختم ہوجاتے ہیں اور موت آدبوچتی ہے اور سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاتا ہے اور آدمی دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَ لَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور اللہ تمہیں سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ ہدایت دکھلا دیتا ہے (۲۵) جن لوگوں نے اچھے کام کئے ان کے لئے ویسا ہی اچھا بدلہ ہوگا اور اس سے زیادہ بھی، ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَ الَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧﴾

یہی لوگ جنتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۲۶) اور جن لوگوں نے برے کام کئے ان کو اتنا ہی بدلہ ملے گا ان پر ذلت چھائی ہوگی کوئی انہیں اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا ان کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہوگی جیسے ان پر تاریک رات کے پردے پڑے ہوئے ہوں یہی لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۲۷)

آیت ۲۵: دنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی جو امن وسلامتی کا گھر ہے۔ جہاں اہل جنت کو کوئی پریشانی اور کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی۔ جہاں فرشتے بھی سلامتی کی دعا کریں گے اور خود اللہ کی طرف سے بھی سلام کا تحفہ ہوگا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اور ان کا تحفہ اس (جنت) میں سلام ہوگا''۔ (یونس: ۱۰)

آیت ۲۶: زِيَادَةٌ کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں لیکن حدیث میں اس کی تفسیر دیدارِ باری تعالیٰ سے کی گئی ہے جس سے اہل جنت کو جنت اور جنت کی نعمتیں دینے کے بعد، مشرف کیا جائے گا۔ (مسند احمد 333/4)

آیت ۲۷: گزشتہ آیت میں اہل جنت کا تذکرہ تھا، اس میں بتلایا گیا تھا کہ انہیں ان کے نیک عملوں کی جزا کئی کئی گنا ملے گی اور پھر مزید دیدار الٰہی سے نوازے جائیں گے۔

اس آیت میں بتلایا جارہا ہے کہ برائی کا بدلہ برائی کے مثل ہی ملے گا۔ سیئات سے مراد کفر وشرک اور دیگر معاصی ہیں۔ جس طرح کہ اہل ایمان کو بچانے والا اللہ تعالیٰ ہوگا انہیں اس روز اپنے فضل خاص سے نوازے گا اس کے علاوہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو شفاعت کی اجازت بھی دے گا، جن کی شفاعت بھی وہ قبول فرمائے گا۔

ان کے چہروں پر ایسی تاریکی ہوگی...... یہ مبالغہ ہے کہ ان کے چہرے اتنے سخت سیاہ ہوں گے۔ اس کے برعکس اہل ایمان کے چہرے تروتازہ اور روشن ہوں گے۔ جس طرح سورہ آل عمران آیت ۱۰۶ میں مذکور ہے۔

میدان حشر میں جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور ہر آدمی پر خوف ودہشت طاری ہوگی ہر ایک شخص اپنے اوپر برے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا۔ کچھ لوگوں کے اعمال رد کئے جارہے ہوں گے، تو کچھ کے قبول کئے جارہے ہوں گے، کچھ کے نیک اعمال بہت ہی اچھی شکل میں ان کے سامنے آئیں گے، اور کچھ برے اعمال بہت بدشکل ہوں گے۔ اور ہر آدمی اپنے دنیاوی اعمال کا مزہ اپنے کام وذہن اور دل ودماغ میں محسوس کررہا ہوگا۔ اس وقت تمام جھوٹے معبود غائب ہوچکے ہوں گے اور تمام بنی نوع انسان اپنے مولائے حقیقی کے سامنے ہوں گے جو بلاشرکت غیرے انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ
شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ
يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ
اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ
فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ مَا يَتَّبِعُ
اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ
الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾
وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا
بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ
كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾

پوچھئے تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جس نے تخلیق کی ابتدا کی ہو، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے؟ کہئے: اللہ نے تخلیق کی ابتدا کی پھر دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم کیسے بہکائے جاتے ہو (۳۴) پوچھئے: تمہارے شریکوں میں کوئی ہے؟ جو حق کی طرف رہنمائی کر سکے؟ کہہ دیجئے: اللہ ہی حق کی رہنمائی کرتا ہے بھلا یہ شخص جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ اتباع کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو خود بھی راہ نہیں پا سکتا مگر یہ کہ اسے راہ بتائی جائے؟ پھر تمہیں کیا ہے، یہ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ (۳۵) (درحقیقت) ان کی اکثریت ظن کی پیروی کر رہی ہے حالانکہ ظن حق کے مقابلہ میں کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ بلاشبہ اللہ خوب جانتا ہے جو عمل یہ کر رہے ہیں (۳۶) یہ قرآن ایسی چیز نہیں جسے اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے بلکہ یہ تو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ام الکتاب کی تفصیل ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے (۳۷) کیا وہ کہتے ہیں کہ "اس نے خود ہی قرآن بنا ڈالا؟ کہہ دیں: تم بھی ایسی کوئی سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو تم بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو (۳۸) بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جس کا وہ اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے حالانکہ ابھی تک اس کا انجام سامنے نہیں آیا اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلا دیا جو ان سے پہلے تھے پھر دیکھ لو، ظالموں کا کیا انجام ہوا؟ (۳۹)

آیت ۳۷: گزشتہ آیتوں میں توحید باری کو دلائل و براہین کے ذریعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اب نبی کریم ﷺ کی صداقت اور وحی الٰہی کی حقانیت کی بات کی جا رہی ہے۔ اس موضوع پر کچھ روشنی اس سورت کی ابتدا میں بھی ڈالی جا چکی ہے۔ (دیکھئے آیت ۱/۲ کی تفسیر) یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن کریم جو فصاحت و بلاغت کی اس حد کو پہنچا ہوا ہے جو انسان کی سوچ سے بالاتر ہے، جس میں بنی نوع انسان کی دنیاوی اور اخروی بھلائی کیلئے تمام ممکن معانی و مضامین موجود ہیں۔ وہ اللہ

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع النصف ۸ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کر دیں گے پھر جن لوگوں نے شرک کیا تھا انہیں کہیں گے: تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو' پھر ہم انہیں علیحدہ کر دیں گے تو ان کے شریک انہیں کہیں گے کہ تم ہماری بندگی کرتے ہی نہیں تھے (۲۸) ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے (۲۹) اس وقت ہر شخص اپنے اعمال کو جو آگے بھیجے ہوں گے جانچ لے گا اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور جو وہ افترا پردازیاں کرتے رہے سب انہیں بھول جائیں گے (۳۰) کہہ دیجئے: کون آسمان اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے؟ یا وہ کون ہے جو سماعت اور بینائی کی قوتوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو کائنات کا انتظام چلا رہا ہے؟ وہ بول اٹھیں گے کہ "اللہ" پھر پوچھئے کہ "تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں؟ (۳۱) یہ ہے اللہ تمہارا حقیقی رب پھر حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا باقی رہ جاتا ہے؟ پھر تم کہاں سے پھرائے جا رہے ہو (۳۲) اسی طرح آپ کے رب کی بات ان بدکرداروں پر صادق آ گئی کہ وہ کبھی ایمان نہ لائیں گے (۳۳)

آیت ۳۱: میدان حشر میں مشرکین کے حال زار بیان کرنے کے بعد ان کے شرک کے خلاف دلائل و ثبوت پیش کئے جا رہے ہیں، اور انہیں دعوت فکر و نظر دی جا رہی ہے، کہ جب تم اعتراف کرتے ہو کہ وہی ذات واحد سب کا روزی رساں، اسی نے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت دی ہے، وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ یعنی پھل کو گٹھلی سے اور گٹھلی کو پھل سے، مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے، انڈے کو مرغی سے اور مرغی کو انڈے سے نکالتا ہے اور وہی سارے جہاں کا تنہا مدبر ہے، تو پھر تمہیں کیسے ڈر نہیں لگتا ہے کہ اسے چھوڑ کر غیروں کی پرستش کرتے ہو؟ (تیسیر القرآن)

کے بجائے کسی انسان کا گھڑا ہوا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ تو وہ کلام ربانی ہے جو تمام سابقہ کتب سماویہ کی تصدیق و تائید کرتا ہے اور ان میں جو تحریفات کی گئی ہیں انہیں کھول کر بیان کرتا ہے اور حلال و حرام اور دیگر تمام احکام جن کا تعلق انسانی زندگی سے ہے انہیں اس تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ کسی صاحب عقل کے دل میں شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔

آیت ۳۸: اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کو اس قرآن کے سلسلے میں تین مراحل میں چیلنج کیا ابتدا میں پورے قرآن جیسا لانے کا چیلنج کیا۔ چنانچہ سورۃ الاسراء آیت ۸۸ میں فرمایا: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ اور جب اہل عرب اپنی تمام لسانی فصاحتوں اور بلاغتوں کے دعوؤں کے باوجود ایسا کرنے سے عاجز رہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم جیسی دس ہی سورتیں لانے کا چیلنج کیا، جیسا کہ سورۂ ہود آیت (۱۳) میں فرمایا: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ اور جب اس پر بھی خاموش رہے اور ان کے لسانی غرور کا بت ان ہی کی قدموں میں چکنا چور ہو گیا۔ تو قرآن کریم نے ان کے کبر و غرور کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی، اور کہا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ قرآن محمد کا خود ساختہ کلام ہے تو تم بھی انہی جیسا انسان ہو۔ ذرا قرآن جیسی ایک سورت لاکر دکھا دو، اور اپنی مدد کے لئے جسے چاہو بلا لو، اس چیلنج کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی یہ آیت نازل فرمائی: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس چیلنج کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا اور نہ قیامت کے دن تک کوئی دے سکے گا۔ اس لئے کہ یہ قرآن اللہ کا معجزہ ہے۔ کوئی انسان اس جیسا کلام نہیں لا سکتا۔

جب کفار عرب کی جانب سے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں ملا، اور نہ ہی ملنا تھا، اور ان کے پاس قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار کا کوئی عقلی اور نقلی جواز باقی نہ رہا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں نے قرآن کریم کو کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، چونکہ ان کی خواہش کے مطابق نہیں تھا اس لئے بغیر سوچے سمجھے انکار کر دیا، اور اس میں ہدایت اور نورِ حق کی بات ہے۔

ع ۴

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور بعض نہیں لاتے' اور آپ کا رب ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے (۴۰) اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیں: ''میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل'' تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو (۴۱) اور ان میں سے کچھ لوگ آپ کی باتیں سنتے ہیں' مگر کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں خواہ وہ کچھ بھی سمجھ نہ

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡظُرُ اِلَيۡكَ ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ وَ لَوۡ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ النَّاسَ شَيۡـئًا وَّ لٰـكِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

سکتے ہوں (۴۲) اور انہی میں سے کچھ لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو کیا آپ اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں۔ خواہ وہ کچھ دیکھتے (بھالتے) نہ ہوں (۴۳) اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں (۴۴)

تشریح آیت ۴۰: قرآن پر سب ایمان لانے والے نہیں: یعنی کچھ لوگ تو قرآن پر ایمان لا کر آپ کے سچے ایماندار بن جائیں گے اور اس سے فائدہ اٹھالیں گے، اور کچھ کفر ہی پر مرجائیں گے اور اس پر ان کا حشر ہوگا، اللہ شرارت پسندوں کو خوب جانتا ہے اسے خوب معلوم ہے کہ کون ہدایت کا حق دار ہے اور کون نہیں، جو ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق راہ یافتہ یا گمراہ کر دیتا ہے، وہ انصاف پسند ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا اور ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق دیتا ہے، وہی برکتوں والا ہے، بلند و برتر ہے اور پاک و مبرا ہے، اس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں۔

آیت ۴۱: کافروں کے اعمال سے انبیاء بری ہیں: اللہ اپنے نبی سے فرما رہا ہے کہ اگرچہ یہ مشرک آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ ان سے اور ان کے عملوں سے بری ہیں۔ فرمایا: قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ الخ (کافرون: ۱۔۲) آپ فرما دیں کہ اے کافرو! جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرنے کا یعنی میں خالق کا پرستار ہوں اور تم مخلوق کے، میں تمہارے عملوں سے بری ہوں۔ خلیل اللہ نے اور ان کے ماننے والوں نے مشرکوں سے کہا تھا اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ (الممتحنۃ: ۴) ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں اور اللہ ہی کے پرستار ہیں۔

ہدایت انبیاء کے اختیار میں نہیں

آیت ۴۲: یعنی بعض لوگ بڑی توجہ سے کان لگا کر آپ سے قرآن عظیم اور حدیثیں سنتے ہیں جن میں ان کی دینی و دنیوی اور روحانی اصلاح ہوسکتی ہے اور یہ ان کی ہدایت کیلئے کافی ہیں لیکن ہدایت آپ کے اور ان کے اختیار میں نہیں، آپ ان بہروں کو سنانے پر قادر نہیں، کیونکہ ان کے دلوں میں تالے لگے ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے، اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا کوئی کسی پر ظلم نہ کرے، اخیر میں فرمایا: اے بندو! یہ تمہارے عمل ہی ہیں جن کو میں گن گن کر رکھتا ہوں پھر میں تم کو ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا، لہٰذا جو بھلائی پائے اللہ کا شکر بجالائے اور جو برائی پائے اسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیئے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:4674) (تفسیر ابن کثیر)

وَ يَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ كَاَنۡ لَّمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ ؕ قَدۡ خَسِرَ

اور جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا (وہ محسوس کریں گے) جیسے (دنیا میں) دن کی صرف ایک ساعت ہی رہے ہوں وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے، جن لوگوں نے ہماری ملاقات کو

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

جھٹلا دیا تھا وہ خسارہ میں رہے اور ہدایت نہ پا سکے (۴۵) جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، اس کا کچھ حصہ خواہ ہم آپ کو جیتے جی دکھلائیں یا (پہلے) آپ کو اٹھالیں' انہیں بہر حال ہماری طرف لوٹنا ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے (۴۶) اور ہر امت کیلئے ایک رسول ہے پھر جب ان کے پاس وہ رسول آتا ہے تو پورے انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا (۴۷)

آیت ۴۵: میں اس طرف اشارہ ہے کہ آخرت کی زندگی جب انسان پر طاری ہوگی تو وہ تمام مدت جو مرنے کے بعد سے لے کر دوسری پیدائش تک گذرتی ہے اسے ایسی محسوس ہوگی جیسے ایک بہت قلیل مدت کا درمیانی وقفہ گذرا ہو۔ اس حالت کی مثال یوں سمجھو جیسے کبھی رات بھر سو کر تم اٹھتے ہو اور اٹھنے کے بعد خیال کرتے ہو کہ بہت تھوڑی دیر نیند میں رہے۔ حالانکہ رات بھر نیند میں بسر کر چکے ہو، یہ حقیقت قرآن نے مختلف تعبیرات میں بیان کی ہے اور سب کا ماحصل یہ ہے کہ وہ عظیم مدت جو انسان پر گذرے گی اس دن بہت ہی قلیل محسوس ہوگی۔ سورۂ مومنون آیت ۱۱۳، روم ۵۵ و ۵۶، احقاف ۳۵ اور نازعات کی آخری آیت دیکھنی چاہئے سورۂ روم کی آیت ۵۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کا احساس اگرچہ سب کو ہوگا، لیکن اہل علم و ایمان جن کے دلوں میں یوم آخرت کا یقین تھا اس احساس سے مغلوب نہیں ہو جائیں گے۔ وہ پالیں گے کہ یہ تمام مدت جو گذر چکی ہے دنیوی زندگی اور اخروی زندگی کی درمیانی مدت تھی اور اب قیامت کا دن سامنے ہے۔

ان آیات کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ دنیوی زندگی اس دن اتنی حقیر و قلیل محسوس ہوگی گویا گھڑی بھر کی زندگی، لیکن پہلا مطلب زیادہ واضح اور موزوں ہے۔

آیت ۴۶: دعوت حق کی فتح مندیوں اور منکروں کی نامرادیوں کی جو خبر دی گئی ہے، کچھ ضروری نہیں کہ وہ سب کچھ تیری زندگی میں پیش آجائے۔ بعض باتیں تیری موجودگی میں ہو کر رہیں گی، بعض بعد کو واقع ہوں گی۔ پس منکروں کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس معاملے کا سارا دارومدار اس شخص کی زندگی پر ہے، یہ نہ رہے گا تو کچھ نہ ہوگا تو زندہ رہے یا نہ رہے لیکن احکام حق کو پورا ہو کر رہنا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آیت ۴۷: اللہ کے اس قانون کی طرف اشارہ ہے کہ جب کسی قوم کی ہدایت کیلئے اس کا رسول ظاہر ہوا اور لوگوں نے چاہا ظلم و تشدد کے ذریعے اس کی دعوت روک دیں تو اللہ نے ان دونوں فریقوں کے درمیان فیصلہ کر دیا، یعنی حق فتح مند ہوا، باطل نامراد اور چوں کہ یہ فیصلہ حق و عدالت کا فیصلہ ہے، اس لئے جابجا اسے "قُضِيَ بِالْحَقِّ" اور قُضِيَ بِالْقِسْطِ سے تعبیر کیا ہے تفصیل سورہ فاتحہ میں گذر چکی ہے۔ (ترجمان القرآن)

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا
نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ
اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ
لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ
عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ
آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ
تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

نیز پوچھتے ہیں ''اگر تم سچے ہو تو وہ دھمکی آخر کب پوری ہوگی؟ (۴۸) کہہ دیں: مجھے تو اپنے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں مگر جو اللہ چاہے ہر امت کیلئے ایک مدت مہلت ہے، جب ان کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو پھر ایک گھڑی کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی (۴۹) آپ ان سے پوچھئے ذرا سوچو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب رات کو یا دن کو آ جائے تو پھر مجرم لوگ آخر کس چیز کی جلدی کر رہے ہیں؟ (۵۰) کیا جب وہ عذاب واقع ہو جائے گا تو اس وقت تم ایمان لاؤ گے۔ اب (تمہیں یقین آیا) جبکہ اسی کیلئے تو تم جلدی مچا رہے تھے (۵۱) پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ابدی عذاب کا مزہ چکھو یہ تمہیں انہی کاموں کا بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کرتے رہے (۵۲)

آیت ۵۱-۵۲: اب ایمان لانے سے کیا فائدہ؟ جبکہ عذاب آ چکا۔ فرعون بھی ایسی حالت میں ایمان لایا لیکن اسکا ایمان اسے بچا نہ سکا۔ فرمان الٰہی ہے: جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا! میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ اللہ صرف وہی ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں اسکا فرمانبردار ہوں (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اب (تو ایمان لاتا ہے؟) جبکہ نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا۔ آج تو ہم تیری لاش کو ہی بچا ئینگے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کیلئے نشان عبرت بنے''۔ (یونس: ۹۰-۹۲) (تیسیر القرآن)

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ
لَحَقٌّ ؔۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ
نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ
اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَاۤ اِنَّ
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾
هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

نیز وہ آپ سے پوچھتے ہیں ''یہ واقعی سچ ہے؟'' کہئے: میرے رب کی قسم سچ ہے اور تم روک نہیں سکتے (۵۳) جس نے ظلم کیا وہ اگر روئے زمین کی دولت بھی فدیہ میں دے سکے گا دے ڈالے اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو ندامت کو چھپائیں گے، ان کا فیصلہ پورے انصاف سے ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا (۵۴) سن لو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے سن لو! اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں (۵۵) وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے (۵۶)

آیت ۵۳: جب کفار کو ان کے سوال "مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ" کا مذکورہ جواب دیا گیا تو انہوں نے اسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ سے دوبارہ سوال کیا "اَحَقٌّ هُوَ" کہ کیا یہ عذاب برحق ہے؟۔ اس کے جواب میں فرمایا: قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ الخ مطلب یہ ہے کہ عذاب برحق ہے اور تم ہمارے عذاب سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے اور نہ اس کو کسی طرح سے رد کر سکتے ہو۔ (کبیر)

آیت ۵۴: جس عذاب کا وہ ساری عمر مذاق اڑاتے رہے۔ جب وہ ان کی توقع کے بالکل خلاف یکا یک سامنے آ جائیگا تو انکی عجیب کیفیت ہوگی۔ ایک طرف وہ سخت شرمندہ ہوں گے اور انکے ضمیر انہیں کوس رہے ہوں گے لیکن دوسری طرف وہ اپنی شرمندگی کو اپنے ساتھیوں اور ماننے والوں سے چھپانا بھی چاہیں گے کہ کہیں وہ ملامت نہ کریں، اس لئے دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے اور بظاہر مطمئن بننے کی کوشش کریں گے۔ بعض نے "اَسَرُّوْا" کے معنی اظہار بھی کئے ہیں۔ (از کبیر، شوکانی)

اس لئے کہ یہ عذاب ان کے کرتوتوں کا ثمرہ ہوگا۔ (قرآن مجید اشرف الحواشی)

آیت ۵۵: اور جہالت سے اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں اور شرک و کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۱۱

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (یہ کتاب) نصیحت آ چکی، یہ دلوں کے امراض کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے (۵۷) کہیئے کہ (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل کردہ ہے) لہٰذا انہیں اس پر خوش ہونا چاہئے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کر رہے ہیں (۵۸) کہیے: اللہ نے تمہارے لئے جو رزق اتارا تھا اس میں تم خود ہی کسی کو حرام کر لیتے ہو اور کسی کو حلال تو کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی تھی؟ یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو؟ (۵۹) اور جو لوگ اللہ پر افترا کرتے ہیں انکا قیامت کے دن کے متعلق کیا خیال ہے؟ بلاشبہ اللہ تو سب لوگوں پر مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے (۶۰)

آیت ۵۷: اس آیت میں قرآن کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

(۱) موعظت، یعنی دل میں اتر جانے والی دلیلوں اور روح کو متاثر کرنے والے طریقوں سے ان تمام باتوں کی ترغیب دیتا ہے جو خیر و حق کی باتیں ہیں اور ان تمام باتوں سے روکتا ہے جو شر اور بطلان کی باتیں ہیں، کیوں کہ عربی میں وعظ کا مفہوم صرف نصیحت ہی نہیں ہے، بلکہ ایسی نصیحت جو مؤثر دلائل اور دل نشین اسلوبوں کے ساتھ کی جائے۔

(ب) "شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" دل کی تمام بیماریوں کیلئے نسخہ شفاء ہے، جوفرد اور گروہ بھی اس نسخے پر عمل کرے گا اس کے قلوب ہر طرح کے مفاسد و رذائل سے پاک ہو جائیں گے۔

یاد رہے کہ عربی میں قلب، فواد اور صدر کے الفاظ جب کبھی ایسے موقع پر بولے جائیں جیسا کہ یہ موقع ہے تو ان سے مقصود انسان کی معنوی حالت ہوتی ہے یعنی ذہن وفکر کی قوت، عقلی سمجھ، جذبات وعواطف، اخلاق و عادات، اندرونی حیات، وہ عضو مقصود نہیں ہوتا جو فن تشریح کا دل اور سینہ ہے۔ پس دل کی شفا کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی فکری اور اخلاقی حالت کے جس قدر مرض ہو سکتے ہیں ان سب کیلئے یہ نسخہ شفا ہے۔

(ج) یقین کرنے والوں کیلئے ہدایت ہے (د) یقین کرنے والوں کیلئے پیام رحمت ہے۔ یعنی ظلم وقساوت اور بغض وتنفر سے دنیا کو نجات دلاتا اور رحم ومحبت اور امن وسلامتی کی روح سے معمور کرتا ہے۔ یہ قرآن کے اوصاف کا محض مدعیانہ اعلان ہی نہ تھا، بلکہ اس کی صداقت کی سب سے زیادہ مؤثر دلیل بھی تھی۔ اگر ایک شخص دعویٰ کرے کہ وہ طبیب ہے تو سب سے زیادہ سہل اور قطعی طریقہ اس کے دعوی کی جانچ کا یہ ہوگا کہ دیکھا جائے اس کے علاج سے بیماریوں کو شفا ملتی ہے یا نہیں۔ اگر تم دیکھو کہ موت کی آغوش میں پہنچے ہوئے بیمار اس کے شفا خانہ میں داخل ہوئے اور تندرست ہو کر نکلے تو تم یقیناً تسلیم کر لو گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ قرآن نے بھی جا بجا یہی جانچ منکروں کے سامنے پیش کی ہے۔ اس نے کہا: میں نسخہ شفا ہوں اور ثبوت میں مومنوں اور متقیوں کی جماعت پیش کر دی جو اس کے دار الشفاء میں تیار ہوئی تھی کہ دیکھ لو یہ تندرست ہو گئے ہیں یا نہیں؟ آج بھی اس کی یہ دلیل اس طرح قاطع ہے جس طرح عہد نزول میں تھی۔ اگر اس نے عرب جاہلیت کے مریضان روح ودل میں ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ علیؓ و خالدؓ سلمانؓ ابوذر غفاریؓ وغیرہم جیسی تندرست روحیں پیدا کر دی تھیں تو کیا اس کے نسخہ شفا ہونے میں شک کیا جا سکتا ہے۔ (ترجمان القرآن)

آیت ۵۸: خوشی اس کیفیت کا نام ہے جو کسی مطلوب چیز کے حصول پر انسان اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اہل ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ یہ قرآن اللہ کا خاص فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اس پر اہل ایمان کو خوش ہونا چاہئے۔ یعنی ان کے دلوں میں فرحت اور اطمینان کی کیفیت ہونی چاہئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خوشی کے اظہار کیلئے جلسے جلوسوں کا، چراغاں کا اور اس قسم کی دیگر فضولیات واسراف کا بے جا اہتمام کرو جیسا کہ آج کل اہل بدعت اس آیت سے جشن عید میلاد، اور اس کے فضولیات کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ (احسن البیان)

آیت ۵۹: مشرکین عرب نے اپنے اوہام وخرافات کی بنا پر بہت سی چیزوں کا استعمال حرام ٹھہرا دیا تھا' چنانچہ سورۂ انعام میں آیت ۱۳۸ سے ۱۵۰ تک اس کا مفصل بیان گزر چکا ہے اور یہاں آیت ۵۶ میں بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس آیت سے اور اس کی ہم معنی آیات سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوگئی:

(۱) قرآن کے نزدیک ان تمام چیزوں میں جو کھانے پینے کی پیدا ہوتی ہیں اصل مباح ہے نہ کہ حرام، یعنی جتنی چیزیں کھانے کے قابل ہیں سب حلال ہیں۔ مگر یہ کہ وحی الٰہی نے کسی چیز کو حرام ٹھہرا دیا ہو۔

قرآن نے جا بجا یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ اس نے صرف انھیں چیزں سے روکا ہے جو خبائث ہیں۔ یعنی مضر اور گندی ہیں۔ باقی جتنی چیزیں ہیں طیبات ہیں۔

(ب) کسی چیز کو حرام ٹھہرا دینے کا حق صرف اللہ کی شریعت کو ہے۔ پس کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ محض اپنے قیاس ورائے سے کوئی چیز حرام ٹھہرا دے۔

(ج) قرآن نے جن باتوں کو "اِفْتِرَآءً عَلَى اللهِ" سے تعبیر کیا ہے یعنی خدا پر بہتان باندھنا، ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ بغیر نص قطعی کے محض اپنی رائے اور قیاس سے کوئی چیز حرام ٹھہرائی جائے۔

(د) انسان کے عقائد واعمال کی بنیاد علم ویقین پر ہونی چاہئے نہ کہ وہم وگمان پر، وہ مشرکوں کی بنیاد گمراہی قرار دیتا ہے کہ علم ویقین کی کوئی روشنی اپنے سامنے نہیں رکھتے۔ محض اوہام وظنون کے پرستار ہیں۔ نزول قرآن سے پہلے اقوام عالم کی ایک عالم گیر، گمراہی یہ تھی کہ کھانے پینے کے بارے میں طرح طرح کے وہمی قاعدے بنا لئے تھے۔ حلت وحرمت کی بنیاد علم وحقیقت کی کسی روشنی پر نہ تھی، محض اوہام وخرافات پر تھی۔ قرآن نے نوع انسانی کو اس حالت سے نجات دلائی۔ اس نے اعلان کیا کہ زمین میں جتنی اچھی چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں سب اسی لئے ہیں کہ انسان انھیں برتے اور اللہ کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اس کی پیدا کی ہوئی چیز کو حرام ٹھہرا دے۔ یہ آیت ان تمام فقہاء متشددین کے خلاف حجت قاطع ہے۔ جنھوں نے محض رائے وقیاس سے بعض مباحات ٹھہرا دی ہیں اور ان تمام لوگوں کے خلاف بھی جو سمجھتے ہیں مباحات کا دائرہ اپنے اوپر تنگ کر لینا تقویٰ اور تقربِ الٰہی کی بات ہے۔ (ترجمان القرآن)

وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞٦١ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞٦٢ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۞٦٣ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

(اے نبی!) تم جس حال میں بھی ہوتے ہو، اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو اور (لوگو) جو کام بھی تم کر رہے ہوتے ہو۔ ہم ہر وقت تمہارے سامنے موجود ہوتے ہیں جبکہ تم اس میں مشغول ہوتے ہو۔ زمین اور آسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز بھی ایسی نہیں جو آپ کے رب سے چھپی ہو اور ذرہ سے بھی چھوٹی یا اس سے بڑی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو واضح کتاب (لوح محفوظ) میں درج نہ ہو۔ (٦١) سن لو! جو اللہ کے دوست ہیں انہیں نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے (٦٢) جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے (٦٣) ان کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

فِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾	یہی بہت بڑی کامیابی ہے(۶۴) (اے نبیﷺ!) کافروں کی باتوں سے آپ غمزدہ نہ ہوں عزت تو تمام تر اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے(۶۵)

آیت ۶۱: کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (واضح کتاب) سے مراد اللہ کی وہ کتاب ہے جس میں تمام کائنات کا ریکارڈ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنے علم کی بنا پر ضبط تحریر میں لایا ہے۔ اس کتاب کا اصطلاحی نام لوح محفوظ ہے اور جس کی اصل حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہاں مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ کا علم پوری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور تمام تفصیلات اور جزئیات تک اس کے علم میں ہے۔ ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور جب اس کا علم اتنا وسیع ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں تو وہ اپنے بندوں کے اعمال سے کس طرح بے خبر ہوسکتا ہے؟ اور جب اس کے پاس ذرہ ذرہ کا ریکارڈ موجود ہے تو انسان جس کے سر پر خلافت ارضی کا تاج رکھا گیا ہے کی کارکردگی کا ریکارڈ کیسے نہیں ہوگا؟ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ یہ سمجھتے ہوئے دنیا میں کام کرے کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کے ریکارڈ سے کوئی چیز بھی غائب نہیں ہوسکتی۔ یہی تصور اور یہی عقیدہ انسان کو خدا کی راہ پر چلنے کیلئے آمادہ کرتا ہے۔ (دعوۃ القرآن)

آیت ۶۲: یہ اللہ کے نیک بندوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ اللہ کے نافرمانوں کا حال اس کے برعکس ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنازہ تیار ہوجاتا ہے اور آدمی اسے کندھوں پر اٹھالیتے ہیں۔ پس اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے، تو کہتا ہے مجھے جلدی جلدی لے چلو اور اگر برا ہوتا ہے تو کہتا ہے، ہائے خرابی وہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ اس کی آواز انسانوں کے علاوہ ہر ایک چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہوجائیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1314)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:4988)

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہم نے ابودرداء اور عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیاوی زندگی میں بشارت سے مراد نیک خواب ہے جو مسلمان آدمی دیکھتا ہے۔ (ترمذی، حدیث نمبر:2275 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے) اور قرآن وسنت سے یہ بھی ثابت ہے کہ فرشتے موت سے پہلے اللہ کے نیک بندوں کو جنت کی خوشخبری دیدیتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ	سن لو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کیلئے ہے اب جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شریکوں کو پکارتے ہیں وہ کس کی اتباع کرتے ہیں وہ تو محض ظن کے پیچھے لگے ہوئے

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ
لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ قَالُوا
اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ
مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا
ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ
الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ ع

ہیں اور محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں (٦٦) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا (کہ اس میں کام کرسکو) اس میں لوگوں کیلئے کئی نشانیاں ہیں جو (حق بات) سنتے ہیں (٦٧) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے (کسی کو) بیٹا بنالیا ہے، وہ پاک ہے (اور) وہ بے نیاز ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے، تمہارے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کی نسبت وہ بات کہتے ہو جو تم جانتے نہیں؟ (٦٨) آپ ان سے کہئے کہ: جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پا سکتے (٦٩) ان کیلئے جو فائدے ہیں دنیا میں ہی ہیں پھر انہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر ہم انہیں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے کیونکہ وہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔ (٧٠)

آیت ٦٨: یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض ظن وتخمین اور رائے قیاس کی کرشمہ سازی ہے۔ آج اگر انسان اپنے قوائے عقل وفہم کو صحیح طریقے سے استعمال میں لائے تو یقیناً اس پر یہ واضح ہوسکتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور جس طرح وہ آسمان وزمین کی تخلیق میں واحد ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو پھر عبادت میں دوسرے کیوں کر اس کے شریک ہوسکتے ہیں؟

آیت ٦٩: اور جو کسی کا محتاج نہ ہو، اسے اولاد کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ اولاد تو سہارے کیلئے ہوتی ہے اور جب وہ سہارے کا محتاج نہیں تو پھر اسے اولاد کی کیا ضرورت؟ جب آسمان وزمین کی ہر چیز اسی کی ہے تو ہر چیز اسی کی مملوک اور غلام ہوئی پھر اسے اولاد کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اولاد کی ضرورت تو اسے ہوتی ہے۔ جسے کچھ مدد اور سہارے کی ضرورت ہو۔ اور جس کا حکم آسمان و زمین کی ہر چیز پر چلتا ہو اسے کیا ضرورت لاحق ہوسکتی ہے؟ اسکے علاوہ اولاد کی ضرورت وہ شخص بھی محسوس کرتا ہے جو اپنے بعد مملوکات کا وارث دیکھنا یا بنانا پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو فنا ہی نہیں ہے وہ تو ہمیشہ سے ہے اس لئے اللہ کیلئے اولاد قرار دینا اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ (مریم: ٩٠-٩١) اس بات سے کہ وہ کہتے ہیں رحمن کی اولاد ہے قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں'' (احسن البیان)

اس کے بعد آیات (۶۹۔۷۰) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجئے کہ یہ اللہ پر افترا پردازی ہے، اور مفتری کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور اگر وقتی طور پر ان کا کوئی مقصد حاصل ہو بھی جائے تو وہ دنیاوی حقیر سا فائدہ ہوگا، بالآخر انہیں مرنے کے بعد اللہ کے پاس جانا ہے، جہاں وہ ان کے کفر اور افترا پردازی کی سخت سزا دے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

وقف لازم

انہیں نوحؑ کا قصہ سنایئے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے قوم اگر تمہیں میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی آیات سے نصیحت کرنا گراں گزرتا ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے' تم اور تمہارے شریک ایک ضابطہ پر متفق ہو جاؤ جس کا کوئی پہلو تم سے مخفی نہ رہے پھر جو میرے ساتھ کرنا ہو کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو (۷۱) پھر اگر تم اعراض کرتے ہو تو میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبردار بن کر رہوں (۷۲) مگر انہوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار تھے، بچالیا اور انھیں ان کا جانشین بنا دیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا تو دیکھ لو کہ جو ڈرائے گئے تھے ان کا کیا انجام ہوا؟ (۷۳)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں توحید کے مسئلہ میں رسول اور کفار کے درمیان زبردست اختلاف تھا۔ اب ان آیات میں قوم نوحؑ اور فرعون اور قوم یونسؑ کا بیان ہے کہ دیکھو ان قوموں نے جب عقیدۂ توحید کا انکار کیا تو ان پر دردناک عذاب آیا اور جب قوم یونس نے شرک سے توبہ کر کے توحید کے عقیدے کو اپنایا تو اللہ نے ان پر سے عذاب کو ہٹالیا۔ اے کفار مکہ! اگر تم بھی شرک سے توبہ کر کے توحید کے عقیدے کو اپنا لو گے تو عذاب سے بچ سکتے ہو۔

تشریحات ۷۱ تا ۷۳: نوحؑ کے اس خطاب سے نبوت کی شان معلوم ہوتی ہے۔

(ا) اس خطاب کا ہر ہر لفظ بتا رہا ہے کہ آپ ایک لمبا عرصہ بے لوث تبلیغ کرتے رہے۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ آپ نے (۹۵۰) ساڑھے نوسو سال تبلیغ کی۔ (ب) اللہ کی ذات پر کیسا غیر متزلزل توکل ہے؟

آیت ۷۲: دیگر انبیاء بھی یہ وضاحت کرتے آئے ہیں کہ اس دن رات کی محنت ومشقت کی تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتے۔ ہماری اجرت تو اسی کے ذمہ ہے جس نے ہمیں اس کام پر مامور کیا ہے۔ بجائے خود یہ اعلان نبوت کی صداقت کی دلیل

ہے۔ دنیا میں کوئی کام کرنا کسی داعیہ کے بغیر ممکن نہیں جب دنیا میں ہم کسی سے کوئی اجر طلب نہیں کرتے تو لازم ہے کہ ہماری اجرت اللہ کے ذمہ ہے جس نے ہمیں بھیجا ہے تاہم اگر کوئی مبلغ یا داعی کہیں دین کی دعوت کیلئے مامور کیا جائے تو اس کی تنخواہ یا اجرت مامور کرنے والے کو دینی چاہئے اور اگر تبلیغ کرنے والا محتاج نہ ہو تو بھی اسے لینا چاہئے۔ چاہے بعد میں صدقہ کر دے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیگر تمام انبیاء کی طرح نوحؑ کا دین بھی اسلام ہی تھا۔

آیت ۷۳: نوحؑ کی قوم میں سیلاب کا عذاب آیا۔ نیچے سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے اور اوپر سے بارش شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ پانی سطح زمین سے اتنا بلند ہوا کہ پہاڑ بھی ڈوب گئے۔ پھر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں بٹھا لیا تھا وہی زمین کے وارث ہوئے اور آئندہ نسل انہی سے چلی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

پھر اس کے بعد ہم نے کئی رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا جو واضح دلائل لیکر ان کے پاس آئے مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس بات کو پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آتے۔ ایسے ہی ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں (۷۴) پھر اس کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو وہ اکڑ گئے اور وہ تھے ہی مجرم لوگ (۷۵)

آیت ۷۴۔۷۵: نوحؑ کے ذکر کے بعد فرمایا: ان کے بعد بہت سے رسول مختلف قوموں میں مبعوث ہوئے اور ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ پھر موسیٰ کے تذکرہ میں تفصیل کی۔ کیونکہ اہل عرب ان کے نام سے ناآشنا نہ تھے۔

نوحؑ کے ذکر میں بھی اور موسیٰؑ کے حالات میں بھی صرف انہی پہلوؤں پر زور دیا ہے جو سورت کی نصیحتوں سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی: (ا) اللہ پر تہمت لگانے والا فلاح نہیں پا سکتا۔ (ب) نہ وہ جو صادق کا مقابلہ کرے، یعنی اللہ کے رسول کا مقابلہ۔ (ج) ہدایت ایسی چیز نہیں ہے کہ زبردستی کسی کو پلا دو۔ جو ماننے والے نہیں وہ کبھی نہیں مانیں گے، خواہ کتنی ہی نشانیاں دکھلاؤ، ایسا ہی ہمیشہ ہوا ہے اور اب بھی ہوگا۔ (ترجمان القرآن)

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے (۷۶) موسیٰ نے کہا: جب تمہارے پاس حق آ گیا تو تم اسے سحر کہنے لگے؟ کیا یہ سحر ہے؟ حالانکہ

السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ
فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾
وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾
فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ
اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا
جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ يُحِقُّ
اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۸ ۱۲ ۱۴
فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى
خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ
وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ
لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ
كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ
مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا
تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ نَجِّنَا
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اَوْحَيْنَآ
اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ
بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى
رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ
اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ

جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے (۷۷) کہنے لگے : کیا تم
ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس سے پھیر دو جس پر
ہم نے اپنے آباء کو پایا ہے اور ملک میں تم دونوں کی بڑائی قائم
ہوجائے ؟ ہم تو تمہاری بات ماننے والے نہیں (۷۸) اور
فرعون کہنے لگا کہ ہر ماہر ساحر کو میرے پاس حاضر کرو (۷۹)
پھر جب سب ساحر آ گئے تو انہیں موسیٰ نے کہا: جو کچھ تم کو پھینکنا
ہے پھینکو (۸۰) جب وہ پھینک چکے تو موسیٰ نے کہا: جو کچھ تم
لائے وہ سحر ہے اللہ ابھی اسے مٹا ڈالے گا' اللہ فسادیوں کے کام
کو سنوارا نہیں کرتا (۸۱) اور اللہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی کر
دکھائے گا اگرچہ یہ بات مجرموں کو ناگوار ہو (۸۲) چنانچہ موسیٰ
پر اس کی قوم کے چند نوجوانوں کے سوا کوئی بھی ایمان نہ لایا
'انہیں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فرعون اور اس کے درباری انہیں کسی
مصیبت میں نہ ڈال دیں اور فرعون زمین میں بڑا متکبر بنا ہوا تھا
اور وہ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا (۸۳) اور موسیٰ
نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم اللہ پر ایمان لاتے ہو اور واقعی اس
کے فرمانبردار ہو تو اسی پر بھروسہ کرو (۸۴) وہ کہنے لگے : ہم
نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں ان
ظالموں کا نشانہ نہ بنا (۸۵) اور اپنی رحمت سے ہمیں ان
کافر لوگوں سے بچالے (۸۶) چنانچہ ہم نے موسیٰ اور اس کے
بھائی کی طرف وحی کی کہ وہ اپنی قوم کیلئے مصر میں کچھ گھر منتخب
کریں اور ان گھروں کو قبلہ بنا کر نماز قائم کریں اور اہل ایمان کو
خوشخبری دے دو (۸۷) اور موسیٰ نے دعا کی: ہمارے رب! تو
نے اس دنیا کی زندگی میں فرعون اور اس کے درباریوں کو ٹھاٹھ
باٹھ اور اموال دے رکھے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے
گمراہ کرتے رہیں' ہمارے رب ! ان کے اموال کو غارت

سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا
فَاسْتَقِيْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ؕ
حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ
قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ
اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع ۹ ۱۴
وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ
رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى
جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾
فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ
الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ
جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا

کردے اور ان کے دلوں کو سخت بنادے کہ جب تک وہ
المناک عذاب نہ دیکھ لیں، ایمان نہ لائیں (۸۸) اللہ تعالیٰ
نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول ہو چکی تم ثابت قدم رہو اور ان
لوگوں کی اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے (۸۹) اور ہم نے بنی
اسرائیل کو (جب) سمندر سے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے
لشکروں نے ازراہ ظلم و سرکشی ان کا تعاقب کیا' حتیٰ کہ جب
فرعون ڈوبنے لگا تو بولا: میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ "اللہ
صرف وہی ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں
اس کا فرمانبردار ہوں (۹۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب (تو ایمان
لاتا ہے؟) جبکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا (۹۱) آج تو
ہم تیری لاش ہی بچائیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کیلئے
نشان عبرت بنے' اگرچہ اکثر لوگ ہماری آیتوں سے غفلت ہی
برتتے ہیں (۹۲) ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کیلئے یقیناً عمدہ
جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں دیں۔ پھر انھوں نے باہم
اس وقت اختلاف کیا جبکہ ان کے پاس علم آ چکا تھا (۹۳) یقیناً
آپ کا رب ان میں قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کردے
گا جن میں اختلاف کیا کرتے تھے پھر اگر آپ کو اس میں کچھ
شک ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تو ان لوگوں سے
پوچھ لیجئے جو آپ سے پہلے کتاب (تورات) پڑھتے ہیں یقیناً
آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق آ چکا' لہٰذا آپ
شک کرنے والوں میں سے نہ بنیں (۹۴) اور نہ ان لوگوں میں
سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا ورنہ خسارہ پانے
والوں سے ہو جاؤ گے (۹۵) جن لوگوں پر آپ کے رب کا حکم
(عذاب) ثابت ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے (۹۶)
خواہ ان کے پاس کوئی بھی معجزہ آ جائے حتیٰ کہ وہ المناک

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا
الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ
اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ
لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

عذاب نہ دیکھ لیں (۹۷) پھر قوم یونس کے سوا کوئی مثال ہے کہ کوئی قوم (عذاب دیکھ کر) ایمان لائے تو اس کا ایمان اسے فائدہ دے؟ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت متاع حیات سے فائدہ اٹھانے دیا (۹۸)

تشریح آیات ۹۰ تا ۱۰۹: خطاب یا تو عام انسانوں سے ہے یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے امت کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کو تو وحی کے بارے میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ''جو کتاب پڑھتے ہیں، ان سے پوچھ لیں'' کا مطلب ہے قرآن مجید سے پہلے کی آسمانی کتابیں (تورات و انجیل وغیرہ) یعنی جن کے پاس یہ کتابیں موجود ہیں ان سے اس قرآن کی بابت معلوم کریں کیونکہ ان میں اس کی نشانیاں اور آخری پیغمبرؐ کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

آیت ۹۶-۹۷: یہ وہی لوگ ہیں جو کفر و معصیتِ الٰہی میں اتنے غرق ہو چکے ہوتے ہیں کہ کوئی وعظ ان پر اثر نہیں کرتا اور کوئی دلیل ان کیلئے کارگر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ نافرمانیاں کر کر کے قبول حق کی فطری استعداد و صلاحیت کو انہوں نے ختم کر لیا ہوتا ہے ان کی آنکھیں اگر کھلی ہیں تو اس وقت جب عذاب الٰہی ان کے سروں پر آ جاتا ہے، تب وہ ایمان اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔)

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (الغافر:۸۵)

وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اس وقت) ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔ (احسن البیان)

آیت ۹۸: آیت میں یونسؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا عبرانی نام ''یوناہ'' تھا جو عربی میں ''یونس'' ہو گیا ہے۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ہیں۔ زمانہ تاریخ سے پہلے کے لکھے ہوئے میں سے ایک نوشتہ ان کے نام سے بھی ہے۔ اس نوشتہ سے معلوم ہوتا ہے انھوں نے نینوا کے رہنے والوں کو خبر دی تھی کہ چالیس دن کے بعد شہر تباہ ہو جائے گا، کیونکہ تمہارا ظلم و فساد حد سے گذر گیا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے سرکشی نہیں، بلکہ بادشاہ سے لیکر گڈریئے تک سب توبہ و استغفار میں لگ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چالیس دن کی مدت گذر گئی مگر وعدہ کے مطابق تباہی ظہور میں نہ آئی۔ فرمایا: موعودہ عذاب ان پر سے اس لئے ٹل گیا کہ بات مان لی اور سرکشی نہیں کی۔ اس کے بعد فرمایا ایک خاص مدت تک انہیں مہلت دے دی گئی، چنانچہ یونسؑ کے بعد تقریباً ۶۹۰ قبل مسیح میں ان کا ظلم و فساد پھر حد سے گذر گیا اور ایک اسرائیلی نبی ناحوم نامی نے انھیں پیش آنے والی تباہی کی خبر دی۔ ڈرانے کے ستر برس بعد اہل بابل نے ان پر حملہ کیا۔ ساتھ ہی دریا دجلہ میں اس زور کا سیلاب آیا کہ نینوا کی مشہور عالم چار دیواری جا بجا سے گر گئی اور حملہ آوروں کیلئے کوئی روک باقی نہ رہی۔ چنانچہ آشوری تمدن کا یہ مرکز اس طرح تباہ ہو گیا کہ ۲۰۰ قبل مسیح میں اس کا جائے وقوع بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا جیسا کہ اس عہد کے ایک یونانی مؤرخ نے تصریح کی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اہل مکہ انکار و سرکشی کر رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تمہیں غور کرنا چاہئے کہ کتنے ہی رسول عرب کے قرب و جوار میں آئے، لیکن قوم یونس کے سوا کوئی قوم نہ نکلی جس نے داعیٔ حق کی بات فوراً مان لی ہو اور عذاب اس پر سے ٹل گیا ہو پھر اگر اکثر حالتوں میں ایسا ہی ہوا ہے تو موجودہ حالت پر تعجب و مایوسی کیوں ہو؟ (ترجمان القرآن)

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین پہ موجود ہیں سب ایمان لے آتے، پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں؟ (۹۹) کسی نفس کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان لائے اور اللہ تو ان لوگوں پر گندگی ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے (۱۰۰)

آیت ۹۹۔۱۰۰: اگر اللہ چاہتا تو تمام اہل زمین ایمان لے آتے لیکن اس حکمت الٰہیہ کی وجہ سے جس پر تمام تشریعی احکام کی بنیاد ہے۔ اللہ نے ایسا نہیں چاہا، اس لئے نبی کریم ﷺ کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں۔ اس میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر مشرکین ایمان نہیں لاتے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ آیت (۲۷۲) میں فرمایا ہے۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ یعنی انہیں ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اسی لئے آیت (۱۰۰) میں اللہ نے فرمایا کہ کوئی بھی آدمی محض اللہ کی توفیق سے ہی ایمان لاتا ہے۔ اس لئے آپ دعوت کا کام کئے جایئے لیکن کسی کے ایمان نہ لانے پر پریشان نہ ہوا کیجئے۔ اور رسوائی اور ذلت تو ان لوگوں کیلئے لکھ دی گئی ہے جو اللہ کے بھیجے گئے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع ۱۰/۱۱ ۱۵

کہیے: دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ نشانیاں ہیں، مگر جو لوگ ایمان لانا ہی نہ چاہیں، یہ نشانیاں اور تنبیہ انہیں کیا فائدہ دے سکتی ہیں؟ (۱۰۱) کیا یہ لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر ویسے ہی (برے) دن آئیں جیسے ان سے پہلے لوگوں پر آ چکے ہیں؟ کہئے: اچھا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (۱۰۲) پھر ہم رسولوں کو اور ایمان لانے والوں کو بچا لیتے ہیں یہی ہمارا طریقہ ہے کہ مومنوں کو بچا لینا ہمارے ذمہ ہوتا ہے (۱۰۳)

آیت ۱۰۱: اوپر کی آیتوں میں اللہ پر ایمان لانے کی بات آئی ہے۔ اسی مناسبت سے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ مشرکین مکہ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیجیے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور انہیں یقین ہو جائے کہ اس کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جن کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے انہیں نشانیوں اور انبیاء کی نصیحتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

آیت ۱۰۲: یعنی گزشتہ قوموں پر جب رسولوں کے ذریعہ حق اچھی طرح واضح ہو گیا اور اس کے بعد بھی وہ قومیں ایمان نہیں لائیں تو انہیں ہلاکت کے دن دیکھنا پڑا۔ اسی طرح ان لوگوں پر بھی رسول کے ذریعہ حق واضح ہو چکا ہے۔ اب اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ ہلاکت سے دوچار ہوں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۱۰۳: مراد فیصلہ کن عذاب سے بچا لینا ہے یعنی جب کسی رسول کے ذریعہ کسی قوم پر اللہ کی حجت پوری طرح قائم ہو جاتی ہے اور وہ کفر اور سرکشی سے باز آنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتی تو اس دنیا میں اللہ کا عذاب اس قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ایسے موقع پر اللہ اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے ہوں عذاب کی لپیٹ میں آنے سے بچا لیتا ہے گزشتہ قوموں پر جو عذاب آئے تو ان کے رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں سے عذاب سے پہلے ہی نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ اس طرح ہر فیصلہ کن عذاب کے موقع پر وہ رسول کو اور اس کے ساتھی اہل ایمان کو بچاتا رہا ہے چونکہ یہ بچانا اللہ نے خود ہی اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اس لئے اگر مشرکین مکہ پر عذاب آیا تو رسول اور اہل ایمان اس سے لازماً بچا لئے جائیں گے۔ واضح رہے کہ عرب کے مشرکین رفتہ رفتہ ایمان لاتے چلے گئے اسلئے قوم عاد اور ثمود کی طرح ان پر عذاب نہیں آیا۔ بلکہ ان میں سے جو لوگ کفر پر بضد رہے ان کی ہلاکت کا سامان اہل ایمان کی تلوار کے ذریعہ بدر وحنین جیسے معرکوں میں کیا گیا۔ (دعوۃ القرآن)

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ۙ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ اِنْ

کہیے: اے لوگو! اگر میرے دین کے بارے میں تمہیں شک ہے تو میں ان کی کبھی عبادت نہ کروں گا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو میں تو اسی اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں وفات دیتا ہے اور مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانیوالوں میں سے ہو جاؤں (۱۰۴) نیز یہ کہ آپ یکسو ہو کر اسی دین (اسلام) کی طرف اپنا رخ قائم رکھئے اور مشرکوں میں سے نہ ہونا (۱۰۵) اور اللہ کے سوا کسی کو مت پکاریئے جو نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اگر آپ ایسا کریں گے تو یقیناً ظالموں میں سے ہو جائینگے

يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٧﴾	(١٠٦) اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر آپ سے کوئی بھلائی کرنا چاہے تو کوئی اسے ٹالنے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اسے نوازتا ہے اور وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (١٠٧)

آیت ١٠٤: اے نبیؐ! آپ لوگوں سے فرما دیں کہ اگر تمہیں اس توحید والے دین کی صحت میں جسے میں لیکر آیا ہوں کچھ شک ہے (تو اس میں شک کی گنجائش تو بالکل ہی نہیں) اس سے ناممکن ہے کہ میں بھی تمہاری طرح مشرک بن کر مخلوق کی عبادت کرنے لگوں میرا معبود تو صرف وہی اللہ ہے جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور جو تمہاری زندگی اور موت پر قادر ہے پھر تمہیں اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے اگر تمہارے یہ معبود سچے ہیں اور میں ان کی عبادت کرتا نہیں تو تم ان سے دعائیں مانگو کہ یہ میرا جو کچھ بگاڑ سکیں بگاڑ لیں۔ نادانو! یہ تو اپنے ذاتی نفع نقصان پر بھی قادر نہیں۔ جس کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو اکیلا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں مجھے حکم ہے کہ میں مومنوں ہی میں شامل رہوں۔

آیت ١٠٥: مجھے یہ بھی حکم ہے میں یکسو ہو کر خالص اللہ ہی کی عبادت کروں اور شرک سے بچتا رہوں۔

آیت ١٠٦: اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بھلائی برائی اور نفع ونقصان سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں لہٰذا وہی عبادت کا حق دار ہے۔

آیت ١٠٧: پھر فرمایا کہ اللہ بڑا ہی خطا پوش ہے۔ انسان جس گناہ سے بھی توبہ کرے اللہ اپنی رحمت سے اسے معاف فرما دیتا ہے اگرچہ شرک کیوں نہ ہو وہ تو اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ ع ١١	آپ کہہ دیجئے: لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا اب جو راہ راست اختیار کرتا ہے تو یہ اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہے اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں (١٠٨) آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اس کی اتباع کیجئے اور صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (١٠٩)

آیت ۱۰۸: یعنی اس کا فائدہ اسی کو ہوگا کہ قیامت والے دن اللہ کے عذاب سے بچ جائے گا۔ اور اس شخص کا بے راہ ہونا، اس کا نقصان اور وبال اسی پر پڑے گا کہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں جلے گا۔ گویا کوئی ہدایت کا راستہ اپنائے گا، تو اس سے اللہ کی طاقت میں اضافہ نہیں ہو جائے گا اور کوئی کفر وضلالت کو اختیار کرے گا تو اس سے اللہ کی حکومت وطاقت میں کچھ فرق واقع نہیں ہو جائے گا۔ گویا ایمان وہدایت کی ترغیب اور کفر وضلالت سے بچنے کی تاکید وترہیب، دونوں سے مقصد انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی ہے۔ اللہ کی اپنی کوئی غرض نہیں ہے۔

یہ ذمہ داری مجھے نہیں سونپی گئی ہے کہ میں ہر صورت میں تمہیں مسلمان بنا کر چھوڑوں بلکہ میں تو صرف بشیر اور نذیر اور مبلغ اور داعی ہوں۔ میرا کام صرف اہل ایمان کو خوشخبری دینا، نافرمانوں کو اللہ کے عذاب اور اس کے مواخذے سے ڈرانا اور اللہ کے پیغام کی دعوت وتبلیغ ہے۔ کوئی اس دعوت کو مان کر ایمان لاتا ہے تو ٹھیک ہے۔ کوئی نہیں مانتا تو میں اس بات کا مکلف نہیں ہوں کہ اس سے زبردستی منوا کر چھوڑوں۔ (احسن البیان)

آیت ۱۰۹: اللہ تعالیٰ جس چیز کی وحی کرے، اسے مضبوطی سے پکڑ لیں، جس کا امر کرے، اسے عمل میں لائیں، جس سے روکے، رک جائیں اور کسی چیز میں کوتاہی نہ کریں۔ اور وحی کی اطاعت واتباع میں جو تکلیفیں آئیں، مخالفین کی طرف سے جو ایذائیں پہنچے اور تبلیغ ودعوت کی راہ میں جن کٹھنائیوں سے گذرنا پڑے، ان پر صبر کریں اور ثابت قدمی سے سب کا مقابلہ کریں۔ کیونکہ اس کا علم بھی کامل ہے۔ اس کی قدرت وطاقت بھی وسیع ہے اور اس کی رحمت بھی عام ہے، اس لئے اس سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ (احسن البیان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورة هود

سورہ ہود مکی ہے اور اس میں ۱۲۳ آیتیں اور ۱۰ رکوع ہیں۔

تعارف: نام: اس سورت میں ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ ہود'' رکھا گیا ہے اگرچہ اس میں دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں۔

زمانۂ نزول: یہ مکہ میں سورۂ یونس کے بعد نازل ہوئی تھی۔ اسکی صرف تین آیتیں (۱۲۔۱۷۔۱۱۴) مدینہ میں نازل ہوئی تھیں، جو اس کے ساتھ ملا دی گئی ہیں۔ اس سورت میں مذکور موضوعات ومضامین کی اہمیت کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتا ہے جسے ترمذیؒ، حاکمؒ اور ابو یعلیؒ وغیر ہم نے ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ بوڑھے ہوگئے ہیں، تو آپ نے فرمایا: مجھے ہود، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ترمذی، حدیث نمبر: 3297 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے)'' انتہی۔ اس میں گزشتہ قوموں کے واقعات، ان کا باغیانہ رویہ اور پھر اس کے جرم میں ان پر دنیا میں عذاب الٰہی کا نزول اور آخرت میں عذاب نار کی وعید اور اسی کے مشابہ مضامین بیان کئے گئے ہیں، اور مشرکین مکہ کو ان سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے انداز بیان میں عام مکی سورتوں سے زیادہ گھن گرج اور زیادہ شدید دھمکی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسکی تلاوت فرماتے تھے تو آپ کے دل ودماغ پر اس کا کچھ زیادہ ہی اثر پڑتا تھا۔ اور مکی زندگی میں مکہ والوں کی سرکشی، اللہ سے بغاوت اور قرآن اور دین اسلام کا مذاق اڑانا دیکھ دیکھ کر انھیں خوف ہوتا تھا کہ کہیں اللہ کا عذاب اہل مکہ پر نازل نہ ہوجائے۔

ایاتها ۱۲۳ | ۱۱ سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ ۵۲ | رکوعاتها ۱۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝۲ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

الٓرٰ- یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات مستحکم ہیں اور حکیم وخبیر ہستی کی طرف سے تفصیلاً بیان کردہ ہیں (۱) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو میں اسکی طرف سے تمہیں ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں (۲) اور اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کے

مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

حضور توبہ کرو) وہ ایک خاص مدت تک تمہیں اچھا متاع حیات دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا اور اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمہارے حق میں بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (۳) تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۴) دیکھو! جب یہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تا کہ اللہ سے چھپے رہیں اور جب خود کو کپڑوں سے ڈھانپتے ہیں (اللہ سب) جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں کیونکہ وہ سینوں کے راز تک جاننے والا ہے (۵)

تشریح آیات ۱ تا ۵: الٓرٰ ۔حروف مقطعات ہے، اس کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے ''اس کی آیات مستحکم ہیں''، یعنی الفاظ ونظم کے اعتبار سے اتنی محکم اور پختہ ہیں کہ ان کی ترکیب اور معنی میں کوئی خلل نہیں۔ پھر اس میں احکام وشرائع، مواعظ و قصص، عقائد وایمانیات اور آداب واخلاق جس طرح وضاحت اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، پچھلی کتابیں اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ یعنی اپنے اقوال میں حکیم ہے، اس لئے اس کی طرف سے نازل کردہ باتیں حکمت سے خالی نہیں اور وہ خبیر بھی ہے یعنی تمام معاملات اور ان کے انجام سے باخبر ہے۔ اس لئے اس کی باتوں پر عمل کرنے سے ہی انسان برے انجام سے بچ سکتا ہے۔

یہاں اس سامانِ دنیا کو جس کو قرآن نے عام طور پر متاع غرور، دھوکے کا سامان کہا ہے، یہاں اسے ''متاع حسن'' قرار دیا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ جو آخرت سے غافل ہو کر متاع دنیا سے استفادہ کریگا۔ اس کیلئے یہ متاع غرور ہے۔ کیونکہ اس کے بعد اسے برے انجام سے دوچار ہونا ہے۔ اور جو آخرت کی تیاری کے ساتھ ساتھ اس سے فائدہ اٹھائے گا، اس کیلئے یہ چند روزہ سامان زندگی متاع حسن ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ کے احکام کے مطابق برتا ہے۔ بڑے دن سے قیامت کا دن ہے۔

آیت ۵: اس کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے اس لئے اس کے مفہوم میں بھی اختلاف ہے۔ تاہم صحیح بخاری (تفسیر سورہ ھود) میں بیان کردہ شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو غلبۂ حیا کی وجہ سے قضائے حاجت اور بیوی سے ہم بستری کے وقت برہنہ ہونا پسند نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے اس لئے ایسے موقعوں پر وہ شرم گاہ کو چھپانے کیلئے اپنے سینوں کو دوہرا کر لیتے تھے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:4315) اللہ نے فرمایا کہ رات کو اندھیرے میں جب وہ بستروں میں اپنے آپ کو کپڑوں میں ڈھانپ لیتے ہیں تو اس وقت بھی وہ ان کو دیکھتا اور انکی

چھپی اور اعلانیہ باتوں کو جانتا ہے۔ مطلب یہ کہ شرم وحیا کا جذبہ اپنی جگہ بہت اچھا ہے لیکن اس میں اتنا غلو اور افراط بھی صحیح نہیں اسلیئے جس ذات کی خاطر وہ ایسا کرتے ہیں اس سے تو پھر وہ بھی نہیں چھپ سکتے تو پھر اس طرح کے تکلف کا کیا فائدہ؟ (احسن البیان)

استغفار کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں اور اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5832)

دوسری حدیث میں فرمایا: اے لوگو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو بے شک میں ایک دن میں اس کی جناب میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4870)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ کلمات کہے، اللہ اسے بخش دیتا ہے خواہ وہ لڑائی سے بھاگا ہو۔ ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ'' میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اسی کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ (ابوداود، حدیث نمبر: 1517 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے)

حسن بصریؒ کے متعلق مروی ہے کہ ان سے آ کر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو اُنھوں نے اسے استغفار کی تلقین کی۔ کسی دوسرے نے فقر وفاقہ کی شکایت کی اسے بھی اُنھوں نے یہی نسخہ بتلایا۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ کے خشک ہونے کا شکوہ کیا۔ اس سے بھی فرمایا استغفار کر۔ ایک شخص نے کہا: میرے گھر اولاد نہیں ہوئی اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر کسی نے کہا آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو جواب میں فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ إِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهٰرًا ۝۱۲ (نوح: ۱۰-۱۲)

یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی یہ وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لئے اللہ نے بتلایا ہے۔ (ایسر التفاسیر)

وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا وَ یَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّہَا وَ مُسۡتَوۡدَعَہَا ؕ کُلٌّ فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۶﴾

زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ اس کی قرار گاہ کو بھی جانتا ہے اور دفن ہونے کی جگہ کو بھی۔ یہ سب کچھ کتاب واضح (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔(۶)

تشریح آیات۶: فرمان باری تعالیٰ ہے ''اور کتنے ہی چوپائے ہیں کہ اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے انہیں بھی اللہ ہی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی وہی دیتا ہے۔(العنکبوت:۶۰)

عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرتے جیسا کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی اسی طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں (ابن ماجہ، حدیث نمبر: 4164 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے) جس طرح پرندوں کو رزق کی تلاش میں گھونسلے سے نکلنا پڑتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی جستجو اور کوشش کرنا ضروری ہے۔

محکمۂ خاندانی منصوبہ بندی کی ناکامی اور قحط کے اسباب: یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر رزق کی فراہمی اللہ کے ذمہ ہے تو قحط سے یا بعض دوسری وجوہ سے انسان ہزاروں کی تعداد میں کیوں مر جاتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قحط تو اللہ کا عذاب ہے جو لوگوں کی نافرمانی کی وجہ سے انسانوں پر مسلط کیا جاتا ہے۔ اور دوسری وجوہ بعض انسانوں کی دوسروں پر ظلم و زیادتی اور معاشی وسائل کی ناہموار تقسیم کی بنا پر ایسے حادثات وجود میں آتے ہیں اور یہ سب کچھ انسانوں کے کسبِ اعمال کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ کی طرف سے جانداروں کے رزق میں کمی یا کوتاہی کا تصور بھی ممکن نہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی اور اولاد پر کنٹرول اللہ کی رزاقیت پر عدم توکل ہے، ورنہ اللہ تو آبادی کی افزائش کے ساتھ ساتھ زمین کے خزانوں میں اضافہ فرما رہا ہے۔ بنجر زمین آباد ہو رہی ہے۔ زمین سال میں دو کے بجائے چار چار فصلیں دینے لگی ہیں۔ تیل دریافت ہو رہا ہے' کہیں معدنیات کا انکشاف ہو رہا ہے انسان حصولِ رزق کے نئے نئے وسائل بھی دریافت کر رہا ہے جو اس آیت کا جیتا جاگتا مصداق ہے۔

وَ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرۡشُہٗ عَلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَئِنۡ قُلۡتَ اِنَّکُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡمَوۡتِ لَیَقُوۡلَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۷﴾ وَ لَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡہُمُ

اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا' اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا۔ تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور اگر آپ انہیں کہیں کہ تم موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر فوراً کہنے لگتے ہیں: یہ تو صریح جادو ہے۔(۷) اور اگر ہم ایک خاص مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کر دیں تو کہنے لگتے ہیں کہ کس

الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۠ ۸ ع

چیز نے اس (عذاب) کو روک رکھا ہے سن لو جس دن وہ عذاب آ گیا تو پھر وہ ان سے ٹلے گا نہیں اور وہی چیز انہیں گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۸)

آیت ۷: اس آیت کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ دن رات کا خرچ (بخشش) اسے کم نہیں کرتا۔ کیا تم نے دیکھا کہ جب سے آسمان اور زمین پیدا ہوئے ہیں وہ اس میں سے کتنا خرچ کر چکا ہے؟ لیکن جو کچھ اس کے (دائیں) ہاتھ میں ہے اس (خرچ و بخشش) نے اس میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں بھی فیض (بخشش وعطا) یا قبض ہے (یعنی دوسرے ہاتھ سے جانیں قبض کرتا ہے) اور وہ بعض لوگوں کو بلند کرتا اور بعض کو پست کرتا ہے۔ (بعض لوگوں کو ترقی دیتا ہے اور بعض لوگوں کو تنزلی) (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 7419)

عمران بن حصینؓ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا، اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا۔ پھر اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2953)

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیر لکھی، اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4797) یعنی آسمان و زمین یوں ہی عبث اور بلا مقصد نہیں بنائے بلکہ اس سے مقصود انسان (اور جنوں) کی آزمائش ہے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔

ملحوظہ: اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ کون زیادہ عمل کرتا ہے بلکہ فرمایا کون زیادہ اچھے عمل کرتا ہے۔ اسلئے کہ اچھا عمل وہ ہوتا ہے جو صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہو۔ اور دوسرا یہ کہ وہ سنت کے مطابق ہو۔ ان دو شرطوں میں سے ایک شرط بھی فوت ہو جائیگی تو وہ اچھا عمل نہیں رہے گا۔ پھر وہ چاہے کتنا بھی زیادہ ہو۔ اللہ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

وَ لَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۹ وَ لَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۱۰ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۱۱

اور اگر ہم کسی انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں پھر وہ اس سے چھین لیں تو وہ مایوس ہو کر ناشکری کرنے لگتا ہے (۹) اور اگر کوئی مصیبت آنیکے بعد ہم اسے نعمتیں عطا کریں تو کہتا ہے میرے تو برے دن دور ہو گئے' پھر وہ اترانے اور فخر کرنے لگتا ہے (۱۰) مگر (ان قباحتوں سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں) جنہوں نے صبر کیا اور اچھے عمل کئے ایسے ہی لوگوں کیلئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے (۱۱)

آیت ۱۰: جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر اتراتا ہے اور دوسروں پر فخر و غرور کا اظہار کرتا ہے۔ تاہم ان صفات مذمومہ سے اہل ایمان اور صاحب اعمال صالحہ مستثنیٰ ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں واضح ہے۔

آیت ۱۱: اہل ایمان، راحت و فراغت ہو یا تنگی اور مصیبت دونوں حالتوں میں اللہ کے احکام کے مطابق طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ نبی ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ مومن کے لئے جو بھی فیصلہ فرماتا ہے، اس میں اس کے لئے بہتری کا پہلو ہوتا ہے' اگر اسے راحت پہنچتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے، جو اس کے لئے بہتر یعنی اجر کا باعث ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لئے بہتر یعنی اجر و ثواب کا باعث ہے' یہ امتیاز ایک مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں''۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5210) اور ایک حدیث میں فرمایا: مومن کو جو بھی ہم و غم اور تکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ اسے کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی غلطیاں معاف فرما دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5210) سورۂ معارج کی آیات ۱۹۔ ۲۲ میں بھی یہ مضمون ہے۔ (احسن البیان)

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ ضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

(اے نبیؐ) ایسا نہ ہو کہ آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیں اور اس وجہ سے آپ کا دل تنگ ہو کہ کافر یہ کہیں گے: اس شخص پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو محض ڈرانے والے ہیں' اور ہر چیز پر مختار تو اللہ تعالیٰ ہے (۱۲) یا وہ کہتے ہیں: اس نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے' آپؐ کہئے: اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں گھڑ لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو (۱۳) پھر اگر وہ تمھارے چیلنج کا جواب نہ دیں تو جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے۔ اور اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں پھر کیا تم سر تسلیم خم کرتے ہو؟ (۱۴)

آیت ۱۳: کفار مکہ پیغمبر اسلام کے اعلانات حق کی ہنسی اڑاتے تھے اور جب قرآن سنایا جاتا تھا تو کہتے تھے یہ تو تم نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے۔ آیت ۱۳ میں فرمایا: اگر یہ گھڑی ہوئی بات ہے تو تم بھی ایسی ہی بات گھڑ کر بنا لاؤ اور اپنے بنائے ہوئے معبودوں سے دعائیں کرو کہ اس کام میں تمہاری مدد کریں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہے تو ہم انہیں دنیا میں ہی ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے دیتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہے (۱۵) یہی لوگ ہیں جن کا آخرت میں آگ کے سوا کچھ حصہ نہیں جو کچھ انھوں نے دنیا میں بنایا وہ برباد ہو جائے گا اور جو عمل کرتے رہے وہ محض بے سود ہوں گے (۱۶)

آیت ۱۵۔۱۶: یہاں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اگر انکار و سرکشی پر بھی انھیں (کافروں کو) دنیوی فوائد مل رہے ہیں تو صرف اتنی ہی بات دیکھ کر یہ مغرور نہ ہو جائیں اور نہ مومنوں کو چاہئے کہ اس پر متعجب ہوں۔ اللہ نے دنیا کیلئے ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا ہے کہ انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ رکھتا ہے اور جیسا کچھ عمل ہوتا ہے اس کے مطابق نتیجہ بھی نکلتا ہے۔ اگر ایک انسان آخرت کی طرف سے غافل ہے اور صرف دنیوی زندگی ہی کا خواہش مند ہے۔ جب بھی ایسا نہ ہوگا کہ اس کی سعی وطلب بے اثر ہو جائے جیسی کچھ کوشش کرے گا اس کے مطابق نتیجہ حاصل کر لے گا۔ اگر اچھی طرح ہل چلائے گا اور تخم ریزی کرے گا تو اچھی فصل پیدا ہو جائے گی۔ ادھورا کام کرے گا تو ادھورا نتیجہ نکلے گا البتہ ایسے آدمی کیلئے آخرت میں کچھ نہ ہوگا ہاں! اسے نظر آئے گا کہ اس کے سارے کام اکارت گئے۔ آخرت کیلئے کچھ سود مند نہ ہوئے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

بھلا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہو، پھر اس کی طرف سے ایک شاہد وحی پڑھ کر سنائے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی جو قابل اقتدا اور رحمت تھی تو (کوئی شک کر سکتا ہے) یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان گروہوں سے جو اس کا انکار کرے تو اس کیلئے جہنم ہی کا وعدہ ہے۔ لہٰذا تمہیں اس میں شک نہ رہنا چاہئے بلاشبہ وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے پھر بھی اکثریت ایمان نہیں لاتے۔ (۱۷)

آیت ۱۷: جو لوگ اللہ کی طرف سے دلیل و حجت پر ہیں اور انھوں نے راہ حق پالی ہے وہ ان مغرورین دنیا کی طرح نہیں ہو سکتے۔ ان کی راہ ہدایت الٰہی کی راہ ہے اور ہدایت الٰہی کی کامیابی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۙ﴿۱۸﴾ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

وقف لازم

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے ایسے لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ گواہی دیں گے کہ یہی لوگ تھے جو اپنے رب پر جھوٹ باندھتے تھے۔ دیکھو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو (۱۸) جو لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کج روی تلاش کرتے ہیں، اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں (۱۹) یہ لوگ زمین میں (اللہ کو) بے بس کرنے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ کے مقابلہ میں ان کا کوئی حامی ہوگا۔ انہیں دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ وہ نہ تو (حق بات) سننا گوارا کر سکتے تھے اور نہ ہی خود انہیں سوجھتا تھا (۲۰) یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور وہ جو کچھ وہ افترا پردازیاں کرتے تھے، سب انہیں بھول جائیں گی (۲۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ آخرت میں یہی سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۲۲)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور جو لوگ شرک سے توبہ واستغفار کر کے اللہ واحد کی طرف رجوع کریں گے اللہ ان کو دنیا وآخرت میں کامیاب کریگا۔

اور جو لوگ ایک اللہ کی عبادت کا انکار کریں گے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر اہل مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے رہیں گے اور قرآن کو ایک بناوٹی کتاب کہہ کر انکار کریں گے تو جس طرح نوح کے انکار پر عذاب آیا اسی طرح اہل مکہ پر بھی عذاب آئے گا۔ لہٰذا رسول پر اور قرآن پر ایمان لاؤ۔

آیت ۱۸ میں فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے؟ جو اللہ پر افترا کرے۔ یعنی مومن تو اللہ کی دلیل وحجت پر چلے اور منکر اللہ پر افترا کر رہے ہیں۔ پس دونوں کی راہ ایک دوسرے سے متضاد ہوئی اور نتائج میں بھی متضاد ہوں گے۔ پہلے نے اللہ کی بخشی ہوئی عقل سے کام لیا اور اس کی وحی پر ایمان لایا۔ دوسرے نے عقل وبصیرت سے انکار کیا اور اللہ کی وحی جھٹلائی۔ (ترجمان القرآن)

درج ذیل حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ صفوان بن محرز سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہنے لگا، اے ابوعبدالرحمن! کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نجویٰ (سرگوشی) کے بارے میں

کچھ سنا ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: ''مومن کو اپنے رب کے قریب بلایا جائے گا'' ہشام کا بیان ہے کہ مومن اپنے رب کے اس قدر قریب ہو جائے گا کہ اس کا رب اس پر اپنا پہلو رکھ دے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار واعتراف کرے گا (اللہ اس سے فرمائے گا) کیا تجھے فلاں گناہ جس کا تو نے ارتکاب کیا) معلوم ہے، وہ مومن دو مرتبہ کہے گا، میں جانتا ہوں۔ اے میرے رب، میں جانتا ہوں۔ اس وقت اللہ فرمائے گا: ''میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کی پردہ پوشی کی اور آج میں انہیں تیرے لئے معاف کر دیتا ہوں'' پھر اس کی نیکیوں کا رجسٹر (ریکارڈ) بند کر دیا جائے گا اور دوسرے لوگوں یا کفار کا حال یہ ہوگا کہ گواہوں کے سامنے اعلانیہ طور پر کہا جائے گا کہ یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا سن لو اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:685) (احسن الکلام)

آیت ۲۰: میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس بات سے عاجز نہیں ہے کہ ان افترا پرداز کافروں اور مشرکوں کو قیامت آنے سے پہلے دنیا میں ہی عذاب دے۔ اور ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہو جو اس عذاب کو ان سے ٹال سکے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں انہیں اس لئے عذاب نہیں دیا گیا تا کہ آخرت میں انہیں دوگنا عذاب دیا جائے، اس لئے کہ دین اسلام سے ان کی نفرت وعداوت اس قدر شدید تھی کہ نہ حق بات سننے کی تاب لاتے تھے اور نہ اللہ کی آیتوں میں غور وفکر سے کام لیتے تھے۔

آیات ۲۱۔۲۲: میں انہی کفار ومشرکین کے بارے میں کہا گیا کہ ان لوگوں نے اللہ کے بجائے باطل معبودوں کی بندگی کر کے بڑے ہی خسارے کا سودا کیا ہے، وہ جھوٹے معبود ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور آخرت میں ان سے بڑھ کر کوئی خسارہ اٹھانے والا نہیں ہوگا، کہ جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔ جہاں ایک لمحہ کیلئے بھی ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر جہنم کی آگ کو حرام کر دے۔ آمین

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْۤا اِلٰی رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ كَالْاَعْمٰی وَ الْاَصَمِّ وَالْبَصِیْرِ وَ السَّمِیْعِ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع ۲ ۱۶

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور اپنے رب کے حضور گڑگڑائے یہی لوگ اہل جنت میں سے ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۲۳) ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ''ایک تو اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا بھی ہو اور سننے والا بھی'' کیا یہ دونوں برابر ہیں'' پھر کیا تمہارے کچھ پلے نہیں پڑتا؟ (۲۴)

آیات ۱۵۔۱۶۔۱۷: میں بیان کیا جا چکا ہے کہ طالبِ دنیا اور طالبِ آخرت برابر نہیں ہو سکتے۔ یہاں آیات ۱۸ سے لیکر (۲۴) تک اسی بات کو دوسرے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلے افترا پرداز کفار ومشرکین کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور اب اہل ایمان کا ذکرِ خیر ہو رہا ہے اور آیت (۲۴) میں اندھے اور بہرے اور آنکھ اور کان والے کی مثال

دیگر بتایا جارہا ہے کہ جس طرح یہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے ہیں، اسی طرح طالب دنیا اور طالب آخرت ہرگز برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اس نے کہا) میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں (۲۵) تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو میں تمہارے بارے میں المناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (۲۶) تو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے جواب دیا: ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا آدمی خیال کرتے ہیں۔ اور جو تیرے پیروکار ہیں وہ دیکھنے میں ہمیں کمینے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر تم لوگوں کو ہم پر کسی طرح کی فضیلت بھی نہیں بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (۲۷)

آیت ۲۶: وہی دعوتِ توحید اپنی قوم کو دی۔ جس طرح فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء:۲۵) جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے، انکی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو۔ یعنی اگر مجھ پر ایمان نہیں لائے اور اس دعوتِ توحید کو نہیں اپنایا تو عذابِ الٰہی سے نہیں بچ سکو گے۔

آیت ۲۷: یہ وہی شبہ ہے، جس کی پہلے کئی جگہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ کافروں کے نزدیک بشریت کے ساتھ نبوت و رسالت کا اجتماع بڑا عجیب تھا۔ جس طرح آج کے اہلِ بدعت کو بھی عجیب لگتا ہے اور وہ بشریتِ رسولؐ سے انکار کرتے ہیں۔ حق کی تاریخ میں یہ بات بھی ہر دور میں سامنے آتی رہی ہے کہ ابتدا میں اس کو اپنانے والے ہمیشہ وہ لوگ ہوتے جنہیں معاشرے میں بے نوا اور کم تر سمجھا جاتا تھا اور صاحبِ حیثیت اور خوش حال طبقہ اس سے محروم رہتا۔ حتیٰ کہ یہ چیز پیغمبروں کے پیروکاروں کی علامت بن گئی۔ چنانچہ جب شاہِ روم ہرقل نے ابوسفیان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پوچھا تو اس میں ان سے ایک بات یہ بھی پوچھی کہ اس کے پیروکار معاشرہ کے معزز سمجھے جانے والے لوگ ہیں یا کمزور لوگ؟'' تو ابوسفیان نے جواب میں کہا: ''کمزور لوگ'' جس پر ہرقل نے کہا: ''رسول کے پیروکار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6)
قرآن کریم میں بھی وضاحت کی گئی ہے کہ خوش حال طبقہ ہی سب سے پہلے پیغمبروں کی تکذیب کرتا رہا ہے۔ (الزخرف:۲۳)
اور یہ اہلِ ایمان کی دنیوی حیثیت تھی اور جس کے اعتبار سے اہلِ کفر انہیں حقیر اور کم تر سمجھتے تھے، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ حق کے پیروکار معزز اور اشراف ہیں چاہے وہ مال و دولت کے اعتبار سے فروتر ہی ہوں اور حق کا انکار کرنے والے حقیر اور

بے حیثیت ہیں چاہے وہ دنیوی اعتبار سے مال دار ہی ہوں۔ اہلِ ایمان چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کے مقابلے میں اپنی عقل ودانش اور رائے کا استعمال نہیں کرتے۔ اس لئے اہلِ باطل یہ سمجھتے ہیں کہ یہ موٹی عقل والے ہیں کہ اللہ کا رسول انہیں جس طرف موڑ دیتا ہے۔ یہ مڑ جاتے ہیں جس چیز سے روکتا ہے، رک جاتے ہیں۔ یہ بھی اہل ایمان کی ایک بڑی خوبی بلکہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ لیکن اہل کفر و باطل کے نزدیک یہ خوبی بھی ''عیب'' ہے۔ (احسن البیان)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝۲۸ وَ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۲۹ وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۱

نوح نے کہا: اے میری قوم! بھلا دیکھو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت (نبوت) بھی عطا کی ہو جو تمہیں نظر نہ آئے تو کیا ہم اسے تم پر چپکا سکتے ہیں؟ (کہ ایمان لاؤ) جبکہ تمہیں یہ ناپسند ہو (۲۸) اور اے میری قوم! میں تم سے کوئی مال ودولت تو نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، میں انہیں اپنے ہاں سے نکال نہیں سکتا وہ یقیناً اپنے رب سے ملنے والے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ (۲۹) اور اے میری قوم! اگر میں انہیں نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کریگا؟ تم غور نہیں کرتے (۳۰) میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ یہ کہ جن لوگوں کو تم حقیر سمجھتے ہو اللہ انہیں کبھی بھی بھلائی سے نوازیگا ہی نہیں، جوانکے دلوں میں ہے وہ تو اللہ خوب جانتا ہے ورنہ یقیناً میں ظالموں میں سے ہو جاؤنگا۔ (۳۱)

آیت ۲۹: نوحؑ نے ان سے یہ بھی کہا کہ میں دعوت وتبلیغ کے کام پر تم سے کوئی معاوضہ بھی تو نہیں مانگتا ہوں کہ تمہیں شبہ ہو کہ میں دنیا طلبی کیلئے ایسا کر رہا ہوں' اور تم جو میرے پیروکاروں کو گھٹیا کہتے ہو، اور مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں انہیں اپنے پاس سے نکال دوں تا کہ تم لوگ آ کر میری بات سنو، تو میں ایسا بھی نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ ایمان لانے کے بعد اللہ کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو گیا ہے، اور جب وہ اللہ سے ملیں گے تو مجھ سے جھگڑیں گے کہ اے رب! ''انہوں نے ہمیں اپنی مجلس سے نکال دیا، تو مجھے اللہ

کے عتاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا'' اس لئے کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے بعد اللہ کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو گیا ہے اور انہیں صرف اس لئے بھگا دینا کہ وہ غریب اور کمزور ہیں سراسر ظلم ہوگا۔

آیت ۳۱: اس آیت کریمہ میں نوحؑ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اے لوگو! میں تمہاری طرح بشر ہوں، لیکن اللہ نے مجھے رسالت اور وحی سے نوازا ہے' میں ایسی باتوں کا دعویٰ نہیں کرتا ہوں جو اختیار سے باہر ہیں، میں دعویٰ نہیں کرتا ہوں کہ اللہ کی روزی کے خزانوں کا مالک ہوں، اور نہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہوں، اور نہ ہی فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں، جب میں خود ایسا دعویٰ نہیں کرتا ہوں تو پھر میرے اندر ان صفات کے مفقود ہونے پر میری نبوت کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اور جن غریب مسلمانوں کو تم حقیر جانتے ہو، ان کے بارے میں تمہاری طرح یہ نہیں کہتا کہ اللہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے ان کی غربت کی وجہ سے محروم رکھے گا۔ ان کے اندر جو خوبیاں پائی جاتی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے اور تم سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں گا تو میں ان کے حق میں ظالم ہوں گا، اس لئے کہ میں نے انکی قدر و منزلت نہیں پہچانی، اور انکی شان کے خلاف بات کی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ آخری حصہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں نے غریب مسلمانوں کی تحقیر کر کے ظلم و ستم کا ارتکاب کیا تھا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۲ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۳ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۳۴ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝۳۵ ع

وہ کہنے لگے: نوح تم نے جھگڑا کیا اور اسے بہت طول دیا تو اب اگر تم سچے ہو'' تو جس بات کی ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ لے ہی آؤ'' (۳۲) نوح نے کہا: وہ تو اللہ ہی لائے گا اگر اس نے چاہا اور (پھر) تم اسے بے بس نہ کر سکو گے (۳۳) اور اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں بھی تو میری خیر خواہی تمہیں کیا فائدہ دے گی جبکہ اللہ کو یہی منظور ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کرے وہی تمہارا رب ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۳۴) کیا کافر کہتے ہیں: اس نے یہ (قرآن) گھڑ لیا ہے۔ آپؐ کہئے: اگر میں نے گھڑا ہے تو میرا گناہ میرے ذمہ اور جو تم جرم کر رہے ہو میں ان سے بری ہوں (۳۵)

آیت ۳۴: یعنی اللہ کے قانون ضلالت کے مطابق اگر تم پر ہدایت کے دروازے بند ہو گئے ہوں تو میری خیر خواہی اور نصیحت کا تم پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

آیت ۳۵: یہ جملہ معترضہ ہے یعنی اصل سلسلۂ بیان کو روک کر برسرِ موقع قریش کے اس الزام کا جواب دیا گیا ہے' جو وہ نبی ﷺ پر لگاتے تھے کہ یہ قرآن آپ نے گھڑا ہے اور اس میں جو قصے پیش کئے جا رہے ہیں وہ محض پرانی داستانیں ہیں۔ یعنی

میں نے اس قرآن کو گھڑا نہیں ہے اور واقعہ یہی ہے کہ میں نے گھڑا نہیں ہے تو تمہارے اس جرم کا وبال تم ہی پر ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو تم نے میری من گھڑت کتاب قرار دیکر جھٹلایا۔ (دعوت القرآن)

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ یَصْنَعُ الْفُلْكَ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، ان کے بعد کوئی ایمان نہ لائے گا۔ لہٰذا ان کے کرتوتوں پر غم کرنا چھوڑ دو (۳۶) اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم کے مطابق ایک کشتی بناؤ اور ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو (سفارش) نہ کرنا یہ سب غرق ہونے والے ہیں (۳۷) نوحؑ نے کشتی بنانا شروع کی تو جب بھی اس کی قوم کے سردار وہاں سے گزرتے تو اس کا تمسخر اڑاتے۔ نوح نے کہا! اگر تم ہمارا تمسخر اڑاتے ہو تو ہم بھی (ایک دن) تمہارا ایسے ہی تمسخر اڑائیں گے (۳۸) پھر تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس پر رسوا کن عذاب آتا اور دائمی عذاب اترتا ہے (۳۹)

آیت ۳۶: اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو خبر دے دی کہ جو لوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اللہ نے نوح علیہ السلام کو بذریعہ وحی خبر دے دی تو وہ ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے اور ان کے حق میں بددعا کر دی کہ اے اللہ اب کسی کافر کو زمین پر نہ رہنے دے۔

آیت ۳۷: جب عذاب کا آنا یقینی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور اس کی تعلیم دی تاکہ وہ اور ان کے ماننے والے مسلمان طوفان سے بچ سکیں۔ اور کافروں کی نجات کیلئے شفاعت کرنے سے منع فرمادیا، اس لئے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا کہ انھیں طوفان کی نذر ہو جانا ہے۔

آیت ۳۸: نوحؑ کو کشتی بناتے دیکھ کر کفار کہنے لگے کہ نبی ہونے کے بعد اب بڑھئی ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کام وہ پانی سے بہت دور ایک میدان میں سخت گرمی کے زمانہ میں کرتے تھے۔ اسی لئے کافروں نے ان سے پوچھا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے پہلے سے کشتی نہیں دیکھی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمیں لیکر پانی پر چلے گی، تو وہ ہنسے اور مذاق اڑانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آج تم میرا مذاق اڑا رہے ہو تو اڑا لو۔ کل طوفان میں تمہارے ڈوبنے کا نظارہ ہم سب مسلمان کرینگے۔

آیت ۳۹ میں کہا کہ اسوقت تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ دنیا میں رسوا کن عذاب اور آخرت میں دائمی عذابِ نار کا کون مستحق ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا
احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ
اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ
مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾ وَ قَالَ ارْكَبُوْا
فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ
رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾ وَ هِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ
مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰی نُوْحُ ابْنَهٗ وَ كَانَ فِیْ
مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ
الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ
مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ
اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ
فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَ قِیْلَ یٰۤاَرْضُ
ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ
وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَ
قِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

قرء حفص بفتح المیم وامالۃ الراء ۱۲

الربع

یہاں تک کہ ہمارا (عذاب) حکم آ پہنچا اور تنورا بلنے لگا تو ہم نے نوح سے کہا کہ اس میں ہر قسم کے جانوروں کا ایک جوڑا (نر و مادہ) رکھ لو۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی بجز ان اشخاص کے جن کے متعلق پہلے بتلایا گیا ہے اور جو ایمان لائے اور ایمان لانے والے تھوڑے ہی تھے (۴۰) نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے۔ میرا رب یقینا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے (۴۱) وہ کشتی پہاڑ جیسی موجوں میں ان لوگوں کو لئے چلی جا رہی تھی۔ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جبکہ وہ ایک کنارے پر تھا "بیٹا! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ نہ دے" (۴۲) کہنے لگا میں ابھی پہاڑ کی طرف پناہ لے لیتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا" نوحؑ نے کہا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں۔ مگر جس پر وہ رحم کرے" اور ان دونوں کے درمیان ایک لہر حائل ہو گئی جس سے وہ ڈوب گیا (۴۳) (پھر عرصہ بعد اللہ کا) اور حکم ہوا: اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان رک جا اور پانی خشک ہو گیا اور فیصلہ چکا دیا گیا اور کہا گیا کہ ظالم لوگ (اللہ کی رحمت سے) دور ہیں (۴۴)

آیت ۴۰: جب قوم نوح کی ہلاکت کا حکم آ گیا اور پانی پوری شدت کے ساتھ ابلنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین پر پائے جانے والے تمام جانوروں اور چڑیوں وغیرہ کے جوڑے کشتی میں رکھ لیں، اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ اپنے صرف ان رشتہ داروں کو سوار کر لیں جو ان پر ایمان لائے ہیں۔

قتادہ اور ابن جریر کے قول کے مطابق ان کی تعداد آٹھ تھی۔ نوح، ان کی بیوی، ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں۔ اور ابن عباسؓ کے قول کے مطابق ان کی تعداد اسّی (۸۰) تھی۔ ان میں نوح کے بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں تھیں۔ انہی مسلمانوں میں سے ایک شخص جُرہم بھی تھا جس کے نام سے قبیلۂ جرہم مشہور ہوا جو ہاجرہ اور اسماعیل کے بعد مکہ مکرمہ میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔

آیت ۴۱: نوحؑ نے جب طوفان کو اُمڈتے دیکھا تو اپنے مسلمان ساتھیوں سے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ، اللہ کے نام سے چلے گی اور اسی کے نام سے اس کی مرضی کے مطابق رُکے گی، بے شک میرا رب مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور ہمیں ضرور اس طوفان سے نجات دے گا۔

علماء نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کشتی یا جانور پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہنے کو مستحب کہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۴۲: کشتی ان اللہ والوں کو ایسے پانی میں لئے جا رہی تھی جو ہمہ گیر تھا اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے پندرہ پندرہ ہاتھ اونچا چڑھا ہوا تھا بلکہ ایک قول میں تو ۸۰ میل اونچا آیا ہے۔ پانی کی اس قدر بے پناہ طغیانی کے باوجود اللہ والوں کی کشتی اللہ کے حکم سے پہاڑوں جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بدستور صحیح وسالم چلی جا رہی تھی، اس کا محافظ اللہ تھا، اور اسی کی نگرانی میں جا رہی تھی، فرمایا: "اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ الخ" (الحاقہ:۱۱۔۱۲) جب پانی میں طغیانی آئی تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر دیا تا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت مقرر کریں اور اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں۔ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ الخ (القمر: ۱۳۔۱۵) ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کرایا جو ہماری نگرانی میں جا رہی تھی، اور کافروں کو کفر وشرک کا عبرت ناک انجام دکھایا اور ہم نے اسے ایک نشان بنا دیا ہے کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے۔

آیت ۴۳: آپ نے جس بیٹے کو شفقت پدری سے سوار ہونے کو کہا تھا، وہ آپ کا چوتھا فرزند یام تھا اس کا لقب کنعان تھا، جب آپ کشتی پر سوار ہونے لگے تو اس سے کہا بیٹا تم بھی اپنے تینوں بھائیوں کی طرح مجھ پر ایمان لے آؤ اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ اور کافروں کی طرح ڈوب کر جان نہ دو، یام بولا میں کشتی پر سوار ہو کر کیا بناؤں گا، پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر سیلاب سے بچ جاؤں گا، نادان نے اپنی جہالت سے یہ سمجھ لیا کہ پانی پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے سے رہا، اس لئے میں چوٹی پر چڑھ کر یقیناً محفوظ رہوں گا۔ فرمایا بیٹا یہ سیلاب نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے۔

آیت ۴۴: جب زمین پر بسنے والے سب ڈوب گئے اور کشتی والے ہی بچے تو اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ جس قدر پانی اب تک ابلا ہے اور اس پر چڑھا ہوا ہے وہ سب پی جائے اور آسمان کو حکم دیا کہ بس کر۔ خبردار اب پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے پائے۔ چنانچہ زمین سے رفتہ رفتہ پانی گھٹنے لگا، اللہ کے عذاب سے روئے زمین پر تمام رہنے والے ہلاک ہو گئے، ایک کافر بھی زندہ نہ بچا، اور کشتی اپنے سوار لیکر جودی پہاڑ پر رُک گئی۔ (الفضل الکبیر)

اور اللہ کے عذاب سے وہی بچے گا جس پر اللہ رحم فرمائے، اتنے میں ایک ایسی موج آئی جس نے بیٹے کو باپ سے ہمیشہ کیلئے جدا کر دیا، اور بیٹا باپ کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہی دیکھتے ڈوب گیا۔

وَ نَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ وَ اِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَ اَنۡتَ اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ٭۫ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۴۷﴾

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا۔ اور کہا! میرا بیٹا تو میرے اہل سے تھا اور تیرا وعدہ بھی سچا ہے اور تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۴۵) اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: نوح! وہ تیرے اہل سے نہیں تھا' کیونکہ اس کے عمل اچھے نہ تھے لہٰذا جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کا مجھ سے سوال نہ کریں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں کی سی درخواست نہ کرو (۴۶) نوح نے کہا! ''اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں تجھ سے سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں تباہ ہو جاؤں گا (۴۷)

آیت ۴۶: باوجود اس کے کہ وہ تمہارا صلبی بیٹا تھا مگر جب اس کے اعمال ہی ایسے نہ تھے تو پھر وہ تمہارا اہل کیسے ہو سکتا ہے؟

آیت ۴۷: اس سوال و جواب سے نہایت اہم سبق ملتا ہے کہ اللہ کے ہاں صرف ایمان اور عمل صالح ہی کی قیمت ہے۔ ایک اولوالعزم رسول اپنے بیٹے کیلئے التجا کر رہا ہے تو الٹا اس پر عتاب نازل ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جنہوں نے سستی نجات کیلئے طرح طرح کے عقیدے وضع کر رکھے ہیں۔ کسی شخص کا سید ہونا یا کسی بزرگ کا دامن پکڑ لینا اللہ کے ہاں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کو علم غیب نہیں ہوتا ورنہ وہ ایسی دعا نہ کرتے۔ انبیاء چونکہ عامۃ الناس کیلئے نمونہ ہوتے ہیں اس لئے ان کی عام لغزش پہ بھی شدید تنبیہ ہوتی ہے۔ یہی عصمت انبیاء کا مفہوم ہے۔

قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اہۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُہُمۡ ثُمَّ یَمَسُّہُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۴۸﴾ تِلۡکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡہَاۤ اِلَیۡکَ ۚ مَا کُنۡتَ تَعۡلَمُہَاۤ اَنۡتَ وَ لَا قَوۡمُکَ مِنۡ قَبۡلِ ہٰذَا ؕۛ فَاصۡبِرۡ ؕۛ اِنَّ الۡعَاقِبَۃَ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۴۹﴾ ع

حکم ہوا! اے نوح ہماری طرف سے سلامتی سے اتر آؤ اور ان برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیری ساتھی جماعتوں پر (نازل ہوئیں) اور جو کچھ اور امتوں کو ہم متاع حیات دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے المناک عذاب پہنچے گا (۴۸) (اے نبی) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اس سے قبل انہیں نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔ لہٰذا آپ صبر کیجئے کیونکہ (انجام بخیر) متقین ہی کے حق میں ہوتا ہے (۴۹)

آیت ۴۸: اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ تمہارے ساتھ جو لوگ ہیں ان کی نسلوں سے بھی سرکش پیدا ہوں گے اور وہ بھی اللہ کے قانون کے مطابق عذاب الیم سے بچ نہ سکیں گے۔

آیت ۴۹: نوحؑ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تقریباً چار ہزار سال کا عرصہ ہے۔ اس زمانے کی تفصیلی خبریں دینا بجائے خود آپ کی نبوت کی دلیل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غیب کی نفی ہے۔ (تیسیر القرآن)

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ۝۵۲

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، جس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں تم نے تو محض جھوٹ گھڑ رکھے ہیں (۵۰) اے میری قوم ! میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے کیا تم سوچتے نہیں؟ (۵۱) اور اے قوم! اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اسی کے آگے توبہ کرو وہ تم پر (آسمان سے) موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری موجودہ قوت میں مزید اضافہ کر دے گا تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو (۵۲)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ جو قوم رسول کا انکار کرتی ہے اور اللہ کی کتاب کا انکار کرتی ہے تو اس پر عذاب آتا ہے۔ جیسے قوم نوح پر عذاب آیا۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ قوم ہود، قوم ثمود پر بھی اسی لئے عذاب آیا تھا۔

آیت ۵۱: جو شخص سچے دل سے دعوت و تبلیغ اور نصیحت کی مشقتیں اٹھا رہا ہے اور جسے اپنے آپ سے اجر کی امید ہے وہ تم سے کوئی دنیوی فائدہ کیوں چاہے گا؟

آیت ۵۲: یا اپنے تمام باطل معبودوں کو چھوڑ کر اسی کی طرف پلٹ آؤ۔

تفسیری روایات کے مطابق جب قوم عاد میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا تھا جو کئی سال تک رہا۔ ہودؑ نے ان سے کہا کہ ایمان لا کر اپنے گناہوں سے توبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش ہوگی اور قحط کی بجائے خوشحالی اور فراوانی ہو جائے گی۔ (معالم التنزیل)۔

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ

وہ کہنے لگے: تو ہمارے پاس کوئی صریح معجزہ تو لایا نہیں، اور محض تیری باتوں سے ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ نہیں سکتے اور نہ ہی تجھ پر ایمان لا سکتے ہیں (۵۳) ہم یہ کہتے ہیں کہ

اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ
اشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ مِنْ
دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵ اِنِّیْ
تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ
اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ
مُّسْتَقِیْمٍ ۝۵۶

ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے، ہود نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تمہیں بھی جو تم شرک کر رہے ہو میں اس سے بیزار ہوں (۵۴) اللہ کے سوا تم سب میرے خلاف جو چاہو تدابیر کرو اور مجھے مہلت نہ دو (۵۵) میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی وہ پکڑے ہوئے نہ ہو میرا رب یقیناً صراط مستقیم پر ہے (۵۶)

آیت ۵۴: جو اسطرح کی بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے۔ افسوس! یہی ''کسی بزرگ کی مار'' کا تصور آج مسلمانوں میں بھی آ گیا ہے حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کے سوا کوئی زندہ یا مردہ ہستی کسی کا کچھ نہ بگاڑ سکتی ہے نہ بنا سکتی ہے۔ (وحیدی)
یعنی میرا تمہارے ان بتوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ میں ان کی ہر آن مذمت کرنے کو تیار ہوں۔

آیت ۵۵: یعنی تم جو یہ کہتے ہو کہ ہمارے کسی معبود کی تم پر مار پڑ گئی ہے تو اگر تم اور تمہارے یہ سب معبود ملکر بھی میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو بگاڑ لیں اور مجھے ذرا مہلت نہ دیں۔ ورنہ جان لو کہ تم بھی جھوٹے اور تمہارے یہ معبود بھی غلط۔ (وحیدی)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ
اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَ لَا
تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
حَفِیْظٌ ۝۵۷ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ
مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ۝۵۸ وَ تِلْكَ عَادٌ ۙ جَحَدُوْا
بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ
كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝۵۹ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا
لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا
رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝۶۰ ع ۵

پھر اگر تم اعراض کرو تو میں جو پیغام تمہیں پہنچانے کیلئے بھیجا گیا تھا، پہنچا چکا اور اب میرا رب تمہارے علاوہ دوسروں کو تمہارا جانشین بنائے گا۔ اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے میرا رب یقیناً ہر چیز پر محافظ ہے (۵۷) پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ گیا تو ہم نے ہود اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی مہربانی سے نجات دی اور شدید عذاب سے انہیں بچا لیا (۵۸) اور یہ قوم عاد ہیں وہ اپنے رب کی آیات کے منکر تھے۔ اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر جابر سرکش کے طریقہ کی اتباع کرتے رہے (۵۹) آخر اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے رہی اور قیامت کے دن بھی (رہے گی) دیکھو! بلاشبہ قوم عاد نے اپنے رب کا انکار کیا۔ دیکھو! عاد کے لوگ دھتکارے گئے جو ہود کی قوم تھے (۶۰)

آیت ۵۷: وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ لہٰذا وہ یقیناً تمہارے شر سے میری حفاظت فرمائے گا۔ (شوکانی)

آیت ۵۹: انہوں نے اگرچہ ہودؑ ہی کی نافرمانی کی لیکن، چونکہ ایک پیغمبر کی نافرمانی تمام پیغمبروں کی نافرمانی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ انہوں نے اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ (شوکانی)

''عنید'' ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نہ حق کو قبول کرے اور نہ اس کا مطیع ہو۔ مراد قوم کے سردار ہیں۔ (ابن کثیر)

آیت ۶۰: قیامت کے دن یوں پکاریں گے۔ سدی سے روایت ہے کہ قومِ عاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے عاد پر لعنت کی یا ''اتبعوا'' کے معنی یہ ہیں کہ ان پر دنیا میں بھی لعنت اور آخرت میں بھی۔ (شوکانی)

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی سب سے پہلے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔ جس طرح کہ تمام انبیاء کا دستور رہا ہے۔ یعنی ابتداءً تمہیں زمین سے پیدا کیا، وہ اس طرح کہ تمہارے باپ آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی اور تمام انسان صُلب آدم سے پیدا ہوئے یوں گویا تمام انسانوں کی پیدائش زمین سے ہوئی۔ یا یہ مطلب کہ تم جو کچھ کھاتے ہو زمین ہی سے پیدا ہوتا ہے اور اسی خوراک سے وہ نطفہ بنتا ہے۔ جو رحم مادر میں جا کر وجود انسانی کا باعث ہوتا ہے۔

یعنی تمہارے اندر زمین کو بسانے اور آباد کرنے کی استعداد و صلاحیت پیدا کی جس سے تم رہائش کیلئے مکان تعمیر کرتے، خوراک یعنی تمہارے اندر زمین کو بسانے اور آباد کرنے کی استعداد و صلاحیت پیدا کی جس سے تم رہائش کیلئے مکان تعمیر کرتے، خوراک کیلئے کھیتی کرتے اور دیگر ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کیلئے صنعت و حرفت سے کام لیتے ہو۔

وقف لازم

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ مِنْهُ

اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں، اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا لہٰذا اسی سے بخشش مانگو پھر اسی کی طرف رجوع کرو۔ بلاشبہ میرا رب قریب ہے (دعا) قبول کرنے والا ہے (۶۱) کہنے لگے: صالح! پہلے تو ہماری امیدوں کا سہارا تھا کیا تو ہمیں اس کی عبادت سے روکتا ہے جنہیں ہمارے آباء و اجداد پوجتے رہے؟ اور تو ہمیں جو دعوت دیتا ہے بلاشبہ اس میں ہم متردد ہیں (۶۲) صالح نے کہا: اے میری قوم! بھلا دیکھو! اگر میں اپنے رب کی ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے رحمت نبوت بھی عطا کی۔ پھر اس کی نافرمانی کروں تو

رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾

اللہ کے مقابلہ میں کون میری مدد کرے گا؟ تم تو میرے نقصان میں اضافہ کر رہے ہو۔ (٦٣)

آیت ٦٢: پیغمبر اپنی قوم میں چونکہ اخلاق وکردار اور امانت و دیانت میں ممتاز ہوتا ہے' اس لئے قوم کی اس سے اچھی امید یں وابستہ ہوتی ہیں۔ اسی اعتبار سے صالح علیہ السلام کی قوم نے بھی ان سے یہ کہا لیکن دعوت توحید دیتے ہی ان کی امیدوں کا یہ مرکز، ان کی آنکھوں کا کانٹا بن گیا اور اس دین میں شک کا اظہار کیا جس کی طرف صالح علیہ السلام انہیں بلا رہے تھے یعنی دین توحید۔

آیت ٦٣: نافرمانی سے مراد یہ ہے کہ اگر میں تمہیں حق کی طرف اور الٰہ واحد کی عبادت کی طرف بلانا چھوڑ دوں، جیسا کہ تم چاہتے ہو۔ یعنی اگر میں ایسا کروں تو تم مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ البتہ اس طرح تم میرے نقصان اور خسارے میں ہی اضافہ کرو گے۔

وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾

اور اے قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے ایک معجزہ ہے' اسے اللہ کی زمین میں چرنے دو، اور کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمہیں بہت جلد عذاب آ ئے گا (٦٤) مگر انھوں نے اس کو کاٹ ڈالا تو صالح نے کہا: بس تین دن اپنے گھروں میں مزے کرلو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوسکتا (٦٥) پھر جب ہمارا (عذاب کا) حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے عذاب اور اس دن کی رسوائی سے بچالیا' بلاشبہ آپ کا رب طاقتور اور غالب ہے (٦٦) اور جنھوں نے ظلم کیا تھا انھیں ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے (٦٧) جیسے وہ وہاں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ دیکھو! ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا دیکھو! یہ ثمود (بھی) دھتکار دیئے گئے (٦٨) اور بلاشبہ ہمارے رسول (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لیکر آئے تو ابراہیم کو سلام کیا' انہوں نے جواب دیا اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لائے (٦٩)

آیت ۶۴ تا ۶۸: ثمودیوں کی ہلاکت کی اوران تمام آیتوں کی مکمل تفصیل وتفسیر سورۂ اعراف میں گزرچکی۔

آیت ۶۹: یہ بھیجے ہوئے فرشتے تھے جو ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دینے آئے تھے۔ چونکہ یہ انسانی شکل میں تھے ابراہیمؑ بڑے مہمان نواز تھے۔ اس لئے آپ نے مہمان دیکھتے ہی کھانے کیلئے فوراً بھنا ہوا گوشت لاکر پیش کردیا، یہ بھی کہا گیا کہ یہ لوطیوں کی ہلاکت کی بشارت لیکر آئے تھے۔ ان مہمانوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور جو کچھ حاضر تھا پیش کیا۔ آپ نے سلام کا جواب سلام سے دیا جس میں ہمیشگی پائی جاتی ہے۔ یعنی تم پر بھی اللہ کی طرف سے ہمیشہ سلامتیاں رہیں۔ یہ گوشت گرم پتھروں پر سینکا ہوا تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ مہمان کھانے کیلئے گوشت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تو آپکو خیال ہوا کہ کہیں دشمن برے ارادے سے تو نہیں گھس آئے، چنانچہ آپکو ان سے کچھ خوف سا محسوس ہونے لگا۔ فرشتے تاڑ گئے اور بولے کہ آپ خوف نہ فرمائیں، دراصل ہم فرشتے ہیں اور لوطیوں پر عذاب لیکر آئے ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَ اَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً‌ ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍؕ ﴿۷۰﴾ وَامۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَ مِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوۡزٌ وَّ هٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا‌ ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ‌ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾

پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو انہیں مشتبہ سمجھا اور دل میں خوف محسوس کرنے لگے، وہ کہنے لگے: ڈرو نہیں! ہم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں (۷۰) اور ابراہیمؑ کی بیوی پاس کھڑی تھی ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بھی (۷۱) وہ بولی! ہائے میری کمبختی! کیا میں بچہ جنوں گی جبکہ میں خود بھی بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے تو یہ بڑی عجیب بات ہوگی (۷۲) وہ کہنے لگے: کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت (نبوت) تم پر اللہ کی رحمت ہو اور برکتیں ہوں بلاشبہ وہ قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے (۷۳)

آیت ۷۰: سارہ نے دیکھا کہ خود خلیل اللہ مہمانوں کو کھانا کھلانے پر اصرار کررہے ہیں لیکن وہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہی نہیں تو انھیں مہمانوں پر بلا تامل ہنسی آ گئی اور کہنے لگیں: یہ عجیب مہمان ہیں، ہم تو ان کی خاطر تواضع میں لگے ہوئے ہیں، اور یہ کھاتے ہی نہیں۔

آیت ۷۲: بشارت سن کر سارہؑ کو بڑا تعجب ہوا کہ دونوں میاں بیوی انتہائی بوڑھے، بھلا اولاد کیسے ہوسکتی ہے۔ اس آیت میں سارہ کے قول کو نقل فرمایا اور سورۂ ذاریات میں ان کے فعل کو۔ چنانچہ فرمایا: فَاَقۡبَلَتِ امۡرَاَتُهٗ الخ (الذاریات:۲۹) پھر ان کی بیوی حیرت زدہ ہوئیں اور منہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: میں تو بڑھیا ہوں اور بانجھ بھی، عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تعجب کا اظہار قول و

فعل سے کیا کرتی ہیں۔

آیت ۷۳: فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ کے حکم میں اور اس کی قدرت میں تعجب کی گنجائش نہیں۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ تم کو اس عمر میں بیٹا دے گا' اگرچہ اولاد ہونے کے زمانے میں تم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اگرچہ تمہارے میاں کی عمر بھی کافی ہو چکی، مگر اللہ کی قدرت کے اندر ہر چیز ہے۔ اس کا فیصلہ ہو کر رہتا ہے، اے نبی کے گھرانے والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں تم کو اس کی قدرت میں تعجب نہیں کرنا چاہئے' اللہ اپنے افعال میں حقدار تعریف و توصیف ہے اور اپنی ذات وصفات والے اقوال میں بزرگ ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾

پھر جب ابراہیم سے خوف دور ہو گیا اور اسے خوشخبری مل گئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے جھگڑنے لگے (۷۴) بلاشبہ ابراہیم بڑے بردبار، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے (۷۵) (فرشتوں نے کہا) ابراہیم! اس قصہ کو چھوڑو تمہارے رب کا حکم آ چکا' بلاشبہ اب انھیں عذاب آ کے رہے گا جو ٹل نہیں سکتا (۷۶) پھر جب ہمارے رسول (فرشتے) لوط کے پاس آئے تو انہیں آنا ناگوار محسوس ہوا اور دل گھٹ گیا۔ اور کہنے لگے: یہ تو مصیبت کا دن ہے (۷۷) اور اس کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے ان کے ہاں آ گئے' وہ پہلے سے ہی بدکاری کیا کرتے تھے۔ لوط نے انہیں کہا: اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں جو تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور مجھے اپنے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں۔ (۷۸) وہ کہنے لگے: یہ تو تو جانتا ہی ہے کہ تمہاری بیٹیوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں (۷۹)

آیت ۷۴: جب ابراہیم کے دل سے ڈر نکل گیا اور انھیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری مل گئی، تو قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں فرشتوں سے کہنے لگے کہ وہاں لوط اور کچھ دیگر مسلمان بھی ہیں! ان کا کیا حال ہوگا اور ان کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے اللہ قوم لوط سے عذاب کو ٹال دے۔ اس لئے کہ ابراہیمؑ بڑے ہی بردبار' بڑے ہی رحم دل تھے برا کرنے والوں سے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتے تھے اور ہر دم اللہ سے لو لگائے رہتے تھے۔

آیت ۷۶: فرشتوں نے ابراہیمؑ سے کہا کہ اب آپ اس موضوع پر کوئی بات نہ کیجئے۔ اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے اور ان پر عذاب آ کر رہے گا۔ کوئی دعا اور کوئی سفارش اسے ٹال نہیں سکتی ہے۔

بعض مفسرین نے مذکورہ بالا آیات کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ معلوم ہوا کہ اولا دنرینہ اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کے نافرمانوں کا ہلاک ہونا بھی نعمت ہے، اور جب کسی کو کوئی خوشخبری ملے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اصم نے روایت کی ہے کہ فرشتے ابراہیم کے پاس اس وقت آئے جب وہ کھیت میں کام کر رہے تھے۔ کام سے فارغ ہوتے ہی اپنی کدال زمین پر رکھ دی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ سلام کرنا جائز ہے، اس کا بہتر جواب دینا سنت ابراہیمی ہے' اس لئے کہ ابراہیمؑ نے جواب میں سلام کہا جو افضل جواب پر دلالت کرتا ہے۔

آیت ۷۷: جب وہ فرشتے ابراہیمؑ سے رخصت ہو کر لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ خوبصورت کم عمر نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ لوط انھیں اس حال میں دیکھ کر پریشان خاطر ہوئے، اور دل میں سوچا کہ آج کا دن تو بڑا ہی مشکل دن ہے۔ میں ان مہمانوں کو بدمعاشوں سے کیسے بچا سکوں گا؟

آیت ۷۸: قوم لوط کو ان خوبصورت مہمانوں کے آنے کی اطلاع ملی، تو ان کے ساتھ لواطت کی نیت سے بہت ہی تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے لوطؑ کے پاس پہنچ گئے، اس لئے کہ پہلے سے ہی مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنی ان کی خبیث عادت چلی آرہی تھی اور شرم و حیا نام کی کوئی چیز ان کے اندر باقی نہیں رہ گئی تھی۔ جب انھوں نے ان مہمانوں کی طرف دست درازی کرنی چاہی تو لوط نے مہمانوں کا دفاع کرتے ہوئے اور بدمعاشوں کو خیر کی نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں یعنی قوم کی بچیاں موجود ہیں۔ تم لوگ ان سے شادی کرلو، دنیاوی اور اُخروی ہر اعتبار سے یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ اور اچھی رہیں گی۔ دیکھو! اللہ سے ڈرو اور زنا سے بھی خبیث لواطت کا ارتکاب کر کے اس کی نافرمانی نہ کرو۔ اور مہمانوں پر دست درازی کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو اس فعل قبیح سے باز آ جائے اور نیکی کی راہ اختیار کرے؟

آیت ۷۹: ان بدبختوں نے لوطؑ کی نصیحت پر کوئی دھیان نہیں دیا، اور انتہائی بے حیائی کیساتھ اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اے لوط! تم پہلے سے جانتے ہو کہ ہم عورتوں کی خواہش نہیں رکھتے ہیں، تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنی شہوت کی آگ بجھانے کیلئے وہ کم عمر خوبصورت لڑکے چاہئے جو تمہارے پاس موجود ہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ

لوط نے کہا: کاش! میں تمہارا مقابلہ کر سکتا یا کسی مضبوط سہارے کی طرف پناہ لے سکتا (۸۰) کہنے لگے: اے لوط! ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، تم کچھ حصہ رات رہے اپنے گھر والوں کو

وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ
مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ
اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا
جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً
مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ
رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع ۱۵ النصف

لیکر (بستی سے) نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی بھی مڑ کر نہ دیکھے البتہ تمہاری بیوی پر وہی کچھ گزرنا ہے جو ان پر گزرے گا' ان پر عذاب کیلئے صبح کا وقت مقرر ہے کیا اب صبح قریب ہی نہیں؟ (۸۱) پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصہ کو نچلا حصہ بنا دیا پھر ان پر کنکر کی قسم کے تہ بہ تہ پتھر برسائے (۸۲) جو تیرے رب کے ہاں سے نشان زدہ تھے۔ اور یہ (خطہ ان) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں (۸۳)

آیت ۸۰: قوت سے اپنے دست و بازو اور اپنے وسائل کی قوت یا اولاد کی قوت مراد ہے۔ رُكْنٍ شَدِيْدٍ (مضبوط پناہ) سے خاندان، قبیلہ یا اسی قسم کا کوئی مضبوط سہارا مراد ہے۔ یعنی نہایت بے بسی کے عالم میں آرزو کر رہے ہیں کہ کاش میرے پاس کوئی قوت ہوتی یا کسی خاندان یا قبیلے کی پناہ اور مدد مجھے حاصل ہوتی، آج مجھے مہمانوں کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی نہ ہوتی، میں ان بدقماشوں سے نمٹ لیتا اور مہمانوں کی حفاظت کرتا۔ لوط علیہ السلام کی یہ آرزو، اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ ظاہری اسباب کے مطابق ہے۔ اور توکل علی اللہ کا صحیح مفہوم و مطلب بھی یہی ہے کہ پہلے تمام ظاہری اسباب و وسائل بروئے کار لائے جائیں اور پھر اللہ پر توکل کیا جائے۔ یہ توکل کا نہایت غلط مفہوم ہے کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے۔ اس لئے لوط علیہ السلام نے جو کچھ کہا، ظاہری اسباب کے اعتبار سے بالکل بجا کہا۔ جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ کا پیغمبر جس طرح عالم الغیب نہیں ہوتا' اسی طرح وہ مختار کل بھی نہیں ہوتا' جیسا کہ آج کل لوگوں نے یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ اگر نبی دنیا میں اختیارات سے بہرور ہوتے تو یقیناً لوط علیہ السلام اپنی بے بسی اور اس آرزو کا اظہار نہ کرتے جو انہوں نے مذکورہ الفاظ میں کی۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوطؑ پہ رحم کرے وہ شدید آسرا (یعنی ذات باری تعالیٰ) رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 3121)

آیت ۸۱: جب فرشتوں نے لوطؑ کی بے بسی اور ان کی قوم کی سرکشی کا مشاہدہ کر لیا تو بولے، اے لوط! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم تک تو کیا، اب یہ تجھ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اب رات کے ایک حصے میں سوائے بیوی کے، اپنے گھر والوں کو لیکر یہاں سے نکل جا! صبح ہوتے ہی اس بستی کو ہلاک کر دیا جائے گا۔

آیت ۸۳: اس آیت میں **ھی** کا مرجع بعض مفسرین کے نزدیک وہ نشان زدہ کنکریلے پتھر ہیں جو ان پر برسائے گئے، اور بعض کے نزدیک اس کا مرجع وہ بستیاں ہیں جو ہلاک کی گئیں اور جو شام اور مدینہ کے درمیان تھیں۔ اور ظالمین سے مراد مشرکین مکہ اور دیگر مکذبین ہیں۔ مقصد ان کو ڈرانا ہے کہ تمہارا حشر بھی ویسا ہو سکتا ہے جس سے گزشتہ قومیں دو چار ہوئیں۔ (احسن البیان)

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَ لَا
تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ
وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾
وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ
لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي
الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ
بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ
اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ
اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ
الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ
عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ
اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا
اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ
شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ
نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ
لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ
تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا' انھوں
نے کہا: اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی
الٰہ نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تمہیں خوشحال
دیکھ رہا ہوں' اور بلاشبہ مجھے ڈر ہے کہ تم پر ایسا عذاب آئے گا
جو تمہیں ہر طرف سے گھیر لے گا (۸۴) اور اے میری قوم!
ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان
کی اشیاء کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو
(۸۵) تمہارے لئے اللہ کی دی ہوئی بچت ہی بہتر ہے اگر تم
مومن ہو اور میں تم پر کوئی محافظ تو نہیں (۸۶) وہ کہنے لگے
: شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم ان
معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء عبادت کرتے تھے
یا جیسے ہم چاہتے ہیں اپنے اموال میں تصرف کرنا چھوڑ دیں؟
تو تم بڑے بردبار اور بھلے مانس ہو (۸۷) شعیب نے کہا:
اے میری قوم! دیکھو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک
واضح دلیل پر ہوں اور مجھے اللہ نے اچھا رزق بھی دیا ہو (تو
کیسے تمہارا ساتھ دوں) میں نہیں چاہتا کہ جس سے میں تمہیں
منع کرتا ہوں خود ہی اس کے خلاف کروں۔ میں تو جہاں تک
ہو سکے اصلاح ہی چاہتا ہوں اور مجھے توفیق نصیب ہونا تو اللہ
کے فضل سے ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور اسی کی
طرف رجوع کرتا ہوں (۸۸) اور اے میری قوم! میری
مخالفت تمہیں اس بات پر مشتعل نہ کرے کہ تمہیں ویسی ہی
مصیبت پہنچ جائے جیسی قوم نوح، قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچی
تھی' اور قوم لوط (کا علاقہ) تو تم سے کچھ دور بھی نہیں (۸۹)
اور اپنے رب سے معافی مانگو اور اسی کے آگے توبہ کرو اور میرا
رب یقیناً رحم کرنے والا اور محبت رکھنے والا ہے (۹۰) وہ کہنے

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ
اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ
لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ
يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى
مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ
يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ
وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَ لَمَّا
جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا
الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ﴿۹۴﴾
كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا
بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع ۸

لگے: شعیب تمہاری اکثر باتیں ہمیں سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے درمیان کمزور آدمی ہو اور اگر تمہاری برادری نہ ہوتی تو ہم تمہیں رجم کر دیتے اور نہ ہی تمہارا ہم پر کوئی دباؤ ہے (۹۱) شعیب نے کہا: کیا تم پر میری برادری کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے جسے تم نے بالکل پس پشت ڈال رکھا ہے یہ جو تم کر رہے ہو میرا رب یقیناً اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے (۹۲) اور اے میری قوم! تم اپنے طریقے پر عمل کرتے جاؤ میں اپنے طریقے پر عمل کرتا رہوں گا جلد ہی تمہیں معلوم ہو گا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور جھوٹا کون ہے۔ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (۹۳) پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے شعیب کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے انہیں اپنی مہربانی سے بچا لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک سخت چنگھاڑ نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے (۹۴) جیسے وہ وہاں کبھی آباد نہ تھے دیکھو! اہل مدین پر بھی ایسے ہی پھٹکار پڑی جیسے قوم ثمود پر پڑی تھی (۹۵)

قبیلۂ مدین میں شعیب علیہ السلام کی دعوت کا ظہور ہوا۔ تورات میں ہے کہ قطورہ (Keturah) کے بطن سے ابراہیم علیہ السلام کے چھ لڑکے ہوئے جن میں سے ایک کا نام ''مدیان'' تھا (پیدائش ۲۵: ۱) یہی ''مدیان'' عربی میں مدین ہو گیا۔ اس کی اولاد بحر قلزم کے کنارے آباد ہو گئی تھی جن میں شعیب علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ بنی اسرائیل انھیں بنی قطورہ کہتے تھے۔

(ا) شعیبؑ نے کہا: اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ ناپ تول میں خیانت نہ کرو۔ نہ حق سے زیادہ لو نہ حق سے کم دو۔ ملک میں شر و فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ لوٹ مار نہ کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم خوش حال ہو لیکن ڈرتا ہوں کہ عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔

(ب) لوگوں نے کہا: تم اپنے خدا کی جتنی عبادت کرنی چاہو شوق سے کرو، لیکن کیا تمہاری نمازیں یہ بھی کہتی ہیں کہ دوسروں کو ان کی راہ سے ہٹاؤ اور اس راہ سے ہٹاؤ جس پر ان کے باپ دادا چلتے آئے ہیں؟ ہم اپنے مال کے مالک و مختار ہیں۔ جس طرح چاہیں

خریدیں، تم اپنے ناپ تول کی باتیں رہنے دو! معلوم ہوتا ہے ساری دنیا میں صرف تم ہی ایک نیک اور خوش معاملہ آدمی رہ گئے ہو!

(ج) جب شعیبؑ نے کہا! اگر اللہ نے مجھ پر علم و بصیرت کی راہ کھول دی اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ہلاکت کی طرف جا رہے ہو تو بتلاؤ کیا میرا فرض نہیں ہے کہ تمہیں سلامتی کی راہ دکھاؤں؟ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے رزق و دولت کی فراوانی عطا فرمائی ہے پھر کیا یہ کفران نعمت نہ ہوگا کہ ادائے فرض میں کوتاہی کروں؟ اور پھر تم میری ضد میں آ کر کیوں حق سے منہ موڑو؟ میں ایسا تو نہیں کرتا کہ تمہیں ایک بات سے روکوں اور پھر خود ہی کرنے لگوں۔ میں وہی بات کہتا ہوں جس پر خود عامل ہوں۔ اور تم میری تبلیغ سے بگڑتے کیوں ہو؟ میں کچھ تم پر نگہبان بن کر تو نہیں کھڑا ہو گیا ہوں کہ مجبور کروں۔ میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے بس میں ہے۔ اور میرے کاموں کو بننا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بننا ہے۔ میرا بھروسہ صرف اسی پر ہے۔

(د) بحر قلزم کی جو شاخ عرب اور جزیرہ نمائے سینا کے درمیان گزری ہے اسی کے کنارے مدین کا قبیلہ آباد تھا۔ چوں کہ یہ جگہ شام، افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کا نقطۂ اتصال تھا۔ اس لئے اشیاء تجارت کے مبادلے کی بڑی منڈی بن گئی تھی۔ اور لوگ خوش حال ہو گئے تھے۔ اسی لئے شعیبؑ نے کہا: "اِنِّیۡۤ اَرٰىكُمۡ بِخَيۡرٍ" میں تمہیں خوش حال پاتا ہوں۔ لیکن جب لوگوں کے اخلاق فاسد ہو گئے تو کاروبار میں خیانت کرنے لگے اور ناپ تول کے انصاف سے ناآشنا ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ شعیب علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ اس معصیت سے روکا۔

(ھ) جو مکالمہ گزر چکا ہے۔ اس پر اچھی طرح غور کرو۔ لوگوں نے کہا، تم نماز پڑھتے ہو۔ لیکن تمہارے نماز پڑھنے کا نتیجہ یہ کیوں نکلے کہ ہم لوگوں کو بھی اپنی راہ چلنے کی دعوت دو؟ یعنی بنائے نزاع خود تمہارا عمل نہیں ہے۔ یہ ہے کہ دوسروں کو کیوں دعوت دیتے ہو؟ شعیبؑ نے کہا: یہی تو میرا اصلی کام ہے اسے کیسے چھوڑ دوں؟ سچائی کی روشنی میرے سامنے آ گئی ہے اور جب آ گئی ہے تو اسکے اعلان سے باز نہیں رہ سکتا۔ البتہ ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ مجھے حق نہیں کہ کسی پر جبر کروں۔ اس سے معلوم ہوا اتباع حق کیلئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ آدمی خود متبع ہو جائے، بلکہ ضروری ہے کہ دوسروں کو بھی اسکی دعوت دے۔

(و) اتباع حق کی راہ میں ذاتی خصومت اور شخصی حسد سے بڑھ کر کوئی روک نہیں۔ مکالمے سے یہ بات ٹپکتی ہے کہ قبیلے کے سرداروں کو شعیبؑ سے ذاتی خصومت ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کہا: ایسا نہ کرو کہ میری ضد میں آ کر پیام حق کے مخالف ہو جاؤ اور اللہ کے مؤاخذہ میں گرفتار ہو۔ (ترجمان القرآن)

آیت ۹۱: جو باتیں تم کہتے ہو کہ تجارتی ہیرا پھیری چھوڑیں پھر تو ہمارا کاروبار ہی نہ چل سکے گا۔ یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔

آیت ۹۴: یہاں قوم شعیب کا چنگھاڑ سے ہلاک ہونا مذکور ہے۔ سورۂ اعراف میں زلزلہ کا ذکر ہے سورۂ شعراء میں "عذاب یوم ظلہ" کا ذکر ہے۔ یعنی عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر محیط ہو گئے۔ پہلے ان پہ ایک بادل چھا گیا جس سے شعلے اور چنگاریاں نکلنے لگیں۔ پھر اس سے ہولناک اور کرخت قسم کی آواز برآمد ہوئی۔ اسی دوران نیچے سے زلزلہ نے آلیا

تو یہ سب لوگ اپنے گھروں میں موت کی آغوش میں چلے گئے۔ان کی حالت یہ تھی کہ انہوں نے سینوں کو زمین سے چمٹا رکھا تھا تا کہ انہیں عذاب سے کم از کم تکلیف محسوس ہو۔ (تفسیر القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثمود پر جو عذاب آیا تھا اس سے ملتا جلتا عذاب مدین والوں پر آیا تھا۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ مَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے معجزے صریح سند (نبوت) دے کر بھیجا(۹۶) فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے فرعون کے حکم کی اتباع کی حالانکہ فرعون کا حکم کچھ اچھا نہ تھا(۹۷) وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور انہیں جہنم کے کنارے لا کھڑا کرے گا کتنی بری ہے وارد ہونے کی جگہ جہاں وہ وارد ہوں گے(۹۸) اور ان لوگوں پر اس دنیا میں بھی لعنت پڑی اور قیامت کو بھی پڑے گی۔کیسا برا انعام ہے جو انہیں دیا جائیگا(۹۹)

آیت ۹۶: یعنی موسیٰ کی رسالت پر دلالت کرنے والی جو نشانیاں تھیں ان میں بعض نشانیاں تو بالکل حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ چنانچہ ان کی لاٹھی کا سانپ بن جانا اور جادوگروں کے مقابلہ میں ان کا غالب آ جانا، اس کی واضح مثال ہے۔اور اس حجت قاہرہ کے بعد ان کی رسالت کے معاملہ میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔

آیت ۹۷: فرعون کی باتیں سوجھ بوجھ کی باتیں نہیں تھیں۔اور نہ اس کی قیادت حق و انصاف اور عدل و راستی سے آشنا تھی مگر لوگ تھے کہ اسی کے پیچھے چلتے رہے اور اللہ کے رسول کی اتباع کیلئے آمادہ نہیں ہوئے۔

آیت ۹۸: دنیا میں فرعون کو اس کی قوم نے قائد بنایا تھا۔لہٰذا قیامت کے دن بھی وہ اپنی قوم کی قیادت کرے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی قیادت میں نکلنے والا یہ جلوس سیدھا جہنم کی طرف روانہ ہوگا اور ہلاکت کے ایسے گڑھے میں گرے گا کہ پھر اس سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔

آیت ۹۹: جہنم جیسے بدترین ٹھکانے کا حال بیان کرنے کے بعد بدقسمت فرعونیوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے، کہ اللہ کی لعنت ان پر اس دنیا میں تو بھیج ہی دی گئی تھی۔آخرت میں بھی ان پر لعنت برسے گی۔یعنی وہ جہاں بھی ہوں گے اللہ کی رحمت سے دور ہوں گے۔ "رِفْدٌ" بخشش اور عطا کو کہتے ہیں۔یہاں لعنت کو بخشش سے تعبیر کر کے فرعونیوں کی غایت درجہ کی اہانت اور سبک کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

یہ ان بستیوں کی سرگزشت ہے جو ہم نے آپ سے بیان کی ہے۔ ان میں سے کچھ بستیاں موجود ہیں اور کچھ اجڑ چکی ہیں (۱۰۰) ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر کیا تھا۔ پھر جب اللہ کا حکم (عذاب) آ گیا تو ان کے وہ معبود کچھ بھی کام نہ آئے جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے بلکہ ان معبودوں نے ان کی تباہی میں کچھ اضافہ ہی کیا (۱۰۱)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں بعض قوموں کی ہلاکت کا ذکر تھا کیونکہ انھوں نے توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کا انکار کیا تھا۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے دشمنوں کو دنیا میں ہی ہلاک کرتا ہے اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ دنیا میں کفار و مشرکین کو ہلاک کر کے مومنوں کی مدد کرتا ہے۔ اور آخرت میں حق کو ماننے والے کامیاب ہوں گے اور جنت میں عیش و آرام کریں گے اور جو حق کی مخالفت کرتے رہے وہ آخرت میں جہنم کے مستحق ہوں گے جہاں دردناک عذاب ہوگا۔

آیت ۱۰۰: قوموں اور نبیوں کے واقعات کے بعد ارشاد ہے کہ یہ واقعات جو ہم آپ کے سامنے بیان کر رہے ہیں۔ چند بستیوں کے واقعات ہیں جن میں کچھ آج بھی موجود ہیں اور کچھ مٹ چکی ہیں۔

آیت ۱۰۱: یعنی ہم نے انھیں تباہ کر کے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ انھوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تھا کہ ہمارے رسولوں کو نہ مانا اور ان کی مخالفت پر ڈٹ گئے، پھر جب ہمارا عذاب آیا تو ان کے جھوٹے معبود ان کے کچھ بھی کام نہ آ سکے، بلکہ ان کی عبادت نے اور بت پرستی نے انھیں قطعی جہنمی بنا دیا۔ فائدہ تو رہا درکنار ان سے تو انھیں نقصان ہی پہنچا۔ (الفضل الکبیر)

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

اور جب بھی آپ کا رب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو اس کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس کی گرفت تکلیف دینے والی اور سخت ہوتی ہے (۱۰۲) جو شخص آخرت کے عذاب سے ڈرے اس کیلئے اس میں عبرت ہے، وہ ایسا دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور جو کچھ ہوگا سب کی موجودگی میں ہوگا (۱۰۳) اور ہم نے اسے ایک معینہ مدت کیلئے مؤخر کر رکھا ہے (۱۰۴) جب یہ دن آئے گا تو اللہ کے اذن کے بغیر کوئی شخص کلام نہ کر سکے گا، پھر ان میں کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت (۱۰۵)

آیت ۱۰۲: ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (مشرک، گناہ گار اور ستانے والے وغیرہ) کو ڈھیل دیتا رہتا ہے لیکن جب اسے پکڑ لیتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں ہے۔ ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:۴۶۸۶) (احسن الکلام)

آیت ۱۰۳: اس آیت کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے، سب کو حاضر کیا جائے گا، تا کہ حساب لیا جاسکے۔ دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ اس دن شہادت قائم ہوں گی۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت قائم ہوگی جب صرف نافرمان لوگ ہی رہ جائیں گے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:5243) قیامت کا معین وقت کسی کو بھی نہیں بتلایا گیا اور نہ ہی کسی کو اس کی موت کا وقت بتلایا گیا ہے۔ یہ باتیں اللہ کی مشیت کے خلاف ہیں اور اس سے وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے جس کیلئے انسان پیدا کیا گیا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۱۰۴: قیامت کے دن تاخیر کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کیلئے ایک وقت معین کیا ہوا ہے۔ جب وہ وقت یا اجل مُسمّٰی آ جائیگا تو ایک لمحے کی تاخیر نہیں ہوگی۔

آیت ۱۰۵: گفتگو نہ کرنے سے مراد، کسی کو اللہ تعالیٰ سے بحث وتکرار کی یا شفاعت کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ الّا یہ کہ وہ اجازت دے دے۔ طویل حدیث شفاعت کے بارے میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا یَتَکَلَّمُ یَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَۃُ الرُّسُلِ یَوْمَئِذٍ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6885) اس دن انبیاء کے علاوہ کسی کو یارائے گفتگو نہ ہوگا اور انبیاء کی زبان پر بھی اس دن صرف یہی ہوگا کہ ''یا اللہ ہمیں بچالے ہمیں بچالے''۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع ۹

تو جو بد بخت ہیں وہ تو جہنم میں (داخل) ہوں گے اور وہیں چیختے چلاتے رہا کریں گے (۱۰۶) جب تک آسمان وزمین قائم ہیں وہ اسی پر رہیں گے مگر یہ کہ آپ کا رب کچھ اور چاہے کیونکہ آپ کا رب جو چاہتا ہے اسے کر گزرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے (۱۰۷) اور جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہی رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم رہیں مگر یہ کہ آپ کا رب کچھ اور چاہے یہ بخشش کبھی منقطع نہ ہوگی (۱۰۸) پس (اے نبی) جن چیزوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں ان کے بارے میں شک میں نہ رہیئے یہ تو انہیں ایسے ہی پوج رہے ہیں جیسے ان سے پہلے انکے آباء واجداد پوجتے رہے اور ہم بلا کم وکاست انھیں انکا پورا پورا حصہ دینگے (۱۰۹)

آیت ۱۰۷: ان الفاظ سے بعض لوگوں کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ کافروں کیلئے جہنم کا عذاب دائمی نہیں ہے بلکہ مؤقت ہے یعنی اس وقت تک رہے گا جب تک آسمان وزمین رہیں گے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ یہاں مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اہل عرب کے روزمرہ اور محاورے کے مطابق نازل ہوا ہے۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب کسی چیز کا دوام ثابت کرنا مقصود ہوتا تو وہ کہتے تھے کہ ھٰذَا دَائِمٌ دَوَامِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

یہ چیز اسی طرح ہمیشہ رہے گی جس طرح آسمان وزمین کا دوام ہے۔ اسی محاورے کو قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کفر وشرک جہنم میں ہمیشہ رہیں گے جس کو قرآن نے متعدد جگہ خَالِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ ایک دوسرا مفہوم اس کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آسمان وزمین سے مراد، جنس ہے یعنی دنیا کے آسمان وزمین ہیں جو فنا ہو جائیں گے لیکن آخرت کے آسمان وزمین ان کے علاوہ اور ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الارْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراھیم: ۴۸) اس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ اور آخرت کے یہ آسمان وزمین، جنت اور دوزخ کی طرح ہمیشہ رہیں گے اس آیت میں یہی آسمان وزمین مراد ہے۔ نہ کہ دنیا کے آسمان وزمین۔ جو فنا ہو جائیں گے۔ (ابن کثیر) ان دونوں مفہوموں میں سے کوئی بھی مفہوم مراد لے لیا جائے آیت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور وہ اشکال پیدا نہیں ہوتا جو مذکور ہوا۔ امام شوکانیؒ نے اس کے اور بھی کئی مفہوم بیان کئے ہیں۔ جنھیں اہل علم ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ (احسن البیان)

آیت ۱۰۸: یعنی نیک بخت ہمیشہ جنت میں رہیں گے جب تک کہ عالم آخرت کے آسمان وزمین قائم ہیں اور ان کا دائمی طور پر جنت میں رہنا اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے ورنہ اس فیصلے کیلئے اس کو کسی نے مجبور نہیں کیا ہے۔ وہ اگر چاہے تو کوئی اور فیصلہ کر سکتا ہے مگر اس کی مشیت یہ ہے کہ ان کو ایسی بخشش سے نوازا جائے کہ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو اور نعمتوں کی بارش ان پر ہمیشہ ہوتی رہی۔ رحمت کے جو چشمے ان کیلئے جاری ہوں گے وہ کبھی خشک ہونے والے نہیں۔

آیت ۱۰۹: یعنی دنیا کے فوائد میں ان کا جو حصہ ہے وہ بھی انہیں ملے گا اور ساتھ ہی اپنے عمل کا نتیجہ بھی انہیں بھگتنا ہوگا ہم نہ انہیں مادی فائدہ پہنچانے میں کاٹ کسر کریں گے اور نہ اس عذاب میں کوئی کمی کریں گے جسکے وہ مستحق ہیں۔ (دعوۃ القرآن)

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱۱﴾

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس میں اختلاف کیا گیا تھا اور اگر آپ کے رب کا حکم پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ چکا دیا ہوتا' اور وہ بھی اس کے بارے میں بے چین کر دینے والے شک میں پڑے ہیں (۱۱۰) ان میں سے ہر ایک کو تیرا رب ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا کیونکہ وہ ان کے اعمال سے باخبر ہے (۱۱۱)

آیت ١١٠: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو تورات دیا تھا۔ تو لوگ اسکے بارے میں دو جماعتوں میں بٹ گئے کچھ لوگ اس پر ایمان لائے اور کچھ لوگوں نے اسکا انکار کر دیا۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے اسمیں موجود احکام پر عمل کیا اور کچھ لوگوں نے عمل نہیں کیا تو اے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن کریم کے سلسلے میں بھی کفار کا رویہ دیکھ کر آپ رنجیدہ دل نہ ہوں۔ اگر پہلے سے اللہ کا فیصلہ نہ ہوتا کہ قیامت کے دن کیلئے عذاب کو ان سے مؤخر کر دیا جائے تو فوراً ہی ان کا فیصلہ کر دیا جاتا۔ آیت کا ایک دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت کر گئی ہے۔ اسی لئے اللہ نے انہیں ڈھیل دی ہے اور عذاب میں جلدی نہیں کی۔ حقیقت یہ کہ کفار قرآن کریم کے بارے میں بہت ہی گہرے شک میں مبتلا ہیں۔

آیت ١١١: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اگلی اور پچھلی تمام امتوں کو جمع کرے گا، ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دے گا، اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھا بدلہ دے گا، اور اگر برا عمل کیا ہوگا تو برا بدلہ دے گا۔ ان کا کوئی عمل بھی اللہ سے مخفی نہیں ہے، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اچھا ہو یا برا۔ آیت کے اس حصہ میں نیک عمل کرنے والوں کیلئے جنت کا وعدہ اور برا عمل کرنے والوں کیلئے جہنم کی دھمکی ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١٢﴾ وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾

لہٰذا جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر ثابت قدم رہیں اور وہ بھی جو آپ کے ساتھ تائب ہوئے اور سرتابی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہے (١١٢) نہ ہی ان لوگوں کی طرف جھکنا جنھوں نے ظلم کیا ورنہ تمھیں بھی آگ آ لے گی پھر تمھیں کوئی سرپرست نہ ملے گا جو اللہ سے تمہیں بچا سکے نہ ہی تمہیں مدد پہنچے گی (١١٣) نیز آپ دن کی دونوں اطراف کے اوقات میں اور کچھ رات گئے نماز قائم کیجئے بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ (اللہ کو) یاد رکھنے والوں کیلئے ایک یاد دہانی ہے (١١٤) اور صبر کیجئے اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتا (١١٥)

پھر آیت ١١٢ میں پیغمبر اسلام کو اور ان کے ساتھیوں کو جو ابتدائے عہد کی بے سروسامانیوں اور مظلومیوں میں ایمان لائے تھے مخاطب کیا ہے اور یہ حسب ذیل امور کی تلقین کی ہے۔ یہ ان کیلئے اس سورت کی موعظت کا خلاصہ ہے۔

(ا) جو راہ بتلا دی گئی ہے اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو اور اپنا کام کئے جاؤ۔

(ب) اپنی حد سے تجاوز نہ کرو، یعنی استقامت کا رکا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ مخالفوں پر کسی طرح کی زیادتی کرنے کا خیال کرنے لگو یا لڑنے جھگڑنے لگو اپنے دائرہ کے اندر رہو مگر اپنے طریقے پر قائم رہو۔

(ج) لیکن یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ مخالفوں کی طرف جھک پڑو اور نتیجہ یہ نکلے کہ ان کی گمراہی کی چھینٹ تم پر بھی پڑ جائے۔

نہ تو اپنی حد سے تجاوز کرنا چاہئے، نہ ان کی طرف جھکنا چاہئے۔

(د) نماز کو اس کی ساری حقیقتوں کے ساتھ اس کے تمام وقتوں میں ادا کرو تمہاری طاقت کا اصل سرچشمہ یہی ہے۔ یہ بڑی نیک عمی ہے۔اور نیک عملی برائیاں دور کر دیتی ہے۔

جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ، کسی شخص نے ایک انصاری، عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر (ندامت ہوئی اور) آپ ﷺ کے پاس آ کر اپنا گناہ بیان کیا۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(یہ آیت سننے کے بعد) اس شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کیا یہ امر (نماز سے صغیرہ گناہوں کا معاف ہو جانا) خاص میرے لئے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میری امت سے جو بھی ایسا کرے۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر:495)

(ہ) صبر کرو۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔یعنی ضروری ہے کہ آخر کار کامیابی انھیں کے حصے میں آئے۔اہل خیر کی موجودگی میں اللہ کا عذاب نہیں آتا۔

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ

جو قومیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں سے ایسے اہل خیر کیوں پیدا نہ ہوئے جو دوسروں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے؟ سوائے تھوڑوں کے جنہیں ہم نے ان میں سے بچا لیا اور جو ظالم تھے وہ اس عیش و عشرت کے پیچھے لگے رہے جو انہیں مہیا تھی اور وہ مجرم بن کر ہی رہے (۱۱۶) اور آپ کے رب کے یہ لائق نہیں کہ وہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے۔ حالانکہ وہاں کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں (۱۱۷) اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنائے رکھتا' مگر وہ اختلاف ہی کرتے رہینگے (۱۱۸) ما سوا ان کے جس پر آپ کا رب رحم کر دے اللہ نے تو انہیں پیدا ہی (اختلاف) کیلئے کیا ہے۔اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا (۱۱۹) اور ہم رسولوں کی خبریں آپ سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط کریں۔اور ان خبروں کے ذریعہ حق آئے اور مومنوں کیلئے نصیحت اور یاد دہانی بھی ہوگی (۱۲۰) اور جو لوگ مومن نہیں آپ ان سے کہئے کہ تم اپنے طریقہ پر عمل کرتے جاؤ، ہم بھی عمل کر رہے ہیں (۱۲۱) اور انتظار کرو، ہم بھی

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۳ ع

انتظار کرتے ہیں (۱۲۲) آسمانوں اور زمین کے اسرار اللہ کے قبضہ میں ہیں اور سب معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں (۱۲۳)

اہل خیر کی موجودگی میں اللہ کا عذاب نہیں آتا۔

(د) یہ پچھلی قومیں جو یکسر ہلاک ہوگئیں تو اس لئے ہوئیں کہ ان میں اہل خیر وصلاح معدوم ہو گئے تھے۔ کوئی ایسا نہیں تھا جو شر وفساد سے انہیں روکے۔ اگر ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے موجود ہوتے تو کبھی اس نتیجے سے دوچار نہ ہوتے۔ کیوں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک بستی پر عذاب آئے اور اس کے باشندے مصلح ہوں۔

اس بات میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر تم اپنی راہ میں مستقیم رہے اور ایک گروہ داعیان حق کا پیدا ہوگیا تو یہ سرزمین عذاب سے محفوظ رہے گی۔ یعنی ایسے عذاب سے جو فوراً برباد کردینے والا ہو۔ جیسا کہ پچھلی قوموں پر آچکا ہے۔

(ز) یاد رکھو! دنیا میں اختلاف فکر وعمل ناگزیر ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ سب ایک ہی راہ چلنے والے ہوجائیں اور حق وباطل کی کشمکش باقی نہ رہے۔ پس اس بات سے مایوس نہ ہو کہ تمام آدمی کیوں دعوت حق قبول نہیں کر لیتے۔ نہ تو پہلے ایسا ہوا۔ نہ اب اس کی توقع رکھنی چاہئے۔ بہت سے مانیں گے، بہت سے نہیں مانیں گے، تم اپنے کام میں سرگرم رہو۔

آیت ۱۱۸۔ ایسی صورت میں کبھی عذاب نہیں آتا کہ اس قوم میں اہل خیر موجود ہوں اور اصلاح کی کوشش میں لگے ہوں۔ خواہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے مجرم بھی اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔ عذاب تو صرف اس وقت آتا ہے جب سرتاسر برائی پھیل جائے۔ کیونکہ اللہ کو خواہ مخواہ لوگوں کو عذاب دینے کا شوق نہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (النساء: ۱۴۷) اگر تم لوگ اللہ کا شکر ادا کرو اور خلوص نیت سے ایمان لے آؤ تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دے۔ اللہ بڑا قدرداں اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اختلاف کی اصل وجہ:

اللہ نے انسان کو خیر وشر میں سے کوئی ایک راہ انتخاب کرنے کی مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ اگر یہ آزادی انتخاب واختیار انسان سے چھین لی جائے تو انسان کی تخلیق کا مقصد ہی فوت ہوجائے۔ انسان کو خیر وشر کی راہیں بتادی گئیں۔ پھر انبیاء آئے۔ اللہ نے کتابیں نازل کیں اور حق وباطل کو واضح کردیا۔ جنھوں نے گمراہی کی راہیں اختیار کرکے اپنے آپ کو جہنم کا اہل ثابت کیا ایسے لوگ غلط کار ہی ثابت ہوئے۔ (تیسیر القرآن)

اللہ نے عقل کی نعمت دی پھر انبیاء بھیجے اور کتاب نازل کی پھر حق وباطل کو واضح کردیا۔ اتنی نعمتوں کے پالینے کے بعد اگر کوئی

گمراہ ہوا تو اللہ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (البقرۃ:٢٦) اللہ فاسقوں کو گمراہ کرتا ہے۔

آیت ١١٩: اللہ کی تقدیر اور قضا میں یہ بات ثابت ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو جنت کے اور کچھ ایسے ہوں گے جو جہنم کے مستحق ہوں گے اور جنت وجہنم کو انسانوں اور جنوں سے بھر دیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت اور دوزخ آپس میں جھگڑ پڑیں۔ جنت نے کہا: کیا بات ہے کہ میرے اندر وہی لوگ آئیں گے جو کمزور اور معاشرے کے گرے پڑے لوگ ہونگے۔ جہنم نے کہا کہ میرے اندر تو بڑے بڑے جبار اور متکبر قسم کے لوگ ہوں گے۔ اللہ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت کی مظہر ہے۔ تیرے ذریعہ سے میں جس پر چاہوں اپنا رحم کروں اور جہنم سے اللہ نے فرمایا: تو میرے عذاب کی مظہر ہے۔ تیرے ذریعہ سے میں جس کو چاہوں سزا دوں۔ اللہ جنت اور دوزخ دونوں کو بھر دے گا۔ جنت میں ہمیشہ اس کا فضل ہوگا حتیٰ کہ اللہ ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جو جنت کے باقی ماندہ رقبے میں رہے گی، اور جہنم جہنمیوں کی کثرت کے باوجود هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:٣٠) کا نعرہ بلند کرے گی۔ یہاں تک کہ اللہ اسمیں اپنا قدم رکھے گا جس پر جہنم پکار اُٹھے گی قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ "بس، بس" تیری عزت وجلال کی قسم۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6168 احسن البیان)

یہاں آیت ١٢٠ میں واضح کر دیا کہ گذشتہ رسولوں کی سرگزشتیں جو مختلف مقامات میں اور مختلف اسلوبوں میں بیان کی گئی ہیں ان سے قرآن کا مقصد کیا ہے۔

(ا) تاکہ تیرے دل کو تسکین ہو یعنی قوم کو اعراض وسرکشی کی حالت میں دیکھ کر تیرا دل بے قرار ہے۔ دعوت کا ولولہ اور اصلاح کا عشق تجھے پریشان رکھتا ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:٣) تو ان سرگذشتوں کا تفکر موجب تسکین ہوگا کہ تجھ سے پہلے بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔ بلکہ اعراض وسرکشی کے اس سے بھی زیادہ سخت مظاہرہ ہو چکے ہیں۔

(ب) یہ سرگذشتیں حق کو واضح کر دیتی ہیں۔ یعنی ان میں حقیقت کی دلیلیں اور روشنیاں ہیں۔ یہ بتلاتی ہیں کہ اس بارے میں اللہ کا ایک مقررہ قانون ہے اور اس میں کبھی تبدیلی ہونے والی نہیں۔

(ج) ان میں موعظت ہے یعنی ایسی باتیں ہیں جو سننے والوں کو عبرت دلاتی ہیں نصیحت و پند کرتی ہیں۔ غرور ونادانی سے بیدار کر دیتی ہیں۔

(د) مومنوں کیلئے تذکیر ہے۔ یعنی سچائی کی یاد دلاتی ہیں، غفلت سے روکتی ہیں۔ شروع حالت کی ایک غفلت یہ بھی تھی کہ کمزور وبے سروسامان تھے اور تمام ملک دشمنی پر تل گیا تھا۔ اس لئے کبھی کبھی مایوسی کے خیال آنے لگتے تھے۔ اب یہ چار باتیں سامنے رکھ کر قرآن کے قصص وواقعات کا مطالعہ کرو وہ تمام قفل کھل جائیں گے، جنھیں ہمارے منطقی مفسروں کی دس دس جلدیں بھی نہ کھول سکیں۔ سورت کی ابتدا جس اعلان حق سے ہوئی تھی اور پھر واضح کیا تھا کہ تمام پچھلی دعوتوں کا بھی یہی اعلان رہ چکا ہے، اسی پر اب سورت ختم ہوتی ہے چنانچہ آخر کی تین آیتیں خاتمۂ موعظت ہیں۔

(ا) منکروں سے وہی بات کہہ دو جو ہمیشہ کہی گئی ہے۔ یعنی تم اپنے جگہ کام کئے جاؤ۔ ہم اپنی جگہ کر رہے ہیں۔ تم بھی نتیجے کا انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔ نتیجہ فیصلہ کر دے گا جس طرح ہمیشہ کر چکا ہے۔

(ب) اللہ ہی جانتا ہے کہ پردۂ غیب میں کیا چھپا ہے اور سارے کام اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

(ج) اور تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ "فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ" اسکی عبادت میں لگے رہو اور اس پر بھروسہ رکھو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃُ یوسف

سورۂ یوسف مکی ہے، اس میں ۱۱۱ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں۔

تعارف: نام: اس کا نام سورۂ یوسف اس لئے رکھا گیا کہ اس کی اکثر و بیشتر آیتوں کا تعلق یوسفؑ سے ہے۔

زمانۂ نزول: یہ سورت بالاتفاق مکی ہے ابن الجوزی نے اس پر ائمہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے۔ اسے سورۂ ہود کا تتمہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ سورۂ ہود میں مذکور سات انبیاء کرام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کئے جانے کے بعد اس سورت میں یوسفؑ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

خاندان اور جائے سکونت!

ابراہیمؑ نے اپنے ایک بیٹے اسحاق کو فلسطین (کنعان) میں آباد کیا تھا اسحاقؑ پیغمبر تھے۔ ان کے بیٹے یعقوب کو بھی جن کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ جیسا کہ بائبل کا بیان ہے بارہ بیٹے تھے جن سے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا۔ یوسف اور بنیامین چھوٹے تھے۔ دوسری بیویوں سے یہ خاندان فلسطین کے علاقہ حَبرون میں رہتا تھا اور ان کا زمانہ تقریباً اٹھارہ سو سال قبل مسیح کا ہے۔

سرداران قریش اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اس وقت جو معاملہ چل رہا تھا اس پر برادران یوسف اور یوسفؑ کے قصے کو چسپاں کرتے ہوئے قریش والوں کو بتایا جارہا ہے کہ آج تم اپنے بھائی کے ساتھ وہی کچھ کر رہے ہو جو یوسف کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا تھا، مگر جس طرح وہ اللہ کی مشیت سے لڑنے میں کامیاب نہ ہوئے اور آخر کار اسی کے قدموں میں آرہے جس کو انہوں نے کبھی انتہائی بے رحمی کے ساتھ کنویں میں پھینکا تھا، اسی طرح تمہاری زور آزمائی بھی الٰہی تدبیر کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوسکے گی اور ایک دن تمہیں بھی اپنے اسی بھائی سے رحم و کرم کی بھیک مانگنی پڑے گی، جسے آج تم مٹائے دینے پر تلے ہوئے ہو۔ یہ مقصد بھی سورہ کے آغاز میں صاف صاف بیان کردیا گیا ہے چنانچہ: "لَقَدۡ كَانَ فِيۡ يُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيۡنَ" یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصے میں ان پوچھنے والوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یوسفؑ کے قصے کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے معاملے پر چسپاں کر کے قرآن مجید نے گویا ایک صریح پیش گوئی کردی تھی جسے آئندہ دس سال کے واقعات نے حرف بحرف صحیح ثابت کر کے دکھایا۔ اس سورہ کے نزول پر ڈیڑھ دو سال ہی گذ

رہے ہوں گے کہ قریش والوں نے برادران یوسف کی طرح محمد ﷺ کے قتل کی سازش کی اور آپ کو مجبوراً ان سے جان بچا کر مکہ سے نکلنا پڑا۔ پھر ان کی توقعات کے بالکل خلاف آپ کو بھی جلاوطنی میں ویسا ہی عروج واقتدار نصیب ہوا جیسا یوسفؑ کو ہوا تھا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہی کچھ پیش آیا جو مصر کے پایہ تخت میں یوسفؑ کو پیش آیا تھا۔ وہاں جب برادران یوسف انتہائی عجز و درماندگی کی حالت میں ان کے آگے ہاتھ پھیلائے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ "ہم پر صدقہ کیجئے اللہ صدقہ کرنے والوں کو نیک جزا دیتا ہے" تو یوسفؑ نے انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں معاف کر دیا اور فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ "آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے" اسی طرح یہاں جب محمد ﷺ کے سامنے شکست خوردہ قریش سرنگوں کھڑے ہوئے تھے اور نبی ﷺ ان کے ایک ایک ظلم کا بدلہ لینے پر قادر تھے تو آپ نے ان سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرونگا؟"

انہوں نے عرض کیا: اَخٌ كَرِيْمٌ وَّابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ "آپ ایک عالی ظرف بھائی ہیں اور ایک عالی ظرف بھائی کے بیٹے ہیں"۔ آپ نے فرمایا: فَاِنِّيْ اَقُوْلُ لَكُمْ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ لِاِخْوَتِهٖ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ، اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ "میں تمہیں وہی جواب دیتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تمہیں معاف کیا"۔

سب سے بڑا سبق جو اس سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرد مومن اگر حقیقی اسلامی سیرت رکھتا ہو اور حکمت سے بہرہ یاب ہو۔ تو وہ محض اپنے اخلاق کے زور سے ایک پورے ملک کو فتح کر سکتا ہے۔ یوسفؑ کو دیکھئے ۱۷ برس کی عمر، تن تنہا، بے سروسامان، اجنبی ملک اور پھر کمزوری کی انتہا یہ کہ غلام بنا کر بیچے گئے ہیں۔ تاریخ کے اس دور میں غلاموں کی جو حیثیت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس پر مزید یہ کہ ایک شدید اخلاقی جرم کا الزام لگا کر انہیں جیل بھیج دیا گیا جس کی میعاد سزا ابھی متعین نہ تھی۔ اس حالت تک گرا دیئے جانے کے بعد وہ محض اپنے اخلاق کے بل پر اٹھتے ہیں اور بالآخر پورے ملک کو مسخر کر لیتے ہیں۔

اٰیاتھا ۱۱۱ — ۱۲ سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ ۵۳ — رکوعاتھا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو ہر بات وضاحت سے بیان کرتی ہے (۱) ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو (۲) (اے نبی) ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے ایک بڑا اچھا قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اگرچہ اس سے قبل آپ (اس سے) بے خبر تھے (۳)

الرٰ۔ یہ حروف مقطعات ہیں اس کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے۔قرآن ''کتاب مبین'' روشن کتاب ہے۔کیونکہ اسکی تعلیم نہایت واضح ہے' اسکی دعوت، اسکے پیش کردہ عقائد و احکام، اسکی رہنمائی اور اسکا مقصد و مدعا غرض تمام باتیں صاف صاف بیان ہوئی ہیں۔ایک طرف قرآن کی یہ خصوصیت ہے جسکی بنا پر اسکی باتیں دل و دماغ میں اترتی چلی جاتی ہیں اور دوسری طرف مختلف مذاہب کی وہ ''مقدس'' کتابیں ہیں جو الجھی ہوئی باتوں سے پر ہیں اور جنکا مطالعہ بہت مشکل ہے۔(دعوت القرآن)

آیت ۲: آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد، لوگوں کی ہدایت و رہنمائی ہے اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب وہ کتاب اس زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ سکیں، اس لئے ہر آسمانی کتاب اسی قومی زبان میں نازل ہوئی، جس قوم کی ہدایت کے لئے وہ اتاری گئی تھی۔قرآن کریم کے مخاطب اول چونکہ عرب تھے۔اس لئے قرآن بھی عربی زبان میں نازل ہوا۔علاوہ ازیں عربی زبان اپنی فصاحت و بلاغت اور اعجاز اور ادائے معانی کے لحاظ سے دنیا کی بہترین زبان ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس اشرف الکتب (قرآن مجید) کو اشرف اللغات (عربی) میں اشرف الرسل (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اشرف الملائکہ (جبرئیل) کے ذریعے سے نازل فرمایا اور مکہ، جہاں اس کا آغاز ہوا، دنیا کا اشرف ترین مقام ہے اور جس مہینے میں اس کے نزول کی ابتداء ہوئی وہ بھی اشرف ترین مہینہ رمضان ہے۔(احسن البیان)

آیت ۳: قصص، یہ مصدر ہے، معنی ہیں کسی چیز کے پیچھے لگنا۔(فتح القدیر)۔مطلب دلچسپ واقعہ ہے۔قصہ، محض کہانی یا اپنی ایجاد افسانے کو نہیں کہا جاتا ہے بلکہ ماضی میں گزر جانے والے واقعات کو (یعنی اس کے پیچھے لگنے کو) قصہ کہا جاتا ہے۔یہ گویا گزرے ہوئے خبروں کا واقعی اور حقیقی بیان ہے اور اس واقعے میں حسد و عناد کا انجام، تائید الٰہی کی انوکھی باتیں، نفس امارہ کا فتنہ، اور سرکشیوں کا نتیجہ اور دیگر انسانی بیماریاں و حادثات کا نہایت دلچسپ بیان اور بڑے عبرت انگیز پہلو ہیں اس لئے اسے قرآن نے احسن القصص سے تعبیر کیا ہے۔(احسن البیان)

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ۝۴ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝۵ وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ

جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا تھا: اے ''ابا جان! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں (۴) باپ نے کہا: میرے پیارے بیٹے! یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتلانا' ورنہ وہ تمہارے لئے بری تدبیر سوچنے لگیں گے' کیونکہ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے (۵) اس طرح (اس خواب کے مطابق) تمہارا رب تجھے (دین کیلئے) منتخب کرے گا، تمہیں باتوں کی تاویل سکھلائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی

اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۠۶ ع

رحمت اسی طرح پوری کرے گا جیسے وہ اس سے پہلے تمہارے دو باپوں ابراہیم اور اسحاق پر پوری کر چکا ہے بلاشبہ تمہارا رب جاننے والا حکمت والا ہے (۶)

آیت ۴: خواب میں گیارہ ستاروں سے مقصود یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے۔ اور سورج چاند سے باپ اور سوتیلی ماں۔ تورات میں ہے کہ یوسفؑ نے بھائیوں سے خواب کہہ دیا تھا اور انھیں یہ بات بھی معلوم ہوگئی تھی کہ اس کی تعبیر کیا ہے (پیدائش ۳۷۔۱۰) غالباً یوسف علیہ السلام باپ کی ممانعت سے پہلے یہ بات ظاہر کر چکے تھے۔

آیت ۵: یعقوبؑ کو برادرانِ یوسف کی فطرت سے آگاہی تھی لہٰذا یہ نصیحت فرمائی۔

آیت ۶: یعقوبؑ نے اس خواب کی یہ تعبیر فرمائی کہ (ا) اللہ تعالیٰ یوسفؑ کو نبوت سے سرفراز فرمائے گا اور دین کی خدمت لے گا۔ (ب) انہیں تاویل الاحادیث سکھلائے گا۔ اس سے صرف خواب کی تعبیر ہی مراد نہیں بلکہ بات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت مراد ہے۔ مفسرین کے مطابق خواب میں جو سجدہ یوسفؑ نے دیکھا تھا وہ سجدۂ تعظیمی تھا' ایسا سجدہ ہماری شریعت میں منسوخ ہے۔ (تیسیر القرآن)

لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ۷ اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ۚ۸ اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۹ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۱۰

حقیقت میں یوسف اور اس کے بھائیوں کے (قصہ) میں پوچھنے والوں کیلئے بڑی نشانی ہے (۷) جب یوسف کے بھائیوں نے کہا: یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں' حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔ ہمارا باپ تو صریح بھول میں ہے (۸) لہٰذا یا تو یوسف کو مار ڈالو یا اسے کہیں دور پھینک دو (اس طرح) تمہارا باپ تمہاری ہی طرف متوجہ رہے گا پھر اس کے بعد تم لوگ نیک بن جانا (۹) ان میں سے ایک نے کہا: یوسف کو مارو نہیں بلکہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اسے کسی گمنام کنویں میں پھینک دو کوئی آتا جاتا قافلہ اسے اٹھا لے جائے گا (۱۰)

آیت ۷: چونکہ یوسف کا اور ان کے بھائیوں کا واقعہ عجیب وغریب ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اس میں قصہ کے شوقینوں کو عبرت و نصیحت کا کافی مواد مل جائے گا۔ یہ محض قصہ ہی نہیں ہے بلکہ عبرت و موعظت کا خزانہ بھی ہے۔

آیت ۸: یوسف کے حقیقی بھائی بنیامین تھے۔ یہ دونوں ایک ہی ماں سے تھے اور دیگر بھائی دوسری ماں سے۔ چونکہ تمام بھائیوں کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ باپ کی نظر شفقت جس قدر یوسف اور بنیامین پر ہے اتنی اوروں پر نہیں، اسلئے انھوں نے آپس میں قسمیں کھا کر کہا کہ ہمارے باپ کو جس قدر یوسف سے اور ان کے بھائی سے محبت ہے اتنی ہم سے نہیں، حالانکہ وہ صرف دو ہیں اور ہیں بھی کمزور (چھوٹے) اور ہماری ایک جماعت ہے جو طاقتور بھی ہے ظاہر ہے کہ کمزوروں کے اور تھوڑوں کے مقابلہ میں طاقتوروں سے اور جماعت سے زیادہ محبت کرنی چاہئے، مگر ایسا نہیں ہے، اس لئے ہمارے باپ ایک کھلی غلطی پر ہیں۔

آیت ۹: بولے کوئی ایسی تدبیر سوچو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، یوسف ہی کو درمیان سے ہٹا ڈالو نہ یہ ہوگا نہ ہم باپ کی محبت کے بھوکے رہیں گے، راہ کا کانٹا ہی کیوں نہ ہٹا دو۔ ہمارے خیال میں یوسف کو باپ سے جدا کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو حسن تدبیر سے اس کا کام تمام کر دیا جائے یا پھر اسے کسی ایسے دور دراز کے مقام پر پہنچایا جائے کہ باپ کو بیٹے کی خبر اور بیٹے کو باپ کی خبر ہی نہ ہو مانا کہ یہ کام بڑا زبردست گناہ ہے۔ لیکن کونسا ایسا گناہ ہے جو توبہ کرنے پر معاف نہیں ہو جاتا، بعد میں توبہ کر لیں گے اور دینی اصلاح کر لیں گے۔ گناہ سے قبل توبہ کا منصوبہ باندھا جا رہا ہے۔

آیت ۱۰: شمعون کا مشورہ: بڑا بھائی جس کا نام شمعون یا روبیل یا یہودا تھا' بولا غور تو کرو کسی کا محض اس سے دشمنی کر کے ناحق خون کر دینا کتنا بڑا گناہ ہے، خصوصاً اپنے بھائی کو مار ڈالنا ایک ناقابل عفو جرم ہے ایسا تو خیال بھی نہیں کرنا چاہئے۔ ناحق کیوں (اپنے بھائی) کا خون گردن پر لیتے ہو، حقیقت تو یہ ہے کہ اگر یہ سب قتل پر اتفاق بھی کر لیتے تو یوسف کو قتل کرنا ان کے بس کا نہ تھا۔ رب کو یہ بات منظور ہی نہ تھی کہ یوسف قتل کر دیئے جائیں بلکہ اس کی حکمت میں تو یہ بات تھی کہ یوسف کو تاج نبوت کے ساتھ ساتھ حکومتِ مصر کا تاج بھی پہنایا جائے، آپ مصر پر حکومت کریں، اور آپ کو علمِ تعبیر سے بھی نوازا جائے، اس لئے بڑے بھائی نے انھیں قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اور بالاتفاق یہ بات طے ہوگئی کہ کسی غیر آباد کنویں میں انھیں ڈال دیا جائے تا کہ اگر کوئی قافلہ وہاں سے گزرے اور اس کا کوئی آدمی پانی کی غرض سے کنویں پر آئے تو وہ یوسف کو نکال کر کہیں لے جائیں اس سے ناحق خون بھی نہ ہوگا اور جو غرض ہے وہ بھی حاصل ہو جائے گی۔

اب ذرا اس گناہ کا بھی تصور کیجئے کہ یہ ایک جرم کتنے جرائم کا سرچشمہ ہے۔ (۱) قطع رحمی (۲)، باپ کی نافرمانی (۳) ایک کمزور معصوم پر ظلم و ستم (۴)، بوڑھے باپ کو ایذا دینا' جب کسی باپ کا لاڈلا اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو اسے کیا کچھ غم نہ ستائے گا، اور اس کے دل پر کیسے کیسے گھونسے نہ لگیں گے (۵) حق تلفی (۶) بے ادبی (۷) اور گستاخی، (۸) باپ کے کلیجے سے اس کی ٹھنڈک اور آنکھوں سے اس کا نور دور کرنا (۹) بوڑھے باپ اور اللہ کے پیارے نبی کو بڑھاپے میں افسوسناک صدمہ پہنچانا (۱۰) بھولے بھالے ناسمجھ بچہ کو باپ کی گود سے چھین کر جنگل بیابان میں ایک کنویں کے اندر جا پھینکنا جہاں نہ باپ کی محبت بھری نگاہ ہے اور نہ کسی رشتہ دار کی آغوش شفقت ہے، (۱۱) ایک چھوڑ دو دو نبیوں کو ستانا، (۱۲) پیارے باپ سے لاڈلے بیٹے کو چھڑانا اور ان میں جدائی ڈال دینا۔ (۱۳) جو آج تک سکھ میں رہا، اسے دُکھ پہنچانا، اور پھول سے نازک اندام بھولے بھالے معصوم کو جو بے زبان

ہے۔ شفیق ومہربان باپ کی نرم وگرم آغوش محبت سے چھڑانا، اللہ انھیں معاف فرمائے۔ اس ایک گناہ نے کتنے گناہ پیدا کردیئے۔ شیطان نے ایسا جال فریب بچھایا کہ معصوم بھائی پر ذرا ترس نہیں آیا اور اس پر مظالم ڈھانے ٹوٹ پڑے۔ اللہ، شیطان کے پھندے سے بچائے آمین۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

(بعد میں) وہ اپنے باپ سے کہنے لگے: کیا بات ہے آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں (۱۱) کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ کھائے اور کھیلے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے (۱۲) یعقوب نے کہا: اگر تم اسے لے جاؤ تو ایک تو مجھے (اس کی جدائی کا) غم ہوگا دوسرے میں ڈرتا ہوں کہ تم اس سے بے خبر ہو جاؤ تو اسے بھیڑیا نہ کھا جائے (۱۳) کہنے لگے: ہم طاقتور جماعت ہیں اگر ہمارے ہوتے ہوئے اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم تو بڑے نقصان میں پڑ گئے (۱۴)

آیت ۱۱: جب سب کا یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے پر اتفاق ہو گیا تو اب باپ کو دھوکہ دے کر معصوم بھائی کو بہلا پھسلا کر لے جانے اور اس پر مظالم ڈھانے کے خیال سے باپ کے پاس آئے، چونکہ ناپاک ارادے تھے، اسلئے پہلے ہی سے باپ کو اپنی ہمدردی کا یقین دلانے کیلئے اور انھیں اپنی چکنی چپڑی باتوں میں لینے کیلئے یہ جال بچھاتے ہیں کہ ابا جان آخر یوسف کی طرف سے آپکو ہم پر اعتبار کیوں نہیں۔ کیا آپ ہمیں امین نہیں سمجھتے؟ کیا دنیا میں بھائی سے زیادہ کوئی خیر خواہ ہو سکتا ہے۔

آیت ۱۲: کل ہم تفریح کیلئے جا رہے ہیں آپ یوسف کو ہمارے ساتھ کر دیں۔ سب مل جل کر کھائیں گے، پئیں گے اور کھیلیں گے، کودیں گے ہم ان کی نگرانی کا آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ (الفضل الکبیر)

آیت ۱۳: یعقوبؑ نے ان کے سامنے دو عذر پیش کیا، ایک تو یہ کہ یوسفؑ کی جدائی انہیں غمگین بنا دے گی اور دوسرا یہ کہ ممکن ہے وہ لوگ کھیل کود اور کھانے پینے میں لگ جائیں اور اچانک بھیڑیا آ کر یوسف کو اٹھا لے جائے۔

آیت ۱۴: چونکہ دوسرے عذر کا تعلق یوسفؑ کی زندگی سے تھا، اس لئے انھوں نے اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

چنانچہ جب وہ یوسف کو لے گئے اور اس پر اتفاق کر لیا کہ اسے کسی گمنام کنویں میں ڈال دیں اس وقت ہم نے یوسف کو وحی کی کہ (ایک وقت) تم اپنے بھائیوں کو ان کی یہ حرکت

بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۵ وَ جَآءُوْٓ
اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝۱۶ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا
ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا
فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ
لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝۱۷ وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ
كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا
تَصِفُوْنَ ۝۱۸

جتلاؤ گے اور وہ کچھ نہ جانتے ہوں گے (۱۵) اور وہ رات کو روتے پیٹتے اپنے باپ کے پاس آئے (۱۶) کہنے لگے: ابا جان ہم دوڑ کر مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا اتنے میں بھیڑیا اسے کھا گیا اور آپ تو ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے خواہ ہم سچے ہی ہوں (۱۷) اور وہ یوسف کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا کر لائے یعقوب نے کہا: (نہیں) بلکہ تم نے ایک (بری) بات کو بنا سنوار لیا ہے خیر اب صبر ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کے متعلق اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں (۱۸)

آیت ۱۵: وہ لوگ یوسفؑ کو لے تو گئے تھے یہ کہہ کر کہ اس کا خیال کریں گے، اور یوسفؑ ان کے ساتھ سیر وتفریح کر کے خوش ہوں گے، لیکن خفیہ طور پر انھوں نے اس بات پر اتفاق کر رکھا تھا کہ انہیں ایک گہرے کنواں میں ڈال دیں گے۔ سدی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ جوں ہی وہ لوگ یعقوب کی آنکھوں سے اوجھل ہوئے، انہیں مارنا پیٹنا اور گالی دینا شروع کیا، پھر اس کنواں کے پاس لائے جس میں انہیں ڈال دینا پہلے سے طے کر رکھا تھا۔ پھر رسی میں باندھ کر اس میں پھینک دیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یوسف کو بذریعہ الہام اطمینان دلایا، تا کہ ان کی پریشانی کچھ دور ہو اور انہیں بتادیا کہ وہ انہیں بھائیوں کی اس سازش سے نجات دے گا، اور وقت آئے گا کہ وہ اپنی زبان سے یہ سارا ماجرا انہیں سنائیں گے۔

آیت ۱۷: اگر ہم آپ کے نزدیک ثقہ اور اہل صدق ہوتے تب بھی یوسف کے معاملے میں آپ ہماری بات کی تصدیق نہ کرتے، اب تو ویسے ہی ہماری حیثیت متہم اور مشکوک افراد کی سی ہے۔ اب آپ کس طرح ہماری بات کی تصدیق کر لینگے۔

آیت ۱۸: کہتے ہیں کہ ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے یوسف کی قمیص خون میں لت پت کر لی اور یہ بھول گئے کہ بھیڑیا اگر یوسف کو کھاتا تو قمیص کو بھی پھٹنا تھا، قمیص ثابت کی ثابت ہی تھی، جس کو دیکھ کر یوسفؑ کے خواب اور فراست نبوت سے اندازہ لگا کر یعقوبؑ نے فرمایا کہ یہ واقعہ اس طرح پیش نہیں آیا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔ بلکہ تم نے اپنے دلوں سے ہی یہ بات بنالی ہے۔ تاہم چونکہ، جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ یعقوبؑ اس کی تفصیل سے بے خبر تھے، اس لئے سوائے صبر کے کوئی چارہ اور اللہ کی مدد کے علاوہ کوئی سہارا نہ تھا۔

منافقین نے جب عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی تو انھوں نے بھی نبی ﷺ کے افہام وارشاد کے جواب میں فرمایا تھا: وَاللهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ . فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4381) اللہ کی

قسم! میں اپنے اور آپ لوگوں کے لئے وہی مثال پاتی ہوں۔ جس سے یوسف کے باپ یعقوب کو سابقہ پیش آیا تھا اور انہوں نے فصبر جمیل کہہ کر صبر کا راستہ اختیار کیا تھا۔ میرے لئے بھی سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ ﴿٢٠﴾ ع ۱۲

پھر ایک قافلہ آیا جس نے اپنے پانی پلانے والے کو (پانی کی تلاش میں) بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکایا تو بول اٹھا: خوشی کی بات ہے یہاں ایک لڑکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے بکاؤ مال سمجھ کر چھپا لیا اور جو وہ کر رہے تھے اللہ اسے خوب جانتا تھا (۱۹) چنانچہ انہوں نے یوسف کو چند درہموں کے عوض حقیری قیمت میں بیچ ڈالا اور اس کے بارے میں انہیں زیادہ دلچسپی نہ تھی (۲۰)

آیت ۱۹: جب پانی نکالنے والے نے ڈول پھینکا تو یوسفؑ اس میں سوار ہو گئے اور اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جب خوبصورت بچے کو دیکھا تو خوشی سے سمائے نہیں گئے کیوں کہ اس زمانہ میں غلاموں کو بیچنے کا عام رواج تھا۔ بِضَاعَةً مال تجارت کو کہتے ہیں۔ قافلہ والوں نے اس واقعہ کو مشہور کرنا مناسب نہ سمجھا تا کہ کوئی دعویدار نہ کھڑا ہو جائے۔

وَقَالَ ٱلَّذِى ٱشْتَرَىٰهُ مِن مِّصْرَ لِٱمْرَأَتِهِۦٓ أَكْرِمِى مَثْوَىٰهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوْ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِى ٱلْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُۥ مِن تَأْوِيلِ ٱلْأَحَادِيثِ ۚ وَٱللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰٓ أَمْرِهِۦ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥٓ ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾

اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا: اسے عزت سے رکھو امید ہے کہ ہمیں یہ نفع دے گا، یا ہو سکتا ہے ہم اپنا بیٹا ہی بنا لیں' اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں قدم جمانے کا موقع فراہم کر د۔ یا غرض یہ تھی کہ ہم انہیں باتوں کی تاویل سکھلا دیں اور اللہ اپنا حکم (نافذ کرنے پر) غالب ہے۔ لیکن اکثر لوگ یہ بات جانتے نہیں (۲۱) اور جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچ گیا تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں (۲۲)

آیت ۲۱: جس شخص نے یوسف کو خریدا وہ مصر کے کسی اعلیٰ عہدہ پر فائز تھا۔ ابن عباسؓ کے مطابق وہ شاہی خزانوں کا محافظ تھا۔ قرآن نے اسے عزیز مصر کہا ہے۔ یہی لقب بعد میں یوسفؑ کیلئے بھی استعمال ہوا۔ یہ شخص بے اولاد تھا۔ یوسفؑ کو

دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی غلام نہیں ہے۔ بلکہ کسی انتہائی معزز گھرانے کا فرد ہے جسے گردش زمانہ یہاں لے آئی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی بیوی جس کا نام بائبل کی روایات کی وجہ سے زلیخا مشہور ہو گیا ہے سے کہا کہ اس سے انتہائی عزت اور وقار سے پیش آنا ممکن ہے کہ ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کیلئے امور سلطنت کی تربیت کا بھی انتظام فرما دیا جو کہ کنعان میں رہتے ہوئے ممکن نہ تھی۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۲۲: ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق جب وہ تینتیس سال کے ہو گئے۔ اور عکرمہ کے قول کے مطابق پچیس سال کے، اور ایک تیسرے قول کے مطابق چالیس کے تو اللہ نے انہیں حاکم مصر بنا دیا اور عقل وفہم اور فقہ ونبوت سے نوازا۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ آیت کے آخری حصے **(وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ)** اگرچہ ہر بھلائی کرنے والے کیلئے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں وہ اچھا بدلہ دے گا۔ لیکن یہاں مقصود نبی کریم ﷺ ہیں کہ انہیں اللہ مشرکین مکہ سے نجات دے گا اور ان پر غلبہ عطا کرے گا۔

وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳ وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝۲۴

اور جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے یوسف کو اپنی طرف ورغلانا چاہا، اس نے دروازہ بند کر لئے اور کہنے لگی جلدی آ جاؤ، یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ! میرے رب نے مجھے بہت اچھی منزلت بخشی ہے۔ ظالم لوگ یقیناً فلاح نہیں پاتے (۲۳) چنانچہ اس عورت نے یوسف کا قصد کیا اور وہ بھی اسکا قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے اس طرح ہم نے انہیں برائی اور بے حیائی سے بچا لیا کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے (۲۴)

ربط آیات: گذشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ جب یوسف مصر کے بازار میں بیچے گئے تو ان کو عزیز مصر نے خرید کر اپنے محل میں رکھ لیا اور بڑی عزت کے ساتھ رکھا۔

اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ زلیخا جو عزیز مصر کی بیوی ہے یوسف کو برائی کرنے کی دعوت دیتی ہے اور برائی کرنے پر انعام واکرام کا لالچ دیتی ہے مگر یوسف نے برائی کو اور انعام واکرام کو بھی ٹھکرا دیا۔ زلیخا نے سزا دینے اور جیل بھیجنے کی بات کی تو یوسف نے کہا میں جیل جانے کیلئے تیار ہوں اور ہر قسم کی سزا کیلئے بھی تیار ہوں مگر میں برائی نہیں کر سکتا بالآخر جیل گئے اور برائی سے بچے رہے۔

آیت ۲۳۔۲۸: عزیز کی بیوی کا یوسفؑ پر فریفتہ ہونا اور ایک سخت ترین آزمائشی حالت میں ڈالنا، پھر نا کام رہ کر جھوٹا الزام لگانا، مگر ان کی معصیت سے بچے رہنا اور حیرت انگیز طریقے پر الزام کا بھی جھوٹا ثابت ہونا۔

آیت ۲۳ سے اس واقعہ کا بیان شروع ہوتا ہے جو یوسفؑ کی زندگی کا سب سے زیادہ عظیم واقعہ ہے۔

تورات میں ہے کہ یوسف خوبصورت اور نور پیکر تھے۔ (پیدائش: ۳۹/۶) پس جب جوانی کو پہنچے تو اس کی بیوی ان پر فریفتہ ہوگئی اور جب دیکھا دوسری طرف سے جواب نہیں ملتا تو جیسا کہ قاعدہ ہے متوجہ کرنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کام میں لائی۔ پھر جب اس پر بھی وہ نہ پھسلے تو ایک دن جوش فریفتگی میں وہ بات کر بیٹھی جو اس معاملے کی انتہائی حد ہے۔ یعنی طرح طرح کے مواقع جو کسی انسان کو ضبط نفس پر مجبور کر سکتے ہیں راہ سے دور کر دی اور کھلے لفظوں میں طالب و مُصِر ہوئی۔ غور کرو! آیت کے ابتدائی جملے نے ان ساری باتوں کی طرف کس طرح صاف صاف اشارات کر دیئے ہیں۔

جس شخص نے انکشاف حقیقت کا طریقہ بتلایا اسے ''شاہد'' کہا۔ کیوں کہ اس نے کرتا دیکھ کر اصلیت پالی تھی اور یوسفؑ کی پاکی کی شہادت دی تھی اور پھر ثبوت میں کہا تھا کہ تم خود بھی دیکھ لو، ان کے کرتے کا کیا حال ہے؟ یہ کون شخص تھا؟ خود اس عورت کے عزیزوں میں سے تھا۔ اس سے زیادہ قرآن نے تصریح نہیں کی، کیوں کہ جو بات واضح کرنی تھی وہ صرف یہ تھی کہ یوسفؑ کی پاکی اور راست بازی نے گھر کے تمام آدمیوں کو ان کا معتقد بنا دیا تھا۔ حتیٰ کہ خود عورت کے ایک رشتہ دار نے اپنی رشتہ داری کا لحاظ نہیں کیا، یوسف کی حمایت میں سچائی ظاہر کر دی۔ (ترجمان القرآن)

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ

پھر وہ دونوں دروازے کی طرف لپکے اور اس نے یوسف کو پیچھے سے کھینچ کر قمیص پھاڑ ڈالی۔ انہوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے پاس کھڑا پایا تب کہنے لگی: ''جو تیری بیوی سے برا ارادہ رکھتا ہو اس کا بدلہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ یا قید کر دیا جائے یا المناک سزا دی جائے'' (۲۵) یوسف نے کہا: (بلکہ) اس عورت نے مجھے اپنی طرف ورغلانا چاہا تھا اور عورت کے خاندان کے گواہ نے (قرائن کی) شہادت دیتے ہوئے کہا: ''اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی اور یوسف جھوٹا ہے (۲۶) اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی اور یوسف سچا ہے (۲۷) پھر جب عورت کے خاوند نے یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی دیکھی (تو

عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَ
اسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ
ع ۱۲ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ
امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ
قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ
اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ
وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ
عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ
اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا
بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾
قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَ
لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ
لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا
مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ
اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَ اِلَّا
تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ
اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ
فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

اپنے سے) کہنے لگا: یہ تو تم عورتوں کا ایک مکر و فریب ہے۔ واقعی تمہارے مکر و فریب بڑے (خطرناک) ہیں (۲۸) پھر یوسف سے کہا: ''اس بات کو جانے دو'' اور اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے گناہ کی معافی مانگ بلاشبہ تو ہی خطا کار ہے (۲۹) اور شہر کی عورتیں آپس میں چرچا کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) اپنے نوجوان غلام کو اپنی طرف ورغلانا چاہتی ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ ہم تو اسے واضح طور پر گمراہی میں مبتلا دیکھ رہی ہیں (۳۰) جب اس نے ان کی مکارانہ باتیں سنیں تو انہیں بلوا بھیج دیا اور ان کیلئے ایک تکیہ دار مجلس ضیافت تیار کی اور ہر عورت کے سامنے ایک ایک چھری رکھ دی اور یوسف سے کہا کہ تم ان کے سامنے نکل آؤ۔ جب ان عورتوں نے انھیں دیکھا تو فائق سمجھا (پھل کاٹتے کاٹتے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ یہ انسان نہیں کوئی معزز فرشتہ ہے (۳۱) کہنے لگی: یہ ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی بیشک میں نے ہی اسے رجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ بچ نکلا۔ اور اگر اب بھی اس نے میرا کہنا نہ مانا تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہو جائے گا (۳۲) یوسف نے کہا: اے میرے رب! جس چیز کی طرف مجھے بلا رہی ہے اس سے تو مجھے قید ہی زیادہ پسند ہے اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے دور نہ رکھا تو میں ان کی طرف جھک جاؤں گا اور جاہلوں سے ہو جاؤں گا (۳۳) چنانچہ اس کے رب نے یوسف کی دعا قبول کر لی اور عورتوں کے مکر کو یوسف سے دور رکھا بیشک وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے (۳۴)

آیت ۳۰۔۳۱: یوسفؑ اور عزیز مصر کی بیوی کا واقعہ کسی طرح شہر میں پھیل گیا۔ عورتیں کہنے لگیں کہ وہ یوسفؑ کو گناہ پر اکساتی ہے، وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی ہے اور عقل و ہوش کھو چکی ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ آیت کے آخری حصہ میں عورتوں نے یہ بھی کہنا چاہا ہے کہ ہم نے زلیخا جیسی غلطی نہیں کی ہے۔

عزیز مصر کی بیوی کو جب معلوم ہوا کہ شہر کی کچھ عورتیں اپنی مجلسوں میں یوسف پر اس کی فریفتگی کو موضوع سخن بنا رہی ہیں ہتو اس نے ایک روایت کے مطابق شہر کی چالیس معزز عورتوں کو اپنے گھر میں دعوت دی، ان میں وہ عورتیں بھی تھیں جو اس کے بارے میں باتیں کرنے میں پیش پیش تھیں۔ انھیں ایک ایسی مجلس میں بٹھایا جس میں گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے۔ اور ہر ایک کے ہاتھوں میں ایک چھری دے دی تا کہ اپنے سامنے رکھے ہوئے گوشت اور پھل کاٹ کر کھائیں۔ اس کے بعد یوسف سے ان کے سامنے آنے کو کہا۔ عورتیں انہیں دیکھ کر ان کے غیر معمولی حسن و جمال سے ایسا متاثر ہوگئیں کہ اپنا ہوش و خرد کھو بیٹھیں اور پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے اور حیرت و استعجاب کی انتہا کو پہنچتے ہوئے پکار اٹھیں کہ ہمارے سامنے کوئی انسان نہیں بلکہ آسمان سے کوئی نہایت حسین و جمیل فرشتہ اتر آیا ہے جس کا غیر معمولی حسن ہماری آنکھوں کو خیرہ کئے دے رہا ہے اور ہمارے ہوش ٹھکانے نہیں رہے۔ عزیز کی بیوی نے یہ انتظام اس لئے کیا تھا تا کہ شہر کی عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ جس نوجوان کو اس نے ورغلانے کی کوشش کی تھی وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسا پیکر حسن و جمال ہے جسے دیکھ کر کسی بھی عورت کا صبر کر جانا اور اپنے آپ پر قابو پالینا ناممکن سی بات ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۳۲۔۳۶: جب امرأۃ العزیز نے دیکھا کہ اس کی چال کامیاب رہی ہے اور عورتیں یوسف (علیہ السلام) کے جلوۂ حسن آراء سے مبہوت اور مدہوش ہوگئیں تو کہنے لگی کہ اس کی ایک جھلک سے تمہارا یہ حال ہو گیا ہے تو کیا تم اب بھی مجھے اس کی محبت میں گرفتار ہونے پر طعنہ زنی کرو گی، یہی وہ غلام ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی ہو۔

عورتوں کی یہ مدہوشی دیکھ کر اس کو مزید حوصلہ ہو گیا اور شرم و حیا کے سارے حجاب دور کر کے اس نے اپنے برے ارادے کا ایک مرتبہ پھر اظہار کیا۔

آیت ۳۳: یوسفؑ نے یہ دعا اپنے دل میں کی۔ مومن کیلئے دعا ایک ہتھیار ہے۔ حدیث میں آتا ہے سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جسے ایک ایسی عورت دعوت گناہ دے جو حسن و جمال سے بھی آراستہ ہو اور جاہ و منصب کی بھی حامل ہو لیکن وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:620) عفت و پاکدامنی واضح ہو جانے کے باوجود یوسفؑ کے قید کرنے میں یہی مصلحت ان کے پیش نظر ہو سکتی تھی کہ عزیز مصر یوسفؑ کو اپنی بیوی سے دور رکھنا چاہتا ہو گا تا کہ وہ دوبارہ یوسفؑ کو اپنے دام میں پھنسانے کی کوشش نہ کرے جیسا کہ وہ ارادہ رکھتی تھی۔

ع ۱۴

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

پھر دلائل مل جانے کے بعد انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یوسف کو کچھ مدت قید میں رکھا جائے (۳۵) یوسف کے ساتھ دونو جوان بھی قید میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا: ''میں نے دیکھا ہے کہ شراب نچوڑ رہا ہوں'' اور دوسرے نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ میں نے سر پر روٹیاں اٹھائی ہوئی ہیں۔ جنہیں پرندے کھا رہے ہیں ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے ہم آپ کو نیک آدمی سمجھتے ہیں (۳۶)

دو قیدیوں کا خواب کی تعبیر پوچھنا اس کی دلیل ہے کہ انھیں غیر معمولی علم و فضیلت کا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ یہ دونوں نوجوان شاہی دربار سے متعلق تھے ایک شراب پلانے پر مامور تھا، اور دوسرا نان بائی تھا۔ کسی حرکت پر دونوں کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ یوسفؑ اللہ کے پیغمبر تھے۔ دعوت و تبلیغ کے ساتھ عبادت و ریاضت تقویٰ و راست بازی اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے جیل میں دیگر تمام قیدیوں سے ممتاز تھے۔ علاوہ ازیں خوابوں کی تعبیر کا خصوصی علم اور ملکہ اللہ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ ان دونوں نے خواب دیکھا تو قدرتی طور پر یوسفؑ کی طرف انھوں نے رجوع کیا اور کہا ہمیں آپ محسنین میں سے نظر آتے ہیں۔ ہمیں ہمارے خوابوں کی تعبیر بتلائیں۔ محسن کے ایک معنی بعض نے یہ بھی کئے ہیں کہ خواب کی تعبیر آپ اچھی کر لیتے ہیں۔ (احسن البیان)

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ

یوسف نے فرمایا: جو کھانا تمہیں یہاں ملا کرتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتلاؤں گا یہ ایسا علم ہے جو مجھے میرے رب نے سکھلایا ہے میں نے ان لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لائے اور آخرت کے بھی منکر ہیں (۳۷) (اس کے بجائے) اور میں نے اپنے آباء ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا دین اختیار کیا ہے ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک بتائیں۔ ہم پر اور تمام انسانوں پر یہ اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر اس (نعمت) کا شکر نہیں کرتے (۳۸) اے میرے قید کے ساتھیو! (ذرا سوچو) کیا متفرق رب بہتر ہیں یا ایک ہی اللہ جو سب پر غالب ہے؟ (۳۹) اللہ کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو وہ

الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ
اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ
لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾ يٰصَاحِبَيِ
السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ
اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ
رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ
تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿٤١﴾ وَ قَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ
مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ
ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿٤٢﴾ ع ۱۵

ایسے نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لئے ہیں ان کیلئے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ اللہ کے سوا یہاں کسی کی فرماں روائی نہیں اس نے یہی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی دین حق ہے لیکن اکثر لوگ یہ باتیں نہیں جانتے (۴۰) اے میرے قید کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے مالک کو شراب پلائے گا۔ رہا دوسرا تو اسے سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کے سر کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے جن باتوں کی حقیقت تم پوچھ رہے تھے ان کا فیصلہ ہو چکا (۴۱) ان دونوں میں سے جس کے بارے میں یوسف کو یقین تھا کہ وہ ہونے والا ہے، کہا: اپنے مالک بادشاہ سے میری بابت بھی ذکر کرنا لیکن مالک کے پاس یوسف کا ذکر کرنا اسے شیطان نے بھلا دیا چنانچہ یوسف کئی سال قید میں پڑے رہے (۴۲)

آیت ۳۹۔۴۸: یوسفؑ اپنے جیل کے ساتھیوں سے خطاب کر کے انھیں توحید کی دعوت دے رہے ہیں کہ عبادت صرف اللہ ہی کی کرنی چاہئے جو اکیلا ہے، اور جس کا کوئی شریک نہیں، تمہاری قوم اللہ کے سوا جس کے آگے سرنگوں ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں محض نام ہی نام ہیں۔ اسی کا نام شرک ہے، شرک سے بچو، تم ہی انصاف سے بتاؤ کہ بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک سچا معبود جسکے سامنے ہر چیز پست و ذلیل ہے اور جس کے جلال اور عظمت و اقتدار کے آگے سب عاجز و درماندہ ہیں۔

پھر آپ نے جیل کے رفقاء کے سامنے یہ بات ظاہر کی کہ تمہاری قوم کائنات کی جس جس چیز کی پرستش کر رہی ہے اور اس نے اپنے زعم میں انھیں معبود بنا رکھا ہے یہ سب صرف ناموں کے پجاری ہیں۔ انھوں نے بلا آسمانی دلیل کے معبود بنا کر ان کے نام تجویز کر لئے ہیں اور پچھلوں نے پہلوں کی غلط راہ اختیار کر رکھی ہے، اللہ مخلوق پرستی کی آسمان سے کوئی دلیل نہیں اتاری، پھر فرمایا کہ کائنات کے گوشے گوشے میں جس کا تصرف واختیار ہے اور حکم جاری ہے اور جس کے ارادے کے دائرے کے اندر ہر چیز بند ہے، اور جس کی سب پر حکومت ہے، اسی شہنشاہ کا یہ حکم ہے کہ انسان اپنی پیشانی اس کے سوا کسی اور کے آگے نہ جھکائے پھر فرمایا کہ میں جو تم کو یہ دعوت توحید دے رہا ہوں، یہی سیدھا اور سچا دین ہے جسے اختیار کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جس کی آسمان سے دلیل اتاری ہے۔ یہی اسے پسند ہے اور اسی وجہ سے وہ خوش ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ اس سیدھی راہ سے

بیگانہ ہیں اس وجہ سے شرک کی بھیانک دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: وما اکثر الناس (یوسف: ۱۰۳) آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان والے نہیں۔

جیل کے ساتھیوں نے آپ کی بزرگی اور عظمت دیکھ کر آپ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی، آپ نے جواب سے پہلے انھیں توحید کی دعوت دی جوان کے حق میں کہیں بہتر تھی۔ کیونکہ ان میں قبول کرنے کی صلاحیت تھی کہ وہ آپ کا پیغام ٹھنڈے دل سے سنیں اور اس میں غور وفکر سے کام لیں پھر جب آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے تو پوچھے بغیر ہی آپ نے خوابوں کی تعبیر بیان فرمادی۔

آیت ۴۱۔ ۴۲: جس نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں وہ اپنے عہدے پر بحال ہو جائے گا مگر آپ نے جواب میں کسی ساتھی سے خطاب نہیں فرمایا، بلکہ ایک گول مول بات کہی کہ ایک خواب کی یہ تعبیر ہے، اور دوسرے کے خواب کی یہ ہے۔ تاکہ کسی بیچارے پر غم کا پہاڑ نہ ٹوٹ پڑے۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ دوسرے کو پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جائے گا، اور اس کے سر کا گوشت پرندے نوچ نوچ کر کھائیں گے، درحقیقت یہ تعبیر اس شخص کے خواب کی تھی جس نے یہ دیکھا تھا کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، پھر آپ نے دونوں کو یہ بات بتادی کہ یہ تعبیریں ہو کر رہیں گی۔ کیونکہ جب تک خوابوں کی تعبیر بیان نہیں کی جاتی خواب معلق رہتے ہیں، لیکن جب تعبیر بیان کر دی جاتی ہے تو اب وہ ہو کر ہی رہتی ہے، جب آپ نے دونوں کو خوابوں کی تعبیر بتادی تو دونوں خوابوں سے انکار کرنے لگے، آپ نے فرمایا تم کو جس بات کی کرید تھی۔ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب وہ ہو کر ہی رہے گی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر کوئی خواب گھڑ کر اس کی تعبیر پوچھ لے گا تو اس کا ظہور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب معلق رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ بیان کی جائے، پھر جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو پھر وہ ہو کر رہتی ہے ساقی کے متعلق آپ کا خیال تھا کہ یہ رہا ہو جائے گا، چنانچہ آپ نے دوسرے ساتھی سے علاحدہ ہو کر اس سے کہہ دیا کہ بادشاہ سے میرا واقعہ بھی بیان کر دینا۔ چپکے سے اس لئے کہا کہ کہیں دوسرے کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ پھانسی پر میں ہی لٹکایا جاؤں گا۔ لیکن رہا ہونے والا ساتھی رہا ہو کر بادشاہ سے آپ کی بے گناہی کا واقعہ بھول گیا۔ دراصل یہ بھی ایک شیطانی چال تھی، تاکہ اللہ کے نبی اور چند سال جیل خانے میں رہیں۔ (الفضل الکبیر)

وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْيَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ

ایک دن بادشاہ نے (درباریوں سے) کہا: میں نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیاں ہری ہیں اور دوسری سوکھی ہیں (اے اہل دربار) اگر تم خواب کی تعبیر بتلا سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ (۴۳) وہ کہنے لگے: یہ تو پریشان خیالات ہیں اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے

الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ
نَجَا مِنْهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ
بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا
الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ
يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ
وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ
سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ
سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ
لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ
يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا ع ٦ / ١٢
جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ
فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ
اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ
مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ
قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ
قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْــٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ
اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ
وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ﴿۵۲﴾

(۴۴) ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہوا تھا اسے مدت کے بعد یاد آیا کہنے لگا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتلاؤں گا مجھے یوسف کے پاس) بھیجو (۴۵) (وہاں یوسف سے کہا) یوسف اے سچے ساتھی! ہمیں اس کی تعبیر بتائیے: سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھائے جا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں، تا کہ میں لوگوں کے پاس واپس جاؤں اور انھیں بھی علم ہو جائے (۴۶) یوسف نے کہا تم سات سال لگا تار کھیتی باڑی کرو گے۔ جو کھیتی تم کاٹو اس میں کھانے کیلئے تھوڑا بہت اناج چھوڑ کر باقی اناج کو بالیوں میں رہنے دینا (۴۷) پھر اس کے بعد سات سال بہت سخت آئیں گے۔ اور جو اناج تم نے ان سالوں کیلئے پہلے سے جمع کیا ہوگا وہ کھا لیا جائے گا ماسوا تھوڑے سے کے جو تم بچا لو گے (۴۸) پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کو سیرابی ہوگی اور اس سال وہ رس نچوڑیں گے (۴۹) اور بادشاہ نے (تعبیر سنی تو) کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ، مگر جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: ''اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ اور پوچھو کہ ان عورتوں والا معاملہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ میرا رب تو ان کے چلتروں کو جاننے والا ہے (۵۰) بادشاہ نے پوچھا: ''کیا معاملہ تھا؟ جب تم (عورتوں) نے یوسف کو ورغلانا چاہا تھا؟'' بول اٹھیں: ''ماشاء اللہ: ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی'' اس وقت عزیز (مصر) کی بیوی بول اٹھی: ''اب تو حق بات ظاہر ہو چکی ہے میں نے ہی اسے ورغلایا تھا اور وہ سچا ہے (۵۱) (یوسف نے کہا) تا کہ عزیز جان لے کہ میں نے در پردہ اس کی خیانت نہیں کی اور اللہ خائنوں کی چال کو (کامیابی کی) راہ نہیں دکھاتا (۵۲)

تشریح آیات ۴۳ تا ۵۲: اس کے بعد وہ معاملہ پیش آیا جس کی طرف آیت ۴۳ میں اشارہ کیا ہے، یعنی بادشاہ مصر نے ایک عجیب طرح کا خواب دیکھا اور جب دربار کے دانش مندوں سے تعبیر دریافت کی تو کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکے، تورات میں ہے کہ بادشاہ نے مصر کے تمام حکیموں اور جادوگروں کو جمع کیا تھا، مگر کوئی اس کی تعبیر بتلا نہ سکا۔ یہاں قرآن نے درباریوں کا جواب نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی تشفی بخش بات معلوم نہ کر سکے تو کوشش کی کہ بادشاہ کے دل سے اس خواب کی اہمیت کا خیال نکال دیں۔ پس انھوں نے کہا: یہ کوئی روحانی بات نہیں ہے، ویسے ہی پریشان خیالی سے طرح طرح کی باتیں سونے میں نظر آ گئی ہیں۔ لیکن سردار ساقی کو خواب کی بات سن کر اپنے خواب کا معاملہ یاد آ گیا اور ساتھ ہی یہ بات بھی یاد آ گئی کہ یوسفؑ نے کیا کہا تھا۔ تب اس نے اپنا واقعہ بادشاہ کے گوش گذار کیا اور قید خانہ میں جا کر یوسفؑ سے ملا۔ یوسفؑ نے فرمایا: سات گایوں سے مقصود زراعت کے سات برس ہیں۔ آئندہ سات برس تک بہت اچھی فصلیں ہوں گی، یہ گویا سات موٹی گائیں ہوں گی۔ اس کے بعد سات برس تک متواتر قحط رہے گا۔ یہ سات دبلی گائیں ہوئیں۔ انھوں نے موٹی گائیں نگل لیں، یعنی فراوانی کو قحط نے برباد کر دیا۔ سات ہری بالیوں سے سات سوکھی بالیوں میں بھی یہی بات واضح کی گئی ہے۔ پھر فرمایا: اس آنے والی مصیبت سے ملک کو کیسے بچایا جا سکتا ہے؟ اس کی تدبیر یہ ہے کہ بڑھتی کے سات برسوں میں قحط کیلئے اناج ذخیرہ کیا جائے اور اسے اس طرح محفوظ رکھا جائے کہ آنے والے سات برسوں میں ملک کیلئے کفایت کرے۔ یہ قرآن کے اعجاز بلاغت میں سے ہے تعبیر اور تدبیر کو الگ الگ نہیں بیان کیا، ایک ساتھ ہی بیان کر دیا، تاکہ تکرار بیان کی حاجت نہ رہے۔ جب سردار ساقی نے یوسفؑ کا جواب بادشاہ کو سنایا تو تعبیر اس درجہ واضح اور چسپاں تھی کہ اس نے سنتے ہی اس کی تصدیق کی اور ان کی ملاقات کا مشتاق ہو گیا چنانچہ حکم دیا: فوراً انھیں قید خانے سے نکالا جائے اور دربار میں لایا جائے۔

آیت ۵۰۔۵۱: یوسفؑ کا رہائی کی خوشخبری سننا مگر قید خانہ چھوڑنے سے انکار کر دینا اور بادشاہ کو کہلا بھیجنا کہ پہلے میرے مقدمہ کی تحقیقات کر لی جائے بادشاہ کا تحقیق کرنا اور ان کی پاکی و راستی کا آشکارا ہو جانا اور عزیز کی بیوی کا اعلان کرنا کہ وہ سچا ہے، سارا قصور میرا تھا۔ تعبیر سن کر بادشاہ کے دل میں یوسفؑ کا اس درجہ احترام ہو گیا کہ اس نے ایک خاص پیامبر ان کے لانے کیلئے بھیجا جسے آیت ۵۵ میں ''رسول'' سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن یوسفؑ نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا۔ ''انھوں نے کہا: میں اس طرح رہا ہونا پسند نہیں کرتا''۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں جیل میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ یوسف رہے تو میں آزادی کی اس دعوت کو فوراً قبول کر لیتا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6477)

آپ کے اس جواب سے یوسفؑ کے بے پناہ تحمل اور وقار کا اندازہ ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جب تک عوام الناس میں بھی آپ کی عفت و عصمت اور بے گناہی نکھر کر سامنے نہ آ جائے آپ نے اس آزادی کو قبول کرنے سے انکار

کر دیا۔ پہلے میرے معاملے کی تحقیقات کرالی جائے کہ مجھے قید میں کیوں ڈالا گیا؟ اگر میں مجرم ہوں تو رہائی کا مستحق نہیں، اگر مجرم نہیں ہوں تو بلاشبہ مجھے رہا ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں انھوں نے عزیز کی بیوی کی جگہ ان عورتوں کا ذکر کیوں کیا جنھوں نے مکاری سے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ اس لئے کہ

(ا) قید کے معاملے میں ان عورتوں کا بھی ہاتھ تھا۔ انھوں نے اپنی ناکامی کی ذلت مٹانے کے لئے جھوٹے الزام تراش لئے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قید کا معاملہ ان کے معاملہ کے بعد ظہور میں آیا۔

(ب) عزیز کی بیوی نے ان سب کے سامنے ان کی بے گناہی اور اپنی طلب وسعی کا اعتراف کیا تھا جیسا کہ آیت ۳۲ میں گذر چکا ہے۔ پس یہ سب اس بات کی گواہ تھیں کہ عزیز کی بیوی کے معاملے میں ان کا دامن بے داغ ہے۔

(ج) ان سب کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا تھا خود اس سے بھی عزیز کی بیوی کا الزام بے اصل ثابت ہوتا تھا، کیوں کہ جس شخص کی پاکی طبع کا یہ حال ہو کہ ان تمام فتنہ گران شہر اور خوب رویان عہد کا متفقہ اظہار عشق بھی اسے مسخر نہ کرسکا، کیوں کر باور کیا جاسکتا ہے کہ ایسا آدمی اپنے آقا کی بیوی پر ہاتھ ڈالے اور ایسی حالت میں ہاتھ ڈالے کہ وہ متنفر اور گریزاں ہو؟

اس معاملہ میں ایک اور دقیق نکتہ بھی ہے۔ آیت ۲۹ میں گذر چکا ہے کہ جب عزیز پر اپنی بیوی کا قصور ثابت ہو گیا تھا تو اس نے کہا تھا "یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا" یوسف اس بات سے درگذر کر، یعنی جو ہوا سو ہوا، اب اس کا چرچا نہ کیجئے کہ اس میں میری بدنامی ہے۔

بعد میں اگرچہ عزیز اپنی بات پر نہ رہا اور یوسف علیہ السلام کو قید میں ڈال دیا لیکن یوسف علیہ السلام کا اخلاق ایسا نہ تھا کہ یہ بات بھول جائے۔ عزیز نے انھیں غلام کی حیثیت سے خریدا تھا اور پھر اپنے عزیزوں کی طرح عزت وآرام کے ساتھ رکھا تھا۔ وہ اس کا احسان نہیں بھول سکتے تھے۔ پس ان کی طبیعت نے گوارا نہیں کیا کہ اس موقع پر اس کی بیوی کا ذکر کر کے اس کی رسوائی کا باعث بنوں۔ صرف ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کا ذکر کر دیا کہ ان میں کوئی نہ کوئی ضرور نکل آئے گی جو سچائی کے اظہار سے باز نہیں رہے گی۔ لیکن عزیز کی بیوی اب وہ عورت نہیں رہی تھی جو چند سال پہلے تھے۔ اب وہ ہوس کی خام کاریوں سے نکل کر عشق کی پختگی وکمال تک پہنچ چکی تھی۔ اب ممکن نہ تھا کہ اپنی رسوائی کے خیال سے اپنے محبوب کے سر الٹا الزام لگائے جب عورتوں نے یوسف کی پاکی کا اقرار کر لیا تو اس نے بھی خود بخود اعلان کر دیا کہ سارا قصور میرا تھا، وہ بے جرم اور راست باز ہے۔

آیت ۵۲: خیانت، بدعہدی اور دغابازی بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ جیسے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر غدار (عہد شکن، دغاباز) کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور پھر یہ اعلان کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6177)

وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ
بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ
اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ
الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ
عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَ
كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ
مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ
نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾
وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا
یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع ۸

اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس اکثر برائی پر اُکساتا رہتا ہے مگر جس پر میرے رب کی رحمت ہو۔ یقینا میرا رب معاف کرنے والا رحم والا ہے (۵۳) بادشاہ نے (قاصد سے) کہا: ''اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنے لئے مخصوص کروں گا'' بادشاہ نے ان سے بات کی اور کہا: آج سے تم ہمارے قابل اعتماد مقرب ہو (۵۴) یوسف کہنے لگے، مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں انکی حفاظت کرنے والا ہوں اور (یہ کام) جانتا بھی ہوں (۵۵) اس طرح ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں اقتدار عطا کیا، وہ جہاں چاہتے رہتے، ہم جسے چاہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں۔ اور نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے (۵۶) اور جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے انکا اجر تو اس سے بہتر ہے (۵۷)

آیت ۵۳: اس آیت کریمہ سے تیرہویں پارہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔ اس میں یوسفؑ نے اللہ کے لئے اپنی عنایت، خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتا ہوں، انسان کا نفس تو برائی پر ابھارتا ہی رہتا ہے سوائے ان نیک ہستیوں کے جن پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ برائی کا حکم نہیں دیتے ہیں اور میرا رب تو بڑا معاف کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔ امام ابن کثیر کا خیال ہے کہ یہ قول عزیزۂ مصر (زلیخا) کا ہے اور یہ حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ اس نے اپنے گناہ کا اور یوسف کو بہلانے اور پھسلانے کا اعتراف کر لیا۔ (احسن البیان)

آیت ۵۴: جب بادشاہ (ریاض بن ولید) پر یوسفؑ کے علم و فضل کے ساتھ ان کے کردار کی رفعت اور پاک دامنی بھی واضح ہو گئی، تو اس نے حکم دیا کہ انہیں میرے سامنے پیش کرو، میں انہیں اپنے لئے منتخب کرنا یعنی مصاحب اور مشیر خاص بنانا چاہتا ہوں۔

مکین کے معنی مرتبہ والا اور امین۔ رموز مملکت کا راز دان

آیت ۵۵: خَزَآئِنٌ ۔خزانہ کی جمع ہے۔ خزانہ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس میں چیزیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ زمین کے خزانوں سے مراد وہ گودام ہیں جہاں غلہ جمع کیا جاتا تھا، اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہش اس لئے ظاہر کی کہ آنے والے دنوں میں (خواب کی تعبیر کی رو سے) جو قحط سالی کے ایام آنے والے ہیں اس سے نمٹنے کیلئے مناسب انتظامات کئے جا سکیں اور غلے کی معقول مقدار بچا کر رکھی جا سکے۔ عام حالات میں اگرچہ عہدہ و منصب کی طلب جائز نہیں ہے۔ لیکن یوسفؑ کے اس اقدام سے یہ معلوم ہوتا

ہے کہ خاص حالات میں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ قوم اور ملک کو خطرات درپیش ہیں اور ان سے نمٹنے کی اچھی صلاحیتیں میرے اندر موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں، تو وہ اپنی اہلیت کے مطابق اس مخصوص عہدے اور منصب کی طلب کر سکتا ہے۔ اسکے سوا یوسفؑ نے تو سرے سے عہدہ و منصب طلب ہی نہیں کیا، البتہ جب بادشاہ مصر نے انہیں اسکی پیش کش کی تو پھر ایسے عہدے کی خواہش کی جسمیں انہوں نے ملک اور قوم کی خدمت کا پہلو نمایاں دیکھا۔ (احسن البیان)

حَفِیۡظٌ: میں اس کی حفاظت اس طرح کروں گا کہ اسے کسی بھی غیر ضروری مصرف میں خرچ نہیں کروں گا۔ علیم اس کو جمع کرنے اور خرچ کرنے اور اس کے رکھنے اور نکالنے کا بخوبی علم رکھتا ہوں۔

تورات میں ہے کہ یہ صورت اس طرح پیش آئی کہ یوسفؑ نے انھیں جاسوس کہا تھا۔ جب انھوں نے اپنی برأت میں اپنے گھرانے کے حالات سنائے تو ان کی بات پکڑ لی اور کہا: تم کہتے ہو تمہارا ایک بھائی اور بھی ہے۔ اچھا: اسے بھی اپنے ساتھ لاؤ، تا کہ تمہارے بیان کی تصدیق ہو جائے اور اس وقت تک کیلئے ایک آدمی یہاں چھوڑ جاؤ۔ (پیدائش ۴۲:۱۰ تا ۲۰)

وَجَآءَ اِخۡوَةُ يُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَيۡهِ فَعَرَفَهُمۡ وَ هُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿۵۸﴾ وَ لَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ قَالَ ائۡتُوۡنِىۡ بِاَخٍ لَّكُمۡ مِّنۡ اَبِيۡكُمۡ‌ ۚ اَلَا تَرَوۡنَ اَنِّىۡۤ اُوۡفِى الۡكَيۡلَ وَ اَنَا خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِىۡ بِهٖ فَلَا كَيۡلَ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ وَ لَا تَقۡرَبُوۡنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَ قَالَ لِفِتۡيٰنِهِ اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ فِىۡ رِحَالِهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَعۡرِفُوۡنَهَاۤ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى اَهۡلِهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوۡۤا اِلٰٓى اَبِيۡهِمۡ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الۡكَيۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكۡتَلۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ اِلَّا

(کچھ عرصہ بعد) یوسفؑ کے بھائی مصر آئے یوسف کے پاس حاضر ہوئے۔ یوسف نے تو انہیں پہچان لیا مگر وہ انہیں نہ پہچان سکے (۵۸) پھر جب یوسف نے واپسی کا سامان تیار کیا تو کہنے لگے: ''اب آؤ تو'' اپنے سوتیلے بھائی کو (بھی) میرے پاس لانا۔ تم دیکھتے نہیں کہ میں ماپ پورا دیتا ہوں اور ایک اچھا مہمان نواز ہوں (۵۹) اور اگر تم اسے نہ لائے تو پھر میرے پاس نہ تمہارے لئے غلہ ہے اور نہ ہی میرے پاس آنا (۶۰) وہ کہنے لگے کہ ہم اس کے والد کو اس پر آمادہ کریں گے اور یہ کام کر کے رہیں گے (۶۱) اور یوسف نے اپنے خادموں سے کہا: ''ان کی پونجی ان کے سامان میں رکھ دو تا کہ جب وہ اپنے گھروں میں پہنچیں تو اسے پہچان لیں اور شاید (اس طرح وہ) دوبارہ آئیں'' (۶۲) پھر جب وہ اپنے باپ کے ہاں پہنچے تو کہنے لگے: ابا جان! ہمیں غلہ دینے سے انکار کر دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیں تا کہ غلہ مل سکے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (۶۳) یعقوب نے

كَمَآ اَمِنۡتُكُمۡ عَلٰٓى اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ ؕ فَاللّٰهُ
خَيۡرٌ حٰفِظًا ۖ وَّ هُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ۞ ۶۴ وَ
لَمَّا فَتَحُوۡا مَتَاعَهُمۡ وَجَدُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ
رُدَّتۡ اِلَيۡهِمۡ ؕ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مَا نَبۡغِىۡ ؕ
هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتۡ اِلَيۡنَا ۚ وَ نَمِيۡرُ اَهۡلَنَا
وَ نَحۡفَظُ اَخَانَا وَ نَزۡدَادُ كَيۡلَ بَعِيۡرٍ ؕ
ذٰلِكَ كَيۡلٌ يَّسِيۡرٌ ۞ ۶۵ قَالَ لَنۡ اُرۡسِلَهٗ
مَعَكُمۡ حَتّٰى تُؤۡتُوۡنِ مَوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ
لَتَاۡتُنَّنِىۡ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّحَاطَ بِكُمۡ ۚ فَلَمَّاۤ
اٰتَوۡهُ مَوۡثِقَهُمۡ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ
وَكِيۡلٌ ۞ ۶۶ وَقَالَ يٰبَنِىَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ
وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَ مَاۤ
اُغۡنِىۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ
اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۚ وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ
الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ۞ ۶۷

کہا: کیا میں ایسے ہی تم پر اعتبار کروں جیسے اس سے قبل اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا؟ اللہ ہی بہتر محافظ ہے اور وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (۶۴) پھر جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی بھی انہیں واپس کر دی گئی ہے کہنے لگے: ''ابا جان ہمیں (اور) کیا چاہئے، ہماری پونجی بھی لوٹا دی گئی ہے۔ اب ہم (پھر) اپنے گھر والوں کے لئے رسد لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کے بوجھ برابر غلہ بھی زیادہ ملیگا۔ (اب) یہ غلہ لانا تو آسان تر ہے (۶۵) یعقوبؑ نے کہا: جب تک تم مجھے اللہ پر پختہ عہد نہ دو گے کہ تم اسے میرے پاس لاؤ گے، میں اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا۔ مگر یہ کہ تم گھیرے جاؤ'' پھر جب انہوں نے پختہ عہد دیا تو یعقوب کہنے لگے: ہمارے اس قول پر اللہ ضامن ہے (۶۶) پھر کہنے لگے: میرے بیٹو! (شہر میں) ایک ہی دروازہ سے نہیں بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ تاہم میں اللہ کی (مشیت) سے تمہیں ذرہ بھر بھی بچا نہیں سکتا۔ حکم تو صرف اسی کا چلتا ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور جسے بھی بھروسہ کرنا ہو اسی پر کرنا چاہئے'' (۶۷)

آیت ۵۸ تا ۶۰: یوسفؑ نے جب انہیں دیکھا تو باپ کی اور اپنے ماں جائے بھائی بنیامین کی صورتیں سامنے آ گئیں۔ ان سے کھود کھود کر گھر کے حالات پوچھے اور چلتے وقت کہا: تمہارے یہاں قحط چھایا ہوا ہے، تم غلہ لینے پھر آؤ گے، لیکن یاد رکھو! اب کے میں غلہ اسی وقت دوں گا کہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لاؤ۔

آیت ۶۷: جب بنیامین سمیت گیارہ بھائی مصر جانے لگے تو یہ ہدایت دی کیونکہ ایک ہی باپ کے گیارہ بیٹے، جو قد و قامت اور شکل و صورت میں بھی ممتاز ہوں۔ جب اکٹھے ایک ہی جگہ یا ایک ساتھ کہیں سے گزریں تو عموماً انھیں لوگ تعجب یا حسد کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہی چیز نظر لگنے کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ انھیں نظر بد سے بچانے کے لئے بطور تدبیر یہ حکم دیا۔ ''نظر کا لگ جانا حق ہے''۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلۡعَيۡنُ حَقٌّ۔ نظر کا لگ جانا حق ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5299) آپ ﷺ نے نظر بد

سے بچنے کے لئے اپنی اُمت کو یہ دعا بتلائی ہیں۔مثلاً فرمایا: جب تمہیں کوئی چیز اچھی لگے تو بَارَكَ اللّٰهُ کہو (موطأ امام مالک باب الوضوء من العین) جس کی نظر لگے اس کو کہا جائے کہ غسل کرے اور اس کے غسل کا پانی اس شخص کے سر اور جسم پر ڈالا جائے جس کو نظر لگی ہو۔اسی طرح مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنا قرآن سے ثابت ہے۔اس آیت میں یہ تاکید کہ حکم صرف اللہ کا چلتا ہے بطور ظاہری اسباب۔احتیاط اور تدبیر کے ہے۔جسے اختیار کرنے کا انسانوں کو حکم دیا گیا ہے۔تاہم اس سے اللہ کی تقدیر و قضا میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ہوگا وہی جو اس کی قضا کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔(احسن البیان)

وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع ۸ وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

چنانچہ ان کے باپ نے (شہر میں) داخل ہونے کا حکم دیا تھا ویسے ہی وہ اس میں داخل ہوئے۔اس کی یہ تدبیر اللہ کی مشیت کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہ آئی۔یہ تو محض یعقوب کے دل کا ارمان تھا جسے اس نے پورا کیا تھا۔بیشک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم کی وجہ سے صاحب علم تھا مگر اکثر لوگ (یہ حقیقت) نہیں جانتے (۶۸) جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس آئے تو یوسف نے اپنے بھائی کو اپنے ہاں جگہ دی اور اسے بتلایا کہ میں ہی تیرا بھائی (یوسف) ہوں تم اب ان باتوں کا غم نہ کرو جو یہ کرتے رہے ہیں (۶۹)

تشریح آیات ۶۹: بعد میں چونکہ بنیامین ہی یعقوبؑ کی توجہ کا مرکز تھے۔لہٰذا اب بھائیوں کے حسد کا وہی شکار تھے۔راستہ میں بھی وہ اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے رہے ہونگے۔جب یہ باتیں بنیامین نے کی ہونگی تو یوسف علیہ السلام نے انہیں تسلی دی کہ اب کچھ فکر نہ کرو جو ہو چکا سو ہو چکا۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا

پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کیا تو اپنے بھائی کے سامان میں اپنے پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا۔(جب یہ شہر سے نکلے تو) ایک پکارنے والے نے پکارا: ''اے قافلہ والو! تم چور ہو'' (۷۰) انہوں نے پکارنے والے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ''تمہاری کیا چیز کھوئی ہے؟'' (۷۱) وہ بولے: ''بادشاہ کا پیالہ ہمیں نہیں مل رہا جو شخص وہ لا کر دے اسے ایک اونٹ کا

بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

غلہ زیادہ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں'' (۷۲) وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ہم اس ملک میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں (۷۳) وہ بولے: ''اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس چور کی کیا سزا ہوگی'' ؟(۷۴) یوسف کے بھائیوں نے کہا: ''جس کے سامان میں وہ پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے۔ ہم (اپنے ہاں) ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں (۷۵) پھر اس نے یوسف کے بھائی (بنیامین) کے سامان سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاش شروع کی پھر پیالہ اس کے سامان سے نکال لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی یوسف مصر کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے ہاں رکھ نہیں سکتے تھے۔ مگر یہ کہ ہم جس کے چاہیں درجات بلند کر دیتے ہیں اور ہر صاحب علم سے بالاتر علیم ذات ہے (۷۶)

آیت ۷۰: یہ یوسفؑ کی تدبیر تھی، آپ کے اشارے پہ کارندوں نے یا خود آپ ہی نے یہ پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا

صواع کے معنی: صواع کو بعض لوگوں نے صاع سے مشتق سمجھ کر اس کا معنی غلہ ناپنے کا معروف پیمانہ (پنجابی ٹوپہ) کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ صاع سے مشتق یا ماخوذ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا معنی پانی پینے کا ایسا پیالہ ہے جس میں جواہرات وغیرہ جڑے ہوئے ہوں۔ اور اگر یہ پیالہ شیشہ کا ہو تو اسے قدح، لکڑی کا ہو تو عُس، چمڑے کا ہو تو علبة اور مٹی کا ہو تو مرکن کہتے ہیں۔

(الجمال والکمال ص ۱۷۴ سلمان منصور پوریؒ)

آیت ۷۲: یہ لوگ شاہی کارندے یا امن وامان قائم رکھنے کے ذمہ دار لوگ ہوں گے۔ ان میں سے جس نے الزام لگایا تھا اس نے بتایا کہ بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے لانے والے کے لئے ایک اونٹ غلہ کا انعام مقرر ہے اور یہ میری ذمہ داری لگائی ہے۔ یعنی میں اس بات کا ضامن ہوں کہ جو یہ پیالہ ڈھونڈ نکالے میں اسے بادشاہ سے انعام دلاؤں گا یا کہ مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ جیسے بھی ہو وہ پیالہ ڈھونڈ کر بادشاہ کو پیش کروں تو اس صورت میں مجھے انعام ملے گا۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۷۵: شاہی کارندوں نے پوچھا کہ اگر تم سے مسروقہ مال برآمد ہو گیا تو تمہاری سزا کیا ہوگی یوسف کے بھائی کہنے لگے جس کے پاس نکلے وہی اس کی جزا ہے کہ اسے رکھ لیا جائے تاکہ جس کی چوری کی ہے ایک سال اس کی غلامی کرے۔ یعقوب علیہ

السلام کی شریعت میں چوری کی یہی سزا تھی۔

آیت ۷۶: مصری قانون یہ نہ تھا بلکہ مصری قانون میں چور کو جیل ہوتی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ یوسف کے بھائیوں کے منہ ہی سے یہ سزا تجویز کرادی۔ چنانچہ تلاش کی ابتدا دوسرے بھائیوں سے ہوئی کہ انہیں شک نہ ہو۔ اس طرح باعزت طور پر بنیامین کو کم از کم ایک سال کیلئے اپنے حقیقی بھائی یوسف کے پاس رہنے کا اللہ تعالیٰ نے موقع فراہم کر دیا اور وہ کچھ ہو کر رہا جو اللہ کو منظور تھا۔ (تیسیر القرآن) اسکے بعد اللہ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے علم کے ذریعہ یوسف کو بلند مقام دیا اسی طرح ہم جسے چاہتے ہیں علوم و معارف دے کر اس کے ہم عصروں میں اسے عالی مقام بنا دیتے ہیں۔ اور ہر علم والے سے بڑا علم والا ہوتا ہے۔ حسن بصری کہا کرتے تھے کہ ہر علم والے سے بڑا علم والا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر ختم ہو جاتا ہے اس سے بڑا کوئی عالم نہیں اور اس کا علم بحر بے کنار ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع۱۱

یوسف کے بھائیوں نے کہا: اگر اسنے چوری کی ہے تو اس سے پیشتر اسکا بھائی (یوسف) بھی چوری کر چکا ہے۔ یوسف نے (ناکردہ الزام کو) دل میں چھپائے رکھا اور ان پر کچھ ظاہر نہ کیا اور (زیر لب) کہنے لگے: تم بہت ہی برے لوگ ہو جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اللہ اسے جانتا ہے (۷۷) وہ کہنے لگے: حضور والا! اسکا باپ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اسکے بجائے ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے۔ ہم آپ کو بہت احسان کرنے والا پاتے ہیں (۷۸) یوسف نے کہا: اس بات سے اللہ کی پناہ! ہم تو اسے ہی پکڑیں گے جسکے ہاں ہم نے اپنا (گمشدہ) سامان پایا ہے (اگر ہم ایسا کریں) تو ہم ظالم ٹھہرے (۷۹)

آیت ۷۷: بنیامین کے بورے سے شاہی پیمانہ برآمد ہونے کے بعد بھائیوں نے یہ بات بتائی کہ چوری ہماری حرکت نہیں، نہ ہم اس کو اچھا سمجھتے ہیں، اگر بنیامین نے چوری کی تو کوئی تعجب نہیں، اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ یہ بھائیوں کی طرف سے یوسفؑ پر بہتان تھا۔ لہٰذا چوری کا الزام سن کر آپ نے ایک بات دل میں رکھی، اور بھائیوں پر ظاہر نہیں ہونے دی، وہ بات یہ تھی کہ تم ہی کم درجہ کے ہو۔ تم مجھ پر اس چوری کا الزام تھوپ رہے ہو، اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ یہ الزام جھوٹا ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ سْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَ الْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

پھر جب وہ یوسف سے مایوس ہو گئے تو علیحدہ ہو کر مشورہ کرنے لگے: بڑے بھائی نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے اللہ کے نام پر تم سے پختہ عہد لیا ہوا ہے۔ نیز تم اس سے قبل یوسف کے معاملہ میں بھی زیادتی کر چکے ہو۔ اب میں تو یہاں سے کبھی نہ جاؤنگا حتیٰ کہ میرا باپ مجھے حکم دے یا اللہ میرے لئے فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے (۸۰) تم اپنے باپ کے پاس جا کر کہو: ابا جان! بلاشبہ آپکے بیٹے نے چوری کی ہے۔ ہم نے وہی گواہی دی جو ہم جانتے تھے اور ہم پوشیدہ چیزوں کے محافظ نہیں ہیں (۸۱) آپ ان بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم رہے اور اس قافلہ سے بھی جن کے ساتھ ہم آئے اور ہم یقینا سچے ہیں (۸۲)

آیت ۸۰: بڑے بھائی کو ساری باتیں یاد آنا شروع ہو گئیں۔ یوسفؑ کو کنویں میں پھینکنا، یعقوبؑ کا غم و حزن، بھائیوں کے قول و قرار، والد کی تاکید کہ بنیامین کو واپس بحفاظت لانا مگر یہ کہ تم سب کو مصیبت آ گھیرے۔ چنانچہ اس لئے مصر جانے سے انکار کر دیا کہ اگر والد بنیامین کو نہ دیکھیں اور باقی دس بھائیوں کو صحیح سالم دیکھے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ اس بڑے بھائی نے اس صورت حال میں باپ کا سامنا کرنے کی اپنے اندر سکت اور ہمت نہیں پائی تو صاف کہہ دیا کہ میں تو یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک خود والد صاحب تفتیش کر کے میری بے گناہی کا یقین نہ کر لیں اور مجھے آنے کی اجازت نہ دیں۔ اللہ میرا معاملہ کا فیصلہ کر دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی طرح یوسف (عزیز مصر) بنیامین کو چھوڑ دے اور میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دے۔ یا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی قوت عطا کرے کہ میں بنیامین کو تلوار یعنی طاقت کے ذریعہ سے چھڑا کر اپنے ساتھ لے جاؤں۔

آیت ۸۱: بھائیوں سے کہا کہ تم لوگ والد کے پاس جاؤ، اور انہیں سارا ماجرا سناؤ اور کہو کہ آپ کے بیٹے بنیامین کی طرف عزیز مصر کے پیالے کی چوری منسوب کی گئی ہے اور ہم نے دیکھا کہ اس کے سامان سے پیالہ نکالا گیا، ہم اس کی گواہی دیتے ہیں، اور چونکہ ہم غیب کا علم نہیں رکھتے ہیں اس لئے حقیقت امر کا پتہ نہیں کہ کیا واقعی بنیامین نے چوری کی ہے، یا کوئی اور بات ہے۔ ایک دوسرا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ہم نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی تھی تو ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ چوری کرے گا اور ہماری رسوائی کا سبب بنے گا۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ
جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۸۳ وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ
قَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ
مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝۸۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا
تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ
مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝۸۵ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّىْ
وَحُزْنِىْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ۝۸۶ يٰبَنِىَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ
يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَاْيْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّهٗ لَا يَاْيْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ
الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷

یعقوب نے جواب دیا (بات یہ نہیں ہے) بلکہ تم نے ایک بات بنا سنوار کر پیش کر دیا ہے لہٰذا صبر ہی بہتر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے (۸۳) یعقوب نے انکی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے: ہائے یوسف انکی آنکھیں غم سے بے نور ہوگئی تھی اور وہ غم سے بھرے ہوئے تھے (۸۴) یہ حالت دیکھ کر بھائی کہنے لگے: اللہ کی قسم آپ تو یوسف کو یاد کرتے ہی رہینگے حتیٰ کہ خود کو غم میں گھلا دیں یا ہلاک ہو جائیں (۸۵) یعقوب نے جواب دیا: میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا۔ اور اللہ سے میں کچھ ایسی چیزیں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے (۸۶) اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اسکے بھائی کی تلاش کی سر توڑ کر کوشش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس تو کافر لوگ ہی ہوا کرتے ہیں (۸۷)

آیت ۸۳: جب یعقوبؑ کو معلوم ہوا کہ بنیامین غائب ہیں تو انہوں نے کہا کہ اب صبر کرنا ہی بہتر ہے اور یعقوبؑ کو چونکہ مقام نبوت پر فائز تھے اس لئے مناسب بھی یہی تھا۔

بخاری و مسلم نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، صبر یہ ہے کہ آدمی پہلی چوٹ کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ کسی مصیبت یا کسی چہیتے کی موت یا گم شدگی پر غم کرنا حرام نہیں ہے۔ حرام یہ ہے کہ آدمی چیخ و پکار کرے۔ گریبان پھاڑے اور ایسی باتیں کرے جو صبر و استقامت کے خلاف ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی موت پر کہا تھا: ''آنکھیں آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے۔ اور ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جس سے اللہ ناراض ہو، اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔ آیت کے آخری حصہ (**فَهُوَ كَظِيْمٌ**) میں اشارہ ہے کہ ان کا دل غم سے متاثر تھا۔ لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

آیت ۸۵۔۸۶: یعقوبؑ کا حال زار دیکھ کر ان کے بیٹوں کو ان پر بڑا رحم آتا تھا۔ اور جب ان کی حالت دن بدن بگڑنے لگی تو بیٹوں نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ یوسف کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔ یعقوبؑ نے کہا کہ میں اپنا غم اور دکھ کسی انسان سے نہیں بلکہ اللہ سے بیان کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں، اسی سے التجا کرتا ہوں۔ اس لئے تم لوگ مجھے میرے

حال پر چھوڑ دو۔ میں جو جانتا ہوں اسے تم لوگ نہیں جانتے۔ معلوم ہے کہ میرا بیٹا یوسف زندہ ہے اور اس کا خواب سچا تھا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے ملا دے گا۔ صبر کے ساتھ جب مصیبت بڑھتی جاتی ہے تو عام طور پر آسانی کا وقت قریب ہونے لگتا ہے۔

آیت ۸۷: انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ وہ مصر جائیں اور یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کے بارے میں پتہ لگائیں اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ اس لئے کہ اس کی رحمت سے صرف وہ لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِىْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۰

پھر جب وہ ان کی تلاش میں، یوسف کے پاس آئے تو کہنے لگے: حضور والا! ہم اور ہمارے گھر والے سخت تکلیف میں ہیں اور حقیری پونجی لائے ہیں آپ ہم پر صدقہ کرتے ہوئے ہمیں غلہ پورا دیجئے اللہ صدقہ کرنے والوں کو یقینا جزا دیتا ہے (۸۸) یوسف نے ان سے پوچھا: معلوم ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کچھ کیا تھا جبکہ تم نادان تھے؟ (۸۹) وہ (چونک کر) بول اٹھے: ''کیا تم ہی یوسف ہو؟'' یوسف نے کہا: ''ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (بنیامین) ہے اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا: کیونکہ جو اس سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' (۹۰) وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اور ہم ہی خطا کار تھے (۹۱) یوسف نے کہا: ''آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (۹۲) یہ میری قمیص لے جاؤ اور اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے اور انہیں لیکر تم سب اہل و عیال سمیت میرے یہاں آؤ (۹۳)

آیت ۸۸۔۹۹: ایک طرف تو یہ حالات پیش آ رہے تھے، دوسری طرف قحط کی شدتیں بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھیں۔ پس بھائیوں نے مصر آ کر جو کچھ یوسفؑ سے کہا وہ اپنے دوبارہ آنے کا بہانہ نہ تھا، بلکہ واقعی مصیبت کی سچی داستان تھی، جب یوسفؑ نے یہ حالات سنے اور دیکھا کہ ان کے بھائی ان کے سامنے کھڑے خیرات کی بھیک مانگ رہے ہیں تو جوش رحم و محبت سے بے اختیار ہو گئے

اور اب اپنے آپ کو ظاہر کر دیا جب انھوں نے کہا: تمہیں یاد ہے تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ تو بھائی چونک اٹھے کہ عزیز مصر یوسف کا ذکر اس طرح کیوں کر رہا ہے؟ اور اب جو اس کی صورت اور آواز پر غور کیا تو صاف نظر آ گیا کہ یہ تو بالکل یوسف کی سی ہے۔ پس حیران ہو کر بول اٹھے: ''اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ'' ؟

قرآن نے اس موقع کا سارا مکالمہ صرف دو جملوں میں بیان کر دیا ہے۔ ایک یوسفؑ کا، دوسرا بھائیوں کا، لیکن غور کرو! موقع کی طبیعتِ حال کا کونسا پہلو ہے جو ان دو جملوں کے اسلوب بیان اور لب و لہجے میں نہیں آ گیا؟ بھائیوں نے یہ نہیں کہا ''کیا تم یوسف ہو؟'' بلکہ کہا ''اِنَّكَ'' اور ''لَاَنْتَ يُوْسُفُ'' یعنی کیا حقیقت میں تم ہی یوسف ہو؟ اس اسلوب استفہام نے وہ ساری حالتیں واضح کر دیں جو ان کے ذہن وفکر پر اس وقت طاری ہوگئی تھیں اور اس طرح کے موقع میں قدرتی طور پر طاری ہوا کرتی ہیں۔ جب بھائیوں نے یوسف کی ہلاکت کی خبر باپ کو سنائی تھی تو خون آلود کرتا جا کر دکھایا تھا۔ اب وقت آیا کہ زندگی کی خوش خبری سنائی جائے تو اس کے لئے بھی کرتا ہی نے نشانی کا کام دیا۔ وہی چیز جو کبھی فراق کا پیام لائی تھی، اب وصال کی بشارت بن گئی۔ (ترجمان القرآن)

وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ

جب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا: اگر تم مجھے یہ نہ کہو کہ بڈھا سٹھیا گیا (تو درحقیقت) میں یوسف کی بو محسوس کر رہا ہوں (۹۴) وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! آپ تو اسی پرانے (محبت کے) خبط میں پڑے ہیں (۹۵) پھر جب خوشخبری لانے والا آ گیا اور اس نے (قمیص) یعقوب کے چہروں پر ڈالی تو وہ فوراً بینا ہو گئے۔ اور کہنے لگے: میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں اللہ سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۹۶) وہ کہنے لگے: ابا جان ہمارے لئے ہمارے گناہ کی معافی مانگئے واقعی ہم ہی خطا کار تھے (۹۷) (یعقوبؑ نے) کہا: میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لئے معافی مانگوں گا وہ یقیناً معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے (۹۸) پھر جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا! شہر میں چلو! ان شاء اللہ امن وچین سے رہو گے (۹۹) اور یوسفؑ نے اپنے والدین کو اٹھ کر (اپنے) تخت پر بٹھایا اور اس کے بھائی یوسف کے آگے سجدے میں گر

قَبۡلُ ۫ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّیۡ حَقًّا ؕ وَ قَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَ جَآءَ بِکُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾

گئے۔ یوسف نے کہا: ابا جان! یہ ہے میرے اس خواب کی تعبیر جو میں نے پہلے دیکھی تھی۔ اللہ نے اسے حقیقت بنا دیا اور اس نے اس وقت بھی مجھ پر احسان کیا جب مجھے قید سے نکالا اور اس وقت بھی جبکہ آپ سب کو دیہات سے میرے یہاں لا یا حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فتنہ کھڑا کر چکا تھا۔ بلا شبہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے(۱۰۰)

ربط آیات ۹۴۔۱۰۰: جب بھائیوں کا قافلہ مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوا تو یعقوبؑ نے اپنے اہل خانہ اور اپنے پوتوں سے کہا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ لیکن تم لوگ ہماری بات نہیں مانو گے بلکہ یہ کہو گے کہ میری عقل بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہوگئی ہے۔ لیکن جب یہودا نے قمیص لا کر یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالی تو ان کی بینائی واپس آ گئی۔ تب انہوں نے سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تم لوگوں سے کہا نہیں تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ جب بھائیوں نے یہ ماجرا دیکھا تو باپ سے کہا ہم لوگوں نے جو یوسف اور آپ کے حق میں جو غلطیاں کی تھیں ان کی اللہ سے ہمارے لئے مغفرت طلب کر دیجئے تو یعقوبؑ نے ان سے اس کا وعدہ کیا اور کہا کہ میں تمہارے لئے اللہ سے دعا کروں گا اور وہ بہت بڑا معاف کرنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔

یعقوبؑ نے فوراً ان کے لئے دعا استغفار نہیں بلکہ دعا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ رات کے پچھلے پہر میں جو اللہ کے خاص بندوں کا اللہ کی عبادت کرنے کا خاص وقت ہوتا ہے اللہ سے ان کی مغفرت کی دعا کروں گا۔ دعا و استغفار کے لئے افضل اوقات کا اختیار کرنا سنت سے ثابت ہے۔ جیسے صبح کا وقت، فرض نمازوں کے بعد، حج کے دوران، سجدہ کی حالت میں، اذان کے وقت، اذان اور اقامت کے درمیان، افطاری کے وقت ان اوقات میں دعا کی قبولیت کی اللہ سے زیادہ امید ہوتی ہے۔ اس کے بعد یعقوب علیہ السلام جب تمام ساز و سامان کے ساتھ مصر روانہ ہوئے تو حدود مصر پر ان کا شاہانہ استقبال کیا گیا اور یوسف علیہ السلام نے عزت و احترام کے ساتھ انھیں اپنے پاس جگہ دی اور ان کا خوب اکرام کیا۔ مزید اکرام کیلئے یوسفؑ نے اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا۔ ایک شبہ کا جواب ہے کہ یوسفؑ کی والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ یہ سوتیلی ماں تھی لیکن امام ابن جریر طبریؒ نے اس کے برعکس یہ کہا ہے کہ یوسف کی والدہ فوت نہیں ہوئی تھیں اور وہی حقیقی والدہ ساتھ تھیں۔

یوسفؑ کے بھائی ادب و تعظیم کے طور پر یوسفؑ کے سامنے جھک گئے، وَخَرُّوۡا لَہٗ سُجَّدًا کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ وہ زمین

پر یوسفؑ کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔ یعنی یہ سجدہ، سجدہ ہی کے معنی میں ہے۔ تاہم یہ سجدہ، سجدۂ تعظیمی ہے، سجدۂ عبادت نہیں۔ اور سجدۂ تعظیمی یعقوبؑ کی شریعت میں جائز تھا۔ اسلام میں شرک کے سد باب کے لئے سجدۂ تعظیمی کو بھی حرام کر دیا گیا ہے اور اب سجدۂ تعظیمی بھی کسی کے لئے جائز نہیں۔

یوسفؑ نے جو خواب دیکھا تھا۔ اتنی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد بالآخر اس کی یہ تعبیر سامنے آئی کہ اللہ نے یوسفؑ کو تخت شاہی پر بٹھایا اور والدین سمیت تمام بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۱

اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت بھی عطا کی اور خوابوں کی تعبیر بھی سکھلائی۔ تو ہی زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے۔ اسلام پر میرا خاتمہ کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر (۱۰۱)

آیت ۱۰۱: اللہ تعالیٰ نے جب اپنی نعمت یوسفؑ پر تمام کر دی، والدین اور بھائیوں کو ان کے پاس پہنچا دیا اور انہیں علم نبوت، علم تعبیر دیا، اور مصر کی عظیم بادشاہت سے نوازا، تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! تو میری باقی عمر تک ان نعمتوں کی حفاظت فرما، اور جب موت آئے تو اسلام پر آئے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر دے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یوسفؑ نے موت کی تمنا کی تھی، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ جب موت آئے تو اسلام پر آئے۔ مسند احمد اور صحیحین میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے کوئی کسی تکلیف و مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اگر نیک آدمی ہوگا تو اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا! اور اگر برا ہوگا تو ممکن ہے کہ اسے توبہ کی توفیق مل جائے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6693) اسے اس طرح کہنا چاہئے کہ اے اللہ! جب تک میری زندگی میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ'' ایک دوسری روایت میں ہے ''اگر موت میرے لئے بہتر ہے تو مجھے موت دے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:5239)

یعقوبؑ جب مصر پہنچے تو ان کی عمر ایک سو تیس سال تھی۔ یوسفؑ نے انہیں اور ان کے بیٹوں کو شاہِ مصر سے ملایا، اس نے ان کی خوب تکریم کی اور عین شمس کا علاقہ جو سب سے زیادہ زرخیز مانا جاتا ہے۔ ان کے نام لکھ دیا مصر میں اقامت پذیر ہونے کے بعد سترہ سال زندہ رہے اور جب وفات پائی تو ان کی وصیت کے مطابق ان کے بیٹوں نے ان کی لاش مومیا مل کر محفوظ کر لیا، اور کنعان لے جا کر اس جگہ دفن کیا جو ''الخلیل'' کے نام سے جانا جاتا ہے اور جہاں پہلے سے ابراہیمؑ، سارہؑ، اسحاقؑ، انکی بیوی تھیں۔ یوسفؑ اسکے بعد طویل مدت تک زندہ رہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ایک سو دس سال تھی۔ وفات کے بعد انکی اولاد نے انہیں سنگ مرمر کے ایک صندوق میں دریائے نیل کے بالائی علاقے میں دفن کر دیا۔ چار سو سال کے بعد موسیٰؑ نے انکا تابوت وہاں سے نکالا اور کنعان لے جا کر انکے آباء و اجداد کے پہلو میں دفن کر دیا۔

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ‌ۚ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَ هُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَ لَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا تَسۡـَٔلُهُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۱ / ۵ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوۡۤا اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ غَاشِيَةٌ مِّنۡ عَذَابِ اللّٰهِ اَوۡ تَاۡتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً وَّ هُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ‌ؔ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِىۡ‌ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾

(اے نبی!) یہ قصہ غیب کی خبروں سے ہے جسے ہم آپکی طرف وحی کرر ہے ہیں اور آپ اس وقت انکے پاس نہ تھے جب بھائیوں نے ایک بات پر اتفاق کرلیا اور وہ مکارانہ سازش کرر ہے تھے(۱۰۲) اور آپ خواہ کتنا ہی چاہیں ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں (۱۰۳) آپ اس (تبلیغ) پر ان سے کوئی اجر نہیں مانگتے یہ تو تمام اہل عالم کیلئے نصیحت ہے (۱۰۴) آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے (۱۰۵) اور ان کی اکثریت اللہ پر ایمان لاتی ہے مگر (ساتھ ہی) شرک بھی کرتی ہے (۱۰۶) کیا یہ اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ کا عذاب ان پر چھا جائے یا یکدم گھڑی (قیامت) آ جائے اور انہیں کچھ خبر نہ ہو (۱۰۷) آپ کہہ دیجئے کہ میرا راستہ یہی ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں خود بھی اس راستے کو پوری روشنی میں دیکھ رہا ہوں اور میرے پیروکار بھی۔ اللہ پاک ہے اور مشرکوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ (۱۰۸)

آیت ۱۰۵: آسمان اور زمین کی پیدائش اور ان میں بے شمار چیزوں کا وجود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک خالق وصانع ہے جس نے ان چیزوں کو وجود بخشا ہے اور ایک مدبر ہے جو ان کا ایسا انتظام کر رہا ہے کہ صدیوں سے یہ نظام چل رہا ہے لیکن ان میں کبھی آپس میں ٹکراؤ اور تصادم نہیں ہوا ہے، لیکن ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے یوں ہی گزر جاتے ہیں ان پر غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ان سے رب کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔

آیت ۱۰۶: یہ وہ حقیقت ہے جسے قرآن نے بڑی وضاحت کیساتھ متعدد جگہ بیان فرمایا ہیکہ مشرکین یہ تو مانتے ہیں کہ آسمان وزمین کا خالق، مالک، رازق اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اسکے باوجود عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک ٹھہرا لیتے ہیں اور یوں اکثر لوگ مشرک ہیں۔ یعنی ہر دور میں توحید ربوبیت کے تو قائل رہے ہیں لیکن توحید الوہیت ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔ آج کے قبر پرستوں کا شرک بھی یہی ہے وہ قبروں میں مدفون بزرگوں کو الوہی صفات کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کیلئے پکارتے بھی ہیں اور عبادت کے کئی مراسم بھی ان کیلئے بجالاتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنۡہُ (احسن البیان)

آیت ۱۰۷: کیا یہ مشرک بے خبری میں اللہ کے عام عذاب سے نڈر رہیں فرمایا: اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ ۔۔الخ (نحل: ۴۵ تا ۴۷) کیا گناہ کرنے والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ انھیں بے خبری کے عالم میں زمین میں دھنسا دے یا ان پر اپنا عذاب بھیج دے، یا انھیں سوتے ہی میں پکڑ لے۔ کیوں کہ وہ اللہ کو ہرانے والے نہیں یا انھیں چوکنا کر کے ہی پکڑ لے، یاد رکھو! تمہارا رب بندوں پر بڑا مہربان وشفیق ہے۔ (اس لئے اس نے ڈھیل دے رکھی ہے)

آیت ۱۰۸: رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ جنوں اور انسانوں کے رسول ہیں، اللہ کا آپ کو حکم ہے کہ لوگوں سے فرما دیں کہ میرا طریقہ اور میری سنت یہ ہے کہ میں توحید کا ڈنکا بجالاتا رہوں، اور ہم مسلمان مضبوط دلائل کے ساتھ پورے یقین وشوق سے دنیا کو پیغام توحید دیتے ہیں۔ اللہ کی عظمت و پاکی بیان کرتے ہیں اور لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ اللہ شریک وحصہ دار اور نظیر ومثال سے پاک ہے، نہ وہ صاحبِ اولاد ہے نہ بیوی والا اور نہ ماں باپ والا، اسی طرح اس کا کوئی وزیر ومشیر بھی نہیں، اللہ بڑی برکت والا ہے، اور ہر عیب وکمی سے پاک ہے۔ فرمایا: تُسَبِّحُ لَهُ الخ (اسرا: ۴۴) اللہ کی پاکی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمین اور ان میں رہتے تمام اصحابِ عقل بیان کررہے ہیں، ہر چیز اس کی حمد وتسبیح میں مصروف ہے، لیکن تم ان کی تسبیح سمجھنے سے قاصر ہو، یقین مانو اللہ انتہائی بردبار وخطاپوش ہے۔ (الفضل الکبیر)

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲

آپ سے پہلے ہم نے ہی رسول بھیجے وہ انہی بستیوں کے رہنے والے تھے جنکی طرف ہم وحی کرتے رہے۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں انکا کیا انجام ہوا؟ اور اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے دار آخرت ہی بہتر ہے کیا۔ تم سمجھتے نہیں (۱۰۹) (پہلے انبیاء کے ساتھ یہی ہوا) حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہوگئے اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے تو ہماری مدد آ گئی۔ پھر ہم جسے چاہیں بچا لیتے ہیں۔ تاہم مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب نہیں ٹالا جاسکتا (۱۱۰) ان قصوں میں اہل عقل کیلئے (کافی سامان) عبرت ہے۔ یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں جو گھڑلی ہو بلکہ یہ تو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسمیں ہر بات کی تفصیل موجود ہے اور ایمان لانیوالوں کیلئے یہ ہدایت اور رحمت ہے (۱۱۱)

آیت ۱۰۹: مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں بھیج دیئے، تو اللہ نے ان کی تردید میں کہا کہ اے ہمارے نبی! ہم نے آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء بھیجے، سبھی شہروں میں رہنے والے تھے، جنہیں ہم بذریعہ وحی دین وحکمت کی تعلیم دیتے رہے۔ اس آیت کے مطابق جمہور علماء کی رائے ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی ہے۔

مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے انہیں کہا جا رہا ہے کہ وہ لوگ ان علاقوں میں جا کر عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے، جہاں انہی کی طرح ماضی میں قومیں آباد تھیں، اور بہت ہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہتی تھیں، لیکن جب انھوں نے انبیاء کا مذاق اڑایا اور اللہ کے دین کو قبول نہیں کیا، تو کس طرح اللہ نے کافروں کو ہلاک کر دیا اور مومنوں کو نجات دی۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے اپنے مومن بندوں کو دنیا کے عذاب سے بچایا، اسی طرح آخرت میں انہیں اس جنت میں داخل کریں گے جو دنیا کی تمام نعمتوں اور آسائشوں سے بہتر ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۱۱۰: عروہ بن زبیرؓ نے ام المومنین عائشہؓ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: انبیاء کو جن لوگوں نے مانا اور ان کی تصدیق کی جب ایک طویل مدت تک ان پر آفت اور مصیبت آتی رہی اور اللہ کی مدد آنے میں دیر ہوگئی اور نبی جھٹلانے والوں کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے اور یہ گمان کرنے لگے کہ جو ایمان لا چکے ہیں اب وہ بھی ہمیں جھوٹا سمجھنے لگیں گے اسی وقت اللہ کی مدد آپہنچی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3137) (تیسیر القرآن)

آیت ۱۱۱: انبیاء کے قصوں میں قوموں کے واقعات میں مومنوں کے بچ جانے اور کافروں کے ہلاک ہونے میں ہوشمندوں کے لئے بڑی بھاری نصیحت ہے۔ پھر فرمایا: اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اسے گھڑ کر لے آئے۔ بلکہ یہ اللہ کی کتاب ہے جو تمام پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ ان کے صحیح کو غلط سے، حلال کو حرام سے اور سچے کو جھوٹے سے علیحدہ کرتی ہے، تحریف کو چھانٹ دیتی ہے، منسوخ احکام بیان کرتی ہے، ہر چیز پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے، اور اس میں فرائض و واجبات کی، مستحب و مباح کی حلال وحرام کی، ظاہری اور باطنی خبروں کی، اللہ کے اسماء وصفات کی اور اللہ کے بے نظیر و بے مثال ہونے کی سب کی تفصیل ہے۔ اس لئے یہ سرچشمۂ فضل وخیر مومنوں کے لئے سراسر ہدایت ورحمت ہے۔ اس سے دلوں میں نورِ ہدایت اور عقیدوں میں صحت واستقامت پیدا ہوتی ہے۔ ہم بھی اپنے عظیم معبود کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی دنیا وآخرت میں انہی سعادت مند انسانوں میں شامل فرمائے اور قیامت والے دن جب بہت سے لوگوں کے چہرے درخشاں ہوں گے اور بہت سے چہروں پر کالک چھا رہی ہوگی' اللہ ہمیں بھی اپنے پاک اور نورانی بندوں میں شامل فرما کر سرخروئی سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ اے اللہ! ہم تیرا شکر ادا نہیں کر سکتے، تو بے شمار خوبیوں والا ہے اور ہمیں ہر حال میں تیری مدد درکار ہے۔ جب تک تیرا دست رحمت ہم ناتوانوں کا بازو نہ تھامے گا ہمارا بیڑا پار نہ ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الرعد

سورۃ الرعد مدنی ہے اس میں ۴۳ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

تعارف سورۂ رعد: فضیلت، اس سورت کی فضیلت میں ابن ابی شیبہ اور مروزی نے ''کتاب الجنائز'' میں جابر بن زیدؒ سے روایت کی ہے کہ جب وہ کسی کو جان کنی کی حالت میں دیکھتے تو اس کے پاس سورۃ الرعد پڑھنا بہتر سمجھتے تھے، اور کہتے ہیں کہ یہ سورت مرنے والے کی تکلیف کو کم کرتی ہے اور روح قبض کئے جانے کو آسان بناتی ہے۔

اس کا مرکزی مضمون قرآن کریم، دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق ہے، اور جیسا کہ مکی سورتوں کا خاصہ ہے۔ اس میں بھی توحید ورسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب وکتاب کا بیان ہے، تاکہ کفار قریش اپنے کفر سے تائب ہو کر مسلمانوں کے زمرے میں داخل ہو جائیں، نیز نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو جابجا تسلی دی گئی ہے، تاکہ ان کے پائے استقامت میں تزلزل نہ آئے۔

قرآن نازل ہونے کے بعد جو حق وباطل کی کشمکش شروع ہوئی، حق وباطل کا جو ٹکراؤ ہوا، اس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ انجام کار مومنوں کی جیت ہوگی اور کفار ومشرکین ناکام ونامراد ہوں گے۔

یہی بات سورۂ یوسف میں بھی بیان کی گئی تھی کہ یوسف حق پر سچائی کے راستہ پر تھے اس لئے کامیاب ہوئے اور ان کے بھائی حسد اور دشمنی کے راستے پر تھے اس لئے بہت نقصان اٹھائے۔

اللہ کی عبادت ہی توحید ہے اور یہی حق ہے۔ غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک ہے اور یہ باطل ہے اور غلط ہے۔

اللہ سے مدد مانگنا ایک زندہ طاقتور اور سننے والے اور کائنات کے بادشاہ سے مدد مانگنا ہے۔

اور غیر اللہ سے یعنی بتوں سے یا مرے ہوئے اولیاء سے مدد مانگنا ایسا ہے جیسے سراب کو پانی سمجھ کر اس کے پیچھے بھاگنا ہے۔ یہ خیالی سرکار اور شفاء مدد کرنے والے نہیں ہیں ان کو مدد کے لئے پکارنا بے کار ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ آیت ۱۴ اور ۱۶ میں بیان کر رہا ہے کہ صرف اسی کو پکارنا برحق ہے اور جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، وہ ان کی کوئی حاجت پوری نہیں کرتے ان کی حالت اس آدمی کی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تاکہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا، اور کافروں کا اپنے معبودوں کو پکارنا رائیگاں ہی جاتا ہے اور آسمانوں اور زمین میں

رہنے والے (فرشتے اور جن وانس) صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، چاہے خوشی سے کریں، یا مجبور ہو کر، ان کے سائے بھی صبح وشام (اللہ کو) سجدہ کرتے ہیں۔

آپ پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپ خود بتا دیجئے کہ اللہ' آپ کہئے کہ کیا تم لوگوں نے اس کے سوا اور دوسروں کو یار و مددگار بنا لیا ہے جو خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ آپ کہئے کہ کیا نابینا اور بینا دونوں برابر ہیں؟ کیا تاریکی اور روشنی برابر ہے؟ کیا انہوں نے اللہ کے کچھ ایسے ساجھی بنائے ہیں جنہوں نے اللہ کی طرح چیزوں کو پیدا کیا ہے، اور وہ مخلوقات ان کی نظر میں گڈمڈ ہو گئی ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور وہ تنہا زبردست ہے۔

۱۶۔ اس کائنات کی بعض نشانیوں کی طرف اشارہ جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کا خالق و صانع ہر گوشہ میں فائدہ کو باقی رکھتا ہے اور غیر فائدہ کو چھانٹتا رہتا ہے۔ یہ اس بات کی شہادت ہے کہ وہ حق و باطل کی اس کشمکش میں بھی جو نبی (ﷺ) کی دعوت اور قرآن کے نزول سے برپا ہوتی ہے باطل کو مٹا دے گا اور حق کا بول بالا کرے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نشانیاں یوں بیان کرتا ہے: اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا' پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئے اور ایسی ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی جنہیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لئے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اسی مثال سے اللہ حق و باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے فائدہ مند ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اس طرح اللہ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے۔

اٰیاتها ۴۳ ۔ ۱۳ سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ ۹۶ ۔ رکوعاتها ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۔ یہ اس کتاب کی آیات ہیں اور جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا وہ حق ہے، لیکن اکثر لوگ (اس پر) ایمان نہیں لاتے (۱) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر بلند کیا جو تمہیں نظر آتے ہیں پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا اور سورج اور چاند کو (ایک خاص قانون) کا پابند بنایا ہر چیز ایک مقررہ مدت تک کیلئے ہے۔ وہی اس کائنات کے نظام کی تدبیر کرتا ہے اور اپنی نشانیاں تفصیلاً بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرو (۲)

تشریح آیات ۱: سورۂ بقرہ میں حروف تہجی کی وضاحت ہو چکی اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ جس جس سورت کے شروع میں حروف مقطعات لائے گئے ہیں وہاں عموماً یہی ثابت کیا جاتا ہے کہ قرآن اللہ ہی کا کلام ہے، جو رب کے پاس سے آیا ہے اور جس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں، اس آیت میں بھی یہی فرمایا، یہ قرآن مقدس کی آیتیں ہیں، پھر اس کتاب مقدس کی اور خوبیاں بیان فرمائیں کہ اے پیارے نبی! جو کتاب آپ پر آپ کے رب کے پاس سے اتاری گئی ہے وہ سراپا حق ہے، اس کی صحت وصداقت میں کلام نہیں، لیکن پھر بھی اکثر لوگ اسے نہیں مانتے، **وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ** ...الخ (یوسف:۱۰۳) فرمایا: آپ لاکھ چاہیں اور سارا زور لگا دیں لیکن اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں، یعنی اس کتاب کی صداقت نہایت صاف روشن اور کھلی ہوئی ہے، مگر مخالفت، تعصب، ہٹ دھرمی اور نفاق کی وجہ سے اکثر لوگ ایمان سے کورے ہی رہیں گے۔ (الفضل الکبیر)

آیت نمبر ۲ میں اللہ کی کمال قدرت اور اس کے غلبہ واقتدار کی وسعت وعظمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ بغیر ستونوں کے سہارے زمین سے اوپر اٹھا رکھا ہے۔ جن کی اونچائی کا دریافت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بادشاہی کام وہی کر سکتا ہے جس کے آگے کسی کی بادشاہت نہیں چل سکتی۔ اس کے ذریعہ رب العالمین کے کمال قدرت کا پتہ چلتا ہے وہی باری تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے تمام امور میں اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق تصرف کر سکتا ہے۔ اس نے اپنی کمال قدرت اور ربوبیت و خالقیت کی نشانیاں قرآن کریم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ ان نشانیوں میں غور کر کے اس بات پر ایمان لے آئیں کہ وہ قادر مطلق یقیناً لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور میدان محشر میں جمع کر کے ان کے اعمال کا حساب چکانے پر قادر ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ ممکن ہے تم ان نشانیوں میں غور وفکر کے بعد اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔

وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ

اور اسی نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں سلسلہ ہائے کوہ اور نہریں بنا دیں اور ہر طرح کے پھلوں کی دو دو قسمیں بنائیں وہی دن پر رات کو طاری کرتا ہے سوچنے سمجھنے والے لوگوں کے لئے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں (۳) نیز زمین میں کئی قطعات ہیں جو باہم ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ کھیتی اور کھجوریں ہیں جن میں سے کچھ جڑ سے ملی ہوئی ہیں اور کچھ نہیں ملی ہوئی (ان کو) ایک (ہی) پانی سے سیراب کیا جاتا ہے مگر ذائقہ میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں (اور کسی کو کمتر) ان چیزوں میں بھی اہل عقل کیلئے نشانیاں ہیں (۴) اور اگر آپ متعجب ہیں تو اس سے بھی عجب تر ان کی بات ہے

قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ۝۶ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۝۷ ع اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۝۱۱

کہ ''جب ہم مٹی بن جائیں گے تو ازسرنو پیدا ہوں گے؟'' یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور ایسے ہی لوگوں کی گردنوں میں طوق ہوں گے یہی لوگ اہل جہنم ہیں۔ جس میں وہ دائم رہیں گے (۵) یہ لوگ بھلائی سے پہلے آپ سے برائی کیلئے جلدی مچا رہے ہیں حالانکہ ان سے قبل (ان جیسوں پر عذاب آنے کی) کئی مثالیں گزر چکی ہیں۔ اور آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود انہیں معاف کر دینے والا ہے۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ آپ کا رب شدید عذاب دینے والا ہے (٦) کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا'' آپ صرف ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ایک رہنما ہے (۷) اللہ ہر ایک مونث جو کچھ اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے ہے اسے جانتا ہے اور جو ارحام میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اسے بھی اور اس کے ہاں ہر چیز کی تعداد ہے (۸) وہ غیب اور ظاہر باتوں کا جاننے والا ہے۔ سب سے بڑا ہے عالی شان والا ہے (۹) تم میں سے اگر کوئی بات کو مخفی طور پر کہے یا پکار کر۔ اسی طرح اگر کوئی رات کو چھپا ہوا یا دن میں چل رہا ہو اس کیلئے برابر ہے (۱۰) ہر شخص کے آگے اور پیچھے اللہ کے مقرر کردہ محافظ ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ یقیناً کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے اوصاف خود نہ بدل دے اور جب اللہ کسی قوم پر مصیبت ڈالنے کا ارادہ کرے تو پھر کوئی ٹال نہیں سکتا، نہ ہی اس کے مقابلے میں اس قوم کا کوئی مددگار ہو سکتا ہے (۱۱)

آیات ۳ تا ۵: اس وقت نباتات کے علوم میں اتنی ترقی نہیں ہوئی تھی لیکن آج سائنسداں مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر یقین رکھتے ہیں تمام نباتات میں نر اور مادہ حصے ہوتے ہیں۔

اور یہ پھل ایسے پودوں سے حاصل ہوتے ہیں جن میں جنسی عمل پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسی چیزیں ایک مسلمان کے دل میں ایمان کو مزید تقویت دیتی ہے۔ اور ایک کافر کے لئے مزید حجت مہیا کرتی ہے۔ زمین کا ٹکڑا بھی ایک ہی اور پانی بھی ایک ہی دیا گیا اور ظاہر بات ہے کہ دھوپ بھی ایک سی پڑ رہی ہے اور آب و ہوا بھی وہی ہے مگر ایک درخت کھجور پیدا کر رہا ہے کہ دوسرا درخت نیم پیدا کر رہا ہے پھر ایک ہی درخت کے پھل ذائقے میں مختلف، ایک ہی کھجور کا درخت ایک ہی خوشہ اور اس میں کچھ ٹہنیوں پر بہترین پھل ہے جب کہ دوسری ٹہنی پہ سوکھا ہوا اور ردی پھل ہے، کیا ان سب میں غور وفکر کا کوئی مواد نہیں؟ (تیسیر القرآن) یہ تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں جو صاحب عقل بھی ان میں غور وفکر کرے ایمان لے آئے گا کہ جو ذات واحد ان سب پر قادر ہے وہ یقیناً بنی نوع انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے بلکہ دوبارہ پیدا کرنا اس کیلئے زیادہ آسان ہے۔

آیت ۱۱: ہدایت و بدبختی کا یہ اندازہ یعنی مقررہ قانون کا ہے؟ آیت ۱۱ میں فرمایا: عمل اور صلاحیت عمل کا قانون ہے۔ یہی ایک کے بعد ایک آنے والی قوتیں ہیں جو حکم الٰہی سے انسان کی حفاظت کرتی ہیں۔ یہ اس کے گزشتہ اعمال ہیں جن سے اس کا حال پیدا ہوتا ہے اور حال کے اعمال ہیں جو اس کا مستقبل بناتے ہیں۔

اسکی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے۔ یعنی اصل اس بارے میں خود انسان کا عمل ہے۔ وہ جیسی حالت چاہے اپنے عمل اور صلاحیت عمل سے حاصل کر لے سکتا ہے۔ اگر ایک قوم بدحال ہے اور وہ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کر لیتی ہے جس سے خوش حالی پیدا ہو سکتی ہے تو خدا کا قانون یہ ہے کہ تبدیلی فوراً اس کی حالت بدل دے گی اور بدحالی کی جگہ خوش حالی آ جائے گی۔ اسی طرح خوش حالی سے بدحالی کا تغیر بھی سمجھ لو۔

پھر فرمایا: جب ایک قوم نے اپنی عملی صلاحیت کھودی اور اس طرح تبدیلی حالت کی مستحق ہو گئی تو ضروری ہے کہ اسے برائی پہنچے۔ یہ برائی کبھی ٹل سکتی نہیں کیونکہ یہ خود اللہ کی جانب سے ہوتی ہے، یعنی اس کے ٹھہرائے ہوئے قانون کا نفاذ ہوتا ہے اور خدا کے قانون کا نفاذ کون ہے جو روک سکے اور کون ہے جو کسی کو اس کی زد سے بچا سکے؟ (ترجمان القرآن)

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

وہی تو ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے تم خوف اور طمع رکھتے ہو اور وہی ثقیل بادلوں کو اٹھاتا ہے (۱۲) اور کڑک اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے وہی گرنے والی بجلیاں بھیجتا ہے جو اس پر ہی گرتی ہیں جس پر وہ چاہتا ہے اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور زبردست قوت والا ہے (۱۳)

آیت ۱۳: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے عرب کے کسی سرکش کو بلایا، قاصد نے جا کر کہا تجھے رسول اللہ ﷺ بلا رہے ہیں، بولا رسول اللہ کون ہیں اور اللہ کیا ہے، کیا سونے کا ہے یا چاندی کا یا پیتل کا؟ قاصد نے آ کر آپ سے کہہ دیا کہ میں نے جا کر اسکو آپکا پیغام دیا تھا وہ تو بڑا سرکش ہے، اس نے یہ جواب دیا ہے۔ آپ نے دوبارہ بھیجا، اسنے دوبارہ بھی یہی جواب دیا۔ آپ نے سہ بارہ بھیجا اسنے پھر یہی جواب دیا۔ ابھی وہ جواب دے ہی رہا تھا کہ اتنے میں اسکے سر پر ایک چھوٹا سا بادل نمودار ہوا جو گرجا، جس سے بجلی گری تو اسکا مغز ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس پر اللہ نے **وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ** نازل فرمائی۔ (الفضل الکبیر)

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

السجدۃ ۲

اسی کو پکارنا برحق ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ انہیں کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنے ہاتھ اسلئے پھیلائے کہ پانی اسکے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ پانی اسکے منہ تک نہیں پہنچ سکتا کافروں کی پکار سراسر گمراہی ہے (۱۴) آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی چیزیں ہیں چاروناچار اللہ کو سجدہ کر رہی ہیں۔ (اسی طرح) ان کے سائے صبح و شام سجدہ ریز ہوتے ہیں (۱۵) آپؐ ان سے پوچھئے: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپؐ کہہ دیجئے: ''اللہ ہے'' پھر کہئے: کیا تم نے ایسے معبودوں کو اپنا کارساز بنا لیا ہے جو اپنے بھی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، پھر پوچھئے: کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟ یا جنہیں لوگوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے انہوں نے بھی اللہ کی مخلوق کی طرح کی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جو ان پر مشتبہ ہے؟ آپ کہئے کہ ''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہے زبردست ہے'' (۱۶)

آیت ۱۴: خوف و امید کے وقت اسی ایک اللہ کو پکارنا صحیح ہے کیونکہ وہی ہر ایک کی پکار سنتا اور قبول فرماتا ہے دعوت، عبادت کے معنی میں ہے۔ یعنی اس کی عبادت حق اور صحیح ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ کائنات کا خالق، مالک اور مدبر صرف وہی ہے۔ اس لئے عبادت بھی صرف اسی کا حق ہے یعنی جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں، ان کی

مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دور سے پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر پانی سے کہے کہ تو میرے منہ تک آ جا۔ ظاہر بات ہے کہ پانی ایک جگہ جمع ہے اسے پتہ ہی نہیں کہ ہتھیلیاں پھیلانے والے کی ضرورت کیا ہے؟ اور نہ اسے یہ پتہ ہے کہ وہ مجھ سے اپنے منہ تک پہنچنے کا مطالبہ کر رہا ہے اور نہ اس میں یہ قدرت ہے کہ اپنی جگہ سے حرکت کر کے اس کے ہاتھ یا منہ تک پہنچ جائے۔ اسی طرح یہ مشرک، اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انہیں نہ یہ پتہ ہے کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے اور اس کی فلاں حاجت ہے اور نہ اس حاجت روائی کی ان میں قدرت ہی ہے اور بے فائدہ بھی ہے کیونکہ اس سے ان کو کوئی نفع نہیں ہوگا۔ (احسن البیان)

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ۬ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۰ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۱۸ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۱۹ ع

اس نے آسمان سے پانی برسایا جس سے وادیاں اپنی وسعت کے مطابق بہنے لگیں پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا اور جس چیز کو وہ زیور یا کوئی اور سامان بننے کیلئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے جو جھاگ ہوتا ہے وہ تو سوکھ کر زائل ہو جاتی ہے اور جو چیز لوگوں کو فائدہ دیتی ہے وہ (پانی) زمین میں رہ جاتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ (لوگوں کو سمجھانے کیلئے) مثالیں بیان کرتا ہے (۱۷) جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مان لیا ان کیلئے بھلائی ہے اور جنہوں نے نہیں مانا تو اگر وہ سب انہیں میسر آ جائے جو زمین میں ہے بلکہ اتنا اور بھی تو وہ سب (عذاب سے بچنے کیلئے) فدیہ دے دیں گے تو انہی لوگوں سے بری طرح حساب لیا جائے گا ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بہت بری جگہ ہے (۱۸) بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کے پاس سے اتارا گیا ہے وہ حق ہے وہ اندھے جیسا ہے مگر نصیحت تو اہل عقل ہی قبول کرتے ہیں (۱۹)

گزشتہ آیات میں دو طریقوں کا ذکر تھا ایک حق کا طریقہ دوسرا باطل کا طریقہ۔

اللہ کی عبادت کی دعوت دینا یہ حق اور صحیح ہے اور اللہ کو چھوڑ کر کسی نبی یا ولی یا کسی بت کی عبادت کرنا باطل اور غلط ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمایا: پانی اور جھاگ کی مثال۔ جھاگ پانی کے اوپر چھا جاتا ہے اور بظاہر اس کا بول بالا ہوتا

ہے پانی نظر نہیں آتا جھاگ نظر آتا ہے۔ حالانکہ جھاگ مٹنے والا ہے ختم ہونے والا ہے۔ اس طرح
دنیا میں وقت کے فرعون اور نمرود، ابوجہل اور ابولہب چھائے ہوئے نظر آتے تھے مگر وہ مٹ گئے اور ہار بھی گئے اور مومن
کمزور اور حقیر معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ کامیاب ہونے والے اور وہی جیتنے والے ہیں۔

جیسے پانی باقی رہتا ہے اور جھاگ مٹ جاتا ہے۔

اس نے آسمان سے پانی برسایا جس سے وادیاں اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہنے لگیں پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا اور جس چیز کو وہ زیور یا کوئی اور سامان بنانے کیلئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتی ہے اور چیز لوگوں کو فائدہ دیتی ہے وہ (پانی) زمین میں رہ جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے۔

تشریح آیات ۱۷ تا ۱۴: بِقَدَرِهَا (وسعت کے مطابق) کا مطلب ہے۔ نالے یعنی وادی (دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ) تنگ ہو تو کم پانی، کشادہ ہو تو زیادہ پانی اٹھاتا ہے یعنی نزول قرآن کو جو ہدایت اور بیان کا جامع ہے، بارش کے نزول سے تشبیہ دی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کا نفع بھی بارش کے نفع کی طرح عام ہے اور وادیوں کو تشبیہ دی ہے دلوں کے ساتھ اس لئے کہ وادیوں (نالوں) میں پانی جا کر ٹھہرتا ہے جس طرح قرآن اور ایمان مومنوں کے دلوں میں قرار پکڑتا ہے۔

اس جھاگ سے، جو پانی کے اوپر آ جاتا ہے اور جو کمزور ہو جاتا ہے اور ہوائیں جسے اڑا لے جاتے ہیں، کفر مراد ہے، جو جھاگ ہی کی طرح اڑ جانے والا اور ختم ہو جانے والا ہے۔ یہ دوسری مثال ہے کہ تانبے، پیتل، شیشے یا سونے چاندی کو زیور یا سامان وغیرہ بنانے کیلئے آگ میں تپایا جاتا ہے تو اس پر بھی جھاگ آ جاتا ہے۔ اس جھاگ سے مراد میل کچیل ہے جو ان دھاتوں کے اندر ہوتا ہے آگ میں تپانے سے وہ جھاگ کی شکل میں اوپر آ جاتا ہے۔ پھر یہ جھاگ بھی دیکھتے دیکھتے ختم ہو جاتا ہے اور دھات اصلی شکل میں باقی رہ جاتی ہے۔

جب حق و باطل کا آپس میں اجتماع اور ٹکراؤ ہوتا ہے' تو باطل کو اسی طرح ثبات اور دوام نہیں ہوتا جس طرح سیلابی ریلے کا جھاگ پانی کے ساتھ دھاتوں کا جھاگ، جن کو آگ میں تپایا جاتا ہے، دھاتوں کے ساتھ باقی نہیں رہتا بلکہ کمزور اور ختم ہو جاتا ہے۔

یعنی اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا کیونکہ جھاگ' پانی یا دھات کے ساتھ باقی رہتا ہی نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ بیٹھ جاتا ہے۔ ہوائیں اسے اڑا لے جاتی ہیں باطل کی مثال بھی جھاگ ہی طرح ہے۔

یعنی پانی اور سونا چاندی، تانبا، پیتل وغیرہ یہ باقی رہتی ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے اور فیض یاب ہوتے ہیں۔ اسی طرح حق باقی رہتا ہے جس کے وجود کو بھی زوال نہیں اور جس کا نفع بھی دائمی ہے۔

یعنی بات کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کیلئے اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے جیسے یہاں دو مثالیں بیان فرمائیں اور اسی طرح سورۂ بقرہ کے آغاز میں منافقین کیلئے مثالیں بیان فرمائیں۔ اسی طرح سورۂ نور، آیات ۳۹/۴۰ میں کافروں کیلئے دو

مثالیں بیان فرمائیں۔(احسن البیان)

پانی اور آگ کی مثال حدیث سے:

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائے گا، کیا چاہتے ہو؟ عرض کریں گے کہ اے رب پیاس کے مارے جاں بلب ہیں، ذرا سا پانی پلا دیا جائے، کہا جائے گا جا کر پانی پی کیوں نہیں لیتے، اس وقت انھیں جہنم پانی کی طرح دکھائی دے گی، جیسے دور سے ریت پانی کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے جو ہدایت وعلم عطا فرما کر بھیجا ہے' اس کی مثال مینہ کی سی ہے جو آسمان سے زمین پر برسا، پھر زمین کے کسی قطعے (ٹکڑے) نے بارش کا پانی جذب کر لیا جس سے خوب گھاس اور پھل پھول پیدا ہوئے، کوئی زمین کا ٹکڑا سخت وغیر جاذب تھا۔ اس نے پانی جذب تو نہیں کیا مگر اسے روک لیا اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو فائدہ پہنچایا، لوگوں نے خود بھی پانی پیا، جانوروں کو بھی پلایا اور آب پاشی بھی کی۔ اور کسی زمین کے ٹکڑے نے نہ پانی جذب کیا اور نہ روکا، پہلی مثال اس شخص کی ہے جس نے علم دین سیکھا، خود بھی فائدہ اٹھایا اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچایا، اور پچھلی مثال اس شخص کی ہے جس نے علم دین کی پرواہ نہیں کی، نہ اس سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچایا اور نہ لوگوں کو (اور درمیانی مثال بے علم کی ہے، یہ مثال پانی کی ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:77)

رحمۃ للعالمین نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ سلگائی پھر جب آگ کا ماحول روشن ہو گیا تو اب اسمیں پروانے گرنے لگے، وہ شخص پروانوں کو آگ میں گرنے سے روکنے کی ہر چند کوشش کر رہا ہے مگر پروانے باز نہیں آتے اور اس پر غالب آ کر آگ میں بے تحاشا گر رہے ہیں فرمایا تم پروانے ہو اور میں تمہیں تمہاری کمر پکڑ کر جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں، لیکن تم میرا کہنا نہیں مانتے، اور میری بات ٹھکرا کر جہنم میں گرتے چلے جاتے ہو (تاہم یہ بھی آگ کی مثال ہے) معلوم ہوا کہ حدیث میں بھی پانی اور آگ کی مثالیں ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6002) (تفسیر ابن کثیر)

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

جو اللہ سے کیا ہوا قول وقرار پورا کرتے ہیں اور مضبوط قول و قرار کو نہیں توڑتے (۲۰) اور جن روابط کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے انہیں ملاتے ہیں، اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے ڈرتے ہیں (۲۱) اور جو اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں صبر کیا، نماز قائم کی اور اللہ نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خفیہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور برائی کا بھلائی سے جواب دیا' یہی لوگ ہیں جن کیلئے دار آخرت ہے (۲۲) اس گھر میں ہمیشہ قائم رہنے والے باغ ہیں جن میں وہ اور ان

يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ
وَاَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ
عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِيْنَ
يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ
يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ
وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ
وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ
ع ٣ ٨ ٩ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾ وَ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ
مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ
يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿٢٧﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ
تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾ كَذٰلِكَ
اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ
لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَ لَوْ اَنَّ
قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ
الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

کے آباء واجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیکوکار داخل ہونگے اور فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے استقبال کو آئیں گے (۲۳) (کہیں گے) تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم صبر کرتے رہے سو یہ دار آخرت کیا ہی اچھا ہے (۲۴) اور جو اللہ کے کئے ہوئے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن روابط کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ ایسوں کیلئے لعنت ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے (۲۵) اللہ جس کیلئے چاہے رزق میں وسعت کر دیتا ہے اور جس کی چاہے کمی (کافر) دنیا کی زندگی پر خوش ہیں۔ حالانکہ بمقابلہ آخرت دنیا کی زندگی میں حقیر فائدہ ہے (۲۶) اور کافر کہتے ہیں کہ: اس (نبی) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری؟ آپؐ کہئے: بلاشبہ اللہ جسے چاہے گمراہ رہنے دیتا ہے اور اپنی راہ صرف اسے دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے (۲۷) ایمان لانے والوں کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو! دل اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں (۲۸) جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کیلئے خوشحالی بھی ہے اور عمدہ ٹھکانا بھی (۲۹) اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں۔ تاکہ آپ انہیں پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے لیکن وہ رحمٰن کے منکر ہیں۔ آپؐ کہئے میرا رب وہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کے ہاں لوٹنا ہے (۳۰) اور اگر قرآن سے پہاڑ چلائے جا سکتے یا زمین کے فاصلے طے کئے جا سکتے یا اس کے ذریعہ مردوں سے کلام کیا جا سکتا (تو بھی یہ کافر رہتے) بلکہ سب امور اللہ ہی کیلئے ہیں۔

جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ
يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَا يَزَالُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ
تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ
بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ
هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَ جَعَلُوْا
لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا
يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ
بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ
السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾
لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

کیا اہل ایمان مایوس نہیں ہوئے کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت دے سکتا تھا۔ اور کافروں کو ان کی کرتوتوں کی وجہ سے مصیبت پہنچتی ہی رہے گی یا ان کے گھر کے قریب اترتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ کا وعدہ آ جائے۔ یقیناً اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا (۳۱) اور آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے۔ میں نے پہلے کافروں کو کچھ مہلت دی پھر انہیں پکڑ لیا۔ (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا سخت تھا (۳۲) بھلا جو ہر نفس کی کمائی پر نظر رکھتا ہے (انہیں بغیر سزا کے چھوڑ دیگی؟) جبکہ انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں آپؐ کہئے: ان شریکوں کے نام لو یا تو تم اللہ کو خبر دیتے ہو جو زمین میں ہے مگر وہ نہیں جانتا؟ یا یونہی بات کہہ ڈالتے ہو؟ بلکہ کافروں کیلئے ان کے مکر خوشنما ہیں اور وہ راہِ حق سے روک دیئے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے کوئی ہادی نہیں (۳۳) ان کیلئے دنیا کی زندگی میں سزا ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے شدید ہوگا اور اللہ سے انہیں کوئی بچانے والا بھی نہ ہوگا (۳۴)

تشریح آیات ۲۴ تا ۳۴: ایمان والوں کی صفات اور ان کا انجام بیان کیا جا رہا ہے۔

(۱) وہ اللہ اور بندوں کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کے پابند ہوتے ہیں۔

(۲) اللہ اور بندوں کے ان تمام حقوق کی حفاظت کرتے ہیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ تمام انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ ایمان کے سبب جو رشتہ قائم ہے اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ) کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اپنے دوستوں، خادموں، پڑوسیوں اور رفقائے سفر کی دلجوئی کرتے ہیں۔

(۳) خشیت الٰہی ان پر غالب رہتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجالاتے ہیں اور محرمات اور نواہی سے بچتے ہیں۔

(۴) قیامت کے دن کے حساب سے ڈرتے ہیں، اس لئے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔

(۵) اللہ کے دین پر عمل کرنے میں جو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس پر صبر کرتے ہیں۔ آلام و مصائب پر بھی صبر کرتے ہیں۔

(۶) پانچوں وقت کی نماز بروقت، خشوع وخضوع کے ساتھ اور سنت کے مطابق ادا کرتے ہیں۔
(۷) اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے اس کی راہ میں پوشیدہ طور پر اور دکھلا کر خرچ کرتے ہیں۔
(۸) برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، گناہ کے بعد نیکی کرتے ہیں، کوئی ظلم کرتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں، جو قطع تعلق کرتا ہے اس سے تعلق قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت میں ایسے ہی لوگوں کا انجام اچھا ہوگا، اور جنت ان کی منزل ہوگی، اور ان کے ساتھ ان کے آباء واجداد، بیویوں اور اولاد میں سے وہ سب بھی جنت میں داخل ہوں گے جو دنیا میں بھلائی اور تقویٰ کی راہ اختیار کریں گے۔

اگر کسی کے پاس ایمان اور عمل صالح کی پونجی نہیں ہوگی، تو وہ جنت میں نہیں جائے گا چاہے، اسکے دوسرے نہایت قریبی رشتے دار جنت میں چلے گئے ہوں۔ کیونکہ جنت میں داخلہ حسب ونسب کی بنیاد پر نہیں، ایمان وعمل کی بنیاد پر ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جسے اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا، اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 4867) اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے بروں کے حشر کا بیان فرمایا تا کہ انسان اس حشر سے بچنے کی کوشش کرے جیسا کہ آیت ۲۵ میں مذکور ہے۔

آیت ۳۱: اس آیت کے بارے میں امام شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ کفار قریش کے سوال کا جواب ہے۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا دیں تا کہ شہر کشادہ ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے فساد رائے اور قرآن کریم کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ پہاڑ چل پڑے یا زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، یا مردے بول پڑیں تو بھی کفار اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔

اگر اللہ چاہتا تو قرآن کے ذریعہ وہ کچھ ہوتا جس کا بیان اوپر آیا، لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا، اس لئے کہ ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کفار قریش بغیر نشانیاں دیکھے بھی ایمان لے آتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا۔ اس لئے پہاڑوں کا چلنا، زمین کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، مردوں کا بول پڑنا اور دوسری نشانیاں ان کی حالت نہیں بدل سکیں گی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۳۳: اللہ لوگوں کے ہر اچھے بُرے کو جانتا ہے اور اس سے ایک بات بھی چھپی نہیں رہتی۔

پھر فرمایا: آپ ان سے ان بتوں کے نام اور ان کے حالات تو معلوم کریں تا کہ دنیا پر حقیقت کھل جائے کہ یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں۔ پھر فرمایا: کیا تم اللہ کو ایسی باتیں بتاتے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا (یعنی جن کا وجود ہی نہیں کیونکہ اگر وجود ہوتا تو اللہ کو ضرور معلوم ہوتیں، اس لئے کہ اللہ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں) یا محض باتیں ہی بنا رہے ہو کہ تم نے بنفسہ ان کے نام گھڑے، اور خود ہی انھیں نفع نقصان پر قادر سمجھ لیا اور پھر انہیں پوجنے لگے اور اپنے بڑوں کی طرح کرنے لگے، شرک کی تمہارے پاس نہ کوئی نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی، شرک کی بنیاد ہی خواہش و وہم پر مبنی ہے، صحیح راہِ ہدایت تو اللہ ہی نے اتاری ہے مگر کافروں کو شرک اور دن رات دعوتِ شرک اچھی معلوم ہوتی ہے فرمایا وَقَيَّضْنَا لَهُمْ ... الخ (حم سجدہ: ۲۵) ہم نے ان پر ایسے ساتھی مسلط کر دیئے ہیں جو آگے سے اور پیچھے سے ان کے سارے کام خوشنما کر کے دکھائے تھے۔ پھر فرمایا: وہ یہ راہ اچھی جان کر اس میں لوگوں کو بھی پھانسنے لگے فرمایا:

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ ۔۔الخ (الزمر:۳۶) بھلا جسے اللہ گمراہ کردے اسے کون راہ پر لائے فرمایا:اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰى (النحل:۳۷) آپ لاکھ ان کی ہدایت کے خواہش مند ہوں مگر اللہ جسے گمراہ کرتا ہے اسے ہدایت نہیں دیتا اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوتا ہے۔(الفضل الکبیر)

مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِىۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآٮِٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلۡكَ عُقۡبَى الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا ‌ۖ وَّعُقۡبَى الۡكٰفِرِيۡنَ النَّارُ ۝۳۵

جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے،اس کی شان یہ ہے کہ اس میں نہریں جاری ہیں اسکے پھل اور سایہ دائمی ہے۔یہ تو انجام ہے ان لوگوں کا جو ڈرتے رہے،اور جو کافر ہیں انکا انجام جہنم ہے(۳۵)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ حق و باطل کے مقابلہ میں کامیابی صرف حق کیلئے ہے اور باطل کیلئے ناکامی اور نامرادی ہے اور دنیا میں کامیابی صرف مومن کیلئے ہے اور ناکامی کفار و مشرکین کیلئے۔اب ان آیات میں اس بات کا بیان ہے کہ مومنین کیلئے آخرت میں جنت کی نعمتیں ہیں تو کافروں کیلئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ اور دردناک عذاب ہے۔

جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس میں نہریں جاری ہیں اس کے پھل اور سایہ دائمی ہے یہ تو انجام ہے ان لوگوں کا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور جو کافر ہیں ان کا انجام جہنم ہے۔

تشریح آیات ۳۵ تا ۴۳: اس آیت میں بدنصیبوں اور خوش نصیبوں کے انجام کا بیان ہے۔اس جنت کی تعریف جس کا اللہ نے ڈرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے یہ ہے کہ اس کے گوشے گوشے میں جنتی کے مرضی کے مطابق نہریں جاری ہیں اور پانی ایک حد کے اندر سطح زمین پر بہہ رہا ہے پھر پانی بھی ایسا جو کبھی نہ ٹھہرے فرمایا: مَثَلُ الۡجَنَّةِ (محمد:۱۵) اس جنت کی تعریف جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے یہ ہے کہ اس میں غیر متنفس پانی کی نہریں ہیں جس کی کبھی کوئی صفت نہیں بدلتی اور دودھ کی نہریں ہیں جس کے ذائقہ میں کبھی فرق نہیں آتا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کو ایک بے مثال کیف و سرور بخشتی ہے اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور اس میں جنت والوں کیلئے ہر طرح کے پھل ہیں اور ان کے رب کی بخشش ہے۔جنھوں نے ایمان لاکر اچھے عمل کئے ہم انہیں ایسی جنتوں میں لے جائیں گے جن کے اندر نہریں بہہ رہی ہوں گی، جہاں انہیں دائمی زندگی ملے گی، وہاں ان کیلئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنے سائے میں داخل کریں گے۔(النسآء:۵۷)

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کا سایہ ایک تیز رفتار گھوڑ سوار سو برس تک لگاتار چلنے کے باوجود بھی طے نہ کرسکے گا۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:3012) پھر آپ نے وَظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ پڑھ کر سنائی۔قرآن مجید میں اکثر جنت و دوزخ کی تعریف ملی جلی آتی ہے تاکہ لوگوں کو جنت کی رغبت ہو۔اور جہنم سے نفرت ہو۔یہاں بھی یہی فرمایا کہ جنت پرہیزگاروں کا انجام ہے اور جہنم کافروں کا۔فرمایا: لَا يَسۡتَوِىۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۔۔الخ جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہوسکتے، جنتی کامیاب ہیں۔(الحشر:۲۰)

وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ ۝۳۶ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ ۝۳۷

ع ۶

اور جن کو ہم نے کتاب دی تھی وہ اس کتاب سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور ان گروہوں میں کچھ ایسے ہیں جو اس کے بعض کے منکر ہیں آپؐ کہئے: مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اسکے ساتھ شرک نہ کروں۔ میں اسکی طرف بلاتا ہوں اور اسی کے ہاں مجھے جانا ہے (۳۶) اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی میں حکم بنا کر اتارا ہے۔ اگر اس علم کے آ جانے کے بعد آپ نے لوگوں کی خواہشات کی اتباع کی تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ بچانے والا (۳۷)

آیات ۳۶۔۳۷: نزول قرآن کے بارے میں یہود و نصاریٰ کا موقف واضح کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کافروں کو بتا دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے اور یہ وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر تمام ادیان سماویہ کا اتفاق ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝۳۸ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹

آپ سے پہلے ہم نے بہت سے رسول بھیجے۔ اور انہیں ہم نے اہل و عیال والا ہی بنایا تھا۔ اور کسی رسول میں طاقت نہ تھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لا دکھاتا ہر دور کیلئے ایک کتاب ہے (۳۸) اللہ جو چاہے (اس سے) مٹا دیتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصلی کتاب اسی کے پاس ہے (۳۹)

آیت ۳۹: کا مطلب (اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے) اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ جس حکم کو چاہے باقی رکھے اور جسے چاہے منسوخ کر دے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اس نے جو تقدیر لکھی ہے۔ اس میں وہ محو و اثبات کرتا رہتا ہے۔ اسی کے پاس لوح محفوظ ہے۔ اس کی تائید بعض احادیث سے ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے: آدمی گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۲۷۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے کہ وہ دوران طواف روتے ہوئے یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَ عَلَيَّ شِقْوَةً اَوْ ذَنْبًا فَامْحُهُ، فَاِنَّكَ تَمْحُوْ مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ، وَعِنْدَكَ اُمُّ الْكِتَابِ، فَاجْعَلْهُ سَعَادَةً وَمَغْفِرَةً (ابن کثیر)

اے اللہ! اگر تو نے مجھ پر بدبختی اور گناہ لکھا ہے تو اسے مٹا دے اس لئے کہ تو جو چاہے مٹائے اور جو چاہے باقی رکھے۔ تیرے پاس ہی لوح محفوظ ہے۔ پس تو بدبختی کو سعادت اور مغفرت سے بدل دے۔

یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ حدیث میں تو آتا ہے: جَفَّتِ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4686) جو کچھ ہونے والا ہے، قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ محو واثبات منجملہ قضا وتقدیر ہی کے ہے۔ (فتح القدیر) (احسن البیان)

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۱۲

(اے نبی!) جس (عذاب) کا ہمارا وعدہ ہے اس کا کچھ حصہ خواہ آپ کو جیتے جی دکھا دیں یا آپ کی وفات کے بعد انہیں عذاب دیں، آپ کے ذمہ تو پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے (۴۰) کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اس کی تمام اطراف سے گھٹاتے جا رہے ہیں اور اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے جس کے فیصلہ پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں۔ اور وہ فوراً حساب لینے والا ہے (۴۱) اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی بڑی چالیں چل چکے ہیں مگر چال تو پوری کی پوری اللہ کے پاس ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہر متنفس کیا کچھ کر رہا ہے اور جلد ہی کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ دار آخرت کس کیلئے ہے (۴۲) کافر کہتے ہیں کہ ''آپ رسول نہیں ہیں'' آپ کہئے کہ ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور اس شخص کی بھی جو (الہامی) کتاب کا علم رکھتا ہے'' (۴۳)

آیت ۴۳: میں کتاب سے مراد جنس کتاب ہے اور مراد تورات و انجیل کا علم ہے۔ یعنی اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام، سلمان فارسی اور تمیم داری وغیرہم رضی اللہ عنہم یعنی یہ بھی جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، عرب کے مشرکین اہم معاملات میں اہل کتاب کی طرف رجوع کرتے اور ان سے پوچھتے تھے اللہ نے ان کی رہنمائی کی کہ اہل کتاب جانتے ہیں ان سے تم پوچھ لو۔ بعض کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن ہے اور حاملین علم کتاب مسلمان ہیں۔ اور بعض نے کتاب سے مراد لوح محفوظ لی ہے۔ یعنی جسکے پاس لوح محفوظ کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ، مگر پہلا مفہوم زیادہ درست ہے۔ (احسن البیان) قرآن کریم کے بعض فضائل کا ذکر اور اس سے اعراض پر دھمکی دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے، اور اس میں شریعت اسلامیہ کے تمام اصول بیان کر دیئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اگر آپ قرآن جیسے علوم و معارف کا خزانہ ملنے کے بعد بھی یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو اللہ کے سوا آپ کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور اس کی گرفت سے آپ کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ (تیسیر الرحمان لبیان القرآن)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة ابراهيم

سورۂ ابراہیم مکی ہے اس میں ۵۲ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں۔

تعارف: نام: ابراہیمؑ نے خانۂ کعبہ بنانے کے بعد اپنے رب سے کچھ دعائیں کی تھیں، جو اُمت اسلامیہ کے ظہور کے بعد پوری ہوئیں۔ جیسے بیت اللہ کا حج اور کعبہ کا مسلمانوں کیلئے قبلہ بنایا جانا۔ ابراہیمؑ اور ان کی انہی دعاؤں کی مناسبت سے اس سورت کا نام ''ابراہیم'' رکھا گیا ہے۔

زمانۂ نزول: عام انداز بیان مکہ کے آخری دور کی سورتوں کا سا ہے۔ سورۂ رعد سے قریب زمانہ ہی کی نزول شدہ معلوم ہوتی ہے۔ خصوصاً آیت ۱۳ کے الفاظ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ لَنُهۡلِكَنَّ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۳﴾ (انکار کرنے والوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یا تو تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے) کا صاف اشارہ اسی طرف ہے کہ اس وقت مکہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اہل مکہ پچھلی کافر قوموں کی طرح اپنے ہاں کے اہل ایمان کو شہر سے نکالنے پر تل گئے تھے۔ اِسی بنا پر ان کو وہ دھمکی سنائی گئی جو ان کے سے رویہ پر چلنے والی پچھلی قوموں کو دی گئی تھی لَنُهۡلِكَنَّ الظّٰلِمِيۡنَ (ہم ظالموں کو ہلاک کر کے رہیں گے) اور اہل ایمان کو وہی تسلی دی گئی جو ان کے پیش رؤوں کو دی جاتی رہی ہے کہ وَلَنُسۡكِنَنَّكُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ؕ (ہم ان ظالموں کو ختم کرنے کے بعد تم ہی کو اس سرزمین میں آباد کردیں گے)

اسی طرح آخری رکوع کے تیور بھی یہی بتاتے ہیں کہ یہ سورہ مکہ کے آخری دور سے تعلق رکھتی ہے۔

مرکزی مضمون اور مدعا:

جو لوگ نبی ﷺ کی رسالت کو ماننے سے انکار کر رہے تھے اور آپ ﷺ کی دعوت کو ناکام کرنے کے لئے ہر طرح کی بد سے بدتر چالیں چل رہے تھے ان کو سمجھانے کی بہ نسبت اس سورہ میں تنبیہ اور ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کا انداز زیادہ تیز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تفہیم کا حق اس سے پہلے کی سورتوں میں بخوبی ادا کیا جا چکا تھا اور اس کے باوجود کفار قریش کی ہٹ دھرمی، دشمنی، مزاحمت، شرارت اور ظلم وجور میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا تھا۔

سورۂ رعد کی آیات اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا الآیہ: میں قریش کو جو دھمکی اور مسلمانوں کو جو بشارت، اشارہ اور کنایہ کے انداز میں دی گئی تھی اس سورہ میں وہ کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ قریش پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ آج مکہ کی سرزمین پر حق و باطل میں جو کشمکش برپا ہے' اس میں تم جس کلمۂ باطل کے علمبردار ہو اس کی بنیاد نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔ اس کی مثال گھورے پر اگے ہوئے ایک شجرہ خبیثہ کی ہے جو بیک جنبش اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا ہے۔ اگر یہ اب تک برقرار رہا تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ کوئی مضبوط جڑ رکھتا تھا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس کو اکھاڑنے والے ہاتھ موجود نہیں تھے۔ اب اللہ نے وہ ہاتھ نمودار کر دیئے ہیں تو تم دیکھو گے کہ کتنی جلدی اس کا قصہ پاک ہوا جاتا ہے' اس کے بالمقابل اسلام کی دعوت کی تمثیل اس سدا بہار شجرۂ طیبہ سے دی گئی ہے جس کی جڑیں پاتال میں اتری ہوئی اور جس کی شاخیں فضائے آسمانی میں پھیلی ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں بھی مضبوط و مستحکم کرے گا اور آخرت میں بھی ان کو سرخروئی بخشے گا بشرطیکہ وہ صبر و استقامت کے ساتھ اپنی دعوت حق پر جمے رہیں اور اس راہ میں پیش آنے والی آزمائشوں کا انھوں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے مقابلہ کیا۔

اس حقیقت کو تاریخ کی روشنی میں واضح کرنے کیلئے موسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کی سرگزشتوں کے ان پہلوؤں کی طرف اس میں اشارات ہیں جن سے اصل مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ آخر میں ابراہیمؑ کی سرگزشت کا حوالہ دے کر یہ واضح فرمایا ہے کہ وہ کس مقصد کیلئے اپنے وطن سے ہجرت کر کے اس وادیٔ غیر ذی زرع میں آئے تھے اس سرزمین کیلئے انھوں نے کیا دعا کی، اس میں اپنی اولاد کو بساتے ہوئے ان کے دل میں کیا ارمان تھے؟ اور انھوں نے اپنے رب سے ان کیلئے کیا چاہا اور کیا مانگا تھا یہ باتیں سنانے سے مقصود قریش کے سامنے ان کی اپنی تاریخ کا آئینہ رکھ دینا ہے تا کہ وہ اندازہ کر سکیں کہ ان کو کیا بننا تھا اور وہ کیا بن کے رہ گئے ہیں۔

اٰیاتها ۵۲ ۔ ۱۴ سُوْرَةُ اِبْرٰهِیْمَ مَكِّيَّةٌ ۷۲ ۔ رکوعاتها ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ② الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ③

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الر۔ یہ کتاب ہم نے آپکی طرف اسلئے اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائینگے انکے رب کے حکم سے غالب اور قابل حمد اللہ کی راہ کی طرف لائیں (۱) وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات کا مالک ہے۔ اور کافروں کیلئے سخت عذاب (کی وجہ) سے تباہی ہے (۲) جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں یہی لوگ گمراہی میں دور تک نکل گئے ہیں (۳)

تشریح آیات: فرمایا کہ اے نبی یہ وہ کتاب ہے جو آپ پر اتاری گئی یعنی قرآن عظیم آسمانی کتابوں میں سب سے افضل کتاب اور دنیا کے سب سے افضل رسول پر اُترا ہے۔ یعنی قرآن تمام اعلیٰ کتابوں میں اعلیٰ اور پیغمبر اسلام تمام رسولوں میں افضل ہیں چونکہ آپ عرب و عجم اور انسان و جن سب کے رسول ہیں، لہٰذا یہ کتاب روئے زمین کے قیامت تک آنے والے انسانوں اور جنوں کیلئے ہدایت ہے۔ پھر فرمایا کہ اے نبیؐ! ہم نے آپ کو رسول بنا کر اور یہ کتاب مقدس عطا فرما کر بھیجا تا کہ آپ لوگوں کو کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت و خیر کی طرف اور اسلام و توحید کے نور کی طرف لے آئیں۔ جس طرح دوسرے مقام پر بھی اللہ نے فرمایا: **هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ** ۝۹ (الحدید:۹) ''وہی ذات ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل فرماتی ہے تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے'' **اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ** ؕ (البقرۃ:۲۵۷) اللہ ایمان داروں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔ یعنی پیغمبر کا کام ہدایت کا راستہ دکھانا ہے لیکن اگر کوئی اس راستہ کو اختیار کر لیتا ہے تو یہ صرف اللہ کے حکم اور مشیت سے ہوتا ہے کیونکہ اصل ہادی وہی ہے۔ اس کی مشیت اگر نہ ہو تو پیغمبر کتنا بھی وعظ و نصیحت کرے، لوگ ہدایت کا راستہ اپنانے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ جس کی متعدد مثالیں انبیاء سابقین میں موجود ہیں اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجود شدید خواہش کے اپنے مہربان چچا ابو طالب کو مسلمان نہ کر سکے۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۴ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ۬ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ

اور ہم نے جو رسول بھیجا ہے اسنے اپنی قوم کی زبان میں انہیں پیغام دیا تا کہ ہر بات وضاحت سے بیان کر سکے پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے (۴) اور ہم نے موسیٰ کو اپنے معجزے دیکر بھیجا (اور حکم دیا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں بساؤ' اور قوموں پر اللہ کی جانب سے نازل شدہ عذاب کے واقعات سناؤ۔ ان واقعات میں صبر اور شکر کرنیوالے کیلئے بہت نشانیاں ہیں (۵) اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اسنے تم پر کیا تھا، جب اسنے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی وہ تمہیں بہت بری سزا دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو تو مار ڈالتے تھے' اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے' اور اس میں تمہارے رب کی طرف

ع ۱۴ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾ وَاِذْ
تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ
كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى
اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٨﴾

سے بہت بڑی آزمائش تھی (٦) اور جب تمہارے رب نے اعلان کیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر میرا عذاب بھی بڑا شدید ہے (٧) اور موسیٰ نے تم سے کہا: اگر تم اور جو بھی روئے زمین پر موجود ہیں سب کے سب کفر کرو گے تو بھی اللہ (تم سب سے) بے نیاز ہے کیونکہ وہ خود اپنی ذات میں محمود ہے (٨)

آیت ٦: اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ان نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر کی گئی تھیں تاکہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت نمبر ٧ میں اس بات کو بیان کیا کہ اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں اور زیادہ دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر میرا عذاب بھی بڑا شدید ہے۔

صبر کے معنی یہ ہیں کہ مشکلوں، مصیبتوں کے مقابلے میں جمے رہنا، شکر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں کی قدر کرنا اور انھیں ٹھیک ٹھیک کام میں لانا۔ آیت ٧ میں فرمایا: اللہ کا مقررہ قانون یہ ہے کہ جو قوم شکر کرتی ہے یعنی اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کی قدر بجالاتی ہے اور انہیں ٹھیک طور پر کام میں لاتی ہے۔ اللہ اسے اور زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے لیکن جو کفران نعمت کرتی ہے، یعنی قدر شناسی نہیں کرتی، وہ محرومی و نامرادی کے عذاب میں گرفتار ہوجاتی ہے۔ اور یہ اللہ کا سخت عذاب ہے جو کسی انسانی گروہ کے حصے میں آتا ہے غور کرو! حقیقت حال کی کتنی سچی تعبیر ہے۔ جو فرد یا جو گروہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کی قدر کرتا ہے، مثلاً اللہ نے اسے فتح مندی و کامرانی عطا فرمائی ہے، وہ اس نعمت کو پہچانتا، اسے ٹھیک طور پر کام میں لاتا اور اس کی حفاظت سے غافل نہیں ہوتا، وہ اور زیادہ نعمتوں کے حصول کا مستحق ہوجاتا ہے یا نہیں۔ جو ایسا نہیں کرتا، کیا اس کی نامرادی وتباہی میں کوئی شک ہوسکتا ہے؟

شکر گزار کی مثال مغیرہؓ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ اتنا قیام فرماتے یا نماز پڑھتے کہ آپ کے پاؤں یا پنڈلیوں پہ ورم آجاتا۔ آپ سے پوچھا گیا (کہ آپ اتنا لمبا قیام کیوں فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4459) ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو انسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا (ترمذی، حدیث نمبر: 1955) ناشکری کی وجہ سے عورتیں جہنم میں ہونگی۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ
مع وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا
يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

کیا تمہیں ان لوگوں کے حالات نہیں پہنچے جو تم سے پہلے تھے جیسے نوح، عاد اور ثمود کی قومیں اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کے حالات جنہیں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کے

فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫ ع ۱۴

پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دے لئے اور کہنے لگے: ''جو رسالت تم لائے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کے بارے میں ہم مشکوک ہیں (۹) رسولوں نے ان سے کہا: ''کیا اس اللہ کے بارے میں شک ہے' جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے وہ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور ایک معین عرصہ تک تمہیں مہلت بھی دیتا ہے؟'' وہ کہنے لگے: ''تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، تم چاہتے یہ ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جن کی ہمارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے ہمارے پاس کوئی واضح معجزہ تو لاؤ'' (۱۰) رسولوں نے ان سے کہا: ''ٹھیک ہے' ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرما دیتا ہے اور یہ ہماری طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لا سکیں اور ایمان لانے والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے (۱۱) اور ہم اللہ پر کیوں نہ بھروسہ کریں جبکہ اس نے ہمیں ہماری سب راہیں دکھا دی ہیں اور جو دکھ تم ہمیں دے رہے ہو اس پر ہم صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے (۱۲)

آیت نمبر ۱۰ میں اس بات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ انبیاء کرام نے اپنی قوموں کے کفر اور آسمانی رسالت و دعوت کے انکار پر غایت درجہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدانیت اور اس کے معبود حقیقی ہونے میں شبہ ہے۔ حالانکہ آسمان و زمین کا وجود اس بات پر شاہد قاطع ہے اور کسی شک کی گنجائش نہیں چھوڑتا کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہی ہر چیز کا خالق و مالک اور معبود ہے، اور وہی تمہیں ہم پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، ہم لوگ از خود تمہیں اس کی طرف نہیں بلا رہے ہیں۔ اگر تم ہماری تصدیق کرتے ہوئے اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ایک وقتِ معین تک دنیاوی زندگی سے مستفید ہونے دے گا۔ کافروں نے انبیاء کی دعوت کو دوبارہ روک دیا۔ اور کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، کھاتے پیتے ہو، تمہیں ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے اور نہ تم فرشتہ ہو۔ بس تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ہمارے آباء واجداد کے

معبودوں کی عبادت سے روک دو، ہم تمہاری بات اسی وقت مانیں گے جب کوئی واضح اور صریح نشانی لاؤ کہ واقعی تم اللہ کے نبی ہو۔ یہ ان کا محض عناد اور ہٹ دھرمی تھی، ورنہ ہر نبی نے ایسے معجزات اور نشانیاں پیش کیں جو قوموں کی اس یقین دہانی کیلئے کافی تھیں کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۳ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ۝۱۴ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝۱۷

آخر کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ: ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں واپس ہمارے دین میں آنا ہوگا تب ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ "ہم ان ظالموں کو یقینا ہلاک کردیں گے (۱۳) اور ان کے بعد تمہیں اس ملک میں آباد کریں گے یہ اس کیلئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے اور میری وعید سے ڈرتا ہے (۱۴) رسولوں نے فتح مانگی تھی لہٰذا ہر جابر دشمن نامراد ہوگیا (۱۵) اس کے بعد جہنم ہوگی اور پینے کو پیپ کا پانی دیا جائے گا (۱۶) جس کے وہ گھونٹ پیئے گا اور بمشکل ہی حلق سے اترے گا اور موت اسے ہر طرف سے آئے گی مگر وہ مرے گا نہیں اور اس سے آگے اور شدید عذاب ہوگا (۱۷)

آیت نمبر ۱۶ اور ۱۷ میں اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن جہنم کی ہولنا کیوں کو بیان کررہا ہے یہ ان لوگوں کیلئے ہے جنھوں نے نبیوں کو جھٹلایا۔ ایذا پہنچائی، ایمان نہیں لائے، اور اللہ کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے بعد جہنم ہوگی اور پینے کو پیپ کا پانی دیا جائے گا۔ یوم قیامت کے عذاب اتنے ہولناک ہیں اگر ان میں سے ایک عذاب کا بھی تصور دنیا کے قوانین کے لحاظ سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں تو انسان زندہ ہی نہ رہ سکے گا مثلاً ایسی تیز حرارت والی آگ جو دنیا کی آگ سے ستر گنا شدید ہوگی، دنیا کے قانون کے مطابق تو انسان کو بخارات بن کر اڑ جانا چاہئے۔ یوم قیامت اللہ تعالیٰ کا قانون ایسا ہوگا کہ ہر عذاب ایسا ہوگا کہ موت آتی دکھائی دے گی مگر آدمی مرنہ سکے گا۔ جیسا کہ سورۂ نساء میں فرمایا: (جیسے ہی ان کی جلد جل جائے گی ہم اسے دوسری جلد سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب جھلسیں) (النساء:۵۶) اور حدیث سے بھی ثابت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں پہنچ جائیں گے موت کو (مینڈھے کی شکل میں) جنت اور جہنم کے درمیان لایا جائے گا اور ذبح کیا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا اے اہل جنت (اب ہمیشگی ہے موت نہیں، اے اہل جہنم ہمیشگی ہے موت نہیں) اس سے اہل جنت کی خوشی میں اضافہ ہوگا اور اہل جہنم کے غم میں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6066)

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی سی ہے جسے آندھی کے دن تیز ہوا نے اڑا دیا ہو یہ لوگ اپنے کئے کرائے میں سے کچھ بھی نہ پا سکیں گے یہی پرلے درجہ کی گمراہی ہے (۱۸) کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق لے آئے (۱۹) اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں (۲۰)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ کفار و مشرکین نے اللہ کے رسولوں کا طریقہ چھوڑ کر باپ دادا کا طریقہ اختیار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ باپ دادا کا طریقہ غلط طریقہ ہے۔ اور دنیا میں جو اعمال باپ دادا کے رسم و رواج کے مطابق کئے گئے تھے وہ آخرت میں بے اصل اور بے فائدہ ہو جائیں گے۔ جیسے راکھ کا ایک ڈھیر ہو اور جب آندھی چلتی ہے تو وہ ڈھیر آناً فاناً ختم ہو جاتا ہے اسی طرح قیامت کے دن ان کے سارے اعمال بے کار ہو جائیں گے کیونکہ وہ اللہ کے رسول کے طریقہ پر نہ تھے۔

کافر کے اعمال کی مثال:

آیت ۱۸: اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت نمبر ۱۸ میں کافروں کے عملوں کی مثال دی ہے جو اللہ کے ساتھ مخلوق کی بھی عبادت کرتے ہیں اور رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، انھوں نے اپنے عملوں کی عمارت بلا نیو کے اٹھائی جس کا یہ انجام ہوا کہ اصل وقت میں وہ خالی ہاتھ رہ گئے، قیامت کے دن ان کے عملوں کی حالت یہ ہوگی کہ چونکہ یہ اپنے عمل اچھے سمجھ رہے تھے اس لئے جب یہ اللہ سے ان کا ثواب مانگیں گے تو ایک عمل بھی قابل ثواب نہ پائیں گے۔ جیسے آندھی کے دن سخت ہوا سے راکھ اڑ جاتی ہے، اسی طرح ان کے عمل غارت ہو جائیں گے، پھر جیسے آندھی میں راکھ جمع نہیں ہو سکتی اسی طرح ان کے عملوں کا کچھ بھی انہیں ثواب نہیں ملے گا (سورۂ فرقان: ۲۳ میں ہے) ہم ان کے عملوں کی طرف متوجہ ہوں گے اور انھیں ذروں کی طرح اڑا دیں گے اس دنیوی زندگی میں ان کے خرچ کی مثال سورۂ آل عمران کی آیت ۱۱۷ میں اس طرح ہے جیسے سخت آندھی کا بگولہ کسی ظالم کے کھیت میں آ پڑا ہو اور اس نے کھیت کو جلا کر بھسم کر ڈالا ہو، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ (الفضل الکبیر)

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن پر اس کی نیکی کے سلسلے میں ذرا بھی ظلم نہ کرے گا اس کیلئے نیکی کا بدلہ دنیا بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی اور کافر نے جو نیک عمل کئے ہوں گے اس کو اس کا بدلہ دنیا میں دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اس کو صلہ دیا جائے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:5022) (تیسیر القرآن)

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ع ۱۵

اور یہ سب لوگ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو کمزور لوگ (دنیا میں) بڑا بننے والوں سے کہیں گے: ''ہم تو تمہارے ہی پیچھے لگے ہوئے تھے۔ بتاؤ (آج) اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے ہمارے کچھ کام آ سکتے ہو؟'' وہ کہیں گے ''اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی دے دیتے ہمارے لئے یکساں ہے کہ ہم جزع کریں یا صبر کریں ہمارے لئے کوئی نجات نہیں (۲۱) اور جب تمام امور کا (فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ: ''اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سچا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اس کی تم سے خلاف ورزی کی۔ اور میرا تم پر کچھ زور نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا تو تم نے میری بات مان لی۔ لہٰذا (آج) مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری کر سکتے ہو۔ اس سے پہلے جو تم مجھے اللہ کا شریک بناتے رہے ہو میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ بلاشبہ ظالموں کیلئے المناک عذاب ہے (۲۲)

آیت ۲۲: اہل جہنم سے شیطان کا خطاب : وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ: یعنی اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر وشرک جہنم میں چلے جائیں گے تو شیطان جہنمیوں سے کہے گا: اللہ نے جو وعدے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے کئے تھے کہ نجات میرے پیغمبروں پر ایمان لانے میں ہے وہ حق تھے ان کے مقابلے میں میرے وعدے تو سراسر دھوکہ اور فریب تھے جس طرح اللہ نے فرمایا: ''شیطان ان سے وعدے کرتا آرزوئیں دلاتا ہے لیکن شیطان کے یہ وعدے اور آرزوئیں محض دھوکہ ہیں''۔ (النساء: ۱۲)

دوسرا یہ کہ باتوں میں کوئی دلیل و حجت نہیں ہوتی تھی، نہ میرا کوئی دباؤ ہی تم پر تھا، ہاں میری صرف دعوت اور پکار تھی، تم نے میری بے دلیل پکار کو مان لیا اور پیغمبروں کی دلیل و حجت سے بھرپور باتوں کو رد کر دیا اس لئے قصور سارا تمہارا اپنا ہی ہے، تم نے عقل و شعور سے ذرا کام نہ لیا، دلائل واضحہ کو تم نے نظر انداز کر دیا اور صرف کھوکھلے دعوے کے پیچھے لگے رہے جس کی کوئی دلیل نہیں تھی۔ یعنی نہ میں تمہیں اس عذاب سے نکلوا سکتا ہوں جس میں تم مبتلا ہو اور نہ تم اس قہر و غضب سے مجھے بچا سکتے ہو جو اللہ کی طرف سے مجھ پر ہے۔

مجھے اس بات سے بھی انکار ہے کہ میں اللہ کا شریک ہوں، اگر تم مجھے یا کسی اور کو اللہ کا شریک گردانتے رہے تو تمہاری

اپنی غلطی اور نادانی تھی جس اللہ نے ساری کائنات بنائی تھی اور اس کی تدبیر بھی وہی کرتا رہا بھلا اس کا کوئی شریک کیوں کر ہوسکتا تھا؟ (احسن البیان)

وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ اللہ کے حکم سے ان میں دائم رہیں گے۔ وہاں ان کی دعائے ملاقات سلام ہوگی (۲۳) آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ (توحید) کی کیسی عمدہ مثال بیان کی ہے جیسے وہ ایک پاکیزہ درخت ہو جسکی جڑ (زمین میں خوب) جمی ہوئی اور شاخیں آسمان میں ہوں (۲۴) اور اپنے رب کے حکم سے ہر آن پھل دے رہا ہے۔ اللہ لوگوں کیلئے مثالیں اسلئے بیان کرتا ہے کہ وہ سبق حاصل کریں (۲۵) اور خبیث کلمہ (شرک) ایک خراب درخت کی طرح ہے جسے زمین کی سطح سے ہی اکھاڑ پھینکا جائے اور اسے کچھ استحکام نہ ہو (۲۶)

۲۴ تا ۲۶۔ آیت ۲۴ قرآن کے اہم مضامین اور علوم میں سے ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ فرمایا: عجائب آبادِ ہستی کا کوئی گوشہ دیکھو تمہیں دو طرح کی باتیں نظر آئیں گی، ایک کو قرار ہے، دوسری کو قرار نہیں، ایک میں جماؤ ہے، دوسری میں جماؤ نہیں۔ ایک اس لئے ہے کہ پھلے پھولے، دوسری اس لئے ہے کہ پامال ہو۔ پہلی کلمۂ طیبہ ہے، دوسری کلمۂ خبیثہ ہے۔ یعنی پہلی اچھائی ہے، پاکیزگی ہے، نفع و فیضان ہے، دوسری برائی ہے، گندگی ہے، ضرر و نقصان ہے۔

پہلی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھا درخت، اچھے درخت کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں؟ جڑ کی مضبوطی کہ اکھڑنے والی نہیں، شاخوں کی بلندی کہ جھکنے والی نہیں۔ دوسری کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ناکارہ درخت۔ زمین میں جگہ پکڑ نہیں سکتا، پھل نابود جب چاہو پکڑ کے کھینچ لو جڑ سمیت اکھڑ آئے۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ۫ وَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ع ۱۶ اَلَمْ

جو لوگ ایمان لائے انہیں اللہ کا قول ثابت (کلمۂ طیبہ) سے دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا اور جو ظالم ہیں انہیں اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے (۲۷) کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۚ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

غور کیا جنہوں نے اللہ کی نعمت (ایمان) کو کفر سے بدل ڈالا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر اتارا (۲۸) جو جہنم ہے جس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قیام گاہ ہے (۲۹) انہوں نے اللہ کے کئی شریک بنا ڈالے تاکہ لوگوں کو اس کی راہ سے بھٹکا دیں کہئے: ''کہ مذاق اڑا لو آخر تمہیں جہنم کی طرف ہی لوٹنا ہے (۳۰)

آیت ۲۸: اس کے بعد فرمایا:۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو ایمان لاتے ہیں وہ انھیں جمنے والی اور مضبوط باتوں کے ساتھ جماؤ دے دیتا ہے ان کی یہ خصوصیت دنیا کی زندگی میں بھی نمایاں ہوتی ہے اور آخرت میں بھی نمایاں ہوگی، لیکن جو لوگ ظلم و نافرمانی کی راہ اختیار کرتے ہیں انھیں یہ بات نہیں مل سکتی، ان پر جماؤ اور ٹکاؤ کی راہ بند ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی ساری باتیں جماؤ اور مضبوطی کی باتیں ہوتی ہیں اُلٹنے والی، اکھڑنے والی اور اپنی جگہ سے ہل جانے والی نہیں ہوتیں۔ ان کا اعتقاد، ان کا عمل، ان کا طور و طریقہ، ان کے دلائل و شواہد، ان کے تمام کام ''القول الثابت'' ہوتے ہیں اور ان کی مثال شجرۂ طیبہ کی ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ بے ایمان حق سے محروم ہیں ان کی کوئی بات بھی ''القول الثابت'' کی بات نہیں ہو سکتی ان کی مثال درخت خبیثہ کی ہوتی ہے کہ جس میں مضبوطی اور ٹکاؤ نہیں ہوتا۔ (ترجمان القرآن)

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾

(اے نبی!) میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں کہہ دیجئے کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کیا کریں قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی (۳۱) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی سے) تمہارے کھانے کو پھل پیدا کئے نیز تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے سمندر میں رواں ہو اور دریاؤں کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا (۳۲) اور تمہاری خاطر سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا جو لگا تار چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام پر لگا دیا (۳۳) اور جو کچھ بھی تم نے

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۠ ﴿۳۴﴾

ع ۱۷

اللہ سے مانگا وہ اس نے تمہیں دیا۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو کبھی اسکا حساب نہ رکھ سکو گے۔ انسان تو ہے ہی بے انصاف ناشکرا (۳۴)

یہی مثال کفر و شرک کی ہے

آیت ۳۱: گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنانے والوں کے بارے میں اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ انہیں بتا دیں کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اس لئے قرآن کریم کے طریقے کے مطابق اب اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مومنین سے کہہ دیں کہ تم لوگ نماز قائم کرو اور اللہ نے جو روزی دی ہے اس میں سے چھپا کر اور دکھلا کر اللہ کی راہ میں خرچ کرو یعنی زکوٰۃ ادا کرو، رشتہ داروں پر خرچ کرو اور غیروں کی بھی مدد کرو، اس دن کے آنے سے پہلے جب کسی کی جانب سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا کہ کوئی معاوضہ دے کر اللہ کے عذاب سے جان بچا لے اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی کہ کوئی دوست اپنے دوست کے لئے اللہ کے یہاں سفارش کرے اور اسے عذاب سے نجات دلا دے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَاۤ اِنِّيْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے دعا کی تھی: ''اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو پرامن بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بھی (اس بات سے) بچائے رکھنا کہ ہم اصنام کی عبادت کریں (۳۵) رب! ان معبودوں نے جو بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا لہٰذا جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی سو تو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے (۳۶) اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے قابل احترام گھر کے پاس ایسے میدان میں لا بسایا ہے جہاں کوئی زراعت نہیں، ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں چنانچہ تو بعض لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کو پھل مہیا فرما۔ توقع ہے کہ یہ شکرگذار رہیں گے (۳۷)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ توحید ایک حقیقت ہے اور اس کے لئے علمی بنیاد ہے اور شرک ایک جھوٹ ہے اور اس کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہے۔

''توحید کی اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے پھل دار درخت کی مثال دی جس کی جڑیں زمین میں اندر تک اتری ہوئی ہیں اور اس کی شاخیں بلندی تک پہنچی ہوئی ہیں''۔

اور شرک کی مثال ایک گھاس کی طرح ہے جسے ایک سکنڈ میں اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ طیبہ (توحید) کو کس چیز سے مثال دی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ مضبوط ہو یعنی اندر تک (اتری ہو) اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں اور ہر وقت وہ اپنے رب کے حکم سے پھل دے رہا ہے یہ مثالیں اللہ تعالیٰ اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ ان سے سبق حاصل کریں۔ اور کلمۂ خبیثہ کی مثال ایک بد ذات درخت کی سی ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے (جیسے گھاس اس کیلئے کوئی مضبوطی نہیں)

اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ توحید کے علمبردار ابراہیمؑ کا ذکر کر رہا ہے کہ انھوں نے توحید کا ایک مرکز کعبۃ اللہ تعمیر کیا اور زندگی بھر لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے رہے۔

آیت ۳۵: مکہ کے مشرکوں کا منہ بند کرنے کے لئے اللہ فرما رہا ہے کہ یہ حرمت والا شہر (مکہ) شروع ہی سے اللہ کی توحید کا گہوارہ تھا اور اس کی عبادت کیلئے جس کا کوئی شریک نہیں آباد کیا گیا تھا۔ خلیل اللہ نے اسے آباد کیا تھا جو اللہ کے سوا مخلوق کی پرستش کرنے والوں سے بیزار تھے۔ آپ ہی نے مکہ کیلئے امن و سلامتی کی دعا مانگی تھی اور فرمایا تھا: ''اے رب اس شہر کو امن و عافیت والا بنا''۔ (البقرۃ:۱۲۶)

اللہ نے اپنے خلیل کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا کہ انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا۔ (سورۂ عنکبوت) پھر فرمایا کہ اے رب مجھے اور میری اولاد کو شرک و بت پرستی سے بچا۔ معلوم ہوا کہ دعا کرنے والے کو اپنے لئے، ماں باپ کیلئے، اولاد کیلئے، سب کیلئے دعا کرنی چاہئے۔

آیت ۳۶: اگر دنیا بتوں کی چکر میں پڑ کر اللہ سے کٹ گئی اور صحیح راہ سے بہت دور ہٹ گئی ہے تو، میں ان مشرکوں سے بیزار رہوں اور ان کا معاملہ اللہ پر سونپ رہا ہوں، اگر اللہ چاہے تو انھیں بخش دے اور چاہے تو سزا دے۔ مسیحؑ بھی اپنی قوم کے بت پرستوں کے بارے میں یہی فرمائیں گے۔ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور سزا کے حق دار ہیں اور اگر معاف فرمادے تو تو سب پر غالب اور بڑی حکمتوں والا ہے۔ (المائدہ:۱۱۸)

خوب یاد رکھو ان آیتوں سے یہ مراد ہے کہ مشرک کی مغفرت و عدم مغفرت کو اللہ کے ارادے پر چھوڑ دیا گیا۔ یہ نہیں کہ مشرک کی مغفرت ظاہر ہوگئی ہو۔ ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ نے خلیل اللہ اور کلیم اللہ کی یہ دعائیں پڑھ کر رو رو کر اور اپنے مقدس ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! میری امت، میری امت، میری امت۔ حق تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو بھیجا کہ محمد ﷺ

سے پوچھو کیوں رو رہے ہیں (حالانکہ وہ خوب واقف تھا) جبرئیلؑ نے آپ سے رونے کی وجہ پوچھی، فرمایا: مجھے امت کا خیال آ گیا، جبرئیلؑ کو رب نے حکم دیا کہ جاؤ ان سے جا کر کہہ دو کہ اے محبوب نبی ہم آپ کو امت کے سلسلے میں خوش کر دیں گے، اور رنجیدہ نہ ہونے دیں گے۔ (الفضل الکبیر)

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُ ؕ وَ مَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖۗ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع ۶ ۱۸

اے ہمارے رب! ہم جو کچھ خفیہ رکھتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے۔ آسمانوں زمین میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ سے چھپی ہوئی ہو (۳۸) اس اللہ کیلئے سب تعریفیں اور شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق عطا فرمائے بلاشبہ میرا رب دعا سنتا ہے (۳۹) اے میرے رب! مجھے بھی اور میری اولاد کو بھی نماز قائم رکھنے والا بنا ہمارے رب! میری یہ دعا قبول فرما (۴۰) اے ہمارے رب! مجھے میرے والدین اور جملہ مومنوں کو اس دن معاف فرمانا جب حساب لیا جائے گا (۴۱)

آیت ۳۸: مطلب یہ ہے کہ میری دعا کے مقصد کو تو بخوبی جانتا ہے، اس شہر والوں کیلئے دعا سے اصل مقصد تیری رضا ہے تو ہر چیز کی حقیقت کو خوب جانتا ہے، آسمان و زمین کی کوئی چیز تجھ سے مخفی نہیں۔

اپنے ساتھ اپنی اولاد کیلئے بھی دعا مانگی جیسے اس سے قبل بھی اپنے ساتھ اپنی اولاد کیلئے بھی یہ دعا مانگی کہ انہیں پتھر کی مورتیوں کو پوجنے سے بچا کر رکھنا جس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے دین کے داعیوں کو اپنے گھر والوں کی ہدایت اور ان کی دینی تعلیم و تربیت سے غافل نہیں رہنا چاہئے بلکہ تبلیغ و دعوت میں انہیں اولیت دینی چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم دیا کہ ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے''۔ (الشعراء: ۲۱۴) (احسن البیان)

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ۬ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ۙ مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ

(مومنو!) یہ کبھی خیال بھی نہ کرنا کہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے۔ وہ تو انہیں اس دن تک کیلئے مہلت دے رہا ہے جب نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (۴۲) وہ یوں اپنے سر اٹھائے اور سامنے نظریں جمائے دوڑے جا رہے ہوں گے کہ ان کی نگاہیں ان کی اپنی طرف بھی نہ مڑ سکیں گی

هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ
الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ
اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ
الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا
لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ
فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ قَدْ
مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ
كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا
تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ
الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا
لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ
مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ ۙ
لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ
وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ۱۱ ۱۹

اور دل اڑ رہے ہوں گے (۴۳) (اے نبی!) آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جب عذاب انہیں آ لے گا تو اس دن ظالم کہیں گے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی مدت اور مہلت دے دے۔ ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور رسولوں کی اتباع کریں گے، اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہیں کبھی زوال آئے گا ہی نہیں (۴۴) حالانکہ تم ایسے لوگوں کی بستیوں میں آباد ہوئے تھے جنہوں نے خود پر ظلم کیا اور تم پر واضح تھا کہ ان کے ساتھ ہم نے کیا کیا تھا اور تمہیں ان کے حالات بھی بتلا دیئے تھے (۴۵) انہوں نے خوب چالیں چلیں حالانکہ ان کی چالوں کا توڑ اللہ کے پاس موجود تھا اگرچہ ان کی چالوں سے پہاڑ بھی ٹل جائیں (۴۶) یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا اللہ یقیناً غالب اور انتقام لینے والا ہے (۴۷) جس دن زمین و آسمان تبدیل کر دیئے جائیں گے اور لوگ اکیلے اور زبردست اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں گے (۴۸) اور اس دن آپ مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے (۴۹) ان کے جبّے تارکول کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانک رہی ہوگی (۵۰) تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے بلاشبہ اللہ فوراً حساب چکا دینے والا ہے (۵۱) یہ قرآن لوگوں تک پہنچانے کی چیز ہے تاکہ اس کے ذریعہ انہیں ڈرایا جائے اور وہ جان لیں کہ الٰہ صرف وہ ایک ہی ہے تاکہ عقل مند لوگ سبق حاصل کریں (۵۲)

نزول قرآن کے تین مقاصد:

قرآن کا پیغام ایسی چیز ہے جسے تمام لوگوں تک پہنچانا ضروری اور اس کے تین فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو ان

کے بُرے اعمال کے انجام سے بروقت خبردار کیا جائے اور ڈرایا جائے۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے اعمال پر گرفت کرنے والی صرف ایک ہی ہستی ہے۔ لہٰذا ہر حال میں صرف اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس کی بندگی کی جائے اور اپنے نفع ونقصان کے وقت اسی کو پکارا جائے۔ اور تیسرے یہ کہ اس قرآن میں مذکور آیات اور واقعات سے اہل دانش عبرت و سبق حاصل کریں! (تیسیر القرآن)

آیت ۵۲: یہ سورت نصیحت اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی حاصل کرنے کیلئے کافی ہے اور جو شخص اس میں مذکور احکام ونصائح پر عمل پیرا ہوگا اسے دنیا وآخرت کی نیک بختی حاصل ہوگی اور اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرنیوالے جو دلائل اس میں بیان ہوئے ہیں، ان میں غور وفکر کرنے سے اسے یقین ہو جائے گا کہ اللہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے بعض لوگوں نے یہاں قرآن کریم کی طرف اشارہ مراد لیا ہے۔ اسلئے پورا قرآن کریم ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے اور باری تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والے دلائل و براہین سے پر ہے اس دوسرے قول کی تائید اس سورت کی پہلی آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یعنی یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو انکے رب کے حکم سے ظلمتوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة الحجر

سورۃ الحجر مکی ہے، اس میں ۹۹ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

تعارف: مدینہ اور تبوک کے درمیان ایک مقام ہے جسے حجر کہتے ہیں یہاں قوم ثمود آباد تھی اس مناسبت سے اس کا نام حجر رکھا گیا ہے جیسا کہ آیت ۸۰ میں فرمایا: وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ.
اس کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ نبوت ورسالت کے متعلق جو شبہات ہیں اسے دور کرنا اور قرآن اور رسول کے انکار پر دردناک عذاب کی وارننگ دینا کہ جس طرح قوم ثمود پر عذاب آیا۔ اے کفار تم پر بھی عذاب آئے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا اور آپ کامیاب ہوں گے۔

ایاتھا ۹۹ ۱۵ سُوۡرَۃُ الۡحِجۡرِ مَكِّيَّةٌ ۵۴ رکوعاتھا ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱﴾

الٓرٰ۔ یہ اللہ کی کتاب اور اس قرآن کی آیات ہیں جو اپنے احکام واضح طور پر بیان کرنے والا ہے (۱)

تشریح: قرآن نے جابجا اپنے اس وصف پر زور دیا ہے کہ وہ "مُبِیۡنٌ" ہے، یعنی ظاہر ہے، نمایاں ہے، روشن ہے، لیکن کس بات میں؟ اپنے مطالب میں، اپنی دعوت میں، اپنے دلائل میں، یعنی اس کی کوئی بات نہیں جو الجھی ہوئی ہو، مشکل ہو، ناقابل فہم ہو، ہر زمین اسے بوجھ لے سکتا ہے، ہر دل اسے قبول کر لے سکتا ہے، ہر روح اس پر مطمئن ہو سکتی ہے، وہ زیادہ سے زیادہ سیدھی سادی بات ہے جو انسان کے دل ودماغ کیلئے ہو سکتی ہے، کیوں کہ وہ سچائی ہے اور سچائی کی کوئی بات مشکل اور الجھی ہوئی نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنے کو "اَلنُّوۡرُ" بھی کہا ہے، یعنی روشنی، روشنی کا خاصہ ہے کہ ہر بات کو نمایاں کر دیتی ہے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اگر وضاحت اور نمود نہیں ہے تو پھر اجالا بھی نہیں۔ اجالا جب کبھی ہوگا نمود ووضاحت اپنے ساتھ لائے گا۔ (ترجمان القرآن)

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۲ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۳ وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۵

ایک وقت آئے گا جب کافر یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے (۲) اُنہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیجئے کہ کھا پی لیں، مزے اڑا لیں اور (لمبی چوڑی امیدیں انہیں غافل رکھیں پھر جلد ہی انھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا (۳) ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا تو اس کیلئے ایک مقررہ مدت لکھی ہوئی تھی (۴) کوئی قوم اس مقررہ مدت سے پہلے ہلاک نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس مدت کے بعد بچ رہ سکتی ہے (۵)

تشریح آیات ۲: آیت ۲ سے لے کر ۳ تک اللہ تبارک وتعالیٰ کافروں کے حالات کو بیان کر رہا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ کافر اپنے کفر وشرک پر سخت شرمندہ ہوں گے اور اس وقت بار بار تمنا کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے ، ہر کافر سکرات کے وقت آرزو کرتا ہے کہ کاش وہ مسلمان ہوتا، یا یہ آرزو کافر قیامت کے دن کریں گے، چنانچہ فرمایا: **وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا** الخ (الانعام:۲۷) کاش آپ دیکھتے ، جب یہ کافر آگ کے پاس کھڑے کر دیئے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کاش ہمیں لوٹا دیا جائے ، ہم اب اپنے رب کی نشانیاں نہیں جھٹلائیں گے اور مومن بن کر رہیں گے، یہ آیت ابدی جہنمیوں کے بارے میں ہے جب یہ مسلمانوں کو جہنم سے نکالا جاتا دیکھیں گے تو یہ آرزو کریں گے جب گناہ گار مسلمان اور مشرک جہنم میں جمع ہوں گے تو مشرک مسلمانوں کو طعنہ دیں گے کہ تم کو تمہاری عبادت نے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا۔ اس وقت رحمت باری جوش میں آئے گی اور اللہ انھیں جہنم سے نکال لے گا اب تو مشرکوں کو بڑا رشک ہوگا اور وہ بھی تمنا کریں گے کہ اگر ہم بھی مسلمان ہوتے تو آج ہم بھی ان کی طرح جہنم سے نکال لئے جاتے (ابن جریر)

آیت ۳: میں کافروں کے لئے سخت ڈراوا ہے کہ آپ انھیں کھانے پینے اور دنیا سے فائدہ اٹھانے دیں۔ **قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ** الخ (ابراہیم:۳۰) آپ فرما دیں: فائدہ اٹھائیں تم سب کو لوٹ کر آگ ہی میں آنا ہے۔ سورہ مرسلات میں ہے کھا پی لو اور تھوڑا سا فائدہ اٹھا لو یقینا تم مجرم ہو، پھر فرمایا کہ یہ تمناؤں میں پھنس کر ایسے غافل ہو جائیں گے کہ انھیں توبہ اور اللہ کے سامنے جھکنا نصیب ہی نہ ہوگا اور عنقریب اپنا انجام معلوم کر لیں گے۔ (الفضل الکبیر تفسیر ابن کثیر)

وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝۸ اِنَّا نَحْنُ

اور کافر کہتے ہیں کہ: اے وہ شخص جس پر یہ قرآن نازل ہوا ہے تو تو مجنون ہے (۶) اگر تو سچا ہے تو پھر ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا؟ (۷) (حالانکہ) ہم فرشتوں کو صرف حق (فیصلہ) کے ساتھ ہی اتارتے ہیں پھر اس وقت انہیں مہلت

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ وَ لَقَدْ
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ
مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ قَدْ خَلَتْ
سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا
مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا
اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ
ع ١٥ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا
وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ
شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ
فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

نہیں دی جاتی (۸) یہ ذکر (قرآن) یقیناً ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں (۹) اور آپ سے پہلے ہم نے سابقہ قوموں میں بھی رسول بھیجے تھے (۱۰) پھر ان کے پاس جو بھی رسول آئے اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے (۱۱) ہم مجرموں کے دلوں میں ایسی ہی باتیں داخل کر دیتے ہیں (۱۲) کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے پہلی قوموں کی بھی یہی روش چلی آ رہی ہے (۱۳) اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول بھی دیتے جس میں چڑھنے لگ جاتے (۱۴) تو بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں کی نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے (۱۵) بلاشبہ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کیلئے انہیں مزین کیا (۱۶) اور ہر شیطان مردود سے اسے محفوظ کر دیا (۱۷) ہاں اگر شیطان چوری چھپے سننا چاہے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے (۱۸)

آیت ۱۶ـ۱۸: بُرُوْجٌ بُرْجٌ کی جمع ہے، جس کے معنی ظہور کے ہیں۔ اسی سے تَبَرُّجٌ ہے جو عورت کے اظہار زینت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں آسمان کے ستاروں کو بروج کہا گیا ہے کیونکہ وہ بھی بلند اور ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بروج سے مراد شمس و قمر اور دیگر سیاروں کی منزلیں ہیں جو ان کے لئے مقرر ہیں۔ اور یہ ۱۲ ہیں۔ حمل۔ ثور۔ جوزاء۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔ عرب ان سیاروں کی منزلیں اور ان کے ذریعہ سے موسم کا حال معلوم کرتے تھے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں البتہ ان سے تغیر پذیر ہونے والے واقعات و حوادث جاننے کا دعویٰ کرنا جیسے آج کل بھی جاہلوں میں اس کا خاصا چرچا ہے اور لوگوں کی قسمتوں کو ان کے ذریعہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کا کوئی تعلق دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے اسباب سے نہیں ہوتا۔ صرف مشیت الٰہی سے ہوتا ہے۔ اللہ نے یہاں ان برجوں یا ستاروں کا ذکر اپنی قدرت اور بے مثال صنعت کے طور پر کیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ آسمان کی زینت بھی ہیں۔

رَجِيْمٌ، مَرْجُوْمٌ کے معنی میں ہے، رَجْمٌ کا معنی سنگسار کرنے یعنی پتھر مارنے کے ہیں۔ شیطان کو رجیم اسلئے کہتے ہیں یہ جب آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتا ہے تو آسمانی شہاب ثاقب اس پر ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ پھر رجیم ملعون و مردود کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ جسے سنگسار کیا جاتا ہے اسے ہر طرف سے لعنت ملامت بھی کی جاتی ہے۔ یہاں اللہ نے یہی فرمایا ہے کہ ہم نے آسمانوں کی حفاظت فرمائی ہر شیطان رجیم سے یعنی ان ستاروں کے ذریعہ سے کیونکہ یہ شیطان کو مار کر بھگانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ (احسن البیان)

وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ
وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾
وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ
بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا
خَزَآئِنُهٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ
مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ
لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ
وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا
الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ
يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ وَ لَقَدْ ع
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ
مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ
نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ
مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ
سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ
اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ
مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا

اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں ہر مناسب چیز کو ہم نے اُگایا (۱۹) اور اس زمین میں ہم نے تمہارے لئے بھی سامان معیشت بنادیا اور ان کیلئے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو (۲۰) کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں' اور اسے ہم ایک معلوم مقدار کے مطابق ہی نازل کرتے ہیں (۲۱) نیز ہم پانی سے لدی ہوئی ہوائیں بھیجتے ہیں' پھر آسمان سے پانی برسا کر اس سے تمہیں سیراب کرتے ہیں اس پانی کا ذخیرہ رکھنے والے (ہم ہی ہیں) تم نہیں ہو (۲۲) اور بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی (ہر چیز کے) وارث ہیں (۲۳) اور ہمیں یقیناً ان لوگوں کا بھی علم ہے جو تم سے آگے نکل گئے اور ان کا بھی جو پیچھے رہنے والے ہیں (۲۴) اور بلاشبہ آپ کا رب ہی ان سب کو جمع کرے گا' بلاشبہ وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (۲۵) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے ٹھیکری سے پیدا کیا ہے جو سڑی ہوئی مٹی کی بنی تھی (۲۶) اور جنوں کو اس سے پہلے ہم آگ کی لپیٹ سے پیدا کر چکے ہیں (۲۷) اور (وہ وقت یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں گلے سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں (۲۸) تو جب میں اسے درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کی تعظیم کیلئے سجدہ میں گر جاؤ (۲۹) چنانچہ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا (۳۰) سوائے ابلیس کے' جس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا (۳۱) (اللہ نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہو گیا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟ (۳۲) بولا: ''مجھے گوارا نہ

تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ
لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ
حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ
رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ
الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾
اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ
بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ
مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾
وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا
سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ
مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ ع
وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ
نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا
عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا
نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ
عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ
عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾

ہوا کہ ایسے انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے (۳۳) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے (۳۴) اور بلاشبہ یوم جزا تک تجھ پر لعنت ہے (۳۵) وہ کہنے لگا: ”میرے رب! پھر مجھے اس دن تک (زندہ رہنے کی) مہلت دے دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۳۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے مہلت دی جاتی ہے (۳۷) اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے (۳۸) وہ بولا: اب! چونکہ تو نے مجھے (آدم کے ذریعہ) بہکا دیا ہے تو اب میں بھی دنیا میں لوگوں کو (ان کے گناہ) خوشنما کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو بہکا کے چھوڑوں گا (۳۹) مگر یہ کہ تیرے چند مخلص بندے (بچ جائیں تو اور بات ہے) (۴۰) اللہ نے فرمایا یہ وہ راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے (۴۱) میرے بندوں پر تیرا کچھ زور نہ چل سکے گا' تیرا بس صرف ان گمراہوں پر چلے گا جو تیری اتباع کریں گے (۴۲) اور جہنم ہی وہ جگہ ہے جس کا ایسے لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے (۴۳) اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازہ کیلئے ان میں سے ایک متعین گروہ ہوگا (۴۴) متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے (۴۵) (ان سے کہا جائے گا کہ) ان میں بلا خوف وخطر داخل ہو جاؤ (۴۶) ان کے دلوں میں کچھ کدورت ہوئی بھی تو ہم اسے نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے (۴۷) نہ انہیں وہاں کوئی مشقت اٹھانا پڑے گا اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے (۴۸) (اے نبی!) میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ میں معاف کر دینے والا رحم والا ہوں (۴۹) اور یہ بھی کہ میرا عذاب ہی المناک عذاب ہے (۵۰)

جہنم اور اہل جہنم کے بعد جنت اور اہل جنت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے تا کہ جنت میں جانے کی ترغیب ہو متقین سے مراد شرک سے بچنے والے موحدین ہیں اور بعض کے نزدیک وہ اہل ایمان جو تمام معاصی سے بچتے رہے۔ جنّات سے مراد باغات اور عُیون سے نہریں مراد ہیں یہ باغات اور نہریں یا تو تمام متقین کیلئے مشترکہ ہوں گی یا ہر ایک کیلئے الگ الگ باغات اور نہریں یا ایک ایک باغ اور نہر ہوگی۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ : سلامتی ہر قسم کی آفات سے اور امن ہر قسم کے خوف سے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو یا فرشتے اہل جنت کو سلامتی کی دعا دیں گے یا اللہ کی طرف سے ان کو سلامتی اور امن کا اعلان ہوگا۔

دنیا میں ان کے درمیان جو آپس میں حسد اور بغض وعداوت کے جذبات رہے ہوں گے وہ ان کے سینوں سے نکال دیئے جائیں گے اور ایک دوسرے کے بارے میں ان کے دل آئینے کی طرح صاف اور شفاف ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا کہ نہ تو وہاں انھیں کوئی تکلیف ہو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے، اسکے بعد فرمایا کہ میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا ہوں اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک والے ہیں۔

وقف لازم

وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

نیز آپ انہیں ابراہیمؑ کے مہمانوں کا حال بتلایئے (۵۱) جب وہ اس کے ہاں آئے تو ابراہیمؑ کو سلام کیا ابراہیمؑ نے کہا: ہمیں تو تم سے خوف آتا ہے (۵۲) وہ کہنے لگے: ڈرو نہیں! ہم تمہیں ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں (۵۳) ابراہیمؑ نے کہا: کیا مجھے اس حال میں خوشخبری دیتے ہو جبکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں پھر یہ کیسی بشارت دے رہے ہو؟" (۵۴) وہ کہنے لگے: "ہم تجھے سچی بشارت دے رہے ہیں لہٰذا مایوس نہ ہوئیے (۵۵) ابراہیم نے کہا: (میں مایوس نہیں کیونکہ) اپنے رب کی رحمت سے مایوس تو صرف گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں (۵۶)

آیت ۵۱ تا ۵۶: فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک ہوشیار دانا فرزند کی خوشخبری دی، کب؟ جبکہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ یہ واقعہ سورۂ ہود میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔

اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ اصحاب لوط اور اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر کے واقعات کو بیان کر رہا ہے ان قوموں نے نبی کی نافرمانی کی ان کا مذاق اڑایا اور ظلم وسرکشی میں حد سے زیادہ تجاوز کر گئے تھے تو اللہ نے ان کو سخت عذاب سے دوچار کر دیا

اور لوگوں کیلئے انھیں نصیحت وعبرت کی آ ماجگاہ بنا دیا تا کہ لوگ جب ان بستی والوں پر سے گذریں تو نصیحت قبول کریں۔ کیونکہ ان کی بستیاں روڈ سے قریب تھیں جیسا کہ اصحاب الایکہ (جنگل والے) کہا گیا ہے، مراد اس سے قوم شعیب ہے اور ان کا زمانہ لوط علیہ السلام کے بعد ہے اور ان کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان قوم لوط کی بستیوں سے قریب ہی تھا اسے مدین کہا جاتا ہے۔ ان کا ظلم یہ تھا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ رہزنی ان کا شیوہ اور کم تولنا اور کم ناپنا ان کا طریقہ تھا۔ ان پر جب عذاب آیا تو ایک تو بادل ان پر سایہ فگن ہو گیا پھر چنگھاڑ اور بھونچال نے مل کر ان کو ہلاک کر دیا۔

اسی طرح سے اللہ تبارک وتعالیٰ اصحاب الحجر کے واقعات کو بیان کر رہا ہے۔ کہا گیا یہ بستی مدینہ اور تبوک کے درمیان تھی۔ انھوں نے اپنے پیغمبر صالحؑ کو جھٹلایا۔ لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا''۔ یہ اس لئے کہ ایک پیغمبر کی تکذیب ایسے ہی ہے جیسے سارے پیغمبروں کی تکذیب ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی نشانیاں بھی عطا فرمائی تھیں، ان نشانیوں میں وہ اونٹنی بھی تھی جو ان کے کہنے پر ایک چٹان سے بطور معجزہ ظاہر کی گئی تھی لیکن ظالموں نے اسے بھی قتل کر ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ صالحؑ نے انھیں کہا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آ جائے گا چنانچہ چوتھے روز ان پر عذاب آ گیا۔ (احسن البیان)

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا
اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ
لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا
امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۴
فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ
اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ
بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَيْنٰكَ
بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ
بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا
يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَيْثُ
تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ
دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ

پھر ان سے پوچھا: ''اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' (۵۷) وہ کہنے لگے: ''ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (۵۸) سوائے لوط کے خاندان کے، ان سب کو ہم بچا لیں گے (۵۹) البتہ لوط کی بیوی کیلئے ہم نے یہی مقدر کیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی (۶۰) پھر جب یہ (فرشتے) لوط کے گھر آئے (۶۱) تو لوط نے کہا: ''تم اجنبی معلوم ہوتے ہو (۶۲) کہنے لگے: ''بلکہ ہم تیرے پاس وہ (عذاب) لائے ہیں جس کے بارے میں یہ شک کر رہے تھے (۶۳) ہم آپ کے پاس یقینی بات لائے ہیں اور ہم خود بھی یقینا سچے ہیں (۶۴) لہٰذا تم کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ اور تم ان سب کے پیچھے رہو اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور وہاں جاؤ جہاں تمہیں حکم دیا گیا ہے (۶۵) اور ہم نے لوط کو اس بات کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی (۶۶) اتنے میں شہر والے خوشی

أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ
هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ
فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾
فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَاِنْ كَانَ
اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا
مِنْهُمْ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَ لَقَدْ ع ۵/۹/۵
كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾
وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ
كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا
اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾
فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَا
خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ
الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ
الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

خوشی لوط کے ہاں آ پہنچے (۶۷) لوطؑ نے ان سے کہا: ''یہ
میرے مہمان ہیں لہٰذا مجھے ذلیل نہ کرو (۶۸) اللہ سے ڈرو
اور مجھے رسوا نہ کرو (۶۹) وہ کہنے لگے کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا
تھا کہ تم دنیا جہاں کی حمایت نہ کیا کرو''؟ (۷۰) لوط نے کہا:
اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں ہیں (۷۱) (اے نبی
!) آپ کی عمر کی قسم! اس وقت وہ اپنی مستی میں دیوانہ ہو رہے
تھے (۷۲) آخر سورج نکلنے کے وقت انہیں زبردست دھماکہ
نے آ لیا (۷۳) پھر ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصہ کو نیچے
کر دیا اور ان پر کنکر قسم کے پتھر برسائے (۷۴) بلاشبہ اس
واقعہ میں سمجھدار لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں (۷۵) اور وہ بستی
بالکل عام راستے پر واقع ہے (۷۶) بلاشبہ اس میں ایمان
لانے والوں کیلئے نشانی ہے (۷۷) اور ایکہ والے بھی یقیناً
ظالم تھے (۷۸) چنانچہ ہم نے اس سے (بھی) انتقام لے لیا
اور یہ دونوں بستیاں شاہراہ پر واقع ہیں (۷۹) اور وادیٔ حجر
کے لوگوں نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا تھا (۸۰) ہم نے
انہیں اپنی نشانیاں دیں مگر وہ اعراض ہی کرتے رہے (۸۱)
اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر امن سے رہتے تھے (۸۲)
چنانچہ صبح کے وقت انہیں زبردست دھماکہ نے آ لیا (۸۳) اور
جو وہ (پتھر) کے مکان وغیرہ بناتے تھے ان کے کسی کام نہ
آ سکے (۸۴) اور ہم نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان
جو کچھ ہے انھیں کسی مصلحت سے ہی تخلیق کیا ہے' اور قیامت
یقیناً آنے والی ہے لہٰذا (اے نبی! ان کافروں کی بیہودگیوں
پر) شریفانہ تحمل کیجئے (۸۵) بلاشبہ آپ کا رب ہی سب کی
تخلیق کرنے والا اور جاننے والا ہے (۸۶)

آیت ۸۵۔۸۶: قرآن میں "اَلسَّاعَةُ" کا لفظ کہیں تو روز قیامت کیلئے بولا گیا ہے کہیں ایک ایسے فیصلہ کن دن کیلئے جو دعوت حق اور اس کے مخالفوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا (آیت ۸۵) میں "اَلسَّاعَةُ" سے مقصود ایسا ہی دن ہے، قیامت کا دن نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح پچھلے رسولوں سے مقابلہ کرنے والے ناکام رہے اسی طرح اب بھی مخالف و سرکش ناکام رہیں گے اور وہ دن دور نہیں جب حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا اس کے بعد فرمایا "فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ. اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ" یعنی جب صورت حال ایسی ہے تو چاہئے کہ لوگوں کی سرکشی و شرارت سے آزردہ خاطر نہ ہو اور حسن و خوبی کے ساتھ درگذر کرتے رہو۔ اللہ سب کا پیدا کرنے والا اور سب کی حالت جاننے والا ہے۔ پس اس کے بندوں کا معاملہ اسی پر چھوڑ دینا چاہئے۔ کسی بات سے درگذر کرنے کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی بے بس ہوتا ہے اس لئے مجبور ہو کر بدلا نہیں لیتا۔ درگذر کر دیتا ہے لیکن دل نفرت و انتقام سے لبریز رہتا ہے۔ یہ "صَفْحٌ" ہے مگر "صَفْحٌ جَمِيْلٌ" نہیں ہے۔ "صَفْحٌ جَمِيْلٌ" یہ ہے کہ مجبور ہو کر نہیں بلکہ خود اپنی مرضی اور خواہش سے درگذر کیا جائے اور نفرت و انتقام کا کوئی جذبہ دل میں نہ اٹھے۔ اگر اٹھے تو غالب نہ آ سکے، مغلوب ہو کر رہ جائے۔ پس فرمایا: تمہیں مخالفوں کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کرنا چاہئے۔ (ترجمان القرآن)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ربع

نیز ہم نے آپ کو سات ایسی آیات دی ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا ہے (۸۷) لہٰذا ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو جو متاع حیات دے رکھا ہے آپ ادھر نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں، اور نہ ہی ان کیلئے غمزدہ ہوں اور ایمان لانے والوں سے تواضع سے پیش آئیں (۸۸) اور کہہ دیجئے کہ میں تو صاف صاف (عذاب) سے ڈرانے والا ہوں (۸۹) جیسا کہ ہم نے (عذاب) ان تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا (۹۰) جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (۹۱) سو آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور (ان اعمال کی) باز پرس کریں گے (۹۲) جو وہ کرتے رہے (۹۳)

آیت ۸۸: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار قریش کی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار عظیم نعمتوں سے نواز رکھا ہے، جن میں سب سے بڑی نعمت سورۃ الفاتحہ اور پورا قرآن کریم ہے، اس لئے آپ دل چھوٹا نہ کیجئے اور پیغام رسانی کے کام میں لگے رہئے کیونکہ آدمی جب اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کو یاد کرتا ہے تو دعوت کی راہ کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

سورۃ الفاتحہ اور قرآن کریم جیسی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی ہر شئے حقیر ہے۔ اس لئے اس نعمت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیے، اور اہل دنیا کو ہم نے جو عارضی نعمتیں دے رکھی ہیں ان کی خواہش نہ کیجیے۔ وہ نعمتیں ہم نے انہیں اس لئے دی ہیں تاکہ ہم انہیں آزمائیں، اور جو اس آزمائش میں کامیاب نہیں ہوگا اس کے لئے وہ نعمتیں وبال جان بن جائیں گی، اور کفار قریش اگر ایمان نہیں لاتے ہیں تو غم نہ کیجیے، اور جو غریب اور کمزور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ تواضع اختیار کیجیے، انہیں اپنے سے قریب کیجیے، اور روسائے قریش کے کفر و عناد کی پرواہ نہ کیجیے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع

لہٰذا جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے، بہ بانگ دُہل سنا دیجئے اور شرک کرنیوالوں کی پرواہ نہ کیجئے (۹۴) ان ٹھٹھا کرنے والوں کو ہم کافی ہیں (۹۵) جو اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ بھی قرار دیتے ہیں عنقریب انھیں (سب کچھ) معلوم ہوجائے گا (۹۶) ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس سے آپ کا دل گھٹتا ہے (۹۷) لہٰذا آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور سجدہ کیجئے (۹۸) اور اپنے رب کی عبادت کیجئے یہاں تک کہ آپکے پاس یقینی بات (موت) آجائے۔ (۹۹)

آیت ۹۷۔۹۸: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خبر دی ہے کہ کفار قریش کی استہزا آمیز باتوں سے آپ کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کی اللہ کو خبر ہے۔ انسانی فطرت کا یہی تقاضا ہے۔ لیکن آپ صبر سے کام لیں اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہیں اور نماز پڑھا کریں، تو آپ کا غم ہلکا ہوجائے گا اور ذہنی اذیت کم ہوجائے گی۔ آپ صبر اور نماز کے ذریعہ سے مدد مانگیں۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۳) اور سورہ رعد آیت (۲۸) میں فرمایا ہے کہ آگاہ رہو: اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة النحل

سورۃ النحل مکی ہے، اس میں ۱۲۸ آیتیں اور ۱۶ رکوع ہیں۔

تعارف: اس سورہ میں شہد کی مکھی کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس کا نام نحل رکھا گیا ہے۔ یہ سورہ اس وقت نازل ہوئی جب حق و باطل کا مقابلہ زوروں پر تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (الحجر:۹۴)

اے محمدؐ جو کچھ تمہیں حکم دیا جارہا ہے اسے ٹھیک ٹھیک اور بے خوف وخطر لوگوں تک پہنچادو اور تمہارے خلاف مشرکین جو اعتراضات کررہے ہیں اس کی پرواہ نہ کرو۔

مرکز شرک میں توحید کا اعلان ایسے ہی ہے جیسے کوئی شہد کے چھتے میں ہاتھ ڈالے۔ جس طرح شہد کی مکھیاں حملہ کرتی ہیں اسی طرح کفار ومشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر حملہ کیا اور منہ بند کرنا چاہا۔ اب حق و باطل میں زبردست مقابلہ ہورہا تھا کافر طاقتور تھے اور کمزور مسلمانوں کو مارنا' ستانا شروع کردیئے۔ صحابہ ظلم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے۔ کفار ومشرکین یہ سمجھ رہے تھے کہ کامیابی ہماری ہی ہوگی۔ کیونکہ ہم بڑی تعداد میں ہیں' کیونکہ ہم طاقتور ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں فرمایا کہ اس کائنات کے مالک نے دنیا کو اس طرح بنایا ہے کہ دنیا وآخرت میں کامیابی صرف مومنین کیلئے ہے، کافروں اور مشرکوں کا غلبہ صرف چندروزہ ہے' حق وباطل کے مقابلہ میں حق ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

آیت نمبر ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ ؕ وَلَنِعۡمَ دَارُ الۡمُتَّقِيۡنَ (النحل:۳۰)

''بھلائی ہی بھلائی ہے'' ایسے لوگ جنہوں نے اچھے کام کئے ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور دار آخرت تو بہت بہتر ہے اور متقین کا کیا ہی اچھا گھر ہے۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (النحل:۹۷) جو شخص بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ان کے لئے بہترین اعمال کے مطابق انہیں ان کا اجر عطا کریں گے۔

قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ (النحل: ۱۰۲)

کہئے کہ اس قرآن کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کو مضبوط بنا دے اور مسلمانوں کیلئے یہ ہدایت اور بشارت ہے۔

ایاتھا ۱۲۸ ۔ ۱۶ سُوۡرَةُ النَّحۡلِ مَكِّيَّةٌ ۷۰ ۔ رکوعاتھا ۱۶

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝۱ يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝۳

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

(اے کافرو) اللہ کا حکم آ پہنچا، لہٰذا اس کے لئے جلدی نہ مچاؤ وہ پاک ہے اور اس سے بلند تر ہے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں (۱) وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی دے کر فرشتے نازل کرتا ہے کہ (لوگوں کو) متنبہ کر دو کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں لہٰذا مجھ ہی سے ڈرو (۲) اس نے زمین وآسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور جو کچھ یہ شرک کر رہے ہیں اللہ اس سے بلند تر ہے (۳)

تشریح آیات ۱: اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ اس سے مراد قیامت ہے۔ یعنی وہ قیامت قریب آ گئی ہے جسے تم دور سمجھتے تھے، پس جلدی نہ مچاؤ، یا وہ عذاب مراد ہے جسے مشرکین طلب کرتے تھے کیوں کہ اس کا وقوع یقینی ہے۔

اور جسے تم لوگ شریک بناتے ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ ان چیزوں سے بری ہے۔ (احسن البیان)

آیت ۲: نبی کریم ﷺ نے جب مشرکین کو قرب قیامت اور اس کے امر یقینی ہونے کی خبر دی اور اس بارے میں عجلت نہ کرنے کی نصیحت کی تو ان کے ذہنوں میں اللہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے ذریعہ (یعنی وحی) کی صداقت کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہوا، اس آیت میں اسی شبہ کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ وہ ذات برحق فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے تاکہ وہ بنی نوع انسان کو ڈرائیں اور انھیں بتائیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اس لئے صرف اسی سے ڈرنا چاہئے اور یہاں روح سے مراد وحی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے۔ آیت ۳ سے آٹھویں آیت تک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین، انسانوں اور جانوروں کیلئے کئی مفید اشیاء کی تخلیق کا ذکر کر کے اپنی وحدانیت پر دلیل قائم کی ہے، اس لئے کہ جب ان چیزوں کو اس کے علاوہ کسی اور نے پیدا نہیں کیا ہے تو یقیناً اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے اور عبادت بھی صرف اس کی ہونی چاہئے اس نے آسمانوں اور زمین کو اور اشرف المخلوقات انسان کو ایک قطرہ حقیر سے اس لئے پیدا کیا ہے

تا کہ یہ سب اس کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کریں لیکن یہ انسان بڑا ہونے کے بعد اپنے پیدا کرنے والے کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اس کی وحدانیت کا انکار کر دیتا ہے اور اس کے رسولوں کے خلاف محاذ آرائی کرنے لگتا ہے، حالانکہ اس نے اسے اسلئے پیدا کیا تھا تا کہ اس کا مخلص و مطیع بندہ بن کر رہے۔

اللہ نے انسانوں کے فائدے کے لئے چوپایوں کو پیدا کیا ہے۔ جن کے بال اور اون سے آدمی کپڑا تیار کر کے سردی سے بچتا ہے، ان کے دودھ پیتا ہے ان پر سواری کرتا ہے۔ ان کے گوشت کھاتا ہے، اور اپنی فطرت کے مطابق ان جانوروں کو اپنی ملکیت میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ اس کے پاس یہ جائیداد بھی ہے، اور اونٹوں پر بوجھ لاد کر ایسے شہروں تک اسے منتقل کرتا ہے، جہاں بغیر ان کے اپنا سامان منتقل نہیں کر سکتا تھا، اور اللہ نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں جنہیں انسان بطور سواری استعمال کرتا ہے، اور ان جانوروں کی موجودگی سے آدمی کی دنیاوی زینت و زیبائش میں اضافہ ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴﴾ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ وَّالْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ۭ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ ع ۹ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ

اس نے انسان کی پیدائش نطفہ سے کی مگر وہ دیکھتے ہی دیکھتے کھلم کھلا جھگڑالو بن گیا (۴) نیز چوپایوں کو (بھی) اس نے پیدا کیا جن میں سے بعض سے تم سردی سے بچتے ہو اور بھی فائدے ہیں اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو (۵) نیز جب انہیں شام کو اور صبح چرانے لاتے اور لے جاتے ہو اس میں تمہارے لئے رونق ہے (۶) نیز وہ جانور تمہارے بوجھ شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے۔ بلاشبہ تمہارا رب بڑا شفیق اور رحم کرنے والا ہے (۷) نیز اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تا کہ تم ان پر سواری کرو اور وہ زینت بھی ہیں۔ اور وہ کئی چیزیں پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے (۸) اور سیدھی راہ بتلانا اللہ کے ذمہ ہے جبکہ راستے ٹیڑھے بھی ہیں، اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا (۹) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا اس پانی کو تم پیتے بھی ہو اور اس سے نباتات اگتی ہے جو تم مویشیوں کو چراتے ہو (۱۰) وہ اس پانی سے تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر طرح کے

الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾

پھل پیدا کرتا ہے بیشک غور وفکر کرنے والوں کیلئے اس میں ایک بڑی نشانی ہے (۱۱)

آیت ۹: اللہ تعالیٰ نے جو احسانات بیان کئے ہیں اس میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ جس پر چل کر آخرت بنتی ہے، وہ صحیح اور معتدل راہ ہے جو اللہ تک پہنچتی ہے، فرمایا (۱) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ (الانعام: ۱۵۳) یقین مانو میری یہ راہ (توحید کی راہ) سیدھی راہ ہے اسی پر چلو اور دیگر راہوں پر نہ چلو ورنہ اللہ کی راہ چھوڑ بیٹھو گے۔ (۲) هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ ۔۔الخ (الحجر: ۴۱) یہ سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچتی ہے۔

(ابن عباسؓ): ٹیڑھی راہ میں مختلف طریقے مختلف رائیں اور مختلف خواہشات ہیں مثلاً یہودیت، عیسائیت اور آتش پرستی وغیرہ، غرضیکہ اسلام کے علاوہ تمام دین غلط اور غیر صحیح ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہدایت وضلالت اللہ کی قدرت ومشیت پر ہے اگر اسے منظور ہوتا تو وہ سب کو ہدایت پر لے آتا، فرمایا: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ ۔ الخ (یونس: ۹۹) اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام انسان ایمان لے آتے۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ (ہود: ۱۱۸۔۱۱۹) اگر رب کی مرضی ہوتی تو وہ لوگوں کو ایک ہی امت بنادیتا لوگ اختلاف میں پڑے ہی رہیں گے ہاں جن پر آپ کا رب رحم فرمائے اسی لئے اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی بات پوری ہو چکی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر کر رہوں گا۔

آیت نمبر ۱۰: میں اللہ تعالیٰ نے بارش کے متعلق نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ اسی بارش سے لوگوں کی روزیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بارش کا پانی میٹھا اور صاف شفاف ہوتا ہے جو پینے کے قابل ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے تمہاری کھیتیاں، زیتون، کھجور، انگور اور طرح طرح کے پھل پیدا کئے۔ پھر فرمایا کہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے کھلی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں۔

وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ مَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو نیز سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور تمام ستارے اس کے حکم کے پابند ہیں۔ بلا شبہ اس میں اہل عقل کیلئے کئی نشانیاں ہیں (۱۲) نیز اس نے تمہارے لئے زمین میں رنگ برنگ کی کئی چیزیں پیدا کی ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سبق حاصل کرتے ہیں (۱۳)

آیت ۱۲ سے لے کر ۱۳ تک اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے اس میں اللہ کی زبردست قدرت اور غلبۂ عظیم کی عقل وہوش والوں کے لئے۔ بڑی بڑی نشانیاں ہیں (جو اس کی نشانیوں کو سمجھ بھی سکتے ہوں)۔

وَ هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾

وہی تو ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ اس میں سے تم تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے وہ زیور نکالو جو تم پہنتے ہو، اور تو دیکھتا ہے کہ کشتی سمندر کا پانی چیرتی ہوئی چلتی ہے اور اس لئے بھی کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کا شکر ادا کرو (۱۴) نیز اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ رکھ دیئے تا کہ تمہیں لے کر ہچکولے نہ کھائے، اور نہریں بھی بنائیں اور راستے بھی تا کہ تم راہ پا سکو (۱۵) اور کچھ نشانیاں بنائیں اور لوگ ستاروں سے راستہ معلوم کر لیتے ہیں (۱۶) کیا جو تخلیق کرتا ہے اس جیسا ہو سکتا ہے جو کچھ بھی تخلیق نہیں کر سکتا؟ پھر تم نہیں سمجھتے؟ (۱۷) اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو کبھی نہ گن سکو گے۔ بلا شبہ اللہ معاف کرنے والا رحم والا ہے (۱۸) اور جو تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو اللہ جانتا ہے (۱۹)

آیت ۱۴ ـ ۱۸: اللہ سمندروں اور پہاڑوں کی نعمتیں بھی بیان فرما دیا کہ ہم نے اپنی مہربانی سے موج و بھنور والے سمندر تمہارے تابع کر دیئے کہ جس طرح چاہو اس میں تصرف کرو، اب تم ان میں آسانی سے دور دراز کا سفر کر لیتے ہو، پھر ان میں مچھلیاں بھی پیدا کر دیں اور ان کا گوشت خواہ زندہ ہوں یا مردہ، حرم و غیر حرم ہر جگہ حلال کر دیا گیا ہے اور ان میں موتی اور قیمتی اور خوبصورت جواہر پیدا کر دیئے اور انھیں اس کی تہہ سے نکالنا بھی آسان کر دیا کہ لوگ انھیں بطور زیورات کے استعمال کریں اور تو دیکھتا ہے کہ کشتی سمندر کا پانی چیرتی ہوئی چلتی ہے اور اس لئے بھی کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ (الفضل الکبیر)

اس کے بعد اللہ آخری آیت میں فرما رہا ہے کہ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو کبھی نہ گن سکو گے بلا شبہ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ چند ایک اہم اشیاء کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ یہ ایسی اشیاء ہیں جن کا ہر کوئی مشاہدہ کر سکتا ہے۔ بے شمار اشیاء ایسی ہوں گی جو ابھی دریافت نہیں کی گئی۔ چنانچہ واقعی جن و انس سب ملکر بھی اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہیں تو ان کی زندگیاں ختم ہو جائیں گی مگر شمار نہ کر سکیں گے بلکہ صرف انسانی جسم کے اندر ہی اللہ کی نعمتیں شمار کرنے کی کوشش کی جائے تو بھی کامیابی ممکن نہیں۔ (تیسیر القرآن)

وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ ع ۱۲/۸

اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کوئی چیز کیا خاک پیدا کریں گے، جبکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں (۲۰) وہ مردے ہیں زندہ نہیں، انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ کب دوبارہ اٹھائے

وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

جائینگے (۲۱) تمہارا اللہ بس ایک ہی ہے پھر جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، انکار ان کے دلوں میں رچ بس گیا ہے اور وہ اکڑ بیٹھے ہیں (۲۲) جو کچھ یہ چھپاتے ہیں یا جو ظاہر کرتے ہیں اللہ یقیناً سب کچھ جانتا ہے اور وہ تکبر کرنے والوں کو قطعاً پسند نہیں کرتا (۲۳)

آیت ۲۰ اور اس کے بعد کی آیتوں میں دلائل سے نتیجہ نکلا ہے۔ ایسا نتیجہ جو خود بخود ابھر رہا اور ہر نگاہ کے سامنے آرہا تھا۔ یعنی جس پروردگار نے اپنی پروردگاریوں کا یہ تمام کارخانہ پیدا کر دیا ہے کیا کوئی دوسری ہستی اس کے برابر ہو سکتی ہے؟ کیا وہ ہستی جو سب کچھ پیدا کر رہی ہے اور وہ جو پیدا نہیں کر سکتی دونوں برابر ہو سکتی ہیں؟ اگر نہیں ہو سکتیں تو اس سے بڑھ کر عقل کی کوری اور روح کی موت کیا ہو سکتی ہے کہ تم دوسری ہستیوں کو بھی پروردگار عالم کے ساتھ معبودیت میں شریک کر رہے ہو؟ (ترجمان القرآن)

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۙ لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا
ع ۹ يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ۧ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ ۙ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ

اور جب ان سے پوچھا جائے کہ ''تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟'' تو کہتے ہیں ''بس پہلے لوگوں کے قصے ہی ہیں (۲۴) (اور یہ اس لئے کہتے ہیں) کہ قیامت کے دن اپنے بوجھ تو پورے کے پورے اٹھائیں اور کچھ ان لوگوں کے بھی جنہیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے رہے۔ دیکھو! کیا برا بوجھ ہے جو وہ اٹھائیں گے (۲۵) ان سے پہلے بھی لوگ چالیں چلتے رہے ہیں' پھر اللہ نے ان کے فکر کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ پھینکا اور اوپر سے چھت کو بھی ان پر گرا دیا' اور انہیں عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں سے ان کا وہم وگمان بھی نہ تھا (۲۶) پھر قیامت کے دن اللہ انہیں رسوا کرے گا اور پوچھے گا: وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم (اہل حق سے) جھگڑا کیا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو (دنیا میں) علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے: آج کافروں کیلئے رسوائی اور بدبختی ہے (۲۷) وہ کافر جو اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو ہتھیار ڈال دیتے

سُوْٓءٍ ؕ بَلٰۤى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ فَادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۲۹

ہیں (اور کہتے ہیں) ہم کوئی برے کام تو نہیں کرتے تھے، فرشتے کہیں گے: کیوں نہیں؟ جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ یقینا اسے خوب جانتا ہے (۲۸) اب جہنم کے دروازوں سے اس میں داخل ہو جاؤ تم ہمیشہ اس میں رہو گے غرض تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا بہت برا ہے (۲۹)

آیت ۲۸۔۲۹: یہ کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضاحت ہے کہ قیامت کے دن تو ان کا وہ انجام ہوگا جو اوپر بیان ہوا لیکن گرفتار عذاب تو وہ اسی وقت ہوتے ہیں جب فرشتے ان کی روحیں قبض کر لیتے ہیں یعنی شرک، کفر اور سرکشی کر کے وہ آپ اپنے اوپر ظلم ڈھاتے ہیں کیونکہ وہ ضمیر کی آواز کو جو توحید ہی سے آشنا ہے دباتے ہیں جس کے نتیجہ میں نفس کا نہ صرف نشو و نما رک جاتا ہے بلکہ وہ گھٹ جاتا ہے یعنی موت کے فرشتوں کو دیکھتے ہی ان کے غرور کا نشہ اتر جاتا ہے اور اپنی ساری بحثیں ختم کر کے تسلیم و اطاعت کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اس وقت ان پر ایسا خوف طاری ہوتا ہے کہ وہ اپنے برے اعمال سے انکار کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن فرشتے ان کے اس جھوٹ کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے کہ تم جھوٹ بول کر چھوٹ جاؤ۔ یعنی مشرکوں اور کافروں کو فرشتے موت کے وقت ہی یہ خبر دیتے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن جہنم میں داخل ہونا ہے اور اس عذاب میں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔ یہ معاملہ موت کی سرحد شروع ہوتے ہی یعنی عالم برزخ میں پیش آتا ہے جسے حدیث میں قبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (دعوۃ القرآن)

وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲

اور (یہی بات) جب متقین سے پوچھی جاتی ہے کہ "تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟" وہ تو کہتے ہیں "بھلائی ہی بھلائی" ایسے لوگ جنھوں نے اچھے کام کئے ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور دار آخرت تو بہت بہتر ہے' اور متقین کا کیا ہی اچھا گھر ہے (۳۰) دائمی باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے ان میں نہریں جاری ہوں گی اور جو کچھ بھی وہ چاہیں گے انہیں ملے گا' اللہ تعالیٰ متقین کو اسی طرح جزا دیتا ہے (۳۱) جو پاک سیرت ہوتے ہیں فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں: تم پر سلام ہو، جو اچھے عمل کرتے رہے اسکے صلہ میں جنت میں داخل ہو جاؤ" (۳۲)

تشریح آیات ۳۰۔ ۳۲: میں متقیوں کا بیان ہے اس سے پہلے کی آیات میں اہل جہنم کا تذکرہ تھا۔ آیت (۲۴) میں گزر چکا ہے کہ جب بدبخت کافروں سے قرآن کریم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے، تو وہ اللہ کی رحمت کا انکار کرتے ہیں اور کفران نعمت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ تو گزشتہ قوموں کے واقعات کا مجموعہ ہے اور وہاں ان کا انجام بد بھی بتایا گیا ہے۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ ان کے برعکس جب اہل تقویٰ مسلمانوں سے یہی سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے جو ہمارے لئے مکمل خیر و برکت ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے ان بندوں سے کر رکھا ہے جو دنیا میں عمل صالح کرتے ہیں کہ وہ انہیں دنیا میں اچھا بدلہ دے گا اور آخرت میں انہیں جو ملے گا وہ تو اللہ کی عظیم نعمت (جنت) ہوگی جو متقیوں کے لئے بہت اچھا گھر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کی آیت (۹۷) میں فرمایا ہے: (مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) کہ جو شخص نیک عمل کرے، خواہ مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے"۔

اس جنت کی صفت بیان کی گئی ہے جو اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے کہ اس میں درخت ہونگے، نہریں جاری ہونگی، حور و قصور ہونگے اور کھانے اور پینے کی ہر لذیذ چیز ہوگی اور اللہ کی جانب سے انتہائے اکرام یہ ہوگا کہ وہاں ہر وہ شئے ہوگی جسکی اہل جنت خواہش کریں گے آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ اہل تقویٰ کو ایسے ہی اچھے بدلے دیا کرتا ہے۔

ان اہل تقویٰ کا جو کفر و معاصی کے ذریعہ اپنے آپ پر ظلم نہیں کئے ہوتے ہیں، موت کے وقت حال یہ ہوتا ہے کہ جب فرشتے ان کے پاس پہنچتے ہیں تو ان کے احترام و محبت میں انہیں سلام کرتے ہیں اور خوشخبری دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم لوگ اپنے نیک اعمال کے بدلے ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ سورۂ فصلت آیت (۳۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو، بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے)۔ (تیسیر الرحمن)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ

کیا یہ لوگ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم (عذاب) آ جائے؟ ان سے پہلے بھی لوگوں نے یہی کچھ کیا تھا۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے (۳۳) پھر انہیں اپنے اعمال کے برے نتائج سے دو چار ہونا پڑا اور جس

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ ع ۹ ۱۰
اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ
شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ
مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ
فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَ لَقَدْ
بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ
اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ
وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ
لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

عذاب کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا (۳۴) یہ مشرک کہتے ہیں: اگر اللہ چاہتا تو ہم اللہ کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد اور نہ ہی ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے' ان سے پہلے لوگوں نے بھی یہی کچھ کیا تھا رسولوں پر تو صرف یہی ذمہ داری ہے کہ وہ واضح طور پر پیغام پہنچا دیں (۳۵) ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (جو انہیں یہی کہتا تھا) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو' پھر کچھ ایسے لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دے دی اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی' سو تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ (۳۶) ایسے لوگوں کی ہدایت کے لئے آپ خواہ کتنی خواہش کریں اللہ جسے گمراہ کر دے پھر اسے راہ نہیں دکھاتا اور ان کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا۔ (۳۷)

آیت **۳۵ تا ۳۶** میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ایک وہم اور مغالطہ کا ازالہ فرمایا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں یا اس کے حکم کے بغیر ہی کچھ چیزوں کو حرام کر لیتے ہیں اگر ہماری یہ باتیں غلط ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہمیں ان چیزوں سے روک کیوں نہیں دیتا، وہ اگر چاہے تو ہم ان کاموں کو کر ہی نہیں سکتے۔ اگر وہ نہیں روکتا تو اس کا مطلب ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، اس کی مشیت کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا ازالہ ''رسولوں کا کام صرف پہنچا دینا ہے'' کہہ کر فرمایا مطلب یہ ہے کہ تمہارا یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان مشرکانہ امور سے بڑی سختی سے روکا ہے۔ اس لئے وہ ہر قوم میں رسول بھیجتا اور کتابیں نازل کرتا رہا ہے اور ہر نبی نے آ کر سب سے پہلے اپنی قوم کو شرک ہی سے بچانے کی کوشش کی ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ شرک کریں کیونکہ اگر اسے یہ پسند ہوتا تو اس کی تردید کے لئے وہ رسول کیوں بھیجتا؟ لیکن اس کے باوجود اگر تم نے رسولوں کی تکذیب کر کے شرک کا راستہ اختیار کیا اور اللہ نے اپنی مشیت تکوینیہ کے تحت قہراً و جبراً تمہیں اس سے نہیں روکا تو یہ اس کی اس حکمت و مصلحت کا ایک حصہ ہے جس کے تحت اس نے انسانوں کو ارادہ و اختیار کی آزادی دی ہے کیونکہ اس کے بغیر ان کی آزمائش ممکن ہی نہ تھی۔ ہمارے رسول ہمارا پیغام تم تک پہنچا کر یہی سمجھاتے رہے کہ اس آزادی کا غلط استعمال نہ کرو بلکہ اللہ کی رضا کے مطابق اسے استعمال کرو۔ ہمارے رسول یہی کچھ کر سکتے تھے، جو انھوں نے کیا اور تم

نے شرک کر کے آزادی کا غلط استعمال کیا جس کی سزا دائمی عذاب ہے۔

مذکورہ شبہ کے ازالہ کیلئے مزید فرمایا کہ ہم نے تو ہر امت میں رسول بھیجا اور یہ پیغام ان کے ذریعہ سے پہنچایا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو لیکن جن پر گمراہی ثابت ہو چکی تھی انھوں نے اسکی پرواہ نہ کی۔ آیت ۳۷ میں اللہ فرما رہا ہے: اے پیغمبر! تیری خواہش یقیناً یہی ہے کہ یہ سب ہدایت کا راستہ اپنالیں لیکن قوانین الٰہیہ کے تحت جو گمراہ ہو گئے ہیں ان کو تو ہدایت کے راستہ پر نہیں چلا سکتا یہ تو اپنے آخری انجام کو پہنچ کر ہی رہیں گے، جہاں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (احسن البیان)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؑ﴿۴۰﴾ ع ۵

اور وہ اللہ کی پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ: جو مر جاتا ہے اللہ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا'' کیوں نہیں یہ تو ایسا وعدہ ہے جسے پورا کرنا اللہ کے ذمہ ہے' لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں (۳۸) یہ اس لئے ہے کہ اللہ ان پر وہ حقیقت واضح کر دے جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں اور اس لئے کہ کافر جان لیں کہ وہی جھوٹے تھے (۳۹) ہم تو جب کسی چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اسے بس اتنا ہی کہہ دیتے ہیں کہ ''ہوجا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔ (۴۰)

آیت ۳۸ میں ارشاد ہے مشرکوں نے پکی قسمیں کھا کھا کر کہا کہ اللہ مرنے والوں کو زندہ نہیں کرے گا، زندگی بعد الموت کو عقل سے دور سمجھا رسولوں کی بات نہ مانی اور ان کے خلاف دعوے کر بیٹھے کہ زندگی بعد الموت ناممکن ہے اللہ نے انہیں جھوٹا بتایا اور فرمایا کیوں نہیں زندگی بعد الموت برحق ہے یہ تو اللہ کا وعدہ ہے جو قطعی سچا ہے۔ البتہ اس کے خلاف ناممکن ہے لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں اور کفر کے دلدل میں جا پھنستے ہیں۔

آیت ۳۹: زندگی بعد الموت کی حکمت کا بیان ہے کہ اس سے لوگوں کے اختلاف ظاہر کر دیئے جائیں گے اور گناہوں اور نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ فرمایا: لِيَجْزِيَ الَّذِيْ الخ (النجم: ۳۱) تاکہ جن لوگوں نے برے عمل کئے ہیں انھیں ان کا اور جنھوں نے اچھے عمل کئے ہیں، انھیں ان کا بدلہ مل جائے، تاکہ کافروں کو معلوم ہو جائے کہ انھوں نے جھوٹی قسمیں کھائی تھیں کہ اللہ مرنے والوں کو زندہ نہ کرے گا۔

آیت ۴۰: اللہ کی ہمہ گیر قدرت کا بیان ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور کسی بات سے عاجز نہیں جب وہ کوئی چیز پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کن کہہ دیتا ہے، پھر وہ چیز ہو جاتی ہے زندگی بعد الموت بھی انھیں چیزوں میں شامل ہے جب وہ زندگی بعد الموت چاہے گا تو حسب مشیت اس کا ظہور ہو جائے گا فرمایا: وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ (القمر: ۵۰) ہمارا حکم پلک جھپکنے کی طرح ایک ہی بار ہوتا ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ (لقمان: ۲۸) تم سب کا پیدا کرنا اور مار کر پھر دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے ایک شخص کے پیدا کرنے کے برابر ہے، اللہ اپنے احکام میں تاکید کا محتاج نہیں کیونکہ اس کا حکم نہ کوئی ٹال سکتا ہے اور نہ اس کی مخالفت کرسکتا ہے کیونکہ وہ اکیلا ہے سب پر غالب ہے اور سب سے بڑا ہے اس کے قہر واقتدار میں ہر چیز ہے اور وہ بڑی عزت وجلال والا ہے اس کے سوا نہ کوئی سزاوار عبادت ہے اور نہ لائق اطاعت اور نہ کوئی مربی ہے۔

وقف لازم

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ؕ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لئے ترک وطن کیا ہم انہیں دنیا میں بھی بہت اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے' کاش وہ لوگ جانتے (۴۱) یعنی جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں (۴۲) آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ مرد (آدمی) ہی ہوتے تھے' جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے لہٰذا اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو (۴۳) (انہیں ہم نے) واضح دلائل اور کتابیں (دے کر بھیجا) اور آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) اس لئے نازل کیا ہے' تاکہ آپ لوگوں کو واضح طور پر بتا دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے' تاکہ وہ غور وفکر کریں (۴۴)

آیت ۴۳: مراد اہل کتاب ہیں جن پر ذکر یعنی یاددہانی نازل ہوئی تھی اس یاددہانی کا جو حصہ ان کی کتابوں میں موجود ہے وہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ کی طرف سے جو رسول بھی بھیجے گئے وہ سب آدمی ہی تھے کبھی کسی فرشتہ کو رسول بنا کر کسی قوم کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ یہ ایک واضح تاریخی حقیقت ہے اور اگر اس سے کوئی شخص واقف نہیں ہے تو اہل کتاب سے پوچھ کر اپنا اطمینان کرسکتا ہے۔

واضح رہے کہ اہل کتاب اس بات کے قائل تھے کہ رسول انسانوں ہی میں سے بنائے جاتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ انسان ہی تھے۔ چنانچہ بائبل میں ان کے بچپن کے حالات بھی بیان ہوئے ہیں کہ انہوں نے کس طرح پرورش پائی ہے۔ اس لئے قرآن نے مشرکین کو جو نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اس بنا پر انکار کر رہے تھے کہ آپ انسان ہیں ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کیا جو اہل کتاب کے ہاں مسلم تھی۔ اس سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ قرآن کی جن باتوں کی تائید پچھلی کتابوں سے ہوتی ہے ان کا حوالہ دینے میں حرج نہیں ہے۔ بعض حضرات نے قرآن کے ارشاد سے کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو فقہی مسلک کی تقلید کو جائز ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ اس آیت کا فقہی اور شخصی تقلید سے دور کا بھی تعلق

نہیں۔قرآن نے ایک مسلمہ حقیقت کے سلسلہ میں جو تواتر سے ثابت تھی اہل ذکر کی طرف رجوع کرنے کے لئے کہا تھا، تا کہ جو شبہ منکرین کو پیش آ رہا تھا، وہ رفع ہو جائے لیکن مقلدین فقہاء کے استنباطی مسائل کے سلسلہ میں شخصی تقلید کیلئے اس کو دلیل بناتے ہیں جبکہ استنباط کئے ہوئے مسائل میں خطا کا بھی امکان ہے اور ان کی حیثیت بہرحال مسلمات کی نہیں ہے۔علاوہ ازیں قرآن نے کسی تخصیص کے بغیر اہل ذکر سے پوچھنے کے لئے کہا ہے۔(دعوۃ القرآن)

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۶ / ۱۲

جو لوگ بری چالیں چل رہے ہیں کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے ان پر عذاب بھیجے جہاں سے انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو (۴۵) یا انہیں چلتے پھرتے ہی پکڑ لے تو یہ لوگ اسے عاجز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (۴۶) یا انہیں پکڑ لے کہ وہ کمزور ہو ہو کر تباہ ہو جائیں، بلاشبہ آپ کا رب ترس کھانے والا رحم والا ہے (۴۷) کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوق میں سے کچھ نہیں دیکھا ؟ کہ اس کا سایہ کیسے دائیں سے (بائیں) اور بائیں سے (دائیں) اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتا رہتا ہے اور یہ سب چیزیں عاجز ہیں (۴۸) آسمانوں اور زمین میں جتنی جاندار مخلوق ہے اور فرشتے بھی، سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور کبھی بھی تکبر نہیں کرتے (۴۹) وہ اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے (۵۰)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا ذکر تھا کہ کائنات کی ہر مخلوق صرف اللہ کی عبادت کر رہی ہے لہٰذا انسانوں کو بھی چاہئے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں کیونکہ تمام انسانوں کو اس نے پیدا کیا ہے اور سب کو وہی رزق دیتا ہے اور انسانوں کو جو بھی نعمت ملی ہے وہ اللہ کی طرف سے ملی ہے۔

مثلاً دودھ اللہ کی ایک نعمت ہے، گائے کے اندر دودھ نہیں ہے گائے کے اندر گوبر اور خون ہے اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ نکالتا ہے یہ اس کی مہربانی ہے۔

اسی طرح شہد اللہ کی ایک نعمت ہے، شہد کی مکھیاں رات دن محنت کر کے ٹنوں کے حساب سے شہد انسان کے حوالے کرتی ہیں۔ جبکہ ایک کیلو شہد تیار کرنے کیلئے شہد کی مکھی ۴۰ لاکھ پھولوں کا رس چوستی ہے۔

کفار و مشرکین نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے کفار سے پوچھا کہ تم لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے اور لڑکی پیدا ہوتی تو چہرہ پر مایوسی چھا جاتی اور گاؤں میں منہ چھپا کر چلتے ہو اور اسے زندہ گاڑ دینے کی فکر کرتے ہو۔ تم اپنے لئے لڑکے پسند کرتے ہو اور اللہ کے لئے لڑکیاں پسند کرتے ہو یہ صحیح فیصلہ نہیں ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

اللہ نے فرمایا ہے کہ: دو خدا نہ بنالو، بلاشبہ اللہ صرف ایک ہی ہے لہٰذا مجھ ہی سے ڈرو (۵۱) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت دائمی ہے پھر کیا تم اللہ کے علاوہ دوسروں سے ڈرتے ہو؟ (۵۲)

آیت ۵۱: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، انسان کا فرض ہے کہ اسی کی عبادت کرے جو اکیلا ہے، بلا شریک ہے اور ہر چیز کا خالق و مالک اور تمام دنیا کا مربی ہے۔

آیت ۵۲: ہمیشہ خلوص سے اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو تم پر اسی کی عبادت واجب ہے۔ فرمایا: افغیر دین اللہ (آل عمران: ۸۳) کیا لوگ اللہ کا دین چھوڑ کر کوئی اور دین تلاش کر رہے ہیں حالانکہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں خوشی سے یا بادلِ نخواستہ اس کی فرماں بردار ہیں اور سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ پھر فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور خالص اسی کی اطاعت کرو۔ فرمایا: اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ الخ (الزمر: ۲) سن لو اللہ ہی کیلئے خالص دین اطاعت ہے۔

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

تمہیں ہر نعمت بھی اللہ کی طرف سے مل رہی ہے پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کے آگے چیخ و پکار کرتے ہو (۵۳) پھر جب تم سے اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو تمہارے فریق اپنے رب سے شرک کرنے لگتے ہیں (۵۴) تاکہ ہم نے جو انہیں عطا کیا ہے اسکی ناشکری کریں۔ اچھا مزے اڑالو عنقریب تم جان لو گے (۵۵) نیز جو ہم نے انہیں دیا اس میں سے ان کا ایک حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں جانتے تک نہیں اللہ کی قسم! تمہاری افترا پردازیوں کی تم سے پوچھ ہوگی (۵۶)

آیت ۵۳: نفع ونقصان اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ روزی، عافیت، صحت، مدد، غرض ہر نعمت اللہ ہی کی دی ہوئی ہے۔ پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم خوب جانتے ہو کہ اسے اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا، اسی لئے تم اللہ ہی کے آگے روتے دھوتے اور فریاد کرتے ہو اور ضرورتوں کے وقت اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہو اسکے سامنے عاجزی کرتے ہو اور اسی سے مانگتے ہو **وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ**، (الاسراء:٦٧) پھر جب تمہیں سمندر میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا تمہارے سارے معبود کھو جاتے ہیں، پھر جب اللہ تمہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی بڑا ناشکرا۔

آیت ۵٦: حالت عافیت میں لوگوں کو بھول جاتے ہیں اور اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

یعنی شرک کا یہ انجام ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتے ہیں اور اسی لئے شرک کرتے ہیں کہ اللہ کی نعمتیں ٹھکراتے رہیں اور اس کے احسانات فراموش کردیں حالانکہ اللہ ہی ان سے مصائب ہٹاتا ہے پھر یہ کہہ کر ڈرایا گیا کہ اچھا اور چند دن فائدہ اٹھالو، اور حسب خواہش عمل کرتے رہو جلد ہی تمہیں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ (الفضل الکبیر)

وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع ۱۳

لوگوں نے اللہ کیلئے بیٹیاں تجویز کی ہیں وہ پاک ہے۔ اور اپنے لئے وہ جو چاہیں (یعنی بیٹے) (۵۷) اور جب کسی کو لڑکی کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے (۵۸) اور دی ہوئی خبر سے بوجہ عار لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (سوچتا ہے) آیا اسے ذلت کے باوجود زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے؟ دیکھو یہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں؟ (۵۹) بری مثال تو ان لوگوں کے لئے ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اللہ کیلئے تو بلند تر مثال ہے اور وہ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے (٦٠)

آیت ۵٦ تا ٦٠: مشرکین مکہ اور ان کی باطل پرستی یہ بھی ہے کہ جن جمادات و شیاطین کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتے، انہی کو اپنا معبود بناتے ہیں اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اللہ کی دی ہوئی روزی کا ایک حصہ خرچ کرتے ہیں ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، ان کے نام کی نذریں مانتے ہیں اور جانوروں کو ان کے نام سے ذبح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام (۱۳٦) میں فرمایا ہے: (**وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا**) اور یہ کہ ''اللہ نے جو کھیتیاں اور جانور پیدا کئے ہیں ان کا حصہ انھوں نے اللہ کے لئے مقرر کردیا اور بذات خود یہ کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر ان سے کہا کہ قیامت کے دن اپنی ان افترا پردازیوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔

اوران کے مشرکانہ جرائم میں سے ایک جرم یہ ہے کہ انھوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتایا۔ حالانکہ اس سے نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے وہ تو تمام عیوب ونقائص سے یکسر پاک ہے، اوران کی نادانی کی انتہا یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے لئے بیٹیاں ثابت کیں جنھیں وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم آیات (۲۱۔۲۲) میں فرمایا ہے: (اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى) کیا تمہارے لئے لڑکے اور اللہ کے لئے لڑکیاں ہیں۔ یہ تو بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔ اور سورۃ الصافات آیات (۱۵۳۔۱۵۴) میں فرمایا ہے (اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ) کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی ہے، تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسا حکم لگائے پھرتے ہو؟

مشرکین عرب کی اس بات کی مزید خرابی وبرائی واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خود ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے گھر لڑکی پیدا ہو جاتی تو مارے شرم وخجالت کے اس کا چہرہ کالا ہو جاتا ہے اور کرب والم سے اس کی حالت غیر ہو جاتی ہے کہ اب وہ لوگوں کو کیسے منہ دکھائے گا اور دو حالتوں کے درمیان حیران و پریشان ہوتا ہے کہ اسے اپنے پاس رہنے دے اور ذلت ورسوائی برداشت کرے، یا زندہ درگور کردے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ کتنا برا ہے کہ جس لڑکی کو وہ اپنے لئے باعث ننگ وعار سمجھتے ہیں، اسے اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں اور اپنے لئے اس سے بہترین یعنی لڑکا پسند کرتے ہیں۔ انہی مشرکین عرب کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ ذلت وحقارت کی تمام صفات سے وہی لوگ متصف ہیں۔ وہی اولاد کے محتاج ہیں وہی لڑکیوں کو ناپسند کرتے ہیں اور بخالت کی وجہ سے انھیں زندہ درگور کرتے ہیں۔ ان کے اندر مذکورہ بالا تمام بری صفات انکار آخرت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور اللہ کے لئے تو تمام اعلیٰ ترین صفات ثابت ہیں، وہ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے وہ سارے جہاں کا پالنے والا اور سب کا مالک ہے ساری بھلائیاں اسکے ہاتھ میں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ کوئی اس کا مقابل ہے اور نہ اسکی کوئی اولاد ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کی بنا پر پکڑنے لگتا تو زمین پر کوئی جاندار مخلوق باقی نہ رہ جاتی لیکن وہ ایک معین عرصہ تک ڈھیل دیئے جاتا ہے پھر جب ان کی مدت آجاتی ہے تو (اللہ کا عذاب) ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا (۶۱)

آیت ۶۱: یہ اس کا حلم ہے اور اس کی حکمت ومصلحت کا تقاضا کہ وہ نافرمانیاں دیکھتا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی نعمتیں نہ سلب کرتا ہے اور نہ فوری مواخذہ ہی کرتا ہے۔ حالانکہ اگر ارتکاب معصیت کے ساتھ ہی مواخذہ کرنا شروع کردے تو ظلم ومعصیت اور کفر وشرک اتنا عام ہے کہ روئے زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے کیوں کہ جب برائی عام ہو جائے تو پھر عذاب عام میں نیک لوگ بھی ہلاک

کر دیئے جاتے ہیں تاہم آخرت میں وہ عنداللہ سرخ رو رہیں گے جیسا کہ حدیث میں وضاحت آئی ہے، ملاحظہ ہو (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۱۱۸) یہ اس حکمت کا بیان ہے جس کے تحت وہ ایک خاص وقت تک مہلت دیتا ہے تاکہ ان کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے، دوسرے ان کی اولاد میں سے کچھ ایماندار نکل آئیں۔

یہ ان کی دوسری خرابی کا بیان ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ کرتے ہیں لیکن ان کی زبانیں یہ جھوٹ بولتی ہیں کہ ان کا انجام اچھا ہے، ان کے لئے بھلائیاں ہیں اور دنیا کی طرح ان کی آخرت بھی اچھی ہوگی۔ یقیناً ان کا انجام ''اچھا'' ہے اور وہ ہے جہنم کی آگ جس میں وہ دوزخیوں کے پیش رو یعنی پہلے جانے والے ہوں گے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

لوگ اللہ کیلئے جو تجویز کرتے ہیں اسے خود ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بکتی ہیں کہ ان کیلئے بھلائی ہے' ان کے لئے یقینی چیز تو جہنم کی آگ ہے اور اس میں یہ سب سے آگے ڈھکیلے جائیں گے (۶۲) اللہ کی قسم! ہم آپ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیج چکے ہیں تو شیطان انہیں ان کے کرتوت مزین کر کے دکھاتا رہا اور آج بھی وہی ان (کفار) کا سرپرست ہے اور انہیں المناک عذاب ہوگا (۶۳) ہم نے آپ پر یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں آپ ان کیلئے (حقیقت) واضح کر دیں نیز یہ کتاب ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے (۶۴)

آیت ۶۴: اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منصب بیان کیا گیا کہ عقائد و احکام شرعیہ کے سلسلے میں یہود و نصاریٰ کے درمیان اور اسی طرح مجوسیوں اور مشرکین کے درمیان اور دیگر اہل ادیان کے درمیان جو باہم اختلاف ہے، اس کی اس طرح تفصیل بیان فرمائیں کہ حق اور باطل واضح ہو جائے تاکہ لوگ حق کو اختیار اور باطل سے اجتناب کریں۔ (احسن البیان)

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۸/۱۴ وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ

اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا' بلاشبہ اس میں بھی لوگوں کیلئے نشانی ہے جو غور سے سنتے ہیں (۶۵) نیز تمہارے لئے

لَعِبْرَةً ۗ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ
فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾
وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ
مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

چوپایوں میں بھی عبرت ہے ان کے پیٹوں میں فضلہ اور خون موجود ہوتا ہے ان کے درمیان سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے (٦٦) نیز کھجور اور انگور کے پھلوں سے بھی (پلاتے ہیں) جسے تم شراب بنا لیتے ہو اور عمدہ رزق بھی' اہل عقل کیلئے اس میں بھی ایک نشانی ہے (٦٧)

آیت ٦٦ تا ٦٩۔ آیت: ۴۴ سے ۴۹۔ تک ربوبیت الٰہی کی بخشائشوں کا نقشہ کھینچا ہے، ساتھ ہی اس کی صنعت و حکمت کی کرشمہ سازیوں پر بھی توجہ دلائی ہے اور بحیثیت مجموعی ربوبیت، رحمت اور حکمت کا استدلال ہے۔

فرمایا: تمہاری غذا میں تین چیزیں سب سے زیادہ مفید اور لذیذ ہیں۔ دودھ، پھلوں کا عرق اور شہد تم میں سے کوئی نہیں جو ان تین نعمتوں کو نہ جانتا ہو۔ یہ تمہاری روزانہ غذا کا جوہر، لذتِ طعم کا ذریعہ اور جسمانی شفا کا نسخہ ہے۔

آیت ٦٦: انعام (چوپائے) سے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ، دنبہ مراد ہوتے ہیں۔ یہ چوپائے جو کچھ کھاتے ہیں معدے میں جاتا ہے۔ اسی خوراک سے دودھ، خون، گوبر اور پیشاب بنتا ہے۔ خون رگوں میں اور دودھ تھنوں میں اسی طرح گوبر اور پیشاب اپنے اپنے مخرج میں منتقل ہو جاتا ہے اور دودھ میں نہ خون کی رنگت شامل ہوتی ہے نہ گوبر اور پیشاب کی بدبو۔ سفید اور شفاف دودھ باہر آتا ہے جو آسانی سے حلق کے نیچے اتر جاتا ہے۔ (احسن البیان)

دودھ جو بچپن سے لے کر بڑھاپے تک تمہاری سب سے زیادہ دل پسند غذا ہوتی ہے کس طرح اور کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ تم نے کبھی غور کیا؟ اگر غور کرتے تو تمہارے فہم و عبرت کے لئے صرف یہی ایک بات کافی تھی۔ یہ اسی جسم میں بنتا ہے جس جسم میں غلاظت بنتی ہے، جو طرح طرح کی آلائشوں سے بھرا ہوا ہے، جس میں اگر کوئی سیال چیز موجود ہوتی ہے تو وہ خون ہے جسے کبھی ہونٹوں سے لگانا پسند نہ کرو، پھر دیکھو! جانوروں میں اس کے اترنے کی جگہ کیا ہے؟ وہیں جس کے قریب ہی پیشاب و پائخانہ کی جگہ ہے یعنی ایک ہی کارخانے میں ایک ہی مادے سے اور ایک ہی طرح کے برتنوں میں ایک طرف تو غلاظت بنتی اور نکلتی رہتی ہے جسے تم دیکھنا بھی پسند نہ کرو۔ دوسری طرف ایک ایسا جوہر غذا و لذت بھی بنتا اور نکلتا ہے جسے تم دیکھتے ہی اٹھا لو اور بغیر کسی کدورت کے ایک ایک قطرہ پی جاؤ۔ کون ہے جس کی حکمت نے یہ عجیب و غریب کارخانہ بنا دیا؟ کون ہے جو ایسے عجیب طریقوں سے زندگی کے بہترین وسائل بخش رہا ہے؟ اور پھر کیا ممکن ہے کہ قدرت کی یہ کارفرمائی، حکمت کی یہ صنعت طرازی، ربوبیت کی یہ چارہ سازی بغیر کسی قدیر، حکیم اور رب العالمین ہستی کے ظہور میں آ گئی ہو؟

پھلوں میں طرح طرح کے خوش ذائقہ عرق پیدا ہوتے ہیں اور انھیں مختلف طریقوں سے تم کام میں لاتے ہو مثلاً کھجور اور انگور کے درخت ہیں۔ ان کے عرق سے نشہ کی چیز بناتے ہو اور اچھی اور جائز غذائیں بھی اس سے بنتی ہیں۔ لیکن یہ پھل پیدا کس طرح ہوئے؟ کھجور اور انگور کا ہر دانہ شیرینی اور غذائیت کی ایک بند شیشی ہے جو درختوں میں لٹکنے لگتی ہے اور تم ہاتھ بڑھا کر لے لیتے ہو، لیکن یہ بنتی کس کارخانے میں ہے؟ زمین اور مٹی میں، یعنی اس مٹی میں جس کا ایک ذرہ بھی تمہارے منہ میں پڑ جاتا ہے تو بے اختیار ہو کر تھوکنے لگتے ہو۔ تم خشک گٹھلیاں مٹی میں پھینک دیتے ہو، مٹی وہی گٹھلی ان نعمتوں کی شکل میں تمہیں واپس دے دیتی ہے۔ کون ہے جس کی ربوبیت وحکمت مٹی کے ذروں سے یہ خزانے اگلوا رہی ہے؟ خوش بو، ذائقہ اور غذائیت کے خزانے! (ترجمان القرآن)

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾

نیز آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور (انگور وغیرہ کی) بیلوں میں اپنا گھر (چھتا) بنا (٦٨) پھر ہر قسم کے پھل سے رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کردہ راہوں پر چلتی رہ ان مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب (شہد) نکلتا ہے، جس میں لوگوں کیلئے شفا ہے یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے غور وفکر کرنے والوں کیلئے (٦٩)

آیت ٦٩: شِفَآءٌ میں تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔ یعنی بہت سے امراض کے لئے شہد میں شفاء ہے۔ یہ نہیں کہ مطلقاً ہر بیماری کا علاج ہے۔ علماء طب نے بھی صراحت کی ہے کہ شہد یقیناً ایک شفا بخش قدرتی مشروب ہے۔ لیکن مخصوص بیماریوں کے لئے نہ کہ ہر بیماری کیلئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوا (میٹھی چیز) اور شہد پسند تھا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5011) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تین چیزوں میں شفاء ہے۔ فصد کھلوانے (پچھنے لگانے) میں، شہد کے پینے میں اور آگ سے داغنے میں۔ لیکن میں اپنی اُمت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5248)

حدیث میں ایک واقعہ بھی آتا ہے۔ اسہال (دست) کے مرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد پلانے کا مشورہ دیا جس سے دستوں میں اضافہ ہوگیا، آکر بتلایا گیا، دوبارہ آپ نے شہد پلانے کا مشورہ دیا، جس سے مزید فضلات خارج ہوئے۔ اور گھر والے سمجھے کہ شاید مرض میں اضافہ ہوگیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ جا اسے شہد پلا چنانچہ تیسری مرتبہ میں اسے شفاء حاصل ہوگئی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5277)

شہد کے چھتوں کو دیکھو۔ یہ کارخانے ہیں جن میں تمہارے لئے شب وروز شہد تیار ہوتا رہتا ہے۔ تم دنیا کے سارے پھول اور

پھل جمع کر کے چاہو کہ شہد کا ایک قطرہ بنالو تو کبھی نہ بنا سکو گے۔ لیکن چھوٹی سی مکھی بناتی رہتی ہے اور اس نظم وضبط، محنت و استقلال، تحسین و تدقیق، تربیت و تناسب، اجتماع و اشتراک اور یکسانیت و ہم آہنگی کے ساتھ بناتی رہتی ہے کہ اس کی ہر بات ہماری عقلوں کو مجبور کر دینے والی اور ہماری فکروں کی ساری توجیہوں اور تعلیلوں پر دروازہ بند کر دینے والی ہے۔

قرآن کے الفاظ پر غور کرو! کس طرح معاملے کے دقائق واضح کر دیئے ہیں؟ چوں کہ شہد کی مکھی کی یہ صنعت گری جدوجہد، نظم وضبط اور سرگرمی و باقاعدگی کا ایک پورا سلسلہ ہے جو عرصے تک جاری رہتا ہے اور یکے بعد دیگرے بہت سی منزلوں سے گذر کر مکمل ہوتا ہے، اس لئے اس کے کاموں کو "سبل" سے تعبیر کیا، یعنی عمل کی راہوں سے "فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ" اور پھر چوں کہ اس بات پر توجہ دلانا مقصود تھا کہ جو راہِ عمل ٹھہرا دی گئی ہے اس پر ٹھیک ٹھیک چلتی رہتی ہے، کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ذرا بھی ادھر ادھر ہو: اس لئے فرمایا: "ذُلُلًا" حکم الٰہی کے آگے جھکی ہوئی کام کئے جاؤ۔ چنانچہ اس کا ہر فرد اس طرح حکم الٰہی کے آگے جھک گیا ہے کہ ممکن نہیں کسی کو راہِ عمل سے منحرف ہوتا ہوا پاؤ۔ یاد رہے کہ جس وقت تک ہندوستان کا گنا دوسرے ملکوں میں نہیں پہنچتا تھا، میٹھی غذاؤں کے بنانے کا تمام تر دارومدار شہد ہی پر تھا یا پھر ایسے پھلوں پر جو بہت زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ جیسے کھجور۔ سکندر اعظم جب ہندوستان آیا تھا اور یونانیوں نے یہاں کی قند کھائی تھی تو خیال کیا تھا یہ بلور کی طرح کوئی معدنی چیز ہے جس کا مزہ شہد کی طرح میٹھا ہوتا ہے غالباً سب سے پہلے عربوں نے ہندوستانی گنے کی کاشت مصر میں کی، اور پھر مصر سے ''مغربی'' یورپ میں پہنچی۔ پس شہد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا گیا کہ دنیا کے اکثر حصوں میں مٹھاس کا مادہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا نیز یہ محض لذیذ غذا ہی نہیں ہے، بلکہ کتنی ہی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا بھی ہے۔

''وحی'' مخفی اشارے کو کہتے ہیں اور یہاں لغوی معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ فرمایا: یہ ربوبیت الٰہی کی وحی ہے جو تمام مخلوقات کو ان کے کاموں پر لگاتی ہے اور جس نے ایک حقیر سے جانور میں سعی و عمل کی ایسی حیرت انگیز قوت پیدا کر دی ہے۔ (ترجمان القرآن)

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۧ ﴿۷۰﴾ وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

ع ۵ ۱۵

اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور تم میں سے بعض کو رذیل ترین عمر تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ علم کے بعد وہ کچھ نہ جانے۔ بلاشبہ اللہ سب جاننے والا اور قادر ہے (۷۰) نیز اللہ نے تمہیں رزق کے معاملہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے' پھر جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف لوٹانے والے نہیں ہیں کہ آقا و غلام سب برابر ہو جائیں' کیا پھر وہ اللہ کی نعمتوں کا ہی انکار کرتے ہیں؟ (۷۱) اللہ نے تمہارے لئے تم ہی میں سے ازواج

أَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ ؕ إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

بنائیں اور تمہاری ازواج سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا۔ کیا پھر وہ باطل (معبودوں) پر یقین رکھتے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں (۷۲) اللہ کے سوا وہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ آسمانوں اور زمین سے انہیں رزق مہیا کرنے کا کچھ اختیار نہیں رکھتیں اور نہ ہی وہ یہ کام کر سکتی ہیں (۷۳) اللہ کیلئے مثالیں نہ بیان کیا کرو' بلاشبہ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (۷۴) اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے ایک غلام ہے جو خود کسی کی ملکیت ہے' وہ کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا وہ ہے جسے ہم نے عمدہ رزق عطا کیا' پھر وہ اس میں سے خفیہ اور علانیہ بہر طور خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ سب تعریف اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے بلکہ اکثر لوگ (یہ بات بھی) نہیں جانتے (۷۵)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی بیوقوفی کا ذکر کیا کہ وہ اس اللہ کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے بے جان پتھروں اور درختوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اب ان آیات میں دو مثالوں کے ذریعہ اس بات کو واضح کیا کہ شرک غلط چیز ہے اور غیر اللہ بے جان ہیں کمزور اور بے حس ہیں۔

پہلی مثال: دو آدمی ہیں ایک بہت بڑا مالدار ہے رات دن غریبوں، یتیموں، محتاجوں کی مدد کر رہا ہے اور ایک فقیر اور کنگال ہے کیا دو انسان برابر ہو سکتے ہیں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر خدا اور بندے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ کے مقابلے میں بے جان پتھر کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

دوسری مثال: ایک آدمی گونگا ہے ایک بات بھی بول نہیں سکتا دوسرا آدمی اپنی بات کو اچھی طرح بول سکتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ اور بے جان پتھر بے جان بت برابر نہیں ہو سکتے۔ بت بے جان ہیں کچھ بول نہیں سکتے کچھ کر نہیں سکتے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ اچھی طرح بول سکتا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے اس نے حلال کو اختیار کرنے اور حرام کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے اس نے توحید کا حکم دیا ہے اور شرک سے منع کیا ہے۔ اس نے ماں باپ کی خدمت کا حکم دیا ہے اور ان کی نافرمانی سے روکا

ہے اور بت کسی اچھی بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی بری بات سے منع نہیں کرتے، لہٰذا صرف اللہ کی عبادت کرنا صحیح ہے اور اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو یا قبروں کو سجدہ کرنا غلط ہے۔

آیت ۷۵: یہ بتوں اور اللہ تعالیٰ کی مثال ہے کہ جس طرح غلام جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اور اپنے آقا کے مال میں اس کی بغیر اجازت کے تصرف کرنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے، اس آزاد انسان کے برابر نہیں ہو سکتا جسے اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت سے نوازا ہے اور پوری آزادی اور فراوانی سے دن اور رات خرچ کرتا ہے، حالانکہ اللہ کی مخلوق اور انسان ہونے میں دونوں برابر ہیں، لیکن دونوں کے حالات برابر نہیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو سارے جہاں کا مالک و پالنہار ہے، اس کے برابر پتھر کے تراشے ہوئے بت کیسے ہو سکتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہے اس لئے تمام نعمتیں اس کی دی ہوئی ہیں۔ پتھروں کے بنے ہوئے اصنام کیسے کسی حمد وثنا کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن اکثر لوگ (جو شرک کرتے ہیں) اس بات کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اس دوسری مثال کے ذریعہ بھی بتوں اور اللہ کے درمیان فرق واضح کیا گیا ہے، ایک آدمی گونگا اور بہرا ہے اپنی بات کسی سے کہہ نہیں سکتا اور نہ ہی کسی مفید قول و عمل کی قدرت رکھتا ہے اور اپنے رشتہ داروں پر یکسر بوجھ بنا ہوا ہے کسی بھی حیثیت سے نہ اپنے کام کا ہے اور نہ دوسروں کے کام کا، ایسا آدمی اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو گفتگو کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، ہوش و خرد کا مالک ہے، لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دے کر انہیں نفع پہنچاتا ہے اور اچھے اخلاق والا اور صاحب دین ہے اور اپنا مقصد آسان اور سیدھے راستوں سے حاصل کر لیتا ہے؟ جس طرح یہ دونوں آدمی برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے، اس کے برابر وہ پتھر کے بت کیسے ہو سکتے ہیں جنہیں بت پرست ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈھوتا پھرتا ہے اور وہ اس کے لئے بوجھ بنے ہوئے ہیں، نہ اسے نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان؟ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ ع ۱۰ ۱۶

نیز اللہ ایک اور مثال بیان کرتا ہے: دو آدمی ہیں جن میں سے ایک گونگا (بہرا) کسی بات کی قدرت نہیں رکھتا وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے مالک اسے جہاں بھیجتا ہے وہ بھلائی سے نہیں آتا، کیا ایسا شخص دوسرے کے برابر ہو سکتا ہے؟ جو انصاف کے ساتھ حکم دیتا ہے اور صراط مستقیم پر گامزن ہے (۷۶) آسمانوں اور زمین کے خفیہ حقائق کا علم اللہ ہی کو ہے اور ساعت (قیامت) کا معاملہ یوں ہوگا جیسے آنکھ کی جھپک یا اس سے جلد تر واقع ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے (۷۷)

آیت ۷۷: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دو آدمی کپڑا بچھائے سودا بازی کر رہے ہوں گے اور وہ ابھی سودا بازی اور کپڑا لپیٹنے سے فارغ نہ ہوئے ہوں گے کہ قیامت آ جائے گی اور ایک آدمی اونٹنی کا دودھ لے کر جا رہا ہوگا اور وہ ابھی اسے پینے نہ پائے گا کہ قیامت آ جائے گی۔ اور ایک آدمی اپنا حوض لیپ پوت رہا ہوگا ابھی نہ اس میں پانی بھرا جائے گا اور نہ پیا جائے گا کہ قیامت آ جائے گی اور ایک آدمی کھانے کا نوالہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور ابھی اس سے منہ میں نہ ڈالا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6025)

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸	اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے (اس حال) میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو (۷۸)

آیت ۷۸: لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا میں جو شَيْـًٔا استعمال ہوا ہے اس کے معنی ہیں "کچھ بھی" یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تو اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، نہ سعادت و شقاوت کو، نہ فائدے اور نقصان کو، اور اس نے تمہیں کان دیئے تاکہ کانوں کے ذریعے سے آوازیں سنو، آنکھوں کے ذریعہ سے چیزوں کو دیکھو اور دل یعنی عقل دی (کیوں کہ عقل کا مرکز دل ہے)، جس سے چیزوں کے درمیان تمیز کر سکو اور نفع نقصان پہچان سکو، جوں جوں انسان بڑا ہوتا ہے، ان قویٰ و حواس میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ جب انسان شعور اور بلوغت کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس کی یہ صلاحیتیں بھی قوی ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ پھر کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔

یعنی یہ صلاحیتیں اور قوتیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے عطا کی ہیں کہ انسان ان اعضاء و جوارح کو اس طرح استعمال کرے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ ان سے اللہ کی عبادت و اطاعت کرے یہی اللہ کی ان نعمتوں کا عملی شکر ہے۔ حدیث میں آتا ہے "میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے محبوب وہ چیزیں ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ علاوہ ازیں نوافل کے ذریعے بھی وہ میرا زیادہ قرب حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے حتیٰ کہ اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور مجھ سے کسی چیز سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:6021)

اس حدیث کا بعض لوگ غلط مفہوم لے کر اولیاء اللہ کو الٰہی اختیارات کا حامل باور کراتے ہیں، حالانکہ حدیث کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اپنی اطاعت و عبادت اللہ کے لئے خاص کر لیتا ہے تو اس کا ہر کام صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے، اپنے کانوں سے وہی بات سنتا ہے اور اپنی آنکھوں سے وہی چیز دیکھتا ہے جس کی اللہ نے اجازت دی ہے جس چیز کو ہاتھ سے

پکڑتا ہے یا پیروں سے چل کر اس کی طرف جاتا ہے تو وہ وہی چیز ہوتی ہے جس کو شریعت نے روا رکھا ہے۔ وہ ان کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہیں کرتا بلکہ صرف اطاعت میں استعمال کرتا ہے۔ (احسن البیان)

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱ / ۱۷

کیا انھوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمانی فضا میں کیسے مسخر ہیں؟ انہیں اللہ ہی تھامے ہوئے ہے جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں (۷۹) اللہ نے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا اور جو چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے ایسے گھر (خیمے) بنائے، جنہیں تم نقل مکانی اور قیام دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون، پشمہ اور بالوں سے تمہارے لئے گھر کا سامان اور کچھ مدت کے لئے سامان معیشت بنایا (۸۰) نیز اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنے مخلوق (کی اکثر چیزوں) کے سائے بنائے اور پہاڑوں میں کمین گاہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے لبادے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ اور جو لڑائی کے وقت تمہیں بچاتے ہیں اللہ اس طرح تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرمانبردار رہو (۸۱) پھر اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو (اے نبی!) آپ پر واضح طور پر پیغام پہنچا دینے کی ہی ذمہ داری ہے (۸۲) وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے بھی ہیں مگر پھر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور ان میں اکثر ناشکرے ہیں (۸۳)

آیت ۸۲: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان تمام نعمتوں کو گنائے جانے اور حق کو اس وضاحت کے ساتھ بیان کئے جانے کے باوجود اسلام سے روگردانی کرتے ہیں، تو آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اور اب ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا۔

آیت ۸۳: میں فرمایا کہ مشرکین مکہ جانتے ہیں کہ مذکورہ بالا تمام نعمتوں کا خالق اللہ ہے، لیکن کہتے ہیں کہ یہ ہمیں ہمارے معبودوں کی سفارشات سے ملی ہیں، اور اس طرح ان میں سے اکثر لوگ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا
يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾
وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ
عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ
شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ
فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ
اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا الثلثة
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ
بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ
اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ
شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى
لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ ع ۱۲/۱۸
وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ
الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے تو پھر کافروں کو نہ تو (عذر پیش کرنے کی) اجازت دی جائے گی اور نہ ہی توبہ کا موقع دیا جائے گا (۸۴) اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھ لیں گے تو پھر ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی، نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی (۸۵) اور جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: ''ہمارے رب! یہ ہمارے (خودساختہ) شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے، اس پر (وہ شریک) کہیں گے کہ ''تم یقینا جھوٹے ہو'' (۸۶) اس دن وہ اللہ کے حضور اپنی فرمانبرداری پیش کریں گے اور جو کچھ وہ افترپردازیاں کرتے تھے سب ان سے گم ہو جائے گی (۸۷) (یہ وہ لوگ ہوں گے) جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکتے رہے، ہم ان کے عذاب پر مزید عذاب کا اضافہ کرتے جائیں گے اس لئے کہ وہ فساد مچایا کرتے تھے (۸۸) اور جس دن ہم ہر امت سے انہی میں ایک گواہ کھڑا کریں گے اور ان پر ہم آپ کو گواہ لائیں گے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے اور (اس میں) مسلمانوں کیلئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے (۸۹) بلاشبہ اللہ تمہیں عدل، احسان اور قرابت داروں کو (امداد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برے کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے وہ تمہیں اسلئے نصیحت کرتا ہے کہ تم اسے (قبول کرو اور) یاد رکھو (۹۰)

آیت ۸۹-۹۰ آیت میں سلسلۂ بیان نے یہ رخ اختیار کیا تھا کہ ''نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ'' ہم نے تجھ پر ایک کتاب نازل کی جو دین کی تمام باتیں واضح کرتی ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔
لیکن وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت کیوں کر ہوئی؟ اس طرح ہوئی کہ انھیں فلاح و سعادت کی راہ پر چلاتی

ہے، بدعملیوں کی راہوں سے روکتی ہے۔

چنانچہ اس کے بعد ہی سلسلۂ بیان مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوگیا اور فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اللہ کا تمہارے لئے فرمان یہ ہے کہ عدل کو اپنا شیوہ بناؤ، نیک کردار میں سرگرم رہو، قرابت والوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، فحش کاموں سے بچو، ہر طرح کی برائیوں سے اجتناب کرو، ظلم و زیادتی سے کبھی آلودہ نہ ہو۔

جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کے لئے اب آزمائش عقائد میں نہ تھی اعمال میں تھی اس لئے اس آیت میں عملی زندگی کی تمام مہمات بیان کر دیں۔ یہ گویا قرآن کے اس وصف کی تفسیر ہے جو پچھلی آیت میں بیان کیا گیا تھا کہ ''تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ'' اس لئے مفسرین نے اسے جوامع آیات میں شمار کیا ہے۔ عدل تمام محاسن اعمال کی اصل ہے، جس انسان کے اندر یہ بات پیدا ہوگئی کہ جو بات کرنی چاہئے انصاف کے ساتھ کرنی چاہئے اس نے سب کچھ پالیا۔ احسان سے یہاں مقصود حسن عمل ہے۔ جو بات کرو حسن و خوبی کی کرو، نیکی اور بھلائی کی کرو، یعنی بنیادی عمل بھلائی ہو، برائی نہ ہو، جس نے یہ بات پالی اس کے لئے اور کیا باقی رہا؟ پھر جو ہم سے قریب کا رشتہ رکھتے ہیں وہ ہمارے حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں، اس لئے ''وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى'' کی رعایت بھی ضروری ہوئی اور اس حکم پر اوامر کا معاملہ پورا ہوگیا۔ پھر فحشاء، منکر اور بغی سے روک کر نواہی کے سارے مقاصد پورے کر دیئے، فحش سے مقصود وہ برائیاں ہیں جو حد درجے کی برائیاں تسلیم کر لی گئی ہیں۔ مثلاً زنا، کنجوسی، افترا پردازی، منکر میں ہر طرح اور ہر قسم کے درجے کی برائیاں آ گئیں۔ بغی میں ہر طرح کی زیادتی آ گئی کسی گوشے اور کسی شکل میں کی گئی ہو۔ جو کتاب ایسے سانچے لے کر آئی ہو، جس سے ایسے اعمال ڈھلتے ہوں جو ایسی زندگیاں بناتی ہوں، اگر وہ ہدایت، رحمت اور بشارت نہیں ہے تو اور کس نام سے اسے پکارا جا سکتا ہے۔ (ترجمان القرآن)

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۟ ﴿۹۱﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور جب تم نے اللہ سے کوئی عہد کیا تو اسے پورا کرو اور اپنی قسموں کو پکا کرنیکے بعد مت توڑو جبکہ تم اپنے (قول و قرار) پر اللہ کو ضامن بنا چکے ہو بلاشبہ جو تم کرتے ہو، اللہ اسے خوب جانتا ہے (۹۱) اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا پھر خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تم اپنی قسموں کو باہمی معاملات میں مکر و فریب کا ذریعہ بناتے ہو کہ ایک جماعت سے دوسری جماعت ناجائز فائدہ حاصل کرے اللہ ان (قسموں اور معاہدوں) سے تمہاری آزمائش کرتا ہے اور قیامت کے دن تم پر یقیناً اس بات کی وضاحت کر دے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے (۹۲)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں شرک کی برائی بیان کی گئی تھی کہ ایک مشرک انسان کا عقیدہ اور عمل غلط ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے اندر بہت سی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ نفس پرست اور شیطان کا تابع ہو جاتا ہے پھر جہنم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ ایک مومن کا عقیدہ اور عمل اچھا ہوتا ہے اس لئے اس کے اخلاق بھی اچھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی دنیوی زندگی کافروں کے مقابلہ میں بہت اچھی بنا دیتا ہے۔

آیت ۹۱: ایفاء عہد اللہ ہی کا حکم ہے، اس لئے عہد پورا کرو اور مقدور بھر قسموں کا احترام کرو۔ فرمایا: لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً الخ البقرۃ (۲۲۴) اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ فرمایا: ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ.. الخ المائدۃ (۸۹) یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ سب آیتوں کو ملا کر یہ مطلب نکلا کہ مقدور بھر قسم نہ کھاؤ اور اگر قسم کھالو تو پھر اسے نبھاؤ اور ہرگز نہ توڑو، ہاں اگر گناہ پر قسم کھالی ہے تو اس کا توڑ دینا ضروری ہے، اسے توڑ کر قسم کا کفارہ دے دو، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں کسی بات پر قسم کھا بیٹھوں، پھر اس سے بہتر کوئی اور بات دیکھ لوں تو ان شاء اللہ بہتر بات پر عمل کروں گا اور قسم کا کفارہ دیدوں گا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6133)

آیت ۹۲: مکہ میں ایک بیوقوف عورت رہا کرتی تھی یہ دن بھر سوت کاتتی اور شام کو توڑ ڈالا کرتی تھی۔ یہ اس کی مثال ہے جو عہد شکنی کرے۔ عہد شکنی حالت کمزوری میں بھی منع ہے۔ پھر فرمایا: کیا قسموں کو آپس میں مکر وفریب کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو کہ ایک قوم دوسری قوم سے جو زیادہ ہے قسمیں کھا کر اسے اطمینان دلا دے پھر موقع پا کر عہد توڑ ڈالے اللہ نے اس عہد شکنی سے بھی منع فرمایا ہے تاکہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ ہو جائے جب اس حالت میں عہد شکنی منع ہے تو طاقت کے ہوتے ہوئے بدرجۂ اولیٰ منع ہے پھر فرمایا (اربی) یعنی اکثر لوگ قوی اور کثیر دشمن سے معاہدہ کرلیا کرتے تھے، پھر ان پر بے خبری میں حملہ کر دیا کرتے تھے یا کسی سے معاہدہ کرنے کے بعد اگر کسی کو ان سے زیادہ اور طاقتور پاتے تو پہلے سے معاہدہ توڑ کر ان سے معاہدہ کر لیتے تھے، اس سے مسلمان روک دیئے گئے پھر فرمایا اللہ تمہیں اس کثرت سے اور عہد پورا کرنے کے حکم سے آزماتا ہے تاکہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے جھگڑوں کی خبر دے اور ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے عملوں کا بدلہ دے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے رہے ہو اس کے متعلق ضرور تمہاری بازپرس ہوگی (۹۳) نیز تم اپنی قسموں کو باہمی معاملات میں دھوکا دینے کا ذریعہ نہ بناؤ، ورنہ قدم جم جانے کے بعد پھر پھسل جائیں گے اور جو تم اللہ کی راہ سے روکتے رہے اس کی پاداش میں تمہیں برا

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾

نتیجہ بھگتنا ہوگا اور (آخرت میں) تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا (۹۴) اللہ سے کئے ہوئے عہد کو تھوڑی سی قیمت کے عوض مت بیچو' کیونکہ جو (اجر) اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو (۹۵)

آیت ۹۴: دھوکہ دینے کیلئے جھوٹی قسمیں کھانے سے ڈرایا جارہا ہے تاکہ قدم صحیح راہ پر جم جانے کے بعد پھسل نہ جائیں یہ اس کی مثال ہے جو سیدھی راہ پر آ جانے کے بعد اس سے ہٹ کر ایک طرف کو ہو گیا اور جھوٹی قسمیں کھا کر ہدایت سے بھٹک گیا، کیونکہ جھوٹی قسمیں اللہ کی راہ سے روک دیتی ہیں۔ جب کوئی غیر مسلم دیکھتا ہے کہ فلاں مسلمان نے عہد کر کے توڑ ڈالا تو اسلام کے بارے میں اس کے اچھے خیالات نہیں رہتے اور اعتبار جاتا رہتا ہے اور وہ اسلام قبول کرنے سے رک جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا: تم اللہ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے برائی چکھو گے اور تمہارے لئے بڑا بھاری عذاب تیار ہے۔

آیت ۹۵: قسموں کے عوض دنیا کا چند روزہ سامان اور اس کی ناپائدار بہار نہ خریدو۔ کیونکہ دنیا ساری بھی کچھ نہیں اس کے مقابلہ میں تمہارے لئے اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بہت کافی ہے یعنی جو ایمان لا کر اللہ سے ثواب کا امیدوار ہو اس کا ثواب اس کے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر عہد کا پابند رہے۔ دنیوی چیزیں ناپائدار ہیں کیونکہ دنیا ہی چند دن ہے اور اللہ کا ثواب پائدار، نہ ختم ہونے والا اور ہمیشہ رہنے والا ہے، پھر اللہ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں صبر کرنے والوں کو ان کیلئے بہترین عملوں کا ضرور بدلہ دوں گا اور ان کی برائیوں سے یقیناً درگزر کروں گا۔ (الفضل الکبیر تفسیر ابن کثیر)

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے اچھے اعمال کے مطابق ضرور ان کا اجر عطا کریں گے (۹۶) جو شخص بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ان کے بہترین اعمال کے مطابق انہیں ان کا اجر عطا کریں گے (۹۷)

آیت ۹۷: حیات طیبہ: (بہتر زندگی) سے مراد دنیا کی زندگی ہے اس لئے کہ آخرت کی زندگی کا ذکر اگلے جملے میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک مومن باکردار کو صالحانہ اور متقیانہ زندگی گزارنے اور اللہ کی عبادت و اطاعت اور زہد و قناعت میں جو لذت و

حلاوت محسوس ہوتی ہے، وہ ایک کافر اور نافرمان کو دنیا بھر کی آسائشوں اور سہولتوں کے باوجود میسر نہیں آتی، بلکہ وہ یک گونہ قلق و اضطراب کا شکار رہتا ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ: ۱۲۴) جس نے میری یاد سے اعراض کیا، اس کا گزران تنگی والا ہوگا۔ (احسن البیان)

آیت ۹۷: چونکہ قرآن کریم اللہ کی برحق کتاب ہے اور حق کا ایک دشمن اور مخالف ضرور ہوتا ہے جو اس کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جب آپ قرآن کی آیت تلاوت کریں تو اللہ کی مردود شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگیں۔ شوکانی کہتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے شیطان کے شر سے پناہ مانگنا ضروری ہوا، تو دوسرے نیک اعمال کرنے سے پہلے اس کے شر سے پناہ مانگنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوا۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳/۱۱/۱۹

پھر جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں (۹۸) اس کا ان لوگوں پر کوئی بس نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (۹۹) اس کا بس تو صرف ان پر چلتا ہے جو اسے اپنا سرپرست بناتے ہیں اور ایسے ہی لوگ اللہ کے شریک بناتے ہیں (۱۰۰)

آیات ۹۹۔۱۰۰: میں بیان فرمایا کہ جو اہل ایمان ہوتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور راہِ حق میں اذیتوں پر صبر کرتے ہیں، ان پر شیطان کے وسوسوں کا اثر نہیں ہوتا، وہ لوگ اس کی تمناؤں کو خاک میں ملا دیتے ہیں اور اس کی سازشوں کو ناکام بنا دیتے ہیں، اس کے وسوسوں کا اثر ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں اور اسے اللہ کا شریک بناتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ

اور جب ہم ایک آیت کے بجائے دوسری آیت تبدیل کر کے نازل کرتے ہیں اور اللہ جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے، تو لوگ کہتے ہیں کہ ''تم خود بنا لاتے ہو'' حالانکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے ہیں (۱۰۱) کہیئے: اس قرآن کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو مضبوط بنا دے اور مسلمانوں کیلئے یہ ہدایت اور بشارت ہے (۱۰۲) ہم خوب جانتے ہیں کہ کافر کہتے ہیں کہ کوئی انسان اس (نبی) کو سکھلا

مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ
لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا
يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ
بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ
مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ
صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

جاتا ہے۔ حالانکہ جس شخص کی طرف یہ بات منسوب کرتے
ہیں وہ عجمی ہے اور یہ قرآن سلیس عربی زبان میں ہے (۱۰۳)
بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے انہیں اللہ کبھی
راہ پر نہیں لاتا اور ان کیلئے المناک عذاب ہے (۱۰۴) جھوٹ
تو صرف وہ لوگ افترا کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان
نہیں لاتے' اور یہی لوگ جھوٹے ہیں (۱۰۵) جس شخص نے
ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کیا' مگر یہ کہ وہ مجبور کر دیا
جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو یہ معاف ہے) مگر
جس نے برضا و رغبت کفر قبول کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ
کا غضب ہے اور انہی کیلئے بہت بڑا عذاب ہے (۱۰۶) یہ اس
لئے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند
کیا' اور اللہ کفر کرنے والوں کو ہدایت نہیں دکھاتا (۱۰۷) یہی
لوگ ہیں' جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر
لگا دی ہے اور یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (۱۰۸)
یقیناً یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں (۱۰۹)

آیت ۱۰۶: یہ آیت ان دنوں نازل ہوئی جب مکہ میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ کمزور اور غریب مسلمان خاص طور پر ایسے مظالم کی لپیٹ میں آئے ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک مثال عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی ہے ان کے سامنے ان کے والد یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ ابوجہل لعین نے آپ کی والدہ کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر شہید کر دیا اور خود انہیں شدید ترین اور ناقابل برداشت اذیتیں دی گئیں۔ مجبور ہو کر انہوں نے وہ کلمات ادا کر دیئے جو ظالم کہلوانا چاہتے تھے۔ پھر جب عمار بن یاسرؓ روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا کہ میں اس وقت تک نہیں چھوڑا گیا جب تک میں نے آپ کو برے الفاظ سے یاد نہیں کیا اور جب تک ان کی بتوں کی تعریف نہیں کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے دل کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ ایمان پر مطمئن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کریں تو دوبارہ ایسے ہی کرنا۔ (الطبری 14/237) مگر یہ صرف رخصت ہے ایسا کرنا ضروری نہیں بلکہ صحابۂ کرام ہی میں سے عزیمت کے ایسے پہاڑ تھے کہ انہوں نے اپنے جسم کی بوٹی بوٹی ایک کر کے اتروانی منظور کر لی مگر کفر کا کلمہ ادا نہیں کیا جیسے خبیب بن زید انصاریؓ وغیرہ۔ (تیسیر القرآن)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا
فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٠﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ
تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١١١﴾

ع ١٤ / ٢٠

پھر جن لوگوں نے مصائب اٹھانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کرتے رہے تو آپ کا رب بلاشبہ ان (آزمائشوں) کے بعد انہیں معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۱۱۰) جس دن ہر شخص اپنی بابت ہی جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہر ایک کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا (۱۱۱)

آیت ۱۱۱: قیامت کا ہولناک دن یاد کرو جب ہر شخص اپنی طرف سے خود ہی جھگڑے گا اور کوئی عزیز اس کی حمایت میں نہ جھگڑے گا، نہ باپ بیٹے کی طرف سے اور نہ بیٹا باپ کی طرف سے۔ نہ بھائی بھائی کی طرف سے نہ بیوی شوہر کی طرف سے اور نہ شوہر بیوی کی طرف سے، غرض اس دن اپنے نفس کے سوا کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی، اس دن ہر شخص کو اس کے عملوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا نہ نیکی کا ثواب گھٹے گا اور نہ بدی کی سزا بڑھے گی کسی پر رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً
مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ
فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ
الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَ
لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾

اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جس میں امن وچین تھا اور ہر طرف سے اس کا رزق اسے بافراغت پہنچ رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کا مزہ یہ دکھایا کہ ان پر بھوک اور خوف (کا عذاب) مسلط کر دیا (۱۱۲) ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول آ چکا تھا جسے انہوں نے جھٹلا دیا تو عذاب نے انہیں آ لیا اور وہ ظالم لوگ تھے (۱۱۳)

آیت ۱۱۲: اس مثال سے مکہ والے مراد ہیں مکہ والے امن و عافیت اور اطمینان وسکون سے مکہ میں رہتے تھے، مکہ کے ارد گرد غیر حرم میں لوگوں کو لوٹ لیا جاتا تھا مگر مکہ میں آ جانے والا امن و عافیت سے بےفکر و بےخوف رہتا تھا۔ فرمایا: وَقَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ (القصص:۵۷) مشرک بولے: اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی سرزمین سے اچک لئے جائیں، کیا ہم نے انھیں امن والے حرم میں جگہ نہیں دی، جہاں طرح طرح کے پھل کھینچ کھینچ کر آتے ہیں جو ہمارے پاس والی روزی ہے یہاں بھی یہی فرمایا کہ مکہ میں ہر چیز بافراغت چاروں طرف سے کھینچ کھینچ کر آتی تھی لیکن مکہ والوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اور سب سے بڑی نعمت (رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ٹھکرا دیا، فرمایا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ (ابراہیم:۲۸-۲۹) کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت

کفر سے بدل ڈالی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں جا اتارا یعنی جہنم میں، جس میں وہ داخل ہوں گے اور جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

اکثر مفسرین نے اس قریہ (بستی) سے مکہ ہی مراد لیا۔ یعنی اس میں مکہ اور اہل مکہ کا حال بیان کیا گیا ہے اور یہ اس وقت ہوا جب اللہ کے رسول نے ان کے لئے بددعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:762)

اے اللہ! مضر قبیلے پر اپنی سخت گرفت فرما اور ان پر اس طرح قحط سالی مسلط کر دے جس طرح یوسف کے زمانہ میں مصر میں ہوئی۔ چنانچہ اللہ نے مکہ کے امن کو خوف سے اور خوش حالی کو قحط سے بدل دیا۔ حتی کہ ان کا یہ حال ہوا کہ ہڈیاں اور درختوں کے پتے کھا کر انھیں گزارا کرنا پڑا۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ غیر معین بستی ہے۔ اور تمثیل کے طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کفرانِ نعمت کرنے والے لوگوں کا یہ حال ہوگا۔ اس کے اس عموم سے جمہور مفسرین کو بھی انکار نہیں ہے (چاہے وہ جہاں بھی ہوں اور جب بھی ہوں) گو نزول کا سبب ان کے نزدیک خاص ہے۔ اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ (احسن البیان)

ناشکری سلب نعمت کا موجب ہے

آخر ناشکری کا یہ انجام ہوا کہ ان کا امن بھی جاتا رہا اور بافراغت روزی بھی چھن گئی اللہ نے ان پر بھوک اور ڈر مسلط فرما دیا اور انھیں بھوک و پیاس اور خوف کا لباس پہنا دیا کیونکہ انھوں نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی اور آپ کے خلاف سازشیں کیں، آخر آپ نے تنگ آ کر عہد یوسف کی طرح سات سال قحط کی بددعا فرما دی، پھر تو ایسا ہولناک قحط پڑا کہ لوگوں کا تمام سرمایہ ختم ہو گیا اور انھیں خون میں لتھڑی ہوئی اونٹوں کی کھالیں کھانی پڑیں اور امن کے بجائے ان پر مسلمانوں کا رعب چھایا کہ انھیں ہر چیز چھنتی ہوئی نظر آنے لگی، آخر کار ان کے کرتوتوں، بغاوتوں اور جھٹلانے کی وجہ سے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح کرا دیا۔

مکہ والوں نے اللہ کے احسان عظیم کی ناقدری کی، فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ (آل عمران: ۱۶۴) مومنوں پر اللہ کا یہ زبردست احسان ہے کہ اس نے ان پر ایک رسول بھیجا۔ (۲) فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا... الخ (الطلاق: ۱۱-۱۵) اے عقل والو اللہ سے ڈر جاؤ اللہ تمہاری طرف بھولا ہوا سبق یاد دلانے والا ایک رسول بھیج چکا۔ (۳) كَمَآ اَرْسَلْنَا الخ (البقرۃ: ۱۵۱) جیسے ہم نے تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے تمہیں پاک وصاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے بہر حال اللہ نے ان کے امن کو خوف سے اور خوش حالی کو بھوک سے بدل دیا اور مومن جو بھوکے تھے فارغ البال وخوش حال ہو گئے اور ان کے دلوں سے مشرکوں کا رعب جاتا رہا۔ اب فقیر امیر، زیردست زبردست، کمزور طاقتور، اور عوام قائد ورہنما بن گئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ

چنانچہ اللہ نے تمہیں جو حلال اور طیب رزق دیا ہے وہی کھاؤ اور اگر واقعی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو تو اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو (۱۱۴) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے وہ ہے

وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر مشہور کی گئی ہو پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ وہ نہ تو شرعی قانون کا باغی ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے اللہ بخشنے والا اور رحم والا ہے (۱۱۵)

جو جانور غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا جائے اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کے تقرب اور اس کی خوشنودی کے لئے اسے ذبح کیا جائے اور ذبح کرتے وقت نام بھی اسی بت یا بزرگ کا لیا جائے بذات خود جس کو راضی کرنا مقصود ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مقصود تو غیر اللہ کا تقرب ہی ہو لیکن ذبح اللہ کے نام پر ہی کیا جائے جس طرح کہ قبر پرستوں میں یہ سلسلہ عام ہے۔ وہ جانوروں کو بزرگوں کے لئے نامزد تو کرتے ہیں مثلاً یہ بکرا فلاں پیر کا ہے، یہ گائے فلاں پیر کی ہے، یہ جانور گیارہویں کے لئے یعنی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے لئے ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کو وہ بسم اللہ پڑھ کر ہی ذبح کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ پہلی صورت تو یقیناً حرام ہے لیکن یہ دوسری صورت حرام نہیں، بلکہ جائز ہے کیونکہ یہ غیر اللہ کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا ہے اور یوں شرک کا راستہ کھول دیا گیا ہے۔ حالانکہ فقہاء نے اس دوسری صورت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اسلئے کہ یہ بھی وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے چنانچہ حاشیہ بیضاوی میں ہے "ہر وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا جائے۔

دوسری صورت مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (جو بتوں کے پاس یا تھانوں پر ذبح کئے جائیں) میں داخل ہے جسے سورۃ المائدہ میں محرمات میں ذکر کیا گیا ہے اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آستانوں، درباروں اور تھانوں پر ذبح کئے گئے جانور حرام ہیں۔ اس لئے کہ وہاں ذبح کرنے کا یا وہاں لے جا کر تقسیم کرنے کا مقصد تقرب لغیر اللہ (اللہ کے سوا دوسروں کی رضا حاصل کرنا) ہی ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے ایک شخص نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں بوانہ جگہ میں اونٹ ذبح کروں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہاں زمانۂ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی؟ لوگوں نے بتلایا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ وہاں ان کے عیدوں میں سے کوئی عید تو نہیں منائی جاتی تھی؟ لوگوں نے اس کی بھی نفی کی آپ نے سائل کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: 3313 علامہ البانیؒ نے صحیح کہا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ بتوں کو ہٹائے جانے کے بعد بھی غیر آباد آستانوں پر جا کر جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ان آستانوں اور درباروں پر جا کر ذبح کئے جائیں جو پرستش اور نذر و نیاز کیلئے مرجع عوام ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ (احسن البیان)

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

جو جھوٹ تمہاری زبانوں پر آ جائے اس کی بنا پر یہ نہ کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ افترا کرنے لگو، جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ کبھی فلاح

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا
مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ
رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ
ع ١٥ ٩ ٢١ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾

نہیں پاتے (١١٦) (ایسے جھوٹ کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (آخرت میں) ان کیلئے المناک عذاب ہے (١١٧) اور یہودیوں پر ہم نے جو کچھ حرام کیا تھا وہ ہم پہلے ہی آپ سے بیان کر چکے ہیں' ان پر ہم نے ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے (١١٨) البتہ جن لوگوں نے لاعلمی کی بنا پر کوئی برا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو اس کے بعد آپ کا رب یقیناً معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (١١٩)

آیت ١١٩: اللہ گنہگار مسلمانوں کے حق میں احسان کے طور پر فرما رہا ہے کہ جو ان میں سے توبہ کر لے گا اللہ اس کی توبہ قبول فرما لے گا۔ پھر فرمایا: جس نے گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح بھی کر لی، یعنی گناہوں سے رک گیا اور نیکیوں میں لگ گیا، اللہ اسے اس کی لغزش کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ (الفضل الکبیر)

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۖ وَ
لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۖ
اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٢١﴾
وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَ اِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ
لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ
اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۖ وَ مَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۖ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٢٤﴾
اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِنَّ

بلاشبہ ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے اللہ کے فرمانبردار اور یکسو رہنے والے تھے۔ وہ ہرگز مشرک نہ تھے (١٢٠) وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے' اللہ نے انہیں منتخب کر لیا اور صراط مستقیم کی ہدایت دی (١٢١) ہم نے انہیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کی اور آخرت میں تو وہ یقیناً صالحین میں سے ہوں گے (١٢٢) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ یکسو رہنے والے ابراہیم کی ملت کی اتباع کیجئے' اور وہ مشرک نہ تھے (١٢٣) اور جو سبت (ہفتہ) کا قصہ ہے وہ صرف ان لوگوں پر مسلط کیا گیا جنہوں نے اس بارے میں اختلاف کیا تھا' آپ کا رب قیامت کے دن یقیناً ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے (١٢٤) (اے نبی!) آپ (لوگوں کو) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے ایسے طریقہ

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ
اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝۱۲۵ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا
بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ
خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۝۱۲۶ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا
بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ
مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۝۱۲۷ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
ع ۱۶/۲۲ وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۝۱۲۸ؑ

سے مباحثہ کیجئے جو بہترین ہو بلاشبہ آپ کا رب اسے بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور ہدایت پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے (۱۲۵) اور اگر تمہیں بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم پر زیادتی ہوئی' اور اگر برداشت کر جاؤ تو صبر کرنے والوں کے لئے یہی بہتر ہے (۱۲۶) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر اللہ (ہی کی توفیق) سے ہے اور ان لوگوں کے متعلق غمزدہ نہ ہوں اور نہ ان کی چال بازیوں پر تنگی محسوس کریں (۱۲۷) بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں جو اچھے کام کرنے والے ہیں (۱۲۸)

آیت ۱۲۵: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ لوگوں کو حکمت سے اپنے رب کے دین کی دعوت دیں یعنی جو دین کی پکی باتیں قرآن وحدیث میں آپ پر اتری ہیں انھیں سنا سنا کر آپ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔

اچھی نصیحت وہ ہے جس میں ڈرا دینے والی باتیں ہوں اور لوگوں کے عبرت ناک واقعات بھی ہوں، آپ ان سے لوگوں کو نصیحت کریں تا کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈر جائیں۔ اور آپ ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کریں یعنی مناظرے کے وقت اچھا لب ولہجہ اچھے الفاظ اور نرم ومیٹھے جملے استعمال کریں، فرمایا: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ.. الخ (العنکبوت:۴۶) اہل کتاب سے بہترین طریقے ہی سے گفتگو کرو علاوہ ان ظالموں کے یعنی ظالموں سے حسب ضرورت سخت لہجہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن انصاف پسندوں کے ساتھ نرم لہجہ استعمال کرو، جب اللہ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو دونوں کو یہ حکم فرمایا: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا۔ الخ (طٰہٰ:۴۴) تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔ پھر فرمایا کہ اللہ خوش نصیبوں اور بدنصیبوں کو خوب جانتا ہے۔ سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں وہ ان سب سے فارغ ہو چکا، لہٰذا آپ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں اور جو ان میں سے راہ سے بھٹک جائیں ان پر افسوس نہ کریں کیونکہ آپ کے ذمہ انھیں راہ پر لے آنا نہیں، آپ کے ذمہ تو صرف انھیں بیدار کر دینا اور تبلیغ ہے اور ہمارے ذمے حساب ہے فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ الخ (القصص:۵۶) آپ جسے چاہیں راہ پر نہیں لا سکتے لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ الخ (البقرۃ: ۲۷۲) ان کو راہ پر لے آنا آپ کے ذمہ نہیں ہاں اللہ جسے چاہے راہ پر لے آئے۔

الحمدللہ سورۂ نحل ختم ہوئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل مکی ہے، اس میں ۱۱۱ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں۔

تعارف: اسرائیل کا معنی ہے عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ یہ یعقوبؑ کا لقب ہے۔ ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ انہیں یہودی بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورت میں یہودیوں کے تعلق سے بیان ہے۔

یہودی یہ سمجھتے تھے کہ ہم اللہ کے پیارے اور چہیتے ہیں' اس لئے اللہ ہم کو عذاب نہیں دے گا، ہم جہنم میں نہیں جائیں گے، ہمارا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا، کیونکہ ہمارے خاندان میں بڑے بڑے انبیاء ہیں وہ ہماری سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس نسل اور خاندان کی کوئی اہمیت نہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کی نجات ہوگی اور جو بدعمل ہے یا بے عمل ہے وہ جہنم میں جائے گا اور کوئی اس کو عذاب سے نہیں بچا سکے گا اور اس کے ثبوت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں یہود کو عذاب دیا ہے۔ کبھی بندر اور سور بنا دیا اور جب جب دنیا میں یہودیوں نے فتنہ و فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا دی ہے۔

اور اس سورت میں یہودیوں کو اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ قرآن پر ایمان لاؤ قرآن تم کو سیدھی راہ یعنی صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے جس میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

کفار و مشرکین :۔ کفار و مشرکین کو توحید کی دعوت دی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ کے سوا کوئی مددگار بھی نہیں۔ مگر کفار و مشرکین شرک کرتے تھے اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے اور کہتے تھے یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان سے یہ کہا گیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں اور فرشتے اللہ کے شریک بھی نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ فرشتے اللہ کے شریک ہونا تو بڑی بات ہے فرشتے اللہ کے غلام ہیں اور ہمیشہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں کہ اللہ ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ عرب کے کفار و مشرکین، لڑکیوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ اگر کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو اسے زندہ قبر میں گاڑ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ رہا ہے کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ بیٹیاں تم کو پسند نہیں اور یہی ناپسندیدہ چیز اللہ کے حصے میں دے رہے ہو؟ یہ کیسا انصاف ہے؟ اپنے لئے بیٹے پسند کئے اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟

واقعہ معراج

مکی زندگی کے آخری دور میں معراج کا واقعہ پیش آیا، مکہ کے آخری دور میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور اسی طرح آپ کے پیارے چچا ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کا بہت ساتھ دیتے تھے' ان کی وجہ سے کوئی رسول اللہ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔

ابو طالب کے انتقال کے بعد آپ کے گھرانے کا سردار ابولہب بن گیا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ محمد ﷺ کو میں نے اپنے خاندان سے نکال دیا ہے اب جو چاہے محمد ﷺ کو مار سکتا ہے ہم اس کے ساتھ نہیں ہیں۔

ان حالات میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ رہا' اسی لئے رسول اللہ ﷺ طائف گئے مگر طائف والوں نے آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کی جس سے رسول اللہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر آپ مکہ آئے بہت پریشان تھے ایسے حالات میں معراج ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور آپ کو کامیابی کی خوشخبری سنائی۔

اور معراج کے واقعہ میں جو مسجد حرام کعبۃ اللہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کا ذکر ہے' ان پر ان شاء اللہ مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ کعبۃ اللہ کی قیادت مشرکین سے چھین کر اسی طرح بیت المقدس کی قیادت یہود سے چھین کر مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ مسلمان کامیاب ہوں گے کفار و مشرکین اور یہود ناکام ہوں گے۔

آیاتھا ۱۱۱ ۱۷ سُوْرَةُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّةٌ ۵۰ رکوعاتھا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ماحول کو ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی بعض نشانیاں دکھلائیں بلاشبہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(۱)

ربط آیات: صحیح بخاری میں ہے عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ سورہ کہف، مریم اور بنی اسرائیل یہ عتاق اول میں سے ہیں اور میرے تلاد میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:4610)

عتاق، عتیق کی جمع ہے۔ یعنی قدیم اور تلاد تالدٌ کی جمع ہے۔ تالد بھی قدیم مال کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سورت ان قدیم سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں اول اول نازل ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ ہر رات کو بنی اسرائیل اور سورہ زمر کی تلاوت فرمایا

کرتے تھے۔(مسند احمد جلد:۶ص:۶۸۔۱۲۲)

تشریح آیات: سبحان کے معنی ہیں نَزَّہَ اللہُ تَنْزِیْھًا یعنی میں اللہ کی ہر نقص سے تنزیہہ اور برأت کرتا ہوں۔عام طور پر اس کا استعمال ایسے موقعوں پر ہوتا ہے جب کسی عظیم الشان واقعہ کا ذکر ہو۔مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے یہ واقعہ کتنا بھی دور ہو، اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں، اس لئے کہ وہ اسباب کا پابند نہیں، وہ تو لفظ کن سے پلک جھپکنے میں جو چاہے کرسکتا ہے۔اسباب تو انسان کے لئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان پابندیوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے۔(احسن البیان) اور اس کا مظہر اسراء اور معراج کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے صرف ایک پہر میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا، جو مسافت عام حالات میں ایک مسافر چالیس راتوں میں طے کرتا ہے۔اس آیت کریمہ میں جمہور مفسرین کے نزدیک عبد سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔اہل علم کہتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کیلئے عبد یعنی بندہ سے بہتر کوئی نام اللہ کے نزدیک ہوتا، تو اس آیت میں جبکہ آپ کا عظیم مقام بیان کیا جارہا ہے ضرور اس نام سے آپ کو یاد کیا جاتا۔آیت بتاتی ہے کہ معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے لے جایا گیا۔لیکن مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ کو اُم ہانی ؓ کے گھر سے لے جایا گیا تھا۔اس لئے کہ بعض احادیث میں صراحت آتی ہے کہ اس رات رسول اللہ ﷺ کو ان ہی کے گھر سے لے جایا گیا تھا اور نماز فجر سے پہلے وہاں واپس آ گئے تھے۔اسی لئے بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو اُم ہانی کے گھر سے خانہ کعبہ کے پاس لے جایا گیا۔وہاں آپ کے دل کو آب زمزم سے دھویا گیا اور اسے ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا، اور پھر آپ کو وہاں سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا۔اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کو جمع کر دیا، تمام انبیاء نے آپ کی امامت میں نماز پڑھی، اور اس طرح آپ تمام نبیوں کے امام ہو گئے۔

آیت میں مسجد اقصیٰ کی صفت (اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ) بیان کی گئی ہے یعنی دور دراز کی وہ مسجد جس کے ارد گرد اللہ تعالیٰ نے دین ودنیا کی بے شمار برکتیں رکھی ہیں، جہاں بڑے بڑے اولوالعزم انبیاء مبعوث ہوئے، جو بے شمار اولیاء وصالحین کا مسکن رہا ہے اور جس سرزمین میں انواع واقسام کے پھل اور کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

اور اس اسراء ومعراج کا مقصد آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اپنی عظیم آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کرانا چاہا۔جیسے آپ ﷺ کا رات کے صرف ایک پہر میں چالیس راتوں کی مسافت طے کرنا، بیت المقدس کا مشاہدہ، انبیاء کرام کا آپ کے سامنے آنا اور ان کی امامت کرانا، اور انبیاء کرام کے بلند وبالا مقامات کا مشاہدہ اور پھر آسمانوں کے دروازوں کا کھولا جانا، اور جنت وجہنم وغیرہ کا مشاہدہ کرنا۔

اور معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے واقع ہوا تھا۔زہری اور ابن سعد کا بھی یہی خیال ہے کہ امام نووی کے نزدیک یہی صحیح ہے۔اسی طرح مہینے اور اس کی تاریخ میں اختلاف ہے۔کوئی ربیع الاول کی ۱۷؍ یا ۲۷؍، کوئی رجب کی ۲۷؍ اور بعض اور مہینہ اور اس کی تاریخ بتلاتے ہیں (فتح القدیر)

اکثر و بیشتر علماء سلف وخلف کی رائے ہے کہ نبی کریم ﷺ جسم وروح دونوں کے ساتھ بیت المقدس اور پھر آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ابن عباس، جابر، انس، حذیفہ، عمر، ابو ہریرہ، مالک بن صعصعہ، ابوحبہ البدری، ابن مسعود رضی اللہ عنہم، ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ، سعید بن المسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، مسروق، مجاہد، عکرمہ اور ابن جریج رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔طبری، احمد بن حنبل اور اکثر متاخرین فقہاء ومحدثین اور متکلمین ومفسرین کا بھی یہی قول ہے۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں لکھا ہے کہ حق اور صحیح ان شاء اللہ یہی ہے کہ معراج کا واقعہ آپ ﷺ کے جسم وروح دونوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔آیت کریمہ، صحیح احادیث اور غور وفکر سے یہی بات ثابت ہوتی ہے، اور ظاہری معنی چھوڑ کر تاویل کی راہ اس وقت اختیار کی جاتی ہے جب ظاہر معنی مراد لینا ناممکن ہو۔اور جسم کے ساتھ حالت بیداری میں معراج کا وقوع پذیر ہونا اللہ کی قدرت سے بعید بات نہیں ہے۔اگر روحانی سفر ہوتا تو اللہ تعالیٰ "بعبدہ" کے بجائے "بروح عبدہ" کہتا اور اگر خواب کا سفر ہوتا تو اس میں نہ کوئی نشانی ہوتی نہ ہی کوئی معجزہ، اور نہ کفار اسے اپنی عقل سے بعید بات سمجھتے اور نہ اسکا انکار کرتے۔حدیث معراج میں ہے کہ آپ نے انبیاء کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی، جبرئیلؑ براق لے کر آئے، آپ آسمان کی طرف چڑھے، آپ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے اور جبرئیلؑ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے تو انھوں نے کہا: محمد، ان آسمانوں پر آپ کی ملاقات انبیاء کرام سے ہوئی، انھوں نے آپ کو مرحبا کہا، آپ کی امت پر نماز فرض کی گئی اور آپ نے موسیٰؑ کے ساتھ اس بارے میں مشورے کئے۔بعض روایات میں آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر آسمان کی طرف چڑھے، پھر چڑھتے رہے، یہاں تک کہ میں اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں سے میں قلم سے لکھے جانے کی آواز سن رہا تھا۔پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، جنت میں داخل ہوئے اور وہاں اشخاص واشیاء کا مشاہدہ کیا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔حالت خواب میں نہیں۔قاضی عیاض آگے لکھتے ہیں کہ اگر یہ سب کچھ حالت خواب میں ہوا ہوتا تو "اسری" کا لفظ استعمال نہ ہوتا۔اس لئے کہ خواب کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔(تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

واقعۂ معراج کے جسمانی ہونے کے دلائل

۱۔واقعہ کا آغاز سُبْحَانَ الَّذِیْ جیسے پرزور الفاظ سے کیا جارہا ہے اور یہ لفظ عموماً حیرت واستعجاب کے مقام پر اور اللہ کی قدرت کے نمایاں اظہار کے لئے آتا ہے۔اگر یہ واقعہ محض ایک خواب یا کشف ہی ہوتا تو ابتدا میں یہ الفاظ لانے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔

۲۔عبد کا لفظ جسم اور روح دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔اس لفظ کا اطلاق نہ صرف جسم پر ہوتا ہے اور نہ روح پر۔

وَ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ	اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا (اور انھیں حکم دیا) کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا (۲) یہ بنی اسرائیل ان لوگوں کی اولاد تھے جنھیں ہم نے

وَكِيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝

نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ بلاشبہ نوحؑ شکر گزار بندے تھے (۳)

آیت ۲: اوپر معراج کا بیان تھا۔ اس آیت میں کلیم اللہ کا بیان ہے، قرآن میں عام طور پر دونوں پیغمبروں کا بیان ایک ہی جگہ آتا ہے، اور قرآن وتورات کا ذکر بھی ملا جلا آتا ہے اسی وجہ سے معراج کے بعد فرمایا گیا کہ ہم نے موسیٰ کو توریت دی اور اسے اسرائیلیوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنایا تاکہ اے اسرائیلیو! تم کسی اور کو اپنا کارساز نہ سمجھو اور اللہ ہی کو اپنا معبود و مربی سمجھو تم ان لوگوں کی اولاد ہو جن کو ہم نے اپنی مہربانی سے نوازا تھا، اور نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کرا کر طوفان کی عالمگیر ہلاکت سے بچالیا تھا۔ اللہ نے ہر نبی کو یہی تعلیم دی کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کرے جس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

وقف لازم

اور اس کتاب میں ہم نے بنی اسرائیل کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تم زمین پر دوبارہ فساد برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے (۴) پھر جب ہمارا وعدہ آ گیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اتنے بڑے جنگ جو بندے لا کھڑا کئے جو تمہارے شہروں کے اندر گھس (کر دور تک پھیل) گئے اور یہ (اللہ کا) وعدہ تھا جسے پورا ہونا ہی تھا (۵) پھر ہم نے ان (فاتحین) پر تمہیں غلبہ دیا اور مال و اولاد سے تمہاری مدد کی اور نفری میں بہت زیادہ بڑھا دیا (۶) (دیکھو) اگر تم نے بھلائی کی تو خود اپنے ہی لئے بھلائی کی اور اگر برائی کی تو اس کا وبال بھی تم ہی پر ہوگا' پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آ گیا کہ (جابر فاتحین) تمہارے حلیے بگاڑ دیں اور مسجد (اقصیٰ) میں ایسے ہی داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جہاں جہاں غلبہ پائیں اسے تہس نہس کر دیں (۷) ہوسکتا ہے تمہارا رب تم پر رحم فرمادے اور اگر تم نے پھر سرکشی کی تو پھر ہم بھی سزا دیں گے اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے جہنم کو قید بنا دیا ہے (۸) یہ قرآن تو وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور جو لوگ ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں انھیں

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ
دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَ
جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ
الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ
وَالْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

ع ۱

بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے (۹) اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کیلئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۰) انسان برائی کیلئے ایسے ہی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی کے لئے' دراصل انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے (۱۱) دیکھو ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے' رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لئے بھی کہ تم ماہ و سال کی گنتی معلوم کر سکو اور ہم نے ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے (۱۲)

آیت ۱۲: رات کو بے نور یعنی تاریک کر دیا تا کہ تم آرام کر سکو اور تمہاری دن بھر کی تھکاوٹ دور ہو جائے اور دن کو روشن بنایا تا کہ کسب معاش کے ذریعہ سے تم رب کا فضل تلاش کرو۔ اس کے علاوہ رات اور دن کا ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح ہفتوں، مہینوں اور برسوں کا شمار اور حساب تم کر سکو۔ اس حساب کے بھی بے شمار فوائد ہیں۔ اگر رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات نہ آتی بلکہ ہمیشہ رات ہی رات یا دن ہی دن رہتا تو تمہیں آرام و سکون کا یا کاروبار کرنے کا موقع نہ ملتا اور اسی طرح مہینوں اور سالوں کا حساب بھی ممکن نہ رہتا۔

یعنی انسان کے لئے دین اور دنیا کی ضروری باتیں سب کچھ کھول کر ہم نے بیان کر دی ہیں تا کہ ان سے انسان فائدہ اٹھائیں، اپنی دنیا بھی سنواریں اور آخرت کی بھی فکر کریں اور اس کے لئے تیاری کریں۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ
نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ
مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ
الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ
عَلَيْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا
كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

اور ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے اسکے گلے میں لٹکا رکھا ہے جسے ہم قیامت کے دن ایک کتاب کی صورت میں نکالینگے اور وہ اس کتاب کو کھلی ہوئی دیکھے گا (۱۳) (ہم کہیں گے) اپنی کتاب پڑھ لے آج تو اپنا حساب کرنیکو کافی ہے (۱۴) جس شخص نے ہدایت قبول کی تو فائدہ اسی کو ہے اور جو گمراہ ہو تو اس کا بار بھی اسی پر ہے' اور کوئی گناہ کا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیا کرتے جب تک اپنا رسول نہ بھیجیں (۱۵)

طائر کے معنی پرندے کے ہیں۔اور عنق کے معنی گردن کے۔امام ابن کثیر نے طائر سے مراد انسان کے عمل لئے ہیں۔فِيْ عُنُقِهٖ کا مطلب ہے،اس کے اچھے یا برے عمل جس پر اس کو اچھی یا بری جزا دی جائے گی، گلے کے ہار کی طرح اس کے ساتھ ہوں گے یعنی اس کا ہر عمل لکھا جارہا ہے، اللہ کے ہاں اس کا پورا ریکارڈ محفوظ ہوگا۔قیامت والے دن اس کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے عیش پرستوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس میں بدکرداریاں کرنے لگتے ہیں پھر اسی بستی پر عذاب کی بات صادق آجاتی ہے تو ہم اسے برباد کر دیتے ہیں (۱۶) نوح کے بعد ہم نے کتنی قومیں ہلاک کیں اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار رہنے اور دیکھنے کو کافی ہے (۱۷)

آیت ۱۶: اس میں وہ اصول بتلایا گیا ہے، جس کی رو سے قوموں کی ہلاکت کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ ان کا خوش حال طبقہ اللہ کے حکموں کی نافرمانی کرتا ہے اور انہی کی تقلید پھر دوسرے لوگ کرتے ہیں۔یوں اس قوم میں اللہ کی نافرمانی عام ہو جاتی ہے اور وہ مستحق عذاب قرار پا جاتی ہے۔(احسن البیان)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

جو شخص دنیا چاہتا ہے تو ہم جس شخص کو دینا چاہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں پھر ہم نے جہنم اس کے مقدر کر دی ہے جس میں وہ بدحال و دھتکارا ہوا داخل ہوگا (۱۸) اور جو آخرت چاہے اور اس کے لئے اپنی کوشش بھی کرے اور وہ مومن ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی (۱۹)

آیت ۱۸۔۱۹: آیت ۱۸ میں فرمایا کہ نتائج عمل کے لحاظ سے انسان کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ایک وہ ہے جس کی ساری طلب دنیا کی چندروزہ زندگی ہی کے لئے ہے۔دوسرا وہ ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے اور اس لئے اس دوسری زندگی کی سعادت کا بھی طالب ہے۔جہاں تک دنیا کی زندگی کا تعلق ہے، ہمارا قانون یہ ہے کہ دونوں کے آگے یکساں طریقے پر دنیوی نتائج کا دروازہ کھول دیا جائے اور سب کو کارخانۂ ربوبیت کا فیضان مل رہا ہے۔انھیں بھی جو صرف دنیا کے ہو رہے، انھیں بھی جو آخرت کے بھی طالب ہوئے، لیکن جہاں تک آخرت کی سعادتوں کا تعلق ہے پہلے کے لئے محرومیاں ہوں گی، دوسرے کے لئے کامرانیاں۔

آیت ۱۹: یہ حقیقت بھی واضح کردی کہ سعادت اُخروی کی شرائط کیا ہیں۔فرمایا: دو شرطیں ہیں اول یہ کہ سعادت اُخروی کے لئے کوشش کرے، لیکن کیسی کوشش؟ ویسی کوشش جو اس کے لئے صحیح کوشش ہوسکتی ہے؟ یعنی جو اللہ کی وحی نے بتلادی ہے۔ دوسری یہ کہ اللہ پر اور اس کی صداقتوں پر ایمان ہو، اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کی سعادت کی کوئی بھی قسم بغیر ان دو شرطوں کے مقبول نہیں ہوسکتی۔(ترجمان القرآن)

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع۲ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

ہم ہر طرح کے لوگوں کی مدد کرتے ہیں یہ ہوں یا وہ اور یہ آپ کے رب کا عطیہ ہے۔ اور آپ کے رب کا عطیہ (کسی پر) بند نہیں (۲۰) دیکھو ہم نے کیسے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور آخرت کے درجات اور فضیلت بھی بڑی ہوگی (۲۱) اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ نہ بنانا، ورنہ تم بدحال اور بے یار و مددگار بیٹھے رہ جاؤ گے (۲۲) آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرو؛ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف تک نہ کہو نہ ہی انھیں جھڑکو اور ان سے ادب سے بات کرو (۲۳) اور ان پر رحم کرتے ہوئے انکساری سے ان کے آگے جھکے رہو اور دعا کرو کہ اے رب! ان پر رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا (۲۴) جو کچھ تمہارے دل میں ہے اللہ اسے جانتا ہے اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے رجوع کرنے والوں کو معاف کر دینے والا ہے (۲۵)

آیت ۲۲: یوم قیامت بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی۔ کیونکہ دنیا کی جھوٹی بادشاہتیں زمین بوس ہوچکی ہوں گی جس نے اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کی وہ قیامت کو اس کے کسی کام نہ آسکے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس نے شریک ٹھہرا کر ایسے ناراض کرلیا ہوگا چنانچہ وہ بالکل بے یار و مددگار رہ جائے گا۔(تیسیر القرآن)

قضیٰ یعنی اللہ نے حکم کیا ہے کہ عبادت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو، فرمایا: اَنِ اشْكُرْ لِيْ (لقمان: ۱۴) میرا اور ماں باپ کا شکر ادا کرو، پھر فرمایا: انھیں ''اُف'' بھی نہ کرنا سخت سست بات کا تو کہنا ہی کیا ہے، اور انکے حق میں تجھ سے

کوئی برا کام سرزد نہ ہونے پائے۔ خبردار ان پر ہاتھ نہ اٹھانا چونکہ اولاد کو بری بات اور برے کام سے روکا گیا ہے اسلئے لامحالہ اچھی بات اور اچھے کام کا حکم نکلا، چنانچہ فرمایا ان سے نرمی سے عزت واحترام کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کرو۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے آمین آمین آمین کہا پوچھا گیا کس بات پر آمین کہی فرمایا مجھ سے جبرئیل نے آکر کہا وہ شخص ذلیل ہو جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام آئے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے، چنانچہ میں نے آمین کہی، پھر فرمایا: وہ شخص ذلیل ہو جس کی زندگی میں رمضان آئے اور چلا جائے مگر وہ اپنے گناہ نہ بخشوائے میں نے آمین کہی۔ پھر فرمایا وہ بھی ذلیل ہو جو اپنے ماں باپ کو یا کسی ایک کو پائے مگر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے میں نے آمین کہی۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رحم، رحمن سے نکلا ہے۔ اللہ نے رحم سے کہا: جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کرے گا میں اسے قطع کروں گا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1925)

۲۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5525)

۳۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر لمبی ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ (بخاری کتاب الادب)

۴۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا جب اللہ، مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوا تو رحم نے کہا: اے اللہ! قطع رحمی سے تیری پناہ طلب کرنے کا یہی موقع ہے۔ اللہ نے فرمایا ہاں۔ کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ میں اسے ہی ملاؤں جو تجھے ملائے اور اسے توڑوں جو تجھے توڑے، رحم نے کہا: ''ہاں میرے رب! اللہ نے فرمایا: ''یہ بات منظور ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھو: فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (محمد: ۲۲) (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5528)

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بدلہ کے طور پر رشتہ ملانے والا، رشتہ ملانے والا نہیں بلکہ رشتہ ملانے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے ملائے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5532)

۶۔ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جس زمانہ میں آپ کی قریش سے صلح تھی اس دوران میری ماں میرے پاس آئی، درآنحالیکہ وہ اسلام سے بے رغبت تھی۔ میں نے آپ سے پوچھا: کیا میں اس سے صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 2946)

۷۔ ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لیجائے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اسمیں ذرا بھی شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1309)

۸۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی گناہ بغاوت اور قطع رحمی سے زیادہ اس بات کا اہل نہیں کہ اللہ اسے دنیا میں بھی فوراً سزا دے اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں بھی اس کے لئے عذاب بطور ذخیرہ رکھے۔ (تیسیر القرآن)

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

اور قرابت دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو (۲۶) کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے (۲۷) اور اگر تم ان سے اس بنا پر اعتراض کرو کہ تم اپنے رب کی رحمت سے ایسی توقع ہو اور اس کی تلاش میں ہو تو انھیں نرمی سے جواب دیدو (۲۸)

آیت ۲۶: قرآن کریم کے ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ غریب رشتے داروں، مساکین اور ضرورت مند مسافروں کی امداد کرکے ان پر احسان نہیں جتلانا چاہئے، کیونکہ یہ ان پر احسان نہیں ہے، بلکہ مال کا وہ حق ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصحاب مال کے مالوں میں مذکورہ ضرورت مندوں کا رکھا ہے۔ اگر صاحب مال یہ حق ادا نہیں کرے گا تو عند اللہ مجرم ہوگا۔ گویا یہ حق کی ادائیگی ہے۔ نہ کہ کسی پر احسان۔ اس کے علاوہ رشتے داروں کے پہلے ذکر سے ان کا اول ہونا اور حق ہونا بھی واضح ہوگیا۔ رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو صلہ رحمی کہا جاتا ہے، جسکی اسلام میں بڑی تاکید ہے۔

آیت ۲۸: یعنی مالی استطاعت کے فقدان کی وجہ سے جس کے دور ہونے کی اور کشائش رزق کی تو اپنے رب سے امید رکھتا ہے۔ اگر تجھے غریب رشتے داروں، مسکینوں، ضرورت مندوں سے اعراض کرنا ہے یعنی معذرت کرنا پڑے تو نرمی اور عمدگی کے ساتھ معذرت کر، یعنی جواب بھی دیا جائے تو نرمی اور پیار ومحبت کے لہجے میں، نہ کہ ترشی اور بداخلاقی کے ساتھ، جیسا کہ عام طور پر لوگ ضرورت مندوں اور غریبوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ ہی اسے پوری طرح کھلا چھوڑ دو ورنہ خود ملامت زدہ اور درماندہ بن جاؤ گے (۲۹) بلاشبہ آپ کا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور دیکھ رہا ہے (۳۰) اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو انھیں اور تمھیں بھی رزق ہم ہی دیتے ہیں۔ انھیں قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے (۳۱) اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے (۳۲)

آیت ۳۱: مفلسی کے ڈر سے قتل اولاد اور منصوبہ بندی: مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا دراصل اللہ کی صفت رزّاقیت پر عدم توکل یا براہِ راست حملہ کی دلیل ہے۔ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ تمہیں مفلسی کا اتنا ہی ڈر ہے تو پہلے تمہیں خود مر جانا چاہئے۔ اولاد کو کیوں مارتے ہو؟ تاکہ تمہاری یہ فکر ہی ختم ہو جائے اور آخر میں فرمادیا کہ تمہارا یہ کام بہت بڑا گناہ کا کام ہے۔

عرب میں تو قتل اولاد کا سلسلہ انفرادی طور پر تھا۔ مگر آج کل ایسے ہی کام اجتماعی طور پر اور حکومتوں کی طرف سے ہو رہے ہیں اور حکومت کے ان محکموں کیلئے بڑے اچھے اچھے نام تجویز کئے جاتے ہیں۔ جیسے محکمہ خاندانی منصوبہ بندی یا محکمہ بہبود آبادی اور اس کام کا جذبہ محرکہ وہی ''مفلسی کا ڈر،، ہے۔ نیز اس سلسلہ میں سورۂ انعام آیت ۱۳۷ اور ۱۵۱ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ (تیسیر القرآن)

اللہ تعالیٰ روزی رساں ہے، وہ ہر ایک کی روزی کا ضامن ہے، اس لئے اولاد کو فقر و محتاجی کے ڈر سے مارنے سے منع کیا گیا۔ عہد جاہلیت میں بعض قبائل والے اپنی اولاد کو محتاجی کے ڈر سے قتل کر دیا کرتے تھے۔ اللہ نے کہا کہ انھیں اور تمھیں سب کو ہم روزی دیتے ہیں۔ اس لئے بھوک اور محتاجی کے ڈر سے انھیں قتل نہ کرو، ایسا کرنا گناہ عظیم ہے، اس لئے کہ یہ نسل انسانی کے ختم ہو جانے کا سبب بن سکتا ہے۔

آیت ۳۲: قتل اولاد سے منع کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں زنا سے منع کیا گیا ہے جو نسب کے خلط ملط ہونے اور بالآخر نسل انسانی کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ زنا وہ بدترین فعل ہے جو فطرت سلیم، عقل اور شریعت ہر اعتبار سے گناہ عظیم ہے۔ اور سوسائٹی پر اس کے نہایت خطرناک اور برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کی عزت محفوظ نہیں رہتی، ان کا نسب اور ان کی نسل خطرے میں پڑ جاتی ہے، اور پاک وصاف سوسائٹی اخلاقی بے نظمی کا شکار ہو جاتی ہے اور جو اس فعل بد کا مرتکب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

زنا کے راستے اور ان کے قریب جانے سے ممانعت

آیت ۳۲: اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ یوں فرمایا کہ زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یعنی وہ تمام راستے اور طور طریقے جو زنا کا سبب بن سکتے ہیں۔ ان سب سے اجتناب کرو۔ ایسے راستوں کا مفصل بیان تو سورۂ نور اور سورۂ احزاب میں آئیگا۔ مختصراً یہ کہ ہر وہ چیز جو انسان کی شہوت کی انگیخت کا سبب بن سکتی ہے، وہ زنا کا راستہ ہے مثلاً عورتوں سے آزادانہ اختلاط، عورتوں کا بے پردہ ہو کر بازاروں میں نکلنا، اجنبی مرد و عورت کی گفتگو بالخصوص اس صورت میں کہ وہ اکیلے ہوں۔ نظر بازی، عریاں تصویر، فلمیں، فحش لٹریچر، گندی گالیاں، ٹی وی اور ریڈیو پر فحش افسانے اور ڈرامے اور مردوں اور عورتوں کی بے حجابانہ گفتگو وغیرہ سب شہوت کو اُبھارنیوالی باتیں ہیں اور یہی زنا کے راستے ہیں اور اللہ نے زنا کو جو برا راستہ فرمایا تو اسکی قباحتیں درج ذیل ہیں:

(۱) زنا کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب مشکوک رہتا ہے۔

(۲) ایسے ولد الزنا بچے کے لئے میراث کے جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

(۳) زانیہ عورت اگر منکوحہ ہے تو بچے کے اخراجات بلاوجہ اس کے خاوند کے ذمہ پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ میراث میں بھی بلاوجہ حصہ قرار پاتا ہے۔

(۴) منکوحہ عورت جس کے پاس کئی مرد آتے ہوں۔ ان مردوں میں باہمی رقابت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(۵) نکاح کی صورت میں میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد اور غمگسار ہوتے ہیں۔ پھر ان کی یہی باہمی محبت بچوں کی تربیت میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ جس سے خاندانی نظام تشکیل پاتا ہے۔ اور یہی نظام کسی معاشرے کی سب سے ابتدائی اور اہم اکائی ہے۔ زنا کی صورت میں یہ نظام برقرار نہیں رہتا۔ (تیسیر القرآن)

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اور کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر یہ کہ حق کی بنا پر۔ اور اگر کوئی شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اسکے ولی کو پورا اختیار دیا ہے لہٰذا اسے قتل میں زیادتی نہ کرنا چاہئے۔ یقیناً اسے مدد دی جائے گی (۳۳)

قتل اولاد اور زنا سے ممانعت کے بعد، اس آیت کریمہ میں کسی بھی بے گناہ آدمی کے قتل سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس شخص کے جس کا شرعی طور پر قتل کرنا ضروری ہو جائے، جیسے کوئی مرتد ہو جائے، یا شادی کرنے کے بعد زنا کا مرتکب ہو، یا کسی آدمی کو ناحق قتل کر دے۔ اور اگر کوئی کسی کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دے تو اس کے ولی کو پورا اختیار ہے۔ چاہے تو قاتل سے حاکم وقت کے ذریعہ قصاص کا مطالبہ کرے، یا دیت لے لے یا چاہے تو اللہ کے لئے معاف کر دے، اور قصاص لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے، قاتل کے علاوہ دوسرے کو قتل نہ کرے، اگر قاتل ایک ہے تو دو یا دو سے زیادہ کو قتل نہ کرے۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ ایک کے بدلے کئی کو قتل کر دیتے تھے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قصاص واجب کر کے مقتول کے اولیاء کی مدد فرما دی ہے، اور جو مناسب بدلہ ہونا چاہئے، اسے مقرر کر دیا ہے، اس لئے اللہ کے حکم سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس صورت میں کہ وہ بہتر ہو حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کی پابندی کرو کیونکہ عہد کے بارے میں تم سے سوال ہوگا (۳۴) اور جب تم ناپ کر دو تو پورا دو پورا ناپو اور تولو تو سیدھی ترازو سے تولو یہ اچھا طریقہ ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے (۳۵)

آیت ۳۴: جان کی حفاظت کا حکم دینے کے بعد، اب مال کی حفاظت کا حکم دیا جا رہا ہے اور چونکہ یتیم کا اللہ کے علاوہ کوئی مضبوط سہارا نہیں ہوتا، اس لئے اس کے مال پر بدنیت لوگوں کی نگاہ لگی رہتی ہے۔ اسی لئے سب سے پہلے اس کے مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا، اور اس بارے میں انتہائی احتیاط کی تعلیم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، ہاں اگر نیت یہ ہو کہ اس کی دیکھ بھال کی جائے، تجارت کر کے اسے ترقی دی جائے تو پھر اس میں تصرف کرنا جائز ہے' یہاں تک کہ یتیم بالغ ہو جائے اور عقلی طور پر اپنے مال میں صحیح تصرف کرنے کے قابل بن جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ تمہارے جو عقود اور معاہدے ہوں، ان کی پابندی کرو اور دھوکہ نہ دو' اس لئے کہ قیامت کے دن بندوں سے عہد و مواثیق کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا، اور کسی نے بے سبب نقض عہد کیا ہو گا تو اس دن اس کی سزا اسے بھگتنی ہو گی۔

آیت ۳۵: اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ناپ تول میں کمی نہ کریں، جب کسی کے لئے ناپیں تو پورا ناپیں اور وزن کریں تو صحیح ترازو سے وزن کریں ڈنڈی نہ ماریں اور دھوکہ نہ دیں، اسی میں ہر بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی بہتر ہے، اس لئے کہ معاملات میں سچائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت دے گا اور قیامت کے دن کوئی مظلوم اس سے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

اور ایسی بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ کیونکہ اس بات کے متعلق کان، آنکھ اور دل سب کا سوال ہو گا (۳۶) اور زمین میں اکڑ کر مت چل' کیونکہ نہ تو زمین پھاڑ سکتا ہے اور نہ بلندی میں پہاڑوں تک پہنچ سکتا ہے (۳۷) یہ سب کام ایسے ہیں جن کی قباحت آپ کے رب کے ہاں ناپسندیدہ ہے (۳۸)

آیت ۳۶: وَلَا تَقْفُ کے معنی ہیں پیچھے لگنا یعنی جس چیز کا علم نہیں اس کے پیچھے مت لگو یعنی بدگمانی مت کرو، کسی کی ٹوہ میں مت رہو، اسی طرح جس چیز کا علم نہیں اس پر عمل مت کرو۔

یعنی کسی چیز کے پیچھے پڑو گے تو اس کے متعلق کان سے سوال ہو گا کہ کیا اس نے سنا تھا، آنکھ سے سوال ہو گا کہ کیا اس نے دیکھا تھا اور دل سے سوال ہو گا کہ کیا اس نے جانا تھا؟ کیوں کہ یہی تینوں علم کا ذریعہ ہیں۔ یعنی ان اعضاء کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن قوت گویائی عطا فرمائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا۔

آیت ۳۷: اترا کر اور اکڑ کر چلنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ قارون کو اسی بنا پر اس کے گھر اور خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ (القصص۔۸۱) حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص دو چادریں پہنے اکڑ کر چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور

قیامت تک دھنستا جائے گا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 3894) اللہ تعالیٰ کو تواضع اور عاجزی پسند ہے، یعنی جو باتیں مذکور ہوئیں ان میں جو بری ہیں، جن سے منع کیا گیا ہے، وہ ناپسند ہیں۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ نہ بنانا ورنہ ملامت زدہ اور دھتکارے ہوئے جہنم میں ڈالے جاؤ گے (۳۹) کیا تمہارے رب نے بیٹے دینے کو تو تمہیں چن لیا ہے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے۔ کتنی بڑی گناہ کی بات ہے جو تم کہتے ہو (۴۰) ہم نے اس قرآن میں حقائق کو مختلف طریقوں سے بیان کیا تاکہ لوگ ہوش کریں مگر ان میں نفرت ہی بڑھی (۴۱) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور بھی الٰہ ہوتے جیسے مشرک کہتے ہیں، تو وہ صاحب عرش تک پہنچنے کیلئے ضرور راہ تلاش کرتے (۴۲) وہ پاک ہے اور ان کی باتوں سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے (۴۳) ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ بلکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کررہی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں وہ بڑا بردبار و معاف کرنے والا ہے (۴۴)

آیت ۴۱: ہر طرح کا مطلب ہے۔ وعظ و نصیحت، دلائل و بینات، ترغیب و ترہیب اور امثال و واقعات، ہر طریقے سے بار بار سمجھایا گیا تاکہ وہ سمجھ جائیں لیکن وہ کفر و شرک کی تاریکیوں میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ وہ حق کے قریب ہونے کی بجائے، اس سے اور زیادہ دور ہوگئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن جادو کہانت اور شاعری ہے۔ پھر وہ اس سے کس طرح ہدایت کا راستہ پاسکتے ہیں؟ (احسن البیان)

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان ایک مخفی پردہ حائل کردیتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (۴۵) ہم نے ان کے دلوں پر پردہ چڑھا دیا ہے کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ ہی نہ سکیں اور ان کے کانوں

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

میں بوجھ ہے۔ اور جب آپ قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہیں تو بدک کر پیٹھ پھیر لیتے ہیں (۴۶)

آیت ۴۵-۴۶: پچھلی آیت میں منکرین حق کی یہ حالت بیان کی تھی کہ (لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ) اب اس آیت ۴۵ میں فرمایا: یہی حال ان کا قرآن کے بارے میں ہے کہ اس کی طرف رخ نہیں کرتے، اسے سننا نہیں چاہتے، اسے سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ اللہ کا مقررہ قانون یہ ہے اگر تم آنکھیں نہیں کھولو گے تو تمہارے آگے ایک سیاہ پردہ حائل ہو جائے گا، اگر تم سننا نہیں چاہو گے تو تمہارے کان بہروں کے کان ہو جائیں گے، اگر تم سوچنے سے انکار کر دو گے تو تمہاری عقل پر پردے پڑ جائیں گے، اس کی روشنی کام نہیں دے سکے گی، قرآن نے انکار واعراض کی یہ حالت جا بجا بتلائی ہے۔ اور یہاں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ منکروں کی یہ حالت خود انہی کی پسند کی ہوئی حالت تھی۔ یہ قانون اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے کہ نہ دیکھنے والوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے، لیکن اس وقت پڑتا ہے جب دیکھنے والا دیکھنے سے انکار کر دیتا ہے۔

یہاں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔ آنکھوں کے آگے پردہ' کانوں میں گرانی اور عقل پر تہ در تہ غلافوں کا چڑھ جانا۔

لیکن یہ وہی تین حالتیں ہیں جو خود منکروں نے اپنے لئے پسند کر لی ہیں:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (حم سجدہ: ۵)

حِجَابًا مَّسْتُوْرًا یعنی ایسا پردہ جو حائل تو ہو جاتا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا۔ اور دکھائی دے تو کس طرح؟ وہ لکڑی کا یا اینٹوں کا پردہ تو ہوتا نہیں۔ وہ تو اعراض وغفلت کا پردہ ہوتا ہے جسے تمہاری ظاہر بین نگاہیں پا نہیں سکتیں۔ (ترجمان القرآن)

اللہ واحد کے ذکر سے انھیں اس قدر نفرت ہے کہ سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ ع

ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو کس بات پر لگاتے ہیں اور اسے بھی جو سرگوشی کرتے ہیں جب یہ ظالم کہتے ہیں کہ: تم تو ایک سحر زدہ آدمی کی اتباع کر رہے ہو (۴۷) غور کرو وہ آپ کے لئے کیسی مثالیں بیان کر رہے ہیں ایسے گمراہ ہوئے ہیں کہ راہ پا ہی نہیں سکتے (۴۸)

آیت ۴۷۔ قابل اعتراض اور قابل استہزاء نکات کی تلاش میں وہ آپ کی باتیں غور سے سنتے ہیں۔

آیت ۴۸۔ ان کی مت ایسی ماری گئی ہے کہ کسی ایک چیز پہ یہ خود بھی متفق نہیں ہو سکتے۔ کبھی آپ کو ساحر کبھی مسحور کبھی کاہن اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع ۵/۱۲

کہتے ہیں: بھلا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں ازسرنو پیدا کر کے دوبارہ اٹھایا جائے گا (۴۹) آپؐ کہئے ”خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا (۵۰) یا اس سے سخت تر مخلوق جو تمہارے جی آئے پھر پوچھتے ہیں: ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپؐ کہئے کہ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا پھر وہ آپؐ کے سامنے اپنے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ: ایسا ہوگا کب؟ آپؐ کہئے: ”شاید وہ وقت قریب ہی ہو (۵۱) جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے جواب میں حاضر ہو جاؤ گے اور یہ خیال کرو گے کہ تم تھوڑی ہی دیر ٹھہرے تھے (۵۲)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ کفار و مشرکین جب قرآن میں توحید کا ذکر سنتے یعنی صرف اللہ کی عبادت کرنا بتوں کی عبادت نہیں کرنا صرف اللہ سے مدد مانگنا بتوں سے مدد نہیں مانگنا تو کفار و مشرکین توحید کی باتوں سے نفرت کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے تھے۔

اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ کفار و مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اگر ہم مر کر مٹی ہو جائیں یا بوسیدہ ہو جائیں تو کیا پھر زندہ کئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یقیناً تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے کفار نے پوچھا کہ کون زندہ کرے گا؟ تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا۔ کفار نے پوچھا کہ کب زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے جواب دیا کہ اس کا وقت قریب ہے کیونکہ مردے کو قبر میں رکھتے ہی اسے دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے۔ قبر میں سوال و جواب ہے، قبر میں سزا ہے، قبر میں جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور نیک آدمی کے لئے قبر میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔

وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ

اور آپؐ میرے بندوں سے کہئے کہ: وہی کہیں جو بہتر ہو۔ کیونکہ شیطان لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔ بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے (۵۳) تمہارا رب تمہارے حال سے خوب واقف ہے۔ وہ چاہے تو تم پر رحم کرے اور چاہے تو عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان کا وکیل بنا کر نہیں بھیجا

بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

(۵۴) اور جو مخلوق، آسمانوں اور زمین میں ہے آپ کا رب انھیں خوب جانتا ہے اور ہم نے بعض نبیوں کو دوسروں پر فضیلت دی اور داؤد کو ہم نے زبور عطا کی۔ (۵۵)

آیت ۵۳۔۵۵: آیت ۵۳ میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ منکرین اسلام سے گفتگو کرو تو پسندیدہ طریقے پر کرو۔ اس طرح کی باتیں نہ کہو جس سے باہم فتنۂ وفساد پیدا ہو اور بجائے اسلام میں داخل ہونے کے اور زیادہ لوگ متنفر ہو جائیں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسلمانوں نے بعض مشرکوں سے کہا تھا: ''اِنَّكُمْ مِنْ اَهْلِ النَّارِ'' تم جہنمی ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا کہ یقین کے ساتھ کسی انسان یا جماعت کو ایسا نہ کہیں کہ تم جہنمی ہو۔ کیوں کہ کوئی نہیں جانتا کس آدمی کا خاتمہ کس حال پر ہونے والا ہے۔ بہت ممکن ہے جسے تم جہنمی کہہ رہے ہو اسے ہدایت کی توفیق ملنے والی ہو اور اس کی جگہ جنتیوں میں ہو۔ بلا شبہ تم کہہ سکتے ہو، یہ بات حق ہے اور یہ حق نہیں' لیکن کسی خاص جماعت یا فرد کی نسبت حکم نہیں لگا سکتے کہ یہ ضرور جہنمی ہے۔ ایسا کہنے کا کسی انسان کو حق نہیں۔

اس موقع پر سورۂ انعام کی یہ آیت بھی یاد کرلو ''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ'' (الانعام:۱۰۸)

اور یہ حکم بھی نہ بھولو ''وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' (النحل:۱۲۵) غور کرو کہ کس طرح قرآن قدم قدم پر یہ بات یاد دلاتا رہتا ہے کہ فکر میں رواداری ہونی چاہیے، حکم میں احتیاط ہونی چاہیے۔ تم جس بات کو حق سمجھتے ہو اس پر جم جاؤ اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دو، مگر یہ نہ بھولو کہ انسان کی نجات وعدم نجات کی ٹھیکے داری تمہیں نہیں دے دی گئی۔ کون نجات پانے والا ہے اور کس کے لئے بالآخر محرومی ہے؟ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے تمھیں حق نہیں کہ اس طرح کے حکم لگاتے پھرو، اس کے علاوہ اگر ایک انسان غلط راہ چل رہا ہے تو تمھارے جہنمی کہہ دینے سے وہ جہنمی نہیں بن جائے گا، بلکہ بہت ممکن ہے اور زیادہ اپنی غلطی میں ضدی ہو جائے۔ پس جو کچھ بھی زبان سے نکالو حسن وخوبی کی بات ہو، سختی وغصہ کی بات نہ ہو۔

چنانچہ فرمایا: ''اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ '' شیطان چاہتا ہے لوگوں میں تفرقہ وفساد ڈالے، یعنی اس طرح کا طریق کلام تفرقۂ وفساد پیدا کرتا ہے اور اصل مقصود ہدایت وارشاد، مفقود ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: ''رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ'' یہ اللہ کا کلام ہے کہ جسے چاہے نجات دے، جسے چاہے عذاب میں ڈالے ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا'' اے پیغمبر ہم نے تجھے لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ لوگوں کی نجات وعدم نجات کے لئے ذمہ دار ہو، اور جب خود پیغمبر کو یہ منصب حاصل نہیں تو اور کسی کے لئے کب جائز ہو سکتا ہے کہ اپنے کو جنت و دوزخ کا داروغہ سمجھ لے۔ (ترجمان القرآن)

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِیْلًا۝۵۶ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۝۵۷

آپ کہئے کہ اللہ کو چھوڑ کر جنھیں تم پکارتے ہو وہ تم سے تکلیف نہ ہٹا سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں (۵٦) جنھیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے وہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بلاشبہ آپکے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے (۵۷)

آیت ۵۷: مذکورہ آیت میں مِنْ دُوْنِ اللہِ سے مراد فرشتوں اور بزرگوں کی وہ تصویریں اور مجسمے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے یا حضرت عزیرؑ و مسیحؑ ہیں جنھیں یہودی اور عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں اور انھیں اُلوہی صفات کا حامل مانتے تھے یا وہ جنات ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے اور مشرکین ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس لئے کہ اس آیت میں بتلایا جا رہا ہے کہ یہ تو خود اپنے رب کا قرب تلاش کرنے کی جستجو میں رہتے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے۔ اور یہ صفت جمادات (پتھروں) میں نہیں ہو سکتی۔ اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ من دون اللہ (اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی رہی ہے وہ صرف پتھر کی مورتیاں ہی نہیں تھیں بلکہ اللہ کے وہ بندے بھی تھے جن میں سے کچھ فرشتے، کچھ صالحین، کچھ انبیاء اور کچھ جنات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کی بابت فرمایا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے نہ کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں، نہ کسی کی حالت بدل سکتے ہیں۔ (احسن البیان) اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں'' کا مطلب اعمال صالحہ کے ذریعہ سے اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہیں، یہی وسیلہ ہے۔ جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہ نہیں جسے قبر پرست بیان کرتے ہیں کہ مرے ہوئے لوگوں کے نام نذر و نیاز دو۔ ان کی قبروں پر غلاف چڑھاؤ اور میلے ٹھیلے بناؤ اور ان سے استمداد و استغاثہ کرو کیونکہ یہ وسیلہ نہیں، یہ تو ان کی عبادت ہے جو شرک ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے رکھے۔ آمین

وَ اِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا۝۵۸ وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا۝۵۹

کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا سخت عذاب نہ دیں۔ یہ بات کتاب میں لکھی جا چکی ہے (۵۸) جو بات معجزے بھیجنے سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے لوگ انھیں جھٹلاتے رہے ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی کا ایک واضح معجزہ دیا تھا تو انھوں نے اس سے ظلم کیا اور معجزے تو ہم صرف ڈرانے کی خاطر بھیجتے ہیں (۵۹)

آیت ۵۹: معجزہ کا مقصد لوگوں کو صرف تماشا دکھانا تو نہیں ہوتا بلکہ اس بات کی یقین دہانی کرنا ہوتا ہے کہ نبی کے ساتھ رب کی قدرت وقوت ہے۔ یہ تو ایسے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ جیسے کفار نے بیت المقدس کے بارے میں پوچھا تو آپ بتاتے گئے۔

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع ۸ ۶

اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کا رب لوگوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور جو (واقعہ) ہم نے آپ کو دکھلایا اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی انھیں لوگوں کیلئے ایک آزمائش بنایا ہم انھیں ڈراتے ہیں مگر وہ انکی سرکشی میں اضافہ ہی کرتی ہے۔ (۶۰)

آیت ۶۰: واقعۂ معراج کی طرح کفار نے جہنم میں اُگنے والے تھوہر کے درخت کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا کہ جہنم کی آگ میں یہ درخت کیسے اُگے گا۔ واقعۂ معراج کے کفار کے لئے فتنہ بننے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ جاگتے ہوئے اور جسد خاکی کے ساتھ رونما ہوا۔ (تیسیر القرآن)

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا کہنے لگا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ (۶۱) کہا بھلا دیکھ جسے تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے اگر تو مجھے یوم قیامت تک مہلت دے تو میں چند لوگوں کے سوا اس کی تمام تر اولاد کو لگام میں ڈالے رکھوں گا (۶۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا، اولاد آدم میں سے جو تیرے پیچھے لگے گا تو سب کے لئے جہنم ہی پورا پورا بدلہ ہے (۶۳) اور انھیں گھبراہٹ میں ڈال جنھیں تو اپنی آواز سے گھبراہٹ میں ڈال سکے، اپنے سوار اور پیادے ان پر چڑھا کے لا، اور مال اور اولاد میں انکا شریک بن اور ان سے وعدے کر اور شیطان جو وعدہ کرتا ہے وہ بس دھوکا ہی ہوتا ہے (۶۴) بلاشبہ میرے بندوں پر قطعاً تیرا بس نہیں چلے گا اور (اے نبی آپ کیلئے) آپکے رب کا کارساز ہونا کافی ہے (۶۵)

آیت ۶۵-۶۱: چونکہ کفار و مشرکین کی سرکشی ابلیس لعین کی پیروی کا نتیجہ ہوتی ہے، اسی لئے اب شیطان کی سرکشی بیان کی جارہی ہے اور بتایا جارہا ہے کہ اللہ کی نافرمانی اور حق کا انکار شیطان اور اس کے پیروکاروں کا شیوہ رہا ہے اور ان سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ ابلیس اور اس کی سرکشی کا واقعہ، البقرۃ، الاعراف، الحجر، بنی اسرائیل، الکہف، طٰہٰ، اور صٓ، سات سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں یہ واقعہ پانچ آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ہمارے نبی! آپ اس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم لوگ آدم کی تکریم و احترام میں اس کا سجدہ کرو، تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کفر و سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے، تو نے جو اسے مجھ پر فوقیت دی ہے اور مجھے اس کے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے، تو ایسا کیوں کیا ہے؟ اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی، تو سوائے چند مخلص مسلمانوں کے میں سب کو گمراہ کرکے ہلاک کردوں گا۔ یا میں جدھر چاہوں گا انھیں بہکا لے جاؤں گا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ تم جو کرنا چاہتے ہو کرو۔ جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا، جو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہوگا تو اب تم ان میں جسے آواز دے کر اپنی پیروی پر ابھار سکتے ہو ابھارو اور انھیں دھوکہ دو۔ اور انھیں اپنا پیروکار بنانے کے لئے تمام حربے اور تمام ذرائع استعمال کرو۔ مکر و فریب کی جتنی بھی صورتیں ہوسکتی ہیں سب کو اختیار کرو۔

اور ان کے مال دولت اور اولاد میں شریک بن جاؤ اس طرح کہ وہ حرام ذرائع سے دولت حاصل کریں۔ غصب کریں، چوری کریں، سود کھائیں اور حرام کاموں پر خرچ کریں، جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑیں اور ناجائز طریقوں سے اولاد حاصل کریں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان کا وعدہ ہمیشہ فریب پر مبنی ہوتا ہے۔ پھر شیطان سے کہا کہ میرے جو مخلص بندے ہوں گے، ان پر تمہاری ایک نہیں چلے گی، تم انھیں گمراہ نہیں کرسکو گے، تمہارا رب ان کا حامی ہوگا، وہ اپنے رب پر بھروسہ کریں گے اور تمام امور میں اسی کی جناب میں پناہ لیں گے، اور وہ ان کے لئے کافی ہوگا۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾

تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتی کو چلاتا ہے تاکہ تم اسکا فضل تلاش کرو یقیناً وہ تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے (۶۶) اور جب سمندر میں تمھیں مصیبت آتی ہے تو اللہ کے سوا جسے تم پکارتے ہو وہ تمھیں بھول جاتے ہیں پھر جب وہ تمھیں نجات دلا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اور انسان ہے ہی ناشکرا (۶۷)

آیت ۶۶ سے ۶۸ تک اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت واُلوہیت کی چند نشانیاں بیان کی ہیں۔اس نے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارا رب وہ ہے جو کشتیوں کو سمندر میں ہواؤں کے سہارے چلاتا ہے تاکہ تم اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہو تجارت کی غرض سے جاؤ، اور اللہ کی پیدا کی ہوئی روزی حاصل کرو یقیناوہ تم پر بہت مہربان ہے کہ سمندر تک کو تمہارے لئے مسخر و تابع کر دیا، تاکہ تم اسے اپنے سفر اور تجارت کے لئے باآسانی استعمال کر سکو اور جب کشتی میں سوار ہوتے ہو اور بیچ سمندر میں تمہیں کوئی بیماری یا پریشانی لاحق ہو جاتی ہے یا راستہ کھو بیٹھتے ہو یا کسی بھنور میں پھنس جاتے ہو اور کشتی ڈوبنے لگتی ہے، تو تم اپنے تمام باطل معبودوں کو یکسر بھول جاتے ہو اور فطرت کے تقاضے کے مطابق صرف ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہو۔جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔لیکن جب وہ تمھیں خیر و خوبی کے ساتھ ساحل پر پہنچا دیتا ہے تو اس کی یاد سے غافل ہو جاتے ہو اور پھر اپنے جھوٹے معبودوں کو پکارنے لگتے ہو۔اس لئے کہ انسان طبعی طور پر بڑا احسان فراموش واقع ہوا ہے۔

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا ﴿۶۸﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡہِ تَارَۃً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِہٖ تَبِیۡعًا ﴿۶۹﴾

کیا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمھیں خشکی پر ہی (زمین میں) دھنسا دے یا تم پر پتھر کنکر والی آندھی بھیج دے پھر تمھیں اپنے لئے کوئی کارساز بھی نہ ملے (۶۸) یا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمھیں سمندر میں دوبارہ لوٹا دے پھر تم پر سخت آندھی بھیج دے جو تمہارے کفر کی پاداش میں تمھیں غرق کر دے پھر تمھیں ہمارے خلاف کوئی پیچھا کرنے والا بھی نہ ملے (۶۹)

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے جب مصیبت میں ہوتا ہے جیسے کشتی سمندر میں طوفان میں گھر جائے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کشتی اب ڈوبی تب ڈوبی تو اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے اپنے کو انتہائی کمزور و عاجز محسوس کرتا ہے پھر اولیاء کو پکارتا ہے' بتوں کو پکارتا ہے، شاید وہ طوفان کی زد سے بچا ئیں، آخر میں صرف اللہ کو پکارتا ہے کہ اے اللہ! تو ہم کو بچالے تیرے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہے ہم نے بہت سے بتوں کو پکار کر دیکھا مگر کوئی مدد کو نہیں آئے ہم نے عبدالقادر جیلانی کو پکارا' ہم نے خواجہ بندہ نواز کو آواز دی مگر کوئی ہماری مدد کو نہیں آئے' اور جب اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے طوفان سے نجات دیتا ہے تو مصیبت سے نجات پانے کے بعد آدمی پھر بت پرست اور قبر پرست بن جاتا ہے کہ ہم کو ان اولیاء نے بچالیا۔

اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اے انسان تو طوفان سے بچنے اور خشکی پر پہنچنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ ہم عذاب سے بچ گئے ہم طوفان سے بچ گئے اب اللہ سے بے خوف ہو کر بے پرواہ ہو کر زندگی گزارتا ہے۔اے انسان اللہ چاہے تو تجھے زمین میں دھنسا سکتا ہے زمین میں زلزلہ لا سکتا ہے۔اگر سمندر میں طوفان ہے تو زمین میں زلزلہ ہے اور زمین پر طوفانی ہوائیں چلا کر ہلاک کر سکتا

ہے۔اے انسان اللہ کی عبادت کر اس کا شکر بجالا تاکہ سمندر میں اور زمین پر آرام سے زندہ رہ سکے۔

آیئے! ہم نے عبدالقادر جیلانی کو پکارا، ہم نے خواجہ بندہ نواز کو آواز دی، مگر کوئی ہماری مدد کو نہیں آئے اور جب اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے طوفان سے نجات دیتا ہے تو مصیبت سے نجات پانے کے بعد آدمی پھر بت پرست اور قبر پرست بن جاتا ہے کہ ہم کو ان اولیاء نے بچا لیا۔

اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ اے انسان تو طوفان سے بچنے کے بعد زمین پر پہنچنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ ہم عذاب سے بچ گئے ہم طوفان سے بچ گئے اب اللہ سے بے خوف ہو کر بے پرواہ ہو کر زندگی گزارتا ہے۔

تشریح آیت ۶۸: میں اس ناشکری پر دھمکی دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ سمندر سے نکل کر جس حصۂ زمین پر اترے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو ڈھا دے اور تم زمین کے نیچے چلے جاؤ، یا کسی شدید آندھی کو بھیج دے جو تم پر پتھروں کی بارش کر دے اور تمھیں ہلاک کر دے، اور کوئی تمہاری مدد کے لئے نہ آئے، یا تم اس بات سے نہیں ڈرتے ہو کہ وہ تمھیں دوبارہ سمندر میں پہنچا دے اور پھر کسی شدید طوفان کی زد میں ڈال کر کفر و سرکشی کی وجہ سے فرعونیوں کی طرح ڈبو دے، اور تمہارا کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو جو پوچھ سکے کہ ہم نے تمھیں عذاب کیوں دیا؟ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تمہارا سہارا نہیں، کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہیں تو کیوں نہیں تم اس پر دل سے ایمان لاتے ہو؟ کیوں نہیں سارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے اس کی غلامی اور بندگی کا عہد کر لیتے ہو؟ اور کیوں نہیں صرف اسی کے ہو جاتے ہو؟ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ
الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی
كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾ یَوْمَ نَدْعُوْا ع
كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ
بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا
یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۱﴾ وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ
اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ
سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾

بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی اور بحر و بر میں انھیں سواری مہیا کی، کھانے کی پاکیزہ چیزیں دیں اور جو کچھ ہم نے پیدا کیا ہے ان میں سے کثیر مخلوق پر نمایاں فوقیت دی (۷۰) جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔ پھر جس کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو ایسے لوگ اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے اور ان پر ذرہ بھر ظلم نہ کیا جائے (۷۱) اور جو اس دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ بلکہ راہ گم کئے ہو گا (۷۲)

بعض مفسرین نے اس آیت سے اندھا سے مراد مقلد لیا ہے چونکہ مقلد اپنے امام کی تقلید میں اندھا ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کی پرواہ نہیں کرتا۔

آیت ۷۲: جو دنیوی زندگی میں اللہ کی نشانیوں سے اور اسکی دلیلوں سے اندھا رہا وہ اسی طرح آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور دنیا سے زیادہ آخرت میں گمراہ ہوگا۔ اللہ آخرت کی ہولنا کیوں سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا ﴿۷۳﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا قَلِیْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾ وَ اِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ﴿۷۷﴾ ع ۸ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے قریب تھا کہ یہ کافر آپ کو اس سے بھٹکا دیتے تا کہ آپ وحی کے علاوہ کچھ اور ہم پر افترا کریں اور ایسے وہ تمھیں اپنا دوست بنا لیتے (۷۳) اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف جھک جاتے (۷۴) اس صورت میں ہم آپ کو زندگی میں بھی دگنی سزا دیتے اور مرنے کے بعد بھی۔ پھر ہمارے مقابلہ پہ آپ کوئی مددگار بھی نہ پاتے (۷۵) قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس سرزمین (مکہ) سے دل برداشتہ کر کے یہاں سے نکال دیں اور ایسی صورت میں آپ کے بعد یہ بھی یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکیں گے (۷۶) ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے تو ہمارا یہی طریقہ رہا ہے اور ہمارے اس قانون میں آپ تفاوت نہیں پائیں گے (۷۷) آپ زوال شمس سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے اور فجر کے وقت قرآن (پڑھئے) بیشک فجر میں قرآن پڑھنے کا وقت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہوتا ہے (۷۸) اور رات کو تہجد ادا کیجئے یہ آپ کیلئے زائد ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے (۷۹)

آیت ۷۹: مقام محمود سے مقصود ایسا درجہ ہے جس کی عام طور پر تعریف کی جائے۔ فرمایا: کچھ دور نہیں کہ تمہارا پروردگار تمھیں ایسے مقام پر پہنچا دے جو تمام دنیا اور ہمیشہ ستائش کا مقام ہو۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب پیغمبر اسلام کی مکی زندگی کے آخری سال گذر رہے تھے اور مظلومیت اور بے سروسامانی اپنے انتہائی درجوں تک پہنچ چکی تھی۔ یہاں تک کہ مخالف قتل کی تدبیروں میں سرگرم تھے۔ ایسی حالت میں کون امید کر سکتا تھا کہ مظلومیت سے فتح و کامرانی کا دروازہ کھلے گا؟ لیکن وحی الٰہی نے صرف فتح و کامرانی ہی کی بشارت نہیں دی۔ کیونکہ فتح و کامرانی کی

عظمت کوئی غیر معمولی عظمت نہ تھی، بلکہ ایک ایسے مقام تک پہنچنے کی خبر دی جو نوع انسانی کے لئے عظمت و بلندی کی سب سے آخری بلندی ہے، یعنی ''عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا'' حسن و کمال کا ایسا مقام جہاں پہنچ کر محمودیت خلائق کی عالم گیر اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی۔ کوئی عہد ہو، کوئی مسلک ہو، کوئی نسل ہو لیکن کروڑوں دلوں میں اس کی ستائش ہوگی۔ ان گنت زبانوں پر اس کی مدحت طرازی ہوگی۔ محمود یعنی سرتاسر ممدوح ہستی بن جائے گی۔

محمودیت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جس میں حسن و کمال ہو، کیونکہ روحیں حسن ہی سے عشق کر سکتی ہیں اور زبانیں کمال ہی کی تعریف میں کھل سکتی ہیں۔ لیکن حسن و جمال کی مملکت ایسی نہیں جسے شہنشاہوں اور فاتحوں کی تلواریں مسخر کر سکیں۔

یہی مقام محمود ہے جس کی خبر ہمیں ایک دوسری آیت میں دی گئی ہے اور خبر کے ساتھ اور بھی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۶)

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کا ایک مشہود وہ معاملہ ہوگا جو قیامت کے دن پیش آئے گا۔ جب کہ اللہ کی حمد و ثنا کا علم آپ بلند کریں گے اور بلاشبہ محمودیت کا مقام دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے جو ہستی یہاں محمود خلائق ہے وہاں بھی محمود و ممدوح ہوگی۔ (ترجمان القرآن)

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝۸۰ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝۸۱

اور دعا کیجئے میرے رب! جہاں بھی تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا، اور جہاں سے نکالے تو سچائی کے ساتھ نکال اور اپنے ہاں سے مدد کرنے والی قوت مہیا کر دے (۸۰) اور کہئے: حق آ گیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ اور باطل تو ہے ہی بھاگ نکلنے والا (۸۱)

آیت ۸۱: عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ جب مکہ فتح ہوا اور آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس سے ان بتوں کو ٹھونسا دیتے جاتے اور فرماتے: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:2298)

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝۸۲ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

اور ہم قرآن میں جو کچھ نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے، مگر ظالموں کے خسارہ میں ہی اضافہ کرتا ہے (۸۲) اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو منہ پھیرتا ہے اور اپنا پہلو موڑ لیتا ہے اور جب اسے کوئی مصیبت آ لیتی

اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوۡسًا ﴿۸۳﴾ قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰى سَبِيۡلًا ﴿۸۴﴾ وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ وَ مَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۸۵﴾

ہے تو مایوس ہو جاتا ہے (۸۳) آپؐ کہئے: ہر کوئی اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے لہٰذا تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ سیدھی راہ پر چل رہا ہے (۸۴) اور لوگ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپؐ کہئے کہ ''روح میرے رب کا حکم ہے اور تمہیں تو بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ (۸۵)

شَاكِلَة کا مفہوم:۔ شاکلۃ کے معنی طور، طریقہ، ڈھب، ڈھنگ۔ یعنی ہر انسان اپنی افتادِ طبع کے مطابق کام کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص صدقہ اعلانیہ دیتا ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔ اور دوسرا صدقہ پوشیدہ طور پر دیتا ہے۔ اور اس کا مقصود یہ ہے کہ نمائش نہ ہو۔ اب دیکھئے نیت دونوں کی بخیر ہے۔ لیکن طریقہ اور انداز فکر الگ الگ ہے۔

آیت ۸۵: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں جا رہا تھا اور وہ اپنی سواری میں ٹیک لگائے ہوئے تھے، چند یہودیوں کے پاس سے گذر ہوا۔ کسی نے کہا اس سے کچھ پوچھو۔ کہنے لگے کہ روح کے متعلق ہمیں بتلائیے، آپ کچھ دیر کے لئے ٹھہرے پھر آپ نے سر اٹھایا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپؐ پر وحی ہو رہی ہے، جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:122)

یہاں روح سے کیا مراد ہے؟ بعض علماء نے اس سے روح انسانی یا (جسم میں) جان مراد لی ہے۔ بعض دوسرے مفسرین نے روح سے وحی الٰہی مراد لی ہے، اور بعض جبرئیل امین مراد لئے ہیں۔ قرآن میں جان کے لئے عموماً ''نفس'' استعمال ہوا ہے جبکہ وحی اور جبرئیل کے لئے ''روح'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں (النحل:۲) اور (المومن:۱۵) سیاق قرآنی سے بھی ''روح'' سے مراد وحی الٰہی یا جبرئیل امین معلوم ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن)

وَ لَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيۡنَا وَكِيۡلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡكَ كَبِيۡرًا ﴿۸۷﴾ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا

اور جو کچھ ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اگر ہم چاہیں تو اسے لے جائیں پھر ہمارے مقابلے میں آپ کو کوئی مددگار نہ ملے گا (۸۶) مگر یہ کہ آپ کا رب ہی مہربانی فرما دے۔ کیونکہ آپ ﷺ پر اس کا بہت بڑا فضل ہے (۸۷) آپ ان سے کہئے کہ اگر تم انسان اور جن سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز بنا لاؤ تو نہ لا سکو گے خواہ وہ سب ایک دوسرے کے

يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ
اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى
تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ
لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ
خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا
زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ
تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۗ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى
تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۗ قُلْ سُبْحَانَ
رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع ۹ ۱۰

مددگار بن جائیں (۸۸) ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثال کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔ مگر اکثر لوگوں نے اسے تسلیم نہ کیا پس کفر کرتے گئے (۸۹) اور کہنے لگے: ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دیں (۹۰) یا آپ کا کھجوروں، انگوروں کا باغ ہو تو آپ اس میں جا بجا نہریں بہا دیں (۹۱) یا آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دیں، جیسے آپ کا دعویٰ ہے یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں (۹۲) یا آپ کے لئے سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں۔ اور ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے یہاں تک کہ آپ ہم پر کتاب اتار لائیں جس کو ہم پڑھ لیں۔ آپؐ کہئے پاک ہے میرا رب! میں تو محض ایک انسان ہوں پیغام پہنچانے والا (۹۳)

تشریح آیات ۸۹: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اس قرآن میں ہر وہ بات اور مثال بیان کر دی ہے جس میں غور و فکر کے بعد انھیں راہ راست پر لا کھڑا کر دے، لیکن بنی نوع انسان کا حال عجیب رہا ہے کہ اکثر لوگوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ کفر کی راہ اختیار کی اور قرآن کی تکذیب کی اور یہ اس قضائے الٰہی کے مطابق ہوا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لشکرِ ابلیس سے جہنم کو بھر دے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ۹۰ سے لے کر آیت ۹۳ تک ایمان لانے کے لئے قریش مکہ نے یہ مطالبات پیش کئے۔

آیت ۹۳: مطلب یہ ہے کہ میرے رب کے اندر تو ہر طرح کی طاقت ہے، وہ چاہے تو تمہارے مطالبے آن واحد میں لفظ کن سے پورا فرما دے۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو (تمہاری طرح) ایک بشر ہی ہوں۔ کیا کوئی بشر ان چیزوں پر قادر ہے؟ جو مجھ سے ان کا مطالبہ کرتے ہو۔ ہاں میں اللہ کا رسول بھی ہوں، لیکن رسول کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے، سو وہ میں نے پہنچا دیا اور پہنچا رہا ہوں۔ البتہ اگر اللہ چاہے تو صدق رسالت کے لئے ایک آدھ معجزہ دکھا دے۔ لیکن خواہشات پر اگر معجزے دکھانے شروع کر دیئے جائیں تو یہ سلسلہ تو کہیں بھی جا کر نہیں رک سکے گا، ہر آدمی اپنی خواہش کے مطابق نیا معجزہ

دیکھنے کا آرزومند ہوگا اور رسول پھر اسی کام پر لگا رہے گا، تبلیغ و دعوت کا اصل کام ٹھپ ہو جائے گا۔ اس لئے معجزات کا صدور صرف اللہ کی مشیت سے ہی ممکن ہے اور اس کی مشیت، اس کی حکمت و مصلحت کے مطابق ہوتی ہے جس کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ میں بھی اس کی مشیت میں دخل اندازی نہیں کرسکتا۔ (احسن البیان)

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

النصف

اور لوگوں کے پاس ہدایت آ جانے کے بعد انھیں ایمان لانے سے صرف یہ بات روکتی ہے جو وہ کہتے ہیں: کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا (۹۴) آپؐ کہہ دیجئے: اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ہم آسمان سے ان کے لئے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے (۹۵) آپؐ کہئے: میرے اور تمہارے درمیان بس اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ یقیناً اپنے بندوں سے باخبر اور سب کچھ دیکھ رہا ہے (۹۶) جسے اللہ ہدایت دے دے وہی ہدایت پا سکتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرے تو ایسے لوگوں کیلئے اللہ کے سوا آپ کوئی مددگار نہ پائیں گے اور قیامت کے دن ہم انھیں اوندھے منہ گونگے اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب بھی اس کی آگ بجھنے لگے گی ہم ان پر اور بھڑکا دیں گے (۹۷) یہ ان کا بدلہ ہے کیونکہ انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ جب ہماری ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے (۹۸)

آیت ۹۷: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کسی صحابی نے کہا: اللہ کے نبی! کیا کافر کو سر کے بل چلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسے دنیا میں ٹانگوں پہ چلایا وہ اس پہ قادر نہیں ہے کہ یوم قیامت اسے سر کے بل چلا دے؟

(صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4388)

قانون جزا و سزا میں اعمال اور انسان کی جزا میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ جیسے کوئی شخص دنیا میں اللہ کو بھولا رہا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں بھلا دیں گے۔ جس نے دنیا میں اللہ کے ذکر سے اپنی آنکھیں بند کر لیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اندھا اٹھائیں گے۔ (تیسیر القرآن)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ
لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا
كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ
رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ
وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى ع ۱۱
تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ
جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى
مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ
هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
بَصَآئِرَ ۚ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾
فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ
وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْۤ
اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ
الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

اور کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ وہ اللہ جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا کر دے اس نے ان کے لئے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس میں شک نہیں۔ مگر ظالم ماننے والے نہیں بس کفر ہی کرتے ہیں (۹۹) آپ کہیے: اگر میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک تم ہوتے تو ان کے خرچ ہو جانے کے خوف سے سب کچھ اپنے پاس ہی رہنے دیتے اور انسان تو بہت تنگ دل واقع ہوا ہے (۱۰۰) ہم نے موسیٰ کو واضح آیات دی تھیں۔ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے کہ جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا: ''موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ تجھ پر سحر کر دیا گیا ہے (۱۰۱) موسیٰ نے جواب دیا: تو جانتا ہے کہ ان بصیرت افروز نشانیوں کو اسی ذات نے نازل کیا ہے جو زمین وآسمان کا مالک ہے اور اے فرعون! میں تو سمجھتا ہوں کہ تو ہلاک ہو کے رہے گا (۱۰۲) فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل کو اس ملک سے اکھاڑ پھینکے تو ہم نے اسے اور اس کے ہمراہیوں کو ڈبو دیا (۱۰۳) اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اس سرزمین میں آباد ہو جاؤ پھر جب وعدہ آخرت کا وقت آئے گا تو ہم تمھیں اکٹھا کر لائیں گے (۱۰۴)

آیت ۱۰۱۔۱۰۴: کفار قریش نے رسول اکرم ﷺ سے جب ان چھ نشانیوں کا مطالبہ کیا جن کا ذکر ابھی آیات ۹۰ سے ۹۳ میں گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، جس کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ موسیٰؑ کو جو نو نشانیاں دی گئی تھیں وہ انہی مطلوبہ نشانیوں کے برابر تھیں، لیکن پھر بھی فرعون اور اس کے پیروکار ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ اہل مکہ کے مطالبہ کے مطابق نشانیاں اس لئے نہیں بھیجی جا رہی ہیں کہ اگر ان کے وجود میں آ جانے کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے تو انھیں ہلاک کر دیا جائے گا اور اللہ انھیں یکسر ختم نہیں کرنا چاہتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی نو نشانیاں مندرجہ ذیل ہیں:

ہاتھ کی سفیدی، عصا، خون، سمندر کے پانی کا دو حصہ ہو جانا، آل فرعون کے مال و دولت کی بربادی، طوفان، ٹڈی،

جوئیں، مینڈک۔ ان تمام نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی فرعون ایمان نہیں لایا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری عقل میں جادو کی وجہ سے خلل واقع ہوگیا ہے کہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ سورۃ النمل آیات ۱۳ / ۱۴ میں اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔ پس جب آنکھیں کھول دینے والے ہمارے معجزے پہنچے تو وہ کہنے لگے: یہ تو صریح جادو ہے اور انھوں نے انکار کردیا۔ حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے، صرف ظلم و تکبر کی بنا پر، پس آپ دیکھ لیجئے کہ فساد برپا کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

امام حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ قحط سالی اور نقص ثمرات ایک ہی چیز ہے اور نواں معجزہ لاٹھی کا جادوگروں کی شعبدہ بازی کو نگل جانا ہے۔ موسیٰؑ کو ان کے علاوہ بھی معجزات دیئے گئے تھے۔ مثلاً لاٹھی کا پتھر پر مارنا جس سے بارہ چشمے ظاہر ہوگئے تھے۔ بادلوں کا سایہ کرنا، من وسلویٰ وغیرہ لیکن آیات تسعہ سے صرف وہی معجزات مراد ہیں جن کا مشاہدہ فرعون اور اس کی قوم نے کیا۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَنْفِلَاقُ بَحْرٍ (سمندر کا پھٹ کر راستہ بن جانا) کو بھی ان نو معجزات میں شمار کیا ہے اور قحط سالی اور نقص ثمرات کو ایک معجزہ شمار کیا ہے۔ اس لئے آیات تسعہ سے مراد مذکورہ معجزات ہیں۔ (احسن البیان)

آیت ۱۰۲: موسیٰؑ نے فرعون کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ یہ نشانیاں اللہ نے نازل کی ہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اور سیدھے دل سے اللہ کی ہدایت طلب کرنے والوں کے لئے ان میں بڑی عبرتیں ہیں۔ لیکن تم اپنے اپنے کبر وعناد کی وجہ سے ان کا انکار کر رہے ہو اور انھیں جادو کا اثر بتا رہے ہو۔ اے فرعون! میرا خیال ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے اور بالآخر تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

آیت ۱۰۳: میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس فرعون نے بنی اسرائیل کو سرزمین مصر سے نکال دینا چاہا تو ہم نے اسے اور اس کے تمام فرعونیوں کو دریا میں ڈبو دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موسیٰؑ کی زبانی حکم دیا کہ وہ شام و فلسطین کی سرزمین میں مقیم ہو جائیں اور ایک وقت ایسا آیا جب بنی اسرائیل کے لوگ فرعون کی سرزمین، اس کے مال و دولت اور زمین و جائیداد کے مالک بن گئے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جو مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کی بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنی اسرائیل کو بالآخر سرزمین مصر کا مالک بنا دیا اسی طرح اگرچہ آج آپ مکہ میں کمزور ہیں اور یہاں سے آپکو نکل جانا پڑے گا، لیکن ایک وقت آئے گا کہ آپ یہاں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مکہ کے کافروں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر نکل جانا پڑا۔ لیکن چند سال ہی بعد آپ وہاں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ کے قبضے میں آ گئے جنھیں آپ نے اپنے حلم و کرم کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

آیت ۱۰۴۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو اچھے اور بُرے تمام لوگ ایک ساتھ زندہ کئے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا اور نیک بختوں اور بد بختوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝۱۰۵ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝۱۰۶

وقف لازم

ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے اور حق کے ساتھ یہ نازل ہوا اور ہم نے آپ کو بشارت دینے اور ڈرانے والا بھیجا ہے (۱۰۵) اور ہم نے قرآن کو اجزاء میں نازل کیا ہے تاکہ آپ اسے وقفہ وقفہ سے لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور بتدریج نازل کیا ہے (۱۰۶)

آیت ۱۰۶: جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں نازل ہوا، سنو! قرآن کو اللہ نے اس لئے تھوڑا تھوڑا متفرق کر کے نازل کیا ہے کہ جب موقع ہو لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنا دے اور وہ اس کو سنیں اور سمجھیں اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ اللہ ہی نے اس کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ اور مبلغ ہیں۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝۱۰۷ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝۱۰۸ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝۱۰۹

السجدة ۳

آپ ؐ کہہ دیجئے: تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، اس سے پہلے جنھیں علم دیا گیا ہے جب انھیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں (۱۰۷) اور کہتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب یقیناً اور ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کے رہا (۱۰۸) اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن انکے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے (۱۰۹)

آیت ۱۰۵ تا ۱۰۷: پس تو کہہ دے تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ اس کی وقعت شان میں کوئی اضافہ یا نقص نہیں ہوسکتا، اگر کچھ ہے تو تمھارے ہی حق میں ہے۔ اس لئے تو جن لوگوں کو اس سے پہلے آسمانی کتابوں کا علم ہے جب یہ قرآن ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں یعنی گردنیں جھکا کر فرمانبرداری اور اطاعت کا اقرار کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار شرک اور شرک کے وہم سے بھی پاک ہے کچھ شک نہیں کہ ہمارے پروردگار کا وعدہ جو وہ قرآن میں بتلاتا ہے کہ نیک کاموں پر جنت، اور برے کاموں پر جہنم ہے ہو کر ہی رہے گا اور روتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گرتے ہیں اور قرآن پڑھنے اور سننے سے ان کا خوف الٰہی زیادہ ہوتا ہے۔ (تفسیر ثنائی)

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا
تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ
بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ
سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ
وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ
يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲

آپ کہئے: اللہ (کہہ کر) پکارو یا رحمٰن جو نام سے پکارو گے اس کے سب نام اچھے ہیں۔ اور آپ اپنی نماز نہ زیادہ بلند آواز سے پڑھئے، نہ بالکل پست آواز سے بلکہ ان کے درمیانی لہجہ اپنائیے (۱۱۰) اور آپ کہہ دیجئے کہ ہر طرح کی تعریف اس کے لائق ہے جس نے کسی کو بیٹا بنایا نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے کوئی مددگار ہے اور اس کی بڑائی کیجئے (۱۱۱)

آیت ۱۱۰: مشرکین مکہ، اللہ کے صفاتی نام رحمن یا رحیم سے واقف نہیں تھے۔ اور بعض آثار میں آتا ہے بعض مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے رحمن و رحیم کے الفاظ سنے تو کہا کہ ہمیں تو یہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ کو پکارو اور خود دو معبودوں کو پکار رہا ہے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر)

الحمدللہ سورۂ اسراء کی تفسیر مکمل ہوئی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة الكهف

سورۃ الکہف مکی ہے اس میں ۱۱۰ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں۔

تعارف: زمانۂ نزول: قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ یہ سورت تمام مفسرین کے نزدیک مکی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور آیتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں پر اہل مکہ کا ظلم وستم انتہا کو پہنچ رہا تھا۔ تاکہ اصحاب کہف کا واقعہ سنا کر مسلمانوں کی ہمت افزائی کی جائے اور انھیں بتایا جائے کہ ان سے پہلے مسلمانوں پر اس سے زیادہ ظلم کیا گیا۔ لیکن ان کے پیروں میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آیا۔

فضیلت: امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہم نے ابودرداءؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۃ الکہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرلی، وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہوگیا۔ اور حاکم نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن سورۃ الکہف کی تلاوت کرے گا اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان ایک خاص نور کی روشنی ہوگی''۔

کہف: بڑے غار کو کہتے ہیں جو پہاڑ کے اندر ہوتا ہے۔

شان نزول: یہ سورہ مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جواب میں نازل ہوئی۔

(۱) اصحاب کہف کون تھے؟ (۲) قصۂ خضر کی حقیقت کیا ہے؟ (۳) ذوالقرنین کا کیا واقعہ ہے؟

رسول اللہ ﷺ نبی ہیں یا نہیں امتحان لینے مشرکین نے اہل کتاب کے مشورے سے یہ سوالات کئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ان کا جواب دیا ہے۔

(۱) **اصحاب کہف کا واقعہ:** مسیحی مذہب کا ابتدائی دور ہے، نبطی حکومت کے اطراف یعنی شام وغیرہ میں عیسائیت کا زور ہے کہ رقیم کی چند نوجوان سعید روحیں شرک سے نفرت کر کے توحید کی جانب مائل ہوجاتی ہیں اور دین عیسوی کو قبول کرلیتی ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ بات بادشاہ وقت تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ بادشاہ نوجوانوں کو دربار میں بلاتا اور انکشاف حال چاہتا ہے نوجوان کلمۂ حق بلند کرنے میں بے باک اور جری ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بات بادشاہ کو ناگوار گزرتی ہے مگر وہ دوبارہ معاملہ پر غور کرنے کے لئے ان کو چند روز کی مہلت دیتا ہے۔ یہ دربار سے واپس آ کر آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور طے پاتا ہے کہ خاموشی کے ساتھ کسی پہاڑ کے غار میں چھپ جانا چاہئے تاکہ مشرکوں کے شر سے محفوظ رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہ سکیں یہ سوچ کر وہ غار میں چھپ جاتے ہیں جب

وہ غار میں داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر نیند طاری کر دیتا ہے اور وہ خواب ہی کی حالت میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ غار کی عجیب کیفیت ہے اندر سے بہت کشادہ ہے مگر قدرت نے اس کو ایسا موقع نصیب کیا ہے کہ زندگی کی بقاء کے قدرتی سامان وہاں سب موجود ہیں۔ ایک طرف دہانہ ہے تو دوسری طرف ہوا گزرنے کے سوراخ ہیں جن کی وجہ سے ہر وقت تازہ ہوا اندر آتی جاتی رہتی ہے۔ غار اتر' دکھن، سمت میں کھلتا ہے اس لئے طلوع و غروب کے وقت آفتاب کی تپش اندر نہیں پہنچ پاتی مگر ہلکی ہلکی روشنی برابر پہنچتی رہتی ہے اور ایسی کیفیت پیدا ہوگئی کہ نہ تاریکی ہی ہے کہ کچھ نظر نہ آئے اور نہ اتنی روشنی ہے کہ کھلے میدان کی طرح جگہ روشن ہو جائے۔ اس حالت میں چند انسان اس غار میں سو رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کا کتا اپنے اگلے ہاتھ پھیلائے غار کے منہ پر باہر کی جانب بیٹھا تھا۔

اس مجموعی صورت حال نے ایسی کیفیت پیدا کر دی ہے کہ پہاڑوں کے درمیان غار کے اندر جھانکنے والے انسان پر ڈر اور ہیبت کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور وہ بھاگ کھڑے ہونے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ برسوں تک یہ نوجوان اسی حالت میں آرام کے ساتھ محفوظ رہتے ہیں کہ شہر میں انقلاب ہو جاتا ہے، رومی عیسائی، نبطی حکومت پر حملہ کرتے ہیں اور دشمن کو شکست دے کر اس پر قابض ہو جاتے ہیں اور اس طرح رقیم (پیٹرا) عیسائیت کے ہاتھ میں آ جاتا ہے۔ اب اللہ کی مشیت فیصلہ کرتی ہے کہ یہ نوجوان بیدار ہوں وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کرتے ہیں کہ ہم کتنی مدت سوتے رہے۔ ایک نے جواب دیا کہ ایک دن اور دوسرے نے کہا: دن کا بھی کچھ حصہ، پھر کہنے لگے کہ ہم میں سے کوئی شہر جا کر کھانا لے آئے اور یہ سکہ لے جائے مگر جو بھی جائے اس طرح لین دین کرے کہ شہر والوں کو پتہ نہ لگ سکے کہ ہم کون ہیں اور کہاں ہیں؟ ورنہ مصیبت آ جائے گی بادشاہ ظالم بھی ہے اور مشرک بھی یا تو شرک پر آمادہ اور بے دینی پر مجبور کرے گا اور یا ہم سب کو قتل کر ڈالے گا اور یہ باتیں ہمارے دین و دنیا کو برباد کر دینے والی ثابت ہوں گی۔ اب نوجوانوں میں سے ایک شخص سکہ لے کر شہر گیا وہاں دیکھا تو حالات بالکل بدل چکے ہیں اور نئے آدمی اور نیا طور طریقہ نظر آ رہا ہے مگر پھر بھی وہ ڈرتے ڈرتے ایک باورچی کی دکان پر پہنچا اور کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ جب قیمت ادا کرنے لگا تو باورچی نے دیکھا کہ سکہ قدیم ہے۔ اس طرح آخر بات کھل گئی لوگوں کو جب اصل حقیقت معلوم ہوئی تو انھوں نے اس شخص کا خیر مقدم کیا اور اس عجیب و غریب معاملہ سے بہت زیادہ دلچسپی لی کیونکہ عرصہ ہوا کہ یہاں مشرک بادشاہوں کا دور ختم ہو چکا تھا اور یہاں کے باشندوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔

اس شخص نے جب یہ حال دیکھا تو اگرچہ عیسائیت پھیل جانے سے اس کو بے حد خوشی ہوئی مگر اپنے اور اپنے رفیقوں کے لئے یہی پسند کیا کہ دنیا کے ہنگاموں سے علیحدہ رہ کر یاد خدا میں گزار دیں' اس لئے کسی طرح مجمع سے جان بچا کر پہاڑ کی راہ لی اور اپنے دوستوں میں پہنچ کر سب حال کہہ سنایا اِدھر شہریوں میں ان کی جستجو کا شوق پیدا ہوا اور انھوں نے آخر ان کو ایک غار میں پا لیا لوگوں نے اصرار کیا کہ وہ شہر چلیں اور اپنی زندگی سے اہل شہر کو فائدہ پہنچائیں مگر وہ کسی طرح آمادہ نہ ہوئے اور انھوں نے اپنی عمر کا باقی حصہ

راہبانہ زندگی کے ساتھ اسی غار میں گزار دیا۔ جب ان مردان خدا راہبوں کا انتقال ہو گیا تو اب لوگوں میں چرچا ہوا کہ ان کی یادگار قائم ہونی چاہیے چنانچہ ان میں جو حضرات ذی اثر اور با اقتدار تھے انھوں نے کہا کہ ہم تو ان کے غار پر ہیکل تعمیر کریں گے اور غار کے منہ پر ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرادیا۔

اصحاب کہف موحد تھے۔ اور اسی طرح ظلم و ستم کا شکار تھے جس طرح مکہ کے مسلمان ظلم و ستم کا شکار بنے ہوئے ہیں اور اصحاب کہف کے واقعہ میں مومنوں کو تسلی دلائی گئی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو مشرکین کے شر سے بچالیا اسی طرح مسلمانوں کو بھی مشرکین مکہ کے شر سے اللہ تعالیٰ بچائے گا اور جس طرح اصحاب کہف پر اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کیا ہے اسی طرح مسلمانوں پر بھی فضل و کرم کرے گا اور ان شاء اللہ عنقریب کامیاب ہوں گے۔

۲۔ **موسیٰؑ اور خضر کا واقعہ**: بخاری میں سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوف بکالی کہتا ہے کہ موسیٰؑ صاحب خضر، موسیٰؑ صاحب بنی اسرائیل نہیں ہیں۔ یہ ایک دوسرے موسیٰ ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے مجھ سے ابی بن کعبؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ارشاد فرماتے تھے کہ ایک روز موسیٰؑ بنی اسرائیل کو خطاب فرمارہے تھے کہ کسی شخص نے دریافت کیا اس زمانہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ موسیٰؑ نے فرمایا: مجھے اللہ نے سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی اور ان پر عتاب ہوا کہ تمہارا منصب تو یہ تھا کہ اس کو علم الٰہی کے سپرد کرتے اور کہتے "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ" اور پھر وحی نازل فرمائی کہ جہاں دو سمندر ملتے ہیں (مجمع البحرین) وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو بعض امور میں تجھ سے بھی زیادہ عالم و دانا ہے۔

موسیٰؑ نے عرض کیا "پروردگار! تیرے اس بندے تک رسائی کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مچھلی کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو پس جس مقام پر وہ مچھلی گم ہو جائے اسی جگہ وہ شخص ملے گا۔ موسیٰؑ نے مچھلی کو توشہ دان میں رکھا اور اپنے خلیفہ یوشع بن نون کو ساتھ لے کر "مرد صالح" کی تلاش میں روانہ ہو گئے، چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے تو دونوں ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، مچھلی میں زندگی پیدا ہوئی اور وہ زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی، مچھلی پانی کے جس حصہ پر بہتی ہوئی گئی اور جہاں تک گئی وہاں پانی برف کی طرح جم کر ایک چھوٹی سی پگڈنڈی کی طرح ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سمندر میں ایک لکیر یا خط کھینچا ہوا ہے۔ یہ واقعہ یوشع بن نون نے دیکھ لیا تھا کیوں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بیدار ہو گئے تھے۔ مگر جب موسیٰؑ بیدار ہوئے تو ان سے ذکر کرنا بھول گئے اور پھر دونوں نے اپنا سفر شروع کر دیا اور اس دن رات میں آگے ہی بڑھتے گئے جب دوسرا دن ہوا تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ اب تکان زیادہ محسوس ہونے لگا، وہ مچھلی لاؤ تاکہ بھوک دور کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی تکان نہیں ہوا تھا۔ مگر منزل سے آگے غلطی سے نکل گئے تو اب تکان بھی محسوس ہونے لگا۔ یوشع بن نونؑ نے کہا: آپ کو معلوم ہو کہ جب ہم (صخرہ) پتھر کی چٹان پر تھے تو وہیں مچھلی کا یہ تعجب خیز واقعہ پیش آیا کہ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ مکتل (زنبیل)

میں سے نکل کر سمندر میں چلی گئی اور اس کی رفتار پر سمندر میں راستہ بنتا چلا گیا، میں آپ سے یہ واقعہ کہنا بالکل بھول گیا یہ بھی شیطان کا ایک چکر تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر کا وہ خط مچھلی کیلئے "سراب" راستہ تھا اور موسیٰ و یوشع علیہما السلام کیلئے عجب (تعجب خیز بات)

موسیٰ نے فرمایا کہ جس مقام کی ہم کو تلاش ہے وہ وہی مقام تھا اور یہ کہہ کر دونوں پھر ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوئے اسی راہ پر لوٹے اور اس "صخرہ" (پتھر کی چٹان) تک جا پہنچے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اس جگہ عمدہ لباس پہنے ہوئے ایک شخص بیٹھا ہے۔ موسیٰ نے اس کو سلام کیا اس شخص نے کہا کہ تمہاری اس سرزمین میں "سلام" کہاں؟ (یعنی اس سرزمین میں تو مسلمان نہیں رہتے) یہ خضرؑ تھے، موسیٰ نے کہا ہاں! میں تم سے وہ علم حاصل کرنے آیا ہوں جو اللہ نے تم ہی کو بخشا ہے۔ خضرؑ نے کہا: تم میرے ساتھ رہ کر ان معاملات پر صبر نہ کر سکو گے "موسیٰؑ! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تکوینی رموز و اسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو تم کو نہیں دیا گیا اور اس نے تم کو (تشریعی علوم کا) وہ علم عطا فرمایا ہے جو مجھ کو عطا نہیں ہوا۔ موسیٰ نے کہا: "ان شاء اللہ" آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ اور میں آپ کے ارشاد کی قطعاً خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ خضرؑ نے کہا: تو پھر شرط یہ ہے کہ جب میرے ساتھ رہیں تو کسی معاملہ کے متعلق بھی جس کو آپ کی نگاہیں دیکھ رہی ہوں مجھ سے کوئی سوال نہ کریں، میں خود آپ کو ان کی حقیقت بتا دوں گا۔ موسیٰ نے منظور کر لیا اور دونوں ایک جانب کو روانہ ہو گئے جب سمندر کے کنارے پہنچے تو سامنے سے ایک کشتی نظر آئی۔ خضر نے ملاحوں سے کرایہ پوچھا، وہ خضرؑ کو پہچانتے تھے لہٰذا انھوں نے کرایہ لینے سے انکار کر دیا اور اصرار کر کے دونوں کو کشتی پر سوار کر لیا اور کشتی روانہ ہو گئی ابھی چلے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ خضرؑ نے کشتی کے سامنے والے حصہ کا ایک تختہ اکھاڑ کر کشتی میں سوراخ کر دیا۔ موسیٰ سے ضبط نہ ہو سکا خضرؑ سے کہنے لگے: کشتی والوں نے یہ احسان کیا کہ آپ کو اور مجھ کو مفت سوار کر لیا اور آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ کشتی میں سوراخ کر دیا کہ سب کشتی والے کشتی سمیت ڈوب جائیں۔ یہ کام تو اچھا نہیں ہے؟ حضرت خضرؑ نے کہا: میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میری باتوں پر صبر نہ کر سکیں گے؟ آخر وہی ہوا، موسیٰ نے فرمایا کہ مجھے وہ بات بالکل فراموش ہو گئی اس لئے آپ بھول چوک پر مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملہ میں سختی سے کام نہ لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پہلا سوال واقعی موسیٰ علیہ السلام کی بھول کی وجہ سے تھا۔ اسی اثناء میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے آ کر بیٹھی اور پانی میں چونچ ڈال کر ایک قطرہ پانی پی لیا، خضرؑ نے کہا کہ علم الٰہی کے مقابلہ میں میرا اور تمہارا علم ایسا ہی بے حقیقت ہے جیسا کہ سمندر کے سامنے یہ قطرہ۔

کشتی کنارے لگی اور دونوں اتر کر ایک جانب روانہ ہو گئے۔ سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے کہ ایک میدان میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت خضرؑ آگے بڑھے اور ان میں سے ایک بچہ کو قتل کر دیا۔ موسیٰ کو پھر یارائے صبر نہ رہا فرمانے لگے: "ناحق ایک معصوم جان کو آپ نے مار ڈالا" یہ تو بہت ہی برا کیا؟ خضر نے کہا: میں تو شروع ہی سے کہہ چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر سے کام نہ لے سکیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چونکہ یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ سخت تھی اس لئے موسیٰ صبر و ضبط نہ

کرنے میں معذور تھے۔موسیٰؑ نے فرمایا: خیر اس مرتبہ اور نظر انداز کردیجئے اس کے بعد بھی اگر مجھ سے صبر نہ ہوسکا تو پھر عذر کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔اور اس کے بعد آپ مجھ سے علیحدہ ہوجایئے گا۔غرض پھر دونوں روانہ ہوگئے اور چلتے چلتے ایک ایسی بستی میں پہنچے جہاں کے باشندے خوش عیشی اور مہمان داری کے ہر طرح قابل تھے مگر دونوں کی مسافرانہ درخواست پر بھی ان کو مہمان بنانے سے انکار کردیا تھا۔یہ ابھی بستی ہی میں سے گذر رہے تھے کہ خضرؑ ایک ایسے مکان کی جانب بڑھے جس کی دیوار کچھ جھکی ہوئی تھی اور اس کے گر جانے کا اندیشہ تھا،خضر نے اس کو ہاتھ سے سہارا دیا اور دیوار کو سیدھا کردیا۔موسیٰ علیہ السلام نے پھر خضر کو ٹوکا اور فرمانے لگے کہ ہم اس بستی میں مسافر وارد ہوئے مگر اس کے بسنے والوں نے نہ مہمان داری کی اور نہ ٹکنے کی جگہ دی۔آپ نے یہ کیا کیا اس کے ایک باشندے کی دیوار کو بغیر اجرت درست کردیا اگر کرنا ہی تھا تو بھوک پیاس کو دور کرنے کے لئے کچھ اجرت ہی طے کرلیتے۔

خضرؑ نے فرمایا: ''اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا'' هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ '' اور پھر انھوں نے موسیٰؑ کو ان تینوں معاملات کے حقائق کو سمجھایا اور بتایا کہ یہ سب منجانب اللہ وہ باتیں تھیں جن پر آپ صبر نہ کرسکے۔

(۳) **ذوالقرنین**: سورۂ کہف میں ایک ایسے بادشاہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کا لقب ذوالقرنین ہے اور جس نے مشرق و مغرب تک فتوحات کیں اور دوران فتوحات ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں کے بسنے والوں نے اس سے شکایت کی کہ یاجوج و ماجوج ہم کو ستاتے اور وحشیانہ حملے کرکے فساد مچاتے اور بربادی لاتے ہیں۔آپ ہم کو ان سے نجات دلایئے۔ذوالقرنین نے یہ سن کر ان کو تسلی و تشفی دی اور لوہے اور تانبے کو پگھلا کر دو پہاڑوں کے درمیان ایک ایسی سد قائم کردی کہ شکایت کرنے والے یاجوج و ماجوج کے فتنہ سے محفوظ ہوگئے۔

قرآن عزیز اور سد ذوالقرنین کے متعلق قرآن عزیز نے دو باتیں صاف صاف بیان کی ہیں ایک یہ کہ وہ سد دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کی گئی ہے اور اسنے پہاڑوں کے درمیان اس ''درہ'' کو بند کردیا ہے جہاں سے ہوکر یاجوج و ماجوج اس جانب کے بسنے والوں کو تنگ کرتے تھے۔ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان دونوں کی اس طرف ایک ایسی قوم کو پایا جنکی بات وہ پوری طرح نہیں سمجھتا تھا،وہ کہنے لگے: ذوالقرنین! بلاشبہ یاجوج و ماجوج اس سرزمین میں فساد مچاتے ہیں۔(۱۸/ ۹۴) دوسرے یہ کہ وہ چونے یا اینٹ گارے سے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ لوہے کے ٹکڑوں سے تیار کی گئی ہے جس میں تانبا پگھلا ہوا شامل کیا گیا تھا۔ترجمہ: ''میں تمہارے اور ان کے (یاجوج و ماجوج کے) درمیان ایک موٹی دیوار قائم کردوں گا تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاکر دو یہاں تک کہ پہاڑ کی دونوں پھانکوں (چوٹیوں) کے درمیان جب دیوار کو برابر کردیا تو اس نے کہا کہ دھونکو،یہاں تک کہ جب دھونک کر اس کو آگ کردیا،کہا لاؤ میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ کہ اس پر ڈالوں''۔(۱۸/ ۹۴)

(ماخوذ از اصحاب صالحین)

آیاتہا ۱۱۰ ۱۸ سُوْرَۃُ الْکَھْفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۹ رکوعاتہا ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ
لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿ؔ۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا
شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا
حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّ یُنۡذِرَ
الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ٭﴿۴﴾ مَا لَہُمۡ بِہٖ
مِنۡ عِلۡمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ
مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴿۵﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سب تعریف اسی اللہ کیلئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی (۱) یہ سیدھا راستہ بتانے والی ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنین کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے (۲) جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۳) اور ان لوگوں کو ڈرایئے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنا لیا ہے (۴) اس بات کا انھیں بھی علم نہیں، نہ انکے آباو اجداد کو تھا' بہت بھاری بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں سراسر جھوٹ ہے (۵)

آیت ۱: اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ "وہ رات کو یہ سورہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک ان کا جانور جو گھر میں تھا بدکنا شروع کیا، انھوں نے غور سے دیکھا کہ کیا بات ہے؟ تو انھیں ایک بادل نظر آیا، جس نے انھیں ڈھانپ رکھا تھا، صحابی نے اس واقعہ کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے پڑھا کرو۔ قرآن پڑھتے وقت سکینت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 724)

اللہ تعالیٰ نے بہت سی سورتوں کی ابتداء اور انتہا میں اپنی تعریف بیان کی ہے اور اس اسلوب کلام سے اس جانب اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ ہر حال میں لائق حمد وثنا ہے اور بندوں کو یہ تعلیم دینی مقصود ہوتی ہے کہ ہر مہتم بالشان کام کی ابتدا اور انتہا اللہ کی حمد وثنا سے ہونی چاہئے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنی بڑائی اس بات پر بیان کی ہے کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا جو اس کی عظیم ترین نعمت ہے اور نبی کریم ﷺ کو صفت عبدیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ آپ کی اور قرآن کریم کی عظمت ظاہر ہو، اور یہ بھی ظاہر ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں اور یہی آپ کا اعلیٰ مقام ہے۔ نہ کہ انھیں اللہ کا بیٹا کہا جائے، جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰؑ کے بارے میں گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

اور قرآن کریم میں نہ لغت کے اعتبار سے کوئی کمی ہے۔ نہ ہی اس کے معانی میں کوئی تضاد ہے اور نہ لوگوں کو حق وسچائی کی طرف بلانے کے علاوہ اس کا کوئی اور پیغام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت (۲) میں قرآن کو "قَیِّمًا" کہا۔ یعنی یہ قرآن نہایت ہی معتدل کتاب ہے۔ ہر افراط وتفریط سے پاک، اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر غالب ہے، جس بات کو حق بتاتا ہے وہ حق ہے

اور جسے باطل قرار دیتا ہے وہ باطل ہے، جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔

قرآن کریم کا مشن یہ ہے کہ یہ اہل شرک و معاصی کو اللہ کے دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈراتا ہے، اور مومنین و صالحین کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہونگی، اور جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ
يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝٦ اِنَّا جَعَلْنَا مَا
عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا
صَعِيْدًا جُرُزًا ۝٨ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ
الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩
اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا
مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا
رَشَدًا ۝١٠ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ
سِنِيْنَ عَدَدًا ۝١١ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ
الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝١٢ ع ١٢/١٢

آپ تو شاید ان کافروں کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک ہی کر ڈالینگے اس غم سے کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے (٦) جو کچھ زمین پر موجود ہے اسے ہم نے اس کی زینت بنا دیا ہے تا کہ آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے (٧) نیز جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں (٨) کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار والوں اور کتبہ والوں کا معاملہ ہماری نشانیوں میں سے کوئی بڑا عجیب قصہ تھا (٩) جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو کہنے لگے: اے ہمارے رب! اپنی جناب سے ہمیں رحمت عطا فرما اور اس معاملہ میں ہماری رہنمائی فرما (١٠) تو ہم نے انھیں اس غار میں تھپکی دے کر کئی سال تک کیلئے سلا دیا (١١) پھر ہم نے انھیں اٹھایا تا کہ معلوم کریں کہ ہر دو فریق میں سے کون اپنی مدت قیام کا ٹھیک حساب رکھتا ہے (١٢)

آیت ۹: کہف اور رقیم کے معنی: کہف کسی پہاڑ کی اس کھوہ کو کہتے ہیں۔ جو کھلی اور کشادہ ہو اور اگر تنگ ہو تو اسے غار کہتے ہیں۔ اور رقیم، مرقوم کے معنوں میں ہے یعنی یہ اصحاب کہف یک دم معاشرہ سے غائب ہو گئے۔ اور تلاش بسیار کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکا۔ تو ان سرکاری مفرور مجرموں کے نام اور پتے قلمبند کر لئے گئے جو مدتوں حکومت کے ریکارڈ میں رہے اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ نام اس وقت ریکارڈ کئے گئے تھے جب لوگوں کو ان کا پتہ چل گیا۔ ان کا چرچا عام ہوا۔ اور یہ لوگ دوبارہ اس غار میں داخل ہو گئے۔ تو لوگوں نے ان کے نام اور پتے وغیرہ لکھ کر غار سے باہر کتبہ لگا دیا اور ان کے مختصر حالات بھی درج کر دیئے گئے۔ غار والوں کا قصہ بعث بعد الموت پر ایک واضح دلیل ہے اللہ جو کچھ پہلے تخلیق کر چکا ہے اس کے مقابلے میں بعث بعد الموت اس کے لئے بہت آسان اور حقیر چیز ہے۔ (تیسیر القرآن)

یہ اپنی دنیا کی زندگی کی آسانیوں اور آسائشوں میں مگن ہیں جبکہ ہم قیامت برپا کر کے اسی زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے۔

تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے مشرکین نے یہودیوں کے تعاون سے آپ ﷺ سے بذات خود چند سوالات پوچھے۔ (یاد رہے کہ سورۂ یوسف بھی اسی طرح کے سوالات کے جواب میں نازل ہوئی تھی) سوالات یہ تھے:

(۱) اصحاب کہف کا قصہ کیا ہے؟

(۲) خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ کیا ہے؟

(۳) ذوالقرنین کا قصہ کیا تھا؟

جس طرح سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف جواب ارشاد فرمایا، بلکہ حالات کو اہل مکہ اور مسلمان کی کشمکش پہ پوری طرح فٹ کردیا تاکہ آپ ﷺ کی مخالفت کا انجام مشرکین کو معلوم ہوجائے اور دوسری جانب ظلم وستم کی چکی میں پستے ہوئے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوں۔ بعینہ اس سورت میں بھی واقعات کو مکہ کے حالات پہ چسپاں کردیا ہے۔

کیا ہماری یہی ایک عجیب نشانی ہے؟ بلکہ ہماری ہر نشانی ایک سے بڑھ کر ایک عجیب نشانی ہے۔ (تیسیر القرآن)

آیت ۱۰: یہ وہی نوجوان ہیں جنھیں اصحاب کہف کہا گیا۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔ انھوں نے جب اپنے دین کو بچاتے ہوئے غار میں پناہ لی تو یہ دعا مانگی، اصحاب کہف کے اس قصہ میں نوجوانوں کے لئے بڑا اسبق ہے۔ آج کل کے نوجوانوں کا بیشتر وقت فضولیات میں برباد ہوتا ہے، اور اللہ کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ کاش آج کے مسلمان نوجوان، اپنی جوانیوں کو اللہ کی عبادت میں صرف کریں۔

تو ان نوجوانوں نے اللہ سے دعا کی کہ اپنی رحمت سے ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہماری رہنمائی فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا یوں قبول فرمائی کہ ان پہ سالہا سال کے لئے نیند طاری ہوگئی۔ (احسن البیان)

آیت ۱۲: ہم نے انھیں خواب شیریں سے جگایا تاکہ ہم معلوم کریں کہ ان میں جو دو مختلف گروہ نیند کی مدت کے بارے میں ہوگئے ہیں ان میں سے کسی کو صحیح مدت یاد ہے۔ (الفضل الکبیر)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا

ہم آپ کو ان کا بالکل سچا واقعہ بتلاتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے اور ہم نے انھیں مزید رہنمائی بخشی (۱۳) اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کردیا جب انھوں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ہمارا رب تو وہی ہے جو زمین وآسمان کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کو نہیں پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو عقل سے دور کی بات ہوگی (۱۴) یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے سوا

يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَٰنٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾	دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ پھر یہ ان پر واضح دلیل کیوں نہیں لائے؟ بھلا اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے (۱۵)

آیت ۱۳: واقعہ اصحاب کہف کی اب امر واقع کے مطابق تفصیلاً بیان کی جارہی ہے۔ یہ نوجوان اپنی مشرک قوم کے برعکس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے تھے، اور اللہ نے انھیں اپنے عقیدہ میں ایسی پختگی دی کہ انھوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر، ہجرت کی راہ اختیار کرلی اور تمام دنیاوی آرام و آسائش سے منہ موڑ کر غار میں رہنا گوارہ کیا۔ حافظ ابن کثیر نے (إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ) سے یہ بات بتائی ہے کہ بوڑھوں کے مقابلہ میں نوجوان حق کو جلدی قبول کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قریش کے اکثر بوڑھے اپنے کفر پر جمے رہے، ان میں سے بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیا اور (وَزِدْنَاهُمْ هُدًى) اور اس معنی کی دوسری قرآنی آیتوں سے امام بخاری اور دوسرے ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے۔

ان نوجوانوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عیسیٰؑ کے دین پر قائم تھے، لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی تردید کی ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اگر وہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود مدینہ ان کی خبروں سے دلچسپی نہیں رکھتے اور کفار مکہ کو نہ سکھاتے کہ وہ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب کی کتابوں میں عیسیٰؑ کی بعثت کے پہلے سے موجود تھا۔

آیت ۱۴: اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ نوجوان سرداران قوم کے بیٹے تھے ایک دن بتوں کی پوجا کے لئے اپنے گھر والوں کے ساتھ نکلے، لیکن ان کی فطرت سلیم نے بت پرستی کا انکار کردیا اور ایک اللہ کی عبادت کے عقیدہ پر اکٹھا ہو گئے، جب بادشاہِ وقت کو ان کی خبر ہوئی تو انھیں اپنے دربار میں بلایا اور بتوں کی پرستش سے انکار کا سبب پوچھا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں استقامت عطا کی اور بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر اس بات کا اعلان کیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اس لئے کسی حال میں بھی ہم اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہیں بنائیں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو اس سے بڑھ کر جھوٹ، بہتان اور اللہ پر افترا پردازی اور کوئی نہیں ہوگی۔

آیت ۱۵: ان نوجوانوں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہماری قوم نے اللہ کے علاوہ دوسرے بہت سے معبود بنالئے ہیں۔ جنکی وہ پوجا کرتے ہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ عمل صحیح ہے تو انھیں اپنے دعویٰ کی سچائی پر واضح اور کھلی ہوئی دلیل پیش کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ دین بغیر دلیل و حجت کے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ پھر خود ہی مشرکوں کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے کہا۔ واقعہ یہ ہے کہ غیروں کو اللہ کا شریک بنانا اللہ پر محض افترا پردازی ہے۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور جو اللہ پر افترا پردازی کرے گا اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہوگا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا﴿۱۶﴾

اور اب جبکہ تم لوگوں نے اپنی قوم اور انکے معبودوں سے جنکی یہ عبادت کرتے ہیں کنارہ کر ہی لیا ہے تو اس غار میں پناہ لے لو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت وسیع کر دیگا اور تمہارے معاملہ میں آسانی کر دیگا (۱۶)

آیت ۱۶: یعنی جب تم نے اپنی قوم کے معبودوں سے کنارہ کشی کر لی ہے تو اب جسمانی طور پر بھی ان سے علیحدگی اختیار کر لو۔ اصحاب کہف نے آپس میں کہا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ ایک غار میں چھپے، جب ان کے غائب ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو تلاش کیا گیا، لیکن وہ اسی طرح ناکام رہے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں کفار مکہ غار ثور تک پہنچ جانے کے باوجود، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ موجود تھے، ناکام رہے۔

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴿۱۷﴾ ع ۲/۱۴

وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا﴿۱۸﴾

اور آپ دیکھیں گے کہ جب سورج نکلتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف ہو کر چڑھتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف کترا کر غروب ہوتا ہے اور وہ نوجوان اس غار کی وسیع جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پا سکتا ہے اور جسے وہ بھٹکا دے تو آپ اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا مددگار نہ پائیں گے (۱۷) (اے مخاطب) تو انھیں دیکھے تو سمجھے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں۔ اور ان کا کتا اس غار کے دہانے پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے، اگر تو انھیں جھانک کے دیکھے تو خوف کے مارے بھاگ نکلے (۱۸)

آیت ۱۸: ادھر اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کے لئے وقتاً فوقتاً کروٹ بدلنے کا انتظام کر رکھا تھا۔ یہ انتظام تو ان کی زمین سے حفاظت کے لئے تھا کہ وہ ان کے اجسام کو تکلیف نہ پہنچائے جبکہ دوسری جانب لوگوں سے حفاظت کا یہ بندوبست فرمایا کہ ان کا حلیہ ایسا تھا کہ دیکھنے والا یہی سمجھے کہ جاگ رہے ہیں اور بس لیٹ کر آرام کر رہے ہیں اور ان کا کتا ایسی حالت میں ہوتا کہ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہو کہ اگر آگے بڑھے تو کتا پھاڑ کھائے گا۔ چنانچہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پیارے نوجوانوں کی حفاظت کا بندوبست فرما دیا۔ (تیسیر القرآن)

وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف فی یاء التائی بعد الباء من النصف الاول لمه اللام، النصف الاخیر ۱۲

اسی طرح ہم نے انھیں اٹھایا تا کہ وہ آپس میں کچھ سوال جواب کریں۔ ان میں سے ایک نے کہا: ”بھلا تم کتنی مدت (اس حال میں) پڑے رہے؟“ ان میں سے بعض نے کہا: ”یہی کوئی ایک دن یا دن کا کچھ حصہ“ اور بعض نے کہا: ”یہ تو تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت پڑے رہے۔ اب اپنا چاندی کا روپیہ (سکہ) دے کر کسی ایک کو شہر بھیجو کہ وہ دیکھے کہ صاف ستھرا کھانا کہاں ملتا ہے“ وہ آپ کے لئے کچھ کھانے کو لائے اور اسے نرم رویہ اختیار کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کسی کو آپ لوگوں کا پتہ چل جائے (۱۹) کیونکہ اگر ان لوگوں کا تم پر بس چل گیا تو یا تو تمھیں رجم کر دیں گے یا پھر اپنے دین میں لوٹا جائیں گے اس صورت میں تم کبھی فلاح نہ پاسکو گے (۲۰)

اصحاب کہف جیسے سوئے تھے ویسے ہی جاگ اٹھے

یعنی جس طرح ہم نے انھیں صحیح سالم سلایا تھا اسی طرح اٹھا بھی دیا اور ان کے جسموں، بالوں اور جلدوں میں ذرا سا بھی تغیر نہ آنے دیا وہ ۳۰۹ سال کی ایک لمبی نیند کے بعد جاگے اور آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے تو جواب دیا گیا ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم۔ کیونکہ وہ غار میں صبح کو داخل ہو کر سوئے تھے اور جب ۳۰۹ سال کے بعد اٹھے تو شام ہو رہی تھی، اسلئے انھوں نے سوچا کہ شاید ایک دن سوئے مگر پھر بھی تردد تھا اسلئے بولے کہ اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ ہم کتنی دیر سوئے، اب چونکہ انھیں بھوک لگ رہی تھی تو وہ وقتی ضرورت کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کہ کسی کو نقدی دے کر شہر بھیجو کہ جس دکان پر صاف ستھرا کھانا ملے وہاں سے کھانا لے آئے۔ جب یہ گھر سے چلے تھے تو اپنے ساتھ کچھ نقد رقم بھی اپنی ضرورت کیلئے لے گئے تھے۔ وہی نقد رقم انکے پاس تھی۔ تجویز یہ ہوئی کہ نقدی دے کر کسی ہوشیار آدمی کو شہر بھیجا جائے جہاں سے یہ بھاگ کر آئے تھے۔ اور اس سے کہہ دیا جائے کہ پوری احتیاط سے جائے اور جہاں عمدہ اور نفیس کھانا ہو لے آئے۔ پھر فرمایا کہ احتیاط برتے۔ یعنی ہوشیاری سے آئے جائے اور کھانا خریدے اور چھپ چھپا کر کھانا لے آئے، کسی کو اپنی ہوا بھی نہ لگنے دے۔

آیت ۲۰: اگر کافروں کو ہمارا پتہ لگ جائے تو یا تو وہ ہمیں سنگسار کر ڈالینگے یا پھر جبر یہ مشرک بنا لینگے، دقیانوس کا انھیں خوف تھا کہ اگر اسے ہماری خبر ہوگئی تو وہ طرح طرح کی سزائیں دیگا، پھر یا تو ان سزاؤں سے گھبرا کر مجبوراً شرک اختیار کرنا پڑیگا یا جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا، پھر اگر ہم مشرک بن گئے تو ہمارے دین و دنیا دونوں برباد ہو گئے۔ (الفضل الکبیر)

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان جوانوں پر مطلع کر دیا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت (برپا ہونے میں) کوئی شک نہیں، جبکہ وہ آپس میں ان نوجوانوں کے معاملہ میں جھگڑا کر رہے تھے آخر ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ یہاں ان پر ایک عمارت بنا دو۔ انکا معاملہ انکا رب ہی خوب جانتا ہے، مگر جو لوگ اس جھگڑے میں غالب رہے انھوں نے کہا کہ ہم تو یہاں ان پر مسجد بنائیں گے (۲۱)

آیت ۲۱: جب ایک طویل مدت سوتے رہنے کے بعد اللہ نے انھیں دوبارہ بیدار کیا، تو حالات ایسے پیدا کئے کہ شہر کے لوگوں کو ان کی تفصیلات معلوم ہو گئیں، انھیں پتہ چلا کہ یہ لوگ تو تین سو نو سال تک سوتے رہنے کے بعد بیدار ہوئے ہیں اور ان کے اجسام حسب سابق ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں آیا ہے، اس سے انھیں معلوم ہوا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے کہ وہ تمام انسانوں کو قیامت برپا ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ کہ قیامت آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لئے کہ حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر آدمی کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

سلف صالحین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ یہ واقعہ اس لئے پیش آیا تھا کہ اس دور کے لوگوں کے ذہنوں میں بعث بعد الموت اور قیامت کے دن میں شبہ پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ ان نوجوانوں میں سے ایک جب شہر پہنچا، شہر والوں نے اس کے پاس پرانے زمانے کا سکّہ دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور اس کا معاملہ بادشاہ تک پہنچا یا تو اس نے چھان بین شروع کر دی۔ بالآخر ان نوجوانوں کی ساری تفصیلات معلوم ہوئیں۔

اور اس زمانہ کے لوگ جس بعث بعد الموت کے منکر تھے، اس پر جب اللہ کی جانب سے دلیل قائم ہو گئی تو ان نوجوانوں کو موت آ گئی۔ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے طے کیا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور غار کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ شہر کے بااثر لوگوں نے کہا کہ ہم ان کی یادگار کے طور پر ان کی قبروں کے اوپر مسجد بنائیں گے اور ان کے جسموں اور ان کی اس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس میں نماز پڑھیں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ گزشتہ قوموں میں شرک باللہ اور توسل لغیر اللہ کا دروازہ اسی طرح کھلتا رہا ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت کے ساتھ اس کی تردید فرمائی اور کہا کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، جنھوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں پر مسجدیں بنا دیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب ان کا کوئی نیک آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس میں ان کی تصویریں لٹکایا کرتے تھے۔ وہی لوگ قیامت کے دن بدترین لوگ ہوں گے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 409) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ ع ۳/۱۵

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نوجوان تین تھے، چوتھا ان کا کتا تھا، اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا یہ سب بے تکی ہانکتے ہیں اور کچھ کہتے ہیں کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا آپ ان سے کہئے کہ میرا رب ہی ان کی ٹھیک تعداد جانتا ہے۔ جسے چند لوگوں کے سوا دوسرے نہیں جانتے لہٰذا آپ سرسری سی بات کے علاوہ ان سے بحث میں نہ پڑیئے اور ان کے بارے میں کسی سے کچھ پوچھئے بھی نہیں (۲۲)

آیت ۲۲: ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ان قلیل لوگوں میں ہوں جو کہ اصحاب کہف کی تعداد کو جانتے ہیں۔ وہ سات تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات کہنے والوں کو "رَجْمًا بِالْغَيْبِ" سے الگ رکھا۔ یعنی صرف ان باتوں پر اکتفا کریں جن کی اطلاع آپ کو وحی کے ذریعے سے کر دی گئی ہے یا عدد کے معلوم کرنے میں بحث و تکرار نہ کریں، صرف یہ کہہ دیں کہ ان کے تعین کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یعنی بحث کرنے والوں سے ان کی بابت کچھ نہ پوچھیں، اس لئے کہ جس سے پوچھا جائے، اس کو پوچھنے والے سے زیادہ علم ہونا چاہئے، جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ آپ کے پاس تو پھر بھی یقینی علم کا ایک ذریعہ وحی موجود ہے جبکہ دوسروں کے پاس ظنون و اوہام کے سوا کچھ نہیں۔ (احسن البیان)

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

نیز کسی چیز کے متعلق یہ کبھی نہ کہئے کہ میں کل یہ (ضرور) کروں گا (۲۳) مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب آپ بھول کر ایسی بات کہہ دیں تو فوراً اپنے رب کو یاد کیجئے اور آپ کہئے کہ امید ہے کہ میرا رب اس معاملہ میں صحیح طرز عمل کی طرف میری رہنمائی فرما دے گا (۲۴)

آیت ۲۳: آیت کے اس حصہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب قریش والوں نے یہود کے اشارے پر آپ سے تین سوالات کئے تو آپ نے وحی کی امید میں ان سے کہا کہ میں کل تمہارے سوالات کا جواب دوں گا اور "ان شاء اللہ" نہیں کہا اس کے بعد پندرہ دن تک وحی نہیں آئی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رب کے ساتھ حق ادب سکھایا گیا کہ آئندہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کریں تو کہیں کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا۔ نیز آپ سے یہ بھی کہا گیا کہ جب آپ کبھی "ان شاء اللہ" کہنا بھول جائیں تو یاد آ جانے پر کہہ لیا کریں، اور آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب میری نبوت کی صداقت ثابت کرنے کیلئے اصحاب

کہف کی خبر سے بھی بڑی نشانیاں اور اہم دلائل پیش کرے گا، اور نبی کریم ﷺ کی یہ امید پوری ہوئی کہ اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی گزشتہ انبیاء کرام اور انکی قوموں کے واقعات کی خبر دی جو آپکی صداقت کی بہت ہی روشن اور واضح دلیل ہے (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّ لَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَ اتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

الثلاثة

وہ نوجوان اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے رہے اور (کچھ لوگوں نے) نو سال زیادہ شمار کئے (۲۵) ان سے کہئے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے۔ اسی کو زمین و آسمان کے غیب معلوم ہیں۔ وہ کیا ہی خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ ان چیزوں کا اللہ کے سوا کوئی کارساز اور منتظم نہیں اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا (۲۶) اے نبی جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اپنے رب کی کتاب میں سے پڑھ کر سنا دو کوئی ان ارشادات کو بدلنے کا مجاز نہیں (جو ایسا کرے) آپ اللہ کے سوا اس کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے (۲۷) اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ منسلک رکھئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں کہ دنیوی زندگی کی زینت چاہنے لگیں نہ ہی اس کی اطاعت کریں جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے (۲۸) نیز آپ کہئے: حق تو وہ ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ حق آ چکا اب جو چاہے اسے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے، ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی قناتیں اسے گھیرے ہوئے ہیں، اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انھیں پینے کو جو پانی دیا جائے گا وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور ان کے چہرے بھون ڈالے گا کتنا برا ہے یہ پینا اور کیسی بری آرام کی جگہ ہے (۲۹)

تشریح آیت ۲۹: یہ آیت حق کا انکار کرنے والوں کے انجام کو اور ان کے ٹھکانے کو بتلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تمہارے رب کا دین برحق آ چکا ہے، جس کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہے، اور کسی کے لئے عذر باقی نہیں رہا ہے۔ اب ہر آدمی کو اختیار ہے۔ چاہے تو ایمان لے آئے اور بہانے نہ بنائے اور چاہے تو اس کا انکار کر دے، اور اس کا انجام بھگتنے کے لئے تیار رہے، اور مزید دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپیٹ انھیں گھیر لے گی، اور جب اپنے جلتے ہوئے دل کی آگ بجھانے کے لئے پانی مانگیں گے تو انھیں پگھلے ہوئے لوہے کے مانند پانی دیا جائے گا جو منہ کے قریب ہوتے ہی ان کے چہروں کو جھلسا دے گا۔ اور بڑا ہی برا پانی ہوگا اور جہنم بڑی ہی بری جگہ ہوگی۔ اور جو ایمان لائیں گے اور عمل کریں گے اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہیں کرے گا اور انھیں جنت دے گا۔ آیات (۳۰۔۳۱) میں اسی اجر عظیم اور جنت کا ذکر آیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا
نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝۳۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ
يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ
اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ
نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۳۱ وَاضْرِبْ ع ۹/۱۶
لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ
مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا
زَرْعًا ۝۳۲ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ
تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝۳۳
وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ
اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴ وَ دَخَلَ
جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو یقیناً ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کرتا ہو (۳۰) یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہمیشہ کے باغات ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہاں وہ سونے کے کنگنوں سے آراستہ کئے جائیں گے اور ریشم اور اطلس کے سرسبز کپڑے پہنیں گے وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے یہ کیا اچھا بدلہ اور کیسی اچھی آرام گاہ ہے (۳۱) آپ ان سے ان دو آدمیوں کی مثال بیان کیجئے جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ عطا کئے تھے اور ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگائی تھی اور ان دونوں کے درمیان قابل کاشت زمین بنائی تھی (۳۲) یہ دونوں باغ اپنا پھل پورا لائے اور بار آور ہونے میں کچھ کسر نہ چھوڑی اور ان کے بیچوں بیچ ہم نے نہر جاری کر دی تھی (۳۳) اسے ان درختوں کا پھل ملتا رہا تو (ایک دن) وہ گفتگو کے دوران اپنے ساتھی سے کہنے لگا: ''تجھ سے مالدار بھی زیادہ ہوں اور افرادی قوت بھی زیادہ رکھتا ہوں'' (۳۴) یہی کہتے کہتے وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنے

تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۝٣٥ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ
قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ
خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝٣٦ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ
يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ
ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝٣٧ لٰكِنَّا۠ هُوَ
اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ۝٣٨ وَ لَوْ
لَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا
وَّ وَلَدًا ۝٣٩ فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ
جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ
فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۙ۝٤٠ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا
غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝٤١

آپ پر ظلم کر رہا تھا، اور کہنے لگا: ''میں تو نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی اجڑ بھی سکتا ہے (۳۵) اور نہ ہی میں یہ گمان کرتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر مجھے اپنے رب کے ہاں لے جایا بھی گیا تو میں یقیناً اس سے بہتر جگہ پاؤں گا (۳۶) اس کے ساتھی نے گفتگو کے دوران اسے کہا: کیا تو اس ذات کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے پورا آدمی بنایا (۳۷) رہی میری بات تو میرا رب تو اللہ ہی ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا (۳۸) اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو کیوں نہ کہا ''ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' بھلا دیکھو! اگر میں مال اور اولاد میں تجھ سے کمتر ہوں (۳۹) تو عین ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا باغ عطا کرے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے۔ جس سے وہ چٹیل میدان بن کر رہ جائے (۴۰) یا اس کا پانی گہرا چلا جائے اور تو پانی نکال بھی نہ سکے (۴۱)

آیت ۳۷: **نادار مومن کا جواب:** اس کے مومن ساتھی کا جواب نقل کیا جارہا ہے کہ اس نے اپنے کافر ساتھی کو وعظ و نصیحت بھی کی اور کفر وغرور پر اسے ڈانٹا اور جھڑکا بھی کہ اے شخص اپنے خالق کی نافرمانی نہ کر، نافرمانی بڑی بُری چیز ہے۔ تیرے رب نے تجھے پیدا کیا، اسی نے انسان کی پیدائش کی، ابتدا مٹی سے کی کہ آدمؑ کو مٹی سے بنایا، پھر اس کی نسل کو حقیر پانی کی بوند سے پیدا کی۔ سورۂ بقرہ میں ہے کہ تم اپنے رب کا کس طرح انکار کر سکتے ہو۔ حالانکہ اس کے وجود کی دلیل تم پر ظاہر و روشن ہے۔ کائنات کی ہر چیز معدوم تھی اسی نے وجود بخشا یعنی دنیا کی ہر چیز مخلوق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا موجد خالق وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی حق دار عبادت نہیں اور جو خالق کائنات ہے اسی وجہ سے اس مومن نے اپنے کافر ساتھی سے کہا۔

آیت ۳۸: لیکن میں تمہاری جیسی غیر معقول بات نہیں کہہ سکتا بلکہ میں اللہ کی توحید و ربوبیت کا اعتراف کرتا ہوں اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کرتا، اللہ ہی اکیلا معبود ہے، جس کا کوئی شریک نہیں پھر ایک نہایت قیمتی ہمدردانہ نصیحت کی فرمایا:

آیت ۳۹: کہ جب تم اپنے باغ میں گئے تھے اور وہ تم کو پیارا معلوم ہوا تھا تو اس وقت تم کو اللہ کا شکر بجالانا تھا اور اللہ نے تم

کو جو مال واولاد کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اوروں کو نہیں دیں اور ان پر اس کی حمد کرنی تھی اور یہ کہنا تھا مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ اگر کوئی چیز اچھی معلوم ہو تو مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھو۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جب کسی کو کوئی چیز اچھی معلوم ہو تو مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ لے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہؓ کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتادوں؟ وہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ (ترمذی، حدیث نمبر: 3601۔ علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے)

مومن اپنے رب سے اچھی امید رکھتا ہے

آیت ۴۰: اس نیک توفیق نے کہا کہ اگر میرے پاس مال و دولت کی کمی ہے تو کیا ہے مجھے اپنے رب سے توقع ہے کہ وہ مجھے آخرت میں تیرے باغ سے بہتر باغ عطا فرمائے گا، اور تو جس باغ کے متعلق یہ شیخی بگھار رہا ہے کہ یہ کبھی برباد و خراب نہ ہوگا، اس پر اللہ کوئی آسمانی آفت بھیج دے گا۔ مثلاً اس قدر بارش ہی ہو جائے جس سے یہ سارا باغ برباد ہو جائے اور ساری محنت خاک میں مل جائے اور کھیتی اور لہلہاتے باغ کے بدلے چکنی زمین پڑی کی پڑی رہ جائے، جہاں پھسلاہٹ ہی پھسلاہٹ ہو، قدم بھی نہ جم سکے اور وہاں گھاس کا تنکا تک بھی پیدا نہ ہو سکے (۴۰) یا اس کا پانی بہت نیچا ہو جائے، فرمایا: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ الخ (الملک: ۳۰) آپ فرما دیں: بھلا بتاؤ تو سہی! اگر تمہارا پانی گہرا ہو جائے تو پھر کون تمہارے پاس جاری پانی لائے؟

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ
اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾
وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ
مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ
الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَ ع ۵ ۱۳ ۱۷
اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ
الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَ

(آخر یوں ہوا کہ) باغ کے پکے ہوئے پھل کو عذاب نے آگھیرا اور جو وہ باغ پر خرچ کر چکا تھا اس پر اپنے دونوں ہاتھ ملتا رہ گیا وہ باغ اپنی چھتریوں پر گرا ہوا تھا اب وہ کہنے لگا: کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا (۴۲) اللہ کے سوا کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو اسکی مدد کرتی اور وہ خود بھی اس آفت کا مقابلہ نہ کر سکا (۴۳) اب اسے معلوم ہوا کہ مکمل اختیار تو اللہ برحق ہی کو ہے وہی اچھا ثواب دینے والا اور انجام بخیر دکھلانے والا ہے (۴۴) نیز ان کے لئے دنیا کی زندگی کی یہ مثال بیان کیجئے۔ جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین کی نباتات گھنی ہو گئی۔ پھر وہی نباتات ایسا بھس بن گئی جسے ہوائیں اڑاتے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر مکمل اختیار رکھتا ہے (۴۵) یہ مال اور بیٹے تو محض دنیا کی

الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

زندگی کی زینت ہیں ورنہ آپ کے رب کے ہاں باقی رہنے والی نیکیاں ہی ثواب کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں اور اچھی امیدیں لگانے کے لحاظ سے بھی (۴۶)

آیت ۴۶-۴۵: دوسری مثال انسانی زندگی کی بیان فرمائی۔ بارش آتی ہے تو زمین سے نباتات اُگ آتی ہے۔ پھر وہ پھلتی پھولتی ہے۔ اس پہ بہار آتی جاتی ہے اور لہلہاتی ہوئی ہریالی بہت بھلی معلوم ہوتی ہے، پھر وہ زرد ہونا شروع کر دیتی ہے۔ گویا اب اس کا زوال شروع ہو گیا پھر سوکھ کر بھری بھری ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آتا ہے کہ ہوائیں اسے اڑاتے پھرتی ہیں۔ یہی حالت انسانی زندگی کی ہے بچپن میں انسان کمزور ہوتا ہے، بول نہیں سکتا، خود چل بھی نہیں سکتا، کھا پی بھی نہیں سکتا، پھر آہستہ آہستہ طاقتور ہوتا جاتا ہے، پھر جوانی آتی ہے، طاقت آتی ہے، زبان طرح طرح کی باتیں کرنا اور باتیں بنانا سیکھ جاتی ہے' پھر اس کی زندگی میں بھی زوال آتا ہے، بڑھاپا آتا ہے اور وہ قوتیں آہستہ آہستہ زائل ہوتی ہیں یہاں تک کہ موت آ لیتی ہے۔ اسی طرح سے مال اور اولاد دونیا کی زینت تو ہیں مگر ان کی طلب اور محبت میں حد سے بڑھ جانا دنیا اور آخرت کی تباہی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا زینت و آرائش اور تمہارا آپس میں فخر جتلانا ہے اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش کرنا ہے۔ (الحدید: ۵۷-۲۰) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کی یہ مثال قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان فرمائی ہے' مثلاً سورۂ یونس ۲۵، سورۂ زمر ۲۱، سورۂ حدید ۱۵ وغیرھا من الآیات۔

پھر اہل دنیا کا رد کرنے کے بعد فرمایا: یہ چیزیں تو دنیا کی فانی عارضی زینت ہیں۔ آخرت میں یہ چیزیں کچھ کام نہیں آئیں گی۔ اسی لئے اس سے آگے فرمایا کہ آخرت میں کام آنے والے عمل وہ ہیں جو باقی رہنے والے ہیں۔

باقیات صالحات: باقی رہنے والی نیکیاں کون کون سی ہیں؟ کسی نے نماز کو، کسی نے تحمید و تسبیح اور تکبیر و تہلیل کو اور کسی نے بعض اور اعمال خیر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ عام ہے اور تمام نیکیوں کو شامل ہے۔ تمام فرائض و واجبات اور سنن و نوافل سب باقیات صالحات ہیں بلکہ منہیات سے بچنا بھی ایک عمل صالح ہے۔ جس پر عنداللہ اجر و ثواب کی اُمید ہے۔ (احسن البیان)

وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل چٹیل میدان دیکھیں گے اور ہم لوگوں کو جمع کریں گے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے (۴۷) اور وہ اپنے رب کے حضور صف بستہ پیش کئے جائیں گے (تو اللہ فرمائے گا تم ہمارے پاس اسی طرح آ گئے جیسے ہم نے پہلی بار تمھیں پیدا کیا تھا بلکہ تم

زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾ وَ وُضِعَ
الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ
وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا
يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ
وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَ لَا يَظْلِمُ
رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾ ع ٦ ٥ ١٨

سمجھتے تھے کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وعدہ مقرر ہی نہیں کیا (۴۸) اور نامۂ اعمال (سامنے) رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اسکے مندرجات سے ڈر رہے ہیں اور کہیں گے "ہائے ہماری بدبختی اس کتاب نے نہ تو کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی، سب کچھ ہی ریکارڈ کر دیا ہے۔ اور جو کام وہ کرتے رہے سب اس میں موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کریگا (۴۹)

آیت ۴۷-۴۹: آخرت کی ہولناکیوں کا بیان: دنیا کی بے ثباتی، اور قیامت میں اعمال صالحہ کا اجر وثواب بیان کرنے کے بعد، آخرت کے کچھ احوال بیان کرنا مناسب رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس دن کو یاد کیجئے جب ہم پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اکھاڑ کر فضا میں چلائیں گے، یا انھیں گرد وغبار بنا کر فضا میں اُڑائیں گے۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ
فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ
وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ
عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾ مَآ
اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَا
خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ
عَضُدًا ﴿٥١﴾ وَ يَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا
لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَ رَاَ
الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ
يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ ع ٧ ١٩

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے اسے سجدہ کیا۔ وہ جنوں میں تھا اس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔ کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے؟ ظالموں کیلئے برا بدلہ ہے (۵۰) میں نے تو انھیں نہ اس وقت گواہ بنایا تھا جب آسمان اور زمین پیدا کئے تھے اور نہ اس وقت جب خود انھیں پیدا کیا تھا، اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہیں (۵۱) اور جس دن اللہ فرمائے گا ان معبودوں کو تو بلاؤ جنھیں تم میرا شریک خیال کرتے تھے، وہ پکاریں گے مگر وہ (معبود) انھیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کا گڑھا بنا دیں گے (۵۲) اور مجرم جب جہنم دیکھیں گے تو انھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچاؤ کی کوئی راہ نہ پائیں گے (۵۳) اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح

هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ۝۵۴ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝۵۵

طرح کی مثالوں سے سمجھایا ہے مگر انسان اکثر باتوں میں جھگڑالو واقع ہوا ہے (۵۴) اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو انھیں اس پر ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے کس چیز نے روک دیا؟ بجز اس کے کہ وہ منتظر ہیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا معاملہ پیش آئے یا عذاب ان کے سامنے آ جائے (۵۵)

آیت ۵۴: ایسی مفصل اور مؤثر مثالیں بیان کر کے مختلف دلنشین اسلوب سے صرف قرآن سمجھاتا ہے۔ مگر انسان اس میں بھی کیڑے نکالتا ہے۔ یہ کام صرف ضدی اور ہٹ دھرم ہی نہیں کرتے بلکہ نیک مسلمان بھی اپنے حق میں کئی دفعہ جواز ڈھونڈ لیتے ہیں۔ علیؓ فرماتے ہیں: ایک رات رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے اور ہم دونوں (میں اور فاطمہ) کو مخاطب کر کے کہا کہ "تم لوگ تہجد کی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! ہمارے نفس اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہیگا کہ ہم اٹھیں، تو اٹھ جائینگے۔ یہ سن کر آپ ﷺ فوراً واپس ہو گئے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: (وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا) مگر انسان اکثر باتوں میں جھگڑالو واقع ہوا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 1059) (تیسیر القرآن)

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۚ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝۵۶ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۝۵۷ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ

ہم رسولوں کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ لوگوں کو بشارت دیں اور ڈرائیں اور کافر لوگ ان رسولوں سے باطل (دلائل کے ساتھ) جھگڑا کرتے ہیں تاکہ وہ ان سے حق کو نیچا دکھائیں اور میری آیات اور تنبیہ کا مذاق اڑائیں (۵۶) اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اللہ کی آیات سے نصیحت کی جائے اور وہ اس سے منہ پھیر لے اور اپنے تمام کام بھول جائے جو اس نے آگے بھیجے ہیں ایسے لوگوں کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ قرآن کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر آپ انھیں ہدایت کی طرف بلائیں بھی تو وہ کبھی اس راہ پر نہیں آئیں گے (۵۷) اور آپ کا رب بہت بخشنے والا اور رحمت والا ہے ورنہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اگر ان پر مواخذہ کرتا

لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا
مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى
اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ
مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ ع ۸ / ۲۰
اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ
اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا
نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ
سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا
غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا
نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى
الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَ مَآ
اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ
وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ
ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا
قَصَصًا ﴿۶۴﴾ۙ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ
اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ
لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ
عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ
تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ

تو جلد ہی ان پر عذاب لے آ۔تا بلکہ ان کے لئے وعدہ کا وقت مقرر ہے جس سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پاسکیں گے (۵۸) اور یہ (عذاب رسیدہ) بستیاں ہیں جب انھوں نے ظلم کیا تو ہم نے انھیں ہلاک کرڈالا اور ان کی ہلاکت کیلئے ایک وقت معین کررکھا تھا (۵۹) اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: ''میں تو چلتا جاؤں گا یہانتک کہ دو دریاؤں کے ملاپ پر نہ پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں گا (۶۰) پھر جب دو دریاؤں کے ملاپ پر پہنچ گئے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے اور اس مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا (۶۱) پھر جب وہ وہاں سے آگے نکل گئے تو موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا کھانا لاؤ اس سفر سے تو ہم بہت تھک گئے ہیں (۶۲) خادم نے جواب دیا': بھلا دیکھو! جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں آپ سے مچھلی کی بات کرنا بھول گیا۔ اور یہ شیطان ہی تھا جس نے مجھے آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھلادیا (بات یہ ہوئی ہے کہ) مچھلی نے عجیب وغریب طریقے سے دریا میں اپنی راہ بنالی تھی (۶۳) موسیٰؑ نے کہا: ''اس چیز کی تو ہمیں تلاش تھی'' چنانچہ وہ اپنے قدموں کے نشان پر واپس آئے (۶۴) وہاں انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنے ہاں سے خاص علم سکھایا تھا (۶۵) موسیٰؑ نے اس (خضر) سے کہا: اگر میں آپ کی اتباع کروں تو کیا آپ اس بھلائی کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھلادیں گے جو آپ کو سکھلائی گئی ہے؟ (۶۶) اس (خضر) نے کہا: آپ میرے ساتھ کبھی صبر نہ کرسکیں گے؟ (۶۷) اور جسکی حقیقت کا آپ کو علم نہ ہو اس پر آپ صبر کر بھی کیسے کرسکتے ہیں؟ (۶۸) موسیٰؑ

سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِيْ
لَكَ اَمْرًا ۝٦٩ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا
تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ
ذِكْرًا ۝٧٠ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي ع ۹/۱۱/۲۱
السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝٧١ قَالَ
اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝٧٢
قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَ لَا
تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝٧٣ فَانْطَلَقَا ٚ
حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ
شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝٧٤

نے کہا: آپ ان شاء اللہ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا (۶۹) خضر نے کہا: اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو پھر مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا یہاں تک کہ میں خود ہی آپ سے اس کا ذکر کردوں (۷۰) چنانچہ وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ موسیٰؑ نے کہا: کیا تم نے شگاف ڈالا ہے کہ کشتی والوں کو ڈبودو؟ یہ تو تم نے خطرناک کام کیا ہے (۷۱) خضرؑ نے کہا: ''میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکو گے (۷۲) موسیٰ نے جواب دیا: مجھ سے جو بھول ہوگئی ہے اس پر مواخذہ نہ کرو اور میرے لئے میرا کام مشکل نہ بنادو (۷۳) چنانچہ وہ دونوں پھر چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو ملے جسے خضرؑ نے مار ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا: ''تم نے تو ایک بے گناہ شخص کو مار ڈالا جس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ تو تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے (۷۴)

کیا ولی، نبی سے افضل ہوتا ہے؟: صاحب فتح البیان لکھتے ہیں کہ بہت سے گمراہوں نے اس آیت کو بنیاد بنا کر کہا ہے کہ ولی، نبی سے افضل ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے موسیٰؑ کو خضر سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا۔ ایسا عقیدہ رکھنا کفر صریح ہے۔ اور ان کی بات کا جواب وہی ہے جو امام شوکانیؒ نے دیا ہے کہ کبھی بڑے حکمت والا آدمی بھی کسی چھوٹے سے کوئی خاص علم حاصل کرتا ہے۔ اس سے ولی کو نبی پر فوقیت ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ ابوہریرہؓ کو شیطان نے آیت الکرسی کی تعلیم دی تھی اور اس آیت کی فضیلت سے ابوہریرہؓ ناواقف تھے اس سے اس کی فوقیت کا ثبوت نہیں ملتا۔

الجزء ۱٦
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ
صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا
فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾
فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ
اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا
فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ
لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا
فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ
مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ
فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ
سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ
مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ
كُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا
مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَ اَمَّا الْجِدَارُ
فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ
تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ
رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا
كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ
اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ﴿۸۲﴾ ط ع
ع ۱۰/۱۲

خضر نے کہا میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ کبھی صبر نہ کر سکو گے (۷۵) موسیٰ نے کہا اگر اس کے بعد میں نے کوئی بات پوچھی تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا اب میری طرف سے کوئی عذر باقی نہ رہے گا (۷۶) پھر وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ ایک بستی کے پاس آئے اور ان سے کھانا مانگا مگر ان لوگوں نے ضیافت کرنے سے انکار کر دیا، وہاں اُنھوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی، خضر نے اسے قائم کر دیا، موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو ان سے اس کی اجرت لے سکتے تھے (۷۷) خضر نے کہا: اب میرا اور تمہارا ساتھ ختم ہوا، اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتلاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے (۷۸) کشتی کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ چند مسکینوں کی ملکیت تھی جو دریا پر محنت مزدوری کرتے تھے میں نے چاہا کہ اس کشتی کو عیب دار کر دوں، کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا (۷۹) اور لڑکے کا قصہ یہ ہے کہ اس کے والدین مومن تھے، ہمیں خوف ہوا کہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان پر کوئی مصیبت نہ کھڑی کر دے (۸۰) لہٰذا ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے انھیں اس سے بہتر لڑکا عطا کر دے جو پاکیزہ ہو اور قرابت کا خیال رکھنے والا ہو (۸۱) اور دیوار کی بات یہ ہے کہ وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اس دیوار کے نیچے ان کے لئے خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک صالح آدمی تھا۔ لہٰذا آپ کے رب نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کو پہنچ کر اپنا خزانہ نکال لیں جو کچھ میں نے کیا آپ کے رب کی رحمت تھی، میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر آپ صبر نہ کر سکے (۸۲)

تشریح: موسیٰ نے کہا اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھوں تو مجھے اپنی صحبت سے الگ کر دیجئے اور اس کے لئے آپ معذور ہوں گے کہ ایک بار نہیں بلکہ دوبارہ آپ نے میرا عذر قبول کیا اور مجھے اپنے ساتھ رہنے کا موقع دیا۔ دونوں پھر آگے چل پڑے یہاں تک کہ رات کے وقت ایک شہر میں پہنچے وہاں دونوں نے شہر والوں سے کھانا مانگا تو کسی نے انھیں مہمان نہیں بنایا اس شہر میں ایک دیوار تھی جو گرنے والی تھی۔ خضرؑ نے اس دیوار پر ہاتھ لگایا اور اللہ کے حکم سے وہ معجزانہ طور پر سیدھی ہوگئی جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے واضح ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو اس کی اُجرت لینی چاہئے اس لئے کہ ہمیں پیسوں کی ضرورت ہے اور ان لوگوں نے ہماری میزبانی بھی نہیں کی ہے۔ خضرؑ نے کہا: آپ وعدہ کے مطابق میرا ساتھ چھوڑ دیں۔ اور میں اب آپ کو اپنے افعال کی تاویل بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰؑ پر رحم کرے کاش وہ صبر کرتے تاکہ دونوں حضرات کی مزید خبریں ہمیں معلوم ہوتیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 119) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

یعنی یہ بخیلوں اور یتیموں کی بستی تھی کہ مہمانوں کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا اور درآں حالیکہ مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا شریعت کی اخلاقی تعلیمات کا اہم حصہ رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مہمان نوازی اور اکرام ضیف کو ایمان کا تقاضہ قرار دیا ہے۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5559) (فتح القدیر شرح جامع الصغیر، ۵ / ۲۰۹) جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت وتکریم کرے۔ (احسن البیان)

کشتی کا تختہ اکھاڑنے کو موسیٰؑ نے بُرا کام سمجھا تھا اور اس پر ٹوکا بھی تھا اس کی اندرونی مصلحت کو اللہ تعالیٰ نے بتا دی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں نے کشتی کو اس لئے عیب دار بنا دیا تاکہ ظالم بادشاہوں کے ہاتھوں عیب دار ہونے کی وجہ سے ان غریبوں کی کشتی بچ جائے جن کی روزی کا اسی پر دارومدار ہے۔ وہ بادشاہ جس کے علاقہ سے کشتی گزرتی تھی ہر عمدہ اور نفیس کشتی چھین لیا کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ کشتی والے یتیم تھے۔ اس ظالم بادشاہ کا نام ہدد بن بدر تھا جو حیص بن اسحاق کی اولاد میں تھا تورات میں جن بادشاہوں کا کھلم کھلا بیان ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بچہ کو خضرؑ نے قتل کیا تھا اس کی گھٹی ہی میں کفر تھا۔ (ابن جریر) ڈر اس بات کا تھا کہ کہیں حسین وجمیل بچے کی محبت ان کے ماں باپ کو کفر کی طرف نہ کھینچ لائے۔ مقتول بچے کے بدلے بچی پیدا ہوئی۔ یعنی اللہ اس مقتول بچہ سے زیادہ پاکیزہ بچہ عطا فرمائے اور وہ اس سے زیادہ ماں کا لاڈلا، پیارا فرمانبردار ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی اور یہ بھی کہا گیا کہ جب خضرؑ نے اس بچے کو قتل کیا تو اس کی ماں کو مسلمان بچی کا حمل تھا (تفسیر ابن کثیر) جدائی سے قبل خضرؑ نے تینوں واقعات کی حقیقت سے آگاہ اور باخبر کرنا ضروری خیال کیا تاکہ موسیٰؑ کسی مغالطہ کا شکار نہ ہوں اور وہ سمجھ لیں کہ علم نبوت اور ہے جس سے انھیں نوازا گیا ہے اور بعض تکوینی اُمور کا علم اور ہے جو اللہ کی حکمت اور مشیت کے تحت ہے جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ خضرؑ کو دیا گیا ہے۔ اور اسی کے مطابق اُنھوں نے ایسے کام کئے جو علم شریعت کی رو سے جائز نہیں تھے اور اسی لئے موسیٰؑ بجا طور پر ان پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ (احسن البیان)

اللہ نیکوں کی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے۔فرمایا: ان کا باپ صالح تھا اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نیک آدمی کی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے پھر فرمایا: رب کی رحمت سے یہ باتیں ہوئیں یعنی جو میں نے مذکورہ بالا تین کام انجام دیئے ہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی۔کشتی والوں پر بھی مقتول بچے کے ماں باپ پر بھی یتیم بچوں پر بھی۔ میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کئے بلکہ مجھے ان کا حکم ملا اور مجھے ان کی اندرونی مصلحت بتائی گئی۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾

اور لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں کہئے کہ ابھی میں تمہیں اس کا حال سناؤں گا (۸۳) بلاشبہ ہم نے اسے زمین میں اقتدار بخشا تھا اور ہر طرح کا مال واسباب مہیا کر رکھا تھا (۸۴)

تفسیر: ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے سر کی دونوں جانب تانبا رہتا تھا بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ اس لئے بھی کہ وہ روس وفارس کا بادشاہ تھا یا اس کے سر کے دونوں جانب سینگ تھے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے دنیا کے دونوں سروں تک کا سفر کیا اس لئے ذوالقرنین کا لقب دیا گیا۔

ذوالقرنین ایک بڑی سلطنت وطاقت کے مالک تھے

ہم نے انھیں سلطنت اور زبردست جنگی طاقت دی۔آپ کے پاس ایک عظیم لشکر اور بہت سا سامان جنگ تھا اور بڑے بڑے قلعے قبضے میں تھے اسی وجہ سے آپ دنیا کے مشرق ومغرب کے ممالک پر قابض ہوگئے۔ دنیا آپ کی مطیع ومنقاد ہوگئی۔ دنیا کے بادشاہ باج گذار ہوگئے اور دنیا کی عربی وعجمی قوموں نے آپ کی خدمت باعث سعادت سمجھی۔ پھر فرمایا: ہم نے انھیں ہر چیز کے اسباب مہیا فرمائے۔ خوب علم دیا اور دنیا کی چھوٹی بڑی نشانی بھی بتادی تھی تمام زبانیں جانتے تھے جس قوم سے جہاد کرتے اسی قوم کی زبان میں لوگوں سے بات چیت کرتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کفار قریش آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اس کے بارے میں قرآن کریم کی وہ آیتیں سناتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے یہاں سے ان باتوں کا بیان شروع ہے جو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ وحی بتائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فوجی طاقت مال ودولت، فکر ونظر اور عظیم شہرت ودبدبہ دیا تھا اور ہر چیز کو حاصل کرنے کا ذریعہ عطا کیا تھا یعنی علم، طاقت، آلات و اسلحہ اور دیگر تمام وسائل انھیں مہیا تھے اور ان تمام وسائل وذرائع کو استعمال کر کے انتہائے مشرق ومغرب تک پہنچ گیا تھا۔ انتہائے مغرب میں اس نے دیکھا کہ آفتاب ایک ایسے چشمہ میں جا کر ڈوب رہا ہے جس کی مٹی کالی اور گرم تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس چشمے سے مراد بحر اٹلانٹک ہے جس کے ساحل پر جا کر ذوالقرنین رُک گیا اور جہاں غروب آفتاب کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ

اسی سمندر میں ڈوب رہا ہے انتہائے مغرب تک پہنچ جانے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی طرف واپسی کا راستہ اختیار کیا اور راہ میں جتنی قومیں آئیں انھیں دین ابراہیمی کی دعوت دی جن لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور جنھوں نے انکار کیا انھیں ذلت و رسوائی سے دوچار کیا۔ ان کے مال و دولت پر قبضہ کیا اور ان قوموں میں سے ان لوگوں کو ساتھ کر لیا جن کے ذریعہ دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کرنے میں مدد لی۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہونے کی جگہ یعنی انتہائے مشرق تک پہنچ گیا وہاں اس نے ایک ہی قوم کو پایا جو تمدن سے بالکل ہی دور ننگ دھڑنگ رہتی تھی نہ ان کے مکانات تھے اور نہ وہاں کوئی درخت تھا جو انھیں آفتاب کی تمازت سے بچاتا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ لوگ سرخ رنگ کے پستہ قد تھے جو غاروں میں رہتے تھے اور مچھلیاں کھاتے تھے۔

انتہائے مشرق تک پہنچ جانے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق و مغرب کے درمیان شمال و جنوب کا راستہ اختیار کیا اور انتہائے مغرب میں ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں دونوں طرف دو اونچے اور لمبے پہاڑ تھے اور دونوں کے درمیان ایک خالی جگہ تھی وہاں انسانوں کی ایک ہی جماعت رہتی تھی جو کوئی بھی بات نہیں سمجھ پاتی تھی۔ اس لئے ان کی زبان عجیب و غریب تھی اور ان کے اندر سمجھنے کی صلاحیت بھی کم تھی۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کہا کہ دونوں پہاڑوں کے پیچھے یاجوج و ماجوج کی قوم رہتی ہے انھیں جب بھی موقع ملتا ہے دونوں پہاڑوں کے درمیانی راستہ سے ہماری طرف آجاتے ہیں اور قتل و غارت گری کرتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کے بعد واپس چلے جاتے ہیں تو کیا آپ ہم سے معاوضہ لے کر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی کر دیں گے؟ ذوالقرنین نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ مجھے تم لوگوں سے کسی معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ نے جو مال و دولت اور ملک و سلطنت مجھے دیا ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے جو تم لوگ مجھے دینا چاہتے ہو، تم لوگ صرف مزدوروں، صنعت کاروں اور ضروری آلات سے میری مدد کرو تا کہ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ کھڑی کر دوں۔ یعنی اس درّہ کو بند کر دوں جس سے ہو کر وہ لوگ تمہاری طرف آجاتے ہیں۔ مجھے لوہے کے ٹکڑے دو، جب دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ میں لوہے کی اینٹوں کی دو متوازی دیوار بنا دی تو ان لوگوں سے کہا کہ اب دونوں دیواروں کے درمیان آگ پھونکو یہاں تک کہ لوہا تپ کر آگ بن جائے، جب لوہا آگ بن گیا تو ذوالقرنین نے ان سے کہا کہ اب مجھے پگھلایا ہوا تانبا دو تا کہ اسے گرم لوہے پر انڈیل دوں اور وہ لوہے سے چپک جائے، وہ رکاوٹ اتنی اونچی اور چکنی تھی کہ اس کے بعد یاجوج و ماجوج کا آنا بند ہو گیا اور وہ اتنی موٹی اور سخت تھی کہ ان کے لئے ان میں سوراخ کرنا ناممکن ہو گیا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ دیوار یہاں رہنے والوں کے لئے میرے رب کی رحمت ہے کہ اب یاجوج ماجوج کے لوگ اس راہ سے آکر ان پر ظلم و ستم نہیں ڈھائیں گے۔ لیکن جب قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس رکاوٹ کو ریزے ریزے کر دے گا اور زمین برابر ہو کر پہلے کی طرح راستہ بن جائے گا، اللہ کا وعدہ برحق ہے کہ قیامت آئے گی اور انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق وہ جزا و سزا دے گا۔ یاجوج ماجوج دو عجمی نام ہیں، کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں اور ترکی کے لوگ انہی میں سے ہیں، بعض لوگوں نے اسے پست قد اور بعض نے لمبے قد بتایا ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ
فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا
یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ
تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ
فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ
عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا
فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰی ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا
یُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ
مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ
نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ ۙ كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ
اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾
حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ
دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾
قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا
عَلٰۤی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا
مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ
بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ ۙ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ
حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ
حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ
قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا

چنانچہ وہ ایک راہ مہم پر چل کھڑا ہوا (۸۵) حتیٰ کہ وہ سورج
غروب ہونے کی جگہ پہنچ گیا اسے یوں معلوم ہوا جیسے سورج
سیاہ کیچڑ والے چشمہ میں ڈوب رہا ہے' یہاں اس نے ایک
قوم دیکھی ہم نے کہا: ذوالقرنین تجھے اختیار ہے خواہ تو ان کو
سزا دے یا ان سے نیک رویہ اختیار کرے (۸۶) ذوالقرنین
نے کہا جو شخص ظلم کرے گا اسے تو ہم بھی سزا دیں گے پھر وہ
اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اور شدید عذاب دے
گا (۸۷) البتہ جو ایمان لایا اور نیک عمل کیا اسے اچھا بدلہ
ملے گا' اور اسے ہم اپنے سہل کام کرنے کو کہیں گے (۸۸) پھر
وہ ایک اور راہ پر چل پڑا (۸۹) حتیٰ کہ وہ طلوع شمس کی حد
تک جا پہنچا اسے لگا کہ سورج ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے کہ ہم
نے ان کے درمیان کوئی آڑ نہیں بنائی (۹۰) واقعہ ایسا ہی تھا
اور ذوالقرنین کی حالت کی ہمیں خبر ہے (۹۱) پھر وہ ایک اور
راہ پر نکلا (۹۲) حتیٰ کہ وہ دو بلند گھاٹیوں کے درمیان پہنچا
وہاں ان دو کے علاوہ اس نے ایک اور قوم دیکھی جو بات بھی
نہ سمجھ سکتے تھے (۹۳) وہ کہنے لگے اے ذوالقرنین یاجوج
اور ماجوج نے اس زمین میں فساد مچا رکھا ہے اگر ہم آپ کو
کچھ چندہ اکٹھا کر دیں تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک
دیوار چن دینگے (۹۴) اس نے کہا میرے رب نے جو مجھے
قوت دے رکھی ہے وہ بہت ہے تم بس بدنی قوت (محنت)
سے میری مدد کر دو، میں ان کے اور تمہارے درمیان بند
بنا دوں گا (۹۵) مجھے لوہے کی چادریں لا دو' چنانچہ اس نے
ان کو گھاٹیوں کے درمیان برابر کر دیا تو کہا آگ دہکاؤ حتیٰ کہ
وہ آگ بن گئیں تو کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ لاؤ میں
انھیں پیوست کر دوں (۹۶) پھر یاجوج ماجوج ان کے اوپر نہ

اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ
رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ
كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

چڑھ سکتے تھے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکتے تھے (۹۷) ذوالقرنین کہنے لگا یہ میرے رب کی رحمت ہے، مگر جب میرے رب کا وعدہ آ جائے گا تو وہ اسے پیوند خاک کر دیگا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے (۹۸)

آیت ۹۸: اس وعدہ سے مراد قیامت کے قریب یاجوج وماجوج کا ظہور ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں نبی ﷺ نے اس دیوار میں تھوڑے سے سوراخ کو فتنے کے قریب ہونے سے تعبیر فرمایا۔ (بخاری، حدیث نمبر ۳۳۴٦) (احسن البیان) ایک حدیث میں آتا ہے کہ وہ ہر روز اس دیوار کو کھودتے ہیں اور پھر کل کے لئے چھوڑ دیتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ان کے خروج کی ہوگی تو پھر وہ کہیں گے کل ان شاء اللہ اس کو کھودیں گے اور پھر دوسرے دن وہ اس سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ زمین میں فساد پھیلائیں گے حتیٰ کہ لوگ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ یہ آسمان پر تیر پھینکیں گے جو خون آلود لوٹیں گے بالآخر اللہ ان کی گدیوں پر ایسا کیڑا پیدا فرما دے گا جس سے اِن کی ہلاکت واقع ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 5228)

بہرحال یاجوج وماجوج جو لوگ بھی ہوں، اتنی بات تو صحیح احادیث سے ثابت شدہ ہے کہ قرب قیامت کے وقت ذوالقرنین کی بنائی ہوئی رکاوٹ پاش پاش ہو جائے گی اور یاجوج وماجوج کی فوج امڈ پڑے گی۔ امام احمد، ترمذی اور حاکم وغیرہم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے اور محدث البانیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ وہ لوگ تمام کنوؤں کا پانی پی جائیں گے اور لوگ ان کے ڈر سے قلعوں میں بند ہو جائیں گے، اپنا تیر آسمان کی طرف چلائیں گے تو وہ خون سے لت پت ان کے پاس واپس آ جائے گا، تو وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو مغلوب کر لیا اور آسمان والوں سے بلند مقام والے ہو گئے۔ تب اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں ایک بیماری پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے تمام کے تمام ہلاک ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، زمین کے چوپائے ان کے گوشت کھا کر موٹے ہو جائیں گے اور اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ
وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّ عَرَضْنَا
جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ
كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ ع ۱۹/۲
كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ

اس دن ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم سب لوگوں کو اکٹھا کریں گے (۹۹) اس دن ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے (۱۰۰) جن کی آنکھوں پر میرے ذکر سے (غفلت) کا پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھے (۱۰۱) کیا کافروں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو ہی کارساز بنالیں ہم نے ایسے کافروں کی مہمانی کے

اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ
نُزُلًا ۝١٠٢ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ
اَعْمَالًا ؕ ۝١٠٣ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ
صُنْعًا ۝١٠٤ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ
لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝١٠٥ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا
كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًا ۝١٠٦ اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ
جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۙ ۝١٠٧ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا
يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝١٠٨ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ
مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ
تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝١٠٩
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ
اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ
رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝١١٠ ع ١٢

لئے جہنم تیار کر رکھی ہے(۱۰۲) آپ ان سے کہئے کیا ہم
تمہیں بتلائیں کہ اعمال کے لحاظ سے زیادہ نقصان والے
کون ہیں (۱۰۳) وہ لوگ جنھوں نے اپنی کوششیں دنیا کی
زندگی کے لئے کھپا دیں پھر وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اچھے کام کر رہے
ہیں (۱۰۴) یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات
اور اس کی ملاقات کا انکار کیا لہٰذا ان کے اعمال برباد ہو جائیں
گے اور قیامت کے دن ہم ان کے لئے میزان ہی نہیں رکھیں
گے (۱۰۵) یہ جہنم کفر اختیار کرنے کا بدلہ ہے وہ میری آیات
اور میرے رسولوں کا مذاق اُڑاتے رہے (۱۰۶) البتہ جو لوگ
ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کی ضیافت فردوس
کے باغات سے ہوگی (۱۰۷) جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے کسی
اور جگہ منتقل ہونا پسند نہیں کریں گے (۱۰۸) کہہ دیجئے کہ اگر
میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے سمندر سیاہی بن جائے تو
میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیگا
خواہ اتنی ہی اور سیاہی لائی جائے (۱۰۹) کہئے میں تم ہی جیسا
انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا الٰہ صرف
ایک ہی الٰہ ہے لہٰذا جو اپنے رب سے ملاقات کا امیدوار ہے
وہ نیک عمل کرے اور رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ
کرے۔(۱۱۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ مریم

سورہ مریم مکی سورہ ہے اس میں ۹۸ آیتیں اور ٦ رکوع ہیں۔

تعارف ونام: اس کا نام آیت ١٦ ''وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ‌ۘ اِذِ انْتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا ۙ‏ ''سے ماخوذ ہے۔
صاحب فتح البیان لکھتے ہیں کہ پورے قرآن میں مریم علیہا السلام کے علاوہ دوسری عورت کا نام نہیں آیا ہے، ان کا نام قرآن میں تیس بار دہرایا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ محمد بن اسحاق نے اپنی کتاب السیرۃ میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب مہاجرین حبشہ میں نجاشی کے سامنے پیش ہوئے اور اس نے جعفر بن ابی طالب ؓ سے قرآن کا کوئی حصہ سنانے کے لئے کہا تو اُنھوں نے اسی سورت کی ابتدائی آیتوں کی قرأت کی تھی جن سے متاثر ہوکر نجاشی اتنا رویا تھا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی تھی۔ اس کے دربار کے دوسرے علمائے نصاریٰ بھی رونے لگے تھے اور نجاشی نے کہا تھا کہ یہ کلام اور عیسیٰ ؑ جو کلام لے کر آئے تھے دونوں ایک ہی مصدر سے آئے ہیں، (مسند احمد: 1/ 202) اس میں زکریا، یحیٰی، عیسیٰ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

اٰیاتھا ۹۸ | ۱۹ سُوۡرَۃُ مَرۡيَمَ مَكِّيَّةٌ ۴۴ | رکوعاتھا ٦

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ‏ ﴿۱﴾ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ
زَكَرِيَّا ۖ ‌ۚ‏ ﴿۲﴾ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ (۱) یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی (۲) جب زکریا نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا (۳)

آیت ۲: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر اپنے فضل وکرم کا ذکر کیا ہے جو بنی اسرائیل کے بہت ہی عظیم المرتبت نبی اور یحیٰی ؑ کے والد تھے۔ بخاری میں ہے کہ وہ پیشہ کے اعتبار سے بڑھئی تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے، اُنھوں نے رات کی تاریکی میں جب دنیا سو رہی تھی اپنے رب سے خفیہ طور پر دعا کیا اور کہا: اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر کے بال بالکل سفید ہوگئے ہیں اور اس سے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ تو نے میری دعا قبول نہ کی ہو۔ مفسرین

لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایک قسم کا توسل تھا کہ اے اللہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری حالت قابل رحم ہو چکی ہے اور اس سے پہلے تو میری دعائیں قبول کرتا رہا ہے اس لئے اس بار بھی میری دعا قبول کر لے۔ اور مجھے ناامید نہ کر اور میرے بعد میری قوم کی باگ ڈور میرے جن رشتہ داروں کے ہاتھ میں جائے گی وہ اس لائق نہیں ہیں کہ ان پر بھروسہ کیا جائے ان میں کوئی ایسا نہیں جو دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھ سکے مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ دعوت الی اللہ کے کام کو نقصان پہنچائیں گے اور میری بیوی جوانی کے زمانے ہی سے بانجھ ہے اس لئے تو محض اپنے فضل وکرم سے مجھے ایک لڑکا عطا فرما جو علم ونبوت اور دعوت وتبلیغ کے کاموں میں میرا اور خاندان یعقوب کے دیگر انبیاء کا وارث بنے اور اے میرے رب تو اسے بلند اخلاق وکردار والا بنا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

پھر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف دعا قبول فرمائی بلکہ اس کا نام بھی تجویز فرما دیا۔ عاقر اُس عورت کو کہتے ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے اولاد جننے کی صلاحیت سے محروم ہو چکی ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو شروع سے بانجھ ہو یہاں یہ دوسرے معنی میں ہی ہے۔ جو لکڑی سوکھ جائے اسے عتیا کہتے ہیں۔ مراد بڑھاپے کا آخری درجہ ہے جس میں ہڈیاں اکڑ جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میری بیوی تو جوانی ہی سے بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہائی درجے میں پہنچ چکا ہوں۔ اب اولاد کیسے ممکن ہے کہا جاتا ہے کہ زکریا علیہ السلام کی اہلیہ کا نام اشاع بنت فاقود بن میل ہے۔ اور یہ حنہ (والدہ مریم کی بہن ہے) لیکن زیادہ صحیح قول یہ لگتا ہے کہ اشاع عمران کی دختر ہیں جو مریم علیہا السلام کے والد تھے۔ یوں عیسیٰؑ اور یحییٰؑ آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ صحیح حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (فتح القدیر، احسن البیان) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ اس قرآن میں مریمؑ کا واقعہ پڑھئے اور لوگوں کو سنایئے مریم بنت عمران داؤد کی نسل سے بنی اسرائیل کے ایک دیندار اور شریف گھرانے کی لڑکی تھی ان کی ولادت کا قصہ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ پیدا ہونے کے بعد اُنھوں نے اپنے خالو زکریا علیہ السلام کے گھر پرورش پائی اور ہوش سنبھالنے کے بعد بڑی زاہدہ، عابدہ اور شب زندہ دار بن گئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے عیسیٰؑ کو پیدا کرنا چاہا تو مسجد اقصیٰ سے ذرا ہٹ کر مشرقی جانب چلی گئیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہاں لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر گوشہ نشیں ہو کر عبادت کے لئے گئی تھیں۔ کسی نے کہا کہ ان کو ماہواری آئی تھی اور وہاں پردے میں طہارت حاصل کرنے کیلئے گئی تھیں، وہاں جبریلؑ اللہ کے حکم سے ان کے سامنے ایک مکمل آدمی کی شکل میں آئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل کتاب پر بھی خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا واجب تھا۔ لیکن مریم کے اسی عمل کی وجہ سے اُنھوں نے جہت مشرق کو اپنا قبلہ بنا لیا اور مطلع آفتاب کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ جب مریم علیہا السلام نے دیکھا کہ ایک اچھا خاصہ آدمی ان کے پردے کا لحاظ کئے بغیر ان کے سامنے آ گیا تو ان کے ذہن میں شبہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ آدمی کسی بُری نیت سے تو نہیں آیا ہے اس لئے اپنی انتہائی عفت و پاکدامنی کے زیر اثر کہنے لگیں کہ اے آدمی! اگر تجھے اللہ کا خوف ہے تو میں بے حد رحم کرنے والے اللہ کے ذریعہ تجھ سے پناہ مانگتی ہوں تو میرے قریب نہ آ، جبرئیلؑ نے فوراً ان کے دل سے خوف دور کرنے اور حقیقت بیان کرنے کے لئے کہا میں تمہارے اسی رب کا پیغامبر ہوں جس کے ذریعہ تم نے پناہ مانگی ہے مجھے اسی نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے گریبان میں پھونک مار کر اللہ کی جانب سے بطور عطیہ ایک لڑکا دیئے جانے کا سبب

بنوں جو گناہوں سے پاک ہوگا۔ اللہ نے اپنی طرف سے بذریعہ جبرئیلؑ ان کے رحم میں عیسیٰؑ کی روح پھونک دی۔ مریم علیہا السلام کو اس خبر سے تعجب ہوا، کہنے لگیں: مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ نہ میرا کوئی شوہر ہے اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ اگرچہ تمہارا کوئی شوہر نہیں اور تم کوئی بدکار عورت نہیں۔ تمہارا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ کہتا ہے ایسا کرنا میرے لئے بہت آسان ہے۔ اس نے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حواؑ کو صرف مرد سے پیدا کیا اور باقی ذریت آدم کو ماں باپ کے ذریعہ پیدا کیا۔ سوائے عیسیٰؑ کے جنھیں بغیر باپ کے پیدا کیا اور اس طرح تخلیق انسانی کے چاروں طریقے اختیار کر کے اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنی عظیم قدرت اور بے مثال عظمت کی قطعی دلیل پیش کر دی۔ اللہ نے عیسیٰؑ کو ان کی قوم کے لئے رحمت بنایا تھا جیسا کہ ہر نبی اپنی قوم کے لئے رحمت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کو توحید الٰہی اور صرف اللہ کی عبادت کی تعلیم دینے لگے۔ آخر میں جبرئیلؑ نے مریمؑ سے کہا کہ ایسا ہونا اللہ کے علم میں مقدر ہو چکا ہے ایسا ہو کر رہے گا۔

مفسرین لکھتے ہیں جب جبرئیلؑ نے انھیں اللہ کا فیصلہ سنایا تو راضی برضا الٰہی ہوگئیں اور ایک گونہ اطمینان محسوس کرنے لگیں۔ جبرئیلؑ نے اُن کے قریب آکر ان کے گریبان میں پھونک دیا۔ بہرحال پھونک کا اثر ان کے رحم تک پہنچ گیا اور اللہ کے حکم سے حمل قرار پا گیا۔ اس کے بعد وہ لوگوں کی باتوں کے ڈر سے اپنی قوم سے دور پہاڑ کے پیچھے یا وادی میں چلی گئیں۔ ظہور حمل کے بعد لوگوں کی چہ میگوئیوں کا انھیں ڈر ہوا تو بیت المقدس اور اپنی قوم سے دور بیت اللحم کی بستی میں چلی گئیں جو بیت المقدس سے صرف آٹھ میل دور تھی جہاں وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئیں۔ تاکہ ان کے طعنوں سے بچی رہیں۔ بالآخر ولادت کا وقت قریب آگیا اور درد کی شدت بڑھ گئی تو ایک کھجور کے درخت کے پاس چلی گئیں تاکہ ولادت کے وقت اس کا سہارا لے سکیں۔

جب مریم علیہا السلام نفاس سے فارغ ہوگئیں اور اللہ کے انعامات و اکرامات کو دیکھ کر ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا تو اپنے بچے عیسیٰؑ کو گود میں اُٹھائے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ لوگوں نے ان کی گود میں بچے کو دیکھ کر غم اور حیرت کے ملے جلے جذبے کا اظہار کیا کیونکہ مریم علیہا السلام بہت ہی بڑے دیندار خاندان کی بیٹی تھیں لوگوں نے ان پر نکیر کرتے ہوئے کہا: اے مریم! تو نے بہت بُرا کیا ہے ناجائز بچہ اُٹھائے چلی آرہی ہے۔ مزید ڈانٹ پھٹکار کرتے ہوئے کہا: اے ہارون کی بہن! تیرا باپ تو کوئی بدکار آدمی نہیں تھا اور نہ تیری ماں زانیہ عورت تھی۔ یا اس لئے کہ مریم کو ہارون کی طرح عابدہ اور صالحہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے ان کا نام لے کر عار دلایا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس نام کا ان کا ایک بھائی تھا جو نیکی اور صلہ میں مشہور تھا۔ صحیح حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مریم علیہا السلام نے جواب میں بچہ کی طرف اشارہ کر دیا کیونکہ اس وقت آپ روزہ سے تھیں۔ اشارہ سے کہا کہ اس بچہ سے معاملہ پوچھ لو۔ یہ دیکھ کر اور چراغ پا ہوگئے کہ ہم سے مذاق کیا جا رہا ہے۔ ہم اس بچہ سے کیا بات کریں جو بول بھی نہیں سکتا وہ غصہ میں تلملا اُٹھے اور کہنے لگے کہ اس بدکاری سے زیادہ تکلیف اس کا مذاق ہے۔ بھلا گود کا ایک شیر خوار بچہ کیسے بول سکتا۔ بچہ سے رہا نہ گیا بول پڑا اور سب سے پہلے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوا کرتی اور وہ تمام عیبوں، کمیوں اور نقصانوں سے بری ہے۔ مجھے اللہ کا غلام سمجھو اس کے سوا میں اور کچھ نہیں ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنا کر بھیجا اس سے آپ نے اپنی والدہ کی

پاک دامنی ظاہر فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مجھے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ میں عمر بھر نماز وزکوٰۃ کا پابند رہوں۔ اور مجھے یہ حکم ملا کہ میں اپنی امی جان کی خدمت وفرمانبرداری کرتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد والدہ کی اطاعت کا بیان فرمایا۔

اللہ نے قرآن میں جا بجا اپنی اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس نے مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا کہ میں سرکشی سے اس کی عبادت واطاعت سے منہ موڑلوں اور ماں باپ کی فرمانبرداری سے بھی جس کے نتیجے میں میں بدنصیب بن جاؤں وہ بدبخت ہے جو غصہ میں کسی کو قتل کرڈالے۔ اللہ نے مجھے مبارک بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں یعنی میں جس جگہ بھی رہوں گا لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا رہوں گا جس سے برکت ہوگی اور نفع بھی۔ میں لوگوں کے لئے باعث برکت ونفع ہوں۔ یوم ولادت سے لے کر یوم زندگی بعد الموت تک میرے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے اس سے بھی آپ کا بندہ اور مخلوق ہونا ثابت ہورہا ہے۔ آپ دیگر آدمیوں کی طرح عدم سے وجود میں آئے پھر آپ کو موت بھی آئے گی اور پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوں گے۔ چونکہ یہ تینوں مقام بڑے کٹھن ہیں اس لئے آپ نے فرمایا کہ ان کٹھن منزلوں سے سلامتی سے گزر جاؤ۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو۔ آمین

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا۝۴ وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا۝۵ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖۗ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۝۶ یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا۝۷ قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا۝۸ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَیْــًٔا۝۹ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ

کہا: میرے رب! میری ہڈیاں بوسیدہ اور بڑھاپے کی وجہ سے سر کے بال سفید ہو گئے تاہم اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا (۴) میں اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو اپنی جانب سے ایک وارث عطا فرما (۵) جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اسے پسندیدہ انسان بنانا (۶) اللہ نے جواباً فرمایا زکریا ہم تمہیں لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہوگا اس سے قبل اس نام کا کوئی آدمی ہم نے پیدا نہیں کیا (۷) زکریا نے کہا ''میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا'' جب کہ میری بیوی بانجھ ہے۔ اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں (۸) اللہ نے فرمایا ہاں ہوگا' تیرا رب کہہ رہا ہے کہ یہ میرے لئے سہل ہے' اس سے پہلے میں تجھے پیدا کر چکا ہوں جبکہ تو کچھ نہ تھا (۹) زکریا نے کہا رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے' فرمایا تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو تین رات تک لوگوں سے کلام نہ کر سکے گا (۱۰) چنانچہ جب وہ وقت آ گیا

النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ
مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً
وَّ عَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ
الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً ؕ
وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّ بَرًّاۢ بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَكُنْ
جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ
يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَ اذْكُرْ فِى — ع ۱۵
الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا — وقف لازم
شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫
فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا
سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّىْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ
كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ
لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ
غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ — الربع
قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَ
لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ
اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا
قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ
قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا
مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ
جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّىْۤ اِلَيْكِ

زکریا اپنے حجرہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو انھیں
اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح بیان کرو (۱۱) اے یحییٰ کتاب کو
مضبوطی سے پکڑ و اور ہم نے اسے بچپن میں ہی قوت فیصلہ عطا
کر دی تھی (۱۲) اور ہم نے اسے اپنی مہربانی سے نرم دل اور
پاکیزہ بنایا اور وہ متقی تھے (۱۳) وہ اپنے والدین سے حسن
سلوک کرتے اور کسی وقت بھی جابر و نافرمان نہ ہوئے (۱۴)
ان پر سلامتی ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جب وہ مریں گے
اور جب دوبارہ اُٹھائے جائیں گے (۱۵) اور اس کتاب میں
مریم کا بھی ذکر کیجئے، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی
جانب گوشہ نشیں ہوئیں (۱۶) اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ
گئیں تو ہم نے اس کی طرف اپنی روح (فرشتہ) کو بھیجا جو
ایک انسان کی شکل میں مریم کے سامنے آ گیا (۱۷) وہ بولی
اگر تمہیں کچھ اللہ کا خوف ہے تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی
ہوں (۱۸) وہ بولا میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اور
اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ایک پاک سیرت لڑکا دوں (۱۹) وہ
بولیں میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا
تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں (۲۰) وہ بولے ہاں ایسا ہی
ہوگا تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ میرے لئے یہ سہل ہے
اور ہم اسے لوگوں کے لئے ایک نشانی اور اپنی طرف سے
رحمت بنائیں اور یہ کام ہو کے رہے گا (۲۱) چنانچہ مریم کو اس
بچے کا حمل ٹھہر گیا تو اس حالت میں ایک دور مکان میں علیحدہ
جا بیٹھیں (۲۲) پھر درد زہ اسے کھجور کے تنے تک لے آئی تو
کہنے لگی کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میرا نام و نشان
نہ رہتا (۲۳) اس وقت درخت کے نیچے سے فرشتے نے
اسے پکارا غمزدہ نہ ہو تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک

بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾
فَكُلِىۡ وَ اشۡرَبِىۡ وَ قَرِّىۡ عَيۡنًا‌ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ
مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِىۡۤ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ
لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا ‌ۚ﴿۲۶﴾
فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ‌ ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ
جِئۡتِ شَيۡـًٔـا فَرِيًّا‏ ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ مَا كَانَ
اَبُوۡكِ امۡرَاَ سَوۡءٍ وَّ مَا كَانَتۡ اُمُّكِ بَغِيًّا ۖ ۚ﴿۲۸﴾
فَاَشَارَتۡ اِلَيۡهِ‌ ؕ قَالُوۡا كَيۡفَ نُـكَلِّمُ مَنۡ كَانَ فِى
الۡمَهۡدِ صَبِيًّا‏ ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰٮنِىَ
الۡكِتٰبَ وَ جَعَلَنِىۡ نَبِيًّا ۙ ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِىۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ
مَا كُنۡتُ وَ اَوۡصٰنِىۡ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا
دُمۡتُ حَيًّا ۖ ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّاۢ بِوَالِدَتِىۡ وَ لَمۡ يَجۡعَلۡنِىۡ
جَبَّارًا شَقِيًّا‏ ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوۡمَ وُلِدْتُّ وَ
يَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ يَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا‏ ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِيۡسَى
ابۡنُ مَرۡيَمَ‌ ۚ قَوۡلَ الۡحَـقِّ الَّذِىۡ فِيۡهِ
يَمۡتَرُوۡنَ‏ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ
وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ
لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ؕ‏ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ
فَاعۡبُدُوۡهُ‌ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ‏ ﴿۳۶﴾ فَاخۡتَلَفَ
الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ‌ۚ فَوَيۡلٌ لِّـلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا
مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ‏ ﴿۳۷﴾ اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ

چشمہ بہا دیا ہے (۲۴) اور اس کھجور کے تنے کو زور سے ہلاؤ وہ تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا (۲۵) پھر کھاؤ اور پیو اور اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو پھر اگر کوئی آدمی تمہیں دیکھ جائے تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے لہٰذا آج کسی انسان سے کلام نہ کروں گی (۲۶) پھر وہ اپنے بچے کو اُٹھائے اپنی قوم میں آئیں تو وہ کہنے لگے مریم تو بہتان والی چیز لائی ہے (۲۷) اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ کوئی بُرا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی (۲۸) مریم نے اس بچے کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ کہنے لگے ہم اس سے کیسے کلام کریں جو ابھی گود کا بچہ ہے؟ (۲۹) بچہ بول اُٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے (۳۰) اور جہاں بھی رہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے (۳۱) اور اپنی والدہ سے بہتر سلوک کرنے کا۔ نیز اللہ نے مجھے جابر اور بد بخت نہیں بنایا (۳۲) مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جب میں مروں گا اور جب میں زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں گا (۳۳) یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا قصہ یہ سچی بات ہے جس میں وہ جھگڑا کر رہے ہیں (۳۴) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے' وہ پاک ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو پھر کہہ دیتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے (۳۵) اور اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے (۳۶) پھر مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ پس ایسے کافروں کے لئے ہلاکت ہے جو بڑے دن کی حاضری کے منکر ہیں (۳۷) جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے اس روز وہ خوب سن

يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَكِنِ الظّٰلِمُونَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ
وقف لازم الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾
اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا
ع ۲۵/۵ يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ
كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ
تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ
شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ
يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ
لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۬ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ
مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

رہے اور دیکھ رہے ہوں گے۔ لیکن یہ ظالم آج کھلی گمراہی میں پڑے ہیں (۳۸) انھیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جب ہر کام کا فیصلہ کیا جائے گا' اور آج یہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لا رہے ہیں (۳۹) خود زمین کے اور تمام زمین والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹا کر لائے جائیں گے (۴۰) اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیجئے' بلاشبہ وہ راست باز نبی تھے (۴۱) جبکہ اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا: ابا جان آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی نہ دیکھتی ہیں اور نہ تمہارے کسی کام آسکتی ہیں (۴۲) ابا جان میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا لہٰذا میرے پیچھے چلئے میں آپ کو صراطِ مستقیم بتلاؤں گا (۴۳) ابا جان شیطان کی عبادت نہ کیجئے وہ تو اللہ کا نافرمان ہے (۴۴) ابا جان مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کو سزا ملے گی اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں گے (۴۵)

تشریح: حق تعالیٰ اپنے محبوب نبی سے فرما رہا ہے کہ آپ اس کتاب سے ابراہیمؑ کا قصہ اپنی قوم کے بُت پرستوں کو سنائیں اور انھیں خلیل اللہ کے جن کی یہ اولاد ہیں اور ملت ابراہیمی کے دعویدار ہیں یہ واقعات بتائیں۔ آپ بڑے سچی نبی تھے۔ آپ نے کس عجیب انداز سے اپنے باپ کو بُت پرستی سے منع کیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۵۲) ابراہیم نے اپنے والد سے کہا اگر آپ اپنے کفر و شرک پر باقی رہے اور اسی حال میں آپ کو موت آ گئی تو عذاب الٰہی سے آپ کو کوئی نہیں بچا سکے گا یا دنیا ہی میں آپ عذاب کا شکار نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کر ہمیشہ کے لئے راندۂ بارگاہِ الٰہی نہ ہو جائیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے ادب و احترام کے تقاضوں کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت شفقت اور پیار کے لہجے میں باپ کو توحید کا وعظ سنایا لیکن توحید کا یہ سبق کتنے ہی شیریں اور پیار بھرے لہجے میں بیان کیا جائے مشرک کے لئے ناقابل برداشت ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ مشرک باپ نے اس نرمی اور پیار کے جواب میں نہایت درشتی اور تلخی کے ساتھ موحد بیٹے کو کہا کہ اگر تو میرے معبودوں سے روگردانی کرنے سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ (احسن البیان) پھر ابراہیمؑ نے فرمایا: اے ابا جان! ایسوں کی عبادت بے کار ہے جو نہ سن سکیں اور نہ دیکھ سکیں اور نہ آپ کو فائدہ پہنچا سکیں اور نہ نقصان۔ اگرچہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور آپ سے چھوٹا ہوں مگر یقین مانئے مجھے اللہ نے وہ باتیں بتا دی

ہیں جن سے آپ قطعی بیگانہ ہیں نہ آپ کے پاس کوئی خبر آئی ہے اور نہ آپ انھیں جانتے ہیں۔ آپ میری بات مانیں میں آپ کو دین کے سیدھے راستہ پر لے چلوں گا جو منزل مطلوب تک یقینا پہنچ جائے گا اور اللہ کے عذاب سے نجات دلائے گا۔ آپ بتوں کی عبادت نہ کریں اور شیطان کی بات نہ مانیں۔ کیونکہ شیطان بت پرستی سے خوش ہوتا ہے اور وہی شرک پر آمادہ کرتا ہے۔ فرمایا: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ○ (یٰس: ٦٠) اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، دیکھو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا الخ۔ (النساء: ١١٧) مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں ہی کی پرستش کرتے ہیں اور سرکش شیطانوں ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ شیطان تو رحمان کا بڑا ہی نافرمان ہے یعنی مخالف ہے اور اپنے رب کی اطاعت سے مغرور و منحرف ہے اللہ نے اسے دھکے دے کر نکال دیا ہے اور اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اگر آپ اس کی بات مانیں گے تو آپ بھی اسی جیسے ہو جائیں گے۔ شرک و نافرمانی کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کا عذاب نہ آجائے پھر آپ کا کارساز، فریاد رس اور حمایتی شیطان کے سوا کوئی بھی نہ ہو اور شیطان کے یا کسی اور کے اختیار میں کچھ بھی نہیں بلکہ آپ کا اس کے نقش قدم پر چلنا اللہ کے عذاب کو گھیر لاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿٤٨﴾

باپ نے کہا ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے رجم کر دوں گا ہمیشہ کے لئے دور چلا جا (٤٦) ابراہیم نے کہا: اباجان تم پر سلام ہو میں اپنے رب سے آپ کے لئے بخشش مانوں گا بلاشبہ میرا رب میرے اوپر مہربان ہے (٤٧) میں آپ کو چھوڑتا ہوں اور انھیں بھی جنھیں تم لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہو اور میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا اور اُمید ہے کہ اسے پکار کر محروم نہیں رہوں گا (٤٨)

آزر نے ان پیغمبرانہ نصیحتوں کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور نہایت ہی سختی کے ساتھ توحید کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اے ابراہیمؑ! کیا تمہیں میرے معبودوں سے نفرت ہے کہ تم ان کی عیب جوئی کر رہے ہو۔ یاد رکھو اگر تم انھیں برا کہنے سے باز نہیں آؤ گے اور اپنی نصیحتیں بند نہیں کیں تو میں تمہیں پتھر سے مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔ ابراہیم اپنے کافر باپ کا انتہائی شدید جواب سن کر بھی حد ادب سے نہیں نکلے اور اس کے لئے سلامتی کی دعا کی گویا یہ کہنا چاہا کہ اگرچہ آپ مجھے سنگسار کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں لیکن مجھ سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت کی دعا کروں گا وہ مجھ پر بہت کرم فرما ہے وہ مجھے نا اُمید نہیں کرے گا۔ ابراہیمؑ نے کہا: میں آپ کا یہ گھر بار اور شہر چھوڑ کر کہیں اور جا رہا ہوں اور اللہ کے سوا آپ جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے اپنی دوری کا اعلان کرتا ہوں۔ اور میں صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا مجھے اُمید ہے کہ میرا رب

میری دعا ضائع نہیں کرے گا۔ ابراہیمؑ جب اللہ کی خاطر اپنے خاندان، گھر بار اور شہر کو چھوڑ کر بیت المقدس چلے گئے تو اللہ نے انھیں اسماعیل اور اسحاق جیسا بیٹا عطا کیا دونوں ہی ان کی زندگی میں نبی ہوئے اور جنھیں پا کر ان کی تنہائی دور ہو گئی اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا سب سے اچھے کون لوگ ہیں؟؛ تو آپ نے فرمایا یوسف نبی اللہ بن یعقوب نبی اللہ بن اسحاق نبی اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3104) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَ نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

ع ۳

پھر جب ابراہیم نے انھیں چھوڑ دیا اور ان کو بھی جن کی اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو ہم نے اسے اسحاق عطا کیا اور یعقوب بھی ان سب کو ہم نے نبی بنایا تھا (۴۹) ہم نے ان سب کو اپنی رحمتوں سے نوازا تھا اور ذکر خیر سے سربلند کیا تھا (۵۰) نیز اس کتاب میں موسیٰ کا قصہ بھی بیان کیجئے۔ بلاشبہ وہ ایک برگزیدہ انسان اور رسول تھے (۵۱) ہم نے انھیں کوہِ طور کی دائیں جانب سے پکارا اور راز کی گفتگو کرنے کیلئے اسے قرب عطا کیا (۵۲) اور اپنی مہربانی سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اسے (مدد کے طور پر) دیدیا (۵۳)

سورہ مریم آیت ۵۱: نبی اور رسول کا فرق:

سیدنا اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی اولاد میں سے سیدنا موسیٰؑ کا ذکر غالباً اسی وجہ سے کیا کہ آپ اولوالعزم پیغمبر تھے۔ اور آپ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں سے ان کا ذکر کیجئے۔ آپ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں انتہائی مخلص تھے۔ آپ نبی بھی تھے۔ اور صاحب شریعت رسول بھی۔ نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔ یعنی ہر رسول تو نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ روایات کے مطابق رسولوں کی تعداد صرف ۳۱۳ یا ۳۱۵ تھی جبکہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ مزید فرق علماء نے نبی اور رسول میں جو بیان کیا ہے وہ یہ ہے (۱) آنے والے رسول کی بشارت پہلے ہی کتاب اللہ میں دے دی جاتی ہے جبکہ نبی کے لئے یہ بات ضروری نہیں ہوتی (۲) رسول پر اللہ کی کتاب یا صحیفے نازل ہوتے ہیں اور وہ الگ سے اپنی اُمت تشکیل دیتا ہے جبکہ نبی اپنے سے پہلے کتاب ہی کی اتباع کرتا اور کرواتا ہے۔ (۳) رسول کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ خود لے لیتا ہے جبکہ انبیاء ناحق بھی سرکش کافروں کے ہاتھوں قتل ہوتے رہتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ چونکہ تمام دنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے رسول ہیں لہٰذا دوسروں کی بہ نسبت آپ ﷺ پر ذمہ داری بھی زیادہ تھی۔ اسی لئے بطور خاص اللہ نے یہ آیت نازل کی (يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ) (المائدۃ: ٦٧) فرما کر آپ ﷺ کو اطمینان دلایا۔ یہ آیت جنگ

اُحد میں آپ ﷺ کے زخمی ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ اس سے پہلے بعض دفعہ ایسے ہنگامی حالات پیش آجاتے تھے کہ آپ ﷺ کو اپنی جان کا کسی قدر خطرہ تھا؟ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر قریش مکہ، یہود اور منافقوں کی طرف سے تقریباً سترہ بار قاتلانہ حملے ہوئے اور ہر بار اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور ایسے کافروں کو ذلیل و رسوا کیا۔

ان جملوں کا اجمالی ذکر درج ذیل ہے۔ آپ ﷺ کا زمانۂ نبوت ۲۳ سال ہے۔ ابتدائی تین سال تو انتہائی خفیہ تبلیغ کے ہیں۔ باقی بیس سال کے عرصہ میں آپ ﷺ پر سترہ بار قاتلانہ حملے یا آپ ﷺ کو قتل کر دینے کی سازشیں تیار ہوئیں۔ حملے قریش مکہ کی طرف سے ہوئے۔ تین یہود سے۔ تین بدوی قبائل سے، ایک منافقین سے اور ایک شاہ ایران خسرو پرویز سے اور غالباً اس دنیا میں کسی بھی دوسرے شخص پر اتنی بار قاتلانہ حملے نہیں ہوئے اور ہر بار اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی مطلع کر کے یا مدد کر کے آپ ﷺ کو دشمنوں سے بچا کر اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ (تیسیر القرآن)

جب موسیٰؑ آگ کی تلاش میں پہاڑ پر تشریف لے گئے تو آپ کو پہاڑ کی سیدھی جانب سے آگ والے درخت سے آواز آئی آپ درخت پر آگ چمکتی دیکھ کر آگ لینے کی غرض سے آگے بڑھے تو میدان کے ایک گوشے پر پہاڑ کی اس جانب جو آپ کی سیدھی جانب تھی ایک درخت پر آگ لگ رہی تھی وہاں سے آواز آئی اللہ نے آپ کو بلایا آپ سے بات کی اور قریب بلا کر رازداری کی۔ (تفسیر ابن کثیر) اللہ نے کہا اے موسیٰؑ! میں اللہ ہوں۔ اللہ نے انھیں قریب کیا اور ان سے سرگوشی کی اور بغیر واسطہ وحی کے اللہ تعالیٰ ان کی بات سن رہا تھا اور وہ اللہ کی بات سن رہے تھے۔ اللہ اللہ قربان جائیے موسیٰؑ کی اس خوش بختی اور ان کی عظمت پر!! (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

پھر دوسرا احسان ہم نے اِن پر یہ کیا کہ ہم نے ان کی دعا قبول کی یعنی ہارون کو نبی بنا دیا۔ **وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا** الخ (القصص: ۳۴) میں بیان ہے۔ یعنی اور میرے بھائی ہارون کو جو مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے بطور میرے مددگار کے رسول بنا کہ یہ میری رسالت کی تصدیق کریں۔ مجھے ڈر ہے کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ فرمایا: **قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی** الخ (طٰہٰ: ۳۶) موسیٰ تمہاری دعا قبول ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۴﴾ وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا ﴿۵۷﴾

نیز اس کتاب میں اسمٰعیل کا قصہ بیان کیجئے۔ وہ وعدے کے سچے نبی اور رسول تھے (۵۴) اور اپنے گھر والوں کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنیکا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھے (۵۵) نیز اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے' وہ ایک راست باز نبی تھے (۵۶) اور ہم نے اسے بلند مقام پر اُٹھا لیا تھا (۵۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ جس طرح آپ نے مریم، عیسیٰ، ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام کے متعلق قرآنی آیتوں کی تلاوت کر کے لوگوں کو سنایا ہے اب اسماعیل بن ابراہیم سے متعلق آیتوں کی بھی تلاوت کیجئے اس لئے کہ وہ وعدہ کے بہت ہی سچے انسان تھے۔ جب بھی کسی انسان سے کوئی وعدہ کرتے تو بہرحال اسے پورا کرتے اور سب سے بڑا اور عظیم وعدہ اپنی جان کی قربانی سے متعلق اپنے باپ ابراہیمؑ سے کیا اور کہا: سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ (الصافات: ۱۰۲) (تیسیر الرحمن لبیان القرآن) اسماعیلؑ کو وعدہ کا سچا فرمایا گیا اس لئے کہ آپ نے اپنے والد محترم سے فرمایا تھا کہ آپ مجھے صابر ہی پائیں گے اور آپ نے یہ وعدہ سچ کر دکھایا' سچ بولنا اور وعدہ پورا کر دکھانا اخلاق حمیدہ میں سے ہے اور وعدہ خلافی بڑی بُری عادت ہے۔ فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ الخ (الصف: ۳) ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں' اللہ اس سے سخت غضبناک ہوتا ہے کہ تم کہو اور کرو نہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 32)۔ چونکہ یہ منافقوں کی صفتیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ متضاد صفتیں ایمان والوں کی نہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے برگزیدہ نبی اسماعیلؑ کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کہ آپ رسول و نبی تھے اس سے اسماعیلؑ کی اسحاقؑ پر فوقیت ثابت ہوئی۔ کیونکہ اسحاقؑ کو صرف نبوت سے متصف کیا گیا اور آپ کو نبوت اور رسالت دونوں صفتوں سے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے اولادِ ابراہیم میں اسماعیلؑ کو چن لیا اس سے بھی آپ کی فضیلت نکلی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ ۫ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا ۩ ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ۙ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ

السجدۃ ۵

یہ وہ انبیا ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا تھا۔ وہ آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے تھے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنھیں ہم نے ہدایت عطا کی تھی اور برگزیدہ کیا تھا۔ جب انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنائی جاتیں تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے (۵۸) پھر ان کے بعد ان کے نالائق اولاد ان کی جانشین بنی جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے' وہ عنقریب گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے (۵۹) البتہ ان میں سے جس نے توبہ کر لی، ایمان لایا اور اچھے عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہ ہوگی (۶۰) وہ جنت ایسے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن کا اللہ تعالیٰ

الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا
سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾
تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ
كَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ
لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ
ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ
ع ۱۵ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ﴿۶۵﴾

نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے اور انہیں کسی نے دیکھا نہیں۔ بلا شبہ اس کا وعدہ پیش آ کے رہے گا (۶۱) اس جنت میں وہ امن و سلامتی کی باتوں کے علاوہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے اور وہاں انھیں صبح و شام ان کا رزق ملتا رہے گا (۶۲) یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بنائیں گے جو متقی ہوں (۶۳) اور ہم (فرشتے) آپ کے رب کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے جو کچھ ہمارے سامنے اور پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے (۶۴) زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب چیزوں کا مالک ہے لہٰذا اسی کی عبادت کیجئے اور اس پر ڈٹ جائیے کیا آپ اس کا ہم نام جانتے ہیں (۶۵)

انعام یافتگان الٰہی کا تذکرہ کرنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ان کے برعکس اللہ کے احکام سے غفلت و اعراض کرنے والے ہیں۔ نماز کے ضائع کرنے سے مراد یا تو بالکلیہ نماز ترک ہے جو کفر ہے یا ان کے اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ یعنی وقت پر نماز نہ پڑھنا۔ جب جی چاہا نماز پڑھ لی کبھی دو چار کبھی ایک اور کبھی پانچوں نمازیں یہ تمام صورتیں نماز کو ضائع کرنے کی ہیں جس کا مرتکب سخت گنہگار اور آیت میں بیان کردہ وعید کا سزاوار ہو سکتا ہے۔ غَیًا: کے معنی ہلاکت اور انجام بد کے ہیں یا جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ پھر جو توبہ کر کے ترک صلوٰۃ اور اتباع شہوات سے باز آ جائیں اور ایمان و عمل صالح کے تقاضوں کا اہتمام کریں تو ایسے لوگ مذکورہ انجام بد سے محفوظ اور جنت کے مستحق ہوں گے۔ یعنی یہ ان کے ایمان و یقین کی پختگی ہے کہ اُنھوں نے جنت کو دیکھا بھی نہیں۔ صرف اللہ کے غائبانہ وعدہ پر ہی اس کے لئے ایمان و تقویٰ کا راستہ اختیار کیا۔ فرشتے بھی انھیں ہر طرف سے سلام کریں گے اور اہل جنت بھی ایک دوسرے کو آپس میں کثرت سے سلام کیا کریں گے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ جنت میں رات اور دن نہیں ہوں گے صرف اُجالا ہی اُجالا اور روشنی ہی روشنی ہوگی۔ حدیث میں ہے جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی شکلیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی وہاں انھیں تھوک آئے گا نہ ناک اور نہ بول و براز، اِن کے برتن اور کنگھیاں سونے کے ہوں گے، ان کا بخور خوشبو دار لکڑی ہوگی۔ ان کا پسینہ کستوری (کی طرح) ہوگا ہر جنتی کی دو بیویاں ہونگی ان کی پنڈلیوں کا گودا ان کے گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا۔ ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان میں باہم بغض اور اختلاف نہیں ہوگا ان کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے۔ صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کریں گی۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3006) (احسن البیان)

وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ
حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ
قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ
وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾
ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى
الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ
اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا
كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي
الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾
وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ
مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ
مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا
حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ
اِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا
وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اهْتَدَوْا هُدًى وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ
عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ
الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ
وَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ

انسان کہتا ہے جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر سے زندہ کرکے
نکالا جاؤں گا؟ (٦٦) کیا انسان کو یاد نہیں رہا کہ اس سے پہلے
ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا (٦٧) آپ کے
رب کی قسم ہم انھیں بھی اور ان شیطانوں کو بھی ضرور جمع کر
لائیں گے، پھر انھیں گھٹنوں کے بل جہنم کے اردگرد حاضر
کریں گے (٦٨) پھر ہر گروہ میں سے ایسے لوگوں کو کھینچ
نکالیں گے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر سخت سرکش تھے (٦٩)
پھر ہم انھیں بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم میں پہلے داخل
ہونے کے زیادہ مستحق ہیں (٧٠) اور تم میں سے کوئی نہیں
جس کا جہنم پر گزر نہ ہو، یہ طے شدہ بات ہے جو آپ کے رب
کے ذمہ ہے (٧١) پھر ہم متقین کو تو نجات دیں گے مگر ظالموں
کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا چھوڑیں گے (٧٢) اور جب
ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو کافر مومنوں سے
کہتے ہیں کہ ہم دونوں گروہ میں سے کس کی حالت بہتر ہے
اور مجلس اچھی ہے (٧٣) اور ان سے پہلے ہم کتنی قومیں ہلاک
کرچکے ہیں جو سامان اور ظاہری شان میں ان سے بہتر تھی
(٧٤) کہیے کہ جو گمراہی میں پڑا ہو اللہ اسے ایک مدت تک
ڈھیل دیتا ہے حتیٰ کہ یہ لوگ وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں جس کا ان
سے وعدہ کیا جاتا ہے خواہ یہ عذاب الٰہی ہو یا قیامت ہو۔ اس
وقت انھیں معلوم ہوجائے گا کہ کس کا حال بُرا ہے اور کس کا
جتھا کمزور ہے (٧٥) اور جو لوگ راہِ ہدایت پر چلتے ہیں اللہ
انھیں مزید ہدایت عطا کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیوں کا ہی
آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام بہتر ہے (٧٦)
بھلا آپ نے اس شخص پر بھی غور کیا جو ہماری آیات کا منکر
ہے اور کہتا ہے کہ مجھے مال اور اولاد ضرور دیا جائے گا (٧٧)

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ
نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا
يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ
ع ٥/٨ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع
اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ
تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا
نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى
الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى
وقف لازم جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ
وقف لازم اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَ قَالُوا اتَّخَذَ
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ
وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ
وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ
وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ
بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا

کیا اسے غیب کا پتہ لگ گیا ہے یا اس نے اللہ سے عہد لے رکھا ہے (۷۸) ایسا ہرگز نہ ہوگا جو کچھ یہ کہہ رہا ہے ہم اسے لکھ لیں گے اور اس کا عذاب بڑھادیں گے (۷۹) اور جس کی یہ بات کرتا ہے اس کے وارث تو ہم ہوں گے اور یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا (۸۰) نیز اُنھوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کے مددگار بنیں (۸۱) ہرگز نہیں وہ ان کی عبادت سے ہی انکار کردیں گے بلکہ ان کے مخالف بن جائیں گے (۸۲) آپ دیکھتے نہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطان چھوڑ رکھے ہیں جو انھیں اُکساتے رہتے ہیں (۸۳) سو آپ جلدی نہ کیجئے۔ ہم ان کی گنتی پوری کر رہے ہیں (۸۴) جس دن ہم متقین کو اکٹھا کریں گے کہ وہ رحمان کے مہمان بنیں (۸۵) اور مجرموں کو پیاسے جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے (۸۶) اس دن کوئی بھی کسی کی سفارش نہ کر سکے گا مگر جس نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا ہو (۸۷) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ رحمان کی اولاد ہے (۸۸) یہ تو تم اتنی بری بات گھڑ لائے ہو (۸۹) جس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ دھڑام سے گر پڑیں (۹۰) اس بات پر کہ اُنھوں نے رحمان کے لئے اولاد کا دعویٰ کیا (۹۱) حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے (۹۲) زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب رحمان کے حضور غلام بن کر آئیں گے (۹۳) رحمان نے ان سب کا ریکارڈ رکھا ہے اور ان کی پوری گنتی کر رکھی ہے (۹۴) سبھی یوم قیامت ان کے حضور تنہا آئیں گے (۹۵) یقینا جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کر رہے ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لئے (لوگوں میں) محبت پیدا کردے گا (۹۶) پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں

لُدًّا ﴿۹۷﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع ٦

سہل بنایا ہے کہ آپ اس سے متقین کو بشارت دیں اور کج بحثی کرنے والوں کو ڈرائیں (۹۷) ہم ان سے پہلے کئی قومیں ہلاک کر چکے ہیں کیا آپ ان میں سے کسی کا نشان پاتے ہیں یا ان میں سے کسی کی بھنک آپ کو سنائی دیتی ہے۔(۹۸)

تشریح: مندرجہ بالا آیات میں بعث بعد الموت اور حساب وجزا کے عقیدہ کو ثابت کیا گیا ہے قیامت کا منکر کہتا ہے کہ کیا میں مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے کافرانہ عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا وہ بھول گیا ہے کہ میں نے اسے جب پہلی بار پیدا کیا تو وہ اس کے قبل وہ موجود نہیں تھا تو کیا میں اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہوں؟ اس کے بعد اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا: اے میرے نبی! ہم ان تمام منکرین قیامت اور شیاطین کو میدان محشر میں جمع کریں گے۔ درآنحالیکہ وہ مارے دہشت کے ذلیل وخوار گھٹنوں کے بل جہنم کو دیکھ رہے ہوں گے کھڑے ہونے کی ان کے اندر طاقت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجاثیہ آیت ۲۸ میں فرمایا: وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر اُمت گھٹنوں کے بل گری ہوگی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذلیل ترین مخلوق شیاطین کے ساتھ ان کا حشر ان کی حقارت ظاہر کرنے کے لئے کرے گا۔ نیز اس طرف بھی اشارہ مقصود ہوگا کہ ان کا کفر وشرک شیاطین کی اتباع کا نتیجہ تھا۔ اس لئے تابع ومتبوع دونوں کو جہنم میں اکٹھا کر دیا جائے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

پھر فرمایا جا رہا ہے کہ جہنم کے اوپر پل بنایا جائے گا۔ جس میں سے ہر مومن وکافر کو گزرنا ہوگا۔ مومن تو اپنے اعمال کے مطابق جلد یا بدیر گزر جائیں گے کچھ تو پلک جھپکنے میں کچھ بجلی اور ہوا کی طرح، کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ عمدہ گھوڑوں اور دیگر سواریوں کی طرح گزر جائیں گے۔ یوں کچھ بالکل صحیح سالم کچھ زخمی، تاہم پل عبور کرلیں گے کچھ جہنم میں گر پڑیں گے جنھیں بعد میں شفاعت کے ذریعہ نکال لیا جائے گا۔ لیکن کافر اس پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے اور سب جہنم میں گر پڑیں گے۔ اس کی تائید حدیث سے ہوتی ہے کہ جس میں آتا ہے کہ جن کے تین بچے بلوغت سے پہلے وفات پا گئے اسے آگ نہیں چھوئے گی مگر صرف قسم حلال کرنے کے ئے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:1173) یہ قسم وہی ہے جسے اس آیت میں حَتْمًا مَّقْضِيًّا (قطعی فیصل شدہ امر) کہا گیا ہے یعنی اسکا ورود جہنم میں صرف پُل سے گزرنے کی حد تک ہی ہوگی۔ (احسن البیان)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ دنیاوی مال ومتاع اور جاہ وحشم پر فخر کرنے والے کافروں کو یہ جواب دیں کہ جو لوگ کفر وشرک اور کبر وعناد کو اپنا شیوہ بنالیتے ہیں۔ اللہ کا ایسے لوگوں کے بارے میں یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ان کی رسی کو ڈھیل دیتا ہے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ مہلت ختم ہوجاتی ہے اور ان کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہتا تو اللہ تعالیٰ انھیں پکڑ لیتا ہے یا تو مومنوں کے ہاتھوں سے قید وبند سے گزرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں یا اسی حال میں انھیں موت آجاتی ہے تو قیامت کے دن ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور تب دونوں ہی حالتوں میں انھیں معلوم ہوجائے گا کہ وہی لوگ بدترین ٹھکانہ والے اور ذلیل وخوار لوگ

تھے۔اور جولوگ ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں جب ان کے سامنے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور ہدایت کی راہ پر زیادہ تیز گام ہوجاتے ہیں۔اس کے بعد نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں کا دنیاوی مال ومتاع تو بالکل عارضی شئے ہے حقیقی متاع تو نیک اعمال ہیں جن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ جنت دے گا۔خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں لوہار کا کام کرتا تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا قرض تھا۔میں نے مطالبہ کیا تو اس نے کہا اللہ کی قسم جب تک تم محمد ﷺ کا انکار نہیں کروگے تمہارے پیسے نہیں دونگا۔تو میں نے کہا: اللہ کی قسم میں اس دن تک محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا جب تم دوبارہ اُٹھائے گا۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:2247)

آیت ٧٨: کیا اسے غیب کی خبر ہے کہ قیامت کے دن اس کے پاس مال واولاد ہوگی یا اس نے کوئی عہد و پیمان لے رکھا ہے۔ہرگز نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم اس کی زبان درازی اور کذب بیانی کو لکھ رہے ہیں اور قیامت کے دن اس کے سبب اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے اور موت کے ذریعہ اس سے تمام مال ومتاع اور اولاد چھین لیں گے اور میدان حشر میں تنہا اور خالی ہاتھ آئے گا کچھ بھی اس کے پاس نہیں ہوگا۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جہنمی جو مستحقین جہنم ہیں جہنم میں نہ مریں گے اور نہ ہی زندہ رہیں گے۔البتہ کچھ ایسے بھی ہوں گے جنھیں گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور آگ انھیں مار دے گی اور وہ کوئلہ بن جائیں گے پھر ان کی سفارش کا حکم ملے گا اور وہ ڈھیر کے ڈھیر جنت کی نہروں پر بکھیر دیئے جائیں گے اور جنت والوں سے کہا جائے گا ان پر پانی بہاؤ پھر وہ اس طرح اُگیں گے جیسے سیلاب زدہ علاقوں میں اناج وگھاس پیدا ہوجاتی ہے۔(ترمذی، حدیث نمبر:2097) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

ایمان والوں کے لئے جنت ہے۔جو شخص قیامت کے دن ایمان ویقین کی حالت میں رب سے ملے گا اس کے لئے جنت ہے جس میں اونچے اونچے درجے ہیں۔امن والے بالا خانے ہیں اور پاکیزہ گھر ہیں۔رحمت عالم ﷺ نے فرمایا جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو کی مسافت ہے اور فردوس سب سے اونچا درجہ ہے۔(ترمذی، حدیث نمبر: 253 حدیث صحیح ہے) ہمیشگی والی سدا بہار والی جنتیں ہیں اور جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔یہ ان کا صلہ ہے جنھوں نے میل کچیل گندگی اور شرک سے اپنے دل پاک وصاف رکھے۔اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی اور احکام وممنوعات میں نبیوں کی پیروی کی۔

آیت ٩٦: دنیا میں لوگوں کے دلوں میں اس کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے محبت پیدا کردے گا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔جب اللہ کسی نیک بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے تو اللہ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔تو بھی اس سے محبت کر۔پس جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنی شروع کردیتے ہیں۔پھر جبرئیل علیہ السلام آسمان میں منادی کردیتے ہیں اللہ فلاں آدمی سے محبت کرتا ہے پس تمام آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔پھر زمین میں اس کیلئے قبولیت اور پذیرائی رکھ دی جاتی ہے۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:5580)

آیت ٩٨: قرآن کو آسان کرنے کا مطلب اس زبان میں اتارنا ہے جس کو پیغمبر جانتا تھا یعنی عربی زبان میں پھر اس کے مضمون کا کھلا ہوا واضح اور صاف ہوتا ہے۔لُدًّا، اَلَدُّ کی جمع ہے معنی جھگڑالو مراد کفار ومشرکین ہیں۔(احسن البیان)

اس مبارک سورہ میں عیسیٰؑ کا بندہ ہونا اور بن باپ کے پیدا ہونا ثابت کیا گیا ہے لہٰذا اب ان کی تردید شروع ہوتی ہے جو آپ کو اللہ کا بیٹا سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ اولاد سے بلند و پاک ہے چنانچہ فرمایا کہ مشرک عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ بہت بڑے جرم کی بات ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات والا صفات تو اولاد سے پاک ہے اور نہ اولاد اس کے شان کے لائق ہے۔ ان بے ایمان مشرکوں سے یہ بات سن کر کچھ بعید نہیں کہ اللہ کی عظمت و جلال سے آسمان و زمین پھٹ جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کیونکہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اور اس کی توحید پر قائم ہیں اور سب کو یقین ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حق دار عبادت نہیں نہ اس کا کوئی ساجھی ہے نہ نظیر ہے نہ اولاد۔ ہے نہ بیوی اور نہ کوئی ممبر بلکہ وہ تو ایک ہے اور سب سے بے نیاز ہے۔ جب اللہ نے زمین پیدا کی اور اس پر درخت بنائے تو کوئی ایسا درخت نہ تھا جس سے انسان فائدہ نہ اُٹھا سکے متواتر ان کے پھلوں اور پھولوں سے لوگ فائدہ اُٹھاتے رہے۔ پھر جب فاجر انسانوں نے شرک کا یہ بول بولا کہ اللہ صاحب اولاد ہے تو زمین تھرا اُٹھی اور درختوں میں کانٹے پیدا ہو گئے۔ (ابن ابی حاتم) حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم! میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں۔ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے حالانکہ اسے زیب نہیں دیتا، اس کا میری تکذیب کرنا تو یہ ہے کہ وہ میری بابت یہ کہتا ہے کہ اللہ ہرگز مجھے اس طرح دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جس طرح اس نے مجھے پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ حالانکہ میرے لئے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے (یعنی مشکل اگر ہے تو پہلی مرتبہ پیدا کرنا ہے نہ کہ دوسری مرتبہ) اور اس کا مجھے ایذا پہنچانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ وہ خود جنا گیا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: تفسیر سورۃ البقرہ) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کوئی شخص تکلیف دہ باتیں سن کر اللہ سے زیادہ صبر نہیں کر سکتا اس کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے اور اس کے اولاد بتائی جاتی ہے مگر وہ لوگوں کو عافیت سے رکھتا ہے۔ ان کی تکلیف دور فرماتا ہے اور انھیں رزق دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6830)

اللہ کی عظمت و کبریائی و جلال و جبروت کے یہ لائق نہیں کہ اس کی اولاد ہو کیونکہ ساری مخلوق میں اس کے برابر کوئی نہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلامی کے دائرے میں بند ہے۔ جیسا کہ فرمایا: آسمان و زمین کا ہر باشندہ مہربان اللہ کے سامنے غلامانہ حیثیت سے آئے گا۔ اللہ نے اپنے علم میں سب کو گھیر رکھا ہے اور پیدا ہونے کے دن سے لے کر قیامت تک ایک ایک مرد عورت کو اور چھوٹے بڑے کو گن رکھا ہے۔ قیامت کے دن سب اس کے سامنے تنہا تنہا آئیں گے بجز اللہ وحدہ لاشریک کے نہ کوئی کسی کا حمایتی ہوگا نہ کوئی کسی کا پناہ دینے والا وہی اپنی مرضی کے مطابق مخلوق کا فیصلہ فرما دے گا وہ انصاف پسند ہے کسی پر ذرا ظلم بھی نہیں کرتا بدیوں کی سزا برابر دیتا ہے اور نیکیوں کا بڑھا چڑھا کر جزا بھی۔ محمد ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے: اے محمد ﷺ ہم نے آپ پر جو عربی زبان میں جو فصیح و جامع زبان ہے یہ قرآن اتارا تاکہ آپ اس کے ماننے والوں کو اور رسول ﷺ کی تصدیق کرنے والوں کو اللہ کی رضا کی بشارت سنا دیں اور اس سے ٹیڑھے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جو حق سے ہٹ کر باطل کی طرف جھکے ہوئے ہیں سیدھے نہیں ہیں سخت جھگڑالو ہیں اکھڑ ہیں جھوٹے ہیں دل کے، کان کے بہرے ہیں۔ جن قوموں نے اللہ کی آیتوں کو نہ مانا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة طٰهٰ

سورۂ طٰہٰ مکی ہے اس میں ۱۳۵ آیتیں اور ۸ رکوع ہیں۔

تعارف: اس سورہ کا عنوان یہ ہے کہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور یہ ہر اعتبار سے قابل اور بہتر ہے اس سے بہتر دنیا میں کوئی کتاب نہیں ہے جو کوئی کافر یا مشرک یا گمراہ آدمی ہدایت کی خواہش رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ قرآن پڑھے فوراً اسے ہدایت مل جائے گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن آپ کو تکلیف دینے یا آپ کو پریشان کرنے کے لئے نہیں اتارا گیا ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے یہ خالق ارض وسماء کا کلام ہے۔ یہ صاحب عرش اعظم کا کلام ہے۔ یہ کلام اس لئے نازل کیا گیا ہے جو لوگ ہدایت کی تلاش میں ہوں ان کے لئے ہدایت ہے۔ جو مسافر سیدھے راستے کی تلاش میں ہیں ان کے لئے اس میں سیدھا راستہ بتایا گیا ہے۔

اٰیاتھا ۱۳۵ | ۲۰ سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ ۴۵ | رکوعاتھا ۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

طٰهٰ ۝١ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ۝٢ اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ۝٣ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ۝٤ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۝٥ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰی ۝٦

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے

طٰہٰ (۱) ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں (۲) یہ تو نصیحت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہے (۳) یہ اس ذات کی طرف سے نازل ہوا جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا (۴) جو رحمن ہے جس نے اپنے عرش پر قرار پکڑا ہے (۵) جو کچھ زمین وآسمان اور انکے درمیان اور جو زمین کی انتہائی گہرائی میں ہے ان سب چیزوں کا وہی مالک ہے (٦)

تشریح: جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اترا اور اس کے احکام پر آپ اور صحابہ کرام عمل کرنے لگے تو قریشی مشرکوں نے کہا کہ قرآن تو ان لوگوں کے لئے اچھی خاصی مصیبت بن گیا ہے اور بڑی تکلیف میں پڑ گئے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری کہ ہم نے تم پر قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کے لئے نہیں اتارا بلکہ یہ حصول سعادت کا ذریعہ ہے اور نیکیوں کے لئے عبرت کا خزانہ ہے

اس میں اللہ کا عطا کیا ہوا علم ہے اور جس کو اللہ نے یہ علم عطا فرما دیا ہے اسے سب کچھ دے دیا اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ آسمان اور زمین میں اور اس کے درمیان اور ساتوں زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہیں۔ سب اللہ کے زیر سلطنت ہیں ان میں سے کوئی چیز اللہ کی مرضی کے بغیر نہ حرکت کرتی ہے نہ سکون پذیر ہوتی ہے نہ بدلتی ہے اور نہ قرار۔

وَ اِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ
وَاَخۡفٰى ۞ ٧ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ
الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ۞ ٨ وَهَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ
مُوۡسٰى ۞ ٩ اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا
اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّىۡۤ اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ اَوۡ
اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۞ ١٠ فَلَمَّاۤ اَتٰٮهَا نُوۡدِىَ
يٰمُوۡسٰى ؕ ۞ ١١ اِنِّىۡۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ ۚ
اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى ؕ ۞ ١٢ وَ اَنَا
اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى ۞ ١٣ اِنَّنِىۡۤ اَنَا اللّٰهُ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِىۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ
لِذِكۡرِىۡ ۞ ١٤ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا
لِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا تَسۡعٰى ۞ ١٥ فَلَا يَصُدَّنَّكَ
عَنۡهَا مَنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰٮهُ
فَتَرۡدٰى ۞ ١٦

وقف لازم

اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بلکہ اس سے خفی تر بات کو بھی جانتا ہے (٧) اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں' بہترین نام اسی کے ہیں (٨) اور کیا آپ کو موسیٰ کی خبر پہنچی ہے (٩) جب اس نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا ٹھہرو مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے آپ کیلئے کوئی انگارا لا سکوں یا مجھے وہاں سے راہ کا ہی پتہ چل جائے (١٠) جب وہ وہاں پہنچے تو انھیں آواز آئی اے موسیٰ (١١) بلاشبہ میں تمہارا رب ہوں اس وقت تم طویٰ کے مقدس میدان میں ہو (١٢) لہٰذا اپنے جوتے اتار لو اور میں نے تمھیں چن لیا ہے لہٰذا جو وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سنو (١٣) بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی اللہ نہیں لہٰذا میری عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو (١٤) قیامت یقینا آنے والی ہے میں اسے خفیہ رکھنے والا ہوں تاکہ ہر شخص اپنی جدوجہد کا بدلہ پائے (١٥) لہٰذا جو قیامت پر ایمان نہیں لایا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا رہا تمہیں (اس سے) روک نہ دے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے (١٦)

تشریح آیت ١٦: فرمایا جارہا ہے کہ آپ بآواز بلند اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ دعا مناجات کرتے ہیں تو جان لیجئے کہ اللہ اس سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ تو چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے جنھیں ابن آدم نہیں جانتا جن کا علم صرف اللہ علام الغیوب کو ہے۔ شوکانی کہتے ہیں کہ اس میں اونچی آواز سے ذکر الٰہی کی ممانعت پائی جاتی ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت (٢٠٥) میں فرمایا ہے: وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِىۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيۡفَةً آپ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کیجئے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن) پھر موسیٰؑ کا واقعہ ذکر کیا جارہا ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب موسیٰؑ مدین سے اپنی بیوی کے ہمراہ (جو ایک قول کے مطابق

شعیبؑ کی دختر نیک اختر تھیں) اپنی والدہ کی طرف واپس جا رہے تھے اندھیری رات تھی اور راستہ بھی نامعلوم اور بعض مفسرین کے بقول بیوی کی زچگی کا وقت بالکل قریب تھا اور انھیں حرارت کی ضرورت تھی یا سردی کی وجہ سے گرمی کی ضرورت محسوس ہوئی اتنے میں دور سے انھیں آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے نظر آئے گھر والوں سے یعنی بیوی سے (یا بعض کہتے ہیں کہ خادم اور بچہ بھی تھا اسی لئے جمع کا لفظ آیا ہے) کہا تم یہاں ٹھہرو! شاید میں کوئی آگ کا شعلہ وہاں سے لے کر آؤں یا کم از کم وہاں سے راستے کی نشاندہی ہوجائے۔ موسیٰؑ جب آگ والی جگہ پر پہنچے تو وہاں ایک درخت سے (جیسا کہ سورۂ قصص آیت ۳۰ میں صراحت ہے) آواز آئی' (احسن البیان) موسیٰؑ جب آگ کے قریب پہنچے تو وہاں معاملہ ہی دوسرا تھا وہاں وادی کے داہنے جانب ایک درخت تھا جو بقعۂ نور بنا ہوا تھا وہاں سے آواز آئی اے موسیٰؑ میں آپ کا رب ہوں اور آپ سے مخاطب ہوں اور آپ اس وقت مقدس وادی طویٰ میں کھڑے ہیں۔ اپنے رب کے لئے تعظیم و تواضع اور ادب کا اظہار کرتے ہوئے جوتا اتار دیجئے یا یہ مفہوم ہے کہ اپنے جوتے اتار دیجئے تا کہ وادیٔ مقدس کی برکات قدموں کے راستے آپ کے جسم میں سرایت کر جائیں اور میں نے آپ کو اس زمانہ کے تمام لوگوں کے درمیان چن لیا ہے اور اپنی پیغمبری کے لئے منتخب کر لیا ہے اس لئے اب آپ پر جو وحی نازل ہونے جا رہی ہے اسے غور سے سنئے اور اس کی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے تیار ہوجائیے۔ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس لئے صرف میری عبادت کیجئے اور مجھے یاد کرنے کے لئے نماز قائم کیجئے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ کو یاد کرنے والا نہیں کہلاتا بلکہ اس کا منکر ہوتا ہے۔

قیامت کا وقوع پذیر ہونا امر یقینی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا وقت محدد تمام انسانوں جنات سے اتنا پوشیدہ رکھا ہے کہ قریب تھا اس کا ذکر ہی نہیں کرتا اسے صیغۂ راز میں رکھتا یہاں تک کہ اچانک واقع ہوجاتی لیکن اپنے مومن بندوں پر رحم کرتے ہوئے انھیں عمل صالح کی ترغیب دلانے کے لئے اور تا کہ غیر مومنوں کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اس کا اجمالی طور پر ذکر کر دیا ہے اس دن باری تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کے نیک و بد اعمال کا بدلہ چکائے گا جو اُنھوں نے دنیا میں اپنے اختیار اور مرضی سے کیا ہوگا اس لئے (جیسا کہ آیت ۱۴ میں گزر چکا ہے) اس دن کی گرفت سے بچنے کے لئے اللہ کی عبادت کرنا اور نماز قائم کرنا واجب ہوا۔ اللہ نے موسیٰؑ کو نصیحت کی کہیں ایسا نہ ہو کہ منکرین آخرت اور خواہشات کی اتباع کرنے والے آپ کو آخرت پر ایمان لانے سے روک دیں یعنی آپ ایسے لوگوں کی پیروی نہ کیجئے جو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور جن کی زندگی کا مقصد حصول لذت دنیا ہے وہ حصول رضائے مولیٰ سے بالکل غافل ہیں۔ موسیٰؑ کو جو معجزات دیئے جانے والے تھے ان ہی سے متعلق کلام کی ابتدا ہو رہی ہے اور سوال سے مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ ان کے ہاتھ میں خشک لکڑی لاٹھی نما ہے جسے اللہ تعالیٰ بطور معجزہ ایک زندہ اور متحرک سانپ بنا دے گا اور اس معجزہ کا اظہار انھیں فرعون اور فرعونیوں کے سامنے کرنا ہوگا' (تیسیر الرحمن لبیان القرآن) پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا موسیٰؑ کو کہ جو تمہارے ہاتھ میں لاٹھی ہے اسے زمین پر ڈال دو' آپ نے زمین پر ڈال دی پھر ڈالتے ہی وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا فرمایا: فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ الخ (النمل: ۱۰) پھر جب آپ نے دیکھا کہ وہ

سانپ بن کر دوڑ نے لگی تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے (جانّ، عربی زبان میں سب سے زیادہ تیز رفتار سانپ کو کہا جاتا ہے مگر ہوتا ہے چھوٹا لاٹھی بہت بڑی تھی اور سانپ سے زیادہ تیز رفتار تھی) فرمایا اسے پکڑ لو ڈرو نہیں موسیٰؑ نے اسے پکڑ لیا پکڑتے ہی وہی قدیمی لاٹھی تھی اور آپ کا ہاتھ اسی جگہ تھا جس جگہ سے لاٹھی پکڑا کرتے تھے۔ انہیں دوسرا بڑا معجزہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکال لو جس کی تعبیر یہاں اور ایک آیت میں "جناح" سے کی ہے۔

وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ
عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى
غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ
اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ
تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٘ سَنُعِيْدُهَا
سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى
جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً
اُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ ع ٢٢/١٠

اور اے موسیٰ یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ (١٧) کہا یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں میرے لئے اس میں اور بھی فوائد ہیں (١٨) فرمایا: موسیٰ اسے ڈال دو (١٩) پھر جب موسیٰ نے اسے پھینکا تو یکدم سانپ بن کر دوڑنے لگا (٢٠) فرمایا اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں۔ ہم جلد ہی اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹائیں گے (٢١) اور ذرا اپنا ہاتھ اپنے بغل میں دباؤ یہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا (٢٢) یہ دوسری نشانی ہے اس لئے ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھلانے والے ہیں (٢٣) اب تم فرعون کے پاس جاؤ وہ باغی ہو گیا ہے (٢٤)

آیت ٢٣: یہ دو بڑے معجزے آپ کو ملے۔ اللہ نے موسیٰؑ سے فرمایا قریب آؤ، آپ آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ اس درخت کے تنے سے پشت لگا کر بیٹھ گئے جب دل قابو میں آیا اور کپکپاہٹ دور ہو گئی تو آپ نے عصا ہاتھ میں لے کر سر جھکا لیا۔

موسیٰؑ کو حکم ملا فرعون شاہِ مصر کے پاس جاؤ جہاں سے تم بھاگ کر آئے ہو اور اسے توحید کی دعوت دو کہ اللہ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسے ہدایت کرو کہ اسرائیلیوں سے حسن سلوک سے پیش آئے اور انھیں تکلیف نہ پہنچائے وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے اور اللہ کا باغی ہے بس دنیوی زندگی کو ہی جانتا ہے اور اپنے بلند و بالا رب کو بھول گیا۔ میرا پیغام لے کر سلامتی سے جاؤ تم میری نظروں کے سامنے ہو تمہارے ساتھ میرا ہاتھ اور میری نگاہ ہے میں نے تم کو غلبہ کی ڈھال دے دی ہے تاکہ تم اس سے لڑنے کے لئے میرے دین کی حمایت کے لئے اپنی طاقت مکمل کر لو تم لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہو میں نے تم کو اپنی کمزور مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے فرعون میرے حق کا منکر ہے اور میری ربوبیت کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ میں اللہ کو نہیں جانتا۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میرے اور مخلوق کے درمیان ایک مقررہ مدت نہ ہوتی جو میں نے مقرر کر دی ہے تو میں اس کی ایک ایسے سخت گیر کی طرح گرفت کرتا جس کے غصہ سے آسمان، زمین، پہاڑ اور دریا سب ہی کو غصہ آ جاتا ہے اگر میں آسمان کو اشارہ کروں تو وہ اس پر ٹوٹ پڑے اگر زمین سے

کہوں تو اسے نگل جائے' اگر پہاڑ کو حکم دوں تو وہ اسے کچل ڈالے اور اگر دریا کو پکڑنے کو کہوں تو اسے ڈبو دے مگر وہ کچھ نہیں وہ میری نگاہوں سے گرا ہوا ہے میرے تحمل کی وسعت میں ہے اور میں اپنے عالیشان مرتبے کی وجہ سے اس سے بے نیاز ہوں میں ہی غنی ہوں میرے سوا کوئی اور غنی نہیں تم جا کر اسے میرا پیغام پہنچاؤ اور اسے میری عبادت توحید اور اخلاص کی دعوت دو میرے واقعات یاد دلاؤ' میری پکڑ سے ڈراؤ اور اسے بتادو کہ میرا غصہ کوئی چیز سنبھال نہیں سکتی اور اسے نرمی اور پیار محبت سے سمجھاؤ تا کہ وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔ اسے بتادو کہ میں بہ نسبت قہر وغضب کے معافی اور بخشش کی طرف تیز تر ہوجاتا ہوں اس کا دنیوی لباس اور ٹھاٹ باٹ دیکھ کر مرعوب مت ہوجانا' اس کی پیشانی کے بال میرے ہاتھ میں ہے اس کا بولنا دیکھنا اور سانس لینا میرے حکم سے ہے اس سے کہو کہ رب کی دعوت قبول کرلے وہ وسیع معافی والا ہے اس نے تجھے چارسو سال مہلت دی تو اس طویل عرصہ میں اس سے جنگ کرنے کو اس سے مقابلہ پر آتا رہا اسے برا کہتا رہا اس کی شان میں گستاخی کرتا رہا اور اس کے بندوں کو اس کی راہ سے روکتا تھا تاہم وہ برابر بارش برساتا رہا اور زمین میں پھل پھول اُگاتا رہا نہ تو وہ بیمار پڑا نہ بوڑھا ہوا نہ محتاج ہوا اور نہ کسی کا مطیع ہوا اگر اللہ تعالیٰ تجھ سے خود ہی انتقام لینا چاہتا تو کبھی کا لے چکا ہوتا مگر وہ تو تاخیر و تحمل والا ہے اور تم اور تمہارے بھائی اس سے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے جہاد کرو کیونکہ اگر میں چاہوں تو اس کے مقابلے کے لئے ایک ایسی فوج کھڑی کردوں جس کے مقابلے کی وہ تاب نہ لاسکے۔ اب اس کمزور بندے کو جس کو اپنے اوپر اور اپنے لشکر پر بڑا ناز ہے معلوم ہوجانا چاہئے کہ تھوڑی سی جماعت میرے حکم سے ایک بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے تم اس کا جاہ وجلال کروفر اور ساز وسامان دیکھ کر دنگ نہ رہ جانا اور اس کی طمطراق کی طرف نگاہ نہ دوڑانا کیونکہ یہ تو صرف دنیوی رونق ہے اور خوشحال طبقے کی زینت ہے اور میں تم کو اس سے نفرت دلاتا ہوں اور اس سے تم کو جدا رکھنا چاہتا ہوں تو میں ایک زمانے سے اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہوں میں انھیں دنیوی نعمتوں اور زینتوں سے اس طرح ہٹاتا ہوں جیسے ایک مہربان چرواہا اپنے جانوروں کو دھوکہ والی چراگاہ سے ہٹا دیتا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ میری نگاہ میں حقیر ہیں بلکہ محض اس لئے کہ وہ میرے عزت کے گھر میں اپنا پورا پورا حصہ لے سکیں جسے دنیا نے مجروح نہ کیا ہو میرے بندوں کے لئے دنیا کی بے رغبتی سے زیادہ کوئی زینت نہیں۔ موسیٰ عزت وجلال والے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اے رب رسالت کے سلسلے میں میرا سینہ کھول دے کیونکہ رسالت کا کام بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے اور بڑی کٹھن منزل ہے جس کے بجالانے کا حکم ہے اور موجودہ دور کے سب سے بڑے بادشاہ کی طرف بھیجا جارہا ہوں جو سب سے زیادہ سخت گیر، سخت مزاج اور کفر وشرک میں اکھڑ ہے جس کے پاس لشکر جرار ہے۔ موسیٰ کا کمسنی کا زمانہ اس کے شاہی محل میں گزرا اور اس کی سرپرستی میں بیتا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کی قوم کے ایک شخص کو غلطی سے مار ڈالا اور آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں قصاص میں مجھے قتل نہ کر ڈالے اس لئے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور دس بارہ سال اس سے جدا رہے اِدھر تو یہ تمام باتیں اور اُدھر اللہ کا حکم ہے کہ اس کے پاس جاؤ اور اسے توحید کی دعوت دو بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔

اس لئے دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے یہ کٹھن منزل آسان کردے یعنی جب تک تو میری مدد نہ فرمائے گا اور میرا پشت پناہ نہ رہے گا، میں کچھ بھی نہ کرسکوں گا۔ میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات اچھی طرح سے سمجھنے

لگیں۔ اسی گرہ کھولے جانے کے لئے دعا مانگی۔ پھر ان آیتوں میں موسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی جا رہی ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگئی اور حق تعالیٰ آپ کو سابق نعمتیں یاد دلا رہا ہے کہ تمہاری والدہ کا کیسا نازک معاملہ تھا کہ وہ تم کو دودھ پلاتی تھیں اور فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف سے ہر وقت کا دھڑکا لگا رہا کرتا تھا کیونکہ تمہاری پیدائش قتل والے سال میں ہوئی تھی۔ پھر خطرہ اس وقت دفع ہوا جب اللہ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم رنج و ملال نہ کرو بے فکر رہو ہم اس بچے کو تمہارے پاس لے آئیں گے اور اسے ایک بڑا پیغمبر بنائیں گے۔ پھر حق تعالیٰ نے انھیں حکم فرمایا کہ اس بچے کے پیدا ہوتے ہی ایک صندوق میں آرام سے لٹا دو اور اسے دریائے نیل میں ڈل دو پھر آخر کار جب ان کی والدہ نے بچے کو صندوق میں ڈال دیا تو وہ اللہ کے حکم سے فرعون کی ملکہ کی لونڈیوں کی گھاٹ کے کنارے جالگا اُنھوں نے دیکھتے ہی اسے نکال لیا پھر اسی طرح بچہ فرعون کے پاس پلنے لگا پھر جب آپ ہوشیار سمجھدار اور بالغ ہو گئے تو اسرائیلیوں پر جو مظالم کئے جا رہے تھے ان میں کمی ہوگئی ایک دن آپ شہر سے گزر رہے تھے اتنے میں آپ کی نگاہ دو شخصوں پر پڑ گئی ایک قبطی تھا اور ایک اسرائیلی دونوں دست و گریباں تھے آپ کو دیکھ کر اسرائیلی نے فریاد کی۔ موسیٰؑ کو غصہ آ گیا کیونکہ قبطی اب بھی اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا حالانکہ اسے آپ کا مرتبہ معلوم تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ آپ اسرائیلیوں کی حمایت کرتے ہیں اس لئے کہ آپ نے ایک اسرائیلی عورت کا دودھ پیا ہے۔ بہر حال آپ نے قبطی کی زیادتی دیکھ کر غصے میں اس کو ایک مکا مار دیا اللہ کی شان قبطی نے دم توڑ دیا۔ یہ واقعہ بجز اس اسرائیلی کے کسی اور نے نہیں دیکھا تھا قبطی مر گیا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے ایک شیطانی کام سرزد ہو گیا ہے واقعی وہ گمراہ کرنے والا اور کھلا دشمن ہے پھر دعا مانگی کہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ الخ (القصص:۱۶)

اس واقعہ کی صبح کو آپ شہر میں خبر کے انتظار میں خوف زدہ گشت لگا رہے تھے فرعون کو بھی قتل کی خبر مل گئی مگر قاتل کا پتہ نہیں تھا۔ فرعون نے کہا قاتل کا سراغ لگا لو اور گواہ بھی مہیا کر لو اتنے میں موسیٰؑ نے کل والے اسرائیلی کو ایک قبطی سے لڑتا دیکھا اس نے پھر موسیٰؑ کو دیکھ کر فریاد کی مگر اس نے آپ کے چہرے سے محسوس کر لیا کہ آپ کل والے کام پر پشیمان نظر آ رہے ہیں آج آپ نے بھی اس کے روز مرہ کے جھگڑے کو بُرا سمجھا اور اس سے کہا کہ تو بڑا جھگڑالو قسم کا آدمی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کو پکڑنا چاہا مگر یہ شخص سمجھا کہ موسیٰؑ کے چہرے سے کل کی طرح غصہ ٹپک رہا ہے شاید آج مجھ کو قتل کر ڈالیں گے حالانکہ آپ نے اسے پکڑنے کا ارادہ نہیں کیا تھا آپ نے قبطی کو پکڑنا چاہا اسرائیلی نے ڈر کر کہا موسیٰ! کیا تم میرا خون کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک قبطی کی جان لی تھی۔ اسرائیلی کے منہ سے یہ بات سن کر وہ بھاگ کھڑا ہوا اور فرعون کے پاس پہنچا اور اسے بتایا کہ کل والے قبطی کو موسیٰؑ نے قتل کیا ہے۔ فرعون نے جلاد بلا بھیجے کہ موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ سپاہی انہیں گرفتار کرنے کے لئے شارع عام پر روانہ ہو گئے انھیں یقین تھا کہ موسیٰؑ ضرور ہاتھ آ جائیں گے مگر ایک اسرائیلی راستہ کاٹ کر موسیٰؑ کے پاس پہنچا اور انھیں بتایا کہ آپ کی گرفتاری کے لئے سپاہی آ رہے ہیں اور قصاص میں آپ کے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے میں از راہِ ہمدردی آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یہاں سے فرار ہو جائیں اور اسی میں آپ کی خیر ہے یہ ایک اور آزمائش تھی آخر کار آپ با دلِ نخواستہ مدین کی طرف روانہ ہو گئے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَ يَسِّرْ لِيْۤ
اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾
يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾ وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ
اَهْلِيْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ﴿٣١﴾
وَ اَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ
كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا
بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ
يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً
اُخْرٰۤى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا يُوْحٰۤى ﴿٣٨﴾
اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ
فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَ
عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَ
لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ
هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى
اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَقَتَلْتَ
نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫
فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ
عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾
اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ
ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ

وقف لازم

عرض کیا رب میرا سینہ کھول دے (۲۵) اور میرے لئے میرا
کام آسان بنادے (۲۶) اور میری زبان سے میری گرہ
کھول دے (۲۷) تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں (۲۸)
اور میرے خاندان سے میرا مددگار مقرر کردے (۲۹) ہارون
میرا بھائی ہے (۳۰) اس سے میری کمر کو مضبوط کردے
(۳۱) اور اسے میرے کام میں شریک کردے (۳۲) تاکہ
ہم تیری خوب تسبیح بیان کریں (۳۳) اور خوب تیرا چرچا
کریں (۳۴) بلاشبہ تو ہمیں دیکھ رہا ہے (۳۵) اللہ تعالیٰ نے
فرمایا موسیٰ جو کچھ تم نے مانگا وہ تمہیں دیا جاتا ہے (۳۶) اور
ہم نے تم پر ایک اور مرتبہ بھی احسان کیا (۳۷) جب ہم نے
تمہاری ماں کی طرف وحی کی جو اس کے دل میں ڈالی گئی
(۳۸) کہ اس بچے (موسیٰ) کو صندوق میں رکھو پھر اس کو دریا
میں ڈال دو پھر دریا اس صندوق کو ساحل میں پھینک دے گا
جسے میرا اور موسیٰ کا دشمن اُٹھالے گا' پھر (اے موسیٰ) میں نے
تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور یہ اس لئے کہ میری
نگرانی میں تمہاری تربیت ہو (۳۹) جب تمہاری بہن ساتھ
چل رہی تھی' کہنے لگی کیا تمہیں اس کا پتہ دوں جو اس کی پرورش
کرسکے؟ پھر ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس لوٹا دیا تاکہ
وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرلے اور غم نہ کرے نیز تم نے ایک
آدمی کو قتل کیا تھا ہم نے تجھے اس غم سے نجات دی پھر ہم نے
تمھیں مختلف آزمائشوں سے گذارا پھر تم کئی سال مدین
والوں کے پاس ٹھہرے پھر اب تم اے موسیٰ تقدیر کے
مطابق ٹھیک وقت پر آ گئے (۴۰) اور میں نے تمھیں اپنے
کام کا بنالیا (۴۱) اب تم اور تمہارا بھائی میرے معجزات لے
کر جاؤ اور میرے ذکر میں تساہل نہ کرنا (۴۲) ہاں فرعون

يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ
عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ
مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا
رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ
وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ
وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ
اُوْحِىَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ
تَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ
رَبُّنَا الَّذِىْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ
هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾
قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ فِىْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ
رَبِّىْ وَ لَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ
الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ
اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَ ارْعَوْا
اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿٥٤﴾ ع ٢ ١١
مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ
اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا
لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾
فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے (۴۳) دیکھو اسے نرم بات
کہنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے (۴۴) دونوں
نے کہا اے رب ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی یا سرکشی
کرے (۴۵) فرمایا ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں سب
سن اور دیکھ رہا ہوں (۴۶) لہٰذا اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم
تیرے رب کے رسول ہیں لہٰذا بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ
جانے دے اور انھیں تکلیف نہ دے ہم تیرے پاس تیرے
رب کی نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی اتباع کرے
اسے سلامتی ہے؟ (۴۷) ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو
جھٹلائے گا اور منہ موڑے گا اس کیلئے یقیناً عذاب ہے
(۴۸) فرعون نے کہا موسیٰ تمہارا رب کون ہے (۴۹) کہا
ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی رہنمائی
کی (۵۰) کہا: تو جو نسلیں گزر چکیں وہ کس حال میں ہیں
(۵۱) موسیٰ نے جواب دیا ان کا علم میرے رب کے پاس
ایک کتاب میں ہے میرا رب نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے
(۵۲) اسی نے تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں
تمہارے چلنے کو راستے بنائے اور اوپر سے پانی برسایا پھر اس
بارش سے مختلف قسم کی پیداوار نکالی (۵۳) کھاؤ اور اپنے
جانوروں کو بھی چراؤ اس میں اہل عقل کے لئے بہت سی
نشانیاں ہیں (۵۴) اس سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی
میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے
(۵۵) ہم نے فرعون کو اپنی نشانیاں دکھلائیں مگر اس نے
جھٹلایا اور تسلیم نہ کیا (۵۶) کہنے لگا: کیا تو ہمارے پاس آیا
ہے کہ ہمیں اپنے سحر سے ہمارے ملک سے نکالے (۵۷) سو
ہم بھی اس قسم کا سحر لاتے ہیں لہٰذا اپنے اور ہمارے درمیان

مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَآ اَنْتَ مَكَانًا
سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ
يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ
كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا
تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ
قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ
بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ
لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ
بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا
كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ
مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ
اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ
اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ
سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ
خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا
صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا
يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ
سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿٧٠﴾
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ
لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ

وقت مقرر کر لے جس کی خلاف ورزی نہ تم کرو نہ ہم اور اس
جگہ پہنچنا (دونوں کو) یکساں ہو (۵۸) موسیٰ نے کہا یہ وعدہ
عید کا دن ہے اور لوگ چاشت کے وقت جمع ہوں (۵۹)
چنانچہ فرعون لوٹ گیا اور اپنے سارے ہتھکنڈے جمع کئے پھر
آ گیا (۶۰) اس وقت موسیٰ نے کہا تم پر افسوس، اللہ کے ذمہ
جھوٹی باتیں نہ لگاؤ ورنہ وہ عذاب سے تمھیں غارت کر دے گا‘
کیونکہ جس نے بھی جھوٹ گھڑا نا کام ہی رہا (۶۱) پھر اس
معاملے میں وہ باہم جھگڑنے لگے اور خفیہ مشورہ کرنے
لگے (۶۲) کچھ نے کہا یہ دونوں ساحر ہیں اور چاہتے یہ ہیں
کہ اپنے سحر کے زور سے تمھیں تمھارے ملک سے نکال دے
اور تمھارے مثالی طریق زندگی کو ختم کر دیں (۶۳) لہٰذا اپنی
سب تدبیریں اکٹھی کر لو اور متحد ہو کر مقابلہ میں آ جاؤ اور یہ
سمجھ لو کہ جو آج غالب رہا وہ جیت گیا (۶۴) پھر موسیٰ سے
کہنے لگے موسیٰ تم ڈالتے ہو یا پہلے ہم ڈالیں؟ (۶۵) موسیٰ
نے کہا تم ہی ڈالو‘ پھر ان کے سحر کے اثر سے ایسا معلوم ہوتا تھا
کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں (۶۶) یہ
دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے (۶۷) ہم نے (وحی کے
ذریعہ) انھیں کہا ڈرو مت‘ غالب تم ہی رہو گے (۶۸) جو
تمھارے دائیں ہاتھ میں ہے پھینک دو جو اُنھوں نے بنایا
ہے ہڑپ کر جائے گا اُنھوں نے صرف سحر کا فریب کیا اور
ساحر جہاں سے آئے کامیاب نہیں ہو سکتا (۶۹) چنانچہ ساحر
سجدہ میں گر پڑے۔ کہنے لگے ہم ہارون و موسیٰ کے رب پر
ایمان لائے (۷۰) فرعون بولا: میری اجازت کے بغیر اس
پر ایمان لے آئے۔ یقیناً موسیٰ تمھارا گروہ ہے جس نے تمھیں
سحر سکھلایا ہے میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے

اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ
لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ
اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰی ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰی
مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا
فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ
الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۷۲﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا
خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ
الثلثة وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ
مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَ لَا
یَحْیٰی ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ
الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ﴿۷۵﴾
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
ع ۲۲ ۱۲ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ﴿۷۶﴾

کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں میں تمھیں سولی چڑھاؤں گا اور تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی سزا شدید تر دیرپا ہے (۷۱) کہنے لگے جس ذات نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جو کچھ ہمارے پاس واضح دلائل آ چکے ہیں ان پر ہم تجھے کبھی ترجیح نہیں دے سکتے۔ لہذا جو کچھ تو کرنا چاہے کر لے تو تو بس دنیا کی زندگی کا خاتمہ کر سکتا ہے (۷۲) بلاشبہ ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور (سحر بھی) جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے (۷۳) بلاشبہ جو مجرم بن کر اپنے رب کے پاس آئے گا اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جئے گا (۷۴) اور جو مومن بن کر آئے گا اور اعمال بھی نیک کئے ہوں تو ایسے لوگوں کے بلند درجات ہیں (۷۵) اور سدا بہار باغات جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ اس شخص کے لئے جزا ہے جو (گناہوں سے) پاک رہا (۷۶)

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس پہونچے اور اس سے کہا ہم دونوں تمہارے رب کے پیغمبر ہیں تمہارے پاس اس لئے بھیجے گئے ہیں تا کہ تم بنی اسرائیل کو قید و بند سے آزاد کر دو انھیں عذاب دینا بند کرو اور ہمارے ساتھ انہیں فلسطین جانے دو اور ہمارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ہمارے رسول ہونے کی دلیل یعنی معجزہ موجود ہیں۔ حکیمانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے اس سے کہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کرے گا اور اس کے دین سے روگردانی کرے گا وہ اس کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ (احسن البیان)

فرعون نے ان دونوں کی تقریر سننے کے بعد کہا کہ اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ چونکہ وہ اللہ کا منکر اور اپنے رب ہونے کا دعویدار تھا اسی لئے اس نے کہا کہ میرے سوا تم دونوں کا رب کون ہے تو موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک مخلوق کو اس کی مخصوص شکل و صورت میں پیدا کیا ہے اور ہر عضو میں ایک مخصوص فائدہ رکھا ہے، پھر ہر ایک کو طلب رزق کے طریقے سکھائے اور ان کی نسلوں کی بقا کے وسائل و اسباب دے کر انھیں استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا۔ موسیٰؑ بیس سال

تک فرعون کو دعوت توحید ربوبیت دیتے رہے اور اس طویل مدت میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا نشانیاں بھیج کر اسے راہ دکھائی لیکن وہ کبر و غرور میں سب کو جھٹلا یا اور ایمان لانے سے انکار کرتا رہا اور موسیٰ سے کہا مصر والوں کو اپنے جادو کے زور سے اس وہم میں مبتلا کرنا چاہتے ہو کہ تمھیں اللہ نے اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے تا کہ ہماری سلطنت اور ملکیت مصر پر قابض ہو جاؤ اور ہمیں یہاں سے نکال دو تو سن لو کہ ہم تمہارے جادو کا توڑ اس سے قوی جادو سے کریں گے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم نبی نہیں بلکہ جادوگر ہو۔ اس لئے تم خود ہی ہمارے مقابلہ کا وقت مقرر کر لو جس کی ہم میں سے کوئی خلاف ورزی نہ کرے اور اس لئے ایک ایسی جگہ تجویز کر دو جہاں کھڑے ہو کر سبھی مقابلہ کو دیکھ سکیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس انداز کلام میں فرعون کی جانب سے اس بات کا اظہار تھا کہ موسیٰؑ نے جادو دکھایا ہے اور ویسا جادو دکھانے پر وہ پوری طرح قادر ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا ہمارے مقابلے کا وقت عید کا دن رہا اور لوگ مقابلہ دیکھنے کے لئے صبح کے وقت جمع ہو جائیں تا کہ دن کی پوری روشنی میں اسے دیکھ سکیں۔

جب جادوگر وقت مقررہ پر موسیٰؑ کے سامنے آئے تو اُنھوں نے ان سے از راہِ خیر خواہی کہا کہ تم لوگ اللہ کے بارے میں افترا پردازی نہ کرو اور اپنے جادو کے ذریعہ محض خیالی چیز پیش کر کے دھوکہ نہ دو اگر تم ایسا کرو گے تو ایک دردناک عذاب کے ذریعہ اللہ تمھیں نیست و نابود کر دے گا اور جان لو کہ افترا پرداز ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے۔ موسیٰؑ کی بات سن کر جادوگروں کے درمیان اختلاف ہو گیا اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ یہ کوئی جادوگر ہے۔ یا اللہ کا رسول ہے۔ بالآخر ان کی یہی رائے ہوئی کہ یہ دونوں جادوگر ہی ہیں اپنے جادو کے ذریعہ فرعون اور ہمیں سرزمین مصر سے نکال کر خود سلطنت پر قابض ہونا چاہتے ہیں اور ہماری جگہ اپنی قوم کو یہاں بسانا چاہتے ہیں۔ ہمارے اچھے بھلے دین اور اخلاق کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم لوگ ایک بات پر متفق ہو جائیں اور صف بنا کر آگے بڑھیں تا کہ دیکھنے والوں پر ہمارا رعب پڑے پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج جو غالب ہو گا وہ فرعون کی جانب سے خوب داد و دہش پائے گا۔ جب جادوگروں کے درمیان اتفاق ہو گیا کہ مقابلہ کیسے کیا جائے تو اُنھوں نے موسیٰ سے پوچھا کہ پہلے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالو گے یا ہم ڈالیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا پہلے تم ہی ڈالو اور اُنھوں نے ایسا اس لئے کیا کہ جب جادوگر اپنا کرتب دکھلا چکیں گے اور ان کی خیالی نشانیوں کو موسیٰؑ کی لاٹھی نگل جائے گی۔ جادوگروں نے جب اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں تو موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ جادو کے اثر سے دوڑ رہی ہیں۔ موسیٰؑ بحیثیت انسان ان سانپوں سے ڈر گئے یا اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں لوگ جادوگروں کے کرتب سے متاثر نہ ہو جائیں اس لئے ان کی لاٹھیاں اور رسیاں بھی موسیٰؑ کی لاٹھی کی مانند سانپ بن کر لوگوں کے سامنے دوڑ رہی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ آپ ڈریئے نہیں بہر حال غلبہ آپ ہی کو نصیب ہو گا اور معجزۂ الٰہی کے سامنے ان کی ایک نہیں چلے گی۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے زمین پر رکھ دیجئے۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ لاٹھی ایک مہیب و عظیم اژدہا بن کر جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگلنے لگی۔ اور تمام لوگ اور جادوگر اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھتے رہے، یہاں تک کہ میدان میں ایک سانپ بھی باقی نہ رہا اور جادو شکست کھا گیا اور اللہ کا معجزہ غالب آ گیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ اُنھوں نے جو کچھ بنایا تھا وہ جادوگروں کا کرتب تھا اور جادوگر کوئی چال چلے، کامیاب نہیں ہو سکتا۔

جب جادوگروں نے تمام ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو جادوگری کے تمام علوم وفنون سے واقفیت کی وجہ سے انھیں یقین ہوگیا کہ موسیٰ کے ہاتھوں اُنھوں نے ابھی جو کچھ دیکھا ہے وہ کوئی جادو نہیں ہے۔ وہ تو وہ حق ہے جس کی حقانیت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ سب کچھ اس اللہ کی قدرت سے ہوا ہے جو کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ چیز ہوجاتی ہے اس لئے تمام جادوگر اللہ کے لئے سجدے میں گر گئے اور پکار اُٹھے کہ ہم ہارون وموسیٰ (علیہما السلام) کے رب پر ایمان لائے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ ٧٠ جادوگر تھے صبح کے وقت جادوگر تھے اور شام کے وقت شہداء بن گئے۔ فرعون نے جب دیکھا کہ ان جادوگروں نے اپنے ایمان لانے کا اعلان کردیا ہے او راسے ڈر ہوا کہ کہیں دوسرے لوگ بھی ان کی پیروی نہ کرنے لگیں، اپنی طاقت کے غرور میں ان سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم لوگ موسیٰ پر ایمان لے آئے ہو مجھے یقین ہوگیا کہ یہی موسیٰ وہ بڑا جادوگر ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے اور تم سب نے مل کر سازش کر رکھی ہے تاکہ اہل مصر کو تم ان کے ملک سے نکال دو ان کی اسی بات کو قرآن کریم نے سورۂ اعراف آیت ١٢٣ میں یوں بیان فرمایا: اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝ یہ یقیناً ایک سازش ہے جو تم لوگوں نے شہر میں اس غرض سے کی ہے تاکہ اس کے رہنے والوں کو یہاں سے نکال دو پس تم عنقریب جان لو گے کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے۔ مفسر نسفی کہتے ہیں کہ آیات: ٧٤۔٧٥۔٧٦۔ جادوگر مسلمانوں کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جس میں کافر ومومن کا انجام بتایا گیا ہے جس کی موت کفر پر ہوگی اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا جہاں نہ اسے موت آئے گی کہ عذاب سے چھٹکارا پالے اور نہ ایسی زندگی ہوگی کہ جس میں سکون میسر ہو وہ وہاں زندہ ہوتے ہوئے عذاب نار سے ایسی شدید تکلیف اُٹھائے گا کہ ہر دم اس پر موت کی کیفیت طاری رہے گی اور جو اس دنیا میں ایمان وعمل صالح والی زندگی گذارے گا قیامت کے دن اس کے درجات بلند ہوں گے اس کا ٹھکانہ وہ جنت عدن ہوگی جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہاں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور یہ بدلہ اس کو ملے گا، جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کفر ومعاصی کی آلائشوں سے پاک رکھا ہوگا۔

احمد ومسلم نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور جب یہ آیت پڑھی تو فرمایا جو لوگ جہنمی ہوں گے جہنم میں انھیں نہ موت آئے گی نہ ہی زندہ رہیں گے۔ اور ابوداؤد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں بلند مقامات والوں کو ان کے نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جیسے تم لوگ روشن ستارے کو آسمان میں دیکھتے ہو اور ابوبکرؓ وعمرؓ انھیں میں سے ہوں گے اور کیا ہی خوب مقام ہوگا دونوں کا۔

وَ لَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰی۝٧٧ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ، پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بناؤ تمھیں تو نہ تعاقب کا خوف ہو اور نہ (ڈوب جانے کا) ڈر ہو (٧٧) پھر فرعون نے اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا تو

مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا
هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ
عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ
نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ
طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ
عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ
فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَ مَآ
اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ
اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ
لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ
بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى
اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ
يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ
الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ
اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ
اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ
اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا
جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ

سمندر نے انھیں ڈھانپ لیا جیسے ڈھانپنے کا حق تھا (۷۸)
اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا، راہ ہدایت نہ دکھائی
(۷۹) اے بنی اسرائیل! ہم نے تمھیں تمہارے دشمن سے
نجات دی اور طوریٰ کی دائیں جانب (کتاب دینے) کا وعدہ
کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا (۸۰) اور کہا کہ ہم نے تمھیں
جن پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور کھا کر
سرکشی نہ کرنا۔ ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا
غضب اترا وہ گر کر ہی رہا (۸۱) میں یقینا درگذر کرنے
والا ہوں اور اس سے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اچھے عمل
کرے اور ہدایت پر گامزن رہے (۸۲) اور اے موسیٰ!
کون سی چیز تمھیں اپنی قوم سے پہلے یہاں لے آئی؟ (۸۳)
موسیٰ نے عرض کیا وہ لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں
نے تیرے حضور آنے میں جلدی کی تاکہ تو مجھ سے خوش
ہو جائے (۸۴) اللہ نے فرمایا ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو
آزمائش میں ڈال دیا اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے
(۸۵) چنانچہ موسیٰ غصہ سے بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف
واپس آئے اور ان سے کہا اے میری قوم! تم سے تمہارے
رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟ یہ زمانہ تم پر لمبا ہو گیا تھا یا تم یہ
چاہتے تھے کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو۔ لہٰذا تم
نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی (۸۶) وہ کہنے لگے
ہم نے اپنے اختیار سے آپ سے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں
کی بلکہ (قبطی) قوم کے زیورات ہم پر لاد دیئے گئے تھے
جنھیں ہم نے (آگ میں) ڈال دیا پھر اس طرح سامری
نے بھی (زیور) ڈال دیا (۸۷) پھر وہ اس سے ایک
بچھڑے کا جسم بنا لایا جس کی بیل جیسی آواز تھی لوگ کہنے لگے

مُوْسٰى ۵ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ
اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا
نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ ع ١٣ / ١٤
يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ
فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ
نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا
مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ
رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۙ ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ
اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ
لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ
بَيْنَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾
قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ
بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ
الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ
نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ
اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا
لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ
عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي
الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

تمہارا اور موسیٰ کا الٰہ تو یہی ہے موسیٰ بھول گیا (۸۸) کیا وہ نہیں دیکھتے کہ نہ تو وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے نفع ونقصان کا مختار ہے (۸۹) اور اس سے قبل ہارون انھیں کہہ چکے تھے کہ اس سے تمہاری آزمائش مقصود ہے بلاشبہ تمہارا رب رحمن ہی ہے لہٰذا میری اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو (۹۰) وہ کہنے لگے جب تک موسیٰ واپس نہیں آجاتے ہم تو اسی کی عبادت کریں گے (۹۱) جب موسیٰ واپس آئے تو کہا ہارون جب تم نے انھیں گمراہ ہوتے دیکھا تو تمھیں کس بات نے روکے رکھا؟ (۹۲) کہ میری اتباع نہ کرو؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟ (۹۳) ہارون نے کہا اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو۔ مجھے اس بات کا خطرہ تھا کہ تم یہ نہ کہو کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا لحاظ نہ رکھا (۹۴) موسیٰ نے کہا بتاؤ سامری! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ (۹۵) سامری نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسرے کو نظر نہ آئی' چنانچہ میں نے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی مٹی اُٹھالی پھر اسے (بچھڑے کے جسم میں) ڈال دیا میرے نفس نے مجھے ایسا ہی سمجھایا تھا (۹۶) موسیٰ نے کہا جاؤ تمہارے لئے زندگی بھر یہ (سزا) ہے کہ (دوسروں سے) کہتے رہو کہ مجھے نہ چھونا اور تیرے عذاب کا ایک وقت ہے جو تجھ سے کبھی نہیں ٹل سکتا اور اپنے الٰہ کی طرف تو دیکھ جس کے آگے تو معتکف رہتا تھا کہ ہم کیسے اسے جلا ڈال دیتے ہیں پھر اس (کی راکھ) کو کیسے دریا میں بکھیر دیتے (۹۷) تمہارا الٰہ تو صرف وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے (۹۸)

تشریح: فرعون نے موسیٰ کا مطالبہ بھی نہیں مانا تھا کہ وہ اسرائیلیوں کو آزاد کر کے انھیں موسیٰ کے ساتھ بھیج دے۔ آخر کار اللہ نے انھیں حکم فرمایا کہ تم اسرائیلیوں کو راتوں رات مصر سے نکال کر لے جاؤ اور اس طرح انھیں فرعون کے پنجۂ جبر و استبداد سے چھڑا لو۔ جب موسیٰؑ راتوں رات اسرائیلیوں کو لے کر نکلے تو صبح کو فرعونیوں نے دیکھا کہ اسرائیلی محلے سونے پڑے ہیں وہاں کوئی بھی نہیں، نہ آدم ہے نہ آدم زاد یہ دیکھ کر فرعونی مارے غصے کے تلملا اُٹھے اور تمام شہروں میں لوگ دوڑا دیئے کہ جوانوں کو جمع کر کے لائیں اور ایک لشکر جرار تیار کر کے موسیٰ کا تعاقب کریں اور بہت جلد ایک لشکر جرار تیار ہو کر اللہ کے نبی کے تعاقب میں نکلا اس لشکر نے اسرائیلیوں کو اور اسرائیلیوں نے اس فوج کو دیکھا تو موسیٰ والوں نے موسیٰ سے گھبرا کر کہا کہ اب ہم پکڑے گئے آپ نے فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوسکتا یقین مانو میرے ساتھ میرا رب ہے جو مجھے راہ سمجھا دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

پھر موسیٰؑ نے سمندر میں لاٹھی ماری جس سے سمندر میں گزرنے کیلئے خشک راستہ بن گیا اور موسیٰؑ اور موسیٰؑ کے ساتھی خشک راستے پر چلنے لگے انکے دیکھا دیکھی اس خشک راستے پر جب فرعون اور اسکا لشکر چلنے لگا تو اللہ نے سمندر کو حکم دیا کہ حسب سابق رواں دواں ہو جا چنانچہ وہ خشک راستہ چشم زدن میں پانی کی موجوں میں تبدیل ہو گیا اور فرعون سمیت سارا لشکر غرق ہو گیا۔ (احسن البیان)

اللہ تعالیٰ اسرائیلیوں کو اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے کہ میں نے تم کو تمہارے دشمنوں سے بچا لیا اسے تباہ کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ صبح صبح تم دریا کے پار اس کنارے پر کھڑے ہو کر ان کے ڈوبنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ تم نے دیکھا ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔

مَنّ ایک قسم کا حلوہ تھا جو اُن پر آسمان پر سے اترتا تھا اور ''سلویٰ،، پرندے تھے جو ان کے پاس خود بخود آ جاتے تھے اور ہر ایک بقدر ضرورت انھیں پکڑ کر بھون کر کھا لیا کرتے تھے۔ انھیں اللہ کی مہربانی سے بلا مشقت روزی مل رہی تھی۔ فرمایا ہم نے جو روزی تم کو دے رکھی ہے اس سے کھاؤ اور میرے عطا کردہ رزق میں حد سے آگے نہ بڑھو کہ بلا ضرورت پرندے پکڑ لو اور میرے حکم کی خلاف ورزی کرو ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا اور میری ناراضگی شقاوت کا باعث ہے۔ جو مجھ سے سچے دل سے توبہ کر لے میں اس کے گناہ خواہ وہ گناہ کتنے ہی عظیم کیوں نہ ہوں معاف کر دوں گا۔ اسرائیلیوں نے گوسالہ پرستی کر کے توبہ کر لی تو میں نے انھیں بھی معاف کر دیا۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس گناہ کو چھوڑ دے جس سے توبہ کی ہے اور دل سے ایمان لے آئے اور اعضاء سے احکام بجا لائے اور گناہ کے معاف ہو جانے پر شک نہ کرے۔ راہِ راست پر قائم رہے، سیدھا رہے، عمر بھر اسلام سے چمٹا رہے اور ثواب کا یقین رکھے۔ (تفسیر ابن کثیر) فرعون کی ہلاکت کے بعد جب موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو لے کر جبل طور کے پاس جائیں اور وہاں چالیس دن اور رات کا روزہ رکھیں تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں تورات عطا فرمائے۔ موسیٰؑ نے اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے شوق میں عجلت سے کام لیا اور اکیلے کوہِ طور کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے بھائی ہارون کو کہا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر اطمینان سے آئیں۔ ان کی روانگی کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو فتنے میں ڈال دیا اس نے فرعونیوں کے چھوڑے ہوئے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا اور اس میں جبرئیلؑ کے کھر کے نیچے کی ایک مٹھی مٹی ڈال دی جس کی وجہ

سے ایک آواز نکلنے لگی اور بنی اسرائیل اس سے متاثر ہوکر اس کی عبادت کرنے لگے اور موسیٰ کے پاس نہیں گئے جب چالیس دن کی مدت پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو بذریعہ وحی بنی اسرائیل کی گمراہی کی خبر دی۔

موسیٰ کو ان کی عجلت پر عتاب ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر تنہا آنے کی کیوں عجلت کی جبکہ آپ کو حکم یہ تھا کہ انھیں ساتھ لے کر آتے؟۔تو موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں اور میں نے شدتِ شوق میں جلدی کی تھی تا کہ تیرے حکم کی بجا آوری میں مجھ سے ذرا بھی تاخیر نہ ہو اور تو مجھ سے راضی ہو جائے۔تب اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا کہ ہم نے آپ کی روانگی کے بعد آپ کی قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے انھیں گمراہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر موسیٰ بہت ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کے حال پر کفِ افسوس ملنے لگے اور واپس آ کر ان سے باز پرس ہوئے اور انھیں اللہ کا وعدہ یاد دلایا کہ اس نے تو مجھے کوہِ طور کے پاس اس لئے بلایا تھا کہ تمہیں تورات دے لیکن تم احسان فراموش نکلے اور چند دن بھی میرا انتظار نہ کر سکے اور مجھ سے عقیدۂ توحید پر ثابت قدمی کا جو وعدہ کیا تھا۔ اس کی خلاف ورزی کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دیدی۔ سامری نے جب بچھڑا بنا لیا تو اس نے ساتھیوں سے کہا یہی ہمارا اور موسیٰ کا رب ہے' موسیٰ نے غلطی کی ہے کہ اپنے رب کی تلاش میں کوہِ طور کی طرف گئے ہیں۔ ہارونؑ نے بنی اسرائیل کو تنبیہ کی تھی کہ تم لوگ بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر گمراہ ہو گئے ہو' تمہارا رب وہ اللہ ہے جس کی صفت رحمن ہے اس لئے میری مانو اور اسی کی عبادت کرو تو ان گمراہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے تک ہم اپنے اسی معبود کی عبادت کریں گے۔ ہارون علیہ السلام نے جب اس بت پرستی پر ان کا اصرار دیکھا تو ان بارہ ہزار افراد کو لے کر الگ ہو گئے جنھوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی' موسیٰ جب واپس پہنچے اور لوگوں کو جب بچھڑے کے ارد گرد ناچتے گاتے دیکھا تو اپنے بھائی ہارون سے کہنے لگے کہ جب آپ نے انھیں گمراہ ہوتے دیکھا تو آ کر مجھے خبر کیوں نہیں کی۔ آپ نے میرے حکم کی کیسے مخالفت کی؟ اور شدتِ ناراضگی میں ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے تو ہارون علیہ السلام نے کہا اگر میں موحدین کو لے کر تمہارے پاس آ جاتا ہوں اور بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو چھوڑ دیتا ہوں تو تم کہو گے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو دو حصوں میں بانٹ دیا اور میری بات کا خیال نہیں کیا کہ میری عدم موجودگی میں ان کی دیکھ بھال کیجئے گا۔ (تیسیر الرحمن) سامری درحقیقت منافق تھا اور بظاہر اسلام قبول کرنے سے پہلے گائے کی پوجا کرتا تھا اس لئے جونہی اسے موقع ملا اپنے کفر کی طرف لوٹ گیا اور لوگوں کو بچھڑے کی عبادت کی دعوت دینے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور لوگوں کو بچھڑے کی عبادت کی طرف کیوں بلایا؟ تو جواب دیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ چیز دیکھ لی تھی جو تمہاری قوم نے نہیں دیکھی تھی۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سامری کو فتنہ میں ڈال دیا اس نے جبرئیلؑ کو گھوڑے پر سوار دیکھا اور دیکھا کہ جہاں گھوڑے کے ٹاپ پڑی اس جگہ پودے اُگ گئے ہیں سامری دیکھ کر سمجھ گیا کہ اگر جبرئیلؑ کے گھوڑے کی کھر کی مٹی کسی جماد میں ڈال دی جائے گی تو اس میں زندگی آ جائے گی اس لئے اس نے مٹی کو محفوظ کر لیا اور جب بچھڑا بنایا تو اس کے اندر وہ مٹی ڈال دی جس کے اثر سے اس سے بچھڑے کی آواز آنے لگی۔ موسیٰ نے سامری کی زبانی تفصیلات سننے کے بعد اللہ کے حکم سے اسے شہر بدر کر دیا اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ کوئی آدمی بھی اس سے بات نہ کرے اور ہر

شخص اس سے قطع تعلق کر لے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اُنھوں نے اسے اللہ کا یہ فیصلہ سنا دیا کہ اسے ہمیشہ کے لئے چھوت کی بیماری لگ گئی اور جب تک زندہ رہے گا اس کا حال یہ ہوگا کہ کسی کو اپنے قریب نہ آنے دے گا اور ہر شخص سے کہے گا کہ میرے قریب نہ آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے سامری پر لوگوں کی قربت کو حرام کر دیا وہ جب بھی کسی کو چھوتا دونوں کو شدید بخار آ جاتا اس لئے کسی آدمی کو اپنے سے قریب ہوتے ہوئے دیکھ کر بھاگ پڑتا اور چیخنے لگتا کہ مرے قریب نہ آؤ۔ چنانچہ وہ شہر سے نکل کر جنگل میں چلا گیا اور جانوروں کی سی زندگی گزارنے لگا اور اسی حال میں مر گیا۔ اس نے جبرئیل کے گھوڑے کے کھر کی مٹی چھو کر بنی اسرائیل کو گائے کی عبادت میں لگا دیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی کہ اس کے بعد زندگی بھر وہ کسی آدمی کو نہ چھو سکا۔ یہ دنیاوی سزا تھی جو سامری کو اللہ کی جانب سے ملی اور عذاب آخرت کے بارے میں اسے بتایا گیا کہ اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو تمھیں اسے بھگتنا پڑے گا کسی حال میں بھی تم اس سے بچ نہ سکو گے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَ سَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ ع ١٥/١٤ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

اے نبی اسی طرح ہم گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں نیز ہم نے اپنے یہاں سے آپ کو ذکر (قرآن) عطا کیا (۹۹) جو شخص اعراض کرے گا وہ قیامت کے دن گناہ کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوگا (۱۰۰) وہ ہمیشہ اسی حال میں رہے گا اور قیامت کے دن بوجھ اُٹھانا کیسا بُرا ہوگا (۱۰۱) جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن مجرموں کو اکٹھا کریں گے تو وہ نیلگوں ہو رہے ہونگے (۱۰۲) وہ باہم چپکے چپکے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) یہی کوئی دس دن ٹھہرے ہوں گے (۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جبکہ ان سے بہتر رائے والا کہے گا تم تو بس ایک دن ٹھہرے تھے (۱۰۴) لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہیئے کہ میرا رب انھیں دھول بنا کر اُڑا دے گا (۱۰۵) اور زمین کو صاف میدان بنا دے گا (۱۰۶) کہ آپ اس میں کوئی نشیب و فراز نہ دیکھیں گے (۱۰۷) اس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے ہو لیں گے کوئی اس سے انحراف نہ کر سکے گا اور رحمٰن کے آگے سب آوازیں دب جائیں گی اور آواز خفی کے سوا تو کچھ نہ سنے گا (۱۰۸) اس دن سفارش کچھ فائدہ نہ دے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ لَا
يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝١١٠ وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ
الْقَيُّوْمِ ؕ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝١١١ وَ
مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا
يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ۝١١٢ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝١١٣
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ
مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ
زِدْنِيْ عِلْمًا ۝١١٤ وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ
ع ٦ ١١ ١٥ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝١١٥ ع وَ اِذْ قُلْنَا
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ
اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ۝١١٦ فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا
عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ
الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝١١٧ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا
تَعْرٰى ۙ ۝١١٨ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ۝١١٩
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ
اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝١٢٠
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا
يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَ عَصٰۤى
اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝١٢١ ۖ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ
عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝١٢٢ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا

گی مگر جسے رحمٰن اجازت دے اور اس کی بات پسند کرے (۱۰۹) وہ لوگوں کے اگلے پچھلے حال سے آگاہ ہے لیکن دوسرے لوگ اسے نہیں جان سکتے (۱۱۰) سب چہرے اس زندہ و پائندہ ہستی کے سامنے جھک جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اُٹھایا وہ نامراد ہوا (۱۱۱) اور جو شخص نیک اعمال کیا اور مومن ہو تو اسے بے انصافی کا ڈر نہ ہوگا (۱۱۲) اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا اور طرح طرح سے وعید بیان کئے تاکہ لوگ تقویٰ اختیار کریں یا ان میں غور وفکر کی عادت پیدا ہو (۱۱۳) پس اللہ حقیقی بادشاہ بلند شان والا ہے اور قرآن کے پورے ہونے سے پہلے اسے پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب مجھے مزید علم عطا کر (۱۱۴) اور اس سے قبل ہم نے آدم سے ایک عہد لیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا ایسا عزم نہ پایا (۱۱۵) اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے اسے سجدہ کیا مگر اس نے یہ حکم نہ مانا (۱۱۶) لہٰذا ہم نے آدم سے کہا کہ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے وہ کہیں تمہیں جنت سے نکلوا نہ دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ (۱۱۷) یہاں تو نہ تمہیں بھوک ستاتی ہے اور نہ ننگے رہتے ہو (۱۱۸) نہ پیاس لگتی ہے اور نہ دھوپ (۱۱۹) پھر شیطان نے آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا آدم! میں تمہیں وہ ابدی زندگی اور لازوال سلطنت کا درخت نہ بتادوں (۱۲۰) آخر ان دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا جس سے ان کے ستر کے مقامات ایک دوسرے کے آگے کھل گئے تو وہ جنت کے پتوں سے انھیں ڈھانپنے لگ گئے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی لہٰذا وہ بھٹک گئے (۱۲۱) پھر ان کے رب نے انھیں برگزیدہ کیا ان کی توبہ قبول کی اور ہدایت بخشی (۱۲۲)

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ
هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا
يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ
مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَ قَدْ
كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا
فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ
وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ
يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ
يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
ع ١٣/١٦ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ
عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ
طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ
الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ
تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا
مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ
وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ
عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْــَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ
الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ

پھر فرمایا تم دونوں یہاں سے اکٹھے نکل جاؤ کیونکہ تم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہو پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی اتباع کرے گا وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف اُٹھائے گا (۱۲۳) جو میری یاد سے منہ موڑے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے (۱۲۴) کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا میں تو آنکھ والا تھا (۱۲۵) اللہ فرمائے گا: جیسے ہماری آیات تمہارے پاس آئیں تو تو نے اسے بھلا دیا اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا جائے گا (۱۲۶) اور جو شخص بھی حد سے بڑھ جائے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لائے گا ہم اسے اسی طرح سزا دیں گے اور آخرت کا عذاب تو شدید اور باقی رہنے والا ہے (۱۲۷) کیا انھیں اس بات سے کوئی رہنمائی نہیں ملی کہ ان سے قبل ہم کئی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے ٹھکانوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں بلاشبہ ان میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں (۱۲۸) اور اگر تیرے رب کی بات طے شدہ نہ ہوتی اور مہلت مقرر نہ کی جا چکی ہوتی تو ان پر عذاب آنا لازمی تھا (۱۲۹) لہٰذا ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے قبل اور رات کے کچھ اوقات میں تسبیح کیجئے اور دن کے کناروں پر بھی اُمید ہے کہ آپ خوش رہیں گے (۱۳۰) اور آپ ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ اُٹھایئے جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی زینت کے لئے دی ہیں تا کہ ان چیزوں میں ہم انھیں آزمائیں اور آپ کے رب کا رزق بہتر اور دائمی ہے (۱۳۱) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر ڈٹ جایئے ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے وہ تو ہم خود دیتے

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ
قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا
رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ
وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ
مَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع ١٧

ہیں اور انجام (اہل) تقویٰ ہی کیلئے ہے (۱۳۲) کافر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ کیا ان کے پاس پہلے صحیفوں میں واضح دلیل نہیں آ چکی (۱۳۳) اور اگر ہم انھیں اس سے قبل عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے پاس رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے ہی تیری آیات کی اتباع کر لیتے (۱۳۴) آپ ان سے کہئے کہ ہر ایک انجام کار کا منتظر ہے لہٰذا انتظار کرو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون صراط مستقیم پر ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے (۱۳۵)

تشریح: لوگ آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ قیامت کے دن یہ پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں آپ فرما دیں کہ میرا رب انھیں ان کی جگہ سے ہٹا کر مٹا دے گا ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اُڑا دے گا اور زمین فرش کی طرح صاف و ہموار ہو جائے گی۔ جب لوگ یہ حالات اور ہولنا کی دیکھیں گے تو پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہیں گے دوڑ کر اس کے پیچھے ہو لیں گے اور جدھر کا حکم ہوگا اُدھر ہی دوڑ جائیں گے۔ اگر ان میں دنیا میں اطاعت کا جذبہ ہوتا تو ان کے حق میں مفید ثابت ہوتا مگر افسوس آج اطاعت سے کیا فائدہ۔ فرمایا: اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ الخ (مریم:۳۸) جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے تو خوب ہی سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے لیکن آج صریح گمراہی میں ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے آگے اس کی سفارش ہوگی جسے وہ اجازت دے اور اس کی بات سے راضی بھی ہو۔ قیامت کے دن اللہ کے آگے اسی کی سفارش کام دے گی جسے وہ اجازت دے اور اس کی بات سے راضی بھی ہو۔ فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ الخ (البقرۃ:۲۵۵) اس کی اجازت کے بغیر کون ہے جو اس سے سفارش کرے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں عرش بریں کے سامنے آؤں گا اور اللہ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اللہ مجھ پر ایسی تعریفیں کھول دے گا جن پر آپ قادر نہیں ہیں۔ پھر جب تک اسے منظور ہوگا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا پھر مجھ سے فرمائے گا محمد اپنا سر اُٹھاؤ کہو تمہاری بات مانی جائے گی۔ میں انھیں جنت میں داخل کرا کر پھر آؤں گا آپ نے چار بار آنے کا ذکر فرمایا۔ آپ پر اور نبیوں پر اللہ کی سلامتیاں ہوں آمین۔ دنیا میں جس کی موت شرک پر ہوگی وہ آخرت میں بہت خسارہ اُٹھانے والا ہوگا اور جو ایمان و عمل صالح کر کے دنیا سے رخصت ہوگا نہ اس کے گناہوں میں زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی اس کی نیکیاں کم کی جائیں گی۔ چونکہ قیامت کا آنا اور نیکی و بدی کا بدلہ پانا یقینی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ وہ انسانوں کو جنت کی خوشخبری دے اور جہنم سے ڈرائے اس میں مختلف قسم کی دھمکیاں ہیں تاکہ لوگ کفر و معاصی سے بچیں اور اس میں گزشتہ قوموں کی ہلاکتوں کے حالات بھی ہیں تاکہ انھیں سن کر اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ جب جبرئیل نبی ﷺ کو قرآن پڑھاتے تو

شدت احتیاط کی وجہ سے ہر حرف اور ہر کلمہ ان کے ساتھ پڑھتے جاتے اللہ تعالیٰ نے کہا ایسا نہ کیجئے بلکہ انتظار کیجئے تا کہ آپ آیتوں کو اچھی طرح سن اور سمجھ لیجئے اور پھر انھیں یاد کر لیجئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قیامہ میں آیت ١٦ اور ١٧ میں ارشاد فرمایا: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ اے نبی آپ قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کیلئے اپنی زبان کو حرکت میں نہ لائیے اس کو جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اس کو پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ آیت کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کی ہے آپ اپنے رب سے زیادتی علم کی دعا کرتے رہیں۔

صاحب فتح البیان لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو علم کے سوا کسی چیز میں زیادتی طلب کرنے کی نصیحت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام کو جب جنت میں ٹھہرایا تو ان سے عہد لیا کہ وہ ایک ہی مخصوص درخت کا پھل نہیں کھائیں گے اور شیطان کے کسی بہکاوے میں نہیں آئیں گے لیکن وہ اس عہد پر قائم نہ رہے اور شیطان کی بات مان کر اُنھوں نے ممنوع درخت کا پھل کھالیا، آدمؑ کے بعد ان کی اولاد کا بھی یہی حال رہا وہ بھی اپنے ماں باپ کی طرح عہد فراموش رہی اور اپنے دشمن شیطان کی اطاعت کرتی رہی اور اگر یہ قوم ایمان نہیں لاتی تو آپ کو غمگین نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ سے عہد کرنے کے بعد آدمؑ نے عزم کیا تھا کہ وہ اس کے ہر حال میں پابند رہیں گے لیکن شیطان ان کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ ان کے عزم کی پختگی جاتی رہی۔

اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو یہ واقعہ سنا دیجئے جب ہم نے فرشتوں کو آدم کیلئے اظہار تعظیم کے طور پر سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی لیکن ابلیس سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو ہم نے آدم سے کہا کہ یہ تمہاری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ تم دونوں اس کی بات مان لو اور تمہیں جنت سے نکل جانا پڑے اور دنیا میں جا کر اپنے اور اپنی بیوی کے کھانے کے لئے کھیتی اور محنت ومزدوری کرنی پڑے جو تمہاری پریشانی کا باعث ہو۔ اللہ نے یہ بھی کہا: اے آدم ہم نے تمہیں بہت بڑی نعمت دی ہے اس کی حفاظت کرنا کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ یہ نعمت چھن جائے۔ یہ وہ جنت ہے جس میں تمہیں بھوک نہ لگے گی نہ ہی اس میں کپڑوں کی ضرورت ہوگی نہ پیاس لگے گی اور نہ دھوپ کی تمازت تمھیں تکلیف دے گی لیکن شیطان جو گھات میں لگا تھا اس نے آدم کے دل میں وسوسہ پیدا کرنا شروع کیا اور کہا اے آدم! کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت نہ بتا دوں جسے کھانے کے بعد تم دونوں جنت سے کبھی نہ نکلو گے اور ہمیشہ کیلئے یہاں تمہارا راج رہے گا؟ دونوں اس کے بہکاوے میں آ گئے اور اس ممنوع درخت کا پھل کھالیا جس کے نتیجہ میں دونوں ننگے ہو گئے تو درختوں کے پتے توڑ توڑ کر پردہ پوشی کرنے لگے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی طبیعت میں یہ بات ودیعت کر دی تھی کہ وہ ننگا رہنا گوارہ نہیں کریں گے۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور شیطان کی بات مان کر ممنوع درخت کا پھل کھالیا تو گمراہی کی راہ میں پڑ گئے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ان سے غلطی کا ارتکاب نبوت کے سرفراز ہونے سے پہلے ہوا تھا اس غلطی کی اُنھوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی تو اللہ نے انھیں معاف کر دیا اور اپنی پیغمبری کے لئے انھیں چن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام سے کہا کہ تم لوگ جنت سے نکل جاؤ اور زمین پر چلے جاؤ وہاں ابلیس، انسانوں کا دشمن ہوگا اور انسان آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے وہاں جب تمہارے پاس میرا کوئی رسول آئے اور میرا پیغام پہنچائے تو جو شخص میرے بھیجے گئے دین کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں نہ

گمراہ اور نہ آخرت میں بدبخت ہوگا۔ جو شخص اللہ کے دین سے اعراض کرے گا اور قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنا ترک کردیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس عملِ بد کا بدلہ دیتا ہے کہ ہر چہار جانب سے اسے تنگی گھیر لیتی ہے اور روزی کی کشائش کے باوجود اس کا سکون و اطمینان چھن جاتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی قبر بھی اس پر تنگ ہوجاتی ہے اور قیامت کے دن اسے اندھا اُٹھایا جائے گا اور جب وہ اپنی اس حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کریگا کہ میرے رب تونے مجھے اندھا کیوں بنادیا ہی؟ تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم دنیا میں اسطرح آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے تھے اور ہماری آیتوں کو ٹھکراتے تھے اسلئے تم آج جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہ کفار جو آپ کو جادوگر، شاعر، کاہن اور کذاب وغیرہ کہا کرتے ہیں تو ان باتوں کا خیال نہ کیجئے ان کو عذاب دیئے جانے کا وقت مقرر ہے اس وقت انھیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ آپ صبر وسکون کے ساتھ اپنے رب کی حمد وثنا میں لگے رہئے طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تعریف بیان کرنے کیلئے تسبیح پڑھئے یعنی فجر وعصر کی نمازوں کا خوب اہتمام کیجئے مغرب وعشاء کی نمازوں کا بھی خیال کیجئے اور دیکھئے دن کے دونوں کناروں میں اپنے رب کی پاکی بیان کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں پوری اُمت مراد ہے یعنی سب لوگ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں۔ آپ اس حکم میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں آپ سے کہا گیا ہے کہ آپ نماز کی پابندی کیجئے اور اُمورِ دنیا میں مشغول ہوکر اس سے غافل نہ ہوجائیے۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ہم آپ سے یہ نہیں کہتے ہیں کہ اپنے لئے اور بال بچوں کے لئے روزی کی فکر میں لگ جائیے اور نماز سے غافل ہوجائیے آپ اور آپ کے گھر والوں کو روزی ہم دینگے اور اچھا انجام تقویٰ والوں کیلئے ہے۔ علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ آیت کا یہ حصہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ تقویٰ ہی تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔ کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ اگر نبی ہے تو گزشتہ انبیاء کی طرح اپنی صداقت کی نشانی کیوں نہیں پیش کرتے۔ یا ہم لوگ جن نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے؟

آیت ۱۳۳۔۱۳۴: فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ سے مراد تورات، انجیل اور زبور وغیرہ ہیں۔ یعنی ان میں نبی کریم ﷺ کی صفات موجود ہیں، جن سے ان کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ یا یہ مطلب کہ ان کے پاس پچھلی قوموں کے یہ حالات نہیں پہنچے کہ اُنھوں نے جب اپنی حسبِ خواہش معجزے کا مطالبہ کیا اور وہ انھیں دکھادیا گیا لیکن اسکے باوجود ایمان نہیں لائے تو انھیں ہلاک کردیا گیا۔

آیت ۱۳۵ میں فرمایا کہ کافر اور مسلمان دونوں اس انتظار میں ہیں کہ دیکھو کفر غالب رہتا ہے یا اسلام؟ اس کا علم تمہیں اس سے ہوجائے گا کہ اللہ کی مدد سے کامیاب اور سرخرو کون ہوتا ہے؟ چنانچہ یہ کامیابی مسلمانوں کے حصے میں آئی جس سے واضح ہوگیا کہ اسلام ہی سیدھا راستہ اور ان کے حاملین ہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (احسن البیان) اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ کفار مکہ گزشتہ آسمانی کتابوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان میں نبی کریم ﷺ کی بشارت اور نشانیاں موجود ہیں تو پھر کون سی بات ایمان لانے سے مانع ہے۔ جواب کا دوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ جن قوموں نے اپنے انبیاء سے نشانیوں کا مطالبہ کیا تھا وہ قومیں نشانیاں آنے کے بعد بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہلاک کردی گئی تھیں۔ اگر یہ لوگ بھی ایمان نہ لاتے تو عذابِ الٰہی سے کون بچا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بھیج کر اور قرآن کریم نازل کرکے اب کسی مشرک وکافر کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رکھا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الانبیاء

سورۃ الانبیاء مکی ہے اس میں ١١٢ آیتیں اور ٧ رکوع ہیں۔

تعارف: کفار و مشرکین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن مجید کا مذاق اُڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اتنے دنوں سے تمہارا انکار کر رہے ہیں۔ اب تک ہم پر کوئی عذاب نہیں آیا اور آئندہ بھی نہیں آئے گا۔ ہمارے معبود یعنی بت ہماری دنیا و آخرت میں مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں کفار و مشرکین کو وارننگ دی ہے کہ عنقریب اس دنیا میں تم پر عذاب آئے گا۔ تمہارے معبود تم کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا پائیں گے اور اس دنیا میں مسلمان کامیاب رہیں گے۔ عنقریب مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگا اور کعبۃ اللہ سے ٣٦٠ بُت نکال دیئے جائیں گے۔ تب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کامیابی حق کے لئے ہے اور ناکامی باطل کے لئے ہے۔

اٰیاتھا ١١٢ ۔ ٢١ سُوۡرَۃُ الۡاَنۡبِیَآءِ مَکِّیَّۃٌ ٧٣ ۔ رکوعاتھا ٧

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رکوع ١

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمۡ وَ ھُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝١ مَا یَاۡتِیۡھِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡہُ وَ ھُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ۝٢ لَاھِیَۃً قُلُوۡبُھُمۡ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجۡوَی ٭ۖ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ٭ۖ ھَلۡ ھٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ۚ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ۝٣ قٰلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ۫ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝٤

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے جب کہ وہ ابھی تک غفلت میں اعراض کر رہے ہیں (١) جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے سن تو لیتے ہیں، مگر کھیل میں پڑے رہتے ہیں (٢) ان کے دل دیگر باتوں میں منہمک ہیں اور یہ خفیہ مشورے کرتے ہیں کہ کیا یہ تمہارے جیسا بشر ہی نہیں، پھر دیکھتے بھالتے (اس کے) سحر میں کیوں پھنستے ہو (٣) رسول نے کہا میرا رب زمین و آسمان میں جو بات بھی ہو اسے جانتا ہے، کیونکہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (٤)

ربطِ آیات: ۱ سورہ طٰہٰ میں کفار ومشرکین نے یہ کہا کہ ہم مسلسل حق کا انکار کررہے ہیں۔اب تک ہم پر کوئی عذاب نہیں آیا لہٰذا آئندہ بھی ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔تو سورۂ انبیاء میں اس بات کا ذکر ہے کہ اے کافرو! تمہارے حساب کتاب کا دن قریب آرہا ہے اس کے باوجود تم غافل ہو۔اے کافرو عنقریب مسلمان کامیاب ہونگے اور حق کا بول بالا ہوگا اور تم ناکام ونامراد ہوگے۔

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (الانبیآء: ۴۴)

سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسے بھیجا گیا ہوں کہ میں اور قیامت ایسے ہیں اور آپ ﷺ نے شہادت کی اُنگلی اور وسطی اُنگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 4889۔تیسیر القرآن)

آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا قربِ قیامت کی دلیل اور علامت:

آیت ۱: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نبی آخر الزماں کی بعثت ہی اس بات کی علامت ہے کہ زمین میں بنی آدم کی آبادی کا آخری دور ہے۔ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اور وسطی اُنگلی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میں اور قیامت ایسے ہی ہیں جیسے یہ دو انگلیاں۔(صحیح بخاری حدیث نمبر 6022) اس حدیث کے دو مطلب ہیں۔جتنی لمبائی شہادت کی اُنگلی کی ہے۔یہ سیدنا آدم سے لیکر مجھ تک کا زمانہ ہے اور جتنی وسطی اُنگلی شہادت کی انگلی سے بڑی ہے۔یہ مجھ سے لیکر قیامت تک کا زمانہ ہے۔اس لحاظ سے تقریباً پانچ حصے کا عرصہ گزر چکا ہے اور ایک حصہ باقی ہے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔اسی طرح میرے بعد تا قیامت کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔یہ بات بھی قربِ قیامت کی علامت ہوئی۔نیز اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے۔اور موت کے ساتھ ہی ان کا حساب اور جزا وسزا کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔اگرچہ یہ حساب اور جزا وسزا کا سلسلہ قیامت کی نسبت بہت ہلکے پیمانہ پر ہوگا۔(احسن البیان)

اس آیت کریمہ میں عام انسانوں یا کفار مکہ کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ وہ ہر دن قیامت سے قریب ہوتے جارہے ہیں اور اس طرح وہ میدان حشر میں اللہ کے حضور اپنے اعمال کا حساب چکانے سے قریب ہوتے جارہے ہیں۔اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لاکر اس دن کی کامیابی کے لئے تیاری کرتے لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ وہ حساب اور جزا سے بالکل غافل ہیں۔اور فکر آخرت سے بہت دور چندروزہ دنیا کے عیش وآرام کو اپنا مقصدِ حیات بنا رکھا ہے۔قرآن کریم بدستور نازل ہوتا رہا۔ایک آیت کے بعد دوسری آیت ایک سورت کے بعد دوسری سورت اس مسلسل تنبیہ ونصیحت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ کفار مکہ کے دل اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتے۔اُنھوں نے استکباری کی وجہ سے ہمیشہ ہی قرآن کا مذاق اُڑایا اپنی لہوولعب والی زندگی میں مگن رہے اور انکے دل قرآنی آیات میں غور وفکر کرنے سے غافل رہے۔

آیت ۳ اور ۴ کی تشریح: کفار مکہ کا خیال تھا کہ اللہ کا رسول کوئی فرشتہ ہی ہوسکتا ہے اس لئے اگر کوئی آدمی نبوت کا دعویٰ

کرے گا اور اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر کوئی معجزہ پیش کرے گا تو وہ جادوگر ہوگا اسی لئے اُنھوں نے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لئے آپس میں سرگوشی کی اور پھر لوگوں سے کہا کہ محمد ﷺ تمہارے ہی جیسا انسان ہے اور اس کی باتیں جادو کے مثل ہیں۔ پھر کیوں تم لوگ اس کی پیروی کرتے ہو؟۔ مفسر ابوالسعودیؒ لکھتے ہیں: کافروں کے ذہن سے یہ بات جاتی رہی کہ تشریعی حکومت کا تقاضہ یہی تھا کہ انسان کی رہنمائی کے لئے انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا جائے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

بلکہ (ظالم) کہتے ہیں یہ پراگندہ خواب ہیں' بلکہ یہ اس کی خود ساختہ ہیں' بلکہ یہ شاعر ہے' ورنہ اسے ہمارے پاس معجزہ لانا چاہئے جیسے رسول بھیجے گئے (۵) جس بستی کو بھی ہم نے ان سے پہلے ہلاک کیا' وہ ایمان نہیں لائی تھی تو کیا یہ ایمان لائیں گے (۶)

آیت ۵ کی تشریح: کفار مکہ نے قرآن کریم کے بارے میں لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ ورنہ گزشتہ انبیاء کی طرح کوئی نشانی لا کر دکھائے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ان کا یہ سوال شرارت اور کفر وعناد پر مبنی تھا۔ اس لئے قرآن کریم کی آیتیں اور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ دیگر معجزات کا وقتاً فوقتاً ظہور ایمان لانے کے لئے کافی تھا۔ ان کا یہ انداز گفتگو صرف حق کا انکار کرنے کے لئے تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جو کافر قومیں ان سے پہلے دنیا میں گزر چکی ہیں اُنھوں نے بھی انہی کی طرح نشانیوں کا مطالبہ کیا تھا اور ان نشانیوں کے آجانے کے بعد ایمان نہیں لائے تو ہم نے انھیں مزید مہلت دیئے بغیر ہلاک کر دیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کفار مکہ بھی ایسا کریں گے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝

اور آپ سے قبل ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد تھے' جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے لہٰذا اگر تم یہ نہیں جانتے تو اہل الذکر (اہل کتاب) سے پوچھو (۷) ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے جو نہ کھانا کھاتے ہوں اور وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہ تھے (۸) پھر ہم نے ان رسولوں سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا ہم نے انھیں بچا لیا اور جسے ہم نے چاہا اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ (۹)

آیت ۸ کی تشریح: مذکورہ بالا مضمون کی مزید تاکید کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہمیشہ گوشت پوست والے رسول پیدا کئے ہیں۔ زندگی کے لئے کھانے پینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ** (الفرقان:۲۰) ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے جتنے انبیاء بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور وہ انبیاء دنیا میں ایک متعین مدت تک زندہ رہنے کے بعد مرجاتے رہے ہیں‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی آیت ۳۴ میں فرمایا: **وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ** ہم نے تم سے پہلے کسی بھی انسان کو ہیشگی کی زندگی نہیں دی۔

جن گزشتہ قوموں نے نشانیوں کا مطالبہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجے گئے رسولوں سے کہا کہ اگر نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے تو انھیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نشانیاں آئیں اور وہ قومیں ایمان نہیں لائیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ انبیاء اور ان پر ایمان لانے والے کے علاوہ سب کو ہلاک کر دیا۔ (تیسیر الرحمن)

اس کے بعد قرآن کریم کی عظمت بیان کر کے کفار قریش پر احسان جتایا گیا ہے کہ یہ کتاب تمہاری زبان میں تم ہی میں سے ایک فرد پر نازل ہوئی ہے۔ یہ بات یقیناً تمہارے لئے عزت و شرف کی باعث ہے اور اس قرآن میں تمہارے لئے نصیحت کی باتیں ہیں۔ جن پر اگر تم عمل کرو گے تو تمہاری دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

ع ۱

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

(لوگو!) ہم نے تمہاری طرف جو کتاب نازل کی ہے اس میں تمہارا ہی ذکر ہے‘ کیا تم سمجھتے نہیں (۱۰) کئی بستیاں جن کے باشندے ظالم تھے اُنھیں ہم نے ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسرے لوگ پیدا کئے (۱۱) پھر جب ان کو ہمارا عذاب محسوس ہوا تو لگے وہاں سے بھاگنے (۱۲) (ہم نے کہا) بھاگو نہیں بلکہ اپنے مکانوں اور اس عیش و عشرت کے سامان کی طرف لوٹ آؤ جس سے تم مزے اُڑا رہے تھے‘ شاید تم سے سوال کیا جائے (۱۳) کہنے لگے ہائے افسوس ہم ہی ظالم تھے (۱۴) وہ یہی کہتے رہے حتیٰ کہ ہم نے انھیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بنا دیا اور وہ بجھ کر وہیں ڈھیر ہو گئے (۱۵)

آیت ۱۱-۱۵ کی تشریح: اس بستی والوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کی اور کفر کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بہتوں کو بخت نصر کے ہاتھوں قتل کروا دیا اور ان کی جگہ ایک دوسری قوم کو لے آیا جو دین و اخلاق کے اعتبار سے ان سے اچھی تھی۔ ان پر جب عذاب کے آثار ظاہر ہوئے تو وہ بستی سے بھاگنے لگے۔ تو فرشتوں نے

ان سے استہزاء کے طور پر کہا کہ بھاگو نہیں بلکہ اپنے ناز ونعم میں پڑے رہو، تم تو بڑے لوگ ہو، لوگوں کو تمہاری ضرورت ہے وہ تمہارے پاس صلاح ومشورہ کے لئے آئیں گے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ عذاب الٰہی نے انھیں بخت نصر کی فوجوں کی شکل میں ہر چہار جانب سے گھیر لیا تب اپنے جرائم کا اعتراف کر کے کف افسوس ملنے لگے اور چیخ و پکار کرتے رہے یہاں تک کہ بخت نصر کی فوجوں نے انھیں قتل کر دیا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

اور ہم نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے انھیں محض کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا (١٦) اگر ہمارا مقصود کھیل ہی ہوتا تو اگر ہم چاہتے اپنے ہاں ہی ایسا کر سکتے تھے (١٧) بلکہ ہم باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں تو حق، باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے اور باطل شکست کھا کر بھاگ اُٹھتا ہے، اور تمہارے لئے ہلاکت ہے ان باتوں کی وجہ سے جو تم بیان کرتے ہو (١٨)

آیت ١٧ کی تشریح: یہ گزشتہ مضمون کی تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم لہو ولعب کی نیت سے کسی کو اپنی بیوی اور کسی کو اپنا بیٹا بناتے جیسا کہ مشرکین عرب کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''جن'' سے ازدواجی تعلق کیا تو فرشتے اس کی بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کو اپنی بیوی بنالیا۔ جس سے عیسیٰ پیدا ہوئے۔ اگر ہم بفرض محال ایسا چاہتے تو حوروں اور ہماری عبادات میں مشغول فرشتوں کو اپنی اولاد بنالیتے۔ لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا اور نہ ہمارے لئے یہ بات مناسب ہے۔ ہم تو آسمان وزمین اور اس کے درمیان کی ہر چیز کے مالک ہیں۔ سب ہمارے غلام ہیں کیا کبھی کوئی آدمی اپنی باندی کو بیوی اور غلام کو بیٹا بنالیتا ہے۔ جب انسان ایسا نہیں کرتا تو خالق کائنات کے بارے میں ایسی بات کیونکر سوچی جاتی ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ١٨ کی تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قرآن کریم میں مذکورہ دلائل کے ذریعہ باطل عقائد ونظریات پاش پاش ہوگئے۔ اس لئے اے مشرکین مکہ اگر تم قرآن کریم کے نزول کے بعد بھی شرک باللہ سے باز نہیں آئے تو تم اپنی بربادی وتباہی کا انتظار کرو۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾

زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، اور جو مخلوق (فرشتے) اس کے حضور میں ہیں وہ اس کی عبادت سے اکڑتے نہیں اور نہ ہی وہ اُکتاتے ہیں (١٩) وہ دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کبھی دم نہیں لیتے (٢٠)

آیت ١٩-٢٠ کی تشریح: اس میں گزشتہ مضمون کی تاکید ہے کہ جو باری تعالیٰ آسمان وزمین کی تمام موجودات کا مالک ہے۔ وہ اس سے بالکل بے نیاز ہے کہ اس کی بیوی اور اس کا کوئی لڑکا ہو تمام فرشتے اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ نہ اس کی عبادت کا انکار کرتے ہیں اور نہ اس سے تھکتے ہیں۔ شب وروز اس کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ جس طرح آدمی ہر حال میں سانس لیتا رہتا ہے اور ہر لحہ اس کی پلک جھپکتی رہتی ہے اور جب تک زندہ رہتا ہے ان کاموں سے نہیں تھکتا۔ اسی طرح فرشتے ہر حال میں تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ ایک لحہ کے لئے انقطاع نہیں ہوتا اور یہ بات ان کے لئے ایسا امر طبعی ہے کہ کبھی بھی اس سے تھکن نہیں محسوس کرتے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِـهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِـهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْــَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْــَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾

کیا اُنھوں نے زمین میں ایسے الٰہ بنا رکھے ہیں جو مرنے کے بعد زندگی دے سکتے ہیں؟ (٢١) اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہوتا تو دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا' لہٰذا جو لوگ یہ بیان کرتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے (٢٢) جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی سوال نہیں کرسکتا مگر ان لوگوں سے ضرور باز پرس ہوگی (٢٣)

آیت ٢١ کی تشریح: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ مشرکین کے تراشے ہوئے اصنام کیا مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں؟ جواب معلوم ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے اور مشرکین کو بھی اس کا اعتراف ہے اس لئے وہ کسی حال میں بھی عبادات کے مستحق نہیں بن سکتے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ٢٢ کی تشریح: اس حقیقت پر دلیل پیش کی گئی ہے کہ ایک اللہ کے سوا چند معبودوں کا ہونا عقلی طور پر محال ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آسمان وزمین کا پورا نظام مختل ہو جاتا ہر معبود اپنی مرضی چلانا چاہتا' نتیجہ یہ نکلتا کہ ان کے آپس میں اختلاف واقع ہو جاتا اور پورا نظام درہم برہم ہو جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون آیت ٩١ میں فرمایا: ''وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ'' اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوقات کو لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا چونکہ چند معبودوں کا پایا جانا ناممکن ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے شرک سے اپنی پاکی بیان کی ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

آیت ٢٣ کی تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ربوبیت کو مطلق طور پر ثابت کیا ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی نہیں جو اس کے فعل پر اعتراض کرے۔ اور تمام انس وجن سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سب اس کے بندے اور غلام ہیں اور وہی سب کا اللہ ہے سب کا آقا اور سب کا معبود ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان االقرآن)

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾	یا اُنھوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے الٰہ بنا رکھے ہیں' کہیے اس پر اپنی دلیل تو لاؤ۔ یہ ذکر (قرآن) ان کیلئے نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں اور یہ ذکر مجھ سے پہلوں کا ہے (یعنی تورات وانجیل) مگر ان میں سے اکثر جانتے نہیں لہٰذا ان سے منہ پھیر لیتے ہیں (۲۴) اور آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجے اسکی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں لہٰذا صرف میری ہی عبادت کرو (۲۵)

ربط آیات:۲۵ گزشتہ آیات میں اس بات کا بیان تھا کہ عقیدۂ توحید دلائل سے ثابت ہے اور عقیدۂ شرک دلائل سے ثابت نہیں بلکہ باپ دادا کی تقلید کے سہارے زندہ ہے۔ اب ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ تمام انبیاء کا عقیدہ اور پیغام توحید ہی تھا یعنی تمام انبیاء نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اور اس سے قبل کی دیگر کتابوں میں صرف ایک ہی معبود کی اُلوہیت و ربوبیت کا ذکر ملتا ہے' لیکن یہ مشرکین اس حق بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور بدستور اس توحید سے منہ موڑ رہے ہیں یعنی تمام پیغمبر بھی اسی توحید کا پیغام لے کر آئے۔ اس میں مشرکین کا رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے ہیں۔ فرمایا وہ بیٹیاں نہیں اس کے ذی عزت بندے اور اس کے فرماں بردار بندے ہیں۔ علاوہ ازیں بیٹوں کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب عالم پیری میں ضعف و اضمحلال کا دور آجاتا ہے تو اس وقت اولاد سہارا بنتی ہے اسی لئے اولاد کو عصائے پیری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن بڑھاپا یعنی ضعف و اضمحلالی ایسے عوارض ہیں جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ کی ذات ان تمام کمزوریوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے۔ اسے اولاد یا کسی سہارے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ قرآن کریم میں اس امر کی بار بار صراحت کی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں۔

آیت ۲۴ کی تشریح: مشرکین مکہ کے شرک کی دوبارہ تردید کی گئی ہے اور رسول کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ذرا ان سے پوچھئے تو سہی کہ تم جو اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہو تو اپنے دعوے کی صداقت پر دلیل تو پیش کرو۔ یعنی تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے پھر کہا کہ یہ قرآن کریم ہے۔ اور تورات وانجیل بھی۔ ان میں سے کسی کتاب میں بھی اللہ کا کسی کو شریک ثابت نہیں کیا گیا ہے۔ تو پھر تم کس دلیل کی بنیاد پر ایسی خطرناک بات کو اپنی زبان پر لاتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں قرآن کریم کی عظمت کا احساس ہی نہیں اس لئے توحید اُلوہیت کے مطابق اس میں بیان کردہ دلائل و براہین سے تم اعتراض کر رہے ہو۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ	مشرکین کہتے ہیں کہ رحمٰن کی اولاد ہے اللہ ایسی باتوں سے پاک ہے' وہ تو اس کے مکرم بندے ہیں (۲۶) وہ اس کے

هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع ۲

حضور بڑھ کر نہیں بولتے بس اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں (۲۷) اللہ ان بندوں کے سامنے ظاہری احوال کو بھی جانتا ہے اور خفیہ کو بھی اور وہ صرف اسی کے حق میں سفارش کر سکیں گے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور ہمیشہ اسی کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں (۲۸) اور ان میں سے جو شخص بھی کہے کہ اللہ کے علاوہ میں بھی الٰہ ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (۲۹)

آیت ۲۸ کی تشریح: ان فرشتوں میں سے بھی اگر کوئی ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیتے تو ہم اسے جہنم میں پھینک دیتے۔ یہ شرطیہ کلام ہے جس کا وقوع ضروری نہیں ہے۔ جیسے فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (الزخرف:۸۱) اگر رحمان کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والوں میں سے ہوتا۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۖ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣١﴾

کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ زمین و آسمان آپس میں گڈمڈ تھے پھر ہم نے انھیں الگ الگ کیا اور ہر جاندار کو پانی سے زندگی بخشی کیا پھر بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خلاقی پر ایمان نہیں لاتے ؟ (۳۰) اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تا کہ وہ انھیں لے کر ہچکولے نہ کھائے نیز اس میں وسیع راہیں بنا دی تا کہ لوگ راستہ معلوم کریں (۳۱)

آیت ۳۰ کی تشریح: اس سے روایت قلبی مراد ہے کیا اُنھوں (کافروں) نے غور وفکر نہیں کیا یا انھوں نے جانا نہیں۔ رتق کے معنی بند کے اور "فتق" کے معنی پھاڑنے اور کھولنے اور الگ الگ کرنے کے ہیں۔ آسمان و زمین ابتدائے امر میں باہم ملے ہوئے اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے ہم نے ان کو ایک دوسرے سے الگ الگ کیا۔ آسمانوں کو اوپر کیا جس سے بارش برستی ہے اور زمین کو اپنی جگہ رہنے دیا تا ہم وہ پیداوار کے قابل ہوگئی۔ اسی بارش یا چشموں کے پانی سے ہر ذی روح کو حیات ملتی ہے اور اگر الماء سے مراد نطفہ ہے تو اس میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ ہر زندہ چیز کے وجود کا سبب قطرۂ آب ہے جو نر کی صلب سے نکلتا ہے اور مادہ کے رحم میں جا کر قرار پکڑتا ہے اور زمین پر یہ بڑے بڑے پہاڑ نہ ہوتے تو زمین میں جنبش اور لرزش پیدا ہوتی رہتی اور یہ زمین انسانوں اور حیوانوں کے لئے مستقر اور مسکن بننے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی۔ ہم نے پہاڑوں کا بوجھ اس پر ڈال کر اسے ڈانواں ڈول ہونے سے محفوظ کر دیا اور اس میں کشادہ راستے بنا دیئے یا پہاڑوں میں درے رکھ دیئے۔ جس سے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں آنا جانا آسان ہو گیا۔ (احسن البیان)

وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا پھر بھی یہ لوگ اللہ کی نشانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتے (۳۲) وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا' یہ سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں (۳۳)

آیت ۳۱ کی تشریح: اور ہم نے زمین کیلئے محفوظ چھت بنائے جس طرح خیمے کی چھت ہوتی ہے یا اس معنی میں محفوظ کہ ان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ورنہ آسمان زمین پر گر پڑے تو زمین کا سارا نظام تہہ و بالا ہو سکتا ہے یا شیاطین سے محفوظ۔ سورۃ الحجر میں اللہ نے فرمایا: ہم نے ان آسمانوں کی ہر شیطان مردود سے حفاظت کی۔ (احسن البیان)

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

(اے نبی) آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کے لئے دائمی زندگی تو نہیں رکھی' اگر آپ فوت ہو جائیں تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ (۳۴) ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے' اور ہم تو تمہیں اچھے اور بُرے حالات سے آزماتے ہیں اور بالآخر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے (۳۵) اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو بس مذاق ہی اُڑاتے ہیں کہتے ہیں کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟ جبکہ وہ خود رحمان کے ذکر کے منکر ہیں (۳۶)

آیت ۳۴۔۳۶ کی تشریح: یہ کفار کے جواب میں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کہتے تھے کہ ایک دن اسے مر ہی جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موت تو ہر انسان کو آئے گی اور اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چھٹکارا نہیں۔ کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور ہم نے کسی انسان کے لئے ہیشگی اور دوام نہیں رکھی ہے۔ لیکن کیا یہ کہنے والے خود موت سے آزاد ہیں۔ وہ لوگ نہیں مریں گے؟ اس سے صنم پرستوں کی بھی تردید ہو گئی۔ جو دیوتاؤں، انبیاء اور اولیاء کی حیات کے قائل ہیں۔ اسی بنیاد پر ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔

آیت ۳۴: میں یہ بتایا گیا ہے کہ کبھی مصائب و آلام سے دوچار کر کے اور کبھی دنیا کے وسائل فراواں سے بہرہ ور کر کے کبھی صحت و فراخی کے ذریعہ اور کبھی تنگی اور بیماری کے ذریعہ ہم آزماتے ہیں۔ تاکہ ہم دیکھیں شکر گذاری کون کرتا ہے اور ناشکری کون؟ صبر کون کرتا ہے اور ناصبری کون، شکر اور صبر یہ رضائے الٰہی کا اور کفرانِ نعمت اور ناشکری غضب الٰہی کا موجب ہے۔ (احسن البیان)

آیت کے اخیر میں فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جھوٹے معبودوں کے بارے میں جب آپ کہتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں

اور تمہیں کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچائیں گے تو اس پر چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ اور خود ان کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ خالق کون و مکاں کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں یا اس کے قرآن کا انکار کرتے ہیں اور دندناتے پھرتے ہیں جیسے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہی نہیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

ایک روایت میں ہے کہ نضر بن حارث جو رسول اللہ ﷺ کا بہت بڑا دشمن تھا وہ اور دیگر مشرکین مکہ عذاب آ جانے کی جلدی کرتے اور آپ ﷺ اور مسلمانوں سے کہتے کہ اگر تم سچے ہو تو پھر کہاں ہے وہ عذاب جس کی تم دھمکی دیتے رہتے ہو ان کی جلد بازی اور عجلت کی طرف اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ انسان طبعی طور پر جلد باز واقع ہوا ہے۔ وہ اپنی نشانیاں عنقریب دکھلائے گا، انھیں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ جنگ بدر میں سرداران قریش نہایت ذلت سے مارے گئے اور قیامت کا عذاب بھی قریب ہے۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع

انسان جلد باز مخلوق ہے، عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھلا دوں گا لہٰذا جلدی کا مطالبہ نہ کرو (۳۷) نیز وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو وعدۂ عذاب کب پورا ہوگا (۳۸) کاش یہ کافر لوگ اسوقت کا علم رکھتے جب وہ آگ سے اپنے چہروں کو نہ بچا سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں کو اور نہ ہی انھیں کہیں سے مدد مل سکے گی (۳۹) بلکہ وہ عذاب یکدم ان پر آ پہنچے گا جو انکے اوسان خطا کر دیگا، پھر نہ تو اسے یہ دفع کر سکیں گے اور نہ ہی انھیں کچھ مہلت ملے گی۔ (۴۰) (اے نبی ﷺ) آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اُڑایا جا چکا ہے پھر ان کا مذاق اڑانے والے اس چیز میں گھر گئے جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے (۴۱)

آیت ۴۰ کی تشریح: اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکین کے استہزا اور تکذیب سے بددل اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تجھ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا۔ بالآخر وہی عذاب اُن پر اُلٹ پڑا۔ یعنی اس نے انھیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے اور جس کا وقوع ان کے نزدیک مستبعد تھا۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا (الانعام: ۳۴) تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے۔ پس اُنھوں نے تکذیب کی پرواہ نہ کی صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

آپ ان سے پوچھئے کون ہے جو رات اور دن میں رحمان کے عذاب سے تمہاری حفاظت کرتا ہے؟ بلکہ یہ لوگ تو اپنے رب کے ذکر تک سے منہ موڑے ہوئے ہیں (۴۲) کیا ان کے کچھ ایسے الٰہ ہیں جو ہمارے مقابلہ میں ان کو بچا سکیں گے' وہ تو خود اپنی ہی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ ہم سے بچ سکیں گے (۴۳)

مشرکین سے کہا گیا کہ تمہارے کرتوت تو ایسے ہیں۔ دن یا رات کسی بھی گھڑی میں تم پر عذاب آ سکتا ہے۔ اس عذاب سے دن اور رات میں تمہاری حفاظت کون کر سکتا ہے؟ (احسن البیان)

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَ لَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے انھیں اور ان کے آباء و اجداد کو طویل مدت تک فائدہ پہنچایا' کیا یہ نہیں دیکھتے! کہ ہم (ان کی) زندگی کو مختلف سمتوں میں گھٹائے چلے جا رہے ہیں' پھر کیا یہی غالب رہیں گے (۴۴) آپ ان سے کہئے کہ میں تو وحی کے ذریعہ ہی تمہیں ڈراتا ہوں اور بہروں کو جب ڈرایا جاتا ہے تو وہ پکار کو نہیں سن پاتے ہیں (۴۵) اور اگر انھیں تیرے رب کے عذاب کی ایک لپٹ بھی چھو جائے تو فوراً بول اُٹھیں، افسوس یقیناً ہم ظالم تھے (۴۶) اور ہم یوم قیامت انصاف کا میزان رکھیں گے لہٰذا کسی کی بھی حق تلفی نہیں ہوگی اور اگر کسی کا رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تو وہ بھی سامنے لائیں گے اور حساب کرنے کو ہم کافی ہیں۔ (۴۷)

آیت ۴۷ کی تشریح: قیامت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے اعمال کو پورے عدل و انصاف کے ساتھ وزن کرے گا کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اگر ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے سامنے لائیگا اور اس کے دیگر اعمال کے ساتھ اس کا وزن کرے گا اور اللہ سے بڑھ کر حساب میں کون دقیق ہو سکتا ہے؟

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ

اور بلا شبہ ہم نے موسیٰ و ہارون کو جو کتاب (تورات) دی تھی وہ (حق و باطل میں) فرق کرنے والی تھی اور متقین کے لئے

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

روشنی اور نصیحت تھی (۴۸) جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرتے رہتے ہیں (۴۹) اور یہ قرآن بھی ایسی بابرکت نصیحت ہے جسے ہم نے اتارا ہے پھر کیا تم ان کے منکر ہو (۵۰)

آیت ۴۸ کی تشریح: اس میں تورات کی صفات بیان کی گئی ہے جو موسیٰؑ کو دی گئی تھی اس میں بھی متقین کے لئے نصیحت تھی۔ جیسے قرآن کریم کے سورۂ بقرہ میں کہا گیا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کیونکہ جن کے دلوں میں اللہ کا تقویٰ نہیں ہوتا وہ اللہ کی کتاب کی طرف توجہ نہیں کرتے، پس آسمانی کتاب ان کے لئے نصیحت اور مدد کا ذریعہ کس طرح بن سکتی ہے اور ہم نے موسیٰ وہارون علیہما السلام کو حق وباطل کے درمیان تفریق کرنے والی کتاب دی اور وہ کتاب، اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے روشنی اور نصیحت کا ذریعہ تھی۔ (احسن البیان)

آیت ۴۹۔۵۰ کی تشریح: فرقان سے مراد تورات ہے جو حق وباطل کے درمیان تفریق کرتی تھی جہالت اور تاریکیوں میں مشعل کا کام دیتی تھی، اور بنی اسرائیل کے متقین نصیحت حاصل کرتے تھے جو اپنے رب کے اَن دیکھے عذاب سے ڈرتے تھے اور قیامت کے تصور سے خوف کھاتے تھے کہ کہیں اعمال صالحہ کی تفریط پر اس دن مواخذہ نہ ہوجائے اور عذاب کے سزاوار نہ ٹھہرادیئے جائیں۔ اور اس آیت میں کفار مکہ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ تم تورات کو کتاب الٰہی سمجھتے ہو تو پھر اس مبارک قرآن کا کیوں انکار کررہے ہو جسے ہم نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے؟

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾

اور اس سے قبل ہم نے ابراہیم کو ہوش مندی دی تھی اور ہم اس کے (حال) سے خوب واقف تھے (۵۱) جب اس نے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے آگے تم عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ہو؟ (۵۲) وہ کہنے لگے ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے (۵۳) ابراہیمؑ نے کہا پھر تو تم بھی اور تمہارے آباء واجداد بھی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو (۵۴)

آیت ۵۱ میں فرمایا: ابراہیمؑ کو نبوت سے قبل ہی ہوش مندی عطا کردی تھی ہم جانتے تھے کہ وہ اسی رشد کا اہل ہے اور وہ اس کا صحیح استعمال کرے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن۔احسن البیان)

آیت ۵۲ تا ۵۳ کی تفسیر: تماثیل، اصل میں کسی چیز کی ہو بہو نقل کو کہتے ہیں جیسے پتھر کا مجسمہ یا کاغذ اور دیوار وغیرہ پر کسی کی تصویر۔ یہاں مراد وہ مورتیاں ہیں جو قوم ابراہیمؑ نے اپنے معبودوں کی بنا رکھی تھی اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ (احسن البیان)

ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر، نمرود اور اس کی رعایا سے پوچھا کہ یہ اینٹ پتھر اور لکڑی کے بنے ہوئے حقیر اور بے جان مجسموں کی کیا حقیقت ہے کہ تم لوگ ان کی عبادت کرتے ہو، نہ یہ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ نقصان یہ خود تمہارے ہی ہاتھوں کے بنے ہوئے بے جان مجسمے ہیں۔ کیا یہی عقل کا تقاضہ ہے کہ ان کی عبادت کی جائے۔ جس طرح آج بھی جہالت وخرافات میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو بدعات ورسوماتِ جاہلیہ سے روکا جائے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم انھیں کس طرح چھوڑیں جبکہ ہمارے آباء واجداد یہی کچھ کرتے رہے ہیں۔ یہی جواب وہ افراد دیتے ہیں جو نصوص کتاب وسنت سے اعراض کر کے اپنے امام اور ان کی طرف منسوب فقہ سے چمٹے رہنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ (احسن البیان)

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝۵۵ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۵۶ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۵۷ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۸

وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس کوئی سچی بات لائے ہو یا ویسے ہی دل لگی کر رہے ہو (۵۵) اس نے جواب دیا سچی بات یہی ہے کہ تمہارا رب وہی ہے جو زمین وآسمان کا مالک ہے جس نے انھیں پیدا کیا' اور میں اسی بات پر گواہی دیتا ہوں (۵۶) اور اللہ کی قسم میں تمہارے جانے کے بعد تمہارے اصنام سے ضرور دودو ہاتھ کروں گا (۵۷) چنانچہ بڑے صنم کو چھوڑ کر سب اصنام کو ابراہیم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کرے (۵۸)

آیت ۵۶ کی تفسیر: یعنی میں مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ ایک ایسی چیز پیش کر رہا ہوں جس کا علم ویقین (مشاہدہ) مجھے حاصل ہے وہ یہ کہ تمہارے معبود یہ مورتیاں نہیں ہیں بلکہ وہ رب ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ (احسن البیان)

آیت ۵۷ کی تفسیر: ابراہیمؑ نے اپنی داعیانہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میرا رب وہی ہے جس نے کائنات پیدا کئے اور اس کا انتظام اسی کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔ ابراہیمؑ نے اپنے دل میں عزم کیا بعض کہتے ہیں کہ آہستہ سے کہا جس سے مقصود بعض لوگوں کو سنانا تھا واللہ اعلم۔ کید سے مراد یہاں وہ عملی سعی ہے جو وہ زبانی وعظ کے بعد تغییر منکر کے عملی اہتمام کی شکل میں کرنا چاہتے تھے۔ (احسن البیان)

مفسرین لکھتے ہیں کہ قوم نے عید کے دن ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو گئے تو ہمارا دین تمھیں پسند آئے گا ابراہیمؑ نے معذرت کر دی اور دل میں کہا اگر تم دعوتِ توحید کو میری زبان سے سن کر قبول نہیں کرتے ہو تو اب میں عملی طور پر اس منکر کو اپنے ہاتھ سے بدلنے کی تمام کوشش کروں گا چنانچہ اُنھوں نے تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا اور ایک بڑے بُت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑی اس کے ہاتھ میں پکڑا دی تاکہ وہ اس سے پوچھیں کہ آخر یہ کس نے کیا ہے؟ واپسی کے بعد جب اُنھوں نے بُتوں کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگے۔ جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ اہانت آمیز حرکت کی ہے اس نے بہت بُرا کیا ہے۔ ان میں

سے بعض نے کہا وہ نوجوان ابراہیم ہے وہ ہمارے بتوں کے خلاف کہا کرتا تھا۔ یہ اسی کی کارستانی ہو سکتی ہے۔ اس کو سزا ملنی چاہئے تا کہ آئندہ کوئی اور اس طرح کی حرکت نہ کرے۔ چنانچہ ابراہیمؑ کو مجمع عام میں لایا گیا اور ان سے پوچھا گیا ابراہیمؑ نے جواب دیا: یہ بڑے بُت نے کیا ہے اگر یہ بول سکتے ہوں تو ذرا اِن سے پوچھو تو سہی۔ ابراہیمؑ کے اس جواب سے وہ سوچ میں پڑ گئے۔ اور ایک دوسرے کو لاجواب ہو کر کہنے لگے۔ واقعی ظالم تو تم ہی ہو جو اپنی جان سے دفع مضرت پر اور نقصان پہنچانے والے کا ہاتھ پکڑنے پر قادر نہ ہو۔ وہ مستحق عبادت کیونکر ہو سکتا ہے۔ دل ہی دل میں ان لوگوں نے اپنے معبودوں کی عدم حفاظت پر ایک دوسرے پر ملامت کی اور ترکِ حفاظت پر ایک دوسرے کو ظالم کہا۔ (احسن البیان) قوم ابراہیم نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ یہ بات نہیں کر سکتے۔ کیونکر کہتے ہو ہم ان سے پوچھ لیں۔ اس جواب سے ابراہیمؑ کا مقصد پورا ہو گیا کہ جب تم خود اعتراف کرتے ہو کہ یہ بولنے کی طاقت نہیں رکھتے تو پھر کیوں ان کے سامنے جبہ سائی کرتے ہو۔ پھر اللہ کو چھوڑ کر ان کو اپنی ذات کا نفع و نقصان کا مالک کیسے سمجھ بیٹھے؟۔ تف ہے تم پر اور تمہارے معبودوں پر۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تمہارا یہ فعل کس قدر عقل سے بعید تر ہے۔ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے مجسموں کی عبادت کرتے ہو اور انھیں اپنا معبود سمجھتے ہو۔ قوم توفیق ہدایت سے محروم تھی۔ کفر و شرک نے ان کے دلوں کو بے نور کر دیا تھا۔ وہ شرک سے تائب ہوتے اس کے برعکس ابراہیمؑ کے خلاف سخت اقدام کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اپنے معبودوں کی دہائی دیتے ہوئے آگ میں جھونک دینے کی تیاری شروع کر دی۔

آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ تیار کیا گیا اور اس میں ابراہیمؑ کو منجنیق سے پھینکا گیا' اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا یہ ایک معجزہ تھا کہ وہ آگ جو آسمان سے باتیں کر رہی تھی وہی ابراہیم خلیل اللہ کے لئے گل گلزار بن گئی جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت ان کی زبان پر کلمہ جاری تھا '' حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ '' اس طرح اللہ نے اپنے دوست کو دشمنوں سے بچا لیا۔

ابراہیمؑ آگ سے نکالے جانے کے بعد لوگوں کے سامنے توحید کی دعوت پیش کرتے رہے اور دن بدن ان کے خلاف بُت پرستوں کی عداوت بڑھتی گئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا ملک چھوڑ کر سرزمین شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو وہ اپنے بھتیجے لوطؑ کو اور اپنی بیوی سارہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے جو اپنی زرخیزی، درختوں، نہروں اور پھلوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

لوطؑ کو اللہ نے نبی بنایا اور انھیں حکمت علم سے نوازا تھا۔ ابراہیمؑ نے دعا کی تھی '' رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ '' (الصافات: ۱۰۰) اے میرے رب مجھے نیک لڑکا عطا فرما، اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ چنانچہ سارہ علیہا السلام کے بطن سے اسحاق پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فضل و کرم کرتے ہوئے اسحاق کو ابراہیمؑ کی زندگی میں ہی یعقوبؑ جیسے بیٹے سے نوازا جو اپنے دادا کی طرح نبی ہوئے اور ان تینوں کو اللہ تعالیٰ نے صالحین کا خطاب دیا۔ اُنھوں نے اپنے خالق و مالک کی عبادت کا حق پورے طور پر ادا کیا اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ
يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى
اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَ
اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ
بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ
كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا
عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ
يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ
لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ
سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا
فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا
اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ
كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً
يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ
الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ

وہ کہنے لگے ہمارے معبودوں کا یہ حال کس نے کیا بلاشبہ وہ بڑا
ظالم ہے (۵۹) بعض لوگ کہنے لگے ہم نے ایک نوجوان کو
اِن بتوں کا ذکر کرتے سنا تھا جس کا نام ابراہیمؑ ہے (۶۰) وہ
کہنے لگے پھر ایسے لوگوں کو آنکھوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ دیکھ
لیں (کہ ہم کیا کرتے ہیں) (۶۱) (ابراہیم آئے) اُنھوں
نے پوچھا ابراہیم ہمارے معبودوں سے کیا (سلوک) تم نے
کیا ہے؟ (۶۲) ابراہیم نے جواب دیا نہیں بلکہ ان کے
بڑے صنم نے کیا ہوگا لہٰذا انہی سے پوچھ لو اگر بولتے ہوں
(۶۳) پھر اُنھوں نے اپنے دل میں سوچا تو کہنے لگے ظالم تو تم
خود ہو (۶۴) پھر لاجواب ہو کر شرم کے مارے سرنگوں ہو گئے
اور کہنے لگے یہ تو تمھیں معلوم ہی ہے کہ یہ صنم بولتے نہیں
(۶۵) (اس پر) ابراہیمؑ نے اسی وقت فرمایا افسوس! کیا تم اللہ
کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ بھی نفع
پہنچا سکیں نہ نقصان (۶۶) تف ہے تم پر اور ان پر بھی جن کی تم
اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو کیا تم ذرا بھی نہیں سوچتے (۶۷)
وہ بولے اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو جلا ڈالو اور اس طرح
اپنے معبودوں کی مدد کرو (۶۸) ہم نے آگ کو حکم دیا اے
آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا (۶۹) وہ تو
چاہتے تھے کہ ابراہیم کو تکلیف پہنچائیں ہم نے انھیں ہی
نقصان میں ڈال دیا (۷۰) اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو ان
سے بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے اہل
علم کے لئے برکتیں رکھی ہیں (۷۱) پھر ہم نے ابراہیم کو اسحاق
عطا کیا اور یعقوب اس پر مزید ہم نے اُن میں سے ہر ایک کو
صالح بنایا تھا (۷۲) نیز ہم نے انھیں امام بنایا جو ہمارے حکم
سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک

وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا
وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ
تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ
فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ
ع ۵ ۵ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ
قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ
الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ
سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اعمال کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی اور وہ سب ہمارے عبادت گذار تھے (۷۳) اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے کام کرتے تھے' بلا شبہ وہ بہت بُرے اور نافرمان لوگ تھے (۷۴) اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کر لیا کیونکہ وہ بڑے صالح بندے تھے (۷۵) اور نوح کو بھی جب کہ ان سب سے پہلے اُنھوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انھیں اور ان کے گھر والوں کو شدید بے چینی سے نجات دی (۷۶) اور ان لوگوں کے خلاف ان کی مدد کی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا وہ لوگ بھی بہت بُرے تھے لہٰذا ہم نے ان سب کو غرق کر دیا (۷۷)

آیت ۷۵۔۷۸ کی تشریح: نوح بھی اللہ کے بڑے پیغمبروں میں سے تھے۔ انھیں چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اس کے بعد سے نوسو پچاس سال تک اپنی قوم میں دعوت کا کام کرتے رہے۔ قوم اپنے کفر و استکبار پر اڑی رہی تو نوح علیہ السلام نے ان پر بددعا فرمائی اور اپنے رب سے کہا اے رب میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما اور کہا میرے رب زمین پر کسی کافر کا گھر نہ چھوڑ۔ (نوح:۲۶) تو اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعہ نوح علیہ السلام کی پوری قوم کو ہلاک کر دیا۔ نوحؑ اس طوفان کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اس طرح ان کی مجموعی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوتی ہے۔

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ
اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا
لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ
كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ
الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾
وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ

اور داؤد اور سلیمان کو بھی (یہی نعمت دی تھی) جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جسے کچھ لوگوں کی بکریاں اُجاڑ گئی تھیں اور جب وہ فیصلہ کر رہے تھے تو ہم دیکھ رہے تھے (۷۸) اس وقت ہم نے سلیمان کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا' جبکہ ہم نے قوت فیصلہ اور علم سب کو عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا کہ وہ ان کے ہمراہ تسبیح کیا کرے' اور یہ تسخیر ہم ہی کرنے والے تھے (۷۹) اور ہم نے داؤد کو تمہارے فائدہ کے لئے زرہ بنانے کی صنعت

مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ‌ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ ﴿٨٠﴾

سکھلا دی تھی تا کہ تمھیں لڑائی کی زد سے بچائے' پھر کیا تم شکر گذار بنتے ہو (٨٠)

داؤد علیہ السلام بھی انبیاء صالحین میں سے تھے۔ جن پر اللہ نے اپنا خاص فضل وکرم فرمایا تھا۔ دونوں کو نبوت وحکمت اور دانائی سے نوازا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ایک شخص کی بکریاں رات کے وقت کسی کے انگور کے باغ میں گھس گئیں اور پوری کھیتی کو تہس نہس کر دیا۔ مقدمہ داؤد کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ کھیت والا بکریاں لے لے۔ اسلئے کہ خسارہ بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ جب دونوں وہاں سے باہر آئے تو سلیمانؑ کو فیصلہ کا علم ہوا اُنھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ فیصلہ تو صحیح ہے۔ لیکن دونوں کے لئے اس سے زیادہ مفید فیصلہ یہ ہوگا کہ بکریوں کا مالک کھیتیوں کی دیکھ بھال کرے۔ یہاں تک کہ پہلے کی طرح ہو جائے۔ اور کھیت والا بکریوں کے دودھ اور ان سے فائدہ اُٹھائے۔ یہاں تک کہ اس کا کھیت پہلی حالت میں لا کر واپس کر دیا جائے۔ داؤد نے اس فیصلہ کو بہتر جانا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک کو علم وحکمت سے نوازا ہے۔ داؤد کو پُرسوز آواز اللہ کی جانب سے ملی تھی ان کی تسبیح کی آواز کو سن کر پہاڑ اور پرندے بھی تسبیح میں مصروف ہو جاتے۔ مطلب یہ ہے داؤد کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا۔ جب وہ اپنی سریلی آواز میں تسبیح پڑھتے۔ اور زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑوں سے ویسی ہی آواز آنے لگتی۔ اور پرندے فضا میں سر ہلا کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے لگتے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

یعنی یہ تفہیم ایتائے حکم سب کے کرنے والے ہم ہی تھے اس لئے ان میں کسی کو تعجب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم جو چاہے کر سکتے ہیں۔ دوسری تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے داؤد کو اسلحہ سازی کا علم دیا تھا اور ان کے ہاتھ میں لوہا اتنا ہی نرم ہو جاتا تا کہ اس سے بآسانی جو ہتھیار بنانا چاہیں بنالیں۔

وَ لِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ عَاصِفَةً تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖۤ اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا‌ ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىۡءٍ عٰلِمِيۡنَ ﴿٨١﴾ وَ مِنَ الشَّيٰطِيۡنِ مَنۡ يَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ وَيَعۡمَلُوۡنَ عَمَلًا دُوۡنَ ذٰلِكَ‌ ۚ وَكُنَّا لَهُمۡ حٰفِظِيۡنَ ۙ ﴿٨٢﴾

نیز ہم نے سلیمان کے لئے تند و تیز ہوا مسخر کر دیا تھا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے' اور ہر چیز کو ہم خوب جانتے ہیں (٨١) اور شیطان کو بھی جو اس کے لئے غوطہ لگاتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی کئی کام کرتے تھے اور ہم ان سب کے محافظ تھے (٨٢)

آیت ٨١ تا ٨٢ کی تشریح: جس طرح پہاڑ اور پرندے داؤد کیلئے مسخر کر دیئے گئے تھے اسطرح ہوا سلیمانؑ کے تابع کر دی گئی تھی وہ اپنے اعیان سلطنت سمیت تخت پر بیٹھ جاتے تھے اور جہاں چاہتے وہاں مہینوں کی مسافت لمحوں میں طے کر کے پہنچ جاتے۔ ارض، سے مراد شام کا علاقہ ہے۔ جنات بھی سلیمانؑ کے تابع تھے جو اُن کے حکم سے سمندروں میں غوطے لگاتے تھے اور موتی و جواہرات نکال لاتے۔ (احسن البیان)

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور ایسی نعمت ایوب کو بھی دی تھی جب اُنھوں نے اپنے رب کو پکارا مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (۸۳) چنانچہ ہم نے انکی دعا قبول کی اور جو بیماری تھی اسے دور کر دیا اور ہم نے انھیں اسکے اہل و عیال ہی نہ دیئے بلکہ انکے ساتھ اتنے ہی اور دیئے اور یہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور یہ سب عبادت گذاروں کے لئے سبق ہے (۸۴)

ان انبیاء صالحین میں ایوبؑ تھے کہتے ہیں کہ ان کا زمانہ ابراہیمؑ کے بعد کا تھا اور ان کا علاقہ بحر میت کے جنوب شرق میں تھا۔ وہ اللہ کے بڑے ہی شاکر و صابر بندے تھے۔ اللہ نے انھیں مال و دولت سے خوب نوازا تھا اور اولاد و جاہ بھی دی تھی اسلئے اپنے رب کا خوب شکر ادا کرتے تھے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں بیماری میں مبتلا کر دیا اور اولاد و دولت سب جاتی رہی۔ وہ اپنے رب کی رضا کیلئے بہت صبر کاٹتے رہے اور دل میں شکوہ کو جگہ نہ دی۔ جب ان کی تکلیف حد سے بڑھ گئی اور اسی حال میں ۱۸ سال کا زمانہ گزر گیا تو اُنھوں نے رب سے دعا کی اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی، ان کی بیماری جاتی رہی اور اللہ نے اپنے فضل و کرم سے انھیں پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت سے نوازا اور اولاد و جاہ سے بھی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل کو بھی یہی نعمت دی تھی اور یہ سب بڑے صابر تھے (۸۵) اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کر لیا' بلاشبہ یہ صالح بندے تھے (۸۶)

اسماعیل اور ذوالکفل علیہما السلام بھی انبیاء کرام میں سے تھے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اسماعیلؑ سے مراد ابراہیمؑ کے بیٹے ہیں۔ ان کا اور ادریسؑ کا ذکر سورۂ مریم میں آچکا ہے۔ باقی رہے ذوالکفل تو آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے، ان کا ذکر انبیاء کے ضمن میں آیا ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ ذوالکفل سے مراد حزقیل ہیں ان تینوں انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والا بتایا ہے یعنی اللہ کی بندگی میں جو تکلیف ہوتی تھی اس پر صبر کرتے تھے، گناہوں سے بچتے تھے اور قضا و قدر کے مطابق زندگی میں انھیں جو تکلیف و مصیبت لاحق ہوتی تھی اس پر بھی صبر کرتے تھے اور ان تینوں کو اللہ نے منصب نبوت پر فائز کیا تھا اس لئے وہ صلاح و تقویٰ میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ‌ۖ‌ۚ ﴿۸۷﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ‌ ؕ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۸﴾

مچھلی والے (یونس) کو بھی جب وہ غصہ سے بھرے ہوئے (بستی کو چھوڑ کر) چلے گئے انھیں خیال تھا کہ ہم ان پر گرفت نہ کرسکیں گے۔ پھر اُنھوں نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو پاک ہے میں ہی قصوروار تھا (۸۷) تب ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں غم سے نجات دی' اور ہم اس طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں (۸۸)

ذوالنون سے مراد یونسؑ ہیں' نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ چونکہ مچھلی نے انھیں اللہ کے حکم سے نگل لیا تھا۔ اس لئے اللہ نے اس لقب کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔ انھیں موصل کے علاقہ میں نینویٰ والوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ تاکہ لوگوں کو توحید باریٔ تعالیٰ عدل و انصاف اور اخلاق حسنہ کی دعوت دیں۔ لیکن اُنھوں نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ دن بدن ان کی شرانگیزی بڑھتی گئی۔ آخرکار ان کے کفر سے تنگ آ کر انھیں دھمکی دی کہ اگر وہ ایمان نہیں لائے تو ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا اور وہاں سے نکل کر بیت المقدس آ گئے۔ (احسن البیان)

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یونسؑ کی ناراضگی اللہ کیلئے اپنی قوم کے کفر کی وجہ سے تھی لیکن ان سے یہ بھول ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر نینویٰ سے چلے گئے تھے اسی لئے جب دعا کی تو اپنے آپ کو ظالم کہا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

ظُلُمَاتٌ: ظُلْمَةٌ کی جمع ہے یعنی اندھیرا۔ یونسؑ اندھیروں میں گھر گئے رات کا اندھیرا، سمندر کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔ ہم نے یونس کی دعا قبول کی اور اسے اندھیروں سے اور مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور جو بھی مومن اسی طرح شدائد اور مصیبتوں میں پکارے گا ہم اسے نجات دیں گے۔ حدیث میں آتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہے جس مسلمان نے بھی الفاظ "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ" کے ساتھ دعا مانگی تو اللہ نے اسے قبول فرمالیا ہے۔ (ترمذی حدیث نمبر 3505) (احسن البیان)

وَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ‌ۖ‌ۚ ﴿۸۹﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ وَوَهَبۡنَا لَهٗ يَحۡيٰى وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ ﴿۹۰﴾

اور زکریا کو بھی جب اُنھوں نے پکارا اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور بہترین وارث تو ہی ہے (۸۹) سو ان کی بھی دعا ہم نے قبول کی اور انھیں یحیٰی عطا کیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا' یہ سب لوگ بھلائی کے کاموں کی طرف لپکتے تھے اور ہمیں شوق اور خوف سے پکارتے تھے' اور یہ سب ہمارے آگے جھکنے والے تھے (۹۰)

زکریاؑ کا بڑھاپے میں اولاد کے لئے دعا کرنا اور اللہ کی طرف سے اس کا عطا کیا جانا اس کی ضروری تفصیل سورۂ آل عمران اور سورۂ طٰہٰ میں گزر چکی ہے، یہاں بھی اس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا جا رہا ہے یعنی وہ بانجھ اور نا قابل اولاد تھی ہم نے اس کے نقص کا ازالہ فرما کر اسے نیک بچہ عطا کیا۔ گویا قبولیت دعا کے لئے ان باتوں کا اہتمام کیا جائے جن کا بطور خاص یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً الحاح وزاری کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا و مناجات، نیک کاموں میں سبقت، خوف وطمع کے ملے جلے جذبات کے ساتھ رب کو پکارنا اور اس کے سامنے عاجزی اور خشوع وخضوع کا اظہار کرنا۔ (احسن البیان)

جن انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے ان میں سے زکریا علیہ السلام بھی ہیں۔ اُنھوں نے بڑھاپے میں اپنے رب سے دعا مانگی کہ وہ انھیں ایک بیٹا عطا کرے جو ان کے بعد دعوت الٰہی کا کام سنبھالے۔ اُنھوں نے دعا میں کہا میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑ ایک لڑکا دے جو نبوت اور علم وحکمت میں میرے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور تو سب سے اچھا اور سب سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کی بیوی کو لڑکا پیدا کرنے کے قابل بنا دیا جن کے بطن سے یحییٰ پیدا ہوئے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾

اور اس عورت کو بھی جس نے عصمت کی حفاظت کی تھی پھر ہم نے اپنی روح سے ان کے اندر پھونکا اور انھیں اور ان کے بیٹے کو تمام اہل عالم کے لئے ایک نشانی بنا دیا (۹۱)

مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کے قصہ میں اللہ کے عجائب اور اس کی قدرت کی عظیم نشانیاں پائی جاتی ہیں اسی لئے یہاں ان کا ذکر مناسب رہا۔ مریم علیہا السلام نے کبھی حرام کام نہیں کیا۔ اُنھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کلی طور پر فارغ کر لیا تھا۔ بلوغت کے بعد بھی شادی کا خیال ان کے دل ودماغ میں نہیں گذرا۔ اللہ تعالیٰ نے جب عیسیٰؑ کو ان کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا کرنا چاہا تو جبرئیلؑ نے ان کے گریبان یا دامن میں پھونک مارا اور اللہ کے حکم سے ان کے بطن میں وجود میں آ گئے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

تفسیر میں مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام دونوں کے حالات وواقعات میں دنیا والوں کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت کی باتیں ہیں۔ مریم علیہا السلام کے پاس محراب میں سردی کا پھل گرمی میں اور گرمی کا پھل سردی میں اللہ کے حکم سے آتا تھا۔ عیسیٰؑ کی ولادت کے وقت کھجور کے خشک درخت میں پھل آ گئے اور مریم کے قدموں کے نیچے چشمہ جاری ہو گیا اور عیسیٰؑ نے ماں کی گود میں لوگوں سے باتیں کیں اور نبی ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور گنجے اور برص والی بیماری دور کر دی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ

یہ (انبیاء کی جماعت) ہی تمہاری اُمت ہے جو ایک ہی اُمت ہے، اور میں تمہارا رب ہوں لہٰذا میری عبادت کرو (۹۲) اور لوگوں نے اپنے دین کے معاملہ کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے

ع ١٨
بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ
لِسَعْيِهٖ ۚ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾

کر ڈالا' ہر ایک کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے (٩٣) پھر جو شخص نیک عمل کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی۔ اور ہم اس (کے ہر عمل) کو لکھتے جا رہے ہیں (٩٤)

امۃ سے مراد یہاں دین یا ملت ہے یعنی تمہارا دین اور ملت ہے اور وہ دین ہے دین توحید (جس کی دعوت تمام انبیاء نے دی) ملت اسلام ہے جو تمام انبیاء کی ملت رہی ہے۔ جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا (ہم انبیاء کی جماعت اولاد علات ہیں) جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوں۔ ہمارا دین ایک ہی ہے (صحیح بخاری حدیث نمبر 3187) (احسن البیان)

آدم سے لے کر نبی ﷺ تک جتنے انبیاء کرام گذرے ہیں سب کا عقیدہ اور دین ایک ہی تھا ہر نبی نے اپنے عہد کے لوگوں کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی، شرک سے ڈرایا اور انھیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا رب ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا
يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ
مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَ
اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ
اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۖ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ
غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾

اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئے (٩٥) حتیٰ کہ جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے نیچے کو دوڑتے ہوئے آئیں گے (٩٦) اور سچا حق وعدہ (قیامت) نزدیک آجائے گا تو اس وقت کافروں کی آنکھیں یکایک پتھرا جائیں گی۔ (وہ کہیں گے) افسوس ہم تو اسی (سچے وعدہ) سے غفلت میں ہی پڑے رہے بلکہ ہم خطا کار تھے (٩٧)

آیت ٩٥ میں فرمایا کہ صالحین اور موحدین کے مقابلہ میں جو کافر و مشرک ہو گئے اور ان کے کفر و شرک کی وجہ سے اللہ دنیا میں ہلاک کر دے گا اور قیامت کے دن وہ ضرور اپنے رب کے حضور جزا و سزا کے لئے لائے جائیں گے اس بات کو اللہ نے قطعی طور پر حرام کر دیا ہے کہ وہ قیامت کے دن اس کے پاس لوٹ کر نہ آئیں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

یاجوج و ماجوج کی ضروری تفصیل سورہ کہف کے آخر میں گزر چکی۔ عیسیٰؑ کی موجودگی میں قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا اور اتنی تیزی اور کثرت سے یہ ہر طرف پھیل جائیں گے کہ ہر اونچی جگہ سے یہ دوڑتے ہوئے آئینگے۔ (احسن البیان) جس قیامت کے بارے میں اوپر کہا گیا ہے کہ اس دن تمام جن و انس اللہ کے پاس ضرور لوٹ کر جائیں گے اس کے قریب ہونے کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ وہ رکاوٹ جو ذوالقرنین، یاجوج و ماجوج کو روکنے کے لئے کھڑی کی تھی وہ ہٹا دی جائے گی اور وہ زمین میں تیزی کے ساتھ

پھیل جائیں گے اور جدھر سے گزریں گے ہر چیز کو تباہ و برباد کردیں گے اور کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا اس وقت قیامت بالکل قریب ہو گی جس کا وعدہ برحق اللہ نے بندوں سے کر رکھا ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اور جب اہل کفار قیامت کو اپنی نگاہوں سے دیکھ لیں گے تو مارے خوف و ہراس کے ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی اور کف افسوس ملتے ہوئے کہنے لگیں کہ ہائے ہماری بدنصیبی ہم تو اس دن کی کامیابی کے لئے تیاری کرنے سے غافل رہے ہمیں تو یقین نہیں تھا کہ قیامت آئے گی ہم نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا کہ آج یہ روز سیاہ دیکھنا پڑ رہا ہے لیکن اس وقت کا افسوس اور اس دن کی توبہ ان کے کسی کام نہ آئے گی۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم بھی اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کر رہے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، وہیں تم کو جانا ہے (۹۸) اگر یہ معبود واقعی اللہ ہوتے تو کبھی جہنم میں نہ جاتے، ان سب کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے (۹۹) وہ وہاں اس طرح ھنکاریں گے کہ اس میں کوئی اور آواز نہ سن سکیں گے (۱۰۰) بلاشبہ جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی، وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے (۱۰۱) وہ اس کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے (۱۰۲) یہ انتہائی گھبراہٹ کا وقت انھیں غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے آگے بڑھ کر ان سے ملیں گے، (اور کہیں گے) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (۱۰۳)

پھر اللہ تعالیٰ آگے کی آیتوں میں کہتا ہے کہ تم بھی اور تمہارے یہ معبود بھی جن کی مورتیاں بنا کر تم عبادت کرنے کے لئے رکھے ہوئے ہو۔ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ پتھر کی مورتیوں کا اگرچہ کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ وہ تو بے عقل اور بے شعور ہیں۔ لیکن انھیں پجاریوں کے ساتھ جہنم میں صرف مشرکوں کو مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ڈالا جائے گا کہ جن معبودوں کو تم اپنا سہارا سمجھتے تھے وہ بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں جہنم کا ایندھن ہیں۔ (احسن البیان)

علماء تفسیر لکھتے ہیں کہ پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کو جہنم میں ان کے پجاریوں کی تذلیل و اہانت کے لئے ڈالا جائے گا۔ شدتِ عذاب اور شدتِ الم کی وجہ سے جہنمیوں کے منہ سے ایک کربناک چیخ نکلتی رہے گی اور جہنم کی چنگھاڑ اور جہنم کی چیخ و پکار شدت عذاب کی وجہ سے جہنمی کچھ بھی نہ سن پائیں گے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ؕ ﴿۱۰۶﴾

اس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ دیں گے جیسے تحریروں کا طومار لپیٹ دیا جاتا ہے' جس طرح ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح اس کا اعادہ کریں گے' یہ ہمارے ذمہ ایک وعدہ ہے اور ہم اسے پورا کر کے رہیں گے (۱۰۴) اور زبور میں ہم نے نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہونگے (۱۰۵) بلاشبہ اس (ارشادِ الٰہی) میں عبادت گذار بندوں کے لئے ایک بڑی خبر ہے (۱۰۶)

آیت ۱۰۴ تا ۱۰۶ کی تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ کاتب کے لکھے ہوئے کاغذات کو لپیٹ لینا جس طرح آسان ہے اسی طرح اللہ کے لئے آسمان کی وسعتوں کو اپنے ہاتھ میں سمیٹ لینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ (احسن البیان)

اللہ تعالیٰ کے لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں بھی یہ بات لکھ دی ہے کہ جنت کے حقدار اس کے نیک بندے ہوں گے یعنی جنتی کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس سرزمین کا وارث بنایا کہ جنت میں جہاں چاہے سکونت اختیار کریں۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اس قرآن کریم کو ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے عبادت گذاروں کے لئے منفعت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں اسی سے خوش ہوتے ہیں اس کی فرماں برداری کرتے ہیں۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہاں عبادت سے مراد پنجوقتہ نمازیں ہیں۔ پنج گانہ نماز عبادت میں مشغول رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ (احسن البیان)

پھر آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کے لئے رحمت کا پیغمبر بنا کر آپ کو بھیجا جس دین کے ساتھ مبعوث ہوئے وہ جن وانس کے لئے سراپا رحمت ہے۔ دنیا و آخرت کی سعادت اس کو قبول کر لینے میں ہے اسی لئے بطور مبلغ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت کہا گیا ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ

اور ہم نے آپ کو تمام دنیا والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (۱۰۷) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا اللہ صرف ایک ہی اللہ ہے' کیا تم پھر سر تسلیم خم کرتے ہو؟ (۱۰۸) پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہئے میں تو سب کو علی الاعلان خبر دار کر دیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جو وعدہ تم

اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ
مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَ اِنْ
اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾
قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ
الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع ١٩ النصف

سے کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا بعید (١٠٩) اللہ تعالیٰ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو بآواز بلند کی جاتی ہیں اور وہ بھی جنھیں تم خفیہ کرتے ہو (١١٠) اور میں نہیں جانتا ہوں شاید یہ (عذاب میں تاخیر) تمہارے لئے ایک فتنہ ہو اور تم ایک مدت تک مزے اُڑاتے رہو (١١١) (آخرکار) نبی نے کہا اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ کردے اور (لوگو) جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اپنے رحمن سے (ہی) مدد طلب کی جاسکتی ہے (١١٢)

آپ ﷺ اہل جہان کیلئے رحمت کیسے ہیں؟

آیت ١٠٧: آپ ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ کی بعثت دراصل پوری نوع انسانی کے لئے رحمت ہے۔ آپ ہی کے ذریعہ غفلت میں پڑی ہوئی اور راہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایسا علم نصیب ہوا جو حق و باطل کی راہوں کو ممیز کر کے سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلاتا ہے۔ جس سے انسان نے دنیا کی زندگی اچھے طور پر گزارنے کے اصول اور ڈھنگ سیکھے۔ پھر اس راہ پر چلنے سے انسان کی اُخروی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔ آپ کی یہ مہربانی تو ان لوگوں پر تھی جو آپ پر ایمان لائے اور بدکرداروں اور کافروں کے لئے آپ کی ذات باعث رحمت تھی۔ چنانچہ ارشاد باری ہے ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ '' (الانفال: ٣٣) یعنی جب تک آپ اِن کافروں کے درمیان موجود ہیں اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ اور آپ کی دعا کی وجہ سے خسف اور مسخ اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے والے عذاب موقوف ہوئے۔ قرآن نے واضح انداز میں بتلا دیا کہ آپ مومنوں کے حق میں رحمت بھی تھے اور رحیم بھی۔ (تیسیر القرآن)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے لئے بددعا نہ کرنا، یہ بھی آپ ﷺ کی رحمت کا ایک حصہ تھا، اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً (صحیح مسلم حدیث نمبر ١٧٥٨) ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ (صحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر ٢٣٤٥) میں رحمت مجسم بنکر آیا ہوں جو اللہ کی طرف سے اہل جہاں کے لئے ہدیہ ہے۔ (احسن البیان)

آیت ١٠٧: اللہ نے آپ ﷺ کو رحمت کہا جو رحمت بنکر دنیا میں مبعوث ہوئے وہ توحید باریٰ تعالیٰ ہے۔ یہی دین اسلام اور تمام ادیان سماویہ کی اصل اور بنیاد ہے۔ اسی لئے رحمت کا لقب دینے کے بعد اللہ نے آپ سے فرمایا کہ آپ اہل مکہ سے کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی نازل ہوئی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہے اور وہ اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس لئے تم لوگ اسی کے آگے جھکو اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسلئے تم لوگ اسکے سامنے جھکو اس کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔(تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

پھر فرمایا کہ اللہ ہی عالم الغیب ہے۔ وہ مخلوق کی تمام کھلی چھپی باتوں کو خوب جانتا ہے وہی دلوں میں آنے والے کھٹکے خوب جانتا ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ لوگ خلوت وجلوت میں کھلے چھپے اندر و باہر کیا کر رہے ہیں۔ اور وہ ان کے عملوں کی خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اچھے ہوں یا بُرے جزا یا سزا ضرور دے گا۔(تفسیر ابن کثیر)

اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کی دعا نقل کی ہے جو اُنھوں نے اللہ کی جانب سے مشرکوں کے خلاف اعلان جنگ کے بعد کی تھی کہ اے میرے رب تو میرے اور میری قوم کے درمیان اب فیصلہ ہی کر دے۔ جن کا شیوہ اسلام اور مسلمانوں سے عداوت کرنا بن گیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے رسول کی دعا قبول فرمائی۔ کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میدان بدر میں کاری ضرب لگوائی بہت سے قتل کر دیئے گئے اور بہت سے پابند سلاسل کر دیئے گئے۔ دعا کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمارا رب بندوں پر رحم کرنے والا ہے اور اسکی ذات ایسی ہے کہ تمام اُمور میں مدد مانگی جائے۔(تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الحج

سورۃ الحج مدنی ہے اس میں ۷۸ آیتیں اور ۱۰ رکوع ہیں۔

تعارف: مکہ کے آخری دور میں مسلمانوں پر یعنی توحید پرستوں پر بہت ظلم وستم ہورہا تھا۔ مسلمان ہجرت کررہے تھے۔ رسول ﷺ بھی عنقریب ہجرت کرنے والے تھے۔ اس سورہ میں کفار ومشرکین پر یہ بات واضح کی گئی تھی کہ کعبۃ اللہ کو بنانے والے ابراہیمؑ تھے اور وہ صرف اللہ کی عبادت کرنے والے تھے اور کعبۃ اللہ صرف اور صرف اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا۔ لہٰذا کعبۃ اللہ کے حقدار اور متولی مسلمان ہیں۔ کعبۃ اللہ میں بتوں کا رکھنا اور ان کی عبادت کرنا غلط ہے اور مشرکین کا کعبۃ اللہ پر قبضہ ناجائز ہے۔ اے مسلم نو! ہجرت کے بعد جب تم حج کے لئے آؤ اور کفار تم کو کعبۃ اللہ میں داخل ہونے سے روک دیں تو ان پر تلوار اٹھاؤ اور مقابلہ کرو۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ کیونکہ کعبۃ اللہ توحید پرستوں کا ہے۔ وہی اس کے وارث اور متولی ہیں۔ مشرکین کا کعبۃ اللہ پر کوئی حق نہیں ہے کیونکہ کعبۃ اللہ، اللہ کا گھر ہے، بتوں کا گھر نہیں۔

ایاتها ۷۸ ۲۲ سُوۡرَةُ الۡحَجِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۳ رکوعاتها ۱۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ۝۱ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ ۝۲ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ ۝۳ كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے (۱) اس دن تم دیکھو گے، کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرادے گی اور تو لوگوں کو مدہوش دیکھے گا حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی بڑا شدید ہوگا (۲) اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں علم کے بغیر بحث کرتے اور ہر سرکش شیطان کی اتباع کرنے لگتے ہیں (۳) ان کی قسمت میں لکھا گیا ہے کہ جو شیطان کو اپنا دوست بنائے

مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ
السَّعِيْرِ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ
مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ
مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ
فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ
نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى
اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ
شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا
عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ
كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ
وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ
فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَ
مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ
لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ
وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝
ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ع ٨

گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور جہنم کے عذاب کی راہ دکھلائے گا (۴) لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے میں کوئی شک ہے تو (تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جو منقش بھی ہوتی ہے اور نقش کے بغیر بھی تا کہ ہم تم پر (اپنی قدرت کو) واضح کر دیں پھر ہم جس نطفہ کے متعلق چاہتے ہیں' اسے رحموں میں ایک خاص مدت تک جمائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں تا کہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچو پھر تم میں سے تو کسی کی روح تو قبضہ کر لی جاتی ہے اور کسی کو بدترین (انتہائی بڑھاپے) تک زندہ رکھا جاتا ہے تا کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے' اور تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک پڑی ہوتی ہے پھر جب ہم نے اس پر مینہ برسایا تو وہ حرکت میں آئی اور پھول گئی اور ہر قسم کی پُر بہار چیزیں اُگانا شروع کر دیں (۵) یہ سب کچھ اس لئے (ہوتا ہے) کہ اللہ ہی حق ہے وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے (۶) اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کو زندہ کر کے اُٹھائے گا جو قبروں میں ہیں (۷) اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بارے میں بحث کرتے ہیں (۸) (اور از راہِ تکبر حق سے) اپنا پہلو موڑتے ہیں تا کہ دوسروں کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں' ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۹) یہ تیرے اپنے ہی اعمال کا بدلہ ہے جو تو نے آگے بھیجے' ورنہ اللہ اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا (۱۰)

آیت ١۔٩ کی تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں عام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی گذارو، عمل صالح کرو اور برائیوں سے بچو اس لئے کہ قیامت کا زلزلہ حادثۂ عظیم ہوگا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اللہ اپنے بندوں کو تقویٰ اور پارسائی کا حکم فرما رہا ہے اور قیامت کی آنے والی ہولناکیوں سے، زلزلوں سے ڈرا رہا ہے یہ زلزلے قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اُٹھ اُٹھ کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے یا قبروں سے اُٹھتے ہوں گے۔ (سورہ زلزال) جب زمین اپنے بھونچال سے تھرتھرائے گی۔ اور زمین اپنا بوجھ نکال پھینکے گی۔ (تفسیر ابن کثیر) اس قیامت والے دن حاملہ والیوں کے حمل گر جائیں گے۔ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور لوگ مدہوش ہو جائیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے پھر عذاب کی شدت ہوگی، قیامت کا ہولناک عذاب ہوگا۔ (احسن البیان)

اس زلزلہ کے بعد آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا، پہاڑ ریزے ریزے بن کر اُڑنے لگیں گے، زمین پر ایسا رعشہ طاری ہوگا کہ کوئی چیز اپنی جگہ پر باقی نہیں رہے گی۔ مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ یہ دراصل اللہ کا ایک عذاب ہوگا۔ جس میں وہ بدترین مخلوق کو مبتلا کرے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

تخلیق انسانی اور پودوں کی پیدائش سے مطابق جو بات بیان کی گئی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ برحق ہے اور وہ مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اس بات کی بھی قطعی دلیل ہے کہ قیامت آئے گی اس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ مُردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے گا اور ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

احیائے موتیٰ (مُردوں کو زندہ کرنے) پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ پہلی دلیل مذکور ہوئی۔ وہ یہ کہ جو ذات حقیر قطرہ پانی سے اس طرح ایک انسانی پیکر تراش سکتی ہے اور ایک وجود عطا کر سکتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ اسے مختلف مراحل سے گزارتی ہوئی بڑھاپے کے ایسے اسٹیج پر پہنچا سکتی ہیں جہاں اس کے جسم سے لے کر اس کی ذہنی صلاحیتیں تک سب ضعف و انحطاط کا شکار ہو جائیں کیا اس کے لئے دوبارہ زندگی عطا کر دینا مشکل امر ہے؟ (احسن البیان)

قیامت کے آنے میں ذرا سی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ بھی یقین ہے کہ اللہ مردے کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور قبر والے زمین پھاڑ کر زندہ نکل آئیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے انھیں شروع میں عدم سے وجود میں بخشا۔ اس طرح قبروں میں بے نشاں ہو جانے کے بعد پھر عدم سے وجود بخشے گا (تفسیر ابن کثیر) آیت ٣ میں ان جاہل گمراہوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو خود تو علم نہیں رکھتے بلکہ دوسرے گمراہ کن دعویداروں کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی اور بے بنیاد باتیں کرتے ہیں۔ اس آیت کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو کبر و نخوت کا مجسمہ اور نمونہ تھا اور لوگوں کو راہِ حق سے روکتا تھا لیکن آیت کا مفہوم عام ہے اور کفر و بدعت کے تمام گمراہ کن سرغنوں کو شامل ہے جو ایسے متکبر ہوتے ہیں گردن اکڑا کر لوگوں کی طرف سے منہ پھیر کر چلتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

"ثانی" اسم فاعل ہے۔ موڑنے والا (عطف) کے معنی پہلو کے ہیں۔ یہ یجادل سے حال ہے اس میں اس شخص کی کیفیت بیان

کی گئی ہے جو عقلی ونقلی دلیل سے جھگڑتا ہے کہ وہ تکبر اور اعراض کرتے ہوئے اپنی گردن موڑتے ہوئے پھرتا ہے۔(احسن البیان)
دوسری آیت میں ان کافروں کے بارے میں مزید بتایا گیا ہے کہ ان کے پاس اپنے دعوے کی صداقت پر نہ کوئی عملی دلیل ہے نہ عقلی اور نہ ہی قرآن کریم کی کوئی آیت ہی ان کے قول کی تائید کرتی ہے۔(احسن البیان)
اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام لوگوں کا انجام یہ بتایا کہ وہ انھیں دنیا میں رسوا کرتا ہے اور آخرت میں جہنم ان کا انتظار کر رہی ہے اور اس دن ان سے کہا جائے گا کہ یہ ذلت ورسوائی اور یہ عذاب تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔(تیسیر الرحمن)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اسے کچھ فائدہ ہو تو (اسلام سے) مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی مصیبت پڑ جائے تو اُلٹا پھر جاتا ہے ایسے شخص نے دنیا کا بھی نقصان اُٹھایا اور آخرت کا بھی یہی صریح خسارہ ہے (۱۱)

آیت ۱۱ کی تشریح: صریح اہل کفر کے بعد بعض ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے جو صرف دنیاوی مصالح کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے جب تک وہ مصالح حاصل ہوتے رہے اور کسی دکھ اور تکلیف میں مبتلا نہیں ہوئے تو دین اسلام پر باقی رہے اور جونہی انھیں تکلیف لاحق ہوئی ان کا اصل چہرہ سامنے آجاتا اور وہ کفر کی طرف لوٹ جاتے تھے اور اپنی دنیا وآخرت دونوں کو برباد کر بیٹھتے تھے۔(تیسیر الرحمن)
حَرْفٌ: کا معنی کنارہ۔ کنارے پر کھڑے ہونے والے کو قرار اور ثبات نہیں ہوتا۔اسی طرح دین کے بارے میں جو ریب و شک اور تذبذب کا شکار رہتا ہے اس کا حال بھی یہی ہے، اسے دین میں استقامت نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اس کی نیت صرف دنیوی مفادات پر رہتی ہے ملتے رہیں تو ٹھیک ہے بصورت دیگر پھر آبائی دین یعنی کفر وشرک کی طرف لوٹ جاتا ہے۔(صحیح بخاری۔تفسیر سورۃ الحج)

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

وہ اللہ کے سوا اسے پکارتا ہے جو اسے نہ تکلیف پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ دے سکتا ہے یہ ہے گمراہی کی انتہا (۱۲) وہ اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے بہت بُرا ہے اس کا مددگار اور بہت بُرا ہے اس کا رفیق (۱۳) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے یقیناً اللہ انھیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں بلاشبہ اللہ جو چاہے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

وہی کرتا ہے (۱۴) جو شخص خیال کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد نہیں کرے گا (اور دوسروں کی طرف رجوع کرے) اسے چاہئے کہ آسمان تک ایک رسی لٹکائے پھر اسے کاٹ ڈالے اور دیکھے کہ کیا اس کی تدبیر اس چیز کو دفع کر سکتی ہے جو اسے غصہ دلاتی ہے (۱۵) اسی طرح کی واضح آیات سے ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور اللہ یقیناً ہدایت اسے ہی دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے (۱۶)

آیت ۱۵ کی تشریح: اس آیت کریمہ میں یہود و مشرکین اور منافقین کا ذکر ہے جو نبی ﷺ اور مسلمانوں کی ہر کامیابی و فتح یابی پر جل جاتے ہیں اور ان کے سینے غیظ و غضب سے بھر جاتے تھے۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو دشمنان دین و اسلام خام خیالی میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اسلام اپنے نبی اور مسلمانوں کی مدد نہیں کرے گا اس لئے شک و ریب میں پڑ کر ایمان نہیں لاتے تھے۔ درآنحالیکہ اللہ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کی مدد فرمادی۔ اس کی وجہ سے منافقین کا غیظ و غضب انتہا کو پہنچ چکا ہے تو ہم انھیں اپنا غیض و غضب دور کرنے کا ایک طریقہ بتاتے ہیں کہ وہ ایک رسی چھت کی لکڑی سے باندھیں اور پھر اسے گردن میں باندھ کر پوری طاقت سے کھینچے یہاں تک کہ وہ رسی کٹ جائے اور گلا گھٹ کر ان کی موت واقع ہو جائے پھر وہ اور دوسرے لوگ دیکھیں کہ اس سے وہ سب دور ہو گیا جس کی وجہ سے ان کا غیظ و غضب انتہا کو پہنچ گیا تھا؟ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے غیظ میں مرتے رہیں۔ اللہ اپنے دین اور نبی کی مدد کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر کے رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومن آیت ۵۱ میں فرمایا ہے: یقیناً ہم اپنے رسولوں کی، ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک رسی لے کر آسمان پر چڑھ جائے اور آسمان سے جونہی مدد آتی ہے اس کا سلسلہ ختم کر دے اگر وہ کر سکتا ہے اور دیکھے کہ کیا اس کے بعد اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ امام ابن کثیرؒ نے پہلے مفہوم کو اور امام شوکانی نے دوسرے مفہوم کو زیادہ پسند کیا ہے اور سیاق سے یہی دوسرا مفہوم زیادہ قریب لگتا ہے۔ (احسن البیان)

آیت ۱۶ کی تشریح: قرآن کریم کی تعریف بیان کی جا رہی ہے۔ یہ فصاحت و بلاغت کی تمام اعلیٰ خوبیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کی آیتیں اپنے معانی اور مقاصد پر انتہائی درجہ صراحت و وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے ہدایت چاہتا ہے اسے آیت قرآنیہ میں غور و فکر کی توفیق دے دیتا ہے تاکہ حق کو پہچانے اور اسے قبول کرے۔ (تیسیر الرحمن)

اس طرح ہم نے قرآن میں واضح آیتیں اتاریں اس کے الفاظ بھی واضح اور معانی بھی لوگوں پر اللہ کی طرف سے یہ حجت ہیں اور اللہ

جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔اس میں بھی اس کی حکمت تامہ اور عدلِ شہنشاہی کارفرما ہے۔فرمایا: اس کے کاموں پر کوئی نکیر نہیں کرسکتا اور وہ سب سے ایک ایک بات پوچھ لے گا اس کی حکمت ورحمت، عدل وعلم اور عظمت کے لحاظ سے اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور وہ جلدی حساب لینے والا ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابی اور عیسائی اور آتش پرست اور جو مشرک ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر وناظر ہے(١٧)

آیت ١٧ کی تشریح: صابئین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ستاروں کی پوجا کرتے ہیں اور مجوس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آگ کی پوجا کرتے ہیں اور روشنی اور تاریکی کے دو الگ الگ خالق کے قائل تھے۔بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مجوس، آفتاب و ماہتاب کی پرستش کرتے ہیں۔ایک تیسرا قول یہ ہے کہ اُنھوں نے یہودیت ونصرانیت سے کچھ باتیں لے لی تھیں اور مشرکین سے مراد خاص طور پر کفارِ عرب ہیں جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔(تیسیر الرحمن)''مجوس'' سے مراد ایران کے آتش پرست ہیں جو دو خداؤں کے قائل ہیں۔ایک ظلمت کا اور دوسرا نور کا جسے وہ اہرمن اور یزداں کہتے ہیں۔جتنے بھی اللہ کے ساتھ شرک اور کفر کا ارتکاب کرنے والے ہیں سب اس میں آ گئے۔کون حق پر ہے اور کون باطل پر قیامت کے دن دلائل سے ان پر واضح ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان پر واضح کر دے گا۔یہ فیصلہ محض حاکمانہ اختیارات کے زور پر نہیں ہوگا بلکہ عدل وانصاف پر مبنی ہوگا کیونکہ وہ باخبر ہستی ہے اسے ہر چیز کا علم ہے۔(احسن البیان)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ⑱

کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور سورج چاند ستارے پہاڑ درخت چوپائے اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد اللہ کے حضور سربسجود رہتے ہیں' اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں' اور جسے اللہ ذلیل وخوار کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بلاشبہ اللہ وہی کچھ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے(١٨)

آیت ١٨ کی تشریح: باری تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور اس کی وحدانیت واُلوہیت بیان کی جارہی ہے کہ آسمان میں جتنے فرشتے رہتے ہیں اور زمین میں جتنے چوپائے اور جنات ہیں سبھی اللہ کے سامنے سربسجود ہیں اس طرح شمس وقمر، ستارے، پہاڑ اور

درخت اور بنی نوع انسان میں سے بہت سارے اپنے خالق و مالک کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ اس کا حکم ماننے سے سرموسرتابی نہیں کرتے ہیں۔ لیکن انسانوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کے سامنے سربسجود نہیں ہوتے اس لئے ان کے حق میں عذاب لکھ دیا گیا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ اللہ کے سامنے سر نہیں جھکاتے لیکن مالداری ومحتاجی اور زندگی وموت کا قانون ان پر بھی نافذ ہوتا ہے اور اللہ کی مرضی کے سامنے ان کی ایک نہیں چلتی ہے۔ (تیسیر الرحمن)

اللہ فرما رہا ہے کہ عبادت کا مستحق میں ہی ہوں میں یکتا ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں میری عظمت کے آگے ہر چیز سجدہ کر رہی ہے خواہ خوشی سے سجدہ کر رہی ہو یا ناخوشی سے۔ ہر چیز کا مخصوص سجدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (نحل: ۴۸۔۴۹) کیا اُنھوں نے اللہ کے پیدا کردہ چیز کو نہیں دیکھا کہ ان کے سائے دائیں بائیں اللہ کو سجدہ کرنے سے عاجزی سے جھک جاتے ہیں۔ آسمان کے تمام فرشتے سربسجود ہیں۔ سورہ اسراء آیت ۴۴ میں ہے ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد میں مصروف ہے پھر فرمایا: سورج اور چاند ستارے سب اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ انھیں خاص طور سے اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں اس لئے فرمایا کہ یہ تمام چیزیں خود رب کے حکم کے تابعدار ہیں اس کی ہر مخلوق وتربیت یافتہ اس کے آگے سربسجود ہیں فرمایا: سورج کو سجدہ نہ کرو نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا (فصلت: ۴۱) ابوذر غفاریؓ نے آپ سے سورج کے غروب کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو؟ سورج ڈوب کر کہاں جاتا ہے میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے پھر حکم طلب کرتا ہے۔ وہ وقت آ رہا ہے کہ اس سے کہہ دیا جائے گا کہ جدھر سے آیا ہے اُدھر واپس لوٹ جا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 6874)

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾ ع ۱۲

یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ان میں سے جنھوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے، اور ان کے سروں پر اوپر سے کھولتا پانی ڈالا جائے گا (۱۹) جس سے ان کی کھالیں اور وہ کچھ بھی جو ان کے پیٹوں میں ہے گل جائے گا (۲۰) نیز ان کے لئے لوہے کے ہنٹر ہونگے (۲۱) جب بھی وہ غم کے مارے جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو اسی میں وہ لوٹا دیئے جائیں گے (اور انھیں کہا جائے گا کہ) چکھو اب جلا دینے والے عذاب کا مزہ (۲۲)

آیت ۱۹ کی تشریح: جن مومنوں اور کافروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا انہی کو اس آیت کریمہ میں دونوں فریق سے تعبیر کیا گیا ہے ایک فریق مسلمان ہے اور دوسرا فریق گزشتہ پانچوں کافر جماعتوں پر مشتمل ہے دونوں فریق دنیا میں اپنے رب اور اس کے دین وشریعت کے بارے میں جھگڑتے رہے اور ہر فریق نے

دعویٰ کیا کہ وہ حق پر ہے۔ جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ پھر کافر جماعتوں کو جہنم میں داخل کردے گا جہاں انھیں آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور ان کے سروں پر نہایت گرم پانی انڈیلا جائے گا جس کی گرمی سے ان کے پیٹ کی انتڑیاں، گوشت اور چربی پگھل کر باہر نکل جائیں گی اور ان کے جسم کے چمڑے کٹ کٹ کر الگ ہو جائیں گے اور جہنم میں ان کے لئے لوہے کے کوڑے ہوں گے جن سے انھیں مارا جائے گا اور غم واندوہ اور درد والم سے جب بھی نکلنا چاہیں گے تو جہنم پر مامور فرشتے انھیں مار مار کر دوبارہ لوٹا دیں گے اور ایک لمحہ کے لئے بھی انھیں نکلنے نہیں دینگے اور کہیں گے کہ تم آگ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ (تیسیر الرحمن)

شانِ نزول:

ابوذر غفاریؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ آیت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابلہ میں دو کافر جو جنگ بدر میں آئے تھے یعنی عتبہ اور اس کے دو رفیقوں کے بارے میں اُتری۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 3673) قیس نے کہا: انہی کے بارے میں یہ آیت اُتری یعنی جنگ بدر میں جو سب سے پہلے میدان میں کودے تھے وہ علیؓ اور ابوعبیدہؓ تھے اور ان کے مدمقابل شیبہ، عتبہ اور ولید تھے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 4375) (تفسیر ابن کثیر)

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝۲۳ وَ هُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝۲۴

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ انھیں یقیناً ایسے باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہ رہی ہوں گی، وہاں انھیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، اور وہاں ان کا لباس (حریر) کا ہوگا (۲۳) (یہ وہ لوگ ہونگے) جنھیں کلمہ طیبہ (توحید) کو قبول کرنے کی راہ دکھلائی گئی تھی نیز انھیں اعلیٰ صفات اور اللہ تعالیٰ کی راہ ہدایت دی گئی تھی (۲۴)

جو لوگ دنیا میں اہل ایمان ہوں گے اور اُنھوں نے عمل صالح کیا ہوگا انھیں اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جنت میں انھیں سونے اور موتی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ ریشمی لباس زیب تن کئے ہوئے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے سے اچھی باتیں کریں گے۔ ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور جنت جیسی نعمتوں کے حصول پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں گے۔ (تیسیر الرحمن)

بہشتوں کے گوشے گوشے میں ہر طرف پاکیزہ نہروں کا جال بچھا ہوگا۔ درختوں کے نیچے نیچے نہریں رواں ہوں گی۔ عالی شان محلوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جنت والوں کے ارادوں کے تابع ہوں گی۔ وہ جدھر چاہیں گے انھیں پھیر دیں گے۔ پھر

فرمایا کہ ان کے ہاتھوں میں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ (نسائی حدیث نمبر 149 علامہ البانی نے صحیح کہا ہے) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک زیورات پہنائے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ جنتی ریشمی لباس زیب تن کئے ہونگے اور انھیں ان کا رب پاکیزہ شراب پلائے گا یقینا یہی تمہارا صلہ تھا اور تمہاری کوششوں کی قدردانی کی گئی۔ اللہ ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے جنت کا وارث بنائے۔ آمین

ایک صحیح حدیث میں ہے تم دنیا میں کسی طرح کا ریشمی لباس نہ پہنو کیونکہ جس نے دنیا میں اسے پہنا اسے آخرت میں نصیب نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 5385) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جس کو آخرت میں ریشمی لباس نہ ملے گا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا: جنت میں اہل جنت کا لباس ریشمی ہوگا۔ (سنن نسائی کبری حدیث نمبر 9584) (تفسیر ابن کثیر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ (ابراھیم: ٢٣) اور ایمان وعمل صالح کرنے والے جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے پاس ہر دروازہ سے فرشتے سلام کرتے ہوئے آئیں گے کہ آج صبر کی وجہ سے تم پر سلامتی ہو آخرت کے گھر کا انجام کیا اچھا ہے۔ (واقعہ: ٢٥-٢٦) یہ جنت میں بے ہودہ اور فضول بات نہ سنیں گے بس یہی آواز آئے گی کہ سلامت رہو۔ سبحان اللہ انھیں ایسی پاکیزہ اور پُر بہار جگہ ملے گی جہاں یہ اچھی اچھی اور دل خوش کن باتیں سنیں گے۔ پھر فرمایا کہ انھیں قابل تعریف راہ سمجھائی گئی یعنی اس جگہ انھیں بسایا گیا جہاں وہ اپنے رب کے بے شمار احسانات وانعامات پر دن رات تعریفیں کرتے رہینگے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جنتی سانس کی طرح تسبیح وتحمید میں مصروف رہینگے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 5066) (تفسیر ابن کثیر)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾

بلاشبہ جو لوگ کافر ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جس میں ہم نے وہاں کے باشندوں اور باہر سے آنے والوں کے لئے برابر کے حقوق رکھے ہیں، اور جو کوئی از راہِ ظلم مسجد حرام میں کجروی اختیار کرے ایسے لوگوں کو ہم المناک عذاب چکھائیں گے (٢٥)

آیت ٢٥ کی تشریح: یہ آیت کریمہ اُن مشرکین کے تعلق سے نازل ہوئی جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو صلح حدیبیہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل پر نکیر کی ہے اور خبر دی ہے کہ ہم انھیں دردناک عذاب چکھائیں گے لیکن اس کا حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کسی بھی زمانہ میں کفر کرے گا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکے گا۔ (تیسیر الرحمن)

قریشی مشرکوں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا تھا۔ اس پر ان کی مذمت کی جا رہی ہے۔ کیا یہ ولی بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اللہ کے ولی نہیں ہو سکتے اس کے ولی تو اس سے ڈرنے والے لوگ ہیں۔ (الانفال: ٣٤) اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ مدینہ شریف کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں

میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیں کہ ان مہینوں میں جنگ کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے اور حرمت والی مسجد سے روک دینا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ سنگین ہے اور شرک جنگ سے بڑھ کر ہے کافروں کی یہ عادت ہے وہ کفر کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو ایمان والے ہیں اور ایمان کے ساتھ ساتھ ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن رہتے ہیں یاد رکھو اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے (الرعد: ۲۸۔۲۹) یعنی مسلمانوں کی عادت ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝۲۶

اور (یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کے لئے بیت الحرام کی جگہ تجویز کی تھی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا اور میرے گھر کا طواف کرنے والوں قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے صاف وستھرا رکھنا (۲۶)

آیت ۲۶ کی تشریح: اس آیت میں قریشی کافروں کے کان کھولے گئے ہیں کہ تم ڈھیٹ بن کر اس مقدس جگہ شرک کر رہے ہو جس کی بنیاد شروع ہی سے توحید پر رکھی گئی ہے کہ اس میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی جائے۔ ہم نے ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی جگہ بتا کر اس کی نشاندہی کر دی اور اس کے بنانے کی اجازت بھی دے دی۔ اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ ابراہیمؑ ہی نے سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی آپ سے پہلے کسی نے اسے نہیں بنایا تھا۔ طواف، بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے اس کے سوا کسی اور گھر کا طواف کرنا شرک ہے۔ سورہ آل عمران میں قائم سے مراد نماز کا قیام ہے اس وجہ سے رکوع اور سجدے کا بیان فرمایا۔ طواف کو نماز کے ساتھ اس لئے ملایا گیا کہ یہ دونوں ملے جلے بیت اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ بیت اللہ کا ہی طواف ہوتا ہے اور اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے البتہ حالت اشتباہ، لڑائی اور سفر میں نفل نماز میں اس کی طرف رُخ نہ کرنا معاف ہے۔

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝۲۷ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ۝۲۸ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝۲۹

نیز یہ کہ لوگوں میں حج کا عام اعلان کر دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقامات سے پیدل اور چھریرے بدن کے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں (۲۷) تا کہ وہ لوگ فائدے کا مشاہدہ کریں جو یہاں ان کے لئے رکھے گئے ہیں، مقرر دنوں میں اللہ کا نام لیں (اور ذبح کریں) پھر انھیں خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلائیں (۲۸) پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس بیت العتیق (بیت اللہ) کا طواف کریں (۲۹)

آیت ۲۷: ضَامِر کا لغوی مفہوم: ضامر وہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کیوجہ سے نہیں بلکہ سدھانے اور مشق کی کثرت کیوجہ سے دبلا پتلا اور چھریرے بدن والا ہو جائے اور سبک رو، یا سبک خرام ہوتا کہ مقابلہ میں آگے نکل سکے اور جو جانور بھوک کی کمی کیوجہ سے دبلا ہوا سے **عجف** کہتے ہیں۔عرب میں ضامر کا لفظ عموماً اونٹ کے لئے مختص ہو گیا خواہ وہ نر ہو یا مادہ اور اونٹ کا نام بطور خاص اسلئے لیا گیا کہ اس زمانہ میں اور اس علاقہ میں اونٹ ہی آمد و رفت اور نقل و حرکت کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔

حج کے فوائد و برکات:

یہ فائدے صرف دینی ہی نہیں بلکہ اس اجتماع حج سے کئی قسم کے سیاسی، اقتصادی، معاشی اور تمدنی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو ایک مرکز وحدت پر آنا ہے۔ یہ حج ہی کی برکت تھی کہ لوٹ مار کے دور میں بھی کم از کم چار مہینے لوگ امن و امان سے سفر کر سکتے تھے۔ یہ حج ہی کی برکت تھی کہ مکہ ایک عالمی تجارتی منڈی بن گیا تھا۔اس تجارت سے اگرچہ بیرونی حضرات بھی خاصا فائدہ اُٹھاتے تھے تاہم سب سے زیادہ فائدہ اہل مکہ ہی کو پہنچتا تھا۔اور یہ حج کی برکت ہے کہ یہاں سے اُٹھائی ہوئی آواز دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جاتی تھی۔(تیسیر القرآن)

آیت ۲۷ کی تشریح: یعنی لوگوں کو بلند آواز سے بیت اللہ (جس کی تعمیر کا ہم نے تمہیں حکم دیا ہے) زیارت کرنے کی دعوت دو۔منقول ہے کہ آپ نے کہا: اے اللہ ان لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ فرمایا: تم اعلان کرو' آواز کا پہنچا دینا ہمارے ذمہ ہے۔آخر کار ابراہیمؑ نے کعبہ کے قریب بلند مقام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا: لوگو! اپنے رب کے گھر کا حج کرنے آؤ۔(تفسیر ابن کثیر)

آیت ۲۸ کی تشریح: منافع سے دنیا و آخرت کے فوائد مراد ہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آخرت کا فائدہ اللہ کی خوشنودی و رضا ہے اور دنیوی فائدہ سے مراد قربانی کے اونٹوں اور ذبیحوں سے فائدہ اُٹھانا اور تجارتی کاروبار وغیرہ ہیں۔سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

پھر دوسری جگہ فرمایا کہ مقررہ دنوں میں اللہ کا شکر ادا کرو اس نے پالتو جانور عطا کئے۔رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ان دنوں کے علاوہ اور دنوں میں عمل اتنا افضل نہیں جتنا ان دنوں میں ہے۔کسی صحابی نے پوچھا اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ فرمایا ہاں اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں ہاں جو شخص جان و مال لے کر نکلا اور کچھ بھی لے کر نہیں لوٹا (بلکہ شہید ہو گیا شاید یہ عمل ان دنوں کے عمل کی برابری کر سکے)۔(صحیح بخاری حدیث نمبر 916) (تفسیر ابن کثیر)

آیت میں حج کی غرض و غایت بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حج میں بہت سے دینی فوائد جمع کر دیئے ہیں۔دینی فوائد تو یہ ہیں کہ اللہ حاجیوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور اس طرح حجاج کرام اپنے رب کی خوشنودی لے کر اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں۔دنیوی فوائد تو یہ ہیں۔پورے سفر میں وہ تجارت کرتے ہیں، صنعت و حرفت سیکھتے ہیں اور جو تجربات حاصل ہوتے ہیں وہ آئندہ تجارتی زندگی میں مفید ہوتے ہیں اور ایام تشریق (۱۰ تا ۱۳) میں اللہ کا نام لے کر جانوروں کی قربانی

کرتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن) حج کا بہت بڑا ثواب ہے۔ جو گناہوں سے اور حرام کاموں سے جو بالذات بُرا ہے بچتا رہے اس کے لئے اللہ کے پاس بڑا اصلہ ہے اور اجر عظیم ہے جیسے نیکیاں کرنے میں ثواب ملتا ہے اس طرح بُرائیاں چھوڑنے پر بھی ثواب ملتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ۲۹: بَيْتِ الْعَتِيْقِ کے معنی: عتیق کا ایک معنی آزاد ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر پر کسی ظالم اور جابر بادشاہ کا قبضہ نہیں ہوسکتا ہے اور ایسے حملہ آوروں کا وہی حشر ہوگا جو اصحاب الفیل کا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج کی یورش کے بعد بھی تا قیامت بیت اللہ کا طواف اور حج آزادانہ طور پر ہوتا رہے گا۔

ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

یہ (تھا تعمیر کعبہ کا مقصد) اور جو شخص اللہ کے احترام والی چیزوں کی تعظیم کرے تو یہ بات اس کے رب کے ہاں اس کے لئے بہتر ہے' نیز تمہارے لئے چو پائے حلال کئے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں بتلائے جا چکے ہیں' لہٰذا اصنام کی گندگی سے بچو اور فضول اور ٹیڑھی باتوں سے بھی (۳۰) اللہ کیلئے یکسو ہو جاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو ایسے ہے جیسے آسمان سے گرے یا پھر پرندے اسے اچک لیں یا ہوا اسے کسی دور دراز مقام میں پھینک دے (۳۱)

آیت ۳۱ کی تشریح: اللہ کے دین پر خلوص سے عمل کرو، باطل سے پرہیز کرتے ہوئے حق کا قصد کرو اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ پھر شرک کی ایک مثال بیان فرمائی کہ اس کی گمراہی اور ہدایت سے دوری کہیں کا نہ چھوڑے گی گویا وہ آسمان سے گر پڑا اب یا تو پرندے اچک کر اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھائیں گے یا وہ ہوا کے تیز و تند جھونکوں سے کسی دور والی جگہ جا پڑے گا اور گرتے ہی تباہ ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرشتے، کافر کی روح لے کر آسمان کی جانب چڑھتے ہیں تو آسمان کے دراوزے نہیں کھولے جاتے اور اسکی روح آسمان سے پٹخ دی جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع ۸/۱۱

یہ (سب اُمور قابل اجتناب ہیں) اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے متعلق ہے (۳۲) تمہیں ان (قربانی کے جانوروں) سے ایک مقررہ وقت تک فائدہ اُٹھانے کا حق ہے پھر ان (کے ذبح) کی جگہ بیت العتیق (بیت اللہ) کے پاس ہے (۳۳)

آیت ۳۲ کی تشریح: شعائر سے مراد اسلامی احکام ہیں۔ ان احکام کا احترام برقرار رکھنا دلوں کے تقویٰ کی نشانی ہے۔ انھیں میں سے قربانیاں ہیں کہ ان کی عظمت کی جائے انھیں اللہ کے نام پر قربان کیا جائے۔

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ
اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ
فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ
الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ
وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ
اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ
شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖۗ فَاذْكُرُوا اسْمَ
اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا
فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ
كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ
يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ
لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ع ۵
اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ
وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ

ہم نے ہر اُمت کے لئے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے
تا کہ جو جانور ہم نے انھیں عطا کئے ہیں ان پر وہ اللہ کا نام لیا
کریں۔ تمہارا الٰہ صرف ایک اللہ ہے لہٰذا اسی کے فرماں بردار
بنو اور (اے نبی) آپ عاجزی کرنے والوں کو بشارت
دید یجئے (۳۴) ان لوگوں کو کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان
کے دل دہل جاتے ہیں اور کوئی مصیبت پہنچے تو اس پر صبر کرتے
ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا
ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (۳۵) اور قربانی کے
اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ بنا دیا ہے۔ جن میں
تمہارے لئے بہتری ہے لہٰذا (ذبح کے وقت) انھیں صف
بستہ کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو پھر جب ان کے پہلو زمین پر
ٹک جائیں تو انھیں کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو اور مانگنے
والے کو بھی کھلاؤ، ہم نے انھیں اسی طرح تمہارے لئے مسخر کیا
ہے تا کہ تم شکر گذار بنو (۳۶) اللہ کو قربانی کے جانوروں کا نہ تو
گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔
اسی طرح ہم نے انھیں تمہارے تابع کیا ہے تا کہ اللہ نے جو
تمہیں راہ دکھلائی ہے، اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور (اے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ محسنین کو بشارت دید یجئے (۳۷) جو لوگ
ایمان لائے بلاشبہ اللہ ان کی طرف سے (دشمنوں کی) مدافعت
کرتا ہے، یقیناً اللہ خائن اور ناشکرے کو پسند نہیں کرتا (۳۸)
جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی رہی ہے انھیں لڑائی (جہاد) کی
اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد
پر یقیناً قادر ہے (۳۹) جنھیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا

يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے ذریعہ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت گاہیں اور مساجد جن میں اللہ کو کثرت سے یاد کیا جاتا ہے مسمار کر دی جاتیں اور اللہ ایسے لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ یقیناً بڑا طاقتور اور غالب ہے (۴۰)

آیت ۳۸ کی تشریح: یہ آیت جہاد فرض ہونے سے پہلے، مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس سے مقصد مسلمانوں کو خوشخبری دینی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ اور جب مشرکین مکہ کے خلاف جہاد کرنے کی نوبت آئے گی تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا۔ اس لئے کہ مشرکین مکہ امانتوں میں خیانت کرنے والے، بدعہدی کرنے والے اور اللہ و رسول کے منکر ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اسے پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اگر جنگ ہوگئی تو ان کے خلاف اللہ مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ (تیسیر الرحمن) مومنوں کو بشارت ہے کہ خود اللہ ان کی طرف سے بدخواہوں کی شرارت اور دشمنوں کی بدخواہی ہٹا دے گا اور ان کا محافظ و نگراں بن جائے گا۔ بشرطیکہ اسی پر بھروسہ کریں اور اسی کی طرف جھکے رہیں۔ فرمایا: کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ (زمر ۳۶) بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا کر کے ہی رہتا ہے۔ اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ بدعہد و خائن کو پسند نہیں فرماتا جو وعدہ خلافی کرے اور نا قدرے ہوں ایسے لوگوں کی مدد نہیں فرماتا۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ

یہ وہ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، بھلے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔ اور سب کاموں کا انجام تو اللہ کے ہاتھ میں ہے (۴۱) (اے نبی!) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور قوم عاد و ثمود بھی جھٹلا چکے ہیں (۴۲) نیز ابراہیم اور قوم لوط بھی (۴۳) اور مدین والوں نے بھی جھٹلایا تھا اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا، ان سب کافروں کو میں نے پہلے مہلت دی پھر انھیں پکڑ لیا، سو دیکھ لو میری سزا کیسی رہی (۴۴) کتنی ہی بستیاں ہیں جو خطا کار تھیں انھیں ہم نے ہلاک کر دیا تو وہ اب اپنے چھتوں پر گری پڑی ہیں اور ان کے کنویں بے کار اور اونچے محل خالی اور ویران

مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ﴿۴۵﴾ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا‌ ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴿۴۶﴾

پڑے ہیں (۴۵) کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے جو کچھ سمجھتے سوچتے اور کان ایسے جن سے وہ کچھ سن سکتے' بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں' اندھے تو وہ دل ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (۴۶)

آیت۔۴۵ کی تشریح: اللہ تعالیٰ بطور عبرت وسبق کے فرمارہا ہے: ہم نے بہت سی ظالم بستیاں غارت کردیں ان کا ظلم یہی تھا کہ وہ رسولوں کو جھٹلایا کرتے تھے۔اب ان کی چھتیں گری پڑی ہیں۔منزلیں کھنڈر ہیں۔بہت سے کنویں بے کار پڑے ہیں۔اب نہ ان کے پاس آنے والا کوئی ہے اور نہ پانی کھینچ کر لے جانے والا کوئی ہے۔جب کہ کسی زمانہ میں بھیڑ رہا کرتی تھی اور کثرت سے پانی بھرنے والے ہوتے تھے لیکن آج آدم ہے نہ آدم زاد۔

سورہ نساء آیت ۷۸ میں فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں آ دبائے گی۔خواہ تم مضبوط و مستحکم قلعے میں بند کیوں نہ رہوں۔موت تو تمہارے قلعوں کا پھاٹک توڑے بغیر دبے پاؤں تمہارے پاس آ پہنچے گی اور تمہارا کام تمام کردے گی۔(تفسیر ابن کثیر) کفار قریش اور دیگر قبائل عرب سے کہا جارہا ہے کہ وہ زمین میں سیاحت کر کے ہلاک کردہ قوموں کے آثار قدیمہ پر نگاہِ عبرت کیوں نہیں ڈالتے شاید کہ ان میں غور وفکر سے ان کے دل زندہ ہو جائیں اور ان کے کان خیر کی باتوں پر توجہ دینے لگیں ابھی تو ان کے کان اور آنکھیں کسی کام کی نہیں ہیں اس لئے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ لوگوں کے دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔(تیسیر الرحمن)

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ‌ ؕ وَاِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَمۡلَيۡتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذۡتُهَا‌ ۚ وَاِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ﴿۴۸﴾ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَـكُمۡ ع ۱۲
نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ‌ۚ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰۤـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ﴿۵۱﴾

یہ لوگ عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا' مگر تمہارے رب کا ایک دن تمہارے شمار سے ایک ہزار سال کا ہوتا ہے (۴۷) اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو خطا کار تھیں میں نے پہلے انھیں مہلت دی' پھر انھیں پکڑ لیا اور انھیں واپس تو میرے پاس ہی آنا ہے (۴۸) ان سے کہئے لوگو! میں تو تمہارے لئے صاف ڈرانے والا ہوں (۴۹) سو جو لوگ ایمان لے آئے اور اُنھوں نے نیک عمل کئے ان کیلئے تو بخشش بھی ہے اور عزت بھی ہے اور عزت کا رزق بھی (۵۰) اور جو لوگ ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں تو یہی لوگ اہل جہنم ہیں (۵۱)

یہ آیت نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو عذاب میں جلدی مچارہے تھے اور کبر وعناد میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ جس عذاب کی انھیں دھمکی دی جاتی ہے وہ ابھی اور اسی لحہ کیوں نہیں آجاتا۔ اللہ تعالیٰ نے بعض مشرکین کا قول نقل فرمایا ہے۔ اے اللہ! اگر واقعی یہ قرآن تیرا کلام ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے، یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب نازل کردے۔ (الانفال: ۳۲) اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا: انھیں عذاب کی جلدی پڑی ہے تو انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس کا عذاب آ کر رہے گا یہ تو اس کی غایت بردباری ہے کہ وہ اپنے اور اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ جب چاہے گا انتقام لے لیگا۔ اس آیت میں انجام نیک و بد کے بارے میں بیان فرمارہا ہے جو لوگ ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو درگذر فرمائے گا اور انھیں جنت میں داخل کرے گا۔ (تیسیر الرحمن)

اور جو لوگ اللہ کے بندوں کو اس کی آیتوں سے برگشتہ کرنے کیلئے کوشاں رہیں گے اور اس گمان باطل میں مبتلا ہیں کہ وہ اللہ کو عاجز کردیں گے تو انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کو کوئی مغلوب نہیں بناسکتا اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (تیسیر الرحمن)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول یا نبی بھیجا تو جب بھی وہ کوئی تمنا کرتا تو شیطان اس کی تمنا میں آمیزش کردیتا پھر اللہ تعالیٰ شیطانی وسوسہ کی آمیزش کو دور کردیتا اور اپنی آیات کو محکم کردیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۵۲) تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسہ کو ان لوگوں کیلئے آزمائش بنادے جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے یا جو شقی القلب ہے اور بلاشبہ یہ ظالم مخالفت (حق) میں دور تک چلے گئے (۵۳) اور اسلئے جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ حق آپکے رب کی طرف سے ہے اور وہ ایمان لائیں اور انکے دل (حق کے آگے) جھک جائیں، اور اللہ تعالیٰ یقینا ایمان لانے والوں کو صراط مستقیم دکھلا دیتا ہے (۵۴)

آیت ۵۲: اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دے رہا ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کوئی رسول یا نبی بھیجا اور اس نے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی تو شیطان نے ان کی تلاوت میں کچھ اپنی طرف سے مشرکین کے کان تک پہنچادیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے شیطان کے القاء

کردہ کلمات کو زائل و باطل کر دیا اور اپنی آیتوں کو محکم اور ثابت کر دیا۔ شیطان یہ حرکتیں اس لئے کرتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرے اور انسان اس کے جال میں پھنس جائے لہٰذا جن کے دلوں میں کفر و نفاق کا روگ ہوتا ہے یا گناہ کر کے ان کا دل سخت و سیاہ ہو جاتا ہے وہ ان القاء شیاطینی کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن جن کے دلوں میں اللہ کا خوف اور علم سے لبریز ہوتا ہے ان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہوجاتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ کا نازل کردہ کلام حق ہے اور ان کے قلوب بارگاہ الٰہی میں جھک جاتے ہیں۔

وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ
حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ
عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝٥٥ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ
يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝٥٦ وَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ۝٥٧ وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ع ۹ ۱۴
ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝٥٨
لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝٥٩ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا
عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝٦٠ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ
الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ
وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝٦١ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ
وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝٦٢ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ
مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝٦٣ ۚ

اور کافر تو ہمیشہ اس (حق) سے شک میں پڑے ہی رہیں گے حتیٰ کہ ان پر یا تو یکدم قیامت کی گھڑی آپہنچے یا کسی منحوس دن کا عذاب ان پر نازل ہو (۵۵) اس دن حکومت اللہ ہی کی ہوگی' وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا' جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ تو نعمتوں والے باغات میں ہوں گے (۵۶) اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو ایسے لوگوں کے لئے رسوا ہونے والا عذاب ہوگا (۵۷) جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر شہید ہوئے یا مر گئے' اللہ انھیں بہت اچھا رزق دے گا اور یقیناً اللہ ہی بہترین رازق ہے (۵۸) وہ انھیں ایسی جگہ داخل کرے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے' اور اللہ یقیناً سب کچھ جاننے والا بردبار ہے (۵۹) بات یہی ہے اور جو شخص اتنا ہی بدلہ لے جتنی اس پر سختی ہوتی تھی پھر (از سرنو) اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور اسکی مدد کریگا بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا اور درگذر کرنیوالا ہے (۶۰) یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے (۶۱) یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ کے سوا جنھیں یہ پکارتے ہیں وہ سب کچھ باطل ہے اور اللہ ہی عالیشان اور کبریائی والا ہے (۶۲) کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے تو اس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ مہربان اور ہر چیز سے باخبر ہے (۶۳)

آیت ۵۴۔۶۴ کی تشریح: علم والوں کو دنیا وآخرت میں سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ دنیا میں اس طرح کہ ان کی رہنمائی حق کی طرف کر دیتا ہے اور اس کے قبول اور اتباع کی توفیق دیتا ہے۔ باطل کی سمجھ ان کو دے دیتا ہے اور اسی سے انھیں بچا بھی لیتا ہے اور آخرت میں سیدھے راستے کی رہنمائی یہ ہے کہ انھیں جہنم کے عذاب الیم وعظیم سے بچا کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور وہاں اپنی نعمتوں اور دیدار سے نوازے گا۔ (احسن البیان)

اور اس کے بعد فرمایا کہ اہل کفار قرآن میں ہمیشہ شک کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یا تو اچانک قیامت آجائے گی یا کوئی ایسا دنیاوی عذاب انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیگا جس میں کوئی بھی خیر نہیں ہوگی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ جنگ بدر کا دن تھا جب ان میں سے بہت سے لوگ ذلت ورسوائی کے ساتھ قتل کر دیئے گئے اور بہت سے قید کر لئے گئے۔ تب انھیں معلوم ہو گیا کہ قرآن اور دین اسلام برحق ہے۔ (تیسیر الرحمن) قیامت کے دن بادشاہی صرف اللہ ہی کی ہوگی وہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں داخل فرمائے گا اور جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہوگی اور اس کی آیتوں کی تکذیب کی ہوگی انھیں وہ رسوا کن عذاب میں مبتلا فرمائے گا اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ دیا ہوگا پھر یا تو جہاد کرتے ہوئے قتل کر دیئے گئے ہونگے یا طبعی موت سے مر گئے ہوں گے، اللہ انھیں جنت میں اچھی روزی دے گا اور قیامت کے دن ایسی رہائش عطا فرمائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ انھیں ہمیشگی کے راحت کدوں میں پہنچا دیا جائے گا جن سے وہ شاداں ہوں گے۔ اللہ ایسے مہاجروں اور سچے مجاہدوں کو خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کون کون ثواب جزیل کے حقدار ہیں اور اللہ بڑے تحمل والا ہے اور علم سے درگزر فرما دیتا ہے (تفسیر ابن کثیر) عقوبت یا سزا، اس بدلہ کو کہتے ہیں جو کسی فعل کی جزا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو تو جس سے زیادتی کی گئی ہو اسے بقدر زیادتی بدلہ لینے کا حق ہے لیکن اگر بدلہ لینے کے بعد جبکہ ظالم اور مظلوم دونوں برابر برابر ہو چکے ہوں۔ اب اگر ظالم، مظلوم پر زیادتی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور مدد فرمائے گا۔ یہ شبہ نہ ہو کہ مظلوم نے معاف کر دینے کے بجائے بدلہ لے کر غلط کام کیا ہے نہیں۔ بلکہ اس کی اجازت اللہ ہی نے دی ہے۔ اسلئے آئندہ بھی وہ اللہ کی مدد کا مستحق رہے گا۔ (احسن البیان) اس بات پر آگاہ کیا جا رہا ہے کہ کائنات کا خالق اللہ ہی ہے۔ اور وہ اس میں حسب مرضی تصرف کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا: آپ فرما دیں اے لوگو! اللہ تو ہی ملکوں کا مالک ہے تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔ تیرے ہی ہاتھ میں اچھائیاں ہیں اور ہر چیز پر قادر ہے تو ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور جان دار کو بے جان سے اور بے جان سے جاندار کو نکالتا ہے اور تو جسے چاہے بے حساب روزی عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران: ۲۶۔۲۷)

داخل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ رات سے دن کا کچھ حصہ لے لیا جاتا ہے اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے اسی کے برعکس دن سے رات کا کچھ حصہ لے لیا جاتا ہے اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے۔ سردی کے موسم میں رات بڑی ہوتی ہے اور گرمی کے موسم میں رات چھوٹی ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا: وہ بندوں کی باتوں کو سن رہا ہے اور اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ ہی سچا معبود ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کیونکہ وہی زبردست غلبہ والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ اور اس کے آگے ذلیل

ہے۔ یہ بت یہ دیوی، یہ دیوتا اور یہ مورتیاں سب جھوٹے معبود ہیں۔ کوئی نفع ونقصان پر قادر نہیں ہے۔ اللہ ہی بلند و کبریائی والا ہے۔

آسمان سے پانی کا برسنا اللہ ہی کی قدرت اور غلبہ عظمیٰ کی دلیل ہے وہی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادل کو اُٹھا کر فضا میں لے آتی ہیں۔ پھر یہ بادل مردہ اور غیر آباد زمین پر برس پڑتے ہیں۔ پھر خشکی اور سیاہی کی جگہ تر و تازگی اور سبزی لے لیتی ہے۔ یہ زمین جو کل سیاہ، خشک، ویران اور قحط زدہ تھی، آج طرح طرح کی بوٹیوں سے لہلہا اُٹھتی ہے اور اُبھرتی ہے اور زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ؗ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾

ع ۱۵

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے (٦٤) کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ نے تمہارے تابع فرمان بنا دیا ہے اور کشتی کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے اور وہ آسمانوں کو یوں تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر گر نہیں سکتا' بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ترس کھانے والا اور نہایت رحم والا ہے (٦٥) وہی تو ہے جس نے تمہیں زندگی دی پھر مارتا ہے پھر (دوبارہ) زندہ کرے گا اور درحقیقت انسان بڑا ہی منکرِ حق ہے (٦٦)

آیت ۔ ٦٤ کی تشریح: تمام چیزوں پر اس کی بادشاہت ہے وہ تمام چیزوں سے بے پرواہ ہے ایک ایک چیز اس کی محتاج ہے اور اس کی غلامی کے دائرے میں ہے۔ اس کا دین حق ہے اسی کی عبادت حق ہے اس کے وعدے حق ہیں۔ دشمنوں کے مقابلے میں اولیاء کی مدد کرنا حق ہے' وہ اللہ عزوجل اپنی ذات وصفات میں حق ہے۔

تمام حیوانات، جمادات اور نباتات اللہ نے تمہارے فائدے کیلئے بنائے ہیں۔ اسنے زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہمارے لئے مسخر کر دی ہیں۔ یہ بحر متلاطم میں پہاڑوں جیسی کشتیاں موجوں کو چیرتی پھاڑتی تمہیں لے کر آرام سے چلتی ہیں' ہر طرح کا سامانِ تجارت انھیں کے ذریعہ اِدھر سے اُدھر آتا جاتا ہے اور ضروریات کی چیزیں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچتی رہتی ہے۔ اسنے اپنی مہربانی سے آسمان کو بغیر ستون کے کھڑا کر دیا ہے۔ اللہ لوگوں پر بڑا شفیق و مہربان ہے اور انکے ظلم کے باوجود اپنی رحمت بے پایاں کو نہیں ہٹاتا۔ وہ بڑی مغفرت والا ہے اور اسکی پکڑ بھی سخت ترین ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ٦٥۔ ٦٦ کی تشریح: تمہارا نام و نشان بھی نہ تھا اس نے تم کو پیدا کیا۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ۔ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم بے نشان تھے پھر اللہ نے تم کو زندہ کیا۔ پھر تم کو مار دے گا۔ پھر اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ جاثیہ آیت ۲۵۔ ۲۶ میں اللہ نے فرمایا: آپ فرما دیں اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا پھر وہی مارے گا پھر وہی قیامت کے دن اکٹھا فرمائے گا جس کے

آنے میں کوئی شک نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے شرم نہیں آتی اس کی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہو۔ حالانکہ وہی پیدا کرنے، روزی دینے، حیات بخشنے میں اکیلا ہے۔ پھر وہی تم کو مار ڈالے گا اور وہی قیامت کے دن زندہ فرمائے گا۔ پھر فرمایا: انسان بڑا ناشکرا ہے اللہ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا
يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۖ اِنَّكَ
لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ
فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۗ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۗ اِنَّ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾

ہم نے ہر اُمت کے لئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا جس پر وہ چلتے ہیں' لہٰذا انھیں اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے آپ (انھیں) اپنے رب کی طرف دعوت دیں' بلاشبہ آپ صراط مستقیم پر ہیں (٦٧) اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے (٦٨) اللہ ہی یوم قیامت تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کر رہے ہو (٦٩) کیا تم جانتے نہیں کہ اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین و آسمان میں ہے بلاشبہ یہ سب کچھ ایک کتاب (لوح محفوظ) میں درج ہے' اللہ کیلئے یہ بات بالکل آسان ہے۔ (٧٠)

آیات ٦٧ تا ٦٨ کی تشریح: ہر نبی کی اُمت کی ایک شریعت ہے۔ منسک وہ مقام ہے جس میں انسان کی کثرت سے آنے جانے کی عادت ہو۔ خواہ بھلائی کے لئے آئے جائے یا برائی کے لئے آئے جائے۔ اسی وجہ سے حج کے احکام کو مناسک کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ بار بار وہاں آتے جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت سے قبل پچھلی اُمتوں کو مختلف عبادات کے طریقے بتلا دیئے تھے' اب اس شریعت کے نزول کے بعد تمام عبادات کے طریقے منسوخ ہو گئے۔ کسی پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا اب بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے آخری شریعت اللہ نے نازل فرمائی ہے۔ لوگ اسے تسلیم کرنے کے بجائے آپ سے جھگڑا کر رہے ہیں آپ کی پیروی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ دراصل آپ سے نہیں جھگڑ رہے ہیں بلکہ اللہ سے جھگڑ رہے ہیں۔ آپ اپنے دل میں میل نہ لائیں اور حق پر گامزن رہیں۔ اور دعوت دیتے چلے جائیں۔ کیونکہ یہی سیدھی راہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچاتی ہے۔ پھر بھی کوئی جھگڑالو آپ سے اُلجھنے کی کوشش کرے تو آپ ﷺ فرما دیں کہ تمہارے عملوں سے اللہ بخوبی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر مشرکین آپکو جھٹلائیں تو آپ فرما دیں میرا عمل میرے کام آئیگا اور تمہارا عمل تمہارے کام آئیگا اور میں تمہارے عملوں سے بری ہوں۔ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ فرمائی ہے اور کان کھولے گئے ہیں کہ سارا کیا دھرا سامنے آجائیگا اور تمام بُرے اعمال کی سزا بھگتنی پڑیگی جیسے اس آیت میں اللہ نے فرمایا: تم جن اعمال کے مرتکب ہو رہے ہو اللہ ان سے بخوبی واقف

ہے۔میرے اور تمہارے درمیان اس کا گواہ ہونا کافی ہے۔(الاحقاف :۸ ۴)(تفسیر ابن کثیر)

اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر کفار، دین حق کی توضیح کے بعد جدال ومناظرہ سے باز نہ آئیں تو انھیں انکے حال پر چھوڑ دیجئے اور ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے وہ تمہیں ان اعمال کا بدلہ ضرور دیگا اور دین کی جن باتوں میں آج جھگڑ رہے ہو قیامت کے دن وہ اپنا فیصلہ صادر فرما دیگا۔اور بتا دیگا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔(تفسیر ابن کثیر)

آیت ۶۹-۷۰ کی تشریح: تمہارے اختلاف کا فیصلہ اللہ ہی فرمائے گا اور جن باتوں کا آپ کو حکم ہے ان پر جمے رہیں اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور فرمادیں کہ میں، اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لایا ہوں اور مجھے تم میں انصاف کرنے کا حکم ہے اور ہمارا اور تمہارا رب اللہ ہے۔آیت ۷۰ میں اللہ نے فرمایا: اس کے علم کے دائرے میں آسمان وزمین کی ہر چیز گھری ہوئی ہے۔آسمان وزمین کا ایک ذرہ بھی اس سے اوجھل نہیں۔کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ایک روشن کتاب میں مندرج نہ ہو۔کائنات کے تمام حالات سے وہ باخبر ہے اور ان حالات کو وہ لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے۔رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے وہ کائنات کی تقدیریں لکھ چکا ہے۔(صحیح مسلم حدیث نمبر 4797) سب سے پہلے اللہ نے قلم پیدا کئے اور اسے لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ اللہ نے قیامت تک ہونے والے حالات بتلا دیئے وہ لکھ دیا۔(ابوداؤد 4700 علامہ البانی نے مختلف کتابوں میں صحیح قرار دیا ہے)

ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ نے لوح محفوظ کو اتنا بڑا بنایا ہے اسے طے کرنے کیلئے سو سال کی مسافت درکار ہے۔یہ اللہ کے علم کے کمال کی دلیل ہے کہ وہ چیزوں کے آنے سے پہلے ہی جانتا ہے اور ان کے حالات بھی جانتا ہے کہ بندے کیا کریں گے۔اللہ کو انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے فلاں بندہ فرماں بردار ہوگا اور فلاں بندہ نافرمان۔یہ تمام باتیں سپرد قلم کی جا چکی ہیں اور اللہ تمام باتوں کو گھیرے ہوئے ہے۔یہ بات اللہ کے لئے دشوار نہیں بالکل آسان ہے۔

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾	وہ لوگ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے لئے اللہ نے نہ کوئی دلیل اتاری ہے اور نہ ہی انھیں خود کچھ علم ہے ' اُن ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا (۷۱)

آیت ۷۱ کی تشریح: اس آیت میں مشرکوں کی جہالت ونادانی اور ان کے کفر وشرک کا بیان ہے کہ بلا سند غیر اللہ کی عبادت میں مگن ہیں ان کے پاس نہ شرک کی کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔اللہ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکارتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اس کا حساب ان کے رب کے پاس ہے۔بلاشبہ کافر فلاح نہیں پاتے۔شرک انکا خود ساختہ اور انکا گھڑا ہوا ہے۔اور باپ دادا کی تقلید ہے۔شیطان نے انکے افعال کو خوبصورت بنا کر پیش کر دیا ہے اور شرک کا انجام بہت برا ہے مشرکین ظالم ہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں جو انھیں اللہ کے عذاب سے چھڑا لے۔(تفسیر ابن کثیر)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ ع ٨ ١٢
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٧٤﴾

اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو آپ انکے چہروں پر ناگواری کے آثار دیکھتے ہیں' (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) ابھی وہ ان لوگوں پر جھپٹ پڑینگے جوانھیں ہماری آیات سناتے ہیں۔ آپ ان سے کہئے: میں آپ کو بتاؤں اس سے بدتر کیا چیز ہے؟ آگ جسکا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے(۷۲) لوگو! تم سے ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے ذرا غور سے سنو' جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ اگر سارے اکٹھے بھی ہوجائیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ وہ چاہنے والا بھی ضعیف اور جس سے مدد طلب کی جارہی ہے وہ بھی ضعیف ہے(۷۳) ان لوگوں نے اللہ کی قدر پہچانی ہی نہیں ہے جیسا کہ پہچاننا چاہئے تھا اللہ تعالیٰ طاقتور ہر چیز پر غالب ہے(۷۴)

آیت ۷۲ کی تشریح: جب مشرکوں کے آگے توحید و رسالت کی دلیل بیان کی جاتی ہے تو یہ ان دلیلوں کے بیان کرنے والوں پر حملہ کرتے ہیں، انھیں تکلیف پہنچانے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ دست درازی کرتے ہیں۔ ان بداخلاقوں کی زبانوں پر گالیاں ہوتی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ ان لوگوں کو آگاہ کردیجئے کہ ان کی سزا جہنم کی بدترین آگ ہے۔ جس میں یہ لوگ جھلسائے جائیں گے اور تمہاری دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ تم مومنوں کو آنکھیں نکال کر دیکھ رہے ہو اور ان پر نیلے پیلے ہو رہے ہو اور ان کی ایذا کے در پے ہو تو آخرت کا عذاب تم پر منڈلا رہا ہے جو تمہاری ان ایذاؤں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ ذرا عقل و ہوش سے کام لو اور ان نامعقول حرکتوں سے باز آجاؤ۔ پھر فرمایا آگ بدترین منزل ہے۔ ڈراؤنا گھر اور خطرناک قرارگاہ ہے۔ اللہ نے سورہ فرقان میں ارشاد فرمایا: جہنم کا مقام اور ٹھہرنے کی جگہ بدترین ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت ۷۳ کی تشریح: بتوں کی حقارت اور ان کی پجاریوں کی حماقت کا بیان ہے جنھیں جاہل مشرکین پوجتے ہیں۔ ایک مثال سن لو اور اس میں خوب غور و فکر کرو یہ تمہارے جھوٹے معبود اور دیوتا ایک مکھی کے پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ گو سب اکٹھے ہو کر پیدا کرنا چاہیں تو بھی ان کے بس کی بات نہیں۔ مکھی تو مکھی، مکھی کا ایک پر بھی پیدا کرنے کی قوت و صلاحیت نہیں ہے۔ حدیث قدسی میں ہے: اس سے بڑا ظالم کون ہوگا میری طرح پیدا کرنا چاہے' اگر کسی قسم کی قدرت ہے تو وہ ایک چیونٹی یا ایک مکھی پیدا کر کے دکھادے۔

یہ لوگ مکھی کیا پیدا کر سکتے ہیں اگر ان کے سامنے سے مکھی ایک دانہ چھین کر لے جائے تو اس سے اپنا حق واپس نہیں لے سکتے اس کے مقابلہ اور انتقام سے عاجز ہیں۔ حالانکہ مکھی ایک معمولی اور حقیر سی مخلوق ہے۔ طالب و مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ بت اور مکھی حقیر ترین مخلوق ہیں اسی طرح عابد و معبود دونوں اللہ کے نزدیک حقیر ہیں۔

لوگوں نے اللہ کا مرتبہ اور اس کا مقام نہیں پہچانا وراس کی عظمت وجلالت کی قدر نہیں کی۔ وہ اس قدر قوی اور توانا عزیز و غالب ہے کہ اس نے کائنات کی ہر شے پیدا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی نے شروع میں پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا اس کیلئے آسان ترین بات ہے۔ (الروم: ٢٧)۔ سورہ ذاریات میں فرمایا: واقعی اللہ روزی رساں ہے اور وہ زبردست قوت والا ہے۔ پھر فرمایا اللہ زبردست قوت والا ہے وہ سب پر غالب اور سب پر مسلط ہے وہ اپنے غلبۂ واقتدار کی وجہ سے نہ تو مزاحمت کیا جاسکتا ہے اور نہ وہ کسی سے ہار سکتا ہے وہی واحد وقہار وجبار ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝٧٥ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٧٦	اللہ (پیغام رسانی کے لئے) فرشتوں میں سے بھی رسول چن لیتا ہے اور لوگوں میں سے بھی۔ بیشک اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے (٧٥) وہ جانتا ہے جو کچھ انکے سامنے ہے اور جو اُن سے اوجھل ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں (٧٦)

اللہ اپنی مقدر کی ہوئی تقدیر کو جاری کرنے کے لئے اور مقرر کردہ شریعت کو رسولوں تک پہنچانے کے لئے فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اور اپنے احکام لوگوں تک پہنچانے کے لئے لوگوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال کو بخوبی سنتا ہے۔ انھیں بخوبی دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون رسالت کا حقدار ہے اور کون نہیں۔ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اسے پیغمبروں کے آگے پیچھے کا بخوبی علم ہے۔ کیا حکم ان تک پہنچنا چاہئے اور اُنھوں نے کتنا حق تبلیغ ادا کیا۔ ان کی کوئی بات بھی ان سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ سورہ جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ عالم الغیب ہے۔ وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ البتہ جس نبی کو وہ چھانٹ لے تو اس کے آگے پیچھے پہرے اور فرشتے مقرر فرما دیتا ہے تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ ان پیغمبروں نے اللہ کے پیغام پہنچا دیئے ہیں۔ اللہ ان کے تمام احوال کو گھیرے ہوئے ہے اور اسے ہر چیز کی تعداد معلوم ہے۔ اللہ اپنے رسولوں کا نگہبان ہے۔ ان کا محافظ و مددگار ہے۔ سورۂ مائدہ آیت ٦٧ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسول! اللہ کے پاس سے جو کچھ اترا اس کی تبلیغ کیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

وہ اپنے بندوں کے تمام اُمور واحوال سے واقف ہے' اس لئے اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ جسے چاہے اپنی رسالت و پیغمبری کے لئے منتخب فرمالے۔ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ (تیسیر الرحمن)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو (۷۷) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں (اپنے دین کیلئے) چن لیا ہے یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام اس سے پہلے بھی مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی (مسلم ہی رکھا ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ لہٰذا نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے تھامے رکھو وہی تمہارا کارساز ہے وہ کیسا اچھا کارساز اور کیسا مددگار ہے (۷۸)

آیت ۷۷ کی تشریح: اللہ کی عبادت اور ہر طرح کی نیکیوں میں مصروف رہنا کامیابی اور اس میں ترقی کا راز مضمر ہے۔ کاش مسلمان یہ مقام سمجھ لیں۔ اور سرگرم عمل ہو جائیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اس کی راہ میں جہاد کرو۔ زبان سے، تحریر سے، مال سے ہر طرح سے جہاد کرو چونکہ جہاد کا عظیم ثواب اللہ نے مقرر فرما دیا ہے۔ شہید کی موت نہیں ہوتی وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں اور کس طرح زندہ ہیں اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم کو سب سے بڑے رسول سے نوازا ہے اور جامع و کامل شریعت عطا فرمائی ہے اور تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ کام یعنی شریعت کا بوجھ نہیں ڈالا ہے۔ تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو تم سے ہو نہ سکے ہر دشواری کی ایک راہ نکال دی ہے۔ نماز، اقرار توحید کے بعد سب سے اہم رکن ہے۔ حالتِ اقامت چار رکعت اور حالتِ سفر دو رکعت اللہ نے مقرر فرما دی۔

آیت ۷۸: عرب، اسماعیلؑ کی اولاد سے تھے۔ اس اعتبار سے ابراہیم عربوں کے باپ تھے۔ اور غیر عرب بھی ابراہیمؑ کا ایک بزرگ شخصیت کے طور پر اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح بیٹے باپ کا احترام کرتے ہیں۔ وہ تمام لوگوں کے باپ تھے اس لئے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی باپ ہوئے۔ اسی لئے کہا گیا کہ یہ دین جسے اللہ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے، اسی کی پیروی کرو۔

ھو کا مرجع بعض کے نزدیک ابراہیم ہیں بعض کے نزدیک مرجع اللہ ہے یعنی اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا یہ گواہی قیامت والے دن ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ جب اللہ پیغمبروں سے قیامت والے دن پوچھے گا کہ تم نے میرا پیغام لوگوں تک پہونچایا تھا۔ وہ اثبات میں جواب دیں گے۔ اللہ فرمائے گا تمہارا کوئی گواہ ہے، وہ کہیں گے ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت، چنانچہ یہ اُمت گواہی دے گی۔ (احسن البیان)